9754

CHECKED 1988

Checked 1987

۲۱۲۰۸
ول ۲
۲-2

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حجۃ اللہ البالغۃ

مع ترجمۂ اردو

نعمۃ اللہ السابغۃ

جلد دوم

مؤلفہ:- حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

مترجمہ:- حضرت علامہ ابو محمد عبد الحق صاحب حقانی

تزیین:- مولانا محمد لطیف صاحب و معراج محمد صاحب بارق

ناشر

کتب خانہ رحیمیہ دیوبند (یوپی) انڈیا۔

مطبوعہ:- راحت پریس دیوبند

عرضِ ناشر

حضرت علامہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی عدیم النظیر تالیف "حجۃ اللہ البالغۃ" مع ترجمہ اردو جناب کے پیشِ نظر ہے۔ یہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ ہمارے مخلص احباب نے اس چشمۂ فیض و علم کی طرف رہنمائی کی اور ان ہی کی سعی بلیغ کا نتیجہ تھا کہ جناب پیر صاحب درگاہ شریف (سندھ) کے کتب خانہ عالیہ علمیہ سے حضرت مولانا ابو محمد عبدالحق صاحب حقانی کا ترجمہ موسوم "بہ نعمۃ اللہ السابغۃ" دستیاب ہوا۔ اس سلسلہ میں ہم حضرت پیر محب اللہ صاحب، جناب مولانا عزیز احمد صاحب اور جناب مولانا غلام مصطفےٰ صاحب قاسمی کے بیحد ممنون ہیں۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

یہ ترجمہ چونکہ ۱۳۰۲ھ میں مکمل ہوا تھا اس لئے قدیم طرزِ تحریر میں زینت پیدا کرنے کی خاطر اس پر نظر ثانی کرائی گئی ہے اور اس کتاب کی دینی اہمیت کے پیشِ نظر ترجمہ کے ساتھ اصل عربی متن بھی قائم کیا گیا ہے تاکہ اہلِ علم حضرات بھی خاطر خواہ مستفید ہوں ـــــ توقع ہے کہ بزرگانِ سلف کی ان مساعی جمیلہ سے عقائد و اعمال کی راہ میں شمع ہدایت کا کام لیا جائے گا۔

خیر اندیش۔ محمد اسحاق صدیقی مالک کتبخانہ رحیمیہ دیوبند۔ یوپی۔ انڈیا۔ ۱۵ اگست ۱۹۶۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین حجۃ اللہ البالغۃ مترجم جلد دوم

نمبر شمار	عنوان عربی	صفحہ	نمبر شمار	عنوان اردو	صفحہ
۱	**القبلۃ**	۱۷		قبلہ کا بیان	۱۷
	بیان حکمۃ التشریع فی تحویل القبلۃ	″		شرع میں تحویل قبلہ کی حکمت کا بیان	″
۲	**السترۃ**	۱۹	۲	**سترہ کا بیان**	۱۹
	بیان اسرار السترۃ وحکمہا التی تخفی علی کثیر من الناس	۱۹		سترہ کے اسرار اور حکمتوں کا بیان جو اکثر لوگوں سے مخفی ہیں	۱۹
۳	**الامور التی لابد منہا فی الصلاۃ**	۲۱	۳	ان اصول کا بیان جو نماز میں ضروری ہیں	۲۱
	اصل الصلاۃ ثلاثۃ اشیاء	۲۱		نماز کی بنیاد تین چیزوں پر ہے	۲۱
	بیان الحکمۃ فی ان الصلاۃ لم تشرع اقل من رکعتین	۳۱		دو رکعت سے کم نماز مشروع نہ ہونے کی حکمت	۳۱
	ذکر الاصل فی عدد الرکعات	۳۲		تعداد رکعات کے اصول کا بیان	۳۲
۴	**اذکار الصلاۃ وہیآتہا المندوبۃ**	۳۳	۴	نماز کے اذکار اور اسکی ہیئات مستحبہ کا بیان	۳۳
	الہیآت المندوبۃ ترجع الی معان	۳۴		ہیئات مستحبہ کا مدار چند باتوں پر ہے۔	۳۴
	بیان ان الغسل بالثلج والبرد کنایۃ عن تکفیر الخطایا مع ایجاد الطمأنینۃ وسکون القلب	۳۶		برف اور اولوں کے ساتھ دھونے سے مراد گناہوں کا دور کرنا اور اسکے ساتھ طمانیت و سکون قلب حاصل کرنا ہے	۳۶
	بیان السر فی الاستعاذۃ باللہ من الشیطان الرجیم	″		شیطان سے پناہ مانگنے کی حکمت	″
	ترک الجہر بالبسملۃ	۳۷		بسم اللہ آہستہ پڑھنا	۳۷
	قراءۃ الفاتحۃ خلف الامام	″		امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا	″
	بیان السر فی مخافتۃ الظہر والعصر	۳۸		ظہر و عصر کی نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھنے کا ذکر	۳۸
	الحکمۃ فی تامین المأمومین تبعا للامام	″		امام کے تتبع میں مقتدیوں کے آمین کہنے کی حکمت	″
	السر فی رفع الیدین فی الصلاۃ	۴۱		نماز میں رفع یدین کی حکمت	
	اختلاف الاحادیث ومذاہب العلماء والتبیین فی ذلک	۴۳		رفع یدین کے بارے میں احادیث اور صحابہ و تابعین کے مذاہب کا بیان	۴۳

نمبر شمار	عنوان عربی	صفحہ
	اشارۃ با لسبابۃ	۴۶
	بیان اصح صیغ الصلاۃ	″
	بیان الفصل بین الفرض والنوافل	۴۹
۵	۵ الایجوز فی الصلاۃ وسجود السھو والتلاوۃ	۴۹
	سجدۃ السھو	۵۲
	سجدۃ التلاوۃ	۵۳
۶	۶ النوافل	۵۷
	الحکمۃ فی صلاۃ اللیل والناس نیام بنام	۵۷
	بیان قولہ صلعم ینزل ربنا تبارک وتعالی الی السماء الدنیا الخ	۵۹
	بیان آداب صلاۃ اللیل	۶۱
	قیام رمضان	۶۳
	الحکمۃ فی صلاۃ الضحی	۶۵
	السر فی صلاۃ الاستخارۃ	۶۶
	السر فی صلاۃ الحاجۃ وصلاۃ التوبۃ	۶۸
	السر فی صلاۃ الوضوء	″
	السر فی صلاۃ التسبیح وصلاۃ الاوابین	۶۹
	السر فی صلاۃ الاستسقاء	۷۱
	سجود الشکر	۷۲
	بیان الحکمۃ فی النھی عن خمسۃ اوقات	″
۷	۷ الاقتصاد فی العمل	۷۳
	مبادی المقصود من الاوامر والنواھی استقامۃ النفس وھدم اغراضھا لا الاحصاء	۷۴
	بیان الحکمۃ فی اقامۃ الاعمال والمواظبۃ علیھا	۷۵

نمبر شمار	عنوان اردو	صفحہ
	تشہد میں شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنے کی حکمت	۴۶
	صحیح ترین تشہد کا بیان	″
	فرض اور نفل میں فصل کرنے کا بیان	
۵	ان چیزوں کا بیان جو نماز میں ناجائز ہیں اور سجدہ سہو اور سجدہ تلاوت کا بیان	۴۹
	سجدہ سہو کا بیان	۵۲
	سجدہ تلاوت کا بیان	۵۳
۶	۶ نوافل کا بیان	۵۷
	رات کو اسوقت نماز پڑھنے کی حکمت جبکہ لوگ سوتے ہوں	۵۷
	نبی صلعم کا فرمان کہ اللہ تعالیٰ پچھلے آسمان پر اتر آتا ہے الخ	۵۹
	نماز تہجد کے آداب	۶۱
	رمضان میں نماز تراویح کا قیام	۶۳
	نماز چاشت کی حکمت	۶۵
	نماز استخارہ کی حکمت	۶۶
	نماز حاجت اور نماز توبہ کی حکمت	۶۸
	نماز وضو کی حکمت	″
	صلوٰۃ تسبیح اور صلوٰۃ آیات کی حکمت	۶۹
	نماز استسقاء کی حکمت	۷۱
	سجدہ شکر کا بیان	۷۲
	پانچ اوقات میں نماز سے ممانعت کی حکمت	″
۷	۷ اعمال میں میانہ روی کا بیان	۷۳
	عبادات سے مقصود نفس کو راستی پر لانا اور اسکی کجی کو دور کرنا ہے نہ کہ تمام عبادات کا احاطہ کرنا	۷۴
	اعمال میں ہمیشگی اور مواظبت قائم رکھنے کی حکمت	۷۵

نمبر شمار	عنوان عربی	صفحہ
	بیان ان السبب الاصلی فی القضاء شیئان	۷۷
۸	صلاة المعذورين	۷۷
	بیان التقصیر فی السفر	۷۸
	بیان تعیین معنی السفر	۷۹
	بیان صلاة الخوف	۸۱
	بیان الصلاة فی المرض	۸۲
۹	الجماعة	۸۳
	السر فی مشروعیة الجماعة	۸۳
	حکمة الرخصة فی الجماعة	۸۶
	ما یجب علی الامام والمأمومین	۸۷
۱۰	الجمعة وحکمة تشریعها	۹۲
	بیان اسرار وتشریع الامور المتعلقة بها	۹۶
	بیان شرط الجماعة والتمدن فی الجمعة	۹۹
۱۱	العیدان وحکمة الشرع فیهما	۱۰۰
	سنة صلاة العیدین	۱۰۲
	آداب العیدین	۱۰۳
	احکام الاضحیة	
۱۲	الجنائز	۱۰۴
	عیادة المریض وحکمة الشرع فیها	۱۰۴
	بیان الحکمة فی الدعاء والصدقة للمیت	۱۰۵
	ما یحتاج الیه اهل المیت من العزاء والمعاونة	"
	معانی الاحادیث الواردة فی تکفیر الخطایا	۱۰۷
	عیادة المریض	

نمبر شمار	عنوان اردو	صفحہ
	قضا کے باب میں دو چیزیں سبب اصلی ہیں	۷۷
۸	معذور لوگوں کی نماز کا بیان	"
	سفر میں نماز قصر کرنے کا بیان	۷۸
	سفر کا مفہوم متعین کرنے کا طریقہ	۷۹
	صلوٰۃ خوف کا بیان	۸۱
	بیمار کی نماز	۸۲
۹	جماعت کا بیان	۸۳
	جماعت کے مشروع ہونے کی حکمت	۸۳
	نماز باجماعت ترک کرنیکی اجازت کن حالات میں ہے	۸۶
	امام اور مقتدیوں کے فرائض	۸۷
۱۰	جمعہ کا بیان (اور اسکے مشروع ہونیکی حکمت)	۹۲
	اس سے متعلق امور کی شروع میں حکمت اور مصلحت	۹۶
	جمعہ کے لئے جماعت اور شہریت کی شرط کا بیان	۹۹
۱۱	عیدالفطر و عیدالاضحیٰ کا بیان (اور شرع میں انکی حکمت)	۱۰۰
	نماز عیدین کا مسنون طریقہ	۱۰۲
	عیدین کے آداب	"
	قربانی کے احکام	۱۰۳
۱۲	جنازوں کا بیان	۱۰۴
	مریض کی عیادت اور شرع میں اس کی حکمت	۱۰۴
	مردے کے لئے دعا اور صدقہ کرنے کی حکمت	۱۰۵
	اہل میت کس قسم کی اعانت اور غمگساری کے ضرورتمند ہوتے ہیں	"
	مریض کی عیادت اور گناہوں کے کفارے سے متعلق وارد شدہ احادیث کی تشریح و تفسیر۔	۱۰۷

نمبر شمار	عنوان عربی	صفحہ
	التعوذ والرقية من المرض	
	السر فی النهی عن التمنی للموت ومعنی لقاء الله	
	الحكمة فی حسن الظن بالله	۱۱۲
	السر فی ذکر الموت	۱۱۴
	الحكمة فی تلقين المريض عند الموت والدعاء عنده	〃
	الاصل فی غسل الموتی وترکه للشهيد	۱۱۶
	الاصل فی التكفين	۱۱۷
	السر فی السرعة بالجنازة والمبادرة بالصلاة عليها	۱۱۸
	حكمة الشرع فی الصلاة على الميت وصفتها	۱۲۰
	فضل الصلاة على الجنائز والشفاعة لها	〃
	ثناء الناس على الميت	۱۲۱
	السر فی النهی عن سب الاموات	〃
	احكام القبور	۱۲۲
	البكاء على الميت والحزن عليه	〃
	السر فی النهی عن ضرب الخد ودق الجيوب والنياحة على الميت	۱۲۳
	السر فی النهی عن اتباع النساء الجنائز	۱۲۴
	ثواب من قدم ولدا او عزى مصابا	〃
	صنع الطعام لاهل الميت	۱۲۵
	زيارة القبور	〃
۱۳	**من ابواب الزكوة**	۱۲۶
	مصالح الزكوة	〃
	بيان الحكمة فی تعيين مقادير الزكاة ومدتها	۱۲۸
	الابواب الاربعة التی اعتنى بها اولوا الامر للملوك الصالحين من اهل الاقاليم الصالحة	۱۲۹
	الباب الاول ان تؤخذ الزكاة من جوامع الاموال النامية	〃
	الباب الثانی ان تؤخذ الزكاة من اهل الكنوز والكفر	〃

نمبر شمار	عنوان اردو	صفحہ
	بیماری دور کرنے کے لئے تعوذ اور منتروں کا بیان	۱۱۰
	موت کی آرزو کرنیکی ممانعت کی حکمت اور لقاء الٰہی کے اصل معنی	۱۱۱
	خدا سے حسن ظن رکھنے کی حکمت	۱۱۳
	موت کو یاد رکھنے کی حکمت	۱۱۴
	قریب المرگ مریض کو تلقین اور اسکے لئے دعا کرنیکی حکمت	〃
	مُردوں کو غسل دینے اور شہیدوں کو نہ دینے کی حکمت	۱۱۶
	تکفین کی حکمت	۱۱۷
	جنازہ کو تیزی سے لیجانے کی وجہ	۱۱۸
	جنازہ کے پیچھے چلنے اور اسکو دیکھ کر کھڑے ہونیکی حکمت	〃
	نماز جنازہ کی حکمت اور اس کی ترکیب	۱۲۰
	جنازہ کی نماز پڑھنے اور اسکی شفاعت کرنیکی فضیلت	〃
	لوگوں کا مرنے والے کی تعریف کرنا	۱۲۱
	مُردوں کو بُرا بھلا کہنے کی ممانعت اور اسکا راز	〃
	قبروں کے احکام	۱۲۲
	میت پر رونا اور غم منانا	〃
	میت پر نوحہ کرنے گریبان پھاڑنے اور منہ پیٹنے کی ممانعت اور اس کی حکمت	۱۲۳
	عورتوں کو جنازہ میں کیساتھ جانیکی ممانعت اور اسکا راز	۱۲۴
	اسکا ثواب جسکا کوئی بچہ مرجائے یا وہ کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے	〃
	میت والوں کے لئے کھانا تیار کرنا۔	۱۲۵
	زیارت قبور کی بحث	〃
۱۳	**زکوٰۃ کی تفصیلات**	۱۲۶
	زکوٰۃ کی مصلحتیں	〃
	زکوٰۃ کی مقدار اور مدت متعین ہونے کی حکمت	۱۲۸
	ٹیکس اور لگان کے چار مسلّم اور معقول اصول جنکو تمام خوشحال ملکوں کے ذی فہم حکمرانوں کی تصویب حاصل ہے	۱۲۹
	پہلا اصول کہ زکوٰۃ اموال نامیہ میں سے لی جائے	〃
	دوسرا اصول کہ زکوٰۃ منقول اور صامت خزانہ لوگوں سے لیجائے	〃

نمبر شمار	عنوان عربی	صفحہ
	الباب الثالث ان تؤخذ الزکاۃ من الاموال النامیۃ	۱۲۹
	الباب الرابع ان تلزم ضرائب علی رؤوس الکاسبین	″
	حکمۃ الشرع فی الحول الزکوٰۃ	۱۳۰
	السر فی ان لا تجعل الزکوٰۃ الا من جنس تلک الاموال	″
	تعریف اصناف الاموال المتنوعۃ وتحدیدھا	″
۱۴	فضل الانفاق وکراھیۃ مسالک الاشراف	۱۳۱
	اسرار الاحادیث الواردۃ فی فضل الصدقۃ	۱۳۲
	بیان السبب الباعث علی کون جزاء مانع الزکاۃ علی الصفۃ الخاصۃ	″
	معنی قرب السخی من اللہ وقربہ من الجنۃ ومن الناس	۱۳۴
	تفضل الجاھل السخی علی العابد البخیل	″
	شرح حدیث "مثل البخیل والمتصدق کمثل رجلین علیھما جنتان" الخ	″
	تفسیر حدیث "للجنۃ ابواب ثمانیۃ" الخ	۱۳۵
۱۵	مقادیر الزکاۃ	۱۳۸
	شرح حدیث "لیس فیما دون خمسۃ اوسق من التمر صدقۃ" الخ	″
	تفسیر حدیث لیس علی المسلم صدقۃ فی عبدہ ولا فی فرسہ	۱۳۹
	زکوٰۃ الابل والاصل فیھا	۱۴۰
	زکوٰۃ الغنم والاصل فیھا	″
	زکوٰۃ الرقۃ والذھب	۱۴۱

نمبر شمار	عنوان اردو	صفحہ
	تیسرا اصول کہ زکوٰۃ اموال نامیہ سے لی جائے	۱۲۹
	چوتھا اصول کہ کمانے والوں پر کچھ ٹیکس مقرر کیا جائے	″
	سال بھر میں ایک بار زکوٰۃ وصول کرنے کی حکمت	۱۳۰
	جو مال کی جنس ہو اسی جنس میں زکوٰۃ وصول کرنے کا راز	″
	مال کی مختلف اقسام اور انکی تعریف وتعیین	″
۱۴	سخاوت کی فضیلت اور بخل کی قباحت کا بیان	۱۳۱
	صدقہ کی فضیلت میں وارد شدہ احادیث کا اسرار	۱۳۲
	مانع زکوٰۃ کو ایک خاص طریقہ پر عذاب ملنے کا سبب	″
	سخی کے قرب الٰہی، قرب جنت اور قرب خلقت کے معنی	۱۳۴
	جاہل سخی کی عابد بخیل پر فضیلت	″
	اس حدیث کی شرح کہ "بخیل اور سخی کی مثال ان دو آدمیوں کی سی ہے جن پر زرہ حال ہو" الخ	″
	حدیث "جنت کے آٹھ دروازے ہیں" الخ کی شرح	۱۳۵
۱۵	زکوٰۃ کی مقدار کا بیان	۱۳۸
	حدیث "پانچ وسق سے کم کھجور میں زکوٰۃ واجب نہیں" الخ کی شرح	″
	حدیث "مسلمان پر اسکے غلام اور گھوڑے میں زکوٰۃ واجب نہیں" کی شرح	۱۳۹
	اونٹوں کی زکوٰۃ اور اس کی اصل	″
	بھیڑ بکری کی زکوٰۃ اور اس کی اصل	۱۴۰
	چاندی اور سونے کی زکوٰۃ	۱۴۱

نمبر شمار	عنوان عربی	صفحہ
	التمهيد لما سبقت السماء والعيون او كان عشريا وما سقي بالنضح الخ	۱۴۱
	السر في مشروعية الخرص	۱۴۲
	زكوٰة الفطر	〃
	هل في الحلي زكوٰة؟	۱۴۳
۱۶	**المصارف**	〃
	حكمة الشرع في انواع المصارف	〃
	عمدة ما يتخلص في بلاد المسلمين من المال	۱۴۴
	نوعان يازاء نوعين من المصرف	
	العمدة في الحاجات ثلاثة	۱۴۵
	مذهب اهل العلم في مصرف الزكاة	〃
	تحقيق المؤلف	
	كراهية الصدقة للنبي وآل صلعم	۱۴۶
	السر في النهي عن المسئلة	۱۴۷
	شرح حديث "من سأل الناس ليثري" الخ	۱۴۸
	بيان الاختلاف في تقدير الغنية المانعة	〃
	السر في النهي عن الالحاف في المسئلة	۱۴۹
	البركة في الشيء على انواع	〃
	الاستغناء عن المسألة	۱۵۰
۱۷	**امور تتعلق بالزكاة**	۱۵۰
	ما يجب على المتصدق والمصدق	〃
	الصدقة في الحياة وعند الموت	۱۵۱
	شرح حديث "ايما مسلم كسا مسلما ثوبا على عري" الخ	۱۵۲
	السر في النهي عن اعطاء الاباعد دون الاقارب	۱۵۳
	افضل الصدقة وتطبيق بين حديثين	〃
	تفسير حديث "الخازن المسلم الامين" الخ	〃
	تطبيق بين الاحاديث الواردة في نفقة المرأة من مال زوجها	۱۵۴

نمبر شمار	عنوان اردو	صفحہ
	بارانی، نہری اور چاہی زمینوں پر لگان کی تشریح	۱۴۱
	کھجور کا تخمینہ جائز کرنے کا راز	۱۴۲
	صدقۂ فطر	〃
	کیا زیوروں میں بھی زکوٰۃ ہے؟	۱۴۳
	زکوٰۃ کے مصارف کا بیان	〃
	مختلف قسم کے مصارف کی علت	〃
	مسلمان آبادی کے شہروں کو جو مال حاصل ہوتا ہے اسکی دو قسمیں ہیں جس طرح مفرد کی دو قسمیں ہیں	۱۴۴
	تین اہم مصارف	۱۴۵
	صرف زکوٰۃ میں علماء کا مذہب اور مؤلف کی تحقیق	〃
	نبی صلعم اور آپ کی آل اولاد کیلئے صدقہ کی ممانعت	۱۴۶
	سوال سے ممانعت کی حکمت	۱۴۷
	حدیث "جس نے مال دار بننے کیلئے لوگوں سے سوال کیا" الخ کی تشریح	〃
	سوال سے مانع غنا کے اندازہ پر بحث	〃
	ٹک لپٹ کر مانگنے کی ممانعت کا راز	۱۴۹
	کسی چیز میں برکت ہونے کی چند قسمیں ہیں	〃
	سوال سے بچنا	۱۵۰
۱۷	**زکوٰۃ سے متعلق امور کا بیان**	۱۵۱
	زکوٰۃ دینے والے اور زکوٰۃ وصول کرنیوالے کے فرائض	〃
	صدقہ زندگی میں دینا اور موت کے وقت دینا	۱۵۱
	حدیث "جس مسلمان نے کسی ننگے مسلمان کو کپڑا پہنایا" الخ کی تشریح	۱۵۲
	اقارب کو چھوڑ کر غیروں کو صدقہ دینے کی ممانعت کا راز	۱۵۳
	افضل صدقہ کون سا ہے اور دو حدیثوں میں تطبیق	〃
	حدیث "خزانچی مسلمان امانتدار الخ" کی تشریح	〃
	خاوند کے گھر سے عورت کے خرچ کے متعلق وارد شدہ احادیث میں تطبیق۔	۱۵۴

نمبر شمار	عنوان عربی	صفحہ
	السعی فی النہی عن العود فی الصدقۃ	۱۵۴
۱۸	**من ابواب الصوم**	۱۵۵
	السعی فی مشروعیۃ الصوم	//
	بیان الحکمۃ فی تقیید الصوم بایام معدودات	۱۵۶
	تقلیل الاکل والشرب لہ طریقان	۱۵۶
	السعی فی تعیین المدۃ المتخللۃ بین الاکلات تدریجا یوما	۱۵۷
	السعی فی ضبط الصوم بالامساک من الطعام والشراب والجماع یوما کاملا الی شہر کامل	۱۵۸
	الشہر برؤیۃ الہلال الی رؤیۃ الہلال	//
	بیان الحکمۃ فی مشروعیۃ شہر رمضان	۱۵۹
	بیان المرتبۃ التی لابد منہا ومرتبۃ الاحسان	//
۱۹	**فضل الصوم**	۱۶۰
	شرح حدیث "اذا دخل رمضان فتحت ابواب الجنۃ" الخ	//
	الصوم کفارۃ	۱۶۱
	سر مضاعفۃ الحسنۃ وسر استثناء الصوم	۱۶۲
	شرح حدیث "للصائم فرحتان" الخ	۱۶۳
	شرح حدیث "لخلوف فم الصائم اطیب" الخ	۱۶۴
	شرح حدیث "الصیام جنۃ"	//
۲۰	**احکام الصوم**	۱۶۵
	شرح حدیث "لاتصوموا حتی تروا الہلال" الخ	//
	شرح حدیث "شہرا عید لاینقصان" الخ	//
	سد ذرائع التعمق فی باب الصوم	۱۶۶

نمبر شمار	عنوان اردو	صفحہ
	صدقہ واپس لینے کی ممانعت اور اس کا راز	۱۵۴
۱۸	**روزہ کی تفصیلات**	۱۵۵
	روزہ کے مشروع ہونے کی حکمت	//
	روزہ کے لئے چند ایام مقرر ہونے کی حکمت	۱۵۶
	کھانے پینے میں کمی کرنے کے دو طریقے ہیں	۱۵۶
	کھانوں کی درمیانی مدت ایک دن متعین کرنے کا راز	۱۵۷
	روزہ کا انضباط پورے مہینہ تک ہر روز کھانے پینے اور جماع سے نفس کو باز رکھنے کے ساتھ کرنے کی حکمت	۱۵۸
	مہینہ کا حساب ایک چاند دیکھنے سے دوسرا چاند دیکھنے تک ہے	//
	رمضان کا مہینہ دو دن کے لئے شروع ہونے کا راز	۱۵۹
	مرتبۂ عام اور مرتبۂ کمال کا بیان	//
۱۹	**روزہ کی فضیلت کا بیان**	۱۶۰
	حدیث "جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں" الخ کی شرح	//
	روزہ گناہوں کا کفارہ ہے	۱۶۱
	نیکیاں بڑھنے کا راز اور روزہ کو عام نیکیوں سے مستثنیٰ کرنے کی وجہ	۱۶۲
	حدیث "روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں" الخ کی شرح	۱۶۳
	حدیث "روزہ دار کے منہ کی بو" الخ کی شرح	۱۶۴
	حدیث "روزہ ڈھال ہے" کی شرح	//
۲۰	**روزہ کے احکام کا بیان**	۱۶۵
	حدیث "نہ بغیر چاند دیکھے روزہ رکھو نہ بغیر دیکھے افطار کرو" کی شرح	//
	حدیث "عید کے دونوں مہینے کم نہیں ہوتے" الخ کی شرح	//
	روزہ کے باب میں تعمق کے اسباب بند کرنا	۱۶۶

نمبر شمار	عنوان عربی	صفحہ
	تحریف دین الله بزیادة الکم الکیف احکامه	۱۶۶
	السر فی النهی عن تقدیم رمضان بصوم یوم أو یومین صوم یوم الفطر یوم الشک والوصال	〃
	صوم شعبان و تطبیق بین حدیثین	۱۶۷
	الصوم بالشهادة	〃
	بیان ان فی السحور برکتین احداهما راجعة الی اصلاح البدن والثانیة راجعة الی اصلاح الملة	〃
	السر فی تعجیل الافطار	۱۶۸
	النهی عن الوصال لامرین	〃
	وجوب النیة للصوم المکتوب والرخصة فی النفل	
	شرح حدیث اذا سمع النداء احدکم الخ	۱۶۹
	السر فی الافطار علی تمر وماء	〃
	شرح حدیث من فطر صائما الخ	〃
	بیان شئی من اذکار الافطار	〃
	السر فی النهی عن صوم یوم الجمعة	۱۷۰
	السر فی النهی عن الصوم یوم الفطر والنحر وفی ایام التشریق	〃
	السر فی کراهیة صوم المرأة بغیر اذن زوجها	۱۷۱
	رفع الاختلاف بین الحدیثین	〃
	السر فی العذر بالنسیان فی الصوم ونحوه	〃
	السر فی مشروعیة الکفارة	
	رفع الاختلاف بین حدیث تسوکوا فانه یطهر الفم وقوله صلعم لخلوف فم الصائم اطیب الخ	۱۷۲
	رفع الاختلاف بین حدیث الصوم فی السفر وحدیث الافطار فیه	〃
	رفع الاختلاف بین حدیث الصوم عن المیت وحدیث الکفارة عنه	۱۷۳

نمبر شمار	عنوان اردو	صفحہ
	دین میں کمیت و کیفیت کے لحاظ سے تحریف کا دروازہ بند کرنا	۱۶۶
	رمضان کو ایک یا دو روز پہلے روزہ رکھنے عید الفطر اور یوم شک کا روزہ رکھنے اور صوم وصال رکھنے کی ممانعت کا راز	〃
	شعبان کے روزے اور دو حدیثوں میں تطبیق	۱۶۷
	چاند کی گواہی ملنے پر روزہ رکھنا	〃
	سحری میں دو برکتیں ہیں ایک کو بدن کی اصلاح ہوتی ہے اور دوسری سے ملت کی اصلاح ہوتی ہے	〃
	افطار میں جلدی کرنے کا راز	۱۶۸
	روزہ پر روزہ رکھنے کی ممانعت کی وجہ سے ہے	〃
	فرض روزوں میں نیت کا وجوب اور نفل روزوں میں اس کی رخصت	
	حدیث جب تم میں کوئی اذان سنے اور اس کے ہاتھ میں کھانا ہو الخ کی شرح	۱۶۹
	کھجور اور پانی سے روزہ افطار کرنے کی حکمت	〃
	حدیث جس نے روزہ دار کا روزہ افطار کرایا الخ کی شرح	〃
	وہ اذکار جن کا پڑھنا افطار کے وقت مسنون ہے	〃
	جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت کا راز	۱۷۰
	عیدین اور ایام تشریق کے روزے رکھنے کی ممانعت کا راز	۱۷۰
	خاوند کی اجازت کے بغیر بیوی کو روزہ رکھنے کی ممانعت کا راز	۱۷۱
	دو حدیثوں میں تطبیق	〃
	صرف روزہ میں بھول چوک معاف ہونے کی وجہ کفارہ جائز ہونے کی وجہ	〃
	مسواک کی حدیث اور اس حدیث میں تطبیق کہ روزہ دار کے منہ کی بو خدا تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے پسندیدہ ہے	۱۷۲
	سفر میں روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کی حدیثوں میں تطبیق	〃
	میت کی طرف سے روزہ رکھنے اور اس کی طرف سے کفارہ ادا کرنے کی حدیثوں میں تطبیق	۱۷۳

نمبر شمار	عنوان عربی	صفحہ
۲۴	**قصۃ حجۃ الوداع**	۱۹۵
	السعی فی التلبیۃ	۱۹۶
	السعی فی الاشعار	۱۹۷
	ما تقتضی الحائض من المناسک وحکمۃ الشرع فیہ	۱۹۸
	السعی فی نزول النبیؐ بذی طوی ودخولہ مکۃ من اعلاھا بالثنایا	"
	السعی فی استلام الرکنین الیمانیین دون الاخرین	۱۹۹
	السعی فی اشتراط للطواف شروط الصلوٰۃ	۲۰۰
	السعی فی رکعتی الطواف خلف المقام	"
	بیان حکمۃ الشرع فی استحباب عامۃ ما بنا اتمانی الدنیا الخ	"
	سرمخصص من الاذکار فی السعی	۲۰۱
	الذی بدا لرسول اللہؐ فی سوقی الھدی	۲۰۲
	سر توجہ النبی الی منی یوم الترویۃ	۲۰۳
	الجمع بین الظہر والعصر بین المغرب والعشاء	"
	السعی فی ترک تھجد النبی صلعم لیلۃ مزدلفۃ	۲۰۴
	السعی فی رمی الجمار فی الیوم الاول عند الزوال وفی سائر الایام عشیۃ	۲۰۵
	السعی فی نزول النبیؐ الابطح	۲۰۷
۲۵	**امور متعلق بالحج**	۲۰۷
	الکلام علی الحجر الاسود	"
	السعی فی فضل الطواف	۲۰۸
	السعی فی فضل یوم عرفۃ ومشروعیۃ الھدی والحلق	"
	السعی فی الکفارۃ والرجس حرم مکۃ الخ	۲۱۰

نمبر شمار	عنوان اردو	صفحہ
۲۴	**حجۃ الوداع کا بیان**	۱۹۵
	تلبیہ کی حکمت	۱۹۶
	اشعار (خون بہانے) کا راز	۱۹۷
	حائضہ کون کون سے مناسک ادا کرے اور ان شرع میں اس کی حکمت	۱۹۸
	نبیؐ کے ذی طوی میں نزول فرمانے اور مکہ میں آپ کے وقت اس کی بالائی طرف سے داخل ہونے کا راز	"
	صرف دو رکنوں یمانی کو ہاتھ لگانے کا راز	۱۹۹
	طواف میں نماز کی شرطیں لگانے کا سبب	۲۰۰
	طواف کی دو رکعتیں مقام ابراہیمؑ کے پیچھے پڑھنے کا راز	"
	ربنا اتنا فی الدنیا الخ میں پڑھنے کی حکمت	"
	سعی میں جو اذکار مقرر ہوئے ان کی حکمت	۲۰۱
	ہدی بھیجنے کے بارے میں حضور صلعم کو جو خبر ہوئی اس کا سبب	۲۰۲
	ترویہ کے دن حضورؐ کا منیٰ کیلئے قصد فرمانے کی وجہ	۲۰۳
	ظہر و عصر اور مغرب و عشاء اکٹھی پڑھنا	"
	مزدلفہ کی رات کو نبی صلعم کا تہجد ترک کرنا	۲۰۴
	رمی جمار پہلے دن صبح کے وقت اور باقی دنوں میں شام کے وقت ہونے کی وجہ	۲۰۵
	حضور صلعم کے ابطح میں نزول فرمانے کی وجہ	۲۰۷
۲۵	**حج سے متعلق امور کا بیان**	۲۰۷
	حجر اسود پر لمس	"
	طواف کی فضیلت کا بھید	۲۰۸
	یوم عرفہ کے روزہ کی فضیلت کا راز	"
	کفارہ خصاء حرم مکہ کے درخت کاٹنے کا	۲۱۰

سلسلہ	عنوان عربی	صو
	الحکمۃ فی جزاء صید الحرم	۲۱۱
	السر فی الصبر علی لاواء المدینۃ	″
۳۶	**من ابواب الاحسان**	۲۱۲
	بیان ان تکالیف الشارع لها جهتان وہم ذکرهما مفصلا	″
	بیان ان الناظر فی مباحث الاحسان یحتاج الی شیئین	۲۱۳
	بیان ان اصول الاخلاق المبحوث عنها فی هذا الفن اربعة وذکر ها مفصلة	۲۱۴
۳۷	**الاذکار وما یتعلق بها**	۲۲۳
	شرح حدیث "انا عند ظن عبدی بی" الخ	″
	شرح حدیث "من جاء بالحسنة فله عشر امثالها" الخ	۲۲۶
	شرح حدیث "من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب" الخ	۲۲۵
	السر فی فضل الذکر	۲۲۷
	بیان ما ورد فی هذا الباب من الاذکار عقیب کل صلوٰۃ	۲۲۸
	وذکر ها مفصلة	
	السر فی التسبیح والتحمید	″
	بیان بطون التهلیل	۲۳۰
	بیان فضل التکبیر ومعرفة جوابه	۲۳۱
	اجمع الاذکار الذی شرع فی هذا الباب قوله صلعم اللهم اصلح لی دینی" الخ	۲۳۲
	بیان جمع حدیث سنة الرسول فی الاستعاذة	۲۳۳
	بیان ان لکل حاجة مما یرجی النبی علی تعیین	۲۳۵

سلسلہ	عنوان اردو	صو
	حرم کے شکار کا کفارہ مقرر ہونے کی حکمت	۲۱۱
	مدینہ کے مصائب پر صبر کی حکمت	″
۳۶	**ابواب احسان**	۲۱۲
	شارع کے مکلف کرنے کی دو وجہیں ہیں ان میں سے ہر جہت کا مفصل ذکر	″
	مباحث احسان میں غور کرنے والے کو دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے	۲۱۳
	جن اصول اخلاق پر اس فن میں بحث کی جاتی ہے وہ چار ہیں، ان کا مفصل بیان	۲۱۴
۳۷	**اذکار اور ان کے متعلقات کا بیان**	۲۲۳
	حدیث کہ میں اپنے بندہ کے اس گمان کے ساتھ ہوں جو اسکو میرے متعلق ہو" الخ کی شرح	″
	حدیث کہ جو ایک نیکی کریگا اس کو دس گنا ثواب ملے گا" الخ کی تشریح	۲۲۶
	حدیث کہ "جو شخص میرے کسی دوست سے عداوت کرتا ہے میں اس کو اعلان جنگ دیتا ہوں" الخ کی توضیح	۲۲۵
	ذکر الٰہی کی فضیلت کا راز	۲۲۷
	اس باب میں وہ شش مشروع اذکار کا مفصل بیان	۲۲۸
	تسبیح وتحمید کے اسرار	″
	تہلیل کے بطون (اور اسرار) کا بیان	۲۳۰
	تکبیر کی فضیلت اور حضرت جویریہ کی حدیث	۲۳۱
	راز اس باب میں جامع ترین دعا یہ ہے "اللہم اصلح لی دینی" الخ	۲۳۲
	استعاذہ (پناہ مانگنے) کی جامع وضع	۲۳۳
	مسنون دعائیں تین قسم کی ہیں	۲۳۵

نمبر شمار	عنوان عربی	صفحہ
	شرح الاحادیث المتعلقۃ بالدعاء	۲۳۵
	بیان اکثر الدعوات من الاستجابۃ	۲۳۸
	شرح حدیث لکل نبی دعوۃ مستجابۃ الخ	۲۳۹
	شرح حدیث اللھم انی اتخذت عندک	〃
	عھداً الخ وبیان الاذکار التی سنھا رسول اللہ فیہا	۲۴۰
	بیان سر الاستغفار واسبابہ	۲۴۱
	بیان اجمع صیغ الاستغفار وسیدالاستغفار	۲۴۲
	حقیقۃ الغین علی قلب النبیؐ	〃
	التبرک باسماء اللہ تعالی والاسم الاعظم	۲۴۳
	السر فی الصلاۃ علی النبی صلعم	۲۴۴
	شرح حدیث لاتجعلوا زیارۃ قبری عیداً	〃
	الحاجۃ الی توقیت الاذکار	۲۴۵
	بیان السر فی فضائل بعض الاذکار الموقوتۃ	۲۴۶
	اذکار الصباح للمساء	۲۴۷
	اذکار وقت النوم	۲۴۹
	جامع الاذکار المشروعۃ	۲۵۳
	شرع عند الاذان خمسۃ اشیاء	۲۵۴
	تکبیر یوم عرفۃ وایام التشریق	〃
۲۸	**بقیۃ مباحث الاحسان**	۲۵۴
	بیان ان للاخلاق اربعۃ المتقدمۃ اسبابا تکتسب بہا وموانع تمنع منہا وعلامات یعرف بہا تحققہا بہا وایرادہا مفصلۃ	〃
	التفکر علی انواع منہا التفکر فی ذات اللہ	〃
	التفکر فی صفات اللہ	۲۵۵
	التفکر فی افعال اللہ تعالی وآثارہ فی الدنیا والاخرۃ	۲۵۶
	بیان السبب الباعث علی ان یجعل شیاطین یعنی فیہا انواع الفکر	۲۵۷

نمبر شمار	عنوان اردو	صفحہ
	دعا سے متعلق احادیث کی تشریح	۲۳۵
	دعاؤں میں سے زیادہ قریب بقبولیت دعا کا بیان	۲۳۸
	حدیث کہ ہر نبی کی ایک دعا مستجاب ہوتی ہے اس کی شرح	۲۳۹
	حدیث کہ یا اللہ میں نے تجھ سے یہ عہد لیا ہے اس کا	〃
	توضیح اور اسکے بارے میں رسول اللہ صلعم کے سامنے جو چند اذکار	〃
	استغفار کے اسرار اور اسباب	۲۴۰
	استغفار کی جامع ترین دعا اور سید الاستغفار کا بیان	۲۴۱
	نبی صلعم کے دل پر ابر سا چھا جانے کی حقیقت	۲۴۲
	اللہ تعالی کے نام سے تبرک حاصل کرنے اور اسم اعظم کا بیان	〃
	نبی صلعم پر درود بھیجنے کی حکمت	۲۴۳
	حدیث کہ میری قبر کی زیارت کو ایک میلہ نہ بنا لینا کی تشریح	۲۴۴
	اذکار کے اوقات معین کرنے کی ضرورت	〃
	خاص اوقات وواقعات سے متعلق اذکار کے فضائل کا بیان	۲۴۵
	صبح وشام کے اذکار کا بیان	۲۴۶
	سونے کے وقت پڑھنے کے وظائف	۲۴۷
	مختلف اوقات کیلئے مختلف مسنون دعائیں	۲۴۹
	اذان کے وقت پانچ چیزیں مسنون ہیں	۲۵۳
	یوم عرفہ اور ایام تشریق میں تکبیر کہنا	۲۵۴
۲۸	**بقیہ مباحث احسان کا بیان**	۲۵۴
	گزشتہ جلد اصول اخلاق کے چند سبب میں جن سے یہ اخلاق حاصل ہوتے ہیں اور کچھ موانع ہیں ان اخلاق کے حاصل ہونے میں اور علامات ہیں جن سے ان اخلاق کا تحقق معلوم ہوتا ہے اور ان کا بیان	〃
	فکر کرنے کی چند قسمیں ہیں جن میں سے ایک ذات الٰہی میں فکر کرنا	〃
	صفات الٰہی میں فکر کرنا	۲۵۵
	افعال الٰہی دنیا وآخرت میں فکر کرنا	۲۵۶
	فکر وتفکر کے واسطے استعداد وحضور مقرر کئے جانے کا سبب	۲۵۷

نمبر شمار	مضامین عربی	صفحہ
	الفصل الثالث في تبيين فضل تلاوة القرآن و فضل سوره و آياته منه	٢٥٠
	فيما تتفاضل فيه القرآن	٢٥٨
	الفصل الرابع في الترغيب في تعاهد القرآن و استكثار	"
	بيان الاحاديث القدسية	٢٥٩
	بيان ان النية روح العبادة جسد ولا حياة للجسد بدون الروح والروح لها حياة بعد مفارقة الجسد الخ	"
	شرح حديث خياركم احاسنكم اخلاقا وبيان ما بين السماحة والعدالة من التعارض	٢٦١
	بيان آفات اللسان وانواعها	٢٦٣
	بيان مظان السماحة مما اعتبره الشرع والعرف	٢٦٣
	الزهد	"
	القناعة والجود	٢٦٤
	قصر الامل والتواضع	٢٦٥
	الحلم والاناة والرفق والصبر	٢٦٧
	بيان ان النبي امر بمظان العدالة ندبه على معظم انواعها وبين محاسن الرحمة بخلق الله ورغب فيها وذكر اقسامها من تاليف المنزل و معاشرة اهل الحي واهل المدينة وتوقير حكمها والملة وتامل كل واحد بمنزله	٢٦٧
٢٩	**المقامات والاحوال**	٢٧٠
	المقدمة الاولى في اثبات العقل والقلب والنفس وبيان حقائقها والدليل على ذلك	"
	وقد [illegible] وتجربة واتفاق العقلاء والحكماء	
	الثانية في بيان كيفية تولد المقامات والاحوال منه	٢٧٦

نمبر شمار	مضامین اردو	صفحہ
	تلاوت قرآن کی فضیلت اور اس کی آیات و سورتوں کے فضائل بیان کرنے کا راز	٢٥٠
	فضیلت چند وجوہ سے ہوتی ہے	٢٥٨
	قرآن یاد کرنے اور اس میں مشغول رہنے کی ترغیب اور	
	چند احادیث قدسیہ کا بیان	٢٥٩
	نیت روح ہے اور عبادت جسم ہے اور بغیر روح کے جسم میں زندگی نہیں ہوتی اور بدن سے الگ ہونے کے بعد بھی روح کو ایک قسم کی حیات رہتی ہے الخ	"
	حدیث کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اس کی شرح اور سماحت و عدالت کے باہمی تعارض کا بیان	٢٦١
	آفات لسانی اور ان کی اقسام	٢٦٢
	شریعت میں سہولت اور جو چیزیں سہولت سماحت کہلاتی ہیں ان کا بیان	٢٦٣
	زہد کا بیان	"
	قناعت اور جود و سخاوت کا بیان	٢٦٤
	آرزو کم کرنا اور تواضع برتنا	٢٦٥
	حلم و بردباری اور نرمی و سہولت و صبر کا بیان	٢٦٧
	نبی صلعم نے عدالت کی علامات کا حکم دیا ہے اور ایک عظیم اصل باب آگاہ کیا ہے اور خلق خدا پر مہربانی کرنے کی خوبیاں بیان فرما کر اس کی ترغیب دی، اس کی اقسام بیان فرمائیں مثلاً گھر والوں کا تعلق رہنا اہل شہر سے اہل شہر سے اور بزرگان دین کی توقیر ہر ایک کو مرتبہ کا لحاظ	٢٦٧
٢٩	**مقامات اور احوال کا بیان**	٢٧٠
	مقدمہ اول عقل اور قلب نفس کے اثبات اور ان کے حقائق کے بیان میں، اور ان کے وجود پر نقل عقل تجربہ اور اقوال حکماء سے استدلال	"
	مقدمہ دوم، ان قوتوں سے مقامات و احوال کے پیدا ہونے کی کیفیت کا بیان	٢٧٦

نمبر شمار	عنوان عربی	صفحہ
۲۱	**امور تتعلق بالصوم**	۱۷۴
	بیان کمال الصوم	〃
	ما یحترز عنه الصائم	〃
	بیان اختلاف سنن الانبیاء فی الصوم	۱۷۵
	صیام التطوع	۱۷۶
	سنیة مشروعیة صوم یوم عاشوراء	〃
	السنی فی مشروعیة صوم عرفة وفضله علی صوم یوم عاشوراء	〃
	السنی فی مشروعیة صیام ستة ایام من شوال	〃
	السنی فی مشروعیة صوم ثلاثة ایام من کل شهر	۱۷۷
	بیان لیلة القدر	〃
	السنی فی مشروعیة الاعتکاف	۱۷۸
	السنة علی المعتکف وحکمة التشریع فیها	۱۷۹
۲۲	**من ابواب الحج**	۱۷۹
	بیان ان المصالح المرعیة فی الحج امور ذکرها مفصلة	〃
	ذکر بعض عادات اهل الجاهلیة ومحدثاتهم فی الحج والنهی عنها	۱۸۰
	شرح حدیث "لو قلت نعم لوجبت لما استطعتم"	۱۸۲
	وجه الاختلاف بین حدیث فضل الحج المبرور وقوله صلعم فی فضل الذکر	۱۸۳
	السنی فی ان الحج کفارة	〃
	السنی فی ان عمرة فی رمضان تعدل حجة	
	السنی فی تشبیه تارک الحج بالیهودی والنصرانی وتارک الصلوٰة بالمشرک	۱۸۴

نمبر شمار	عنوان اردو	صفحہ
۲۱	**روزہ سے متعلق امور کا بیان**	۱۷۴
	روزہ کے کمال کا بیان	〃
	روزہ دار کو کن چیزوں سے احتراز کرنا چاہیئے	〃
	روزہ میں انبیاءؑ کے مختلف طریقوں کا بیان	۱۷۵
	نفل روزوں کا بیان	۱۷۶
	یوم عاشورا کے روزہ کی شرع میں [illegible]	
	یوم عرفہ کے روزہ کی حکمت اور یوم عاشورا کے	
	روزہ پر اس کی فضیلت کا بیان	〃
	شوال کے چھ روزوں کی شرع میں حکمت	〃
	ہر ماہ تین روزے رکھنے کی شرع میں حکمت	۱۷۷
	شب قدر کا بیان	〃
	اعتکاف مشروع ہونے کی حکمت	۱۷۸
	معتکف کیلئے مسنون امور کا بیان اور [illegible]	۱۷۹
۲۲	**حج کی تفصیلات**	۱۷۹
	وہ مصالح جن کا حج میں لحاظ رکھا گیا ہے اور ان کا مفصل ذکر	
	حج میں جاہلیت کی شامل کردہ بدعات اور [illegible] رسوم کا بیان اور ان کی ممانعت	
	حدیث کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا	
	حج بیڑہ کی فضیلت والی حدیث	
	کی تفصیلات والی حدیث میں [illegible]	
	کے گناہوں کیلئے کفارہ ہونے کا [illegible]	
	حدیث کہ ماہ رمضان میں عمرہ کرنا [illegible] کے برابر	
	تارک حج کو یہودی و نصرانی [illegible]	
	نماز کو مشرک سے	
	تشبیہ دینے کا	

سرسری	عنوان عربی	صفحہ
	السعی ان لم یجد المشی التقل والعجز	۱۸۴
	الحج الحج والنج والسبیل زاد وراحلۃ	
۲۳	صفۃ المناسک	۱۸۵
	[illegible]	۱۸۶
	صفۃ القران	
	[illegible]	
	السعی فیما لا یجوز للمحرم ان یفعلہ	۱۸۷
	لباس المحرم	
	السعی ان الذی حرم علی المحرم ممنوع	
	ضمان الصید وتحریمہ	۱۸۸
	تعیین مواقیت الحج والاصل فیہا	
	السعی فی الوقوف بعرفۃ	۱۸۹
	السعی فی نزول منی	۱۹۰
	السعی فی المبیت بمزدلفۃ	۱۹۱
	السعی فی الوقوف بالمشعر الحرام ورمی الجمار	۱۹۲
	السعی فی الہدی والحلق	
	صفۃ الطواف	۱۹۳
	السعی فی الابتداء بالحجر وطواف القدوم	
	سعی الرمل والاضطباع	۱۹۴
	سعی لیتمتع الوقوف بعرفۃ فی العمرۃ	
	السعی فی السعی بین الصفا والمروۃ	
	السعی فی طواف الوداع	۵۲

سرسری	عنوان اردو	صفحہ
	حدیث کہ حاجی وہ ہے جس کے سر میں جوں اور بدن	
	میں بدبو ہو اور افضل حج وہ ہے جس میں بآواز تلبیہ	۱۸۴
	اور قربانی ہو اور سبیل کے ہمراہ زاد راہ کی تحصیل	
۲۳	مناسک کا بیان	۱۸۵
	مناسک کی چار اقسام اور ان کا مفصل بیان	"
	مکہ کے باشندہ اور باہر سے آنیوالے کیلئے حج کا طریقہ	"
	عمرہ اور حج تمتع ادا کرنے کا طریقہ	۱۸۶
	حج قران ادا کرنے کا طریقہ	"
	حج و عمرہ میں احرام باندھنا نماز میں تکبیر تحریمہ کہنے	
	کی طرح ہے	
	محرم کے لئے ممنوع امور کے اسرار	۱۸۷
	محرم کے لباس کا بیان	
	محرم کے لئے نکاح حرام ہونے کی وجہ	"
	شکار کے معنی کا انضباط اور اس کی تعریف	۱۸۸
	حج کے مواقیت کی تعیین اور اس کی اصل	"
	میدان عرفہ میں قیام کا راز	۱۸۹
	منیٰ میں اترنے کا راز	۱۹۰
	مزدلفہ میں رات گزارنے کی حکمت	۱۹
	مشعر حرام میں ٹھہرنے اور رمی جمار کی حکمت	۱۹۲
	ہدی کرنے اور سر منڈانے کی حکمت	"
	طواف کا طریقہ	۱۹۳
	حجر اسود سے طواف شروع کرنے اور طواف قدوم کی حکمت	"
	طواف میں اکڑ کر اور سینہ تان کر چلنے اور کعبہ کو بغل	
	عمرہ میں عرفات میں ٹھہرنا مشروع نہ ہونے کی وجہ	"
	عمرہ کے بعد بیت اللہ کو وداع کرنے کی حکمت	"
	طواف وداع کی حکمت	۱۹۵

نمبر شمار	مضمون عربی	صفحہ
	الكلام على معنى اليقين وبيان شرفه	۲۷۹
	تعريف الشكر	۲۸۰
	تعريف التوكل	۲۸۱
	تعريف الهيبة وحسن الظن والتقريب	۲۸۲
	تعريف الاخلاص والتوحيد وان ثلاثة مراتب	۲۸۳
	حقيقة الصديقية والمحاسبية والفرق بينهما	۲۸۶
	بيان الاحوال المتعلقة بالعقل	۲۸۷
	تعريف التجلي وتقسيمه الى ثلاثة احوال	"
	القرسة، المصادقة، المخاطرة، المضايقة، الموقع والمرؤيا، المحادثة	۲۸۹
	وجد، احلاوة، المناجاة، والقطاعة	۲۹۰
	حديث النفس والمحاسبة والحياء	
	بيان المقامات المتعلقة بالقلب اولها الجمع	"
	حب الله والرسول	۲۹۱
	نزول القبول للعبد في الملأ الاعلى ثم في الارض	۲۹۳
	اجابة سؤال العبد واعاذته مما	۲۹۴
	تنازل العبد عن نفسه وبقاؤه	
	تنبيه الله تعالى عبده بامر الخلق على ترك	۲۹۵
	بعض الآداب بقلب الوجوه الى الرب	
	مقام الشهيد وعلم الضروري بالفرق بينهما	"
	من احوال القلب السكر	۲۹۷
	من احوال القلب الغيبة وهي نوعان	۲۹۷
	بيان مقامات الخاصة لتصور وجهة وسلطة	
	نور الايمان على تحرز ايامه وتصيد بغفلة	۳۰۰
	تخسيسة ان الصفات فاضلة	
	معنى الخ	۳۰۳
	حقيقة النور وما يخرج	۳۰۴

نمبر شمار	مضمون اردو	صفحہ
	یقین کے معنی، برتری اور اس کے مراتب کا بیان	۲۷۹
	شکر کی تعریف	۲۸۰
	توکل کی تعریف	۲۸۱
	[illegible] کی تعریف	۲۸۲
	اخلاص [illegible] توحید کے تین مراتب کا بیان	۲۸۳
	صدیقیت اور محاسبیت کی حقیقت اور ان کے مابین فرق	۲۸۴
	عقل سے متعلق احوال کا بیان	۲۸۷
	تجلی کی تعریف، اور اس کی تین حالتوں کا بیان	"
	فراست، مصادقت، مخاطرت، مطارقت و [illegible]	۲۸۹
	[illegible]	۲۹۰
	مناجات کی [illegible]	
	[illegible]	۲۹۰
	قلب کے متعلق مقامات کا بیان اور اس کا [illegible]	"
	اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت	۹
	[illegible]	
	فرشتوں کے آسمان اور زمین میں نزول	۲۹۳
	بندہ کی دعا کا قبول ہونا اور [illegible]	۲۹۴
	بندہ کا اپنے نفس اور [illegible]	"
	[illegible]	"
	[illegible]	۲۹۵
	شہید اور [illegible]	"
	منجملہ احوال قلب ایک [illegible]	۲۹۷
	منجملہ احوال قلب [illegible]	۲۹۷
	ان مقامات کا بیان جو خاص کر [illegible]	
	غالب ہونے اور ان کو [illegible]	
	فانیہ [illegible]	
	حیا کے معنی	
	ورع کی حقیقت اور [illegible]	

	باب الزهد المحمود في التمتع	۳۰۵
	بيان [illegible]	۳۰۷
	[illegible]	۳۰۰
	[illegible]	
	[illegible]	
۳۰	**باب ابتغاء الرزق**	۳۰۹
	[illegible]	
	[illegible]	۳۱۰
	[illegible]	۳۱۱
	[illegible]	۳۱۲
	[illegible]	۳۱۳
	[illegible]	۳۱۴
	[illegible]	۳۱۵
۳۱	**البيوع المنهي عنها**	۳۱۷
	[illegible]	
	[illegible]	۳۱۸
	[illegible]	۳۱۹
	[illegible]	۳۲۱
	[illegible]	۳۲۲
	[illegible]	۳۲۳

	اس زہد کا بیان جو شریعت میں جائز اور محمود ہے	۳۰۵
	نفس کی یہ جبلت ہے کہ وہ خواہشات کی پیروی	۳۰۷
	[illegible] نہیں تک کہ نورِ ایمانی اس میں ظاہر ہو	۳۰۷
	ہجوم خیالِ نفس کی ایک غیبت ہے اور ایک لحق ہے	۳۰۸
	[illegible] عقل اور نفس کے مابین ہے	
	نفس میں [illegible] قلب ہی کی مخالف خواہشات کیلئے زبان کی طرف سے جو مدافعت ہوتی ہے [illegible]	
۳۰	**طلب رزق کے ابواب کا بیان**	۳۰۹
	خرید و فروخت، تعاون، شراکت اور زراعت کے احکام کی مصلحتیں	
	غیر آباد زمین کو آباد کرنے کی حکمت	۳۱۰
	عادی (لاوارث) زمین اور چراگاہ کا بیان	۳۱۱
	[illegible] کا بیان اور کان اور گم شدہ چیز کا حکم	۳۱۲
	مبادلہ کے لئے ضروری امور کا بیان	۳۱۳
	[illegible]	۳۱۴
	[illegible] کاموں کا اور [illegible] سے بحث کرنے اور ان پر توجہ	۳۱۵
۳۱	**بیع کی ان اقسام کا بیان جو ممنوع ہیں**	۳۱۷
	جوا اور سود کی ممانعت کا راز	
	سود کی دو قسمیں ہیں ایک حقیقی دوسرا محمول بر حقیقی	۳۱۸
	چند اشیاء کے باہمی مبادلہ میں کمی زیادتی کرنے کی ممانعت کا راز	۳۱۹
	مجلس عقد میں قبضہ واجب کرنے کے دو سبب	۳۲۱
	غرر، جہالت، قمار، ملامسہ، منابذہ اور بیع الحصاۃ	۳۲۲
	دو بیع ہونے کی ممانعت کا راز	
	کسی چیز کی بیع حرام ہونے کے اسباب	۳۲۳

نمبر شمار	عنوان عربی	صفحہ
	بيان ان المال الذي يحصل من نحو مغنّ المعصية زيحلي الاستمتاع بل لمعنيين	۳۲۴
	النهي عن بيع المضامين والملاقيح وحبل الحبلة وبيعتين في بيعة واستثنيا حتى يعلم	۳۲۵
	النهي عن بيع وسلف وعن شرطين في بيع وبيع ما ليس عندك وبيع الغرر	۳۲۶
	الكلام على بيع الطعام قبل ان يستوفى	"
	النهي عن بيع الثمار حتى يبدو صلاحها ولسنبل حتى يبيض وبيع السنبل	۳۲۷
	النهي عن تلقي الركبان البيع وعن بيع البعض على بيع اخيه وعن السوم على سوم اخيه وعن التناجش وبيع الحاضر لباد	"
	النهي عن الاحتكار وتصرية الابل والغنم	۳۲۹
	حكمة النهي عن الغش وبيع فضل الماء ليباع به الكلاء	۳۳۰
۳۲	**احكام البيع**	۳۳۱
	السماحة في البيع والحلف فيه	"
	بيع بالدينار وواخذ الدراهم مكانها بسعر يومها	۳۳۲
	ثمرة النخل المأبورة لبائعها	"
	شرح حديث "ما كان من شرط ليس في كتاب الله فهو باطل"	"
	النهي عن بيع الولاء وعن هبته	"

نمبر شمار	عنوان اردو	صفحہ
	معصیت کے ذریعہ حاصل شدہ مال کے حصول	۳۲۴
	نفع حرام ہونے کے دو اسباب	
	سودا میں خلاف ان بچے کے بیع اللہ عرض کے	
	ساتھ بیع ور ایک بیع میں دو بیع کی ممانعت کا راز اور بلا تعین استثناء کی حکمت	۳۲۵
	بیع کے ساتھ قرض کی شرط اور ایک بیع میں دو شرطیں	۳۲۶
	اور جو چیز کی بیع درج کی	۳۲۷
	خریدا ہوا اناج قبضہ کرنے سے پہلے فروخت کر	
	پھلوں کی خشکی نظر سے بیع اناج کی	
	کے سفید ہونے سے پہلے بیع	
	بیع کے	
	کے سود کرتے وقت	
	پر بڑھنے	
	سے پہلے بیع کرنے کی	۳۲۹
	ذخیرہ اندوزی اور اونٹ و بکری کے تھنوں میں دودھ جمع کرنے کی ممانعت کا راز	
	دھوکہ کی بیع اور زائد پانی اس لئے فروخت کرنا کہ اس سے فروخت گھاس بک سکے	۳۳۰
۳۲	**بیع کے احکام**	۳۳۱
	فریب و فروخت میں سماحت و نرمی	
	بیع جو دینار دینے پہنچا اور ان کے بدلے	۳۳۲
	رفتہ کے نرخ سے درہم لینا	
	کھجور کی تابیر کے درخت کا پھل	
	حدیث کہ "جو شرط کتاب اللہ میں نہیں ہے وہ باطل ہے" کی تشریح	
	حق ولاء کو فروخت یا ہبہ کرنے کی ممانعت کا راز	

ترجمہ	عنوان عربی	صفحہ
	شرح حدیث "الخراج بالضمان" وحدیث	
	لبیعان اذا اختلفا فالقول ما قال	۳۳۳
	البائع الخ	
	بیان ان للشفعة شفعتان	۰
	الاقالة والاستثناء فی البیع	۳۳۴
	[illegible] الفرق بین البیع والقرض فی البیع	۰
	[illegible]	
	یوم الجمعة	۰
	الکلام علی التسعیر	۰
	حکمة الشرع فی کتابة الدین الی اجل	
	مسمی السلف فی کیل معلوم ووزن معلوم	۳۳۵
	الی اجل معلوم	
	الکلام علی الرهن	
	السرقی النهی عن التطفیف	
	حکمة الشرع فی حق الناس وجعل مالهم	
	عند مفلس وغیبته	
	حکمة الشرع فی ایثار المعسر والمرتهن	۰
	بیان ان مطل الغنی ظلم وحکم قبول	۳۳۷
	الحوالة	
	السعی والتحریض علی تصحیح المعاملة	۰
۳۳	التبرع والتعاون	
	بیان ان التبرع اقسام	
	الهدیة وحکمة الشرع فیها	۰
	[illegible] عن رد الهدیة والرجوع فی الهبة	۳۳۹
	[illegible]	۰
	[illegible]	۳۴۰

ترجمہ	عنوان اردو	صفحہ
	حدیث کا منافع ناموں کے ساتھ ہے اور یقین کا	
	جب اختلاف ہو اور بینہ موجود ہو اور دلیل کسی	۳۳۳
	کے پاس نہ ہو تو بائع کا قول معتبر ہوگا اور کی بیع	
	شفعہ کی دو قسمیں	۰
	بیع میں واپسی اور استثناء کا بیان	۳۳۴
	بیع میں بچ و ربا کے درمیان جدائی ذات اور نسیئہ نہیں	۰
	[illegible]	
	[illegible]	۰
	نرخ مقرر کرنے (کنٹرول) کی بحث	۰
	قرض کا حساب تلف کرنے اور بیع سلم معلوم	
	پیمانہ اور معلوم وزن کے ساتھ ایک معلوم مدت	۳۳۵
	تک کیلئے کرنے کا حکم اور اس کی وجہ	
	رہن پر بحث	۰
	کم تولنے کی ممانعت کا راز	۳۳۶
	دیوالیہ کے پاس پیسہ بچ جانے والے کا	
	استحقاق اور اس کی حکمت	۰
	تنگدست مقروض کو مہلت دینے اور اس کی نرمی برتنے کا حکم	۰
	قرضدار کا ادائیگی قرض میں دیر کرنا ظلم ہے اور	۳۳۷
	حوالہ قبول کرنے کا حکم	
	مسلمانوں کے درمیان جائز صلح اور جائز شرط کا بیان	۰
۳۳	تبرع عطیہ اور تعاون کا بیان	
	عطیہ کی اقسام کا بیان	۰
	تحفہ اور اس کی شرع میں حکمت	۰
	تحفہ واپس کرنے اور ہبہ واپس لینے کی ممانعت کا	۳۳۹
	عطیہ میں بچوں کو ایک دوسرے پر ترجیح	
	دینے کی تباہ کن	۰
	وصیت [illegible] کی حکمت	۳۴۰

نمبر شمار	عنوان عربی	صفحہ
	العصبۃ	۳۴۰
	من التبرعات الوقف والحکمۃ فیہ	۳۴۲
	اقسام المعاوضۃ، منہا المضاربۃ والمقاوضۃ وذکر العنان وشرکۃ الصنائع وشرکۃ الوجوہ والوکالۃ والمساقاۃ والمزارعۃ والمخابرۃ والاجارۃ	۳۴۳
۳۴	الفرائض	۳۴۴
	حکمۃ الشرع فی الفرائض	"
	بیان الاصل فی الفرائض	۳۴۵
	بیان ان مسائل المواریث تبتنی علی اصول	۳۴۶
	بیان ان الزوجین لاحقان بالی الارحام لوجوہ	"
	بیان ان القرابۃ نوعان	۳۴۷
	بیان ان التوارث یدور علی معان ثلاثۃ	۳۴۸
	فضل الذکر علی الانثی	۳۵۰
	بیان ان القرب یحجب الابعد حرمانا	۳۵۱
	آثار الشرع من اسہام الفصلین	۳۵۲
	تضعیف نصیب الذکر علی الانثی	"
	میراث الوالدین مع البنین والبنات	۳۵۳
	میراث الرجل من امرأتہ والمرأۃ من زوجہا	۳۵۴
	میراث الاخوۃ	"
	میراث العصبۃ	۳۵۵
	ابطال میراث بین المسلم والکافر	۳۵۶
	ابطال میراث القاتل	
	[illegible]	
	میراث [illegible]	
	توارث [illegible]	

نمبر شمار	عنوان اردو	صفحہ
	عصبہ کا بیان	۳۴۱
	تطوعات میں ایک وقف ہے اسکی شرعی حکمت	۳۴۲
	معاوضات کی اقسام کا بیان، منجملہ انکی مضاربت اور مفاوضت	"
	عنان، شرکۃ الصنائع، شرکۃ الوجوہ، وکالت، مساقات، مزارعت، مخابرت اور اجارہ کا ذکر	۳۴۳
۳۴	فرائض (میراث) کا بیان	۳۴۴
	شرع میں تقسیم ترکہ کی حکمت	"
	فرائض کی اصل اصول بات کا بیان	۳۴۵
	میراث کے مسائل چند اصول پر مبنی ہیں	۳۴۶
	میان بیوی چند وجوہ کی بنا پر اولوالارحام میں داخل ہیں	"
	قرابت کی دو قسموں کا بیان	۳۴۷
	توارث کا مدار تین امور پر ہے	۳۴۸
	عورت پر مرد کی فضیلت کا بیان	۳۵۰
	قرب رشتہ دار بعد کو بالکل محروم کر دیتا ہے	۳۵
	[illegible]	۳۵۳
	مرد کے حصہ کا عورت کے حصہ سے [illegible] ہونا	
	بیٹے اور بیٹیوں کے ہوتے ہوئے والدین کی میراث	۳۵۳
	میان بیوی کے ترکہ [illegible] کا بیان	۳۵۴
	[illegible] باپ ہونے [illegible]	
	عصبہ کی میراث کا بیان	۳۵۵
	مسلمان اور کافر کے درمیان میراث کا باطل ہونا	۳۵۶
	قاتل کی میراث کا باطل ہونا	"
	ماں کی اولاد میں سے [illegible]	
	[illegible]	۳۵۰
	[illegible]	

	عنوان عربی	صفحہ
	میراث الجد والاخوة وما یتعلق بہ	۳۵۷
۳۵	**من ابواب تدبیر المنزل**	۳۵۸
۳۶	**الخطبۃ وما یتعلق بہ**	
	بحث علی التزویج وحکمۃ مشروعیتہ	
	بیان ان المرأۃ تنکح علی اربع خصال	۳۶۰
	ای النساء خیر	۳۶۱
	شرح حدیث "اذا خطب الیکم من ترضون دینہ فزوجوہ" الخ	"
	ذکر شوم المرأۃ	۳۶۲
	الندب الی استحباب النظر الی المرأۃ قبل التزویج	۳۶۳
	شرح حدیث "ان المرأۃ تقبل فی صورۃ شیطان" الخ	"
	النہی عن الخطبۃ علی خطبۃ الاخ	۳۶۴
	وسؤال طلاق الاخت	"
۳۷	**ذکر العورات**	۳۶۴
	بیان ان النبی صلعم شرع وجوہا من الستر لسدۃ ذریعۃ المحرمات احدہا النہی عن خروج النساء الا بالحاجۃ والثانی یحتجبن النساء عن الرجال وادناء الجلباب والثالث النہی عن خلوۃ الرجل مع امرأۃ الدخول علی المغیبۃ والرابع ستر العورۃ والخامس النہی عن مباشرۃ الرجال الرجل وللمرأۃ کذلک	۳۶۵
	بیان ان ستر العورۃ من امر الارتفاقات المصلحۃ الخ	۳۶۷
	الستر فی النہی عن استدبار وان کان خالیا	۳۶۸
	الستر فی غض البصر	"

	عنوان اردو	صفحہ
	دادا، دادی کی میراث اور اخوال کی میراث کا بیان	۳۵۷
۳۵	**تدبیر منزل یعنی میاں بیوی کے حقوق کا بیان**	۳۵۸
۳۶	**خطبہ نکاح اور اس متعلقات کا بیان**	
	نکاح کی ترغیب اور شریعت میں اسکی حکمت	
	چار باتوں کی وجہ سے عورت سے نکاح کیا جاتا ہے	۳۶۰
	کون سی عورتیں بہتر ہیں	۳۶۱
	حدیث کہ جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص پیغام نکاح بھیجے کہ تم اسکی دینداری سے راضی ہو تو اس سے شادی کردو	"
	عورت کی خوبصورتی کا ذکر	۳۶۲
	نکاح سے قبل عورت کو دیکھنے کی حکمت	۳۶۳
	حدیث کہ عورت شیطان کی صورت میں آتی ہے تو کی تشریح	"
	اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام دینا اور اسکی طلاق کے لئے خواہش کرنے کی ممانعت کا بیان	۳۶۴
۳۷	**ستر کا بیان**	۳۶۴
	نبی صلعم نے فتنۂ شہوت کا دروازہ بند کرنے کے لئے کئی طریقے مشروع فرمائے، ان میں ایک عورت کو بلا ضرورت گھر سے نکلنے کی ممانعت ہے اور دوسرا مردوں سے پردہ کرنا اور اپنے اوپر چادر ڈالنا	۳۶۵
	تیسرا عورت و مرد کو تنہائی میں رہنے کی ممانعت اور چوتھا عورتوں کا شوہر ہر ہوں انکے پاس جانے کی ممانعت اور پانچواں مرد کا مرد کے ساتھ اور عورت کا عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں لیٹنا	۳۶۶
	ستر پوشی بنی نوع انسان میں ارتفاقات کے مسئلہ اصولیہ میں سے ہے	۳۶۷
	تنہائی میں بھی ملاحظۂ ستر و برہنہ ہونے کی ممانعت کا راز	۳۶۸
	نظر نیچی کرنے کی حکمت	"

نمبر شمار	عنوان عربی	صفحہ
	الرخصة فی استمرء عن الغلام والجاریة	۳۶۹
۳۸	**صفة النكاح**	۳۶۹
	السر فی اشتراط الولی فی النکاح	"
	الکلام علی استئذان البکر والثیب	۳۷۰
	نکاح العبد بغیر اذن سیدہ	
	التشهد فی الحاجة بخطبة النکاح	۳۷۱
	السر فی مشروعیة خطبة النکاح	"
	السر فی اعلان النکاح	۳۷۲
	بیان المتعة	"
	المصالح فی مهور النساء	۳۷۳
	الکلام علی نصاب المهر	۳۷۴
	الکلام علی مهر المرأة ما ذا عطاها زوجها قبل الدخول او طلقها قبل الدخول ولم یفرض لها	۳۷۵
	التزویج علی القرآن وغیر صداق	"
	مصالح الولیمة	۳۷۶
	السر فی اجابة الولیمة والدعوة	۳۷۷
	حکم البیت المزوق وطعام المتباریین	۳۷۸
۳۹	**المحرمات**	۳۷۹
	بیان ان الاصل فی التحریم هو الحرمان	
	المعاشرة بالاصطحاب والارتباط	
	ومنها الرضاعة	۳۸۱
	ومنها الاحتراز عن قطع الرحم بین الاقارب	۳۸۲
	ومنها المصاهرة	
	ومنها بعد الذی لا یمکن الاحتراز عنه فی العشرة الزوجیة	۳۸۳

نمبر شمار	عنوان اردو	صفحہ
	غلام سے پردہ نہ کرنے کی رخصت کا بیان	۳۶۹
۳۸	**نکاح کا بیان**	۳۶۹
	نکاح میں ولی کی شرط لگانے کا راز	"
	کنواری سے اجازت لینے اور شوہر دیدہ سے مشورہ کرنے پر بحث	۳۷۰
	آقا کی اجازت کے بغیر غلام کا نکاح کرنا	"
	خطبۂ نکاح کا بیان	۳۷۱
	خطبۂ نکاح شروع ہونے کی حکمت	"
	نکاح کا اعلان کرنے کی حکمت	۳۷۲
	متعہ کا بیان	"
	عورتوں کے مہر کی حکمت	۳۷۳
	مہر کے نصاب پر بحث	۳۷۴
	اس عورت کے مہر کا بیان جس کا خاوند صحبت سے قبل مرجائے یا صحبت سے قبل مہر مقرر کئے بغیر طلاق دے دے	۳۷۵
	تعلیم قرآن کے عوض اور بغیر مہر کے نکاح کرنا	"
	ولیمہ کی حکمتیں	۳۷۶
	ولیمہ اور دعوت کا بلا واقبول کرنے کا راز	۳۷۷
	منقش گھر اور فخر کرنے والوں کے کھانے کا بیان	۳۷۸
۳۹	**ان عورتوں کا بیان جن سے نکاح کرنا حرام ہے**	۳۷۹
	تحریم کے چند اصول جن میں سے بعض ظاہر اور بعض تعلقات ہونا اور پردہ کی التزام کا مانع ہونا	"
	ان میں سے رضاعت ہے	۳۸۰
	ان میں سے اقارب میں قطع رحم ہونے سے بچنا ہے	۳۸۲
	ان میں سے مصاہرت (داماد گی) ہے	
	ان میں سے اس قدر تعداد ازواج ہے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک نہ ہو سکے	۳۸۳

	عنوان عربی	
	وصیۃ احملاف لزوجہ	۳۸۴
	ومنہا کون المرأۃ قائمۃ لآخر	
	ومنہا کون المرأۃ مشغولۃ بنکاح صبی او کافر	۳۸۵
	ومنہا کون المرأۃ مریضۃ ملتسبۃ بالزنا	"
۴۰	**آداب المباشرۃ**	۳۸۶
	الامر بالتسمی عند المواقعۃ واتیان النساء	۳۸۶
	فی ادبارھن والخصاء والتبتل	
	تفسیر قولہ تعالیٰ "فأتوا حرثکم انی شئتم"	"
	النہی عن کراھیۃ العزل من غیر تحریم	"
	الغیلۃ	۳۸۸
	الحکمۃ فی النہی عن تضرر المرضعۃ والحامل بالجماع	۳۸۹
۴۱	**حقوق الزوجیۃ**	۳۹۰
	حسن المعاشرۃ مع الاھل	۳۹۱
	حق الزوج علی المرأۃ وحق المرأۃ علی زوجھا	۳۹۲
	تفسیر قولہ "الرجال قوامون علی النساء" الآیۃ	"
	العدل بین النساء	۳۹۳
	تزویج الیتیمۃ	۳۹۴
	النہی عن الغیرۃ للبکر والثیب	"
	القرعۃ بین النساء اذا اراد سفرا	۳۹۵
	النہی عن خیار المرأۃ تعتق ولھا زوج	۳۹۶
۴۲	**الطلاق**	۳۹۷
	تحریم الطلاق وتحریم بدعتہ	"
	النہی عن ھدی طلاق المکرہ	۳۹۸

	عنوان اردو	
	ازانجملہ دینی اختلاف ہے	۳۸۴
	ازانجملہ عورت کا دوسرے کی باندی ہونا ہے	"
	ازانجملہ عورت کا کسی ایسے شخص کے نکاح میں ہونا	۳۸۵
	ازانجملہ عورت کا زنا میں مشہور ہونا ہے	"
۴۰	**آداب مباشرت کا بیان**	۳۸۶
	[illegible]	۳۸۷
	[illegible]	"
	[illegible]	"
	غیلہ (دودھ پلانے والی سے جماع کرنا)	۳۸۸
	بیوی کا راز کھولنے اور حائضہ سے جماع کرنے کی ممانعت کا بیان	۳۸۹
۴۱	**زوجیت کے حقوق کا بیان**	۳۹۰
	بیویوں کے ساتھ اچھا برتاؤ رہنا	۳۹۱
	خاوند کے بیوی پر اور بیوی کے خاوند پر حقوق	۳۹۲
	آیت الرجال قوامون علی النساء کی تفسیر	"
	عورتوں کے درمیان برابری اور مساوات	۳۹۳
	یتیم لڑکی کا نکاح کرنا	۳۹۴
	کنواری اور ثیبہ شوہر شدہ بیوی کیساتھ باری مقرر کرنیکا بیان	"
	سفر کو جانے وقت عورتوں کے درمیان قرعہ اندازی کرنا	۳۹۵
	شادی شدہ لونڈی کو آزاد ہونے پر خلاف کا اختیار دینے کا بیان	۳۹۶
۴۲	**طلاق کا بیان**	۳۹۷
	طلاق کی کراہت اور اسکے مشروع ہونیکا بیان	"
	بدعی طلاق باطل ہونے کا بیان	۳۹۸

نمبر شمار	عنوان عربی	صفحہ
	شرح حدیث "لا طلاق قبل النکاح"	۳۹۹
	تفسیر قولہ "الطلاق مرتان" الآیۃ والسر فی جعل الطلاق ثلاثا لا یزید علیها	"
	السر فی اشتراط النکاح بذوق العسیلۃ	۴۰۰
	بیان المحلل والمحلل له	"
	السر فی کراهیۃ الطلاق فی الحیض	۴۰۱
	السر فی کراهیۃ جمع الطلقات الثلاث فی طهر واحد	۴۰۲
۴۳	**الخلع والظهار واللعان والایلاء**	۴۰۲
	الشناعۃ فی الخلع	۴۰۲
	الظهار فی الجاهلیۃ والسر فی قوله "قد سمع الله قول التی تجادلک" الآیۃ	۴۰۳
	السر فی جعل الظهار موقتا الی الکفارۃ وسبب کون هذا القول زورا ومنکرا	"
	السر فی کفارۃ الظهار	۴۰۴
	بیان اختلاف العلماء فی فئ المولی	"
	رجوع اهل الجاهلیۃ الی الکهان فی قذف الرجل امرأته	"
	السر فی امتناع تکلیف الزوج باربعۃ شهداء وجعله بمنزلۃ سائر الناس	۴۰۵
	بیان الاصل فی اللعان	"
	السر فی التفریق بین المتلاعنین	۴۰۶
۴۴	**العدۃ**	۴۰۶
	مصالح العدۃ	"
	اختلاف العلماء فی معنی القروء	۴۰۷
	السر فی عدۃ المطلقۃ والحامل والمتوفی عنها زوجها	"

نمبر شمار	عنوان اردو	صفحہ
	حدیث کہ "نکاح سے قبل طلاق نہیں" کی تشریح	۳۹۹
	آیت "الطلاق مرتان" کی تفسیر اور طلاق کو تین مرتبہ تک محدود کرنے کا راز	"
	نکاح کو لذت جماع سے مشروط کرنے کا راز	۴۰۰
	حلالہ کرنے والے اور کرانے والے کا بیان	"
	دوران حیض میں طلاق دینے کی کراہیت کا راز	۴۰۱
	ایک طہر میں اکٹھی تین طلاق دینے کی کراہت کا راز	۴۰۲
۴۳	**خلع، ظہار، لعان اور ایلاء کا بیان**	۴۰۲
	خلع کی مباحث کا بیان	"
	ایام جاہلیت میں ظہار کا بیان اور آیت "قد سمع الله قول التی تجادلک" الآیۃ کی تفسیر	۴۰۳
	ظہار کو کفارہ تک موقت رکھنے اور اس قول کو جھوٹ اور برا کہنے کا راز	"
	ظہار کے کفارہ کا راز	۴۰۴
	ایلاء کرنے والے کے رجوع میں علماء کا اختلاف	"
	خاوند کے بیوی پر تہمت لگانے کی صورت میں اہل جاہلیت کا کاہنوں کی طرف رجوع کرنا	"
	خاوند کو چار گواہ لانے کی تکلیف نہ دینے غیر لوگوں کے برابر نہ رکھنے کی وجہ	"
	لعان کی اصل کا بیان	"
	لعان کرنے والے میاں بیوی میں جدائی کرنے کا بیان	۴۰۶
۴۴	**عدت کا بیان**	۴۰۶
	عدت کے مصالح	"
	قروء کے معنی میں علماء کا اختلاف	۴۰۷
	مطلقہ، حاملہ اور بیوہ کی عدتوں کی مدت کا راز	"

رقم	عنوان عربی	صفحہ
	الستر وحدہ والمقوی [illegible] وترک الوقوف	۴۰۰
	[illegible]	۴۰۰
۴۵	**تربیۃ الاولاد والمماليك**	۴۱۰
	سبب یحصل الشر [illegible]	
	الستر فی ان الولد للفراش	
	الستر النفی عن الادعاء	۴۱۱
	[illegible]	
۴۶	**العقیقۃ**	۴۱۲
	[illegible]	
	سبب تخصیص الیوم السابع للعقیقۃ	۴۱۳
	الترغیب فی التصدق بالعقیقۃ	
	الستر فی الاذان فی اذن الولد	۴۱۵
	بیان ما یستحب ان یفسك عن اطفال والحلق	
	[illegible]	
	الرخصۃ وحکمۃ التشریع فیہ	
	[illegible]	
	[illegible] والزوجۃ بالمعروف	۴۱۸
	[illegible] قضایا النبی فی الحق بالحصاۃ	
	خیار الغلام بلوغہ بعد ادراکہ	۴۱۹
	[illegible]	
	المعونۃ البر مع الزوجۃ والمملوك و	۴۲۰
	الاحسان الی الخدم	
	العتق وسر التشریع فیہ	۴۲۱
۴۷	**[illegible] سیاسۃ المدن**	۴۲۲
	[illegible]	

رقم	عنوان اردو	صفحہ
	بیوہ کے [illegible] کی حکمت	۴۰۰
	استبراء کی حکمت	۴۰۹
۴۵	**اولاد اور غلاموں کی پرورش کا بیان**	۴۱۰
	نسب میں شبہ کے بحث کرنے کی وجہ	
	بچہ صاحب فراش کا ہونے کی حکمت	
	اپنے آپ کو غیر باپ کی طرف منسوب کرنے کی ممانعت	۴۱۰
	نسب میں کمزوری کرنے کی ممانعت کا راز	۴۱۰
۴۶	**عقیقہ کا بیان**	۴۱۲
	[illegible]	
	[illegible]	۴۱۳
	بالوں کے ہم وزن چاندی خیرات کرنے کی وجہ	
	بچہ کے کانوں میں اذان دینے کا راز	۴۱۵
	لڑکے اور لڑکی کی طرف سے قربانی کرنے کا حکم	
	پسندیدہ اور ناپسندیدہ ناموں کا بیان	
	رضاعت اور اس کی شرع میں حکمت	۴۱۶
	رضاعت کا دودھ ادا کرنے کا طریقہ	۴۱۷
	بیوی کا خرچ دستور کے مطابق ہونا چاہیے	۴۱۸
	[illegible] پرورش کی بابت [illegible]	
	بچہ کو ماں باپ میں سے کسی کے پاس رہنے کا اختیار دینا	۴۱۹
	حدیث کہ ہر مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں	
	بیوی اور لونڈی غلام کے ساتھ نرمی سلوک کرنے کا حکم	
	نوکروں کے ساتھ بھلائی کرنے کا راز	۴۲۰
	غلام آزاد کرنے کی ترغیب میں حکمت	۴۲۱
۴۷	**ملکی سیاست سے متعلق چند ابواب**	۴۲۲
	مسلمانوں کی جماعت میں [illegible]	

نمبر شمار	عنوان عربی	صفحہ
	بیان ان حجۃ وصیۃ الائمۃ بالجماعۃ لوجوہ	۴۲۳
۴۸	**الخلافۃ**	۴۲۵
	بیان الامور المعتبرۃ فی الخلافۃ	"
	اشتراط کون الخلیفۃ من قریش	"
	عدم اشتراط کون الخلیفۃ ھاشمیا	۴۲۶
	بیان ان الخلافۃ تنعقد بوجوہ	۴۲۷
	المعنی النھی عن الخروج علی الامام المتسلط	"
	المعنی السمع والطاعۃ للامام ما لم تکن معصیۃ	۴۲۸
	المعنی النھی عن مفارقۃ الجماعۃ و استرعاء الرعیۃ بغیر النصیحۃ	۴۲۹
	بیان ما یجب علی العامل	"
۴۹	**المظالم**	۴۳۱
	تقسیم المظالم علی ثلاثۃ انواع	۴۳۱
	القتل	"
	القصاص	۴۳۲
	شرح حدیث "لا یقتل مسلم بکافر"	۴۳۴
	الدیۃ المغلظۃ	"
	الدیۃ المخففۃ	۴۳۵
	الاصل فی الدیۃ	۴۳۶
	کفارۃ قتل الخطا	۴۳۷
	شرح حدیث "لا یحل دم امرئ مسلم" الخ	۴۳۸
	القسامۃ فی الجاھلیۃ	۴۳۹
	شرح حدیث دیۃ الکافر نصف دیۃ المسلم	۴۴۰

نمبر شمار	عنوان اردو	صفحہ
	امراء و حاشیوں کو مسلمان رعایا کو ستانے پر سزا کی نصیحت کی ضرورت	۴۲۴
۴۸	**خلافت کا بیان**	۴۲۵
	خلیفہ ہونے کے شرائط کا بیان	"
	خلیفہ کے قریشی ہونے کی شرط	"
	خلیفہ کے ہاشمی ہونے کی شرط ضروری نہ ہونیکی دلیل	۴۲۶
	خلافت قائم ہونے کی مختلف صورتیں	۴۲۷
	زبردستی حاکم بن جانے والے کے خلاف بغاوت کرنے کی ممانعت کا بیان	
	جائز امور میں حاکم کا حکم سننے اور ماننے کا بیان	۴۲۸
	جماعت سے علیحدگی اور رعایا کی خیرخواہی نہ کرنے ہوئے حکومت کرنے کی ممانعت کا بیان	۴۲۹
	عامل یا انسپکٹر کے فرائض	"
۴۹	**مظالم کا بیان**	۴۳۱
	مظالم کی تین قسمیں	۴۳۱
	قتل کا بیان	"
	قصاص کا بیان	۴۳۲
	حدیث "کافر کے بدلہ مسلمان قتل نہ کیا جائے" کی شرح	۴۳۴
	دیت مغلظہ کا بیان	"
	دیت مخففہ کا بیان	۴۳۵
	دیت کا اصول	۴۳۶
	قتل خطا کا کفارہ	۴۳۷
	حدیث کہ مسلمان کا خون [illegible]	
	"یہ حلال نہیں" الخ کی شرح	۴۳۸
	ایام جاہلیت میں قسامت کا بیان	۴۳۹
	حدیث "کافر کا خون بہا مسلمان کے خون بہا کا نصف ہے" کا بیان	۴۴۰

نمبر شمار	عنوان عربی	صفحہ
	قضاء رسول اللہؐ فی الاملاص	۴۴۰
	القصاص فی الجروح	
	مالا قصاص فیہ ولا دیۃ	۴۴۳
	اقسام التعدی علی اموال الناس	۴۴۴
	شرح حدیث "من وجد عین مالہ عند رجل الخ"	۴۴۵
	حکم حفظ الحوائط باللیل	۴۴۶
	قضاء الرسول فی الثمر المعلق	۴۴۷
۵۰	**الحدود**	۴۴۸
	السر فی تشریع الحدود	
	بیان ان الناس علی طبقتین وسیاسۃ کل طبقۃ وجہ خاص	۴۵۱
	حد الزنا	۴۵۲
	الکلام علی حد المحصن وغیر المحصن والرجم والجلد	"
	السر فی تنصیف العقوبۃ علی الارقاء	۴۵۳
	بیان الوجوہ المقتضیۃ لاقامۃ الحد علی المقر علی نفسہ	۴۵۵
	ذکر بیان ما للقاضی المباشر اتہ قبل الحدود	۴۵۶
	حد القذف	۴۵۷
	حد السرقۃ	۴۶۰
	حد الخمر	۴۶۳
	السر فی ترک الشفاعۃ فی الحد	۴۶۶
	الارتداد	۴۶۷
	بغاۃ	۴۶۸
۵۱	**القضاء**	۴۶۹
	بیان طریق سیر القاضی	۴۷۰

نمبر شمار	عنوان اردو	صفحہ
	کسی کا حمل گرانے کی سزا کے بارے میں نبی صلعم کا فیصلہ	۴۴۰
	زخموں کا قصاص	
	جن صورتوں میں قصاص اور دیت واجب نہیں ہوتی	۴۴۳
	لوگوں کے مال و دولت پر تعدی کی اقسام	۴۴۴
	حدیث کہ "جس شخص کو اپنا مال بعینہ و بشکل کے پاس مل جائے تو وہی اس کا مستحق ہے" کی تشریح	۴۴۵
	دن کے وقت باغوں کی نگہبانی کا حکم	۴۴۶
	درختوں میں لگے ہوئے پھلوں کے بارے میں رسول اللہ کا فیصلہ	۴۴۷
۵۰	**حدود کا بیان**	۴۴۸
	شرع میں حدود جاری ہونے کا راز	
	لوگوں کے درجے اور ہر درجہ کی سیاست کا طریقہ	۴۵۱
	زنا کی حد کا بیان	۴۵۲
	شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کی حد پر بحث	
	اور سنگساری اور درّوں پر بحث	
	لونڈی غلام پر نصف سزا مقرر کرنے کا راز	۴۵۳
	زنا کا ارتکاب کرنے والے کو سزا دینے کے اسباب	۴۵۵
	حدود کے علاوہ دیگر جرائم میں نبی صلعم کا لوگوں کو درّے لگوانا	۴۵۶
	زنا کی تہمت لگانے کی سزا کا بیان	۴۵۷
	چوری کی حد کا بیان	۴۶۰
	شراب پینے کی حد کا بیان	۴۶۳
	حدود میں سفارش نہ کرنے کی حکمت	۴۶۶
	ارتداد کا بیان	۴۶۷
	بغاوت کا بیان	۴۶۸
۵۱	**فیصلہ جات کا بیان**	۴۶۹
	قاضی کے فرائض و واجبات	۴۷۰

نمبر شمار	عنوان عربی	صفحہ
	سبب مشروعية البينة على المدعي واليمين على المدعى عليه	۴۷۲
	بيان الصفة المعتبرة في الشاهد	"
	بيان الحلف	۴۷۴
	الاصل في الترهيبات ثلاثة اشياء	"
	قضاء الرسول الذي في يده	۴۷۶
	بيان القواعد المبنية عليها كثير من الاحكام	۴۷۷
	بيان بعض قضايا الرسول صلعم	"
۵۲	**الجهاد**	۴۷۹
	بيان ان اكمل الشرائع للمؤمنين هو الشرع الذي يؤمر فيه بالجهاد	"
	بيان الاصول التي ترجع اليها فضائل الجهاد	۴۸۱
	شرح الاحاديث الواردة في فضائل الجهاد	۴۸۳
	الفرار من الجهاد	۴۸۹
	ما يجب على الامام	"
	احكام مشروعة في غير الغزو وسير امتناع تطبيقها في محل الغزو	۴۹۲
	بيان ان الاموال مأخوذة من الكفار على تسعة	۴۹۴
	مصارف الغنيمة	"
۵۳	**من ابواب المعيشة**	۵۰۱
۵۴	**الاطعمة والاشربة**	۵۰۳
	الحيوانات التي لا يؤكل	۵۰۵

نمبر شمار	عنوان اردو	صفحہ
	مدعی پر گواہ اور مدعی علیہ پر قسم لازم ہونے کی شرع میں حکمت	۴۷۲
	گواہ کی معتبر صفات کا بیان	"
	قسم اور حلف کا بیان	۴۷۴
	ترہیبات میں، عمل تین چیزیں ہیں۔	"
	قابض کے حق میں رسول اللہ صلعم کا فیصلہ	۴۷۶
	ان قواعد کا بیان جن پر اکثر احکام مبنی ہیں	۴۷۷
	رسول اللہ صلعم کے بعض فیصلوں کا بیان	"
۵۲	**جہاد کا بیان**	۴۷۹
	کامل ترین شریعت وہ ہے جس میں جہاد کا حکم ہو	"
	فضائل جہاد کے اصولوں کا بیان	۴۸۱
	فضائل جہاد کے بارے میں وارد شدہ احادیث کی شرح	۴۸۳
	جہاد سے فرار کا بیان	۴۸۹
	امیر لشکر کے فرائض کا بیان	"
	زمانۂ امن کے احکام جہاد کے موقعہ پر نافذ نہیں ہوتے	۴۹۲
	جو مال کفار سے حاصل کئے جاتے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں	۴۹۴
	مال غنیمت کے مصارف کا بیان	"
۵۳	**معیشت سے متعلق چند ابواب**	۵۰۱
۵۴	**کھانے اور پینے کی چیزوں کا بیان**	۵۰۳
	وہ جانور جو کھائے نہیں جاتے	۵۰۵

نمبر شمار	عنوان عربی	صفحہ
	بیان ان ما نهی الله عنه من المأكول	۵۰۸
	صنفان	
	التصيد	۵۱۳
۵۵	**اداب الطعام**	۵۱۶
	آداب الاكل قبله و بعده	۵۱۸
	السر فی تقليل الطعام	۵۲۱
	حكمة الادخار فی البيت	۵۲۲
	بيان الدعاء الذی يقال بعد الاكل	"
	الضيافة	۵۲۳
۵۶	**المسكرات**	۵۲۳
	السر فی النهی عن المسكرات مطلقاً	"
	السر فی النهی عن خليط التمر والبسر خليط	۵۲۴
	التر بيب التمر و عن خليط الزهو والرطب	
	الحكمة فی النهی عن الشرب من فی السقاء	۵۲۷
	وعن اختناث الاسنية	
	السر فی النهی عن التنفس فی الاناء	"
۵۷	**اللباس والزينة والاوانی ونحوها**	۵۲۸
	السر فی النهی عن جر الثوب تخيلاً	"
	الحكمة فی النهی عن لبس الحرير	
	السر فی انه يستحب للغنی ان يرى اثر	۵۲۹
	نعمة الله عليه	
	السر فی تقصير اللحی واحفاء الشوارب	۵۳۱
	السر فی النهی عن تشبه الرجال بالنساء	۵۳۲
	وتشبه النساء بالرجال	
	السر فی النهی عن صناعة التصاوير فی الثياب وغيرها	"

نمبر شمار	عنوان اردو	صفحہ
	جن چیزوں کے کھانے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے ان کی دو قسمیں ہیں	۵۰۸
	شکار کا بیان	۵۱۳
۵۵	**کھانے کے آداب کا بیان**	۵۱۶
	کھانے سے قبل اور اس کے بعد کے آداب	۵۱۸
	تھوڑا کھانے کی حکمت	۵۲۱
	کھانے کی چیزیں گھر میں جمع رکھنے کی حکمت	۵۲۲
	کھانے کے بعد کی دعا کا بیان	
	ضیافت و مہمانداری کا بیان	۵۲۳
۵۶	**مسکرات (نشہ آور چیزوں) کا بیان**	۵۲۳
	نشہ آور چیزوں کی قطعی ممانعت کا راز	"
	تر اور خشک کھجور سے ملانے اور منقی اور کھجور سے ملانے اور مائل بسر تر اور خشک کھجور سے ملانے کی ممانعت کا راز	۵۲۶
	مشکیزہ کے منہ سے پانی پینے کی ممانعت کا راز	۵۲۷
	برتن میں سانس لینے یا پھونک مارنے کی ممانعت کا راز	
۵۷	**لباس، زینت اور ظروف وغیرہ کا بیان**	۵۲۸
	کپڑے کو اور ٹخنہ گھسیٹ کر چلنے کی ممانعت کا راز	"
	ریشمی کپڑا پہننے کی ممانعت کا راز	"
	مالدار کے لئے اسکے بدن پر خدا کی نعمت کا اظہار پسندیدہ ہونے کا راز	۵۲۹
	ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کی حکمت	۵۳۱
	مردوں کو عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے کی ممانعت کا راز	۵۳۳
	کپڑوں کا دھونا، بچھونا وغیرہ پر تصویر بنانے کی ممانعت کا راز	"

نمبر شمار	عنوان عربی	صفحہ
	السر فی النھی عن الاستنجاء بالبسملیات	۵۳۴
	الکلام علی الخلاء والضرب بالدف فی الولیمۃ ونحوھا	۵۳۵
	الحکمۃ فی النھی عن اتخاذ الکلب غیر لاشیاء مخصوصۃ	۵۳۶
	السر فی النھی عن الشرب فی آنیۃ الذھب والفضۃ والاکل کذلک	۵۳۷
	حکمۃ النھی عن التطاول فی البناء	۵۳۸
	الطب	
	السر فی النھی عن الرقی والفال والطیرۃ	۵۳۹
	السر فی النھی عن العدوی والکرابۃ	۵۴۰
	الانواء والنجوم	۵۴۱
	تقسیم الرؤیا الی خمسۃ اقسام	۵۴۲
۵۸	**آداب الصحبۃ**	۵۴۵
	السر فی افشاء السلام بین الناس	"
	بیان سر الفضل ومناطہ	۵۴۸
	سلام الوداع والمصافحۃ	"
	السر فی النھی عن القیام	۵۴۹
	الاستئذان	۵۵۰
	آداب الجلوس والنوم والسفر ونحوھا	۵۵۱
	السر فی التحمید بعد العطاس والتشمیت	۵۵۳
	التثاؤب	"
	الجرس	۵۵۰
	الحکمۃ فی النھی عن تسمیۃ بملوک الامم ونحوھا	۵۵۵
	فضیلۃ التواضع مع اللہ فی تعبیدہ ومولاہ	۵۵۷
	بیان ان التنطع والتشدق والتقعر فی الکلام ونحوھا من المسائل التی تشتغل عن تدبر الدین	۵۵۸۹

نمبر شمار	عنوان اردو	صفحہ
	کھیل کود کی چیزوں میں مشغول رہنے کی ممانعت کا راز	۵۳۴
	ولیمہ وغیرہ کے موقع پر گانے بجانے اور دف بجانے پر بحث	۵۳۵
	بغیر کسی مقصد کے کتا وغیرہ رکھنے کی ممانعت کا راز	۵۳۷
	سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے کی ممانعت کا راز	۵۳۷
	بلند عمارتیں بنانے اور حکومت کرنے کی ممانعت کا راز	۵۳۸
	طب کا بیان	"
	تیر، فال اور شگون سے ممانعت کا راز	۵۳۹
	[illegible] ممانعت کا راز	۵۴۰
	ستاروں کے طلوع وغروب اور نجوم کا بیان	۵۴۱
	خواب کی پانچ قسمیں	۵۴۲
۵۸	**آداب صحبت کا بیان**	۵۴۵
	سلام کو رواج دینے کی حکمت	"
	زیادہ اور مکمل سلام کرنے کی فضیلت کا راز	۵۴۸
	شخصی سلام اور مصافحہ کا بیان	"
	تعظیم کے لئے کھڑے ہونے کی ممانعت کا راز	۵۴۹
	اندر آنے کی اجازت مانگنے کا بیان	۵۵۰
	بیٹھنے سونے اور [illegible] آداب	۵۵۱
	چھینک کے بعد الحمد للہ کہنے اور تشمیت کرنے کا راز	۵۵۳
	جمائی کا بیان	"
	گھنٹہ گھڑیال کا بیان	۵۵۴
	شہنشاہ وغیرہ نام رکھنے کی ممانعت کا راز	۵۵۶
	لونڈی غلاموں کے ساتھ نرمی [illegible]	۵۵۷
	[illegible]	۵۵۸

نمبر شمار	عنوان عربی	صفحہ
	بیان آفات اللسان واستحباب حفظ اللسان	۵۵۹
۵۹	احکام النذور والایمان	۵۶۰
	بیان ان الحلف علی اربعۃ اقسام	"
	النہی عن الحلف بغیر اللہ	۵۶۱
	بیان ان النذر علی اقسام	۵۶۲
۶۰	من ابواب شتی	۵۶۳
۶۱	سیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۵۶۴
	تسمیہ الشریف علیہ الصلوٰۃ والسلام	"
	صفاتہ علیہ السلام البشریۃ والمعنویۃ	۵۶۵
	ابتداء نزول الوحی علیہ الصلوٰۃ والسلام	۵۶۷
	دعوتہ علیہ السلام بامر الرسالۃ	۵۶۸
	الاسراء والمعراج	۵۶۹
	الہجرۃ	۵۷۰
	واقعۃ بدر	۵۷۳
	اجلاء الیہود	"
	واقعۃ احد	۵۷۴
	غزوۃ الخندق	۵۷۵
	طہور برکۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فی کل شیء	۵۷۶
	بیان معجزاتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام	۵۷۷
۶۲	الفتن	۵۸۰
	تصدیر الفتن بانواع من التحریض	"
	ما اخبر بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حیاتہ	۵۸۲
	وما وقع بعد انتقال حبیبہ الشریف صلی اللہ علیہ وسلم	
	بیان اشراط الساعۃ	۵۸۶
۶۳	المناقب	۵۸۹

نمبر شمار	عنوان اردو	صفحہ
	آفات لسانی کا بیان اور زبان کی حفاظت کا حکم	۵۵۹
۵۹	نذروں اور قسموں کا بیان	۵۶۰
	حلف اور قسم کی چار قسمیں ہیں	"
	غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت کا بیان	۵۶۱
	نذر کی چند قسمیں ہیں	۵۶۲
۶۰	مختلف ابواب	۵۶۳
۶۱	نبی صلعم کی عادات و خصائل کا بیان	۵۶۴
	آنحضرتؐ کا نسب مبارک	"
	آپؐ کی بشری اور معنوی صفات کا بیان	۵۶۵
	آپؐ پر نزول وحی کی ابتدا	۵۶۷
	آپؐ کا لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا	۵۶۸
	آپؐ کی معراج شریف کا بیان	۵۶۹
	ہجرت کا بیان	۵۷۰
	جنگ بدر کا واقعہ	۵۷۳
	یہود کی جلاوطنی کا بیان	"
	جنگ اُحد کا واقعہ	۵۷۴
	غزوۂ خندق کا ذکر	۵۷۵
	ہر چیز میں رسول اللہؐ کے ہاتھ سے برکت کا ظہور	۵۷۶
	آپؐ کے معجزات کا بیان	۵۷۷
۶۲	فتنوں کا بیان	۵۸۰
	فتنوں کی چند قسم اور ان کے سرابر	"
	ان فتنوں کا بیان جن کی آپؐ نے اپنی زندگی میں	۵۸۳
	پیشگوئی فرمائی اور جو من وعن بعینہٖ ظاہر ہوئے	۵۸۶
	علامات قیامت کا بیان	
۶۳	مناقب کا بیان	۵۸۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القبلة

لما قدم النبي صلى الله عليه وسلم المدينة صلى الى بيت المقدس ستة او سبعة عشر شهرا، ثم امر ان يستقبل الكعبة فاستقر الامر على ذلك۔

اقول السر في ذلك انه لما كان تعظيم شعائر الله وتعيين شعائره لاسيما فيما هو اصل ركن الاسلام وام القربات، اظهر شعائر الدين، وكان التوجه في الصلاة الى ما هو مختص بالله بطلب رضا الله بالتقرب منه اجمع لخاطر الحق على صفة الخشوع وقرب لحضور القلب لانه ينسب هو الى جهة الملك في مناجاته فتضمنت الحكمة الالهية ايجاب استقبال قبلة ما شرطا في صلاة في جميع الشرائع، وكان ابراهيم واسمعيل عليهما السلام ومن تدين بدينهما يستقبلون الكعبة وكان من قبل عليه السلام ونبوه يستقبلون بيت المقدس هذا هو الاصل المستمر في الشرائع فلما قدم النبي صلى الله عليه وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قبلہ کا بیان

جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو سولہ یا سترہ مہینے تک بیت المقدس کی سمت نماز پڑھتے رہے پھر آپ کو کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کا حکم ہوا اور یہی حکم ثابت اور قائم رہا۔

میں کہتا ہوں اس میں راز یہ ہے کہ جب کہ اللہ تعالے نے [illegible] کے گھروں کی تعظیم واجب کی بالخصوص اس عبادت میں جو ارکان اسلام میں سے اور سب عبادتوں کی جڑ اور شعائر دین میں سب سے زیادہ مشہور شعار ہے اور نماز میں اس جیسی کی طرف منہ کرنا جو خدا تعالے کی عبادت کرکے رضامندی حاصل کرنے میں خدا تعالے کے ساتھ مخصوص ہے باعث اجتماع خاطر اور صفت خشوع کا سبب اور حضور قلب کے لئے اقرب تھا کیونکہ اس صورت میں سلام کرنا بادشاہ کے سامنے عرض و معروض کرنے کے مشابہ ہے اس واسطے حکمت الٰہی کا مقتضے یہ ہوا کہ جمیع مذاہب میں نماز کے اندر کسی نہ کسی قبلہ کی طرف رخ کرنا شرط قرار دیا جائے اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام اور جو ان کے دین پر تھے کعبہ کی طرف منہ کیا کرتے تھے اور حضرت اسرائیل علیہ السلام اور ان کی اولاد بیت المقدس کی طرف منہ کرتی تھی۔ یہ اصل تمام شرائع میں مسلم ہے پھر جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف

لمدينة دنو حين [illegible] تاليف
الاوس والخزرج وحلفائهم من اليهود
وصاروا هم الذين ينصرونه، فهي
الامة التي اخرجت للناس وصارت
مضرورة والله اعلم اذا دعوه والدليل
على ذلك اجتهد وحكم باستقبال
بيت المقدس اذا ارادوا ان يراعوا في
ذلك القربات حال الامة التي بعث
الرسول فيها وقامت بنصرته وصارت
شهداء على الناس وهم الاوس والخزرج
يومئذ، وكان احصر شيء لعلوم اليهود
بيته ابن عباس رضي الله عنه في
تفسير قوله تعالى فأتوا حرثكم انى
شئتم حيث قال انما كان هذا الحي
من الانصار وهم اهل وثن مع هذا الحي
من اليهود وهم اهل الكتاب فكانوا
يرون لهم فضلا عليهم في العلم
فكانوا يقتدون بكثير من فعلهم لما
رابض الاصل اذا تكون الشريعة موافقة
لما عليه الملل الحقة ما لم تكن من
تحريفات القوم وتعمقاتهم ليكون
تم امر هذه الحجة عليهم واشد لطمية
قلوبهم، واليهود هم القائمون بروايته
الكتاب السماوي والعمل بما فيه، ثم
احكم الله آياته واطلع نبيه على ما
هو ارفق بالمصلحة من هذا واقعد
بقوانين التشريع بالنظر في وديعة
الا فكان يتمنى ان يؤمر باستقبال
قبلة، وكان يقلب وجهه في السماء

لائے، اللہ اوس و خزرج کی اور یہود میں سے جو ان کے
حلیف تھے ان کی آپ نے تالیف قلب کی جیسا کہ
وہی لوگ آپ کی مدد کے لیے کھڑے ہوئے اور
وہی لوگ ایسی امت ہے جو لوگوں کے لیے نکالی گئی
ہے پیدا ہوئے تھے، اور مضر اور ان سے اسباب
آپ کے بڑے تھے اور سب لوگوں سے زیادہ
ان لوگوں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قبلہ تھا
اس واسطے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے
اجتہاد سے بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا
کیونکہ اصل یہ ہے کہ عبادات میں اس امت کے عادت کی رعایت
ہونی چاہئے جس میں رسول بھیجا گیا اور اس نے رسول کی مدد
کی اور جو لوگوں پر گواہ ہیں اور وہ لوگ ان وقت میں اوس
اور خزرج ہی تھے اور وہ علم یہود کے بہت کچھ پیرو تھے
حضرت عبداللہ بن عباس نے اللہ تعالیٰ کے قول، پس تم جاؤ
اپنی کھیتی، کی تفسیر میں اسی کو بیان کیا ہے جیسا کہ انہوں نے کہا
یہ انصار کا گروہ جو بت پرست تھا یہودی گروہ کا ساتھی تھا جو
اہل کتاب تھے تو یہ لوگ یہود کو اپنے اوپر علم میں فضیلت دیتے
تھے اور اپنے بہت سے کاموں میں انکی پیروی کرتے تھے۔ الخ

اور یہ اصل ہے کہ شرائع کو اصل حق کے موافق ہونا چاہیے
جبکہ ان میں لوگوں کی تحریفات اور ان کے تکلفات داخل
نہ ہوئے ہوں تاکہ اس سے لوگوں پر اقامت حجت پورے پورے طور
پر ہو سکے اور ہدایت بھی طرح سے ان کے قلوب کا اطمینان ہو سکے
اور یہودی آسمانی کتاب کو زبانی بیان کرتے رہتے تھے اور اس
پر عمل کرتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات کو محکم فرما
کیا اور اپنے نبی کو اولاً اس بات میں مختار فرما کر کہ جس طرح
کرنا چاہو کرو یا جو اس کی نسبت زیادہ مصلحت کے موافق تھی اور
تشریع کے اعتبار سے زیادہ پائدار تھی اس واسطے آپ اس
بات کی تمنا کرتے تھے کہ کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا جائے
اور اس آرزو میں کہ جبرائیل علیہ السلام یہ حکم لیکر نازل ہوتے

فلعلہ ان یکون جبرائیل نزل بذلک
وعلمہ انزل فی القرآن العظیم ثانیا، و
وللہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
بعث فی الامیین الاخذین بالسنۃ
الاسماعیلیۃ. وقد سبق اللہ فی سابق
علمہ انہم ہم القائمون بنصرتہ
ودینہ، وہم شہداء اللہ علی الناس
من بعدہ، وہم خلفاؤہ فی امتہ
وان الیہود لا یؤمن منہم الا شرذمۃ
قلیلۃ، والکعبۃ من شعائر اللہ عند
العرب اذ عن لہا ان ابراہیم واسمٰعیل
وجرت السنۃ عندہم باستقبالہا
بتلک الصفۃ، فلا معنی للعدول عن
ذلک، ولما کان استقبال
القبلۃ شرطا وانما ہی بدیۃ تکمیل
الصلوٰۃ ولیس شرطا لا یتأتی اصل
فائدۃ الصلاۃ الا بہ تلا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمن تحری
فی جلۃ مضلۃ وصلی [illegible]
تعالیٰ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ.
یؤدی الی ان صلاتہم جائزۃ للذہول قبل

السترۃ

قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لو یعلم
المار بین یدی المصلی ماذا
علیہ لکان ان یقف اربعین خیرا
لہ من ان یمر بین یدیہ
انوار اسمرتی دیدہ ان المصوتی

ہوں گے آپ آسمان کی طرف دیکھا کرتے تھے اور پھر دوبارہ
اللہ تعالیٰ نے قرآن کے اندر نازل فرما کر اس سے
مطلع کر دیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ
وسلم ان لوگوں میں مبعوث ہوئے جو ان پڑھ تھے۔ طریقہ
اسماعیلیہ کے پابند تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے علم ازلی
میں یہ بات مقدر ہو چکی تھی کہ یہی لوگ اللہ کے دین کے
حامی اور مددگار ہوں گے اور رسول کے بعد لوگوں پر
اللہ تعالیٰ کے گواہ ہوں گے، اور اس کی امت میں اس
کے خلیفہ ہوں گے۔ اور یہود میں سے بہت ہی کم اشخاص ایمان
لائیں گے۔

نیز عرب کے نزدیک کعبہ شعائر اللہ میں سے ایک
شعار ہے جس کا ان کے اعلیٰ درجہ کا یقین ہے اور اس
کی طرف منہ کرنے میں ان کا ایک عام طریقہ جاری رہا ہے۔
پس اس سے عدول کرنے کی کوئی وجہ نہیں، اور چونکہ قبلہ
کی طرف منہ کرنا نماز کی تکمیل کے لئے شرط قرار دیا گیا ہے
اور ایسی شرط نہیں قرار دیا گیا کہ اس کے بغیر نماز کامل
فائدہ ہی حاصل نہ ہو سکے اس واسطے ہی صلی اللہ علیہ
وسلم نے اس شخص کے متعلق جو اندھیری رات میں
قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھنے اور حقیقت میں اس کا
کی طرف نہ ہو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھا۔ پس اس طرف متوجہ
ہو خدا کی ذات وہیں ہے" جس سے آپ نے اس بات کی طرف ارشاد فرمایا
کہ ضرورت کے وقت ان کی اس طرح کی نماز جائز ہے۔

سترہ کا بیان

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص نماز پڑھنے
والے کے سامنے سے گزرتا ہے اگر اس کا وبال معلوم
ہو جائے تو چالیس سال تک کھڑا رہنا نماز کے سامنے
سے ہو کر گذرنے سے اس کو بہتر معلوم ہوتا"
میں کہتا ہوں، اس میں یہ راز ہے کہ نماز شعائر الٰہی

شعائر اللہ یجب تعظیمها، ولما کان المصلی فی الصلاۃ لنسبہ بقیام بین یدی ربہ ومناجیہ امروا ان یکون بین یدیہ کان من تعظیمها ان لا یمر احد بین یدی المصلی، فان المار بین المصلی وسترتہ لقائمین الیہ سوء ادب، وهو قولہ صلے اللہ علیہ وسلم ان احدکم اذا قام فی الصلاۃ فانما یناجی ربہ وان ربہ بینہ وبین القبلۃ، الحدیث، وضم معزلک ان صورۃ ما یلہی المصلی تشوش قلب المصلی، ولذلک کان الحق فی دفعہ، وهو قولہ صلے اللہ علیہ وسلم فلیقاتلہ فانہ شیطان، وقولہ صلے اللہ علیہ وسلم تقطع الصلاۃ المرأۃ والحمار والکلب الاسود، اقول مفہوم ہذا الحدیث من شروط صحۃ الصلاۃ خلوص ساحتها من المرأۃ والحمار والکلب والسر فیہ ان المقصود من الصلاۃ هو المناجاۃ والمواجہۃ مع رب العالمین والاختلاط النساء والتقرب منهن والصحبۃ معهن مظنۃ الالتفات الی ما هو منذ هذہ الحالۃ، والکلب شیطان لما ذکرنا لا سیما الاسود فانہ اقرب الی فساد المزاج وداء الکلب، والحمار ایضا بمنزلۃ الشیطان لانہ کثیرا ما یسافد بین ظهرانی بنی آدم وینتشر ذکرہ

جس سے تعلق کی تعظیم واجب ہے، چونکہ نماز میں مصروف اس مالک کے سامنے ہوتا ہے جو غلاموں کو اپنے مالک کے سامنے خادموں کے ساتھ خدمت کے واسطے کھڑا ہونے کا حکم دیتا ہے اس واسطے نماز کی تعظیم میں سے یہ بات بھی ہے کہ نماز پڑھنے والے کے سامنے سے نہ گذرے کیونکہ آقا اور اس کے غلاموں کے درمیان سے جو دست بستہ اس کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں گذرنا بے ادبی ہے اس کے متعلق ہی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے عرض و معروض کرتا ہے اور اس کا رب اس کے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے الحدیث اور اس کے ساتھ ایک بات یہ بھی ہے کہ نمازی کے سامنے سے گذرنے سے نمازی کے دل میں تشویش پیدا ہوتی ہے اس واسطے نمازی کو اس کے ہٹانے کا حق حاصل ہے اس کے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت گدھا، اور سیاہ کتا نماز کو توڑ دیتا ہے

میں کہتا ہوں اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ نماز کی صحت کے شروط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ نماز کی جگہ عورت اور گدھے، اور کتے سے خالی ہونی چاہیے، اور اس میں راز یہ ہے کہ نماز سے مقصود مناجات اور رب العالمین کے روبرو کھڑا ہونا ہے، اور عورتوں سے ملنا، ان کا قریب ہونا اور ان کے ساتھ صحبت رکھنا عالم کے خلاف عالم کی طرف متوجہ ہونے کا مظنہ ہے، اور کتا شیطان ہے جس کی وجہ ہم بیان کر چکے ہیں بالخصوص سیاہ کتا کیونکہ وہ سوداوی مزاج اور دیوانہ پن کی طرف اور کتوں سے زیادہ قریب ہے، اور گدھا بھی بمنزلہ شیطان کے ہے کیونکہ وہ بسا اوقات لوگوں کے سامنے اپنی مادہ سے مشغول ہو جاتا ہے اور اس کے آلہ کو حرکت ہوتی رہتی

تسكون مرؤبة دلك حتى تصلي هذه
يصلي ذلك لم يحفظ من حفاظ
الصحابة وفقهائهم. منهم علي
وعائشة وابن عباس وابو
سعيد وغيرهم رضي الله عنهم
برواية مسموحا وان سكان في سنده
شيء لنسخ كلام. وهذا هذا المعنى
الذي اختلفت فيها طريقا التي من
النبي صلى الله عليه وسلم. فان
صلى الله عليه وآله وسلم اذا وضع
احدكم بين يديه مثل مؤخرة
الرحل فليصل ولا يبال بمن وراء
ذلك ؛

الاصل لما كان في ترك الصلوة
حرج ظاهر امر بنصب السترة
لصلوة الصلاة ما دى الرأى، فيلحق
بالمرض من بعد

الامور التي لا بد منها في الصلوة

اعلم ان اصل الصلوة ثلاثة
اشياء. ان يخضع لله تعالى بقلبه
ويذكر الله تعالى بجسده. ويعظمه
غاية التعظيم بجسده فهذه
الثلاثة اجمع العلماء على انها من
الصلاة. واختلفوا فيما سوى
ذلك وقال بعض اهل النبي صلى الله
عليه وسلم عند الله اذا ظهر
هذه الثلاثة وبه يرتفع انها
قد دخل النبي صلى الله عليه وسلم

کے اندر خلل پیدا کرنے والا ہے۔ ان صحابہ میں
صحابہ اور فقہاء صحابہ نے عمل نہیں کیا ہے، ان صحابہ میں
سے حضرت علی اور حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس
اور حضرت ابو سعید وغیرہم ہیں اور انہوں نے اس حدیث
کو مسموخ کہا ہے اگرچہ ان کے استدلال میں کلام ہے
اور یہ بھی ان مواضع میں سے ایک ہے جن میں نبی صلے اللہ
علیہ وسلم سے مختلف لیے کہ دونوں طریقے مختلف ہوئے
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے
کوئی اپنے سامنے کجاوے کے پچھلے کے برابر کوئی چیز رکھ لے تو پھر وہ
نماز پڑھ لے اور اس شخص کی کچھ پروا نہ کرے جو اس سے آگے ہو کر
گذرتا ہے

اصل یہ ہوں چونکہ نماز کے سامنے سے ہو کر بالکل
گذرنے میں نمازی کی وجہ سے تنگی ہوتی اس واسطے آپ نے سترہ
کا حکم دیا ہے تاکہ نمازی کی جگہ جدا معلوم
ہو اور اس کے سامنے سے ہو کر گذرنا ایسا سمجھا جائے جیسے
دور سے گذرنا،

ان امور کا بیان جو نماز کے اندر ضروری ہیں

واضح ہو کہ نماز میں تین چیزیں اصل ہیں ایک یہ کہ دل
سے اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنا، دوسرے دل سے
اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا، تیسرے جسم سے اللہ تعالیٰ کی نہایت
درجہ تعظیم کرنا، یہ تینوں چیزیں جسم میں ہیں ان کے علاوہ امور میں
تمام علماء متفق ہیں کہ ان کے علاوہ امور میں ان
کا اختلاف ہے، ان تینوں کے سوا دیگر امور
میں وقت ضرورت نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے رخصت دی
ہے، مگر ان تینوں کے اندر کسی وقت بھی معافی نہیں دی، اور
دیکھا ہے کہ جس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا اگر
یہ تینوں چیزیں نہ ہوں تو نماز نہیں ہوتی،

فی الوتر ان لم تستطع فاوم ایماء او
اساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ان یشرع فیھا فی الصلاۃ حد بن
حد لا یخرج من العھدۃ باقل منہ،
وھذا ھو لان الکمل المسترفی نافلۃ
الصلاۃ، والحد الادنی یشتمل علی ما
یجب اعادۃ الصلاۃ بترکہ، وما
یحصل بترکہ نقص بترکہ، ولا یجب
الاعادۃ وما یلام علی ترکہ اشد
الملامۃ من غیر حتم بالنقص، و
الفرق بین ھذہ المراتب الثلاث
صعب جدا، ولیس فیہ نص صریح
ولا اجماع الا فی شئی یسیر، ولذلک
قوی الخلاف بین فقھاء فی ذلک
ولا اصل فیہ حدیث الرجل الذی فی
صلاتہ حیث قال لہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ارجع فصل فانک
لم تصل، مرتین او ثلاثا. ثم قال
النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا
قمت فی صلاتک فاسبغ الوضوء
ثم استقبل القبلۃ فکبر، ثم اقرأ
بما تیسر معک من القرآن ثم ارکع
حتی تطمئن راکعا، ثم ارفع راسک
حتی تستوی قائما، ثم اسجد حتی تطمئن
ساجدا، ثم ارفع حتی تطمئن جالسا، ثم
اسجد حتی تطمئن ساجدا، ثم ارفع
حتی تطمئن جالسا، ثم افعل ذلک
فی صلاتک کلھا، وفی روایۃ لہ فاذا
فعلت ذلک فقد قضیت صلاتک

حدیث ... جس سے پتا چلتا ہے کہ ان کے
دو حدیں مقرر کی گئی ہیں، ایک تو وہ حد ادنیٰ کی جائے کہ جس میں
کمی کرنے سے ... لازم ہو جائے اور ایک وہ حد مقرر کی ہے
جو نماز کے فرائض کو پورا اور کامل کرنے والی ہو، اور یہ حد
اول ان امور پر مشتمل ہے جن کے ترک کرنے سے نماز کا
اعادہ واجب ہوتا ہے، اور جن کے ترک کرنے سے نماز میں
نقصان لازم آتا ہے اور اعادہ واجب نہیں ہوتا، اور جن
کے ترک کرنے سے سخت ملامت کی جاتی ہے اگرچہ نماز
میں نقص پیدا ہونے کا یقین نہیں ہوتا اور ان تینوں
میں فرق کرنا بہت مشکل ہے اور اس کے ... کے کوئی
نص صریح یا اجماع نہیں ہے مگر تھوڑی سی چیز میں اور اسی
وجہ سے اس امر میں فقہاء کے درمیان بہت بڑا اختلاف ہو گیا
ہے، اور اصل اس میں اس شخص سے متعلق حدیث ہے جس
نے بڑے طور پر نماز پڑھی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس سے فرمایا تھا کہ لوٹ جا اور نماز پڑھ کیونکہ تو نے
نماز نہیں پڑھی، آپ نے ایک ہی دو بار یا تین بار فرمایا تھا
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو
تو پورا وضو کر پھر قبلہ کی طرف ہو کر تکبیر کہہ پھر جو
تجھ کو قرآن میں سے یاد ہو اس میں سے جو پڑھ سکے تو پڑھ پھر رکوع کر یہاں تک کہ
تجھ کو رکوع میں اطمینان حاصل ہو جائے پھر سر اٹھا یہاں تک
کہ سیدھا کھڑا ہو جائے پھر سجدہ کر یہاں تک کہ سجدہ میں
طمینان حاصل ہو جائے، پھر سر اٹھا یہاں تک کہ
اطمینان کے ساتھ بیٹھ جائے پھر خوب اطمینان کے
ساتھ سجدہ کر پھر سر اٹھا یہاں تک کہ اطمینان کے
بیٹھ جائے پھر اپنی تمام نماز میں اسی طرح سے کر
اور ترمذی کی روایت میں اس کے ساتھ ہے کہ
جب تو نے اس طرح سے کیا تو تیری نماز پوری ہو
گئی اور تو نے اس میں کچھ کم کیا تو تو نے اپنی نماز

وان انتقصت صلاته من صلاته قال هكذا اتموا عليهم من الاولى انه من انتقص من ذلك شيئا انتقص من صلاته ولم تذهب كلها. وما ذكره النبي صلى الله عليه وسلم بخط الركبة كقوله صلى الله عليه وسلم لا صلاة لابنة نحة لكتاب، وقوله صلى الله عليه وسلم لا تجزئ صلاة الرجل حتى يقيم ظهره في الركوع والسجود، وما سمى لنا من الصلاة بلفظ الفاتحة كقوله صلى الله عليه وسلم لمن كبر في الصلاة اقرأ بما تيسر معك من القرآن، وقوله صلى الله عليه وسلم من قام رمضان، وقوله صلى الله عليه وسلم نكبيركم ركعتين، وقوله تعالى وارکعوا مع الراكعين، وقوله تعالى واسجدوا، وقوله تعالى وقرآن الفجر، وقوله تعالى وقوموا لله قانتين، وما ذكره بما يشعر بانه لابد منه كقوله صلى الله عليه وسلم تحريمها التكبير وتحليلها التسليم، وقوله صلى الله عليه وسلم في كل ركعتين التحيات، وقوله صلى الله عليه وسلم في التشهد فاذا قلت ذلك او فعلت ذلك تمت صلاتك، ونحو ذلك مما تتفاوت فيه الصلاة بالزيادة والنقصان، وما سكت عنه مما لابد منه في الصلاة وتواتر فعله بينهم وتلاحقوا عليه كالجلوس في الركعة الاخيرة قبل التسليم، وما لم يتعرض له بنفي ولا اثبات مما تواتر فعله كالقنوت في الصبح وغيرها من الصلوات، وما لم يتواتر فعله كالجهر بالقراءة في الظهر والعصر، فان الصلاة على ما تواتر عنه صلى الله عليه وآله وسلم

پہلی روایت کے جس میں یہ زیادتی نہیں ہے اس روایت میں عمل کرنے کے لیے آسانی ہے کیونکہ جس شخص نے ان امور میں سے کچھ کمی کی تو اس کی نماز نقصان کے ساتھ ہوگی اور سارے کی سارے ضائع نہ ہوگی اور فرائض میں سے بعض وہ چیزیں ہیں جن کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے رکعت کے لفظ کے ساتھ بیان فرمایا ہے جیسے آپ نے فرمایا: نماز نہ پڑھنے والا کتاب کے مساوی نہیں ہوتی، اور فرمایا: آدمی کی نماز نہیں ہوتی یہاں تک کہ کوئی اور سیدھا میں اپنی پشت سیدھی نہ کرلے، اور فرائض میں بعض وہ سنتیں ہیں جن کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کو تعبیر فرمایا کیونکہ اس سے ان چیزوں کا نماز کے ارکان ہونے پر تنبیہ بلیغ پائی جاتی ہے جیسے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من قام رمضان، اور آپ نے فرمایا: "نصلی بکم رکعتین" اللہ تعالیٰ کا فرمان "وارکعوا مع الراکعین" اور اس کا فرمان "واسجدوا" اور اس کا فرمان "وقرآن الفجر" اور اس کا فرمان "وقوموا للہ قانتین"

اور فرائض میں بعض وہ چیزیں ہیں جن کو اس طرح سے بیان کیا ہے کہ ان کا ضرور کی ہونا سمجھا جاتا ہے جیسے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز کی تحریم تکبیر ہے اور اس کی تحلیل سلام ہے اور آپ نے فرمایا: ہر دو رکعت کے بعد تشہد ہے اور تشہد کے بارے میں صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نے اس کو پڑھا تو تمہاری نماز تمام ہوگئی اور اس طرح کی دیگر احادیث ہیں۔

اور فرائض میں بعض وہ چیزیں ہیں کہ نماز کے اندر ان کے ضروری ہونے میں مسلمانوں کا اختلاف نہیں ہے

ان آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے رکوع، سجود، قرآن اور قیام کے الفاظ ذکر فرمائے ہیں اور ان سے نماز مراد ہے اس طرح کی تعبیر سے رکوع کے ارکان نماز ہونے پر تنبیہ کرتی ہے۔

وتقوم وتستقبل القبلة وجهه
وتتوجه لله تعالى بقلبه وتخلص له
العمل وتقول الله اكبر ملء فيك وتقرأ
فاتحة الكتاب وتضم معها لا تتابعه
الفرض وراتبته سورة من القرآن
ثم تركع وتحني بحيث يقدر
تمسح ركبتيك بيديك
حتى تطمئن راكعا ثم ترفع رأسك
حتى تطمئن قائما ثم تسجد
السجدتين وتوجه
والوجه، ثم تفعل في صلوتك
جالسا، ثم تسجد ثانيا كذلك فهذا
ركعة، ثم تقعد على رأس كل ركعتين
وتتشهد فان كان آخر صلاته صلى
على النبي صلى الله عليه وآله وسلم
وتدعو الله عليه وسلم بخير من
يليه من الملائكة والمسلمين
فهذه صلاة النبي صلى الله عليه
وآله وسلم لم يثبت انه ترك
شيئا من ذلك قط فمن
عذر في فريضة، وصلاة الصبي تتم
وان نقص، ومن بعد هو من سنة
المسلمين، وهي التي نواظب
عليها الصلاة وهي من ضروريات
الصلاة، وقد اختلف الفقهاء في احرف
منها هل هي اركان الصلاة لا يتم
بها بل وتنها، او واجباتها التي تنقص

وقوم ہونا اور قبلہ کی طرف منہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف دل سے متوجہ ہونا اور عمل میں اخلاص کرنا اور اللہ اکبر زبان سے کہنا اور قرأت فاتحہ کتاب اور اس کے ساتھ ملانا فرض میں اور پڑھنا سورۃ کا قرآن میں سے اس کے بعد پھر رکوع کرنا اور اطمینان سے رکوع میں رہنا یہاں تک کہ ہاتھ پہنچیں تیرے گھٹنوں تک اور سیدھا ہونا رکوع سے یہاں تک کہ اطمینان حاصل ہو تجھ کو کھڑے ہونے میں پھر سجدہ کرنا اطمینان سے یہاں تک کہ اطمینان حاصل ہو تجھ کو سجدہ میں پھر اٹھنا اطمینان سے بیٹھنے میں یہاں تک کہ اطمینان حاصل ہو تجھ کو بیٹھنے میں پھر سجدہ کرنا دوسرا اطمینان سے اور یہ ایک رکعت ہے پھر بیٹھنا ہر دو رکعت کے بعد جب پڑھے دو رکعت اور تشہد پڑھنا اور اگر نماز کی آخری رکعت ہو تو درود پڑھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور دعا کرے مسلمانوں کے لئے اور فرشتوں کے لئے اور مسلمان ہیں ان کے بعد یہ نماز ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے کسی چیز میں ثابت نہیں کہ آپ نے قصداً چھوڑا ہو کسی رکن کو اور جس کسی نے کسی رکن کو چھوڑا ہو بھولے سے تو اس کی نماز پوری ہے اور سہو کے سجدے اس کے لئے کافی ہیں اور نماز کا ادا کرنا وقت میں اور نماز کے واجبات جن سے

بسترکین او بعافہ یہ زدن سے تو کوئی
وتجبر یہ جدا السہو۔

والاصل فی ذلک ان خضوع القلب
اللہ وتوجہہ الیہ تعظیما وہیبۃ ورغبۃ ورہبۃ
امر خفی لا بد لہ من ضابط فضبطہ النبی
صلے اللہ تعالے علیہ والہ وسلم
بشیئین ان یستقبل بقلبہ بوجہہ
وبدنہ وان یقول بلسانہ اللہ اکبر
وذلک لان من جبلۃ الانسان انہ
اذا استقر فی قلبہ شیٔ جری حسب
ذلک الرکان واللسان۔ وھو قولہ
صلے اللہ علیہ الیمان فی جسد
ان اراد بمضمعہ الحدیث۔ فتعلق اللسان
والارکان بالقلب مظنۃ وخلیفۃ لفعل
القلب ولا یصلح للضبط لما یکون
کذلک ولما کان الحق متعالیا عن
الجہۃ نصب التوجہ الی بیتہ واعظم
شعائرہ مقام الکعبۃ وھو قولہ
صلے اللہ علیہ وسلم مقبلا الی اللہ
بوجہہ وقلبہ۔ ولما کان التحکیم انما
عبارۃ عن نفی ما القلب للتعظیم لم
یکن لفظ حق ان ینصب مقام توجہ
القلب منہ۔ وقید وجوہ اشیری منہ
ان مستقبلا ان المطلوب واجب من جہۃ
تعظیم بیت اللہ ان وقت بالصلاۃ
لیکمل کل واحد بالاخر ومنہا
انہ اشہر علامات ملۃ الحنیفیۃ
التی یمتاز بہا الناس عن غیرہم
فلا بد من ان ینصب مثلہ علامۃ

کے اندر اختلاف ہے کہ آیا وہ اور کان منہ نماز کے
بغیر سجدہ نماز کا حصہ ہیں یا نماز کے واجبات ہیں جن
کو ترک کرنے سے نماز میں نقصان آتا ہے یا ایسے
اجزاء ہیں جن کو ترک کرنے سے ملامت کی جاتی ہے
اور سجدہ سہو سے اس کا نقصان پورا ہو جاتا ہے،

اور اس (بھولنے) کا اصل یہ ہے کہ خدا تعالے کے لئے
دل میں خضوع کا ہونا اور اس کی طرف تعظیم اور رغبت اور
خوف کے ساتھ توجہ ہونا ایک امر خفی ہے جس کے لئے
کسی ضابطہ کا ہونا ضروری ہے اس واسطے نبی صلے اللہ
علیہ وسلم نے دو چیزوں سے اس کا انضباط فرمایا
ایک تو یہ کہ بدن منہ اور بدن قبلہ کی طرف کر کے کھڑا
ہو اور دوسرے یہ کہ زبان سے اللہ اکبر کہے اس واسطے
کہ انسان کی جبلت میں یہ بات داخل ہے کہ جب اس
کے دل میں کوئی بات جم جاتی ہے تو اس کے تمام اعضا
اور زبان اسی کے موافق حرکت کرتے ہیں، اسی کے متعلق
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بنی آدم کے بدن میں
ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو تمام بدن
درست ہوتا ہے اور جب وہ خراب ہوتا ہے تو تمام بدن
خراب ہو جاتا ہے، پس زبان اور دیگر اعضا کا عمل دل
کے فعل کا قائم مقام اور اس کا نائب بننے کا اور ایسی
ہی چیز سے دل کے فعل کا انضباط ہو سکتا ہے، اور
چونکہ حق سبحانہ جہت سے پاک ہے اس واسطے اس کے
گھر کی طرف اور اس کے بڑے شعائر کی طرف توجہ کرنا خدا
تعالے کی طرف توجہ کرنے کا قائم مقام کر دیا گیا اور نبی
صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے یہی مراد ہے (نیا)
اپنے منہ اور دل سے خدا کی طرف متوجہ ہوں اور چونکہ اظہار
تعظیم کے لئے اللہ اکبر کا لفظ دل انقیاد پر خوب تصریح
کرنے والا تھا اس واسطے دل کی توجہ کے قائم مقام کرنے
کے لئے کوئی لفظ اس سے بہتر نہ ہوا اور اس کے اندر

للدخول في الصلاة والخروج منها
الطاعات وشهرها، وهو قوله
صلى الله عليه وسلم مفتاح
صلاتنا واستقبالنا قبلتنا
وبسببه يدخل في زمرة
ذمة الله وذمة رسوله، وفي منعه
ان القيام لا يكون تعظيما اذا كان
مع استقبال، ومنها انه لا بد ان يحل
حالة تباين حالة المصلي قبل الدخول
من ابتداء ونتهاء، وهو قوله صلى
الله تعالى عليه وسلم تحريمها
التكبير وتحليلها التسليم،
اما التعظيم بالجسد فالاصل فيه
ثلاث حالات، القيام بين
يديه والركوع والسجود، واحسن
التعظيم ما جمع بين الثلاث و
كان التدريج من الادنى الى الاعلى
انفع في نفسه واشهر، وخصوا من
غيره، وكان السجود اعظم التعظيم
لان الله المعبود بالذات وان
الباقي طريق اليه، فوجب ان يؤدى
حق هذا الشكر وذلك بتكرار
ذكر الله فلا بد من توقيته
ايضا فان الموقت جمع منهم
واطوع لقلوبهم وابعد من ان يذهب
كل حد الى ما يقتضيه رأيه فحسن
كان اوقاتها وانما تفوض بهم
[illegible] ثلاث لتتريخاص هذه
الساعات على زايد لم يترك

[illegible] کی طرف منہ کرنا اور [illegible] کے ساتھ
[illegible] موقت اور [illegible] ایک [illegible] سے
[illegible] ہو جاتا ہے،

[illegible] سے [illegible] قبلہ کی طرف منہ کرنا دین اسلام
[illegible] ہو سکتے ہیں اس [illegible] ہو کہ [illegible]
[illegible] سے [illegible] ہو [illegible] ہے
[illegible] سے زیادہ مشہور [illegible] کیا ہے
آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کی
کی نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے
اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو وہ مسلمان ہے جس کا
تعالیٰ اور اس کا رسول ذمہ دار ہے

[illegible] سے کہ قبلہ [illegible] استقبال سے
افضل نہیں ہو سکتا تھا

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عبادت کے لئے جو احکام نے اندر
باقی تمام سے بلند ہو ایک استقبال اور ایک انتہا، جو بھی
چاہے اس کے متعلق [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
[illegible] کی [illegible] اللہ [illegible] کی طرف [illegible]

اب رہا جسم سے تعظیم کرنا تو اس میں اصل تین
حالات ہیں، ایک تو اس کے سامنے کھڑا ہوتا، دوسرا رکوع
کرنا، تیسرا سجدہ کرنا

اور عمدہ تعظیم وہ ہے جس میں یہ تینوں ہوں، اور
خضوع کے [illegible] سے [illegible] کا [illegible] سے
[illegible] کرنا [illegible] کی [illegible] سے
[illegible] طور پر [illegible] کی
[illegible] ہے [illegible] اور

الذين صلى الله عليه وسلم غير
توقيت ولا سبب بها
ولا تعيين لفواتح وخواتم
من الف سنة او نحوها
الله ويثنون
عليه ويقرون له بتوحيده وعبوديته
والاستعاذة وكيف يسألون الطريق
يرجعون اليه بالتغيير ويتعوذون
به من طريقة المغضوب عليهم
والضالين، وحسن الدعاء بعد
وكان تعظيم القرآن وتعلمه
واجب في ملة والاشتغال بالعلم
مثل ان ينوبه في اعظم اركان
الاسلام وام القربات، اشهر
شعائر الدين، وكانت تلاوته
تريد كاملة تكمل
تتمها شرع لهم قراءة سورة
من القرآن لان السورة كلام تام
تحدى النبي صلى الله عليه وسلم
ببلاغته المنكرين للنبوة، ولانها
منعزرة يعبد بها ومنتهاها، وكل
واحد منها اسلوب انيق، واذا قدروا
من لشاء قراءة بعض السورة
في بعض الاحيان جعلوا في معناها
ثلاث آيات قصار او طويلة
وما كان القيام لا تستوي افراده فيه
من لقوه مطرف ومهجر من
يقوم ويعقب، وبعد جمعه

کو نماز وغیرہ اس کی طرف واسطہ میں اس واسطے ضروری ہوا کہ اس
کو کما حقہ ادا کیا جائے اور وہ سجدہ کرو بار کرنے سے ادا ہو جاتا
... یا ذکر ہی تو ... کے لئے کسی پابندی وقت
... ہی سے اس ... وقت کی پابندی سے لوگوں
... بیت رہتی ہے اور لوگ ... اس نعمت کو خوب
... لیتے ہیں، اور اس بات سے بھی اجتناب ہو جاتا ہے
... اپنی رائے کے موافق چلے خواہ کچھ ہو یا بڑی البتہ
... کے سچے دعائے نافلہ کی گئی ہیں جن سے سابقین
... طلب کئے جاتے ہیں، علاوہ بریں نبی صلے اللہ علیہ
وسلم نے بدون پابندی وقت کے ان کو کبھی نہیں چھوڑا
ہے، کریہ رہ پابندی بطور استحباب کے ہے،

اور جب ذکر اللہ میں تعیین وقت ضروری ہوئی تو
اس کے لئے سورہ فاتحہ سے زیادہ مناسب کوئی چیز نہ
تھی کیونکہ وہ ایک جامع دعا ہے جس کو اللہ تعالے نے
اپنے بندوں کی زبان میں اس بات کی تعلیم کے لئے نازل
فرمایا ہے کہ کس طرح وہ اللہ تعالے کی حمد کریں اور کس طرح
... بیان کریں اور کس طرح خاص اسی کی عبادت
... دل سے اعانت کا اقرار کریں
اور کس طرح اس سے راستہ کو مانگیں تو ہر طرح کی خیر کا جامع
ہو کس طرح اللہ تعالے کی پناہ چاہیں اور ان لوگوں کی راہ
سے جن پر اللہ تعالے ناراض ہے اور جو گمراہ ہیں، اور عمدہ
دعا وہ ہے جس میں یہ سب باتیں ہوں، اور چونکہ قرآن کی
تعظیم اور اس کی تلاوت دین کے اندر واجب ہے اور اس
سے بڑھ کر تعظیم کی کوئی صورت نہیں کہ اسلام کے سب سے
بڑے رکن اور عبادت کی اصل اور دین کے سب سے
مشہور شعار میں قرآن کو ملحوظ رکھا جائے، علاوہ
قرآن خود ایک مستقل عبادت ہے جو نماز کو کامل اور
تمام کرتی ہے اور وجہ سے قرآن کی کسی سورت کا پڑھنا
لوگوں کے لئے ضروری کیا گیا کیونکہ سورت ایک ایسا

من اقتب ام سمت نحجة ' ث
تمییز لانحناء المقصود منه
یسمی قیاما، فقصد ما سمی
وهو الانحناء لسقوط الذقن تعلم
لیلة اوصی الاصبغ ابی الربیتین
وساسویکم لہ کوعہ والسجود ان
تعظیم لابان یاتیٹ علی سنن ہیئة
من عاداتہ ویخضع لہ کما یخضع لرب العالمین
ویستشعر تعظیمہ قلبہ فی تلک
الحالة جعل ذلک ، کنت لازم ما
کان السجود والاستلقاء علی البطن
وسائر الهیئات القریبة منه
مشترکة فی وضع الرأس من بین الارض
والاول تعظیم دون الباقی مست
الحاجة الی ان یضبط لعامۃ بلیغ
فقال مرت ان سجد علی سبعة
اراب الحدیث، ولما کان کل
من یهوی الی السجود لا بد لہ من الانحناء
حتی یصل جبہتہ الی الارض کان
بین هوی الرأس [illegible]
الحاجة فی تقریر [illegible] السجود
والسجود بجعل اجنبی یتمیز بہ
کل من الاخر لیکون کل واحد طاعة
مستقلة یقصدها مستانفا فتتنبہ
النفس بشرة کل واحد بانفرادہ
وهو بقومة، ولما کان السجدتان
لا تصیران اثنین الا بتخلل فعل
جنبی شرعت الجلسة بینهما، و

پیدا ہوتا ہے جس کی معرفت سے [illegible]
اس منکر میں ہونے کو عاجز کرنا اور [illegible]
سورت اپنی ابتدا اور [illegible]
ہے [illegible]
کی [illegible] بعض [illegible]
[illegible] سے تو علماء نے تین چیزوں [illegible]
[illegible] کو اس کے حکم میں داخل کیا، اور جسکے لئے
ہو خواہ [illegible] قرار ایک طرح پر رہنے کیونکہ کوئی حکم
ہو کر [illegible] اور کوئی حرکت ہوتا ہے اور
[illegible] ہوتے ہیں شمار ہوتا ہے [illegible]
[illegible] ہو لی کہ جو سجدہ مقصود ہے وہ قیام سے تمیز
جائے پس شروع [illegible] رکوع کے ساتھ منضبط
جو اس قدر جھکنے کا نام ہے جس میں ہاتھوں کی انگلیاں
گھٹنوں کو لگ جائیں، اور جیسے رکوع اور سجود سے
اللہ تعالیٰ کی تعظیم اسی وقت ہو سکتی ہے کہ اس حد
پر کچھ دیر تک رہے اور یہ وعدہ کا۔ تاہم کے سامنے اپنے
آپ کو پست کرے اور اس حالت میں اس کا دل اس
تعظیم سے خبردار ہو پس اس واسطے اس کو ایک رکن
قرار دیا گیا

اور جسکے سجدہ کرنا اور پست کے [illegible] جاتا
جو حالتیں اس کے قریب قریب ہیں سب سے [illegible]
پر سر رکھا جاتا ہے حالانکہ تعظیم صرف [illegible] کرنے سے
ہے نہ کہ باقی ہیئات میں اس واسطے اس بات کی ضرورت
ہوئی کہ ان میں کوئی مابہ الفرق مقرر کیا جائے پس
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مجھ کو سات اعضاء سے
سجدہ کرنے کا حکم ہوا ہے الحدیث۔

اور جبکہ آدمی سجدہ کرنا چاہتا ہے تو اس کو سر
تک پہنچنے کے لئے جھکنا ضروری ہوتا ہے، اور وہ جھکنا

لطمانينة طيشا و لعبا مشافيا
للطاعة هو بالطمانينة فيها
سادسها ان الخروج من الصلاة بفعل
طهارة و تحريمها من فعل
الصلاة و مفسداتها قبيحا مستقذرا
صافيا للتعظيم و لا بد من فعل
تنتهي به الصلاة و يباح به ما
حرم في الصلاة و لو لم يضبط المذهب
كل واحد لما هو او جب ان لا يكون
الخروج الا بكلام هو حسن كلام
الناس و هو عن السلام و ان يوجب
ذلك و هو قوله عليه الله عليه
وسلم تحليلها التسليم. و كان
الصحابة استحبوا ان يقدموا على
السلام قولهم السلام على الله
قبل عباده، السلام على جبرائيل
السلام على فلان. فغير رسول
الله صلى الله عليه وآله وسلم
ذلك بالتحيات. و بين سبب
التغيير حيث قال لا تقولوا السلام
على الله فان الله هو السلام يعني
ان الدعاء بالسلامة انما يناسب
من لا تكون السلامة من العدم
و لوا حقه ذاتيا له، ثم اختار
بعده السلام على النبي تنويها بذكره
و انبه تالا قتراح برسالته و ادام
لبعض حقوقه ثم عمم بقوله السلام
علينا و على عباد الله الصالحين

رکن نہیں ہوتا بلکہ سجدہ تک پہنچنے کا ایک ذریعہ ہوتا ہے اور
سجدے سے بات کی ضرورت ہوئی کہ رکوع اور سجدے کے
درمیان ایک ایسے اچھے فعل کو ملا کر تلافی کی جائے جس
ہر ایک سے الگ الگ ہو جانے سے نماز باطل ہو جاتی ہے
عبادت قرار دیا ہے اور نفس اس کا بھلا لانے والا ہے
کہ نفس پر ایک مکدرات جیسا کہ حاصل کرنے کے لئے کوئی
ہوتا ہے اور وہ فعل قومہ ہے، اور جبکہ رکوع سجدے کے فعل
یعنی فعل سے حاصل ہوئے جدا جدا نہیں ہو سکتے تھے
اس واسطے ان کے درمیان جلسہ مشروع ہوا، اور
بیٹھکر جانا اور قومہ بدون اطمینان کے ایک ہلکا سا
ہلکا پن اور کھیل تھا جو شان عبادت کے بالکل منافی
تھا اس واسطے ان دونوں کو بھی اطمینان کے ساتھ ادا کرنے
کا حکم دیا گیا، اور جبکہ طہارت کو زائل کرکے یا اس
کے علاوہ کوئی ایسا فعل کرکے جو نماز کو فاسد اور باطل
کرنے والا ہو نماز سے باہر آنا قبیح، مکروہ اور تعظیم کے منافی
تھا، اور ایسے فعل کا ہونا ضروری تھا جس سے نماز کا اتمام
ہو جائے، اور جو امور نماز کے اندر حرام تھے وہ حلال ہو جائیں
اور اگر کسی خاص فعل کو اس میں مقرر نہ کیا جاتا تو ہر شخص اپنی
خواہش کی پیروی کرتا اس واسطے ضروری ہوا کہ منہ سے
باہر ہونا ایسے کلام کے ساتھ ہو جو لوگوں کے کلام میں
بہتر کلام ہو اور وہ سلام ہے اور اس کو واجب کر دیا گیا
چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نماز سے
باہر آنا سلام کہنا ہے" اور صحابہ کو یہ امر غوب تھا
کہ سلام سے پہلے یہ کہتے تھے "خدا تعالے کے اوپر اس
کے بندوں سے پہلے سلام، جبرائیل کے اوپر سلام
فلاں کے اوپر سلام، پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے اس کو التحیات کے ساتھ بدل دیا اور اس
بدلنے کا سبب یہ کہکر بیان فرمایا کہ سلام

ق ف ذ ق ن ذ ک ا ا ص ـ ـ ـ ل ی ه ا
ص ل ه ف ی ا ل ـ ـ ـ ـ د و لا ی ـ ـ ـ ـ

فی عدد الرکعات، وزاد فیہا استحب طول القراءۃ لمن اطاقہ، وھو قولہ تعالٰی وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشھودا، واللہ اعلم ۔

اس واسطے مغرب کے اندر اس مقدار کا زیادہ کرنا مناسب نہیں ہے جو بعد میں منازل میں کی گئی ہے اور فجر کا وقت خواب اور غفلت کا وقت ہے اس واسطے اس کی عدد رکعات میں زیادتی نہیں کی گئی بلکہ جس میں وقت ہے اس کے لئے طول قرأت کو مستحب کر دیا۔ ان کے متعلق اللہ تعالٰی کا قول ہے "اور فجر میں قرآن کا پڑھنا بلاشبہ فجر میں قرآن کا پڑھنا حاضر ہوتا ہے" واللہ اعلم ۔

اَذکارِ الصَّلٰوۃ وھیاتہا المَندُوب الیہا

اعلم ان الحد الاکمل الذی یستوفی ناشدۃ الصلٰوۃ کا مدنی زائد علی الحد الذی لابد منہ یرجعین بالکیف والکم، اما الکیف فاعنی بہ الاذکار والھیات وھو اخذۃ الانسان نفسہ بان یصلی للہ کانہ یراہ ولا یحدث فیہا نفسہ، وان یحترز من ھیات مکروھۃ وشوذلک، واما الکم فصلوات نفلیۃ لہا، وسیاتیک ذکر الناوین من بعد ان شاء اللہ تعالٰی، واما حدیث فی الاذکار حدیث علی رضی اللہ عنہ فی الجملۃ، وابی ھریرۃ، وعائشۃ رجبیر بن مطعم وابن عمر رضی اللہ عنہم فی الاستفتاح، وحدیث عائشۃ، وابن مسعود، وابی ھریرۃ، وثوبان، وکعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہم فی سائر الموضع وغیر ھؤلاء لم نذکرہ تفصیلا۔

نماز کے اذکار اور اس کی ہیئات مستحبہ کا بیان ۔

واضح ہو کہ اس حد کو جس سے نماز کا پورا فائدہ حاصل ہوتا ہے اس حد پر جو نماز کے اندر ضروری ہے دو وجہ سے زیادتی ہے: بالکیف اور بالکم، کیف سے ہماری مراد اذکار اور ہیئات ہیں اور اپنے نفس کو اس طرح سے پابند کرنا ہے کہ یہ خیال کرے: واللہ تعالٰی کے لئے نماز پڑھ گویا وہ اس کو دیکھ رہا ہے اور نماز کے دوران وسوسوں کو نہ آنے دے، اور مکروہ ہیئتوں سے اور اس کے علاوہ اور باتوں سے اجتناب کرے۔

اور زیادتی بالکم سے ہماری مراد وہ نمازیں ہیں جن کے ساتھ لوگ نوافل پڑھتے ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالٰی عنقریب بعد میں نوافل کا ذکر آئے گا۔

اور اذکار کے اندر اصل وہ حدیث علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اور استفتاح میں قرأت سے قبل کچھ دعا پڑھنے میں حضرت ابوہریرہ، حضرت عائشہ، حضرت جبیر بن مطعم اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی احادیث اصل ہیں اور باقی مواقع میں حضرت عائشہ، ابن مسعود، ابوہریرہ، ثوبان، کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہم کی احادیث ہیں، ان کے علاوہ اور احادیث ہیں جن کو ہم تفصیل سے ذکر کریں گے۔ نماز کی ہیئت

والاصل فی الهیات حدیث ابی حمید الساعدی الذی حدثه فی عشرة من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسلموا له، وحدیث عائشة ووائل بن حجر رضی اللہ عنہما فی الجملة، وحدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ فی رفع الیدین، وغیر هؤلاء مما سنذکره، والهیات المندوبة ترجع الی معان، منها تحقیق الخضوع وضم الاطراف والتنبیه للنفس علی مثل الحالة التی تعتری السوقة عند مناجاة الملوك من الرهبة والدهش، کصف القدمین ووضع الیمنی علی الیسری، وقصر التذلل، وسرعة الالتفات، ومنها محاکاة ذکر اللہ والاشارة علی من سواه بالسبابة ویده حذو ما یعقل بجنانه، ویقوله بلسانه، کرفع الیدین، والاشارة بالمسبحة لیکون بعض الامر معاضدا لبعض ومنها اختیار هیات الوقار ومحاسن العادات والاحتراز عن الطیش والهیات التی نذمها اهل الرأی وینسبونها الی غیر ذوی العقول کنقر الدیك واقعاء الکلب، وختف الثعلب، وبروك البعیر وافتراش السبع، والتی تکون للمتجبرین واهل البطالة کالاختصار ومنها ان تکون الطاعة بطمانینة وسکون وعلی رسل

کے اندر اصل بو حمید الساعدی کی وہ حدیث ہے جس کو انہوں نے دس صحابہ کے سامنے بیان کیا اور سب نے اس کو تسلیم کیا اور حضرت عائشہ اور وائل ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث بھی فی الجملہ اس میں مروی ہے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث رفع الیدین کے بارے میں مروی ہے اور ان کے علاوہ اور احادیث ہیں جن کو ہم عنقریب ذکر کریں گے

ہیات مسنونہ کا مدار چند باتوں پر ہے ان میں سے ایک خضوع کا پیدا کرنا اور تمام اعضاء کو خدا تعالیٰ کے سامنے سکوڑ لینا اور نفس کو ایسی حالت پر متنبہ کرنا جو عام لوگوں کو بادشاہوں کے سامنے عرض و معروض کرتے وقت پیدا ہوتی ہے کہ ان پر ہیبت اور دہشت طاری ہو جاتی ہے، مثلاً دونوں قدموں کو برابر رکھنا اور داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا اور نظر کو پست کرنا اور اس کے اور امور نہ دیکھنا،

اور ان میں سے ایک خدا تعالیٰ کا ذکر کرنا اور ماسوا پر اس کے فضیلت کو دل میں سمجھتے وقت اور زبان سے کہتے وقت انگلیوں اور اپنے ہاتھ سے ظاہر کرنا مثلاً رفع الیدین کرنا اور انگشت شہادت سے اشارہ کرنا تاکہ ایک دوسرے کا معاون ہو جائے

اور ان میں سے ایک وقار اور محاسن آداب کے طریقوں کو عمل میں لانا اور طیش اور ان طریقوں سے پرہیز کرنا جن کو اہل عقل ناپسند کرتے ہیں اور جو حیوانات کی طرف منسوب کرتے ہیں جیسے مرغ کی طرح ٹھونگیں مارنا اور کتے کی طرح بیٹھنا اور لومڑی کی طرح سجدہ میں سٹنا اور اونٹ کی طرح بیٹھنا اور درندہ کی طرح ہاتھ کو بچھا دینا اور ان حالات سے پرہیز کرنا جو اہل بطالہ اور متکبروں کو عارض ہوتی ہیں جیسے پہلو پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہونا،

اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ عبادت نہایت اطمینان

الجلسة لاستراحة ونصب اليمنى وافتراش اليسرى فى القعدة الاولى لانه ايسر لقيامه والقعود على الورك فى ثانية لانه اكثر راحة، وما الاذكار فترجع الى معان، منها ايقاظ النفس لتتنبه للخضوع الذى وضع له الفعل كاذكار الركوع والسجود، ومنها الجهر بذكر الله ليكون تنبيها للقوم بالانتقال الامام من ركن الى ركن كالتكبيرات عند كل خفض ورفع، ومنها ان لا تخلو حالة فى الصلاة من ذكر كالتكبيرات وكاذكار القومة والجلسة فاذا كبر رفع يديه حذو اذنيه او حذو منكبيه اعراضا بذلك عما سوى الله تعالى، ودخل فى حيز المناجاة ويرفع الى اذنيه او منكبيه، وكل ذلك سنة، ووضع يده اليمنى على اليسرى وصف القدمين، وتصير لتنظر الى محل السجدة تعظيما وجمعا لاطراف البدن حذ وجمع الخاطر، ودعاء الاستفتاح تمهيد لحضور القلب وارعاجا لخاطر الى المناجاة، وقد صح فى ذلك صيغ، منها اللهم باعد بينى وبين خطاياى كما باعدت بين المشرق والمغرب، اللهم نقنى من الخطايا كما ينقى الثوب الابيض من الدنس، اللهم اغسلنى خطاياى بالماء والثلج والبرد ؛

اور سکون سے ادا کی جائے اور اس میں وقار پایا جائے جیسے دونوں سجدوں کے بعد جلسۂ استراحت اور قعدۂ اولیٰ میں دائیں پاؤں کا کھڑا رکھنا اور بائیں کا لٹا لینا کیونکہ کھڑا ہونے کے لئے اس میں آسانی ہے، اور قعدہ ثانیہ میں سرین پر بیٹھنا کیونکہ اس میں زیادہ راحت ہے، اور اذکار کا مدار بھی چند باتوں پر ہے ان میں سے ایک نفس کو اس خضوع کے لیے بیدار کرنا ہے جس کے لئے یہ فعل مقرر کیا گیا ہے جیسے رکوع اور سجود کے اذکار، اور ان میں سے ایک ذکر الٰہی کو بآواز بلند کہنا تاکہ لوگوں کو امام کا ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونا معلوم ہو جائے جیسے ہر دفعہ جھکنے اور اٹھتے وقت اللہ اکبر کہنا،

اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ نماز میں کوئی حالت ذکر سے خالی نہ ہو جیسے تکبیرات اور قومہ اور جلسہ کے اذکار ہیں، پس جب تکبیر کہے تو دونوں ہاتھ اوپر کو اٹھائے اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے کہ اس نے خدا تعالیٰ کے سوا سب سے اعراض کر لیا اور چیز مناجات میں داخل ہو گیا اور ان کو کانوں تک یا مونڈھوں تک اٹھائے اور یہ دونوں طریق مسنون ہیں، اس کے بعد داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے اور دونوں قدم برابر رکھے اور تعظیم کے لئے اور اس لئے کہ اجتماع لحاظ کے ساتھ اجتماع اعضا بھی پایا جائے، نگہ کو سجدہ کی جگہ پر جھکائے رکھے اور دعائے استفتاح پڑھے تاکہ حضور قلب پیدا ہو اور دل مناجات کی طرف مائل ہو اور اس بارے میں چند دعائیں صحیح صحیح وارد ہیں ان میں سے یہ ہے، اے اللہ مجھ کو میری خطاؤں سے دور رکھ جس طرح تو نے مشرق کو مغرب سے دور رکھا، اے اللہ مجھ کو گناہوں سے اس طرح پاک کر دے جس طرح کپڑے کو میل سے پاک کیا جاتا ہے، اے اللہ

اقول الغسل بالثلج والبرد كناية عن تكفير الخطايا مع ايجاد الطمانينة وسكون القلب، وفي العرب تقول برد قلبه اي سكن والمان، واتاه الثلج اي اليقين ومنها وجهت وجهي للذي فطر السموت والارض حنيفا وما انا من المشركين ان صلاتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العالمين لا شريك له وبذلك امرت وانا اول المسلمين، وفي رواية وانا من المسلمين، ومنها سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك سمك وتعالى جدك ولا اله غيرك، الله اكبر كبيرا ثلاثا والحمد لله كثيرا ثلاثا، وسبحان الله بكرة واصيلا ثلاثا، ثم يتعوذ لقوله تعالى فاذا قرأت القرآن فاستعذ بالله من الشيطان الرجيم ؛

اقول السر في ذلك ان من اعظم ضرر الشيطان ان يوسوس له في تاويل كتاب الله ما ليس بمرضي او يصده عن التدبر، وفي التعوذ صيغ، منها اعوذ بالله من الشيطان الرجيم، ومنها استعيذ بالله من الشيطان الرجيم، ومنها اعوذ بالله من الشيطان من نفخه ونفثه وهمزه، ثم يبسمل سر المامور به لانا من تقديم التبرك باسم الله على القراءة، ولان فيه احتياطا

میرے گناہوں کو پانی، برف اور اولوں سے دھو دے،

میں کہتا ہوں برف اور اولوں کے ساتھ دھونے سے مراد گناہوں کا معاف کرنا ہے اور اس کے ساتھ سکون قلب اور اطمینان کا پیدا کرنا ہے، اور اہل عرب کہا کرتے ہیں برد قلبہ، یعنی اس کا دل مطمئن ہو گیا اور اتاہ الثلج، یعنی اس کو یقین آ گیا،

اور ازانجملہ یہ ہے "میں، اس ذات کی طرف متوجہ ہوا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، حق کی طرف متوجہ ہونے والا بنکر، اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں، بے شک میری نماز میری عبادت میری زندگی اور میری موت سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو ہر ہر عالم کا پروردگار ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں سب سے پہلا مسلمان ہوں" اور ایک روایت میں ہے "اور میں مسلمانوں میں سے ہوں،

ازاں جملہ یہ ہے سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك سمك وتعالى جدك ولا اله غيرك الله اكبر كبيرا تین بار والحمد لله كثيرا تین بار سبحان الله بكرة واصيلا تین بار، اس کے بعد تعوذ پڑھے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے پس جب تو قرآن پڑھے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شیطان رجیم سے پناہ مانگ،

میں کہتا ہوں اس میں راز یہ ہے کہ شیطان کا سب سے بڑا ضرر یہ ہے کہ کتاب الٰہی کے اندر اس تاویل کا وسوسہ ڈالتا ہے جو خدا کے نزدیک ناپسند ہے یا انسان کو اس کتاب کے اندر فکر کرنے سے باز رکھتا ہے، اور تعوذ کئی طرح سے مروی ہے ازانجملہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ہے، ازانجملہ استعیذ باللہ من الشیطان الرجیم ہے، ازانجملہ اعوذ باللہ من الشیطان من نفخہ

اذ قد اختلفت الروایۃ فی ھی ایۃ من فاتحۃ ام لا ؟ وقد صح عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم انہ کان یفتتح الصلاۃ بالقراءۃ بالحمد للہ رب العالمین، ولا یجھر ببسم اللہ الرحمن الرحیم؛ اقول ولا یبعد ان یکون جھرہا فی بعض الاحیان لیعلمھم سنۃ الصلاۃ، والظاھر انہ صلے اللہ علیہ وسلم کان یخص بتعلیم ھذہ الاذکار الخواص من اصحابہ ولا یجعلھا بحیث یؤاخذ بھا العامۃ ویلاومون علی ترکھا، وھذا تاویل ما قالہ مالک، رحمۃ اللہ تعالے علیہ، وھو مفھوم قول ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسکت بین التکبیر وبین القراءۃ اسکاتۃ، فقلت بابی وامی اسکاتک بین التکبیر والقراءۃ ما تقول فیہ ؟ ثم یرتل سورۃ الفاتحۃ وسورۃ من القرآن ترتیلا یمد الحروف ویقف علی رؤس الآی بخانت فی الظھر والعصر، ویجھر الامام فی الفجر، واولیی المغرب والعشاء وان کان مأموما وجب علیہ الانصات والاستماع، فان جھر الامام لم یقرأ الا عند الاسکاتۃ، وان خانت فلہ الخیرۃ، فان قرأ فلیقرأ الفاتحۃ قراءۃ لا یشوش علی الامام، وھذا اولی الاقوال عندی، وبہ یجمع بین احادیث

ولفتہ وہمزہ ہے اس کے بعد آہستہ سے بسم اللہ پڑھے کیونکہ اللہ تعالے نے ہمارے لئے قرأت سے پیشتر اپنے نام سے برکت حاصل کرنے کو مقرر فرمایا ہے، اس کے علاوہ بسم اللہ کے پڑھ لینے میں احتیاط بھی ہے کیونکہ اس کے جزء فاتحہ ہونے میں یا نہ ہونے میں مختلف روائیتیں ہیں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے صحیح طریقہ سے ثابت ہے۔ کہ آپ نماز کو یعنی قرأت کو الحمد للہ رب العلمین سے شروع کرتے تھے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آواز سے نہیں پڑھتے تھے۔

میں کہتا ہوں یہ کچھ بعید نہیں ہے کہ آپ نے بعض اوقات میں بسم اللہ کو بلند آواز سے پڑھا ہو تاکہ آپ لوگوں کو نماز کی سنت بتلا دیں اور ظاہر یہ ہے۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے مخصوص صحابہ کو یہ اذکار تعلیم فرمایا کرتے تھے اور آپ ان اذکار کو یہ درجہ نہیں دیتے تھے۔ کہ عام لوگوں سے ان کا مطالبہ کیا جائے اور ان کے ترک سے وہ قابل ملامت ہوں۔ امام مالک رحمۃ اللہ کے قول کی میرے نزدیک یہی تاویل ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ کے قول سے یہی سمجھا جاتا ہے انہوں نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر اور قرأت کے درمیان کس قدر سکوت فرمایا کرتے تھے، میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں قرأت اور تکبیر کے درمیان جو سکوت آپ کرتے ہیں اس میں آپ کیا پڑھا کرتے ہیں ؟

اس کے بعد سورہ فاتحہ اور کوئی اور سورت ترتیل کے ساتھ پڑھے یعنی حروف کو مد کے ساتھ ادا کرے ورآیات کے تمام ہونے پر ٹھیر جائے ظہر اور عصر میں قرأت آہستہ کرے اور فجر کی نماز میں اور مغرب و عشاء کی پہلی دو رکعات میں امام قرأت پکار کر کرے اور مقتدی پر واجب ہے۔ کہ خاموش کھڑا رہے اور قرآن سنتا رہے، پس اگر امام جہر

اجب ... لسورة ما نقص عليه
من ن القرا ة مع الامام تشوش
عليه وتفوت لتدبر وتخالف تعظيم
القرآن، ولم يعزم عليهم ان يقرءوا
سرا لان العامة متى اراد وا ان
يصححوا الحروف بجمعهم كانت
بهم حبسة مشوشة فسهل في
نهى عن التشويش ولم يعزم عليهم
ما يؤدي الى المنهي وابقى خيرة لمن
استطاع وذلك غاية الرحمة بالامة
والسر في مخافتة الظهر والعصر ان
فيها منظنة الصخب والغط في الاسوا
والسوء، واما غيرهما فوقت هدوء
لا الاصوات والجهر اقرب الى تذكر
القوم واتعظهم؛

قوله صلى الله عليه وسلم اذا امن
الامام فامنوا فانه من وافق تأمينه
تأمين الملائكة غفر له ما تقدم
من ذنبه ؛

اقول الملائكة يحضرون الذكر
ويسمعونه فيهم فيه، يؤمنون على دعيتهم
لاجل ما يترشح اليهم من الملاء
الاعلى، وفيه اظهر التاسي بالامام
واقامة لسنة الاقتداء، وفي وبيت
اسكاتتين، سكاتة بين التكبير
والقراءة يفهم القوم باجمعهم فيما بين
ذلك فيقبلوا على استماع القراءة
بعزيمة، واسكاتة بين قراءة
الفاتحة والسورة، قبل ليتيسر

کرتا ہے تو اس کے سکوت کے اوقات میں پڑھ لیا کرے
اور اگر امام آہستہ پڑھ رہا ہے تو مقتدی کو اختیار ہے
پس اگر پڑھنا چاہے تو سورہ فاتحہ کو اس طرح پڑھ لے کہ
اس کے پڑھنے سے امام کو تشویش نہ ہو اور میرے
نزدیک یہ سب اقوال سے بہتر ہے اور اس کے ساتھ اس
باب کی احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے اور اس میں رخصت
ہے جس کی تصریح کر دی گئی ہے کہ امام کے ساتھ قرآن پڑھنا
امام کی تشویش کا سبب بنتا ہے اور اس سے قرآن کے
تدبر میں فوت ہو جاتا ہے اور وہ قرآن کی تعظیم کے
خلاف ہے اور شارع نے لوگوں پر یہ واجب نہیں کیا
کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کو آہستہ پڑھا کریں اس واسطے
کہ جب تمام اہل جماعت صحیح صحیح حروف ادا کرنے کی
کوشش کریں گے تو ان سب کی ایک آواز پیدا ہوگی جو
امام کے لئے خلجان کا باعث ہوگی اس واسطے خلجان پیدا
کرنے والی شی سے آپ نے تاکیدا منع فرمادیا اور جو منہی
عنہ کی طرف مؤدی ہو اس کا آپ نے لوگوں کو حکم نہیں
دیا۔ اور ان کو اختیار دیدیا کہ جس سے ہو سکے وہ کرے اور
یہ امت کے لئے بہت بڑی رحمت ہے ظہر اور عصر کی نماز میں
قرآن آہستہ پڑھنے میں یہ راز ہے کہ دن کے وقت بازاروں
اور گھروں میں شور و غل ہوتا ہے اور ان دو وقتوں کے
سوا اور اوقات میں آوازوں کو سکون ہو جاتا ہے اور جہر
کے ساتھ پڑھنے میں لوگوں کو وعظ و تذکیر خوب اچھی طرح
ہو سکتی ہے؛

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس وقت امام آمین
کہے تم بھی آمین کہو کیونکہ جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے ساتھ
ملتی ہے اس کے سب پہلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں"
میں کہتا ہوں مجالس ذکر میں فرشتے حاضر ہو کر حاضر
ہوتے ہیں اور لوگوں کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں کیونکہ ملاء
اعلیٰ سے ان کے اوپر القاء ہو جاتا ہے اور اس حدیث میں

لهم القراءة من غير تشويش و
ترك النصات ؛

اقول الحديث الذي رواه
اصحاب السنن ليس بصريح
في الاسكاتة التي يفعلها الامام
لقراءة المؤمنين فان الظاهر
انها لتلفظ بامين عند من يسر
بها، او سكتة لطيفة تميز بين
فاتحة وامين لئلا يشتبه غير
القرآن بالقرآن عند من يجهر
بها وسكتة لطيفة ليرد الى القارئ
نفسه وعلى المنفرد فاستغراب
القرن الاول اياها يدل على انها
سنت سنة مستقرة ولا مما
عمل به الجمهور والله اعلم ؛

ويقرأ في الفجر سبعين آية
الى مائة على التقليل ركعاته
بطول قراءته، ولان وقت الغفلة
لمعاشية ما يستحكم بعد فيغتنم
الفرصة لتدبر القرآن، وفي العشاء
سبح اسم ربك الاعلى، والليل
اذا يغشى، ومثلها، وغاشية ونحوها، وما
كره النبي صلى الله عليه وسلم من تنفير القوم
مشهورة وحمل الظهر على الفجر، والعصر على العشاء
او بعض الرواة، والظهر على العتمة
والعصر على المغرب في بعضها، وفي
المغرب بقصار المفصل لضيق وقتها
وكان رسول الله صلى الله عليه
وسلم يطول ويخفف على ما يرى

امام کی قنوت کا اظہار ہے اور قنوت کا طریقہ قائم ہوتا ہے
نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے دو سکوت مروی ہیں ایک
سکوت تکبیر و قرأت کے درمیان ہے تاکہ اس وقت میں
تمام لوگ تکبیر تحریمہ کر لیں اور قرأت کے سننے کا مقصد حاصل
ہو جائے اور ایک سکوت سورۂ فاتحہ اور دوسری سورت
کی قرأت کے درمیان ہے، لوگوں نے اس کی وجہ یہ بیان کی
ہے کہ بلا قشویش اور بلا ترک سکوت مقتدیوں کو قرأت
آسان ہو جائے،

میں کہتا ہوں، اصحاب سنن نے آنحضرتؐ سے جو حدیث
روایت کی ہے اس سے صراحۃً وہ سکوت جو مقتدیوں
کی قرأت کے لئے امام کرتا ہے ثابت نہیں ہوتا کیونکہ
ظاہر یہ ہے کہ یہ سکوت آمین کہنے کے لئے ہے ان کے
نزدیک جو آہستہ آمین کہتے ہیں یا جو آمین بالجہر کہتے ہیں ان
کے نزدیک یہ ایک سکتہ لطیفہ ہے جو سورۂ فاتحہ اور آمین
میں تمیز کر دیتا ہے تاکہ مقتدیوں سے آمین کہتے وقت یہ
قرآن کے ساتھ مخلوط نہ ہو جائے، ما یہ ہلکا سا سکتہ اس
لئے ہے کہ قاری دم لے لے اور غریب سمجھ کر لیا جائے کہ یہ
سکوت قرأت متذکرہ کے لئے ہے غرض قرائن و دلائل
کوئی بات سمجھنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ کوئی
سنت مستقرہ نہیں ہے اور نہ اس سنت پر جس پر
جمہور نے عمل کیا ہے، واللہ اعلم ؛

اور فجر کی نماز میں ساٹھ سے سو آیت تک
پڑھنا چاہئے تاکہ اس کی کم رکعات کا بدل طول قرأت
موجود ہو کیونکہ ہنوز اشغال معاش کی کدورت اس کے
دل میں مستحکم نہیں ہے اسواسطے قرآن ہو سکتا ہے
اس فرصت کو غنیمت جانے [illegible] سبح
اسم ربك الاعلى، والليل [illegible] ان
سورتیں پڑھنی چاہئیں، اور حضرت [illegible] آن
حضرتؐ کا لوگوں کو سنت [illegible]

من المصلحة الخاصة بالوقت، وانما
امر الناس بالتخفيف فان فيهم الضعيف
وفيهم السقيم وفيهم ذا الحاجة، وقد
اختار رسول الله صلى الله عليه
وآله وسلم بعض السور في بعض
الصلوات لفوائد من غير حتم
ولا طلب مؤكد فمن اتبع فقد احسن
ومن لا فلا حرج كما اختار في
الاضحى والفطر ق، و اقتربت لجمعه
لما فيهما وجمعهما لعامة مقاصد
القرآن في اختصار، والى ذلك
حاجة عند اجتماع الناس،
او سبح اسم وهل اتاك للتخفيف
و لما فيهما من البدء والعود، وفي الجمعة
سورة الجمعة، و لما في المنافقين،
للسنة سببة والتحذير، فان
في الجمعة تجتمع من المنافقين
و شبههم من لا يحضر غيرها
الجمعة وفي الفجر يوم الجمعة
الم تنزيل، وهل اتى تذكيرا
لما يكون في تلك الساعة وما فيها، و الجمعة تكون
البهائم قبلها مسيخة ان تكون
في الساعة فكذلك ينبغي لبني آدم ان يكونوا
فيها على وجل واذا حوالقارئ على سبح اسم ربك
الاعلى قول حق ان ربي الاعلى، فمن قرأ فليس لله
بأحكم الحاكمين فليقل بلى وانا على ذلك من الشاهدين
وذلك بقادر على ان يحيي الموتى فليقل بلى
بلى، ومن قرأ فبأي حديث بعده
يؤمنون فليقل آمنت بالله. ولا يخفى

ہی ہے، اور بعض روایات میں ظہر کی نماز کو فجر پر اور عصر کی نماز کو عشاء پر محمول کیا ہے، اور بعض روایات میں ظہر کی نماز کو عشاء پر اور عصر کی نماز کو مغرب پر محمول کیا ہے اور مغرب کی نماز میں قصار مفصل پڑھنا چاہئے کیونکہ وقت تنگ ہوتا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصلحت وقت کے لحاظ سے کبھی طول قرأت کرتے تھے اور کبھی تخفیف کیا کرتے تھے اور لوگوں کو تخفیف کا حکم اس لئے دیا ہے کہ جماعت میں ضعیف ہوتے ہیں، مریض ہوتے ہیں اور کام والے لوگ ہوتے ہیں، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چند فوائد کی وجہ سے بعض نمازوں میں بعض سورتوں کو پسند فرمایا ہے مگر ان نمازوں میں انہی سورتوں کا پڑھنا واجب نہیں کیا اور نہ ان کی تاکید کی پس جو ایسا کرے تو اس نے بہت اچھا کیا اور جو ایسا نہ کرے تو اس پر کچھ حرج نہیں مثلاً آپ عید الضحیٰ اور عید الفطر میں سورہ ق اور اقتربت الساعۃ کی تلاوت پسند فرماتے تھے کیونکہ ان کا اسلوب بہت ہی انوکھا ہے اور ان میں عام مقاصد قرآن علی سبیل اختصار جمع ہیں، اور لوگوں کے اجتماع کے وقت ایسی ہی چیز کی ضرورت ہے یا آپ سبح اسم اور ھل اتاک پڑھا کرتے تھے اس واسطے کہ آپ تخفیف کا قصد فرماتے تھے اور ان کا اسلوب بھی بہت عمدہ ہے، اور جمعہ کی نماز میں سورہ جمعہ اور سورہ منافقون پڑھا کرتے تھے کیونکہ ان سورتوں میں ایک طرح کی مناسبت اور تحذیر پائی جاتی ہے، اس واسطے کہ جمعہ کی نماز میں منافقین اور ہر طرح کے لوگ جو جمعہ کے سوا اور دنوں میں نہیں آتے جمع ہو جاتے ہیں، اور جمعہ کے دن نماز فجر میں الم تنزیل اور ھل اتی پڑھا کرتے تھے کہ قیامت اور اس کے واقعات لوگوں کو یاد دلائے جائیں اور جمعہ کے روز چوپائے ڈرتے رہتے ہیں کہ اسی روز قیامت واقع ہو جائے پس اسی طرح بنی آدم کو بھی مناسب ہے کہ اس دن سے ڈرتے رہیں، اور جب قرآن پڑھنے والا سبح اسم

مافیہ من الادب والمسارعۃ الی الخیر، فاذا اراد ان یرکع رفع یدیہ حذو منکبیہ او اذنیہ، وکذلک اذا رفع رأسہ من الرکوع ولا یفعل ذلک فی السجود۔

اقول السر فی ذلک ان رفع الیدین فعل تعظیمی ینبہ النفس علی ترک الاشتغال المنافیۃ للصلاۃ والدخول فی حیز المناجاۃ، فشرع ابتداء کل فعل من التعظیمات الثلاث بہ لتتنبہ لنفس لثمرۃ ذلک الفعل مستانفا وھو من الہیأت فعلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرۃ وترکہ مرۃ والکل سنۃ، وخذ کل واحد جماعۃ من الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم، وھذا احد المواضع التی اختلف فیھا الفریقان اھل المدینۃ والکوفۃ، ولکل واحد اصل اصیل، والحق عندی فی مثل ذلک ان الکل سنۃ ونظیرہ الوتر برکعۃ مفردۃ او بثلاث، والذی یرفع احب الی ممن لا یرفع، فان احادیث الرفع اکثر واثبت غیر انہ لا ینبغی لاحد ان یشیر علی نفسہ لتسنۃ غوام بلدہ، وھو قول صلی اللہ علیہ وسلم لولا حدثان قومک بالکفر لنقضت الکعبۃ ولا یبعد ان یکون ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ

لاعلے پڑھے تو اس کو سبحان ربی الاعلیٰ کہنا چاہیئے اور جو شخص الیس اللہ باحکم الحاکمین پڑھے تو اس کو بلیٰ وانا علیٰ ذلک من الشاھدین کہنا چاہیئے اور جو شخص الیس ذلک بقادر علیٰ ان یحیی الموتیٰ پڑھے تو اس کو بلیٰ کہنا چاہیئے۔ اور جو شخص نبای حدیث بعدہ یؤمنون پڑھے تو اس کو امنا باللہ کہنا چاہیئے، اور یہ مرتفق نہیں ہے کہ اس میں ادب اور مسارعت الی الخیر پائی جاتی ہے، پھر جب رکوع کرنا چاہے تو اپنے دونوں ہاتھ مونڈھوں تک یا کانوں تک اٹھائے اور اسی طرح اس وقت رفع الیدین کرے جب رکوع سے اپنے سر کو اٹھائے، اور سجدہ میں ایسا نہ کرے۔

میں کہتا ہوں اس میں راز یہ ہے کہ رفع الیدین ایک تعظیمی فعل ہے جو نفس کو ان اشغال کے ترک کرنے پر جو نماز کے منافی ہیں، اور حیز مناجات میں داخل ہونے پر تنبیہ کرتا ہے پس تعظیمات ثلثہ میں سے ہر فعل کی ابتداء رفع الیدین سے مشروع ہوئی تاکہ ہر مرتبہ نفس کو اس فعل کے ثمرہ پر آگاہی ہوتی رہے اور یہ ان ہیأت میں سے ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کیا ہے اور کبھی ترک کیا ہے اور دونوں میں سے ہر ایک سنت ہے، اور ان میں سے ہر ایک کو صحابہ تابعین اور تبع تابعین کی ایک جماعت نے اختیار کیا ہے، اور رفع الیدین کا مسئلہ ان مسائل میں سے ایک ہے جن میں دونوں فریق اہل مدینہ اور اہل کوفہ کا اختلاف ہے اور ہر ایک کے پاس قوی دلیل ہے

میرے نزدیک ایسے مسائل میں حق یہ ہے کہ سب سنت ہیں اور اس کی نظیر وتر کو ایک رکعت کے ساتھ پڑھنا یا تین رکعت کے ساتھ پڑھنا ہے اور جو شخص رفع الیدین کرتا ہے میرے نزدیک رفع الیدین نہ کرنے والے سے بہتر ہے کیونکہ رفع الیدین والی احادیث کثیر اور قوی ثابت ہیں، مگر ایسی صورتوں میں اس کو مناسب نہیں ہے کہ

عنه ظن ان السنة المتقررة اخرا هو ترک لما تلقن من ان مبنی الصلاة علی سکون الاطراف، ولم یظهر له ان الرفع نعل تعظیمی ولذلک ابتدء فی الصلاة اولما تلقن من انه فعل ینبئ عن الترک فلا بأس به کونه فی اثناء الصلاة ولم یظهر له ان فیه التنبیه لترک ما سوی الاذن عند کل فعل حسن من الصلوة مطلوب واللہ اعلم ؛

قوله لایفعل ذلک فی السجود ؛

اقول القومة شرعت فارقة بین الرکوع والسجود فالرفع معها رفع للسجود فلا معنی للتکرار، وایضا فی کل خفض ورفع تنبیه للذاکرین ولیسمع الجماعة فتنبهوا للانتقال، ومن هیأت الرکوع ان یضع راحتیه علی رکبتیه، ویجعل اصابعه اسفل من ذلک کالقابض ویجافی بمرفقیه ویعتدل فلا یصبی رأسه ولا یقنع، ومن اذکاره سبحانک اللهم ربنا وبحمدک واللهم اغفرلی، وفیه العمل بقوله تعالٰی فسبح بحمد ربک واستغفره

ومنها سبوح قدوس ربنا ورب الملائکة والروح، ومنها

اپنے شہر کے عوام کا فتنہ اپنے اوپر لیوے، اسی کے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا "اگر تیری قوم کا کفر ترک کئے تھوڑا زمانہ نہ ہوا ہوتا تو میں کعبہ کو منہدم کر کے حضرت ابراہیم کی بنیاد کے موافق بناتا۔ اور کچھ بعید نہیں ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا ہو کہ اخیر میں سنت مقررہ رفع الیدین کا ترک کرنا ہے کیونکہ انہوں نے خیال کیا کہ نماز کا مدار اعضاء کے سکون پر ہے اور ان کو یہ بات معلوم نہ ہوئی کہ رفع الیدین بھی تعظیمی فعل ہے اور اسی وجہ سے نماز کی ابتداء اس سے کی گئی، یا انہوں نے یہ سمجھا ہو کہ رفع الیدین ایک ایسا فعل ہے جو ترک کو بتلاتا ہے پس اس کا اظہار نماز میں ہونا مناسب نہیں ہے اور وہ یہ بات نہ سمجھے کہ نماز کے ہر فعل مقصود کے وقت بار بار نفس کو ماسوا اللہ کے ترک پر متنبہ کرنا بھی امر مطلوب ہے واللہ اعلم ؛

یہ قول کہ "سجدہ میں جاتے وقت رفع الیدین نہ کرنے۔ اس کے متعلق میں کہتا ہوں کہ قومہ رکوع اور سجود میں فرق کرنے کے لئے مقرر ہوا ہے پس قومہ کے وقت رفع الیدین کرنا سجدہ کے لئے بھی رفع الیدین کرنا ہے پس اس کو دوبارہ کرنے کے کوئی معنی نہیں۔ سر کو جھکتے اور اٹھتے وقت تکبیر کہنا تاکہ نفس کو تنبہ مذکور حاصل ہوتا رہے اور تاکہ باقی کے لوگ تکبیر کو سنکر امام کا ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونا معلوم کرتے رہیں، رکوع کی ہیأت میں سے یہ ہے کہ اپنی دونوں ہتھیلیوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھے اور اپنی انگلیوں کو ان سے نیچے رکھے جس طرح کسی چیز کو ہاتھ میں پکڑتے ہیں اور دونوں کہنیوں کو بدن سے دور رکھے اور بدن کو برابر رکھے کہ سر کو نہ اٹھا ہوا رکھے اور نہ نیچے کو جھکا ہوا رکھے،

اور رکوع کے اذکار میں یہ آیا ہے: سبحانک اللھم ربنا وبحمدک اللھم اغفرلی، اور اس میں اللہ تعالیٰ

نے خلق الافراد والاشخاص من
الحیوان والنباتات ان یکون هنالک
دعوان یضم کل واحد بالاخر فیجعلا
شیئا واحدا، وهو قوله تعالیٰ
فاشفع والوسر اذا حیوان تثنیہ
معلوم ہوتا، اور جب ما تعرض لاثنین
شقاوون شق کالفلق فالنبات
فالنواۃ والحبۃ فیهما شقان، واذا بنت
النخلۃ فانما تنبت من نواۃ
ورقۃ میراث احد شقی النواۃ
والحبۃ ثم یتحقق النمو علی ذلک
النمط فانتقلت هذه السنۃ من
باب الخلق الی باب التشریع فی
حظیرۃ القدس لان التدبیر
فرع الخلق، ونعنی بهذا
ان قلب النبی صلی اللہ علیہ و
لہ وسلم فاصل الصلاۃ هو
رکعۃ واحدۃ، ولم یشرع
الا رکعتین رکعتین عامۃ الصلاۃ
وصمت کل واحدۃ بالاخری
وصارتا شیئا واحدا، قالت
عائشۃ رضی اللہ عنہا فرض اللہ
الصلاۃ حین فرضها رکعتین
رکعتین فی الحضر والسفر فاقرت
صلاۃ السفر، وزید فی
الحضر [illegible]

تصور نہیں کر سکتی، اور نعمت حاصل کرنے والے کے لیے
بھی نعمت کبریٰ ہے، اور جیسے کھجور کی نماز معتدیہ فائدہ
ہے، نیچے سختی تھی اور کثیر مسافر کا قافلہ ہوتا ہے
اس لیے شریعت میں مسافت اسی کا مقتضی ہے، اور اس کے لیے
اس لیے شریعت نے تین مقرر کی ہے پس دو رکعتیں نماز کا کم
سے کم درجہ قرار پایا جس سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے
منع فرمایا، ہر دو رکعت کے بعد التحیات ہے، اور یہاں
یہ دقیق رمز ہے، وہ یہ ہے کہ حیوانات اور نباتات
کے اشخاص اور افراد کے پیدا کرنے میں خدا تعالیٰ
کی عادت اس طور پر جاری ہے کہ سرفرازے دو پہلو
ہوتے ہیں اور ایک کو دوسرے سے ملا کر دونوں کو
شئی واحد کر دیا جاتا ہے اس کے متعلق خدا تعالیٰ کا فرمان ہے۔
واشفع والوسر، پس حیوان کی دو قسمیں تو معلوم ہیں
اور لمبا دانہ، ایک جانب کو کوئی خاص فاق ہوجاتا
اور دوسری جانب اس سے محفوظ رہتی ہے جیسے خلیج کے
رخ میں ہوتا ہے، اور نباتات کے امر گٹھلی اور تخم کی
دو قسمیں ہوتی ہیں اور جب یہ دونوں شاخ بھوں سے نوکے
نکلتے ہیں تو ایک پتہ دونوں تخم اور تخم کی ایک
ایک جانب کی میراث ہوتا ہے پھر [illegible] ہوتے ہیں
ہوتے ہیں جس سے خدا تعالیٰ کا بندوں کو پیدا کرنے کا
باب خلق سے ماخوذ، شریعت کی طرف منتقل ہوگیا، تدبیر
خلق کی فرع ہے، اور حظیرۃ القدس سے نبی صلے اللہ علیہ
وسلم کے قلب کے مدار اس کا فیضان ہوا پس اصل نماز
ایک رکعت ہے اور اس کے ساتھ دوسری ملا دی گئی ہے کم
سے کم مقرر نہیں ہوئی اور ہر رکعت دوسری رکعت کے
ساتھ ملکر دونوں بمنزلہ شئی واحد کے ہوگئیں، حضرت
عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ
نے نماز فرض کی تو [illegible] رکعت فرض
کی تھی پس سفر [illegible] اور حضر کی [illegible]

انما هو احد عشر فاعلم ذلك فان ذلك لانه انتصفت حكمة الله ان لا يشرع في اليوم والليلة الا عدد لا يشق على المكلفين كثير جدا فيعسر اقامته على المكلفين جميعا ولا قليلا جدا فلا يفيد بهم ما يريد من الصلاة فاذا علمت فيما سلف ان لاحد عشر من بين الاعداد اشبهها بالوتر الحقيقي ثم لما هاجر نبي صلى الله عليه وسلم واستقر الاسلام وكثر اهله وتوفرت الرغبات في الطاعة زيدت ست ركعات وبقيت صلاة السفر على اصلها الاول، وذلك لان السفر لا ينبغي ان تعمل فيه مثل اشق اوكان وكان الاصل ان يجعل نصف الاول لكن ليس لاحد عشر شفع بوتر كسر فجعلوا عدد ان خمسة بخمسة بصير جزءا الركعات شفعا غير وتر، فتمهدت الستة واما توزيع الركعات على الاعداد فمبني على اثار الانبياء السابقين على ما بين كونه ركعتين والمغرب اخر الصلاة من وجه لان المغرب يعدون الليالي قبل الايام فناسب ان يكون الواحد الوتر الركعات فيها ضيق فلو زيد زيادة ما زيد فيه اخرج وقت الفجر وقت نوم وكسل فلم يزد

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ مغرب کیونکہ وہ تین رکعات نفلیں ہے

میں کہتا ہوں تعداد رکعات میں اصل یہ ہے کہ نفس پر کسی حال میں شاق نہیں ہوتا وہ گیارہ رکعتیں ہیں اور یہ اس واسطے کہ حکمت الٰہیہ اس بات کی مقتضی ہوئی کہ دن اور رات میں کوئی ایسا مبارک متوسط عدد مقرر ہونا چاہیے جو نہ تو بہت زیادہ ہو جس کا ادا کرنا تمام مکلفین پر دشوار ہو جائے اور نہ بہت کم ہو جس سے مقصود ہی لوگوں کو حاصل نہ ہو سکے اور سابق میں تم یہ بات جان چکے ہو کہ تمام اعداد میں سے گیارہ کا عدد طاق حقیقی کے ساتھ زیادہ مشابہ ہے۔

پھر جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور اسلام کو استحکام ہو گیا اور اس کے کرنے والے بہت ہو گئے اور عبادت کرنے میں لوگوں کی رغبت بہت بڑھ گئی تو چھ رکعات اور زیادہ کر دی گئیں، اور سفر کی نماز بدستور باقی رہی، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی شئی پر زیادتی اس قدر نہیں ہونی چاہیے جو اصل شئی کے برابر ہو یا اس سے بڑھ جائے بلکہ مناسب یہ ہے کہ زیادتی اصل شئی کا نصف ہو لیکن گیارہ کا نصف پانچ کسر کے ہے نہیں ہوتا اس واسطے دو عدد ظاہر ہوئے کہ پانچ کا عدد دو چھ کا عدد، اور گیارہ میں پانچ زیادہ کرنے سے پورا عدد جفت ہو جاتا ہے طاق نہیں رہتا اس لئے چھ کر زیادہ کرنا متعین ہو گیا، اب رہا یہ کہ صدر رکعات کو تقسیم کرنا تو وہ انبیاء سابقین کے آثار پر مبنی ہے جو کہ احادیث میں مذکور ہے، اور نیز چونکہ مغرب کی نماز ایک وتر ہے اس لئے مغرب کی نماز سے اس واسطے کہ وقت لوگ سونے اور آرام کرنے سے پہلے شروع ہو جاتا ہے اس لئے ایک کے عدد کا جو پہلی رکعات کو ادا کرنے والا ہے اس میں بڑھایا جاتا ہے اور مغرب کا وقت چونکہ تنگ ہوتا ہے

سبحان ربی العظیم ثلاثا، و منها اللھم لك ركعت و بك امنت و بك اسلمت خشع لك سمعی و بصری و مخی و عظمی و عصبی، و من هیأت القومة ان یستوی قائما حتی یعود کل فقار مکانه، وان یرفع یدیه، ومن اذکارها سمع الله لمن حمده، ومنها اللھم ربنا لك الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیه، وجاءت زیادة ملأ السموات و ملأ الارض و ملأ ما شئت من شی بعد، وزاد فی روایة اهل الثناء والمجد احق ما قال العبد و کلنا لك عبد اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت و لا ینفع ذا الجد منك الجد، و منها اللھم طهرنی بالثلج والبرد والماء البارد، اللھم طهرنی من الذنوب والخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس، و اختلفت الاحادیث، ومذهب الصحابة والتابعین فی قنوت الصبح، وعندی ان القنوت وترکه سنتان، ومن ادعی ان القنوت الا عند حادثة عظیمة او کالمداومة علیه اخفاء اقبل الرکوع اخطأ لان الاحادیث شاهدة علی ان الدعاء علی رعل وذکوان کان اولا ثم ترك، وهذا وان لم

کے اس قول پر عمل پایا جاتا ہے" تو اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور اس سے بخشش طلب کر"

اور ان اذکار میں سے یہ ہے "سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح" اور یہ ہے "سبحان ربی العظیم" تین بار، اور یہ ہے اللھم لك رکعت و بك اسلمت و بك اسلمت خشع لك سمعی و بصری و مخی و عظمی و عصبی،

اور قومہ کی یہ صورت ہے کہ سیدھا کھڑا ہو جائے کہ ہر جوڑ اپنی جگہ پر آجائے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور قومہ کے اذکار یہ ہیں: سمع اللہ لمن حمدہ اور اللھم ربنا لك الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ،

اور ایک روایت میں اس کے ساتھ یہ بھی آیا ہے: ملأ السموات و ملأ الارض و ملأ ما شئت من شی بعد

اور ایک روایت میں یہ عبارت زائد ہے:

اھل الثناء والمجد احق ما قال العبد وکلنا لك عبد اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منك الجد، اور قومہ کے اذکار میں سے یہ بھی ہے:

اللھم طهرنی بالثلج والبرد والماء البارد، اللھم طهرنی من الذنوب والخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس،

صبح کی قنوت کے بارے میں احادیث اور صحابہ و تابعین کے اقوال مختلف ہیں، اور میرے نزدیک قنوت اور ترک قنوت دونوں سنت ہیں اور جو شخص ہمیشہ قنوت پڑھتا ہے اور کبھی قنوت نہیں پڑھتا یا قنوت کے چند کلمات رکوع سے پہلے آہستہ سے پڑھ لیا کرتا ہے ایسا کرنا میرے نزدیک [illegible] کیونکہ احادیث

یدل علی نسخ مطلق القنوت
لکنہا تؤمی الی ان القنوت لیس
سنۃ مستقرۃ، او نقول لیس
وظیفۃ راتبۃ، وھو قول الصحابی
ای بنی محدث یعنی المواظبۃ علیہ
وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
دخلف ؤہ اذ، نابہ امر دعاء للمسلمین
وعلی الکافرین بعد الرکوع
او قبلہ ولم یترکوہ بمعنی
عدم القول عند النائبۃ ومن
ھیات السجود، ن یضع رکبتیہ
قبل یدیہ ولا یبسط ذراعیہ
بسباط الکلب ویجافی بدنہ
حتی یبدو بیاض بطنیہ ویستقبل
باطراف اصابع رجلیہ القبلۃ
ومن اذکارہ سبحان ربی الاعلی
ثلاثا ومنہا سبحانک اللھم
ربنا وبحمدک اللھم اغفر لی،
ومنہا اللھم لک سجدت وبک
آمنت ولک اسلمت سجد وجہی
للذی خلقہ وصورہ وشق سمعہ
وبصرہ فتبارک اللہ احسن
الخالقین، ومنہا سبوح
قدوس رب الملائکۃ
والروح
اغفر لی
اخرہ

اس بات پر شاہد ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے
ابتداء رعل اور ذکوان پر بد دعا کی تھی اور پھر ترک کر دی
تھی اور اس سے اگرچہ قنوت کے بالکل منسوخ ہونے
پر دلالت نہیں ہوتی لیکن اس بات کی طرف اشارہ ضرور
ہوتا ہے کہ قنوت سنت مستقرہ نہیں ہے یا ہم کہتے ہیں
کہ قنوت ہمیشہ کرنے کی چیز نہیں ہے چنانچہ ایک صحابی
نے کہا تھا اے بیٹے یہ ایک نئی بات ہے یعنی ہمیشہ قنوت کرنا
اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء پر جب کوئی
حادثہ پیش آتا تھا تو رکوع کے بعد یا رکوع سے پہلے مسلمانوں
کے لئے دعا اور کفار پر بد دعا کرتے تھے اور اس کو کبھی ترک
نہیں کیا بایں معنی کہ حادثہ پیش آنے پر آپ اس کو عمل میں
نہ لائے ہوں،

اور سجدہ کرنے کی یہ صورت ہے کہ زمین پر ہاتھ رکھنے
سے پہلے اپنے دونوں گھٹنے رکھ لے اور کہنی کو اٹھا ئے ہوئے
زمین پر نہ پھیلے اور اپنے دونوں پاؤں کو بدن سے
جدا رکھے کہ اس کے بعض حصہ سفیدی نظر آسکے اور اپنے
دونوں پاؤں کی انگلیوں کی پوروں کو قبلہ کی طرف کو
رکھے، اور سجدہ کے اذکار میں سے یہ ہے، سبحان
ربی الاعلی تین بار، اور ان اذکار میں سے یہ ہے، سبحانک
اللھم ربنا وبحمدک اللھم اغفر لی، اور ان اذکار
میں سے یہ ہے، اللھم لک سجدت وبک آمنت
ولک اسلمت سجد وجہی للذی خلقہ وصورہ
وشق سمعہ وبصرہ فتبارک اللہ احسن
الخالقین،

اور ان اذکار میں سے یہ ہے، سبوح قدوس
ربنا ورب الملائکۃ والروح، اور ان اذکار
میں سے ہے، اغفر لی ذنبی کلہ دقہ
وجلہ واولہ واخرہ وعلانیتہ وسرہ،
اور ان اذکار میں سے یہ ہے، اللھم انی اعوذ بک

واعوذ بك منك لا احصي ثناءا
عليك انت كما اثنيت على نفسك
وانما قال صلى الله عليه وسلم
فاعني على نفسك بكثرة السجود
لان السجود غاية التعظيم وهو
معراج المؤمن ووقت خلوص
ملكيته من اثر البهيمية، و
من مكن من نفسه للغاشية
الالهية فقد اعان مفيض الخير
تواضع الله عليه وسلم امتي
يوم القيامة غر من السجود
محجلون من الوضوء ؛

اقول عالم المثال مبناه
على مناسبة الارواح بالاشباح
كما ظهر منع الصائمين عن
الاكل والجماع بالختم على افواه
والفروج، ومن هيئات ما بين
السجدتين ان يجلس على
رجله اليسرى، وينصب اليمنى و
يضع بطن حسنته على ركبته، و
من اذكاره اللهم اغفرلي وارحمني
واهدني وعافني وارزقني، ومن
هيئات القعدة ان يجلس على
رجله اليسرى وينصب اليمنى،
وروي في الاخبرة قدم رجله
اليسرى وينصب الاخرى وقعد
على مقعدته، وان يضع يديه
على ركبتيه، وورد بلفظ كفه
اليسرى على ركبته وان يعقد ثلاثا

من سخطك وبمعافاتك من عقوبتك واعوذ
بك منك لا احصي ثناءً عليك انت كما اثنيت
على نفسك ۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیعہ بن کعب کو جبکہ انہوں
نے جنت میں آپ کے ساتھ ہونے کی درخواست کی تھی جو یہ
فرمایا کہ کثرت سجود سے اپنے نفس پر تو میری مدد کر، تو یہ اس
لئے انہوں نے فرمایا تھا کہ سجدہ غایت درجہ کا تعظیمی فعل ہے پس
سجدہ مؤمن کی معراج ہے اور اس کی ملکیت کا بہیمیت کی
قید سے آزاد ہونے کا وقت ہے، اور جس نے اپنے اوپر
رحمت الٰہی کے نزول کو جگہ دی تو گویا اس نے مفیض الخیر یعنی
خدا وند کی اطاعت کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت
کے روز میری امت کی پیشانی سجدہ کی وجہ سے اور ان کے
دست و پا وضو کی وجہ سے روشن ہوں گے ۔

میں کہتا ہوں عالم مثال کا مبنی ایک مناسبت پر ہے
جو ارواح اجسام میں پائی جاتی ہے جس طرح عالم مثال
میں روزہ دار کو کھانا کھانے سے روکنا اور جماع سے
روکنا شرم گاہ پر مہر لگانے کی صورت میں ظاہر
ہوا اور دونوں سجدوں کے درمیان میں بیٹھنے کی صورت
یہ ہے کہ اپنے بائیں پاؤں پر بیٹھے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے
اور دونوں ہتھیلیاں اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھے، اور اس
کے اذکار میں سے یہ ہے: اللھم اغفرلی وارحمنی
واھدنی وعافنی وارزقنی ۔

اور قعدہ کرنے کی صورت یہ ہے کہ اپنے بائیں پاؤں
پر بیٹھے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے، اور قعدہ اخیرہ کے
اندر ایک روایت یہ بھی ہے کہ اپنے بائیں پاؤں کو باہر نکالے
اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے اور سرین پر بیٹھ جائے اور
دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں پر رکھ لے اور یہ بھی آیا ہے کہ
بائیں ہاتھ کو گھٹنے پر اور [illegible] کی شکل بنا کر شہادت
کی انگلی سے اشارہ کرے اور یہ بھی مروی ہے کہ [illegible]

ق خمسين و اشار بالسبابة. و
روى قبض ثنتين وحلق حلقة، و
السنة في رفع الاصبع الاشارة الى
التوحيد لانه ضد القول والفعل
ويصير المعنى متمثلا متصورا. و
من قال ان مذهب ابي حنيفة رحمة
الله ترك الاشارة بالسبحة فقد
اخطأ، ولا يحضره رواية ولا دراية
قاله ابن الهمام. فعلم لم يذكره
محمد رحمه الله في الاصل، وذكره
في الموطأ، ووجدت بعضهم لا يبين
بين قولنا ليست الاشارة سنة
ظاهر المذهب، وقولنا المذهب
انها ليست. ومفاسد الجهل والتعصب
اكثر من ان تحصى وجد في التشهد
صبعا اما بالتشهد ابن مسعود رضي
الله عنه. وقد ثبت ابن عباس
وعمر رضي الله عنهما والمعنى
القرآن كلها شان كان. واصح صيغ
الصلاة اللهم صل على محمد وعلى
ال محمد كما صليت على ابراهيم
وعلى ال ابراهيم انك حميد مجيد
اللهم بارك على محمد وعلى ال
محمد كما باركت على ابراهيم
وعلى ال ابراهيم انك حميد مجيد
و [illegible] واجه وان يبدأ
كما صليت على ال ابراهيم و بارك
على محمد وان واجه وان يبدأ كما
باركت على ال ابراهيم انك حميد

اس کے بائیں والی انگلی کو سمیٹ لے اور درمیان کی انگلی
اور انگوٹھے سے حلقہ بنالے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ
کرے اور شہادت کی انگلی اٹھانے میں راز یہ ہے کہ توحید
کی طرف اشارہ ہوتا کہ قول و عمل میں مطابقت ہو جائے
اور توحید کے معنی محسوس اور متشکل ہو جائیں اور جو
شخص یہ کہتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب انگشت
شہادت سے اشارہ نہ کرنا ہے تو وہ شخص خطا پر ہے اور
اس کی اس بات پر نہ نقل شاہد ہے اور نہ عقل، یہ قول ابن
ہمام کا ہے ہاں! امام محمد رحمہ اللہ نے اس کو اپنی کتاب
مبسوط میں ذکر نہیں کیا اور موطا میں اس کو ذکر کیا ہے
اور میں نے بعض ایسے لوگوں کو پایا ہے کہ جن کو ہمارے اس
قول میں کہ غایۃ مذہب میں اشارہ نہیں ہے، اور ہمارے
اس قول میں کہ ظاہر مذہب اشارہ نہ کرنا ہے، کچھ تمیز
نہیں ہے اور جہل و تعصب کی خرابیوں سے شمار میں نہیں
آسکتیں مختلف روایات [illegible] ان میں سے سب سے
زیادہ صحیح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا تشہد
اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حضرت عمر رضی اللہ
[illegible] اور قرآن کی تمام قراتوں کو شرح
میں [illegible] شامل اور کافی ہے

اور درود کے کلمات میں صحیح تر یہ ہے: اللھم صل
علی محمد وعلی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم
وعلی ال ابراھیم انک حمید مجید. اللھم
بارک علی محمد وعلی ال محمد کما بارکت
علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم انک حمید
مجید. اللھم صل علی محمد وازواجہ وذریتہ
کما صلیت علی ال ابراھیم وبارک
علی محمد وازواجہ وذریتہ کما بارکت
علی ال ابراھیم انک حمید مجید؛

اور تشہد کے بعد چند دعائیں مروی ہیں۔ [illegible]

مجید وقد ورد فی صیغ الدعاء فی التشهد اللهم انی اعوذ بك من عذاب جهنم واعوذ بك من عذاب القبر واعوذ بك من شر المسیح الدجال واعوذ بك من فتنة المحیا والممات وورد اللهم انی ظلمت نفسی ظلما كثیرا ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفر لی مغفرة من عندك وارحمنی انك انت الغفور الرحیم وورد اللهم اغفر لی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت وما انت اعلم به منی انت المقدم وانت المؤخر لا اله الا انت، ومن اذكار ما بعد الصلاة استغفر الله ثلاثا واللهم انت السلام ومنك السلام تباركت یا ذا الجلال والاكرام، لا اله الا الله وحده لا شریك له له الملك وله الحمد وهو علی كل شئ قدیر اللهم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منك الجد لا اله الا الله ولا نعبد الا ایاه ولہ النعمة ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا اله الا الله مخلصین لہ الدین ولو كره الكافرون، اللهم انی اعوذ بك من الجبن واعوذ بك من البخل واعوذ بك من ارذل العمر واعوذ بك من فتنة الدنیا وعذاب القبر وثلاث وثلاثون تسبیحة، وثلاث وثلاثون تحمیدة وارابع وثلاثون تكبیرة، وروی

اللهم انی اعوذ بك من عذاب جهنم واعوذ بك من عذاب القبر واعوذ بك من شر المسیح الدجال واعوذ بك من فتنة المحیا والممات،

اور یہ دعا بھی وارد ہے: اللهم انی ظلمت نفسی ظلما كثیرا ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفر لی مغفرة من عندك وارحمنی انك انت الغفور الرحیم

اور یہ بھی وارد ہے: اللهم اغفر لی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت وما انت اعلم به منی انت المقدم وانت المؤخر لا اله الا انت

اور نماز کے بعد کے اذکار یہ ہیں: استغفر اللہ تین بار، اور اللهم انت السلام ومنك السلام تباركت یا ذا الجلال والاكرام لا اله الا الله وحده لا شریك له له الملك وله الحمد وهو علی كل شئ قدیر اللهم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منك الجد لا اله الا الله ولا نعبد الا ایاه ولہ النعمة ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا اله الا الله مخلصین لہ الدین ولو كره الكافرون، اللهم انی اعوذ بك من الجبن واعوذ بك من البخل واعوذ بك من ارذل العمر واعوذ بك من فتنة الدنیا وعذاب القبر، پھر تینتیس ۳۳ بار سبحان اللہ اور تینتیس بار الحمد للہ اور چونتیس بار اللہ اکبر پڑھے، اور یہ بھی روایت ہے کہ ہر ایک کو تینتیس ۳۳ بار پڑھے اور اس کے بعد سو کے پورا کرنے کو لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الخ تک پڑھے اور ہر نماز کا پچیس ۲۵ پچیس ۲۵ بار پڑھنا بھی مروی ہے، تیسری وہ اور چوتھا لا الہ الا اللہ الخ تک، اور ایک روایت یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد دس بار سبحان اللہ اور دس بار الحمد للہ اور دس بار اللہ اکبر

من كل ثلاث وثلاثون وتمام المائة لا اله الا الله وحده لا شريك له الخ، وروى من كل خمس و عشرون، والرابع لا اله الا الله ... يروى يسبحون في دبر كل صلاة عشرا و يحمدون عشرا و يكبرون عشرا، وروى من كل ثلاثة، و الاول بمنزلة كلها بمنزلة احرى لتزال من تر منها شيئا فاتر بالثواب الموعود، والاولى ان يأتي بهذه الاذكار قبل الرواتب فانه جاء في بعض الاذكار ما يدل على ذلك فصا كقوله من قال قبل ان ينصرف ويثني رجليه من صلاة المغرب والصبح لا اله الا الله الخ، وكقول من كان اذا سلم من صلاته يقول بصوته الا عشر لا اله الا الله ... الخ. قال ابن عباس كنت اعرف انقضاء صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم بالتكبير، وفي بعضها ما يدل ظاهر كقوله بركل صلاة واما قول عائشة كان اذا سلم لم يقعد الا مقدار ما يقول اللهم انت السلام فيحتمل وجوها منها انه كان لا يقعد بهيئة الصلاة الا هذا القدر ولكنه كان يتيامن ويتيسر ويقبل على القوم بوجهه فيأتي بالاذكار مثلا يظن الظان ان الاذكار من الصلاة، ومنها انه

پڑھے، اور ہر ایک کا سو مرتبہ پڑھنا بھی مروی ہے۔ اور تمام دعاؤں کا حال تسبیح کی تسبیحات کا سا ہے ان میں سے جس کسی کو کوئی شخص پڑھے گا تو اب موعود پائے گا، اور اولی یہ ہے کہ ان اذکار کو نوافل سے قبل پڑھ لیا کرے کیونکہ بعض اذکار میں ایسی چیز آئی ہے جو ان کے قبل از نوافل پڑھنے پر دلالت کرتی ہے۔ جیسا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو کوئی نماز سے پھرنے سے پیشتر اور نماز مغرب و صبح کے بعد اپنے پاؤں موڑنے سے پہلے لا الہ الا اللہ الخ تک پڑھے اور جیسا کہ راوی نے بیان کیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب نماز سے سلام پھیرتے تھے تو بآواز بلند لا الہ الا اللہ الخ تک پڑھتے تھے حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز سے فارغ ہونا تکبیر سے معلوم کر لیتا تھا، اور بعض حدیثوں سے یہ بات بظاہر ثابت ہوتی ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا "ہر نماز کے بعد" اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمانا کہ جب حضرت نبی اللہ علیہ وسلم نماز سے سلام پھیرتے تھے تو اس قدر بیٹھتے تھے جس میں صرف اللھم انت السلام پڑھ لیں" کئی وجوہ کا احتمال رکھتا ہے:۔

ازانجملہ یہ ہے کہ نماز کی ہیئت پر صرف اسی قدر بیٹھتے تھے لیکن اس کے بعد دائیں یا بائیں طرف پھر جاتے تھے یا لوگوں کی طرف منہ کر لیتے تھے اور اذکار پڑھتے تھے تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ اذکار بھی نماز میں داخل ہیں، ازآں جملہ یہ ہے کہ آپ گاہے گاہے سوائے اذکار کلمات کے اور اذکار کو ترک کر دیتے تھے تاکہ لوگوں کو ان کا فرض نہ ہونا بتلا دیں، اور کان مقتضی اس فعل کا بہت سی بار پایا جانا ہے نہ کہ ایک یا دو بار، اور نہ ہی ہمیشہ کرنا اس کا مقتضی ہے

كان حيا بعد حين يترك الاذكار غير هذه الكلمات يعلمهم انها ليست فريضة، انما مقتضى كان وجود هذا الفعل كثير الامرة ولا مرتين ولا المواظبة، والاصل في الرواتب ان يأتي بها في بيته، والسر في ذلك كله ان يقع الفصل بين الفرض والنوافل بما ليس من جنسهما، و ان يكون فصلا معتدا به بدرك ببادي الرأي، وهو قول عمر رضي الله عنه لمن اراد ان يشفع بعد المكتوبة اجلس فانه لم يهلك هل الكتاب الا انه لم يكن بين صلاتهم فصل فقال لنبي صلى الله عليه وسلم اصاب الله بك يا ابن الخطاب، و قوله صلى الله عليه وآله وسلم اجعلوها في بيوتكم والله اعلم.

مَا لَا يَجُوزُ فِي الصَّلَاةِ وَ سُجُودُ السَّهْوِ وَالتِّلَاوَةِ

واعلم ان مبنى الصلاة على خشوع الاطراف وحضور القلب و كف اللسان الا عن ذكر الله وقراءة القرآن، فكل هيئة بائنة الخشوع و كل كلمة ليست بذكر الله فان ذلك ينافي الصلاة لانتم الصلاة الا بتركه والكف عنه لكن هذه الاشياء متفاوتة وما يخل نقصان يبطل الصلاة بالكلية

اور نوافل میں اصل یہ ہے کہ اپنے گھر میں ادا کیا کرے اور اس میں سارا راز یہ ہے کہ فرض اور نوافل میں کسی ایسی چیز سے جو ان دونوں کی جنس سے نہیں ہے فصل ہو جائے اور وہ فصل بھی قابل اعتبار ہو جو بظاہر معلوم ہو سکے،

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے جو فرض نماز کے بعد نفل ملا کر پڑھنا چاہتا تھا یہ فرمایا "بیٹھ جا کیونکہ اہل کتاب اسی وجہ سے ہلاک ہو گئے کہ ان کی نمازوں میں فصل نہیں تھا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن خطاب تجھ کو خدا تعالیٰ نے رائے صواب عطا کی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے" ان کو یعنی نوافل کو اپنے گھروں میں پڑھا کرو"

واللہ اعلم۔

انُ چیزوں کا بیانُ جو نماز میں ناجائز ہیں، اور سجدۂ سہو اور سجدۂ تلاوت کا بیان

واضح ہو کہ نماز کی بنیاد خشوع اعضاء، حضور قلب اور سوائے ذکر اللہ کے اور چیزوں سے زبان کے روکنے اور قرآن شریف کے پڑھنے پر ہے، پس جو ہیئت خشوع کے خلاف ہے اور جو کلمہ ذکر الٰہی کے قبیل سے نہیں ہے وہ نماز کے منافی ہے کہ بغیر اس کو ترک کئے اور بغیر اس سے باز رہے نماز پوری نہیں ہوتی لیکن یہ چیزیں متفاوت ہیں اور ہر نقصان نماز کو بالکل باطل نہیں کرتا

والتمييز بين ما يبطلها بالكلية وبين ما نقصها في الجملة تشريع موكول الى نص الشارع، وللفقهاء في ذلك كلام كثير، وتطبيق الاحاديث الصحيحة عليه عسير، واوفق المذاهب بالحديث في هذا الباب اوسعها ولا شك ان الفعل الكثير الذي يتبدل به المجلس، والقول الكثير الذي يستكثر جدا ناقص، فمن الثاني قوله صلى الله عليه وسلم ان هذه الصلاة لا يصلح فيها شيء من كلام الناس، انما هي التسبيح والتكبير وقراءة القرآن، وتعليله صلى الله عليه وسلم ترك رد السلام بقوله ان في الصلاة لشغلا، وقوله صلى الله عليه وسلم في الرجل يسوي التراب حيث يسجد ان كنت فاعلا فواحدة، ونهيه صلى الله عليه وسلم عن الخصر وهو وضع اليد على الخاصرة وقوله راحة اهل النار، انه هيئة اهل البلاء المتجبرين المدهوشين، وعن الالتفات فانه اختلاس يختلسه الشيطان من صلاة العبد يعني ينقص الصلاة وبنائي كمالها، وقوله صلى الله عليه وسلم اذا تثاءب احدكم في الصلاة فليكظم ما استطاع فان الشيطان يدخل في فيه،

اقول يريد ان التثاؤب حالة

بات کی تمیز کرنا کہ کون سی چیز نماز کو بالکل باطل کر دیتی ہے اور کون سی اس میں فی الجملہ نقصان پیدا کرتی ہے یہ ایک تشریع ہے جو نص شارع کی طرف موکول ہے اور فقہاء کے درمیان اس میں بہت کچھ بحث ہے، اور احادیث صحیحہ کی ان کے کلام پر تطبیق مشکل ہے اور اس باب میں حدیث کے ساتھ وہ مذہب زیادہ موافق ہے جس میں گنجائش زیادہ ہے،

اور اس میں شک نہیں کہ جس فعل کثیر سے مجلس بدل جائے اور قول کثیر جو بہت زیادہ ہو نماز میں نقصان پیدا کرتا ہے، قول کثیر کے متعلق یہ حدیث ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس نماز میں لوگوں کی بول چال میں سے کچھ درست نہیں ہے وہ تو صرف تسبیح و تکبیر اور قرأت قرآن ہے"

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب نہ دینے کی وجہ یہ بیان فرمائی "بلاشک نماز میں نمازی کے لئے ایک شغل ہے" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا تھا جو اپنے سجدہ کی جگہ سے مٹی کو صاف کرتا تھا کہ اگر تو کرتا ہے تو ایک دفعہ کر لے" اور آپ نے خصر سے منع فرمایا اور وہ پہلو پر ہاتھ رکھنا ہے کیونکہ وہ دوزخیوں کی راحت ہے، یعنی یہ ان لوگوں کی ہیئت ہے جو مصیبت میں مبتلا متحیر و مدہوش ہوتے ہیں،

اور آپ نے ادھر اُدھر دیکھنے سے منع فرمایا کیونکہ وہ اچکنا ہے کہ بندہ کی نماز میں سے شیطان اچک لیتا ہے یعنی یہ فعل نماز کو ناقص کرتا ہے اور نماز کے کمال کے منافی ہے، اور آپ نے فرمایا "جب تم میں سے کسی کو نماز میں جمائی آئے تو جہاں تک ہو سکے اس کو روکے اس لئے کہ شیطان اس کے منہ میں داخل ہو جاتا ہے"

میں کہتا ہوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ جمائی لینے میں اس بات کا احتمال ہے کہ مکھی وغیرہ اس کے منہ میں چلی جائے جس سے اس کا دل پریشان ہو جائے اور اصل مقصد یہ ہے

لن خول ذباب ونحوه مما يشوش خاطره ويصده عما هو بسبيله وقوله صلے الله عليه وسلم اذا قام احدكم الى الصلاة فلا يمسح الحصى فان الرحمة تواجهه، وقوله صلے الله عليه وسلم لا يزال الله تعالىٰ مقبلا على العبد وهو فى صلاته مالم يلتفت فاذا التفت اعرض عنه، وكذا ما ورد من اجابة الله للعبد فى الصلاة ؛

اقول هذا اشارة الى ان جود الحق عام فائض وانه انما تتفاوت النفوس فيما بينها باستعداداتها الجبلى اوالكسبى، فاذا توجه الى الله فتح له باب من جوده واذا اعرض حرمه بل استحق العقوبة باعراضه، قوله صلى الله عليه وسلم العطاس والنعاس والتثاؤب فى الصلاة والحيض والقئ والرعاف من الشيطان ؛

اقول يريد انها منافية لمعنى الصلاة ومبناها، واما الاول فان النبى صلے الله عليه وسلم قد فعل اشياء فى الصلاة بيانا للشرع، وقوله على اشياء فذلك وما دونه لا يبطل الصلاة ؛ الحاصل من لا ستقراء ان القول اليسير مثل العنك بلعنة الله ثلاثا، ويرحمك الله، وياكل اصلا، وماشاكلكم تنظرون الى، والبطش

اس کو روکدے، اور آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز کے لئے کھڑا ہو تو ٹھیکریوں کو صاف نہ کرے کیونکہ رحمت اس کے سامنے ہوتی ہے" اور آپ نے فرمایا جبتک بندہ نماز میں کسی اور طرف التفات نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ رہتا ہے پس جب وہ کسی اور طرف التفات کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ نہیں رہتا" اور اسی طرح وہ حدیث ہے جو نماز میں بندہ کو خدا تعالیٰ کے جواب دینے کے بارے میں وارد ہے

میں کہتا ہوں یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بخشش تمام بندوں پر عام وفائض ہے اور اس کا بندوں میں متفاوت ہونا ان کی استعداد جبلی یا کسبی کے اعتبار سے ہے پس جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس کے لئے اس کی بخشش کا دروازہ کھل جاتا ہے اور جب بندہ اس سے اعراض کرتا ہے تو اس سے محروم رہ جاتا ہے بلکہ اعراض کی وجہ سے عذاب الٰہی کا مستحق ہوتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" نماز کے اندر چھینک، اونگھ اور جمائی لینا اور حیض قے اور نکسیر شیطان کی طرف سے ہے ؛

میں کہتا ہوں اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ یہ چیزیں نماز کے معنی اور اس کے مبنی کے منافی ہیں لیکن فعل کثیر، سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے اندر بہت سی چیزیں ان کی مشروعیت بیان کرنے کے واسطے کی ہیں اور بہت سی چیزوں کو جو لوگوں نے نماز کے اندر کی ہیں ثابت رکھا اور منع نہیں کیا پس ان سب افعال سے اور ان سے کم سے نماز باطل نہیں ہوتی، اور تلاش سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑا سا کلام جیسے میں تجھ پر خدا کی لعنت کرتا ہوں، تجھ پر خدا رحم کرے، اور تجھ کو تیری ماں روئے اور تمہارا کیا حال ہے جو تم میری طرف دیکھتے ہو، اور تھوڑا سا گرفت کرنا جیسے اپنے بچے کو کندھے سے اتار دینا یا اس پر تھپ لینا اور پاؤں کا دبانا اور جیسے دروازہ کا کھولنا اور تھوڑا چلنا جیسے منبر کی سیڑھیوں سے اتر کر اس کے نیچے سجدہ کے لئے آنا اور عام کا بگڑنے

الیسیر مثل وضع صبیته من العاتق و رفعها وغمز الرجل، و مثل فتح الباب، والمشی الیسیر کالنزول من درج المنبر الی مکان لیتأتی صلة السجود فی اصل المنبر والتأخر من موضع الامام الی الصف، والتقدم الی الباب المقابل لیفتح، والبکاء خوفا من اللہ، والاشارة المفهمة وقتل الحیة والعقرب، و اللحظ یمینا و شمالا من غیر لی العنق لا یفسد، وان تعلق القذی بجسده وثوبه اذا لم یکن بفعله، وکان لا یعلمه لا یفسد هذا واللہ اعلم بحقیقة الحال ؛

وسن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فیما اذا قصر الانسان فی صلاته ان یسجد سجدتین تدارکا لما فرط ففیه شبه لقضاء وشبه لکفارة، و لمواضع التی ظهر فیها لنص اربعة، الاول قوله صلی اللہ علیه وسلم اذا شك احدکم فی صلاته ولم یدر کم صلی ثلاثا او اربعا فلیطرح الشك ولیبن علی ما استیقن، ثم یسجد سجدتین قبل ان یسلم فان کان صلی خمسا شفعهما تین السجدتین وان کان صلی تماما لاربعة کانتا ترغیما للشیطان، ای زیادة فی الخیر، وفی معناه الشك فی الرکوع والسجود، الثانی

بہتر کر صف میں آنا اور سامنے کے دروازہ کی طرف جا کر اس کو کھولدینا اور خدا کے خوف سے رونا اور اشارہ کرنا جس سے کچھ سمجھا جائے اور سانپ بچھو کا مار ڈالنا اور بغیر گردن موڑنے کے دائیں بائیں دیکھنا، ان میں سے کوئی چیز نماز کو باطل نہیں کرتی اور اسی طرح اس کے بدن یا کپڑے کو ناپاکی لگ جانا جبکہ وہ اس کے فعل سے نہ لگی ہو اس کو ناپاکی کا علم نہ ہو نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس صورت میں جب کہ انسان اپنی نماز میں کوئی قصور کرے دو سجدے کرنے کا حکم دیا تاکہ اس کی کوتاہی کی تلافی ہو جائے پس اس کو قضاء کے ساتھ بھی مناسبت ہے اور کفارہ کے ساتھ بھی مناسبت ہے۔

اور وہ مواضع جن میں نص حدیث سے سجدہ کرنا ثابت ہے چار ہیں، اول یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک ہوا اور اس کو معلوم نہ ہو کہ کتنی رکعت پڑھی ہیں تین یا چار تو وہ شک کی بات کو دور کرے اور جس مقدار پر یقین ہے اس پر بنا رکھے پھر سلام پھیرنے سے پیشتر دو سجدے کرے پس اگر اس نے پانچ پڑھی ہیں تو وہ ان دونوں سجدوں ان کو شفع کرے گا۔ و اگر اس نے پڑھ کر چار کو پورا کیا ہے تو یہ دونوں سجدے شیطان کے لئے سزا ہیں" یعنے نیکی میں زیادتی ہے، اور رکوع اور سجود میں شک کرنا بھی اسی حکم میں ہے،

دوم یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ظہر پانچ رکعت پڑھی پس آپ نے سلام کے بعد دو سجدے کئے، نماز کے اندر کسی رکن کا بڑھ جانا اسی ہے جیسے رکعت کا زیادہ ہو جانا۔

انه صلے الله علیه وسلم صلی الظهر خمسا فسجد سجد تین بعد ما سلم، وفی معنی زیادة الرکعة زیادة الرکن، الثالث انه صلی الله علیه وسلم فی رکعتین فقیل له فی ذلك فصلی ما ترک ثم سجد سجد تین، وایضا روی انه سلم وقد بقی علیه رکعة بمثله، وفی معناه ان یفعل سهوا ما یبطل عمده، الرابع انه صلے الله علیه وسلم قام فی الرکعتین لم یجلس حتی اذا قضی الصلاة سجد سجد تین قبل ان یسلم، وفی معناه ترک التشهد فی القعود، قوله صلے الله علیه وسلم اذا قام الامام فی الرکعتین فان ذکر قبل ان یستوی قائما فلیجلس وان استوی قائما فلا یجلس ویسجد سجد السهو؛

اقول وذلك انه اذا قام فات موضعه فان رجع لا احکم ببطلان صلاته، وفی الحدیث دلیل علی ان من کان قریب من الاستواء ولما یستو قائما یجلس خلافا لما علیه العامة؛

وسن رسول الله صلی الله علیه وسلم بمن قرأ آیة فیها امر بالسجود وبیان ثواب من سجد وعقاب من ابی عنه ان یسجد تعظیما لکلام ربه ومسارعة الی الخیر، ولیس منه

سوم یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا پس کسی صحابی نے اس کے بارے میں آپ سے عرض کیا تو جو رکعات رہ گئی تھیں وہ آپ نے پڑھ لیں پھر دو سجدے کر لئے، اور یہ بھی مروی ہے کہ آں حضرتؐ نے سلام پھیر دیا اور آپ کی ایک رکعت باقی تھی پھر اس کی بابت کسی نے عرض کیا تو آپ نے ایسا ہی کیا، اور جس فعل کا عمداً کرنا نماز کو باطل کر دیتا ہے اس کا سہواً کرنا اس حکم میں ہے

چہارم یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم دو رکعت کے بعد بجائے بیٹھنے کے کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ جب آپ نماز پوری کر چکے تو سلام پھیرنے سے پہلے آپ نے دو سجدے کر لئے، قعدہ کے اندر تشہد کا نہ پڑھنا بھی اسی حکم میں ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام دو رکعت میں کھڑا ہو جائے پس اگر سیدھا کھڑے ہونے سے پیشتر اسکو یاد آ جائے تو بیٹھ جائے اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو نہ بیٹھے اور سہو کے دو سجدے کرے،

میں کہتا ہوں اس کا سبب یہ ہے کہ جب وہ کھڑا ہو گیا تو قعدہ فوت ہو گیا پس اگر وہ لوٹ آئے تو میں اس کے بطلان نماز کا حکم نہیں دیتا اور حدیث میں اس امر پر دلیل ہے کہ جو سیدھا ہونے کے قریب ہو اور ہنوز سیدھا کھڑا نہ ہوا ہو تو وہ بیٹھ جائے اور یہ عام فقہاء کے خلاف ہے،

اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے لئے جو ایسی آیت پڑھے جس میں سجدہ کا حکم ہے یا سجدہ کرنیوالے کے ثواب اور اس کے منکر کے عذاب کا بیان ہے یہ حکم فرمایا کہ اپنے رب کے کلام کی تعظیم کے اور خیر کی طرف سرعت کرنے کے لئے سجدہ کرے، اور جن مواضع میں ملائکہ کو حضرت آدم علیہ السلام کے لئے سجدہ کرنے کا حکم ہے وہ ان میں سے نہیں ہے کیونکہ کلام اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کرنے میں ہے، اور جن آیات میں نفس سے سجدہ

مواضع سجود الملائکۃ لآدم علیہ السلام لان الکلام فی السجود للہ تعالیٰ، والآیات التی ظہر فیہا النص اربع عشرۃ آیۃ وخمس عشرۃ، وبین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہا مستحبۃ ولیست بواجبۃ علی رأس المنبر، فلم ینکر السامعون وسلموا لہ، وتأویل حدیث سجد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالنجم وسجد معہ المسلمون والمشرکون والجن والانس، عندی ان فی ذلک الوقت ظہر الحق ظہورا بینا فلم یکن لاحد الا الخضوع والاستسلام، فلما رجعوا الی طبیعتہم کفر من کفر واسلم من اسلم، ولم یقبل شیخ من قریش تلک الحاشیۃ الالہیۃ لقوۃ الختم علی قلبہ الا بان رفع التراب الی الجبہۃ فعجل تعذیبہ بان قتل ببدر، ومن اذکار سجدۃ التلاوۃ سجد وجہی للذی خلقہ وشق سمعہ وبصرہ بحولہ وقوتہ، ومنہا اللہم اکتب لی بہا عندک اجرا وضع بہا عنی وزرا واجعلہا لی عندک ذخرا وتقبلہا منی کما تقبلتہا من عبدک داؤد۔

کرنا ثابت ہے وہ چودہ یا پندرہ آیات ہیں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر چڑھ کر یہ بیان کیا کہ یہ سجدہ مستحب ہیں اور واجب نہیں ہیں پس سامعین میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا بلکہ سب نے ان کا قول تسلیم کر لیا،

اور اس حدیث کی تاویل کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سورۂ نجم میں سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ تمام مسلمان اور مشرکین اور جن اور انس نے سجدہ کیا، میرے نزدیک یہ ہے کہ اس وقت میں حق خوب ظاہر اور روشن ہو گیا تھا پس کسی کو سوائے نیاز مندی اور تابعداری کے کچھ چارہ نہ تھا پس جب وہ اپنی اپنی طبیعت کی طرف آئے تو جو کافر تھا وہ کافر ہو گیا اور جو مسلمان تھا وہ مسلمان رہا۔

اور ایک بوڑھے قریشی نے اس رحمت عامہ کو اس وجہ سے قبول نہیں کیا کہ اس کے دل پر مضبوط مہر لگی ہوئی تھی اور بجائے سجدہ کرنے کے مٹی اٹھا کر پیشانی تک لے گیا پس اس کو جلدی یہ سزا ملی کہ جنگِ بدر میں مارا گیا اور سجدۂ تلاوت کے اذکار میں سے یہ ہے:

سجد وجہی للذی خلقہ وشق سمعہ وبصرہ بحولہ وقوتہ،

اور ازاں جملہ یہ ہے:۔ اللہم اکتب لی بہا عندک اجراً وضع بہا عنی وزراً واجعلہا لی عندک ذخراً وتقبلہا منی کما تقبلتہا من عبدک داؤد۔

النوافل

لما کان من الرحمۃ المرعیۃ فی الشرائع ان یبین لہم ما لابد منہ وما یحصل بہ فائدۃ الطاعۃ

نوافل کا بیان

جبکہ اس رحمت کا جس کا شرائع کے اندر لحاظ رکھا گیا ہے مقتضی یہ ہے کہ لوگوں کے لئے ضروری چیزیں بیان کر دی جائیں اور وہ چیزیں بھی بتلا دی جائیں جن سے

كاملة ليأخذ كل انسان حظه ويتمسك
المشغول والمقبل على الاسى تفاقات بما
لا بد منه ويؤدى الفارغ المقبل على
تهذيب نفسه واصلاح اخرته لكامل
توجهت العناية التشريعية الى
بيان صلوات يتنفلون بها وتوقيتها
باسباب واوقات تليق
بها وان يحث عليها ويرغب فيها
ويفصح عن فوائدها والى ترغيبهم
فى الصلاة النافلة غير الموقتة اجمالا
الا عند مانع كالاوقات المنهية
فمنها ما هى راتب الفرائض والاصل
فيها ان الاشغال الدنيوية لما كانت
مفسية ذكر الله صادة عن تدبر
الاذكار وتحصيل ثمرة الطاعات
فانها تورث اخلادا الى الرهيئة البهيمية
وقسوة وهشا للملكية، وجب ان
يشرع لهم مصقلة يستعملونها قبل
الفرائض ليكون الدخول فيها على حين
صفاء القلب وجمع لهمة. وكثيرا
ما لا يصلى الانسان بحيث يستوفى
فائدة الصلاة، وهو المشار اليه
فى قوله صلى الله عليه وسلم كم من
مصل ليس له من صلاته الا
نصفها او ثلثها او ربعها، فوجب ان
يسن بعدها صلاة تكملة للمقصود
واكدها عشر ركعات او اثنتا
عشرة ركعة متنوعة على الاوقات
وذلك انه اراد ان يزيد بعد الركعات

طاعت کا پورا پورا فائدہ ان کو حاصل ہو سکے تاکہ ہر شخص
اپنا حصہ حاصل کر سکے اور جو شخص دنیوی کاروبار میں
مصروف رہتا ہے وہ ضروری باتوں کو اپنے ذمہ لازم
کرلے۔ اور جو شخص دنیوی کاروبار سے فارغ ہے اور اپنے نفس
کی اصلاح اور آخرت کی اصلاح چاہتا ہے وہ کامل طور سے
ان عبادات کو ادا کرے اسواسطے عنایت تشریعیہ اس
طرف متوجہ ہوئی کہ ان کے لئے نفل نمازیں اور ان کے اوقات
کی پابندی ان اسباب اور اوقات کے ساتھ بیان
کرا دیجائے جو ان نمازوں کے مناسب ہے اور لوگوں کو
ان پر ابھارا جائے اور ان کی ترغیب دیجائے اور ان
کے فوائد بیان کئے جائیں اور اس نفل نماز کی بھی اجمالاً
ترغیب دی جائے جس کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں، مگر
جب کہ کوئی مانع موجود ہو جیسے وہ اوقات جن میں نماز
کا پڑھنا منع ہے، پس منجملہ ان نوافل کے وہ نوافل ہیں
جو فرائض کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں، اور ان میں اصل
یہ ہے کہ اشغال دنیویہ چونکہ ذکر الٰہی کو بھلاتے ہیں اور
اذکار کے اندر تدبر کرنے سے اور عبادات کا ثمرہ
حاصل کرنے سے روکتے ہیں کیونکہ ان اشغال سے
ہیئت بہیمیہ کا جماؤ سخت دلی اور ملکیت کے لئے دباؤ
پیدا ہوتا ہے لہذا ضروری ہوا کہ اس کے لئے کدورت
صاف کرنے والی شئی مشروع ہو جس کو فرائض سے پہلے
عمل میں لائیں تاکہ فرائض کے اندر ایسے وقت میں شروع
پایا جائے جبکہ قلب اشغال سے خالی ہو اور جمع خاطر ہو
اور بسا اوقات انسان نماز پڑھتا ہے اور اس کو پورا
فائدہ حاصل نہیں ہوتا چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے
اس قول میں اسی طرف اشارہ ہے "بہت سے نمازیوں
کو ان کی نماز سے عوض نصف۔ تہائی، چوتھائی ثواب ملتا
ہے" پس ضروری ہوا کہ فرائض کے بعد مقصود کی تکمیل
کے لئے اور نماز مقرر کی جائے، اور ان سب سنن میں

الاصلية، وهي احدى عشرة لكنها شفاع. فاختار حد العددين.

قوله صلى الله عليه وسلم بني له بيت في الجنة:

اقول هذا اشارة الى انه مكن من نفسه لحظ عظيم من الرحمة

قوله صلى الله عليه وسلم ركعتا الفجر خير من الدنيا وما فيها:

اقول انما كانتا خيرا منها لان الدنيا فانية ونعيمها لا يخلو عن كدر النصب والتعب وثوابهما باق غير كدر

قوله صلى الله عليه وسلم من صلى الفجر في جماعة ثم قعد يذكر الله حتى تطلع الشمس ثم صلى ركعتين كانت له كاجر حجة وعمرة:

اقول هذا هو الاعتكاف الذي سنه رسول الله صلى الله عليه وسلم كل يوم. وقد مر فوائد الاعتكاف

قوله صلى الله عليه وسلم في اثر قبل الظهر تفتح لهن ابواب السماء

وقوله صلى الله عليه وسلم انها ساعة تفتح فيها بواب السماء فاحب ان يصعد لي فيها شيء صالح

وقوله صلى الله عليه وسلم ما من شيء الا يسبح في تلك الساعة:

اقول قد ذكرنا من قبل ان المتعالي عن الوقت له تجليات في الاوقات، وان الروحانية تنتشر

مؤکدہ ہیں، یا بارہ رکعات ہیں جو اوقات پنجگانہ پر منقسم ہیں اور یہ اس لئے کہ جس نے اصل رکعات میں اسی عدد کا اختیار کرنا مقصود ہوا اور وہ کبھی بارہ رکعات ہیں کبھی زیادہ کرنا مقصود ہوا اور وہ کبھی بارہ رکعات ہیں کبھی زیادہ ہیں، پس دونوں میں سے ایک عدد اختیار کر لیا

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے بارہ رکعت رات دن میں پڑھیں اس کے لئے جنت میں گھر بنایا گیا"

میں کہتا ہوں اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس نے اپنے لئے رحمت کا ایک بہت بڑا حصہ حاصل کر لیا۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "صبح کی دو رکعتیں دنیا وما فیہا سے بہتر ہیں"

میں کہتا ہوں دو رکعتوں کے بہتر ہونے کا سبب یہ ہے کہ دنیا فانی ہے اور اس کی نعمتیں رنج و مصیبت کی کدورتوں سے خالی نہیں ہیں اور ان دو رکعتوں کا ثواب ایسا باقی ہے جو مکدر نہیں ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے جماعت سے صبح کی نماز پڑھی پھر طلوع آفتاب تک بیٹھا ذکر الٰہی کرتا رہا پھر دو رکعت پڑھی تو اس کو حج اور عمرہ کے برابر ثواب ملے گا"

میں کہتا ہوں یہ وہ اعتکاف ہے جو ہر دن کے لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مسنون فرمایا ہے اور اعتکاف کے فوائد پہلے بیان ہو چکے ہیں، ظہر سے پہلے چار رکعت کے بارے میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ان کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں" اور آپ نے فرمایا "وہ ایسی ساعت ہے جس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں پس میں چاہتا ہوں میرے نیک عمل آسمانوں میں چڑھیں" اور آپ نے فرمایا "ہر چیز اس وقت تسبیح کرتی ہے"

في بعض الاوقات فراجع هذا الفصل، و انما سن اربع بعد الجمعة لمن صلاها في المسجد وركعتان بعدها لمن صلاها في بيته لئلا يحصل مثل تلك الصلاة في وقتها ومكانها في اجتماع عظيم من الناس، فان ذلك يفتح على العوام ظن الاعراض عن الجماعة ونحو ذلك من الاوهام، وهو امره صلى الله عليه وآله وسلم ان لا يوصل صلاة بصلاة حتى يتكلم او يخرج، وروي اي بعد قبل العصر وست بعد المغرب وعشرين بعد الفجر لان سنة نية الجلوس في موضع الصلاة لصلاة الاشراق تحصل المقصود، ولان الصلاة بعد الجمعة لمشابهة الجلوس ولا بعد الجمعة لمشابهة الصلاة كورة، وهي صلاة الليل،

اعلم انه لما كان اخر الليل وقت صفاء الخاطر عن الاشغال المشوشة وجمع القلب وهدوء الصوت وقوم لباس وابعد من الرياء والسمعة وافضل اوقات الطاعة ما كان فيه فراغ واقبال الخاطر، وهو قوله صلى الله عليه وسلم وصلوا بالليل والناس نيام، وقوله تعالى ان ناشئة الليل هي اشد وطئا واقوم قيلا ان لك في النهار سبحا طويلا، وبهذا فضلت الوقت وقت نزول رحمة الالهية وتجلي

میں کہتا ہوں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس ذات کی جو وقت کی قید سے پاک ہے خاص خاص اوقات میں تجلیات ہوتی ہیں اور بعض اوقات میں تمام عالم میں روحانیت پھیلتی ہے پس اس فصل کی طرف رجوع کیجئے،

اور جمعہ کے بعد اس شخص کے لئے جو مسجد میں پڑھے چار رکعتیں اور اس شخص کے لئے جو گھر میں پڑھے دو رکعتیں اس لئے مسنون ہیں کہ مجمع عام میں جمعہ کی نماز کے ہی وقت میں اور اس کی جگہ میں جمعہ کی نماز کے مثل کوئی اور نماز نہ پائی جائے کیونکہ اس سے عوام کو جماعت سے اعراض کا گمان اور اسی طرح کے اوہام پیدا ہوتے ہیں اسی لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ کوئی نماز دوسری نماز کے ساتھ نہ ملائی جائے جب تک کہ کلام نہ کر لے یا باہر نہ آجائے، اور عصر سے پہلے چار رکعتیں اور مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھی ہیں، اور فجر کے بعد کوئی سنت نہیں ہے کیونکہ اس وقت نماز اشراق کی نماز تک [illegible] ہے پس اس سے مقصود حاصل ہو گیا، اور یہ بات بھی ہے کہ اس کے بعد نماز پڑھنے سے جو سس کے ساتھ مشابہت کا دکھاوا کہلاتا ہے اور اسی مشابہت کی وجہ سے عصر کے بعد بھی کوئی نماز مسنون نہ ہوئی اور راتوں کی نماز رات کے نوافل ہیں

واضح ہو کہ رات کا اخیر وقت ایسا وقت ہے [illegible] خاموشی سے تلاوت کو [illegible] ہوتی ہے اور شور وغل سے خاموشی ہوتی ہے لوگ سوتے ہوتے ہیں اور اس وقت میں [illegible] سمعہ نہیں ہوتا اور نماز کے لئے [illegible] میں قلب کو فراغت ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ [illegible] متوجہ ہوتا ہے چنانچہ نبی صلے اللہ [illegible]

الرب الى العبد فيه، وقد ذكرنا من قبل، وايضا للسهر خاصية عجيبة فى امناف البهيمية وهو بمنزلة الترياق ولذلك جرت عادة طوائف الناس انهماك الاوراد وتسخير السباع وتعليمها الصيد لم يستطيعوه الا من قبل السهر، والجرح. وهو قوله صلى الله عليه وسلم ان هذا السهر جهد وثقل الحديث كانت العناية بصلاة التهجد اكثر فبين النبى صلى الله عليه وسلم فضائلها وضبط اوابدها واذكارها قوله صلى الله عليه وسلم يعقد الشيطان على قافية راس احدكم اذا هو نام ثلاث عقد الحديث اقول الشيطان يلذ ذالية الغرم ويوسوس اليه ان الليل طويل وسوسته تلك اكيدة شديدة لاتنقشع لابتدبير بالغ يندفع به النوم وينفتح به باب من التوجه الى الله، فلذلك سن ان يذكر الله اذا هب وهو يمسح النوم عن وجهه، ثم يتوضأ ويتسوك، ثم يصلى ركعتين خفيفتين ثم يطول بالآداب والاذكار ما شاء والى جربت تلك العقد الثلاث وشاهدت ضربها وتاثيرها مع علمى حينئذ بانه من الشيطان وذكرنى هذا الحديث. قوله صلى الله عليه وسلم رب كاسية فى الدنيا اى باصناف اللباس

لوگ سوتے ہوں: اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "بے شک رات کا اٹھنا نفس پر بھی کو سخت پامال کرتا ہے اور اس وقت ذکر بھی خوب درست ہوتا ہے بے شک دن کے وقت تمہیں اور بہت سے شغل ہوتے ہیں:

اور یہ بھی ہے کہ وہ وقت نزول رحمت کا وقت ہوتا ہے اور اس وقت میں رب کو بندے سے نہایت قرب ہوتا ہے جیسا کہ ہم اس کو پہلے بیان کر چکے ہیں،

اور یہ بھی ہے کہ اس وقت نیند بیداری میں قوت بہیمیہ کے ضعیف کرنے کے لئے ایک عجیب خاصیت ہے اور وہ بمنزلہ تریاق کے ہے اور اسی لئے تمام لوگوں کا دستور ہے کہ جب وہ درندوں کو تابع کرنا چاہتے ہیں اور ان کو شکار کی تعلیم دینا چاہتے ہیں تو وہ بغیر نیند سے باز رکھے اور بغیر بھوکا رکھے نہیں کر سکتے چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بے شک اس جاگنے میں مشقت اور گرانی ہے" الحدیث، اس واسطے تہجد کی نماز کی طرف شارع کو بہت اہتمام ہوا، پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے فضائل بیان فرمائے۔ اور اس کے آداب واذکار منضبط کر دیئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے جب کوئی شخص سوتا ہے تو شیطان اس کی گردن پر تین گرہیں لگا دیتا ہے" الحدیث،

میں کہتا ہوں شیطان اس کے دل میں نیند کی لذت ڈالتا ہے اور اس کے دل میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ ابھی رات بڑی ہے اور اس کا یہ وسوسہ بہت مضبوط ہوتا ہے اور بغیر ایسی تدبیر بلیغ کے جس سے نیند دفع ہو اور جس سے خدا کی طرف توجہ کا دروازہ کھلے وہ وسوسہ دور نہیں ہوتا اسی واسطے یہ بات مسنون کی گئی کہ جب خواب سے بیدا

عاریۃ فی الاخرۃ، ای جزاء اوفاقا لخلو نفسها عن الفضائل النفسانیۃ، قول صلے اللہ علیہ وسلم ماذا انزل الحدیث ؛

اقول هذا الحدیث واضح علی تمثل المعانی ونزولها الی الارض قبل وجود المحسوس، قولہ صلے اللہ علیہ وسلم ینزل ربنا تبارک وتعالی الی السماء الدنیا الحدیث، قالوا هذا کنایۃ عن تمیؤ النفوس لاستنزال رحمۃ اللہ من جملۃ هذه الاصوات الشاغلۃ عن الحضور وصفاء القلب عن الاشغال المشوشۃ والبعد من الریاء، وعندی انہ مع ذلک کنایۃ عن شئ متجدد یستحق ان یعبر عنہ بالنزول، وقد اشرنا الی شئ من هذا، ولهذین السرین قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقرب ما یکون الرب من العبد فی جوف اللیل الآخر، وقال ان فی اللیل لساعۃ لا یوافقها عبد مسلم یسأل اللہ فیها خیرا الا اعطاہ، وقال علیکم بقیام اللیل فانہ داب الصالحین قبلکم وهو قربۃ لکم الی ربکم مکفرۃ للسیئات منهاۃ عن الاثم +

قد ذکرنا اسرار التکفیر والنهی عن الاثم وغیرهما فراجع قولہ صلے اللہ علیہ وسلم من اوی الی فراشہ طاهرا ینذکر اللہ حتی یدرکہ

ہو اور آنکھیں ملے تو ذکر الٰہی کرے اور اس کے بعد وضو کرے اور مسواک کرے پھر ہلکی سی دو رکعت پڑھے بعد ازاں آداب و اذکار سے جس قدر چاہے پڑھتا رہے، اور میں نے ان تین گرہوں کا تجربہ کیا ہے اور ان گرہوں کے کھلنے کو اور ان کی تاثیر کو دیکھا ہے اس کے ساتھ ساتھ میں اس وقت یہ جانتا تھا کہ وہ شیطان کی طرف سے ہے اور اس وقت مجھ کو یہ حدیث بھی یاد تھی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دنیا میں بہت سی پہننے والیاں یعنی طرح طرح کے لباس پہننے والیاں ننگی ہوں گی" یعنی فضائل نفسانیہ کے خالی ہونے کے سبب سے ان کو پوری جزا ملے گی۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبکہ آپ رات کو تہجد کے لئے بیدار ہوئے "دیکھو آج کی رات آسمان سے کیسے کیسے خزانے اتارے گئے"

الحدیث،

میں کہتا ہوں یہ اس بات پر صریح دلیل ہے کہ معانی متشکل ہوتے ہیں اور اپنے وجود حسی سے پیشتر زمین کی طرف نازل ہوتے ہیں،

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تبارک وتعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے" الحدیث،

علماء کہتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ مراد ہے کہ آوازوں کے سکون کی وجہ سے جو حضور قلب میں خلل انداز ہوتی ہیں اور مشاغل مشوشہ سے دل کے صاف ہونے اور ریاء کا احتمال نہ ہونے کے سبب سے اس وقت نفوس طلب نزول رحمت کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں، اور میرے نزدیک اس کے ساتھ ایک اور چیز کی طرف بھی اشارہ ہے جو قلب کے اندر پیدا ہوتی ہے جس کو نزول کے ساتھ تعبیر کیا جا سکتا ہے اور اس کی طرف کسی قدر ہم نے اشارہ بھی کر دیا ہے انہیں دو اسرار کی وجہ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اخیر شب میں اللہ تعالیٰ بندہ سے نہایت ہی قریب ہوتا ہے" اور آپ نے فرمایا "بے شک رات میں

الناس لم ينقلب ساعة من الليل يسأل الله شيئا من الدنيا والآخرة الا اعطاه ؛

اقول معناه من دام على حالة الاحسان الجامع بين التشبه بالملكوت والتطلع الى الجبروت لم يزل طول ليلته على تلك الحالة وكانت تفسيره راجعة الى الله في عبادة المقربين ومن سنن النهجد ان يذكر الله اذا قام من النوم قبل ان يتوضأ، وقد ذكر فيه صيغ، منها اللهم لك الحمد انت قيم السموات والارض ومن فيهن، ولك الحمد انت نور السموات والارض ومن فيهن، ولك الحمد انت ملك السموات والارض ومن فيهن، ولك الحمد انت الحق ووعدك الحق ولقاؤك حق وقولك حق والجنة حق والنار حق والنبيون حق ومحمد حق والساعة حق، اللهم لك اسلمت وبك امنت وعليك توكلت واليك انبت وبك خاصمت واليك حاكمت فاغفر لي ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما انت اعلم به مني انت المقدم وانت المؤخر لا اله الا انت ولا اله غيرك، ومنها ان كبر الله عشرا وحمد الله عشرا وقال سبحان الله وبحمده عشرا، وقال سبحان الملك القدوس عشرا واستغفر الله عشرا وهلل الله عشرا ثم قال اللهم اني اعوذ بك

ایک ایسی ساعت آتی ہے کہ اس وقت بندہ جو کچھ اللہ تعالے سے مانگتا ہے وہ اس کو عطا کرتا ہے۔ آور آپ نے فرمایا "شب میں اٹھنے کا التزام کرو کیونکہ یہ صالحین کی عادت ہے جو تم سے پہلے تھے اور وہ تمہارے لیے تمہارے رب کی جانب قریب ہے اور وہ تمہاری برائیوں کا دور کرنے والا اور گناہ سے روکنے والا ہے"

گناہوں کے دور کرنے اور ان سے باز رکھنے وغیرہ کے اسرار ہم بیان کر چکے ہیں وہاں ان کو دیکھنا چاہیے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اپنے بستر پر سونے آئے اور ذکر الٰہی کرتے کرتے سو جائے تو رات کی جس گھڑی میں کروٹ لیتے ہوئے اللہ تعالے سے دنیا اور آخرت کی کسی بھلائی کو مانگے گا اللہ اس کو عطا فرمائے گا"

میں کہتا ہوں اس کے یہ معنی ہیں کہ جو شخص احسان کی حالت پر جو تشبہ بالملکوت اور باری تعالیٰ کی کبریائی پر تنبیہ کو جامع ہے، سوئے گا تو تمام رات اسی حالت پر رہے گا۔ اور اس کا نفس عباد مقربین کے زمرہ میں ہو کر اللہ تعالے کی طرف متوجہ رہے گا۔ اور تہجد میں مسنون یہ ہے کہ جب خواب سے بیدار ہو تو وضو کرنے سے پہلے ذکر الٰہی کرے اور وہ ذکر الٰہی کئی طرح سے مروی ہے از ان جملہ یہ ہے۔ اللھم لک الحمد انت قیم السموات والارض ومن فیھن ولک الحمد انت نور السموات والارض ومن فیھن ولک الحمد انت ملک السموات والارض ومن فیھن، ولک الحمد انت الحق ووعدک الحق ولقاؤک حق وقولک حق والجنۃ حق والنار حق والنبیون حق ومحمد حق والساعۃ حق اللھم لک اسلمت وبک آمنت وعلیک توکلت والیک انبت وبک خاصمت والیک حاکمت فاغفر لی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما انت اعلم بہ منی انت المقدم وانت المؤخر

من ضيق الدنيا وضيق يوم القيامة عشراء ومنها لا اله الا انت سبحانك اللهم وبحمدك واستغفرك لذنبي واسألك رحمتك. اللهم زدني علما ولا تزغ قلبي بعد اذ هديتني وهب لي من لدنك رحمة انك انت الوهاب، ومنها تلاوة ان في خلق السموت والارض واختلاف الليل والنهار لايات لاولي الالباب الى آخر السورة ثم يتسوك ويتوضأ ويصلي احدى عشرة ركعة او ثلاث عشرة ركعة منها الوتر۔

وَمِنْ آدَابِ صَلَاةِ اللَّيْلِ

ان يواظب على الاذكار التي سنها رسول الله صلى الله عليه وسلم في اثناء كان الصلاة وان يسلم على كل ركعتين، ثم يدعو بين يديه يقول يا رب يا رب يتبرئ في الدعاء، وكان في دعائه صلى الله عليه وسلم اللهم اجعل في قلبي نورا وفي بصري نورا وفي سمعي نورا وعن يميني نورا وعن يساري نورا وفوقي نورا وتحتي نورا وامامي نورا وخلفي نورا واعظم لي نورا واجعل لي نورا وقد صلاها النبي صلى الله عليه وآله وسلم على وجوه، والكل سنة والاصل ان صلاة الليل هو الوتر

لا اله الا انت ولا اله غيرك ۔

اور اذکار میں جملہ یہ ہے کہ اللہ اکبر دس بار اور الحمد للہ دس بار کہے اور سبحان اللہ وبحمدہ دس بار کہے اور استغفر اللہ دس بار اور لا الہ الا اللہ دس بار کہے اس کے بعد دس بار یہ پڑھے۔ اللھم انی اسئلک من ضیق الدنیا وضیق یوم القیمۃ، اور اذکار میں جملہ یہ ہے لا الہ الا انت سبحانک اللھم وبحمدک استغفرک لذنبی واسألک رحمتک اللھم زدنی علما ولا تزغ قلبی بعد اذ ھدیتنی وھب لی من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب۔

اور اس جملہ پر ہے کہ یہ آیت پڑھے ان فی خلق السموت والارض واختلاف اللیل والنھار لایات لاولی الالباب الخ سورۃ تک اس کے بعد مسواک کرے اور وضو کرے اور وتر سمیت گیارہ یا تیرہ رکعتیں پڑھے،

اور تہجد کی نماز کے آداب میں سے یہ ہے

اور نماز تہجد کے آداب میں سے یہ ہے کہ ان اذکار پر مداومت کرے جن کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس نماز میں مسنون کیا ہے اور ہر دو رکعت پر سلام پھیرے اور یوں کہے یا اللہ یا رب یا رب گڑگڑائے اور دعا مانگے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم جو دعا اس نماز میں کہتے تھے یہ اللھم اجعل فی قلبی نورا وفی بصری نورا وفی سمعی نورا وعن یمینی نورا وعن یساری نورا وفوقی نورا وتحتی نورا وامامی نورا وخلفی نورا واعظم لی نورا واجعل لی نورا اور اس نماز تہجد کو جس طرح نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مختلف طریقوں سے پڑھا ہے اور سب طریقے مسنون ہیں مگر اصل یہ ہے کہ شب کی نماز وتر ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے یہی معنی ہیں کہ حقیق اللہ تعالیٰ نے تمہاری ایک نماز کے ساتھ مدد کی ہے اور وہ وتر ہے

وهو معنى قوله صلى الله عليه وآله وسلم ان الله امدكم بصلاة هي الوتر فصلوها ما بين العشاء الى الفجر، وانما شرعها النبي صلى الله عليه وسلم وترا لان الوتر عدد مبارك، وهو قوله صلى الله عليه وسلم ان الله وتر يحب الوتر فاوتروا يا اهل القرآن لكن لما رأى النبي صلى الله عليه وسلم ان القيام لصلاة الليل جهد لا يطيقه الانسان ونفق له لم يشرعه كشرعا عاما، ورخص في تقديم الوتر اول الليل ورغب في تاخيره وهو قوله صلى الله عليه وسلم من خاف ان لا يقوم من آخر الليل فليوتر اوله، ومن طمع ان يوتر آخره فليوتر آخره فان صلاة آخر الليل مشهودة وذلك افضل، والحق ان الوتر سنة هو اكد السنن بينه علي وابن عمر، وعبادة بن صامت رضي الله عنهم قوله صلى الله عليه وآله وسلم ان الله امدكم بصلاة هي خير لكم من حمر النعم

اقول هذه اشارة الى ان الله تعالى لم يفرض عليهم الا مقدارا يأتي منهم نفرض عليهم اولا احدى عشرة ركعة ثم اكملها بباقي الركعات في الحضر ثم امدها بالوتر للمحسنين لعلمه صلى الله عليه وسلم ان المستعدين للاحسان يحتاجون الى مقدار زائد

پس اس کو عشاء سے فجر تک کے درمیان پڑھ لیا کرو۔" اور اس کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے طاق اس واسطے مقرر کیا ہے کہ طاق مبارک عدد ہے چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ طاق ہے طاق کو پسند کرتا ہے۔ اس واسطے اے اہل قرآن تم نماز طاق پڑھا کرو۔" لیکن جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ نماز تہجد کے لئے اٹھنے میں مشقت ہوتی ہے اور اس کی برداشت نہیں کر سکتے ہے جس کو خدا تعالیٰ نے توفیق عطا کی ہو اس لئے اس کو تمام امت پر لازم نہیں کیا اور اول رات میں وتر پڑھنے کی اجازت دی اور تاخیر سے پڑھنے کی رغبت دلائی، چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو یہ خوف ہو کہ اخیر شب میں نہ اٹھ سکے گا تو اول شب میں وتر پڑھ لے اور جس کو اخیر شب میں پڑھنے کی امید ہو تو وہ اخیر شب میں وتر پڑھے کیونکہ شب کی نماز پر ملائکہ حاضر ہوتے ہیں اور وہ افضل ہے۔"

اور حق یہ ہے کہ وتر سنت ہیں اور وہ سب سنتوں سے زیادہ مؤکد ہیں، حضرت علی، ابن عمر اور عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہم نے اس کو بیان کیا ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خدا تعالیٰ نے تم کو ایک ایسی نماز زیادہ دی جو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔"

میں کہتا ہوں: یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر نماز کی وہ مقدار فرض کی ہے جس کو وہ ادا کر سکیں پس اول ان پر گیارہ رکعتیں فرض کیں بعد ازاں حضرت کے اندر باقی رکعات سے ان کو پورا کر دیا پھر محسنین کے لئے ان کو وتر کے ساتھ اور بڑھا دیا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو جانتے تھے کہ جو لوگ احسان کے درجہ کی استعداد رکھتے ہیں

فجعل الزيادة بقدر الاصل احدى عشرة ركعة وهو قول ابن مسعود رضى الله عنه للاعرابي ليس لك ولا صحابك ومن اذكار الوتر كلمات علمها النبي صلى الله عليه وسلم الحسن بن علي رضى الله عنهما فكان يقولها في قنوت الوتر. اللهم اهدني فيمن هديت وعافني فيمن عافيت وتولني فيمن توليت وبارك لي فيما اعطيت وقني شر ما قضيت فانك تقضي ولا يقضى عليك انه لا يذل من واليت ولا يعز من عاديت تباركت ربنا وتعاليت ومنها ان يقول في اخره اللهم اني اعوذ برضاك من سخطك واعوذ بمعافاتك من عقوبتك واعوذ بك منك لا احصي ثناء عليك انت كما اثنيت على نفسك، ومنها ان يقول اذا سلم سبحان الملك القدوس ثلاث مرات يرفع صوته في الثالثة وكان النبي صلى الله عليه وسلم اذا صلاها ثلاثا يقرأ في الاولى سبح اسم ربك الاعلى وفي الثانية قل يا ايها الكافرون وفي الثالثة قل هو الله احد والمعوذتين، ومنها قيام شهر رمضان والسر في مشروعيته ان المقصود من رمضان ان يلحق المسلمون بالملائكة ويتشبهون بهم، فجعل النبي صلى الله عليه وسلم ذلك على درجتين درجة العوام وهي صوم رمضان والاكتفاء على الفرائض ودرجة المحسنين

وہ زائد مقدار کے حاجت مند ہیں اس واسطے اصل نماز کے برابر گیارہ رکعتیں زیادہ کر دیں اسی وجہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اعرابی سے کہا تھا کہ تیرے لئے اور تیرے ساتھیوں کے لئے یہ نہیں ہیں اور وتر کے اذکار میں سے وہ کلمات ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو تعلیم فرمائے پس آپ قنوت وتر میں یہ پڑھا کرتے تھے۔ اللھم اھدنی فیمن ھدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارک لی فیما اعطیت وقنی شر ما قضیت فانک تقضی ولا یقضی علیک انہ لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا وتعالیت،

اور ان اذکار میں سے یہ ہے جس کو آپ آخر میں پڑھتے تھے۔ اللھم انی اعوذ برضاک من سخطک واعوذ بمعافاتک من عقوبتک واعوذ بک منک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک

اور ان اذکار میں سے یہ ہے جسکو آپ سلام پھیرنے کے بعد پڑھتے تھے۔ سبحان الملک القدوس تین بار، تیسری مرتبہ میں آپ بآواز بلند کہتے تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب وتر کی تین رکعت پڑھتے تھے تو پہلی رکعت میں سورہ سبح اسم ربک الاعلی اور دوسری رکعت میں سورہ قل یا ایھا الکافرون اور تیسری رکعت میں سورہ قل ھو اللہ احد اور سورہ قل اعوذ برب الفلق اور سورہ قل اعوذ برب الناس پڑھتے تھے،

اور ان نوافل میں سے ماہ رمضان میں نماز تراویح کا قیام ہے اور اس کے مشروع ہونے میں یہ راز ہے کہ رمضان سے شارع کا مقصود یہ ہے کہ مسلمان ملائکہ کے ساتھ ملحق ہو جائیں اور اوصاف میں ان کے مشابہ

وهي صوم رمضان وقيام ليلة القدر. وتحريم اللسان مع الاعتكاف وسنة تعجيل الفطر الاواخر وقد علم امر صلى الله عليه وسلم ان جميع الامة لا يستطيعون الاخذ بالدرجة العليا وانه لا بد من ان يفعل كل واحد بحسبه قول صلى الله عليه وآله وسلم ما نهيتكم عنه فاجتنبوه وما امرتكم به فاتوا منه ما استطعتم وقوله صلى الله عليه وسلم دعوني ما تركتكم انما هلك من كان قبلكم بكثرة سؤالهم واختلافهم على انبيائهم فاذا امرتكم بشيء فاتوا منه ما استطعتم واذا نهيتكم عن شيء فدعوه وقوله صلى الله عليه وسلم ان الله كتب عليكم الحج فحجوا فقال رجل اكل عام يا رسول الله فسكت حتى قالها ثلاثا فقال لو قلت نعم لوجبت ولما استطعتم ثم قال ذروني ما تركتكم فانما هلك من كان قبلكم بسؤالهم وباختلافهم على انبيائهم فاذا امرتكم بشيء فاتوا منه ما استطعتم واذا نهيتكم عن شيء فاجتنبوه وقوله صلى الله عليه وسلم ان الله فرض عليكم فرائض فلا تضيعوها وحد لكم حدودا فلا تعتدوها وحرم عليكم اشياء فلا تنتهكوها وسكت عن اشياء رحمة بكم من غير نسيان فلا تبحثوا عنها وقوله صلى الله عليه وسلم ما احل الله في كتابه فهو حلال وما حرم فهو حرام وما سكت عنه فهو عفو فاقبلوا من الله عافيته فان الله لم يكن لينسى شيئا وتلا هذه الآية وما كان ربك نسيا وقوله صلى الله عليه وسلم ان الله فرض فرائض فلا تضيعوها وحد حدودا فلا تعتدوها ونهى عن اشياء فلا تنتهكوها وسكت عن اشياء من غير نسيان فلا تتكلفوها وقوله صلى الله عليه وسلم ان الله تجاوز لامتي عما وسوست به صدورها ما لم تعمل به او تتكلم به ؛

اعلم ان العبادات لا توقت عليهم الا بما اثبتت به نفوسهم وشحذتهم الى ذلك وبحسب ما تهيأ لهم من ذلك وقد علم النبي صلى الله عليه وسلم ان [illegible] ذلك [illegible] وبحسب ما تهيأ لهم من ذلك [illegible] فيهم [illegible] سنة سؤالهم [illegible] الفرائض [illegible] وان [illegible] دلائل [illegible] تشريعها [illegible] وان [illegible] دلائل [illegible] وقوله صلى الله عليه وسلم [illegible] الله عز وجل [illegible] المؤمنين [illegible] من وقوله صلى الله عليه وسلم [illegible] مالا خلق له الدرجة اسكن من

ہو جائیں پس اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دفعہ حرام میں کر دیا یک درجہ عوام کا ہے اور وہ رمضان کے روزے رکھنا اور فرائض پر اکتفا کرتا ہے اور وہ سوا دو نہیں کا ہے اور وہ رمضان کے روزہ رکھنا، راتوں میں عبادت کرنا اور اعتکاف کے ساتھ زبان کو بچانا اور عشرہ اخیرہ میں نہایت آمادگی ظاہر کرنا ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ تمام امت اس درجہ علیا پر قائم نہ ہو سکے گی اور یہ ضروری تھا کہ ہر شخص اپنی طاقت کے موافق عمل کرے،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس کام کو تم نے ہمیشہ کیا میں اس کو دیکھتا رہا ہوں یہاں تک کہ مجھ کو خوف ہوا کہیں تم پر فرض نہ ہو جائے اور اگر فرض ہو جاتا تو تم [illegible]

[illegible] عبادات کی توقیت بندوں پر کسی قدر [illegible] [illegible] مطمئن ہیں اس کے [illegible] اور [illegible] عبادت کی کرنے سے اپنے دل میں طاعت [illegible] [illegible] عبادت شمار کریں میں [illegible] [illegible] تعلق [illegible] نازل [illegible] [illegible] [illegible]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رمضان کے اندر قیام کیا تو اس کے سب پہلے گناہ بخشے گئے" اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اس درجہ کو حاصل کر کے اپنے نفس کو ان برکات الٰہیہ کا مورد بنالیا جو ظہور ملکیت اور گناہوں کے مٹنے کا باعث ہیں، صحابہ اور تابعین نے قیام رمضان میں تین چیزیں اور زیادہ کی ہیں، اول مساجد میں اجتماع قیام کے لئے جمع ہونا تاکہ ہر خاص و عام کو آسان ہو جائے، دوم اول شب میں ادا کرنا باوجودیکہ سب لوگ کہتے ہیں کہ اخیر شب کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور وہ افضل ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی آسانی پر جس کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں متنبہ کیا ہے، سوم بیس رکعت کے ساتھ اس کی تعداد مقرر کرنا، اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے رمضان کے لئے تمام سال میں گیارہ رکعتیں مقرر کی ہیں اس پر انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ رمضان کے اندر قیام کا حصہ جبکہ وہ تشبیہ بالملکوت کے سمندر میں داخل ہونے کا قصد کرے گیارہ رکعت سے دو حصے سے کم نہیں ہونا چاہئے،

اور ان فوائد میں سے چاشت کی نماز ہے اور اس میں یہ راز ہے کہ حکمت الٰہیہ کا مقتضی ہوا کہ دن کے چاروں حصوں میں سے کوئی حصہ نماز سے خالی نہ ہو جو حس کو دن کی روشنی میں دکھائی دیا ہے یاد دلا دے کیونکہ چوتھائی حصہ تین ساعت کا ہے اور یہ تین ساعت اس مقدار کی جو دن کے حصوں میں تمام عرب و عجم کے نزدیک مستعمل ہے بہت کثرت ہے اور اسی لئے چاشت کی نماز ان صالحین کی سنت ہے جن صلے اللہ علیہ وسلم نے بشیر کئے، اور نیز دن کا اول حصہ وہ ہے جس میں تلاش کرنے کا اور معاش میں سعی کرنے کا اس واسطے اس وقت میں ایک نماز مسنون کی

والنبی صلی اللہ علیہ وسلم لمن اخل السوق من ذکر لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الخ ۔

وللضحی ثلاث درجات ادنیہا رکعتان، وفیہا اجزئ عن الصدقۃ الواجبۃ علی کل سلامی ابن آدم وذلک ان ابقاء کل مفصل علی صحتہ السابقۃ نعمۃ عظیمۃ تستوجب الحمد باداء الحسنات للہ، والصلاۃ اعظم الحسنات تاتی بجمیع الاعضاء الظاہرۃ والقوی الباطنۃ، واوسطہا اربع رکعات، وفیہا عن اللہ تعالی یا ابن آدم ارکع لی اربع رکعات من اول النہار اکفک آخرہ ۔

اقول معناہ ان لہ نصابا صالحا من تہذیب النفس وان لم یعمل عملا مثلہ الی آخر النہار، وان لہا ما زاد علیہا کمثالی رکعات وقتہا عشرۃ واکمل اوقاتہ حین یترحل النہار وترمض الفصال، ومنہا صلاۃ الاستخارۃ، وکان اہل الجاہلیۃ اذا عنت لہم حاجۃ من سفر او نکاح او بیع استسموا بالازلام فنہی عنہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانہ فعل غیر معتمد علی اصل وانما ہو محض اتفاق ولانہ افتراء علی اللہ بقولہم مرنی ربی ونہانی ربی نعوضہم من ذلک بالاستخارۃ، وان الانسان اذا استمطر العلم من ربہ وطلب منہ کشف مرضاۃ اللہ فی امر ولج قلبہ بالوقوف علی بابہ

تاکہ وہ اس غفلت کے زہر کا تریاق ہو جائے جو اس وقت میں نفس پر طاری ہوتی ہے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بازار میں جانے والے کے لئے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الخ تک پڑھنا مسنون کیا،

چاشت کی نماز کے لئے تین درجے ہیں اس کا اقل درجہ دو رکعتیں ہیں اور اس میں یہ بات حاصل ہو جاتی ہے کہ یہ نماز ان صدقات کا بدل ہو جاتی ہے جو بنی آدم پر ہر ہر عضو کے مقابلہ میں واجب ہے اور یہ اس لئے کہ ہر عضو کا اس کی صحت پر جو اس کے مناسب ہے باقی رکھنا خدا تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے جس کے شکریہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے حسنات کر کے حمد کرنا واجب ہے اور نماز تمام نیکیوں سے بڑھ کر عبادت ہے جو تمام اعضاء ظاہرہ اور قوی باطنہ سے ادا ہوتی ہے،

اس کا دوسرا درجہ چار رکعات ہیں اور اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے منقول ہے کہ اے ابن آدم تو اول دن میں میرے لئے چار رکعت ادا کر میں اخیر دن تک تیرے لئے کافی ہوں گا"

میں کہتا ہوں اس سے مراد یہ ہے کہ تہذیب نفس کے لئے یہ ایک کامل نصاب ہے اگرچہ اخیر دن تک اس جیسا کوئی اور عمل نہ کرے،

اور تیسرا درجہ یہ ہے کہ چار رکعت سے زیادہ پڑھے۔ مثلاً آٹھ رکعات یا بارہ رکعات، اور چاشت کامل کا وقت وہ ہے کہ جب دن چڑھ جائے اور اونٹنیوں کے بچے گرمی کے سبب سے بیٹھ جائیں،

ان نوافل میں سے نماز استخارہ ہے اہل جاہلیت کی یہ عادت تھی کہ جب ان کو کوئی حاجت مثلاً سفر یا نکاح یا بیع کی درپیش آتی تھی تو وہ تیر ڈالا کرتے تھے پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کیونکہ وہ ایک بے اصل اور محض اتفاقی چیز ہے اور نیز اس میں اللہ تعالیٰ

لم يتراخ من ذلك فيضان سر الهي، وأيضا فمن اعظم فوائدها ان ينفي الانسان عن مراد نفسه وانقياده بهيميته لملكيته ويسلم وجهه لله، فاذا فعل ذلك صار بمنزلة الملك في انتظار هم لالهام الله فاذا الهموا سعوا في الامور بداعية الهية لا داعية نفسانية ؛

وعندي ان اكثار الاستخارة في الامور تريا ق مجرب لتحصيل شبه الملائكة، وضبط النبي صلى الله عليه وسلم آدابها ودعاءها في امور كهذين، وعلمنا اللهم اني استخيرك بعلمك واستقدرك بقدرتك واسألك من فضلك العظيم فانك تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغيوب اللهم ان كنت تعلم ان هذا الامر خيرلي في ديني ومعاشي وعاقبة امري او قال في عاجل امري واجله فاقدره لي ويسره لي ثم بارك لي فيه، وان كنت تعلم ان هذا الامر شر لي في ديني ومعاشي وعاقبة امري او قال في عاجل امري واجله فاصرفه عني واصرفني عنه واقدر لي الخير حيث كان ثم ارضني به، قال ويسمي حاجته، ومنها صلاة الحاجة والاصل فيها التي الابتغاء من الناس وطلب الحاجة منهم منقصة ان يبري

پر ہیبان باندھنا پایا جاتا ہے کیونکہ وہ کہا کرتے تھے کہ مجھ کو میرے رب نے یہ حکم دیا اور مجھ کو میرے رب نے اس سے منع کیا۔ پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی بجائے استخارہ مقرر فرمایا کیونکہ جب انسان اپنے رب سے کسی شئی کے علم کا فیضان چاہتا ہے اور اس امر میں اللہ تعالےٰ کی مرضی کا انکشاف چاہتا ہے اور اس کا دل اس کے دروازہ پر قیام چاہتا ہے تو بلا تاخیر سر الٰہی کا فیضان ہو جاتا ہے اور نیز استخارہ کے بڑے فوائد میں سے یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کی مراد کو فنا کر دیتا ہے اور اس کی بہیمیت ملکیت کے تابع ہو جاتی ہے اور وہ اپنے آپ کو خدا تعالےٰ کے سپرد کر دیتا ہے پس جب وہ ایسا کرتا ہے تو اس کی حالت فرشتوں کی سی ہو جاتی ہے جو اللہ تعالےٰ کے الہام کے منتظر رہتے ہیں پس جب ان کو الہام ہوتا ہے تو وہ اس کام میں ارادۂ خداوندی کی وجہ سے سعی کرتے ہیں نہ کہ نفسانی ارادہ کی وجہ سے

اور میرے نزدیک امور میں کثرت سے استخارہ کرنا ملائکہ کے ساتھ مشابہت حاصل کرنے کے لئے تریاق مجرب ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے استخارہ کے آداب اور دعا کو منضبط کر دیا ہے، پس اولاً دو رکعت نماز مشروع فرمائی اور یہ دعا تعلیم فرمائی: اللھم انی استخیرک بعلمک و استقدرک بقدرتک واسألک من فضلک العظیم فانک تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب اللھم ان کنت تعلم ان ھذا الامر خیر لی فی دینی ومعاشی وعاقبة امری، یا آپ نے یہ فرمایا: فی عاجل امری واجلہ فاقدرہ لی ویسرہ لی ثم بارک لی فیہ، وان کنت تعلم ان ھذا الامر شر لی فی دینی ومعاشی وعاقبة امری، یا یہ فرمایا: فی عاجل امری واجلہ فاصرفہ عنی واصرفنی عنہ واقدر لی الخیر حیث کان ثم ارضنی بہ۔ اور اپنی حاجت کا نام ان نوافل میں سے نماز حاجت ہے اور اس میں اصل

اعانة ما من غير الله تعالى فيحل بتوجيه
الاستعانة فشرع لهم صلاة ودفع
اليد فوعنهم هذا الشر ويصير وتوجه
الحاجة مؤيدا له فيما هو بسبيله
من الاحسان، فسن لهم ان يركعوا
ركعتين ثم يثنوا على الله ويصلوا
على النبي صلى الله عليه وسلم ثم
يقولوا لا اله الا الله الحليم الكريم
سبحان الله رب العرش العظيم
والحمد لله رب العلمين اسألك
موجبات رحمتك وعزائم مغفرتك
والغنيمة من كل بر والسلامة
من كل اثم لا تدع لي ذنبا الا غفرته
ولا همما الا فرجته ولا حاجة هي لك
رضا الا قضيتها يا ارحم الراحمين
ومنها صلاة التوبة، والاصل
فيها ان يرجع الى الله لا سيما عقيب الذنب
قبل ان يوسخ في قلبه رين الذنب
فيكفر بذلك عنه السوء ومنها صلاة
الوضوء، وفيها قول صلى الله عليه وسلم
لبلال رضي الله عنه اني سمعت دف
نعليك بين يدي في الجنة؛

اقول وسرها ان المواظبة على
الطهارة والصلاة عليها نصاب
صالح من الاحسان لا يتأتى الا من
ذي حظ عظيم، وقوله صلى الله عليه
وسلم لبلال سبقني الى الجنة؛

اقول معناه ان السبق في هذه
الواقعة يشبه التقدم في الاحسان،

یہ ہے کہ لوگوں سے مدد چاہنا اور ان سے اپنی حاجت طلب
کرنا اس بات کا مظنہ ہے کہ یہ شخص غیر اللہ سے مدد
کو جائز سمجھتا ہے، پس صورت توحید استعانت میں عمل
اس واسطے آپ نے لوگوں کے لئے دعا مسروع
تاکہ ان سے یہ شر دور ہو اور دفع حاجت حالت حسنہ
میں اس کی مدد ہو جائے پس ان کے لئے مسنون ہے
کہ اول دو رکعت پڑھیں خیر خدا کی ثنا کریں اور نبی
اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھیں پھر کہیں لا الہ الا اللہ
الحلیم الکریم سبحان اللہ رب العرش العظیم
والحمد للہ رب العلمین اسألک موجبات رحمتک و
معفرتک والغنیمۃ من کل بر والسلامۃ من کل اثم لا تدع لی ذنبا
الا غفرتہ ولا ہما الا فرجتہ ولا حاجۃ ہی لک
رضا الا قضیتہا یا ارحم الراحمین،

اور ان نوافل میں سے نماز توبہ ہے اور اس
میں اصل یہ ہے کہ خدا کی طرف رجوع کرنا بالخصوص گناہ
کے بعد پیشتر اس کے کہ گناہ کا زنگ دل میں جمے، اس سے
گناہ کو مٹانے والا اور دور کرنے والا ہے،

اور ان نوافل میں سے نماز وضو ہے اس کے بارے
میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ
سے فرمایا، جنت میں میں نے اپنے سامنے تیرے جوتیوں
کی آواز سنی؛

میں کہتا ہوں اس کا راز یہ ہے کہ طہارت پر مداومت
کرنا اور اس کے بعد نماز پڑھنا احسان کے درجہ کے
ایک کامل نصاب ہے جو اسی سے ہو سکتا ہے جو بڑا نیک
ہو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال سے کہا کہ میں نے تیرے
وضو سے تو مجھ سے پہلے جنت میں گیا؛

میں کہتا ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ اس واقعہ میں
سبقت کرنا تقدم فی الاحسان کی صورت ہے اور اما
المحسنین نے حضرت بلال کے سابقت کرنے میں یہ راز ہے

والسر فی تقدم بلال علی امام المحسنین
ان لیکمل بانواع کل کمال من شعب شتی
تدلیہ ھو مکشاف حالہ، ومنہ یفیض
علی قلبہ معرفۃ ذلک الکمال ذوقا ووجدانا
نظیر ذلک من المألوف ان زید الشاعر
المحاسب ربما یحضر فی ذھنہ کونہ
شاعرا، وانہ فی حالۃ منزلۃ من الشعر
حیذھل عن الحساب وربما یحضر فی
ذھنہ کونہ محاسبا فیستغرق فی
بھجتھا ویذھل عن الشعر، والانبیاء
علیھم السلام اعرف الناس بتدلی
الایمان العالی لان اللہ تعالی اراد ان
یتبینوا حقیقتہ بالذوق فیسنوا
للناس سنتھم فیما منوبھم تلک
المرتبۃ وھذا سر ظھور الانبیاء
علیھم السلام من استیفاء اللذات
الحسیۃ وغیرھا فی صورۃ عامۃ
ملزمتین، فرأی رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم تدلیہ الایمانی
بتقدمۃ بلال، فعرف سر سبق قدمہ
فی الاحسان، ومنھا صلاۃ التسدیۃ
سرھا انہ صلاۃ ذات حظ حسی
من الذکر فبھا نزلت الصلاۃ التامۃ
الکاملۃ التی سنھا رسول اللہ علیہ
وسلم ماذا ترضا للمحسنین، فما
یلفی عبدہ بمن لم یحظ بھا، ولذلک امر
النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشر خصال
فی فضلھا، ومنھا صلاۃ الآیات کالکسوف
والخسوف، والظلمۃ، والاصل فیھا

کہ ہر کامل کو انسان کے شعبوں میں سے ہر کمال کے بدلہ میں
ایک تقرب حاصل ہوتا ہے جس کا اس کو حال منکشف ہوتا
ہے اور جس سے اس کے قلب پر اس کمال کی معرفت کا ذوق
و وجدان میں فیضان ہوتا ہے، اس کی نظیر یہ ہے کہ زید جو شاعر
محاسب ہے کبھی اس کے ذہن میں یہ بات حاضر ہوتی ہے
کہ وہ شاعر ہے اور شعر کا فلاں درجہ اس کو حاصل ہے پس
اس وقت حساب سے وہ بالکل غافل ہوجاتا ہے اور
کبھی اس کے ذہن میں یہ بات حاضر ہوتی ہے کہ وہ حساب
داں ہے اور اس کی خوشی میں اس قدر غرق ہوجاتا ہے کہ
شعر سے بالکل غافل ہوجاتا ہے، اور انبیاء علیہم السلام
ایک عام انسان کے ایمان کے اعلیٰ مرتبہ کو تمام لوگوں سے
زیادہ جانتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ منشور تھا کہ
انبیاء کو ذوق سلیم سے اس کی حقیقت معلوم ہوجائے
تاکہ وہ لوگوں کے لئے ان کے طریقہ کو اس امر میں جو ان کو
اس مرتبہ میں پہنچاتا ہے مقرر کردیں اور عام مسلمانوں
کی صورت میں لذات حسیہ وغیرہ حاصل کرنے سے انبیاء
علیہم السلام کے پاک ہونے کی یہی وجہ ہے پس رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تقرب الہامی کو بلال کے
قدم کی سبقت میں دیکھا اور آپ نے احسان میں
اپنی ثابت بھائی کو پہچان لیا۔

اور ان افعال میں سے صلوٰۃ التسدیہ ہے جس کا راز
یہ ہے کہ ایک انسان میں دو الٰہی ایک جبلت
پیدا ہوتے ہیں اس کا اعلیٰ مرتبہ ان کو
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ان کے لئے
فرمایا ان کے لئے صلوٰۃ
ہوجاتی ہے اس
صلی اللہ علیہ
دس خصلتیں ارشاد فرمائی ہیں۔

اور ان نوافل میں سے صلوٰۃ آیات ہے جیسا کہ

ان الآيات اذا ظهرت انقادت لها النفوس والتجأت الى الله وانفكت عن الدنيا فوقع انفكاك، فتلك الحالة غنيمة المؤمن ينبغي ان يتحفظ في الدعاء والصلاة وسائر اعمال البر، وايضا فهذا وقت قضاء الله الحوادث في عالم المثال ولذلك يستشعر فيها العارفون الفتوح، وقد وقع ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عندها لاجل ذلك، وهي اوقات سريان الروحانية في الارض فالمناسب المحسن ان يتقرب الى الله في تلك الاوقات، وهو قول صلى الله عليه وآله وسلم في الكسوف في حديث نعمان بن بشير فاذا تجلى الله لشيء من خلقه خشع له، وايضا فالكفار يسجدون للشمس والقمر فان من حق المؤمن اذا رأى اية علم استحقاقها العبادة ان يتضرع الى الله ويسجد له، وهو قوله تعالى لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا لله الذي خلقهن ليكون شعار للدين وجوابا مسكتا للمنكر فيه وقد صح عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قام نحو من ركوعين حملا لهما على السجدة في موضع الاطالة، فانه خضوع مشبه فينبغي تكريرها وانه صلاها جماعة، وامر ان ينادى لها ان الصلاة جامعة، وجهر بالقراءة فمن اتبع فقد احسن ومن صلى صلاته

کسوف، خسوف اور تاریکی کی مناسبت ہے، اور اس میں اصل یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ کی نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں تو ان کی وجہ سے نفوس مطیع اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو جاتے ہیں اور ان کو دنیا سے ایک قسم کی جدائی ہو جاتی ہے پس ایمان والے کے لئے یہ وقت بہت غنیمت ہے اس کو چاہئے کہ ایسے وقت میں دعا، نماز اور تمام اعمال صالحہ میں کوشش کرے، اور نیز اس وقت میں اللہ تعالیٰ عالم مثال میں حوادث مقدر کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اہل معرفت کو بینائی کی مدد ہوتی ہے اور اسی لئے ایسے اوقات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا جاتے تھے اور یہ اوقات زمین میں روحانیت کے اترنے کے ہوتے ہیں، پس نیک آدمی کے لئے ان اوقات میں اللہ تعالیٰ کی طرف قریب حاصل کرنا بہت مناسب ہے، چنانچہ نعمان بن بشیر کی حدیث میں کسوف کے بارے میں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "پس جب خدا تعالیٰ کی اپنی مخلوق میں سے کسی چیز پر تجلی ہوتی ہے تو وہ چیز اس کے سامنے جھک جاتی ہے" اور نیز کفار لوگ آفتاب و ماہتاب کو سجدہ کرتے ہیں لہٰذا ایماندار کو لازم ہے کہ جب وہ کوئی علامت ان کے عدم استحقاق عبادت کی دیکھے تو اللہ تعالیٰ کی طرف التجا کرے۔ اور اس کو سجدہ کرے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو جس اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا ہے اس کو ہی سجدہ کرو" تاکہ یہ سجدہ کرنا دین میں شعار بن جائے، اور منکرین کے لئے جواب مسکت ہو جائے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث مروی ہے کہ آپ نے اس نماز میں دو قیام اور دو رکوع ان دونوں کو سجدہ پر قیاس کر کے تطرع کے وقت میں کئے ہیں کیونکہ قیام اور رکوع خضوع کے اندر سجدہ کے مانند ہیں لہٰذا ان کی تکرار بھی مناسب ہے اور حدیث صحیح میں یہ بھی ہے کہ آپ نے اس نماز کو جماعت پڑھا

معتدا بها فی الشرع فقد عمل بقوله علیه السلام فاذا رأیتم ذلك فادعوا الله وکبروا وصلوا وتصدقوا، ومنها صلاة الاستسقاء، وقد استسقی النبی صلی الله علیه وسلم لامته مرات علی انحاء کثیرة لکن الوجه الذی سنه لامته ان خرج بالناس الی المصلی متبذلا متواضعا متضرعا فصلی بهم رکعتین جهر بهما بالقراءة ثم خطب واستقبل فیها القبلة یدعو ویرفع یدیه ویحول رداءه، وذلك لان لاجتماع المسلمین فی مکان واحد واعتبین فی شئ واحد بالقصد همتهم واستغفارهم وفعلهم الخیرات اثر اعظیما فی استجابة الدعاء، والاقرب احد الامرین من الله، ورفع الیدین کنایة عن التضرع التام والابتهال العظیم تنبیها التقدیر علی التخشع، وتحویل رداءه کنایة عن تقلب احوالهم کما یفعل المستغیث بحضرة الملوك، وکان من دعائه علیه السلام اذا استسقی اللهم اسق عبادك وبهیمتك وانشر رحمتك واحی بلدك المیت، ومنه ایضا. اللهم اسقنا غیثا مغیثا مریئا مریعا نافعا غیر ضار عاجلا غیر اجل نسقیها صلاة العبدین، وسیأتیك بیانها.

ومنها صلاة سجود الشکر عند کل امر تیسیر او اندفاع نقمة او عند سلمه باحد الامرین لان المتکلم فعل

اور حکم دیا کہ اس بات کی منادی کی جائے "الصلوٰۃ جامعۃ" اور قرآن کو نماز میں پکار کر پڑھا پس جس نے اتباع کیا تو وہ درجۂ احسان کو پہنچا اور جس نے وہ نماز پڑھی جو شرع میں معتبر ہے تو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر عمل کیا "جب تم ایسا حادثہ دیکھو تو تکبیر کہو اور نماز پڑھو اور صدقہ دو"

اور ان نوافل میں سے نماز استسقاء ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے دعاء استسقاء کئی بار مختلف طور سے کی ہے لیکن وہ طریقہ جس کو امت کے لئے مقرر فرمایا یہ ہے کہ آپ عیدگاہ کی طرف لوگوں کے ساتھ نہایت عجز اور تواضع اور انکساری کے ساتھ تشریف لے گئے اور وہاں جاکر دو رکعت نماز پڑھائی، اور ان دو رکعتوں میں جہر کیا بعد ازاں خطبہ پڑھا اور خطبہ میں قبلہ کی طرف منہ کرکے دعاء مانگی اور ہاتھ اٹھائے اور اپنی چادر مبارک کو پھیرا اور یہ اسلئے کہ ایک ہی جگہ ایک ہی چیز کی آرزو میں نہایت اہتمام اور گناہوں کی مغفرت طلب کرنے کے ساتھ اور نیک عمل کرنے کے ساتھ مسلمانوں کے اجتماع کو دعاء کے قبول ہونے میں بہت بڑا اثر ہے اور چادر کی تمام حالتوں میں سے اللہ تعالیٰ سے قریب ترین حالت نماز ہے اور ہاتھوں کو اٹھانا نہایت تضرع اور نہایت عاجزی کی علامت ہے جس سے نفس کو خضوع اور فروتنی برداری پر تنبیہ ہوتا ہے اور چادر کا پلٹنا ان کے احوال کے بدلنے کی نقل ہے جیسا کہ مستغیث بادشاہوں کے دربار میں کیا کرتے ہیں،

اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم استسقاء میں یہ دعا بھی کیا کرتے تھے: اللھم اسق عبادك وبھیمتك وانشر رحمتك واحی بلدك المیت، اور یہ دعا بھی پڑھتے تھے: اللھم اسقنا غیثا مغیثا مریئا موئا نافعا غیر ضار عاجلا غیر اجل،

القلب ولا دلالة من سجدة في اظاهر ليعتضد به، وكان منعم بطرا فيعالج بالتذلل لله منعم. فهذه هي الصلوات التي سنها رسول الله صلى الله عليه وسلم لمستعدي الاحسان والسبق من امته زيادة على الواجب محتوم على خاصتهم وعامتهم ثم الصلاة خير موضوع، فمن استطاع ان يستكثر منها فليفعل غير انه نهى عن خمسة اوقات ثلاثة منها وكد نهيا عن لباقيين، وهي الساعات الثلاث اذا طلعت الشمس بازغة حتى ترتفع، وحين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل وحين تتضيف للغروب حتى تغرب لانها اوقات صلاة المجوس، وهم قوم حرفوا الدين جعلوا يعبدون الشمس من دون الله واستحوذ عليهم الشيطان، وهذا معنى قوله صلى الله عليه وآله وسلم تطلع حين تطلع بين قرني الشيطان، وحينئذ يسجد لها الكفار فوجب ان يميز امة الاسلام في ملة الكفر في اعظم الطاعات من جهة الوقت بهذا، وبما اخر نقول صلى الله عليه وسلم لا صلاة بعد الصبح حتى تزغ الشمس ولا بعد العصر حتى تغرب ؛

اقول انما نهى عنهما لان الصلاة فيهما تفتح باب الصلاة في الساعات

اور ان نوافل میں سے تحیۃ المسجد ہے اور ان کا بیان عنقریب آتا ہے اور نوافل سے مناسب سجدۂ شکر ہے جبکہ کوئی خوشی حاصل ہو یا کوئی تکلیف دور ہو یا ان دونوں میں سے کسی کا علم ہو۔ اس واسطے کہ شکر قلب کا فعل ہے اور ظاہر میں اس کے لئے کوئی صورت ضرور ہونی چاہیے تاکہ اس سے قلب کے فعل کو قوت حاصل ہو۔ اس کے علاوہ نعمتوں کے حاصل ہونے سے کس قدر تکبر ہو جاتا ہے پس اس کا علاج منعم کے سامنے ذلیل اور عاجز بنکر کرے پس یہ وہ نمازیں ہیں جن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے لئے جو درجہ احسان میں مستعد ہیں اور آپ کی امت میں سے سابقین ہیں فرض نماز پر جبر کا کرنا ہر خاص و عام پر ضروری ہے زیادہ کرنے کے مسنون ہونے کی یہ نماز ایسی چیز ہے جو کہ اس کی وضع ہوگئی ہے پس جو شخص اس کی کثرت کرنا چاہے اس کو کرنا چاہیے مگر پانچ وقتوں میں جن کی صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ ان پانچ اوقات میں سے تین اوقات میں باقی وقتوں کی بہ نسبت بہت سخت ممانعت ہے اور وہ تین وقت یہ ہیں ایک وہ وقت ہے کہ آفتاب برآمد ہو حتی کہ بلند ہو جائے دوسرا وہ وقت ہے کہ بالکل دوپہر ہو حتی کہ سورج ڈھل جائے تیسرا وہ وقت ہے کہ آفتاب قریب الغروب ہو حتی کہ بالکل چھپ جائے پس کہ ان اوقات خمسہ کی نماز کے ہیں وہ ایسی قوم سے جنہوں نے دین کو بدل ڈالا اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آفتاب کی پرستش کرنے لگے اور ان کے اوپر شیطان کا غلبہ ہو گیا اور یہ اسی صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا یہی مطلب ہے جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے اور اس کو سجدہ کرتے ہیں لہٰذا اس وقت نماز پڑھنا [illegible] وقت میں [illegible] وقت سے اور باقی تین وقت سے [illegible] نماز ہو

ثلاث، وذلك صلى فيهما النبي صلى الله عليه وسلم تارة لانه مامون ان يجد عليه المكروه، وروى استثناء نصف النهار يوم الجمعة، واستنبط جوازها في الاوقات الثلاث في المسجد الحرام من حديث يا بني عبد مناف من ولي منكم من امر الناس شيئا فلا يمنعن احدا طاف بهذا البيت و صلى اي ساعة شاء من ليل او نهار، وعلى هذا فالسر في ذلك انهما وقت ظهور شعائر الدين ومكانه فعارضا مانع من الصلاة ؛

ان تین کے علاوہ دو اور وقات یہ ہیں:- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "صبح کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں ہے یہاں تک کہ آفتاب روشن ہو جائے اور عصر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں ہے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو جائے"۔ میں کہتا ہوں ان دونوں وقتوں میں نماز پڑھنے سے اس لئے منع فرمایا کہ ان میں نماز پڑھنے سے ان تینوں اوقات ممنوعہ میں نماز پڑھنے کی راہ نکل آتی ہے اور اسی وجہ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں وقتوں میں کبھی کبھی نماز پڑھی ہے کیونکہ آپ ان اوقات میں داخل ہونے سے محفوظ تھے۔ اور جمعہ کے روز نصف النہار میں نماز پڑھنا بعض روایات سے مستثنیٰ معلوم ہوتا ہے، اور مسجد حرام کے اندر اوقات ثلثہ میں نماز پڑھنے کا جواز اس حدیث سے مستنبط ہے "اے بنی عبد مناف! تم میں سے جو کوئی شخص لوگوں کے امور میں سے کسی امر کا سردار ہو تو وہ کسی کو اس گھر کے طواف سے منع نہ کرے اور نہ نماز سے روکے، رات و دن میں جس وقت چاہے نماز پڑھے" اور اس تقدیر پر اس میں یہ راز ہے کہ جمعہ شعائر دین کے ظاہر ہونے کا وقت ہے اور مسجد حرام شعائر دین کے ظاہر ہونے کی جگہ ہے اس سبب سے یہ دونوں نماز سے مانع کے معارض ہو گئے،

الاقتصاد في العمل

اعلم ان اداء الطاعات ملال للنفس، فانها اذا ملت لم تتنبه لصفة الخشوع، وكانت تلك المشاق خالية عن معنى العبادة، وهو قوله صلى الله عليه وسلم ان لكل شئ شرة وان لكل شرة فترة، ولهذا السر كان اجر الحسنة عند اندراس الرسم بعملها وظهور التهاون فيها مضاعفا اضعافا كثيرة لانها في هذه الحالة لا تتجشم الا من تنبه بشديد

اعمال کے اندر میانہ روی کا بیان

واضح ہو کہ عبادت کے اندر سب سے بڑا مرض دل کی تنگی ہے کیونکہ جب دل تنگ ہو جاتا ہے تو اس کو خشوع کی کیفیت معلوم نہیں ہوتی اور وہ مشقت عبادت کے معنی سے خالی رہ جاتی ہے اسی لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہر چیز کو ایک حرص ہوتی ہے اور ہر حرص کو کمی ہوتی ہے"۔ اور یہی وجہ ہے کہ کسی عمل صالح کے رواج کے مٹ جانے کے وقت اور اس عمل میں لوگوں کے سست ہو جانے کے وقت اس نیکی کے کرنے کا اجر چند در چند ہو جاتا ہے کیونکہ ایسی حالت میں یہ عمل بغیر سخت تنبہ کے اور بغیر مستحکم ارادہ کے ظہو

وعزم مؤكد، ولهذا جعل الشارع
للطاعات قدر اكمقدار الدواء في حق
المريض لا يزاد ولا ينقص. وايضا
فالمقصود هو تحصيل صفة الاحسان
على وجه لا يفضي الى اهمال الارتفاقات
اللازمة ولا الى غمط حق من الحقوق
وهو قول سلمان رضي الله عنه ان
لعينيك عليك حقا وان لزوجك
عليك حقا، فصدقه النبي صلى الله عليه
وسلم وقول النبي صلى الله عليه وسلم
اصوم وافطر واقوم وانام وتزوج النساء
فمن رغب عن سنتي فليس مني،

وايضا فالمقصود من الطاعات
هو استقامة النفس ودفع اعوجاجها
... لا الاخصاء فانه كالمستعذر في
حق الجمهور، وهو قوله صلى الله
عليه وسلم استقيموا ولن تحصوا
واتوا من الاعمال بما تطيقون، و
الاستقامة تحصل بمقدار معين ينبه
النفس لالتذاذها بلذات الملكية
وتألمها من خسائس البهيمية، وتفطنها
بكيفية انقياد البهيمية لسكينة الملكية
اكثر منها اعتادتها النفس واستحلتها
فلم تتنبه لشمرتها، وايضا فمن
المقاصد الجليلة في التشريع ان
يسد باب التعمق في الدين لئلا
يعضوا عليها بنواجذهم فيأتي من بعدهم
قوم فيظنوا انها من الطاعات العبادية
المفروضة عليهم، ثم تأتي طبقة اخرى

میں نہیں آسکتا اور اسی لئے شارع نے عبادات کی
مقدار مقرر کی ہے جیسے مریض کے حق میں دوا کی مقدار
ہوتی ہے جس میں کمی بیشی نہیں کی جاتی۔

اور نیز مقصود صفت احسان کا اس طرح پر حاصل
کرنا ہے جس سے تدابیر ضروریہ کا ترک یا حقوق میں سے
کسی حق کا تلف نہ لازم آئے، اور اسی لئے حضرت سلمان
رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: تیری آنکھوں کا تجھ پر حق ہے
اور تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے

پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمائی
اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں روزہ بھی رکھتا
ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، قیام بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی
ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پس جس نے میری سنت سے
اعراض کیا تو وہ میرا نہیں ہے"

اور نیز عبادات سے مقصود نفس کا راستی پر لانا
اور اس کی کجی کا دور کرنا ہے نہ کہ تمام عبادات کا ساقط
کرنا۔ کیونکہ تمام لوگوں کے حق میں یہ بات دشوار سی معلوم
ہوتی ہے، چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا استقامت
اختیار کرو، اور تم ہرگز احاطہ نہ کر سکو گے، اور جس قدر
اعمال کی طاقت رکھتے ہو اسی قدر کرو، اور استقامت
ایک مقدار معین سے حاصل ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے
لذات ملکیہ سے لذت حاصل کرنے پر اور بہیمیت کے خسائس
سے منجذب ہونے پر نفس کو تنبہ ہو اور جس کی وجہ سے
نفس کو بہیمیت کی ملابست کے لئے تابع ہو جانے کی
کیفیت کا ادراک ہو جائے، پس اگر وہ اس کی کثرت
کرے گا تو نفس اس کا عادی ہو جائے گا اور اس
عبادت کے ثمرہ پر نفس کو تنبہ نہ ہوگا

اور نیز تشریع کے اندر مقاصد جلیلہ میں سے یہ بھی ہے
کہ دین میں تعمق کا دروازہ بند کر دیا جائے تاکہ لوگ ایک
عمل کو اپنے اوپر محبوب لازم نہ کر لیں پھر اس کے بعد

فیصیر الظن عندھم یقیناً، والمحتمل مطمأناً به فیظل الدین محرّفاً، وھو قول تعالیٰ رھبانیۃ ابتدعوھا ما کتبناھا علیھم، وایضاً فمن ظن من نفسه، وان اقرّ بخلاف ذلک من لسانه ان اللہ لا یرضی الا بتلک الطاعات الشاقۃ وانه لو قصر فی حقھا فقد وقع ببینه وبین تھذیب نفسه حجاب عظیم، وانه فرط فی جنب اللہ فانه یؤاخذ بمظنونه وبطالبه بالخروج عن التفریط فی جنب اللہ حسب اعتقاده، فاذا قصر انقلبت علومه علیه صارۃ مظلمۃ فلم تقبل طاعاته لھسۃ فی نفسه، وھو قوله صلی اللہ علیه وسلم ان الدین یسر ولن یشاد الدین احد الا غلبه، فھذہ المعانی عزم النبی صلی اللہ علیه وسلم علی امته ان یقتصدوا فی العمل ولا یجاوزوا حدا یفضی الی ملال واشتباه فی الدین واھمال الاوفق بالنفوس وبین تلک المعانی تصریحا او تلویحا قوله صلی اللہ علیه وسلم احب الاعمال الی اللہ ادومھا وان قل قوله ذلک اما امتھا، والموظبۃ علیھا بیّنۃ کونه راغباً فیھا، وایضاً فالنفس اذا قبلت اثراً عادتھا واقتضت فوائدہا لا بعد مدۃ وھی طیبۃ واطمئنان بھا وجریان وقت تصادف من النفس فراغاً بمنزلۃ الفراغ الذی

ایسے لوگ پیدا ہوں جو اس کو عبادات شاقہ میں سے سمجھیں اور اپنے اوپر فرض جانیں بعد ازاں اور لوگ پیدا ہوں پس ان کے نزدیک یہ ظن یقین بن جائے، اور جس عبادت کی فضیلت کا احتمال تھا اب ان لوگوں کو اس کی فرضیت پر اطمینان ہی ہو جائے پس اس طرح دین میں تحریف ہو جائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا" ورہبانیت جو انہوں نے اپنی طرف سے ایجاد کی ہے ہم نے ان پر فرض نہیں کی تھی"

اور نیز جو شخص اپنے دل میں یہ گمان کرے اگرچہ زبان سے اس کے خلاف کہتا ہو کہ خدا تعالیٰ عبادات شاقہ کے بغیر راضی نہیں ہوتا اور جو شخص ان میں کمی کرتا ہے تو اس میں اس کے نفس کی تہذیب میں ایک حجاب عظیم حائل ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی جناب میں کوتاہی ہوتی ہے تو اس شخص سے اس کے ظن اور اعتقاد کے موافق مواخذہ کیا جائے گا اور اس کے اعتقاد کے موافق اس سے اس کی زیادتی کا مطالبہ ہوگا پس اگر اس میں کمی کرے گا تو اس کے علوم اس کے حق میں سفر اور موجب ظلمت بن جائیں گے اور اس سستی کی وجہ سے اس کے اعمال مقبول نہ ہوں گے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" دین آسان ہے اور جو دین میں تشدد اختیار کرے گا تو دین اس پر غالب آجائے گا" ان وجوہات کی بنا پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت پر حیرہ ری کر دیا کہ وہ عمل میں میانہ روی اختیار کریں اور اس قدر تجاوز نہ کریں جس سے ملال اور دل میں اشتباہ پیدا ہو یا تدابیر ضروریہ متروک ہو جائیں اور ان امور کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے صراحۃ یا اشارۃً بیان فرمادیا ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اللہ تعالیٰ کو اعمال میں سب سے زیادہ وہ اعمال پسند ہیں جو ہمیشہ کئے جائیں اگرچہ اس کی مقدار قلیل ہی ہو"

میں کہتا ہوں ان اعمال کا زیادہ پسندیدہ ہونا اس لئے

يكون سببا لانطباع العلوم من الملاء الاعلى في روعه، وذلك غير معلوم المقدار، فلا سبيل الى تحصيل ذلك الا الادامة والاكثار، وهو قول لقمان عليه السلام وعود نفسك كثرة الاستغفار فان لله ساعة لا يرد فيها سائلا، قوله صلى الله عليه وسلم خذوا من الاعمال ما تطيقون فان الله لا يمل حتى تملوا، اى لا يترك الاثابة الا عند ملال لهم فاطلق الملال مشاكلة قوله صلى الله عليه وآله وسلم ان احدكم ذاصلى وهو ناعس لا يدري لعله يستغفر فيسب نفسه ؛

قول يريد انه لا يميز بين الطاعة وغيرها من شدة الملال، فكيف يتسنى له حقيقة الطاعة، قوله صلى الله عليه وسلم فسددوا يعني خذوا طريقة السداد وهي التوسط الذي يمكن مراعاته والمواظبة عليه وقاربوا، يعني لا تظنوا انكم بعدم لا تصلون الا بالاعمال الشاقة، وابشروا يعني حصلوا الرجاء والنشاط، واستعينوا بالغدوة والروحة وشيء من الدلجة، هذه الاوقات اوقات نزول الرحمة وصفاء لوح القلب من احاديث النفس وقد ذكرنا من ذلك فصلا، قوله صلى الله عليه وسلم، من نام عن حزبه او عن شيء منه فقراه فيما بين صلاة الفجر وصلاة الظهر كتب له كانما

ہے کہ ان کو ہمیشہ عمل میں لانا اور ان پر مواظبت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کو ان اعمال میں رغبت ہے اور نیز نفس طاعت کا اثر جب ہی قبول کرتا ہے اور اس کے فائدہ سے مستفیض ہوتا ہے کہ ایک مدت گذر جائے اور اس پر مطمئن ہو کر ہمیشہ اسکو عمل میں لایا جائے اور اس کو ایسے اوقات میں جن میں نفس کو اس قسم کی فراغت اور تخلیہ حاصل ہو جیسے خواب میں ہوتا ہے جس کے سبب سے عالم بالا سے علوم منتشر ہو جاتے ہیں اور اس کی مقدار معلوم نہیں ہے کہ نفس کے لئے کتنی مدت درکار ہے اس واسطے اس کے ہونے کا یہی لائق ہے کہ وہ کام ہمیشہ اور بکثرت کیا جائے چنانچہ حضرت لقمان علیہ السلام کا قول ہے "اپنے نفس کو زیادہ استغفار کرنے کا عادی بنا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک ایسا وقت ہے جس میں وہ سائل کی درخواست کو رد نہیں کرتا ہے" نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اعمال میں سے اس قدر اختیار کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو پس تحقیق اللہ تعالیٰ ملول نہیں ہوتا یہانتک کہ تم تنگدل ہو جاؤ" یعنی اللہ تعالیٰ عمل پر ثواب دینا ترک نہیں کرتا مگر جبکہ لوگ عمل کرنے سے تنگدل ہو جائیں پس ترک ثواب کو مشابہت کی وجہ سے ملال کہدیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم میں سے کوئی شخص سوئے کی حالت میں نماز پڑھتا ہے تو اس کو معلوم نہیں رہتا کہ وہ استغفار کی بجائے اپنے حق میں بددعا کر رہا ہے"

میں کہتا ہوں کہ آں حضرت کی مراد یہ ہے کہ اس کو یہ سبب شغب ملکہ عبادت اور غیر عبادت میں تمیز نہیں رہتی پس وہ عبادت کی حقیقت کو کیونکر جان سکتا ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا قول ہے "پس تم راہ راست اختیار کرو" یعنی میانہ روی کا طریقہ اختیار کرو جس کی نگرانی ہو سکے اور اس کو ہمیشہ عمل میں لا سکو، وقاربوا، یعنی یہ نہ سمجھو کہ تم خدا تعالیٰ سے اس قدر دور ہو کہ بغیر اس شاق کے نہیں پہنچ سکتے، وابشروا یعنی امید اور سرور حاصل کرتے رہو اور صبح

قراءة من الليل ؛

اقول السبب الاصلي في القضاء شيئان احدهما ان لا تسترسل النفس بترك الطاعة فيعتاده ويعسر عليه التزامها من بعد، والثاني ان يخرج عن العهدة ولا يضمر انه فرط في جنب الله فيؤاخذ عليه من حيث يعلم او لا يعلم ؛

اور تھوڑی سی آخری شب کے ساتھ مدد حاصل کرو ان اوقات میں رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے اور دل کی لوح نفسانی تذکروں سے پاک وصاف ہوتی ہے اور اس کے متعلق ہم ایک فصل بیان کر چکے ہیں ،

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " جو شخص سونے کے سبب سے اپنا وظیفہ یا اس میں سے کچھ حصہ فوت کر دے پھر وہ اس کو نماز فجر اور ظہر کے درمیان میں پڑھے تو اس کیلئے اس کا ثواب ایسا ہی لکھا جاتا ہے کہ گویا اس کو رات میں ہی پڑھا تھا "

میں کہتا ہوں قضاء کے باب میں دو چیزیں سبب اصلی ہیں، ایک یہ ہے کہ نفس عبادت کے ترک کرنے میں بے پرواہ نہ ہو کہ وہ اس کے ترک کا عادی ہو جائے اور بعد میں اس طاعت کی پابندی کرنا اس پر دشوار ہو جائے، دوسرے یہ کہ نفس اس کو کر کے بری الذمہ ہو جائے اور یہ امر دل میں نہ رکھے کہ اس نے خدا تعالیٰ کی جناب میں کوتاہی کی ہے اور خدا تعالیٰ اس کے علم یا بے علمی کی حالت میں اس سے مواخذہ کرے گا ،

صلاة المعذورين

معذور لوگوں کی نماز کا بیان ؛

ولما كان من تمام التشريع ان يبين لهم الرخص عند الاعذار لبقي المكلفون من الطاعة بما يستطيعون ، يكون قدر ذلك مفوضا الى الشارع ليراعي فيه التوسط لا الهم فيفرطوا او يفرطوا اعتنى رسول الله صلى الله عليه وسلم بضبط الرخص والاعذار ومن اصول الرخص ان ينظر الى اصل الطاعة حسبما تأمر به حكمة البر فيعض عليها بالنواجذ على كل حال ، و ينظر الى حدود وضوابط شرعها الشارع ليتيسر لهم الاخذ بالبر فينصرف فيها استقاطا وابدالا حسبما تؤدي اليه الضرورة ؛

جبکہ شریعت کی تکمیل کے لئے یہ بات ضروری تھی کہ عذر پیش آنے کے وقت لوگوں کے لئے رخصتیں بیان کی جائیں تاکہ مکلفین جس قدر طاقت رکھتے ہوں عبادت ادا کر سکیں اور ان رخصتوں کا اندازہ شارع پر موقوف ہونا چاہیے تاکہ شارع اس میں اعتدال کا لحاظ کر سکے اور لوگوں پر موقوف ہونا نہیں چاہیے کیونکہ وہ ان میں کبھی زیادتی کریں گے اور کبھی کمی کریں گے اسی واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رخصتوں اور عذروں کے انضباط کا اہتمام فرمایا، اور رخصتوں کے اصول میں سے یہ بات ہے کہ اصل طاعت کو اس طرح پر دیکھا جائے جس کا کہ حکمت حکم دیتی ہے پس ہر حال میں اس کا التزام کیا جائے اور اسکے ان حدود اور ضوابط کو دیکھا جائے جن کو شارع نے اصل نیکی پر عمل کرنے کی آسانی کے لئے مقرر فرمایا ہے، پس ان حدود میں ضرورت کے موقع پر بعض کو ساقط اور بعض کو بعض سے مبدل کیا جائے،

فمن الاعذار السفر. وفيه من الحرج مالا يحتاج الى بيان، فشرع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لنا رخصا منها القصر فابقى اصل اعداد الركعات وهى احدى عشرة ركعة واسقط مازيد بشرط الطمانينة والحضر، ولما كان هذا العذر فيه شائبة العزيمة لم يكن من حقه ان يقدر بقدر الضرورة و يضيق فى ترخيصه كل التضييق فلذلك بيّن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ان شرط الخوف فى الآية لبيان الفائدة ولا مفهوم له، فقال صدقة تصدق الله بها عليكم فاقبلوا صدقته والصدقة لا يضيق فيها اهل المروءات ولذلك ايضا واظب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم على القصر وان جوّز الاتمام فى الجملة فهو سنة مؤكدة، ولا اختلاف بين ما روى من جواز الاتمام، وان الركعتين فى السفر تمام غير قصر لانه يمكن ان يكون الواجب الاصلى هو ركعتين ومعذلك يكون الاتمام مجزئا بالاولى كالمريض والعبد يصليان الجمعة فيسقط عنهما الظهر. او كالذى وجب عليه بنت مخاض فتصدق بالكل ولذلك كان من حقه انه اذا صلح على المكلف اطلاق اسم المسافر جاز له القصر الى ان يزول عنه هذا الاسم بالكلية لا ينظر فى ذلك الى وجود

پس عذروں میں سے ایک سفر ہے اور اس میں جو حرج ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے، اس واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس میں چند رخصتیں مشروع فرمائی ہیں۔ ان رخصتوں میں سے ایک تو ہے پس رکعات کی جملہ تعداد کو جو گیارہ رکعت ہے باقی رکھا، اور اطمینان اور قیام کی شرط کے ساتھ جو زیادہ تھیں ان کو ساقط کر دیا اور چونکہ گیارہ رکعتوں میں عزیمت کا احتمال تھا اس لئے مناسب نہ تھا کہ بقدر ضرورت اندازہ کیا جائے اور رخصت دینے میں زیادہ تنگی نہ کی جائے پس اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ آیت میں خوف کی شرط فائدہ بیان کرنے کے لئے ہے اور اس کا کوئی مفہوم نہیں ہے پس آپ نے فرمایا "یہ خدا کا صدقہ ہے جو خدا تعالیٰ نے تم کو دیا ہے پس اس کے صدقہ کو قبول کرو" اور صدقہ میں اہل مروت تنگی نہیں کرتے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ نماز بالقصر ہی پڑھی اگرچہ پوری نماز پڑھنا بھی کسی قدر جائز رکھا۔

پس نماز میں قصر کرنا سنت مؤکدہ ہے، اور اس روایت میں کہ نماز میں اتمام جائز ہے، اور اس روایت میں کہ سفر میں دو رکعتیں پڑھنا پوری نماز ہے قصر نہیں ہے، کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ واجب اصلی وہ صرف دو رکعتیں ہوں اور اس کے باوجود پوری پڑھنا بدرجہ اولیٰ کافی ہو جیسے مریض اور غلام جو جمعہ پڑھتے ہیں ان سے ظہر کی نماز ساقط ہو جاتی ہے، یا جیسے وہ شخص جس پر زکوٰۃ میں بنت مخاض واجب ہو اور وہ اپنا تمام مال صدقہ کر دے اسی لئے اس کا یہ حق ہے کہ جب تک مکلف پر سم مسافر کا اطلاق صحیح ہے۔ اس کے لئے قصر جائز ہے یہاں تک کہ اس سے یہ نام بالکل زائل ہو جائے، قصر میں نہ تو حرج کے پائے جانے کا لحاظ رکھا گیا ہو اور نہ ہی پوری نماز پڑھنے میں ہرقدم پر حرج کا لحاظ رکھا گیا ہے کیونکہ دو رکعت ابتدا ہی سے مسافر

کے لئے مقرر ہیں، اور حضرت .....

الحرج ولا الی عدم تقدرۃ علی الاتمام لانہ وظیفۃ من ھذا شانہ ابتداءا وھو قول ابن عمر رضی اللہ عنہ سن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ السفر رکعتین وھما تمام غیر قصر۔

واعلم ان السفر والاقامۃ والزنا والسرقۃ وسائر ما اراد الشارع علیہ الحکم امور یستعملھا اھل العرف فی مظانھا ویعرفون معانیھا ولا ینال حدہ الجامع الا بضرب من الاجتھاد والتأمل ومن المھم معرفۃ طریق الاجتھاد فنحن نعلم نموذجا منھا فی السفر فنقول ھو معلوم بالقسمۃ، والمثال یعلم جمیعا اھل اللسان ان الخروج من مکۃ الی المدینۃ، ومن المدینۃ الی خیبر سفرا لمحالۃ وقد ظھر من فعل الصحابۃ وکلامھم ان الخروج من مکۃ الی جدۃ الی طائف والی عسفان وسائر ما یکون المقصد فیہ علی اربعۃ برد سفر، ویعلمون ایضا ان الخروج من الوطن علی اقسام تردد الی ھذہ الثلاثۃ والبساتین، وھیھنا بدون تعیین مقصد وسفر، ویعلمون ان اسم احد ھذہ لا یطلق علی الآخر وسبیل الاجتھاد ان یستقرا الامثلۃ التی یطلق علیھا الاسم عرفا وشرعا، ان یسبر الاوصاف التی بھا یفارق

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کا یہی مطلب ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سفر کی نماز میں دو رکعتیں مقرر فرمائی ہیں اور وہ دونوں پوری نماز ہیں۔ قصر نہیں،

واضح ہو کہ سفر اور اقامت اور زنا اور چوری اور وہ تمام امور جن پر شارع نے حکم کا مدار رکھا ہے ایسی چیزیں ہیں جن کو اہل عرف ان کے مواقع میں استعمال کرتے ہیں اور ان کے معانی جانتے ہیں لیکن ان کی جامع مانع تعریف جب ہی حاصل ہو سکتی ہے کہ ان میں ایک قسم کا اجتہاد اور تأمل کیا جائے، اور طریق اجتہاد کی معرفت ایک دشوار امر ہے پس ہم اس میں سے نمونہ کے طور پر سفر کے اندر بیان کرتے ہیں:۔

پس ہم کہتے ہیں، سفر تقسیم اور مثال سے معلوم ہو سکتا ہے، ہر اہل زبان جانتا ہے کہ مکہ سے مدینہ تک جانا اور مدینہ سے خیبر تک جانا ضرور سفر ہے اور صحابہ کے فعل اور ان کے کلام سے بھی ظاہر ہے کہ مکہ سے جدہ تک جانا اور طائف تک جانا اور عسفان تک جانا اور تمام ان مواضع تک جانا جو اڑتالیس میل کے فاصلہ پر ہیں سفر ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ وطن سے نکلنا کئی طور سے ہوتا ہے، ایک تو اپنی کھیتی اور باغات تک آمد و رفت کرنا اور ایک بغیر تعیین مقصد اور سفر کے مارا مارا پھرنا،

اور یہ بھی جانتے ہیں کہ ان میں سے ایک کا نام دوسرے پر نہیں بولا جاتا، اور اجتہاد کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان شاخوں کو تلاش کیا جائے جن پر ایک نام کا اطلاق ہوتا ہے اور ان اوصاف کی پڑتال کی جائے جن کی وجہ سے ہر ایک اپنے قسیم سے متباین اور جدا ہے پس جو عام ہو اس کو جنس کی جگہ اور جو خاص ہو اس کو فصل کی جگہ کر دیا جائے اس سے ہم کو یہ معلوم ہو گیا کہ وطن سے منتقل

احدھا تسمیۃ فیجعل عنھا فی موضع الجنس واخصھا فی موضع الفصل، فعلمت ان الانتقال من الوطن جزء نفسی اذ من کان ثاویا فی محل اقامتہ لیلۃ مسافرا دون الانتقال الی موضع معین جزء نفسی ھیھنا لا سفرا، وان کون ذلک الموضع بحیث لا یمکن لہ الرجوع منہ الی محل اقامتہ فی یومہ واوائل لیلتہ جزء نفسی، واذا کان مثل التردد الی البساتین والمزارع، ومن لازمہ ان یکون مسیرۃ یوم تام وبہ قال سالم ولکن مسیر اربعۃ برد متیقن وما دونہ مشکوک، وصحۃ ھذا لا یستویکون بالخروج من سور البلد او حلۃ القریۃ او بیوتھا بقصد موضع ھو علی اربعۃ برد، وان دل ھذا لا یسمی انما یکون بنیۃ الاقامۃ مدۃ صالحۃ یعتد بھا فی بلدۃ او قریۃ، ومنھا الجمع بین الظھر والعصر، والمغرب والعشاء، والاصل فیہ ما اشرنا ان الاوقات الاصلیۃ ثلاثۃ، الفجر والظھر والمغرب، وانما اشتق العصر من الظھر، والعشاء من المغرب لئلا تکون المدۃ الطویلۃ فاصلۃ بین الذکرین، ولئلا یکون النوم علی صفۃ الغفلۃ، فشرع لھم جمع التقدیم والتأخیر لکنہ لم یواظب علیہ ولم یعزم علیہ مثل ما فعل فی القصر، ومنھا ترک السنن فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وابو بکر و

ہونا سفر کا جزء ذاتی ہے اس واسطے کہ جو اپنے محل اقامت ہی میں چکر مار رہا ہے اس کو مسافر نہیں کہتے۔

اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کسی خاص مقام کی طرف جانا میں سفر کا جزء ذاتی ہے ورنہ وہ جانا بدحواسی کا پھرنا سمجھا جائے گا نہ کہ سفر،

اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس جگہ کا اتنی دور ہونا کہ وہاں سے اپنے محل اقامت کو اسی روز یا اس روز کی اول شب تک واپس نہ آسکے سفر کا جزء ذاتی ہے ورنہ وہ اپنے باغ اور کھیت کی طرف آنا جانا سا سمجھا جائے گا،

اور سفر کے لوازم میں سے یہ ہے کہ وہ پورے ایک دن کی مسافت ہو اور سالم کا یہی قول ہے لیکن اڑتالیس میل کی مسافت یقیناً سفر ہے اور اس سے کم مسافت کو سفر کہنا مشکوک ہے، اور سفر کا اطلاق شہر پناہ سے نکلنے یا گاؤں کی حد یا اس کے مکانات سے نکلنے اور ایسی جگہ جانے کا ارادہ کرنے سے تو اڑتالیس میل کی مسافت پر واقع ہے صحیح ہوتا ہے، اور کسی شہر یا گاؤں میں کافی اور معتد بہ مدت تک اقامت کی نیت کرنے سے سفر کا نام زائل ہو جاتا ہے،

اور ان رخصتوں میں سے ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کا جمع کرنا ہے اور اس میں اصل یہی ہے جس کی طرف ہم اشارہ کر چکے کہ نماز کے اصل اوقات تین ہیں یعنی فجر اور ظہر اور مغرب اور عصر کو ظہر سے نکالا گیا ہے اور عشاء کو مغرب سے نکالا گیا ہے تاکہ دو ذکروں کے درمیان زیادہ مدت کا فصل نہ ہو جائے اور تاکہ نیند غفلت کی حالت پر نہ آئے پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے لئے تقدیم و تاخیر کا جمع کرنا مشروع کر دیا لیکن اس پر آپ نے مداومت نہیں کی اور نہ اس پر ایسا حکم فرمایا جیسا آپ نے قصر نماز میں کیا ہے،

اور ان رخصتوں میں سنتوں کا ترک کرنا ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت

عمر وعثمان رضی الله عنهم لا یصلون الا سنة الفجر والوتر، ومنها صلاة على الراحلة حیث توجهت به یؤمی بیماء او دلك فی النوافل، وسنة الفجر والوتر لا الفرائض ؛

ومن الاعذار الخوف، وقد صلی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم صلاة الخوف علی انحاء کثیرة ومنها ان یرتب القوم صفین فصلی بهم فلما سجد سجد معه صف سجدتیه وحرس صف، فلما قام سجد من حرس ولحقوه وسجد معه فی اثنیة من حرس اولا وحرس الاخرون، فلما جلس سجد من حرس وتشهد بالصفین وسلم، والحالة التی تقتضی هذا النوع ان یکون العدو فی جهة القبلة، ومنها ان صلی صلوة ثنائیة کل مرة فرقة والحالة التی تقتضی هذا النوع ان یکون العدو فی غیرها، وان یکون تؤمن یوم الرکعة علیهم مشورة لهم ولا یحیطوا بجمعهم بکیفیة الصلاة ؛ ومنها ان وقفت فرقة فی وجهه وصلی رکعة بفرقة فلما قام الی ثانیة ذهبت الی وجهه واتمت وذهبت وجاء العدو وجاء الموقفون فاقتدوا به فصلی بهم الثانیة فلما جلس یتشهد قاموا واتموا لانفسهم ولحقوه وسلم بهم والحالة المقتضیة لهذا النوع ان یکون العدو فی غیر القبلة ولا یکون تؤمن یوم الرکعتین علیهم مشورة

عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم صرف فجر اور وتر کے پڑھتے تھے،

اور ان رخصتوں میں سے سواری پر نماز ہے جس طرف کو وہ جا رہی ہو اسی طرف کو منہ کر کے نماز پڑھ لے لیکن ایسا صرف نوافل اور سنت فجر اور وتر میں ہے نہ کہ فرائض میں،

اور جملہ عذروں کے ایک خوف ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف کئی طریقوں سے پڑھی ہے،

از ان جملہ یہ ہے کہ قوم کی دو صفیں ہوں اور ان کو آپ نماز پڑھائیں پس جب آپ نے سجدہ کیا تو آپ کے ساتھ ایک صف نے دونوں سجدے کیے اور دوسری صف نے نگہبانی کی پس جب صف اولی کھڑی ہوئی تو اس صف نے نگہبانی کی تھی اس نے سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ نماز میں شریک ہو گئی اور جس صف نے اول نگہبانی کی تھی اس نے آپ کے ساتھ دو رکعتوں میں سجدہ کیا اور دوسری صف نے نگہبانی کی پس جب آپ بیٹھے تو جو صف نگہبانی کی تھی اس نے بھی سجدہ کیا اور آپ نے دونوں کو سلام کے ساتھ تشہد پڑھ کر سلام پھیر دیا اور یہ طریقہ اس وقت ہو سکتا ہے جب دشمن قبلہ کی طرف ہو

اور از ان جملہ یہ ہے کہ دو فرقے ہو جائیں ہر بار ایک فرقہ ایک رکعت پڑھے اور دوسرا فرقہ دشمن کو روکے اس حالت میں جب کہ دشمن قبلہ کی طرف نہ ہو

اور یہ ہے کہ امام دشمن کے روبرو کھڑا ہو اور دوسرا فرقہ آئے امام دو رکعت پڑھا دے پھر وہ دوسرا فرقہ کھڑے ہو کر امام سے جدا ہو جائے اور اپنی ایک اور رکعت تمام کر کے

ثم وصلها الله عسى ان تقدمت منهم واقعة
ان تشغله على العدو اذا ركع بهم ركعة، ثم
انصرفوا بمكان الطائفة التي لم تصل
وجاء اولئك فركع بهم ركعة، ثم
ثم هؤلاء وهؤلاء، ومنها ان يصلي كل
واحد لنفسه امكن ركوبها ما سبقت
او غيرها، رواه ابن عمر رضي الله
عنهما، والحالة المقتضية لهذه
النوعة ان يبتدر الخوف ويفجأهم
القتال، وبالجملة فكل ما روي
عن النبي صلى الله عليه وآله و
سلم فهو جائز ويفعل الانسان
ما هو الخف عليه واليق بالمصلحة
حال التلبس، ومن الاعذار المرض، و
قد قال صلى الله عليه وآله وسلم
صل قائما فان لم تستطع فقاعدا فان
لم تستطع فعلى جنب، وقال صلى
الله عليه وسلم في الذي قال من
صلى قائما فهو افضل ومن صلى
قاعدا فله نصف اجر القائم

اقول لما كان من حق الصلاة
ان يكثر منها، واصل الصلاة ان يأتي
قائما وقاعدا كما بينا، وانما وجب
القيام عند التشريع، وما لا يدرك
كله لا يترك كله، لرجحان ان يسوغ له
الصلاة الناقلة قاعدا وبين لهم ما
بين الركعتين وقد ورد صلاة
الطالب وصلاة المطر وصلاة الوحل
[illegible] الصحابة

دشمن کے سامنے ہو گئی اور جو لوگ دشمن کے سامنے
کھڑے تھے آئے اور آپ کی اقتدا کی پس آپ نے ان
کو دوسری رکعت پڑھائی پھر جب آپ تشہد کے
لئے بیٹھے تو یہ لوگ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے دوسری رکعت
تمام کی آپ کے ساتھ مل گئے اور آپ نے ان
سمیت سلام پھیرا، اور یہ حالت اس وقت کے مناسب
ہے کہ جب دشمن قبلہ کی جانب نہ ہو اور دونوں رکعت
کی تقسیم کرنے سے ان کو تشویش نہ ہو،

ان میں سے ہے کہ آپ نے ایک گروہ کو نماز پڑھائی اور ایک
گروہ دشمن کے سامنے کھڑا رہا پس ان کے ساتھ ایک رکعت
پھر یہ لوگ اس گروہ کی جگہ چلے گئے جنھوں نے ہنوز نماز نہیں
پڑھی ہے اور وہ لوگ آئے پس ان کے ساتھ ایک رکعت
پڑھی پھر دونوں نے اپنی اپنی نماز پوری کر لی،

ان جملہ یہ ہے کہ جس شخص کو جس طرح ممکن ہو سوار
ہو یا پیدل، قبلہ کی طرف ہو یا غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ
لے، حضرت عبداللہ بن عمر نے اس طریقہ کی روایت کی اور
اس وقت مناسب ہے جب خوف زیادہ ہو یا لڑائی گرم ہو
حاصل کلام یہ ہے کہ جو طریق نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی
ہے وہ ہر موقعہ اور آدمی کو وہ طریقہ عمل میں لانا چاہیے
اس پر آسان ہو اور جس وقت کی مصلحت کے مناسب ہو،

اور منجملہ اعذار کے ایک مرض ہے اور اس
بارے میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کھڑے ہو کر نماز
اگر تم سے یہ نہ ہو سکے تو بیٹھ کر پڑھو پس اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کر
سے لیٹ کر پڑھو" اور نفل کے بارے میں رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو یہ افضل
ہے اور جو بیٹھ کر پڑھے تو اس کو کھڑے ہونے والے سے
نصف اجر ملے گا"

میں کہتا ہوں جبکہ نماز اس قابل ہے کہ اس کی کثرت
کی جائے اور اصل نماز کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر ادا ہو سکتی

فی الضوابط والحدود من ضرورة لا یجد منها بدا من غیر شائبة الانکار والتهاون الا وسلمه النبی صلی الله علیه وآله وسلم، وقوله صلی الله علیه وآله وسلم فاذا امرتکم بامر فأتوا منه ما استطعتم کلمة جامعة، والله اعلم۔

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور یا عمل تشریح کے [illegible] واجب ہے اور جو چیز پوری حاصل نہ ہو سکے تو وہ [illegible] تمام متروک بھی نہ ہو اس واسطے رحمت کا یہ تقاضا ہوا کہ لوگوں کے لئے نفل نماز میں [illegible] جائز کر دیا جائے اور دونوں [illegible] جو فرق تھا وہ ان کے لئے بیان کر دیا گیا، نماز خائف، نماز راکب اور نماز کپڑے کا بیان حدیث شدہ لغیرہ میں آیا ہے، اور کبھی کسی [illegible] نے ضوابط اور حدود کے بارے کسی ایسی [illegible] سے آزاد نہیں ہو رخصت نہیں مانگی مگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو تسلیم فرمایا بشرطیکہ وہ [illegible] کی بنا پر نہ ہو، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد "جب میں تم کو کوئی حکم دوں تو حتی الامکان اس کو عمل میں لاؤ" ایک کلمہ جامعہ ہے، واللہ علم،

الجماعة

وعلم انه لا شئ انفع من عامة ما یرسوم من ان یجعل شئ من شعائر الاسلام فاشیا یودی علی رؤس الاشهاد ویستوی فیه الصلوات ویجری فیه التفاخر بسببه حتی تدعو الی الارتفاقات الضروریة التی لا یمکن لهم ان یترکوها ولا ان یعملوا مصیر مؤید العبادة الله والسنة الداعوا الی الحق، ویکون الذی یخاف منه ضرر هو الذی یجلبهم الی الحق ولا شئ من الطاعات تصلح شعارا واعظم برهان من الصلاة وجماعتها فیهم سیماهم وخشوعهم وهو یقظة الناس بعضهم بعضا انه یجمع ناسا علماء یقتدی بهم وناسا یحبون

جماعت کا بیان

[illegible] کوئی چیز [illegible] کو [illegible] جس کو [illegible] شہر کی [illegible] اندر فخر [illegible] کا [illegible] ہے [illegible] جس [illegible] ہے [illegible] لوگوں [illegible] کے لئے موید ہو [illegible] حق کی طرف بلاتے ہیں جس سے ان کو ضرر کا خوف ہو [illegible] ہو جاتے ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہے اس واسطے لوگوں میں [illegible] کے لئے اجتماع اور اس میں لوگوں کی [illegible] اور [illegible] ملت میں کی طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں [illegible] ہوتے ہیں جن [illegible] کی [illegible] ہیں جو نیکی [illegible]

فی تحصیل احسن لهم فی دنیاهم وعاقبتهم
وناسا ضعفاء المنیة لولم یکلفوا
ان یؤدوا علی اعین الناس
لتهاونوا فیها ۔

فلا انفع ولا اوفق بالمصلحة
فی حق هؤلاء جمیعا ان یکلفوا ان یطیعوا
الله علی اعین الناس لیتمیز فاعله
من قاعدها ورغبها من الزاهد فیها و
یهتدی بها عالمها ویعلم جاهلها وتکون
الحجة علی الله بهم کسبیکة تعرض علی
العامة الناس یستکرهها المنکر ویعرف
بها المعروف ویبری غشها وخالصها۔

وایضا فان اجتماع المسلمین
الراغبین فی الله الراجین الراهبین
منه مسلمین وجوههم الیه خاصة
عجیبة فی نزول البرکات و
تزلی الرحمة کما سبق فی الاستسقاء
الحج، وایضا فمراد الله من نصب
هذه الامة ان تکون کلمة الله
هی العلیا وان لا یکون فی الارض
دین اعلی من الاسلام، ولا یتصور
ذلک الا بان یکون سنتهم ان یجتمع
خاصتهم وعامتهم وحاضرهم و
بادیهم وصغیرهم وکبیرهم
لما هو اعظم شعائره واشهر طاعاته
فلهذه المعانی انصرفت العنایة
التشریعیة الی شرع الجمعة و
الجماعات، والترغیب فیها و
التغلیظ لهم عن ترکها، والاعتناء

محتاج ہوتے ہیں اور کچھ لوگ ضعیف الحالات ہوتے ہیں اگر ان تمام سب لوگوں کے سامنے عبادت ادا کرنے کا حکم نہ دیا جائے تو وہ عبادت میں سستی کرنے لگیں

اس واسطے ان سب کے حق میں کوئی چیز اس سے زیادہ نافع اور زیادہ تر مصلحت کے موافق نہیں ہے کہ ان سب لوگوں کے روبرو عبادت بجا کرنے کا حکم دیا جائے تاکہ تمیز ہو جائے کہ کون اس عبادت کو کرتا ہے اور کون نہیں کرتا اور کون اس میں رغبت کرتا ہے اور کون بے رغبتی کرتا ہے، اور عالم کی اقتدا کی جائے اور جاہل کو تعلیم دیجائے،

اور اللہ تعالیٰ کی طاعت لوگوں کے حق میں ایسی ڈھلی کے جس پر لوگوں پر پیش کیا جاتا ہے جس سے برا اور جس سے اچھا معلوم ہو جاتا ہے اور کھوٹا پرکھا جاتا ہے، اور یہ مسلمانوں کے اجتماع کو جس میں خدا کی طرف رغبت کرنے والے اور اس سے امید رکھنے والے اور اس سے ڈرنے والے اور اس کے آگے سر جھکانے والے ہوتے ہیں، برکات کے نازل ہونے اور رحمت الٰہی کے جھک پڑنے میں ایک عجیب خاصیت ہے جیسا کہ ہم نے استسقاء و حج میں بیان کیا ہے اور نیز اس امت کے قائم کرنے سے اللہ تعالیٰ کا مقصود یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا بول بالا ہو اور روئے زمین پر دین اسلام سے اعلیٰ اور کوئی دین نہ پایا جائے، اور یہ بات اسی وقت متصور ہو سکتی ہے کہ ان کا یہ دستور ہو کہ تمام عبادت کے لئے جو دین کا سب سے بڑا شعار اور عبادات میں سب سے مشہور عبادت ہے، ہر خاص و عام، شہری و دیہاتی اور چھوٹا و بڑا سب مجتمع ہوا کریں، اسی سبب سے عنایت شرعیہ جمعہ اور جماعات کے مقرر کرنے اور ان میں رغبت دلانے، اور ان کے ترک سے سخت ممانعت کرنے کی طرف متوجہ ہوئی،

اور اشاعت دو قسم کی ہے، ایک اشاعت محلہ پر

شاعتان، اشاعة فی الحی، واشاعة فی المدینة، واشاعة التی تتیسر فی کل وقت صلاة، والاشاعة فی المدینة لاتتیسر الا غب طائفة من الزمان کالاسبوع، وما الاولی فهی بجماعة وفیه قوله صلی الله علیه وآله وسلم صلاة بجماعة تفضل صلاته بسبع وعشرین درجة، وفی روایة بخمس وعشرین درجة، وقد صرح النبی صلی الله علیه وآله وسلم وجوه من المرجحات انه اذا توضأ حسن وضوءه، ثم توجه الی المسجد لایخرجه الا الصلاة کان مشیه فی حکم الصلاة، وخطواته مکفرات لذنوبه، وان دعوة المسلمین تحیط بهاء من یرصدون فی انتظار الصلاة، الی غیر ذلک، ثم ما نوه باحد الحدیثین المذکورین الا لنکتة بلیغة تمشت عنده صلی الله علیه وسلم وقد ذکرناها من قبل فراجع ولیس فی الحق الذی لایتبدل من بین یدیه ولا من خلفه، جزاف لوجه من الوجوه، ولهذا قال صلی الله علیه وسلم ما من ثلاثة فی قریة او بدو لاتقام فیهم الصلاة الا قد استحوذ علیهم الشیطان ؛

ہوتی ہے اور ایک اشاعت شہر میں ہوتی ہے، محلہ میں اشاعت ہر وقت کی نماز سے ہوتی ہے اور شہر میں اشاعت ایک زمانہ کے گذر جانے کے بغیر نہیں، ہر ہفتہ جیسے مثلاً ہفتہ بھر کی مدت، پس پہلی اشاعت تو بجماعت ہے اور اسی کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "جماعت کی نماز اکیلے شخص کی نماز سے ستائیس درجہ فضیلت رکھتی ہے" اور ایک روایت میں پچیس درجہ آیا ہے۔

اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً یا اشارۃً بیان فرمایا ہے کہ ان باتوں سے نماز کو فضیلت حاصل ہوتی ہے کہ جب کسی نے وضو کیا اور اچھی طرح سے کیا پھر مسجد کی طرف محض نماز کے لئے گیا تو اس کا یہ چلنا بھی نماز کے حکم میں ہے اور اس کے قدم اس کے گناہ دور کرنے والے ہیں، اور یہ کہ مسلمانوں کی دعا پیچھے سے ان کا احاطہ کرتی ہے، اور یہ کہ نمازیوں کے انتظار میں رباط اور اعتکاف کے معنی پائے جاتے ہیں وغیرذالک۔ پھر آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں حدیثوں میں سے ایک کا نام بغیر کسی نکتہ بلیغہ کے نہیں لیا ہے جو آپ کے نزدیک متمثل تھا اور اس نکتہ کو پہلے بیان کر چکے ہیں اس کو دیکھ لینا چاہئے اور اس دین حق کے اندر جس میں نہ سامنے سے باطل آتا ہے اور نہ پیچھے سے کسی طرح سے دخل کو دخل نہیں ہے اور اسی جماعت کے بارے میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس گاؤں یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور پھر وہاں جماعت نہ ہو تو بلاشک شیطان ان پر مستولی ہو گیا ہے

میں کہتا ہوں اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جماعت کے ترک کرنے سے ستی کا درجہ ہو سکتا ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں نے اس بات کا قصد کر لیا تھا کہ میں لکڑیوں کے جمع کرنے کا حکم دوں کہ وہ اکٹھی کی جائیں، الحدیث

شاید اس کا اخیر ہو ہے پھر نماز کا حکم دوں کہ اذان دی جائے اور ایک شخص کو امامت کرنے کا حکم دوں پھر میں ان لوگوں کے پاس (باقی

اقول هو اشارة الى ان شوكها
يفتح باب لمناوئين، وقوله صلى
الله عليه وسلم والذي نفسي
بيده لقد هممت ان آمر بحطب
فيحتطب الحديث ؛

اقول الجماعة سنة مؤكدة
تفاد بالشعة على تركها لانها من
شعائر الدين. لكنه صلى الله عليه
وسلم رخص في بعض هذا لك
تأخرا واستبطاء وعرف ان سببه
ضعف النية في الاسلام فشدد
النكير عليهم واخبر ان قلوبهم لم
لما كان في شهود الجماعة حرج
للضعيف والمعذور ذي الحاجة اقتضت
الحكمة ان يرخص في تركها
عند ذلك ليتحقق العدل بين الانواع
والتفريط، فمن انواع الحرج ليلة ذات
برد ومطر، ويستحب عند ذلك
قول المؤذن الا صلوا في الرحال، و
منها جذ يعسر التربص نها
كالعشاء اذا حضر فانه يبدأ بما تتشوق
النفس اليه، وربما يضيع الطعام،
وكمدافعة الاخبثين فانه يبدأ بالخلاء
عن فائدة الصلاة مع ما به من
اشتغال النفس، ولا اختلاف بين
حديث لا صلاة بحضرة طعام و
حديث لا تؤخروا الصلاة لطعام ولا
غيره اذ يمكن تنزيل كل واحد
على صورة ومعنى اذ نفي وجوب

میں کہتا ہوں جماعت سنت مؤکدہ ہے اس کے
ترک پر ملامت متوجہ ہوتی ہے کیونکہ وہ دین کے شعائر میں
سے ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کے بعض
لوگوں میں تاخیر اور تحمیل پائی اور آپ نے معلوم کر لیا
کہ اس کا سبب اسلام میں ان کی نیت کا ضعف ہے اس
واسطے ان پر سخت وعید کی اور ان کے حق میں شدید انکار
فرمایا پھر جب اس جماعت کے حاضر ہونے میں ضعیف اور مریض
اور جن کو اور لوگوں کے ساتھ ایک طرح کی وقت تھی تو حکمت
نے مقتضی ہوا کہ ان کو ایسے وقت میں ترک جماعت کی
رخصت دی جس سے ان کا اور لوگوں کا وظیفہ میں اعتدال ہو جائے
پس حرج کی قسموں میں سے یہ ہے کہ رات کا وقت ہو جس میں
پالا پڑتا ہو یا مینہ ہوتی ہو، اور ایسے وقت میں مؤذن کو
یہ کہنا مستحب ہے "اے لوگو خبردار رہو اپنی اپنی جگہ پر
نماز پڑھو"

اور اقسام حرج میں سے وہ حاجت ہے جس سے رکنا
مشکل ہو مثلاً رات کا کھانا جبکہ موجود ہو کیونکہ ایسا وقت
دل کو لے گی وقف کئے رہتا ہے اور کبھی یہ خوف ہوتا ہے کہ
کھانا ضائع ہو جائے گا، اور جیسے پیشاب پاخانہ کی حاجت
رفع کرنا کیونکہ نفس کے مشغول ہو جانے کی وجہ سے نماز کے
فائدہ سے محروم رہے گا، اور اس حدیث میں کہ "کھانے کے وقت
وقت نماز نہیں" اور اس حدیث میں کہ کھانے کے وقت یا کسی
اور چیز کے لئے نماز میں تاخیر نہ کرو" کچھ خلاف نہیں ہے کیونکہ
ہر حدیث کو ایک صورت خاص یا ایک معنی خاص پر محمول
کر سکتے ہیں کیونکہ پہلی حدیث میں یہ مراد ہے کہ حاضر ہونا
وقت نہیں تاکہ "تکلف کا سدباب ہو اور دوسری حدیث
میں عدم تاخیر کا حکم اس کے لئے ہے جو تحقق فی الماسنت سے
ماموں ہے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے روزہ دار کیلئے

نبیہ: [illegible] کے بعد جو نماز جماعت میں حاضر نہیں ہوتے
پھر ان کے گھر جلادوں لیکن ان کے بیوی بچوں کا خیال آتا ہے، ہ

الحضور متعلق بالوقت المتعلق، وعدمه بتاخيره هو لطيفة بمن امن شر متعلق وذلك كتاخير قطر الصائم وعدمه على احد القولين فيمن اخر فطره كان تشوف الى الطعام او خوف ضيق وعدمه اذا لم يكن، وذلك ما خوف من حال العجة، ومنها ما اذا كان خوف فتنة كامرأة صابت بخورا، ولا اختلاف بين قول صلى الله عليه وسلم اذا استاذنت امرأة احدكم المسجد فلا يمنعها، وبين ما حكم به جمهور الصحابة من منعهن لهذا المعنى لغيرة التي تنبعث من داخلة دون خوف الفتنة، والجائز ما فيه خوف الفتنة وذلك قول صلى الله عليه وسلم الغيرة غيرتان فحديث احدثهم عائشة ان النساء احدثن الحديث وعنها خوف، او لمرض، او لغيرهما ظاهر، وقول صلى الله عليه وسلم لا تمنعوا اماء الله مساجد الله، وقد قال نعم، قال فاجيب، ان سواكه كان في العزيمة فلم يرخص له ثم وقعت الحاجة الى بيان الاحق بالامامة، وكيفيه الاجتماع، ووصية الامام ان يخفف بالقوم، والمامومين ان يحافظوا على اتباعه، وقصة معاذ رضي الله عنه في اطالة مشهورة فتبين هذه المعاني باوكد وجه، وهو قوله صلى الله عليه وسلم ليؤم لقومه

وغیرہ اور عدم فطار کا حکم دو وقتوں کے ساتھ متعلق ہے، یا تاخیر جائز اس وقت ہے جب کھانے کا بہت زیادہ شوق ہو یا اس کے ضائع ہونے کا خوف ہو۔ اور عدم تاخیر نماز اس وقت میں ہے جب اس میں سے کوئی بات نہ ہو، اور علت کے زوال سے یہ بات بھی جاتی ہے،

اور اقسام حرج میں سے وہ ہے کہ جب کسی فتنہ کا خوف ہو جیسے کوئی عورت خوشبو لگا کر جائے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں کہ جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد میں جانے کی اجازت مانگے تو منع نہ کرو۔ اور اس میں کہ جمہور صحابہ نے عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع کیا ہے، کچھ خلاف نہیں ہے کیونکہ مسجد میں جانے سے روکنے میں جس غیرت سے منع کیا ہے وہ غیرت ہے جو دل سے پیدا ہوتی ہے فتنہ کے خوف سے اور وہ غیرت جائز ہے جو فتنہ کے خوف کی وجہ سے ہو، اسی لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیرت دو قسم کی ہے احدث۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا عورتوں نے جو نئی باتیں پیدا کر لی ہیں اگر ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیکھیں تو جائز نہ رکھیں۔

اور اقسام حرج میں سے خوف اور مرض ہیں اور ان [illegible] اور نبی صلے اللہ [illegible]

[illegible] کیا تو [illegible] اس نے عرض کیا ہاں۔ آپ نے فرمایا اس کی تعمیل کرو یہ ہیں کہ اس کا مسواک عزیمت میں تھا پس آپ نے اس کو اجازت نہ دی پھر اس بات کے بیان کرنے کی حاجت ہوئی کہ امامت کے لائق تر کون شخص ہے اور اجتماع کی کیا صورت ہے اور اس بات کے بیان کرنے کی حاجت ہوئی کہ امام کو مختصر نماز پڑھانے کی وصیت کی جائے اور مقتدی امام کی اطاعت کریں اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا قصہ نماز کے طویل کرنے میں مشہور ہے اس واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] مورد کو بیان

ترؤهم لكتاب الله فان كانوا في القراءة سواء فاعلمهم بالسنة فان كانوا في السنة سواء فاقدمهم هجرة، فان كانوا في الهجرة سواء فاقدمهم سنا، ولا يؤمن الرجل الرجل في سلطانه، ولا يقعد في بيته على تكرمته إلا بإذنه، فقدم القرآن صلى الله عليه وسلم حد العلوم حد ما وصفنا بيننا، وكان أول ما نهى عنه معرفة كتاب الله لأنه أصل العلم، ودينه وأنه من شعائر الله فوجب أن يقدم صاحبه وينوه لينشأ لينكون ذلك داعيا إلى التفقه فيه، وليس كما يظن السبب احتياج الخلق إلى القراءة فليتدبر، ثم من بعدها معرفة السنة لأنها تلو لكتاب وبها قيام الملة، وهي ميراث النبي صلى الله عليه وسلم في قومه، ثم بعده اعتبرت الهجرة إلى النبي صلى الله عليه وسلم لأن النبي عليه الصلاة والسلام عظم أمر الهجرة ورغب فيها ونوه بشأنها وهذا من تمام الترغيب والتنويه، ثم زيادة السن إذ السنة أفشية في الملل جميعها توقير

تا کید کے طور سے بیان فرمایا، چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لوگوں کی امامت وہ شخص کرے جو ان سب سے زیادہ قرآن کو اچھا پڑھتا ہو پس اگر قرأت میں سب برابر ہیں تو امامت وہ شخص کرے جو سنت کا زیادہ عالم ہو پس اگر علم سنت میں بھی برابر ہیں تو وہ شخص امامت کرے جو ہجرت میں مقدم ہو، اگر ہجرت میں بھی برابر ہیں تو وہ امامت کرے جو عمر میں زیادہ ہو، اور کوئی شخص دوسرے کی سلطنت میں اس کی امامت نہ کرے اور نہ زیادہ قاری کو مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے علم کی ایک معلوم حد بیان کی ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور صحابہ میں سب سے پہلی چیز کتاب اللہ کی معرفت تھی کیونکہ وہ تمام علوم کی اصل ہے اور نیز وہ اللہ تعالیٰ کے شعائر میں سے ایک شعار ہے اسواسطے اس کے پڑھنے والے کا مقدم کرنا ضروری ہوا اور اس کی تعظیم واجب ہوئی تاکہ اس سے لوگوں کو کتاب اللہ میں رغبت پیدا ہو، اور یہ بات نہیں ہے جیسا کہ بعض نے گمان کیا ہے کہ اس کے مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مصلی کو قرآن پڑھنے کی ضرورت ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ ان کو قرآن سیکھنے کی ترغیب اور حرص دلانا منظور ہے اور باہم حرص کرنے سے فضائل حاصل ہوتے ہیں، اور اس ترغیب میں نماز کے خاص ہونے کا یہ سبب ہے کہ نماز کو قرأت کی ضرورت ہے پس اس میں غور و فکر کرنا چاہیئے اس کے بعد ہے معرفت سنت کا درجہ ہے کیونکہ سنت کتاب اللہ کے بعد ہے اور اس سے دین کا قیام ہے اور امت کے اندر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ورثہ ہے، پھر اس کے بعد ہجرت کا اعتبار کیا کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے امر ہجرت کی تعظیم کی ہے اور اس میں رغبت دلائی اور اس کو عظیم الشان بتایا، اور ہجرت کے اندر ہجرت کرنے والے کو مقدم کرنا بھی اسی ترغیب اور تعظیم کا تتمہ ہے اور اس کے بعد زیادتی عمر کا اعتبار کیا کیونکہ تمام مذاہب میں بڑوں کی تعظیم کا عام دستور ہے علاوہ بریں عمر رسیدہ آدمی زیادہ

لکبیر، ولانہ کثر تجربۃ و حضو
حلم وانما نھی من یتقدم
ی ذی سلطان فی سلطانہ
نہ یتق عیبہ ویقد ح فی
سلطنہ فشرع ذلک ابقاء علیہ
قولہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا
صلے احدکم لنفسہ فلیطول
اشاء ؛

اقول ان عمرۃ الی الحق لا تتم
لا تتم فی بادیۃ تبسیر، وتنفر
خالف لموضوع، والشق الذی یکلف
ہ جمہور الناس من حقہ لتخفف
ما صرح النبی صلے اللہ علیہ وسلم
بہت ذلک ان منکم منفرین، فتو
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم انما جعل
امام لیؤتم بہ فلا تختلفوا
یہ فاذا رکع فارکعوا، واذا قال
سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا اللھم
ربنا لک الحمد، واذا سجد فاسجدوا
واذا جلس فاقعوا جمیعا
واذا قال ولا الضالین
فقولوا آمین ؛

اقول بدء الجماعۃ ما اجتھد
فیہ رضی اللہ عنہ برایہ فقرر
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
صنعہ واما اجتھد لانہ بہ
سیر صلاتہم واحدۃ واحدۃ

تربیہ والا اور زیادہ علم والا ہوتا ہے،
اور صاحب سلطنت کا اس کی سلطنت میں امام بننے سے
ت جو آپ نے منع فرمایا تو اس کا سبب یہ ہے کہ یہ بات
صاحب سلطنت پر شاق گذرے گی اور اس کی سلطنت
میں نقصان پیدا ہوگا پس صاحب سلطنت کا سلطنت
باقی رکھنے کے واسطے ایسا حکم فرمایا، اور آں حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی لوگوں
کا امام بنے تو اختصار کرے کیونکہ ان میں بیمار، ضعیف
اور بوڑھے ہوتے ہیں، اور جب تم میں سے کوئی تنہا
نماز پڑھے تو جتنا چاہے نماز کو طویل کرے۔

میں کہتا ہوں دعوت الی الحق کا فائدہ بغیر
آسانی کے پورے طور سے حاصل نہیں ہوتا اور لوگوں
کو نفرت دلانا دین کے مقاصد کے خلاف ہے اور جس
چیز کا سب کو حکم دیا جائے اس کے لئے آسانی
زیبا ہے جیسا کہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قول
سے اس بات کی تشریح فرمائی بعض تم میں سے نفرت دلانے
والے ہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اس
لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے پس تم اس
کے خلاف نہ کرو سو جب وہ رکوع کرے تم رکوع کرو اور
جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہو
اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب وہ بیٹھ
کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو اور [illegible]
میں ہے اور جب وہ ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو،

میں کہتا ہوں جماعت کی ابتداء حضرت معاذ رضی
اللہ عنہ کے اجتہاد سے ہوئی ہے پس نبی صلے اللہ علیہ
وسلم نے ان کے اجتہاد کو [illegible] کھا اور اس کو صحیح بتایا
اور ہوسکتا ہے یہ بات اس سے ہو کہ جب جماعت کی وجہ
سے سب لوگوں کی نماز ایک ہو جاتی ہے اور بدون
جماعت کے مسجد میں جمع ہونے سے صرف اتفاقی ملاقات

ذلک انما هوا تفاق فی المکان دون الصلاۃ، وقولہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا صلے جالسا فصلوا جلوسا منسوخ بدلیل امامۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی اٰخر عمرہ جالسا والناس قیام، والسر فی هذا النسخ ان جلوس الامام وقیام القوم یستلزم تعظیم المامور للمامور کما صرح بہ فی بعض روایات الحدیث فلما سنقرت الاصول الاسلامیۃ وظهرت المخالفۃ من رعایا جم فی کثیر من الشرائع رجح القیاس اخیرا، هو ان القیام رکن الصلاۃ فلا یترک من غیر عذر ولا عذر للمقتدی قولہ صلے اللہ علیہ وسلم لیلنی منکم اولو الاحلام والنهی ثم الذین یلونهم ایاکم وهیشات الاسواق۔

قولہ ذلک لیستقر عندهم توقیر الکبیر اولیتنافسوا فی عادۃ اهل السؤدد، ولئلا یشق علی اولی الاحلام تقدیم من دونهم فیهم ونهی عن الهیشات تادبا بما یمکن من ان یبرا القرآن ویتشبہ بقوم ناحوا الملک، قولہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم الا تصفون کما تصف الملائکۃ عند ربها

اقول کل امر منه معلوم وانما وجدوا علی مقتضی الترتیب الطبعی فی الاستعدادات، ولا یمکن

ہوتا ہے اور ان سب کی نماز ایک نماز نہیں ہوتی

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بیٹھ کر نماز پڑھو منسوخ ہے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی اخیر عمر میں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے اور اس کے منسوخ ہونے میں راز یہ ہے کہ امام کا بیٹھا رہنا اور لوگوں کا اس کے پیچھے کھڑا ہونا بڑوں کے اس فعل کے ساتھ مشابہ ہے جو وہ اپنے بادشاہوں کی حد سے زیادہ تعظیم میں کرتے ہیں جیسا کہ حدیث کی بعض روایات میں اس کی تصریح پائی جاتی ہے پس جب اصول اسلامی محکم ہوگئے اور بہت سے احکام میں عجمیوں کی مخالفت ظاہر ہوگئی تو اس پر ایک دوسرے قیاس کو ترجیح دی گئی اور وہ یہ ہے کہ قیام نماز کا رکن ہے پس بغیر عذر کے اس کو ترک نہیں کیا جا سکتا اور اس صورت میں مقتدی کے لئے بھی عذر نہیں ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو لوگ عقل مند اور سمجھدار ہیں وہ مجھ سے ملکر کھڑے ہوا کریں پھر وہ جو ان کے قریب ہیں اور آپ نے تین بار اس کلمہ کو فرمایا، اور بازاروں کی طرح شور و غل سے اجتناب کرو۔"

میں کہتا ہوں یہ آپ نے اس لئے فرمایا تاکہ ان میں بڑوں کی عظمت پیدا ہو اور شرفاء کی عادت اختیار کرنے کی طرف رغبت ہو اور تاکہ اہل عقل پر کم درجہ کے لوگوں کا مقدم ہونا شاق نہ گذرے اور شور و غل سے منع کرنا ادب سکھانے کے لئے ہے اور تاکہ وہ قرآن کے تدبر و غور و فکر کر سکیں اور ان لوگوں کے ساتھ مشابہت پیدا کریں جو بادشاہ کے حضور میں کھڑے ہوتے ہیں تاکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس طرح فرشتے خدا تعالیٰ کے سامنے صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں تم اس طرح کیوں نہیں کھڑے ہوتے"

ن یکون هذ ۔ث نرجئة، قوله صلے
الله علیه وسلم انی لاری الشیطان
یدخل فی خلال الصف کانه
الحذف ؛

قول قد جربنا ان الترص فی
حق الذکر سبب جمع الخاطر و
وجدان الحلاوة فی الذکر، وسد
الخطرات، وترکه ینقص من هذه
المعانی، والشیطان یدخل کما
انتقص شئ من هذه المعانی، فرأی
رسول الله صلے الله علیه وسلم
متمثلا بهذه الصورة، وانه من أی
فی هذه الصورة لان دخول الحذف
اقرب ما یری فی العادة من هجوم
شئ فی الضمائر مع السواد لسمعه
تقبح سریرة، فتمثل الشیطان
بثلث الصورة، قوله صلے الله علیه
وسلم لتسوّن صفوفکم ولیخالفن
الله بین وجوهکم، وقوله صلے الله علیه
وسلم اما یخشی الذی یرفع رأسه
قبل الامام ان یحول الله رأسه
رأس حمار ؛

قول کان النبی صلی الله علیه
وسلم امرهم بالتسویة والاتباع
ففرطوا، وسجل علیهم بالفرجة و
تغلظ التهدید وخافهم ان یعذبهم
او یخالف بین وجوههم ان یلحق
الذلیلات الالهیة جالیة بعض
اذا احاط بحدیث المسجد او نحو

میں کہتا ہوں ہر فرشتہ کے لیے ایک مقام معین ہے
اور استعدادوں کے اندر ترتیب عقلی کے موافق وہ پیدا
کیے گئے ہیں اس واسطے درمیان خالی جگہ نہیں رہ سکتی، نبی صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ بعض
بچے سیاہ بچے کی صورت میں صف کی خالی جگہ سے گھس آتا ہے
میں کہتا ہوں کہ ہم نے اس بات کا تجربہ کیا ہے کہ ذکر
کے حلقہ میں بیٹھنے سے جمع خاطر اور ذکر میں حلاوت
پیدا ہوتی ہے اور خطرات بند ہوتے ہیں اور اس کے
ترک کرنے سے یہ سب باتیں کم ہو جاتی ہیں اور جب
ان معانی میں سے کچھ کم ہوتا ہے شیطان داخل ہو جاتا ہے
پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کو اس
صورت میں متمثل دیکھا اور اس صورت میں دیکھنے
کی وجہ یہ ہے کہ کھیڑ کے بچے کا داخل ہونا عادۃ ایسی جگہ
حلقوں میں اکثر ہوتا ہے اور سیاہی کی صفت کے ساتھ
دیکھنا تو باطن کی نیاحت پر دلالت کرتی ہے اسی واسطے
شیطان اس صورت میں آپ کے سامنے متمثل ہوا ہے
جسے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی صفیں سیدھی کرو ورنہ
اللہ تعالیٰ تمہارے منہ بگاڑ دے گا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا جو شخص امام سے پہلے اپنا سر اٹھاتا ہے کیا اس کو اس
بات کا خوف نہیں ہے کہ اللہ اس کا گدھے کا سا سر بنا دے
میں کہتا ہوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صفیں برابر
کرنے کا اور امام کی اتباع کا حکم دیا تھا لیکن انہوں نے
میں کوتاہی کی اور آپ نے ان کو ڈانٹا اور سخت تہدید
سے ان پر سخت تہدیدیں کیں اور ان کو خوف دلایا کہ مخالفت
کریں گے تو ان پر خدا تعالیٰ لعنت کرے گا کیونکہ
مخالفت کرنا لعنت کا سبب ہے اور
واقع ہونے والی ہیں

اور گدھے کی خصوصیت میں نکتہ یہ ہے کہ یہ ایسا

خلاف بينه وبين سكنة وخصوص الحمار انه بهيمة يتقرب به المثل في حسترد ذلك به [illegible] والادب في اسلام الوجه لله، فجوز وافي العضو الذي اساء به، كما في الوجوه، واختلفوا سواء بالتقدم وبتأخر فجوز وا بالاختلاف معنى والمناقشة، قوله صلى الله عليه وآله وسلم اذا جئتم الى الصلاة ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوه شيئا ومن ادرك الركعة فقد ادرك الصلاة ؛

اقول ذلك لان الركوع اقرب شبه [illegible] فكانه ادرك، ويضد فالسجدة اصل اصول الصلوة والقيام والركوع تمهيد له وتوطئة، وقوله صلى الله عليه وآله وسلم اذا صليتما في رحالكما ثم اتيتما مسجد جماعة فصليا معهم فانها لكما نافلة ؛

اقول ذلك لئلا يعتذر تارك الصلاة بانه صلى في بيته فيمتنع الانكار عليه، ولئلا تفترق كلمة المسلمين ولو بادى الرى ؛

الجمعة

[illegible]

جائز ہے جو صاحب اور اہانت میں مرتب الش ہے اس [illegible] حماقت و جہل ہو اور وہ اس کے [illegible] لازم ہے کہ انسان سے اللہ تعالیٰ کے لئے چہرہ جھکانے [illegible] ادبی کو بھی، کہ اسے اس حصہ پر سجدہ کی جس کے ساتھ [illegible] کی سزا دی جاتی ہے جس طرح کہ وہ پیر [illegible] کی سزا پاتا ہے میں کہتا ہوں میں نے آگے پیچھے ہو کر [illegible] اس وسیلے کو خلاف معنوی اور باطنی سنت سے [illegible] ہے ادا کی گئی ہے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم [illegible] کے لئے آؤ اور سجدہ میں ہوں تو تم سجدہ میں شریک ہو جاؤ اور اس کو کچھ شمار نہ کرو اور جس نے رکوع کا ادراک کیا اس نے نماز کا ادراک کیا۔

[illegible] اس کی وجہ سے کہ رکوع قیام کے ساتھ مشابہت [illegible] پس جس نے رکوع پایا گویا اس نے قیام کو پایا [illegible] سجدہ سے میں اصل ہے اور قیام اور رکوع [illegible] اس کے تمہید اور توطئہ ہیں اور اسی لئے [illegible] فرمایا جب تم دونوں اپنے گھروں میں نماز پڑھ چکو پھر تم جماعت ہو رہی ہو تو ان کے ساتھ نماز پڑھو [illegible] کیونکہ وہ تمہارے لئے نفل ہے۔

میں کہتا ہوں اس کی وجہ ہے کہ تارک نماز کو اس عذر موقع نہ رہے کہ میں نے اپنے گھر میں نماز پڑھ لی ہے پس [illegible] پر کچھ باز پرس نہ ہو سکے، اور دوسرے یہ ہے کہ مسلمانوں کی [illegible] میں کوئی نہ ہو اگرچہ وہ مسجد میں ظاہر میں ہی کیوں نہ ہو،

جمعہ کا بیان

[illegible] میں اصل بات یہ ہے کہ شہریوں [illegible] کی [illegible]

شاعة الصلاة فى البلدان بحضورها
الهما متعذرة كل يوم وجب
ان يعين لها حد لا يسير دورها
جدا فيتعسر عليهم ولا يبطؤا
جدا فيفوتهم المقصود، وكان
الاسبوع مستعملا فى العرب
والعجم وكثر الملل، وكان صالحا
لهذا الحد، فوجب ان يجعل ميقاتها
ذلك ثم اختلف اهل الملل فى
اليوم الذى يوقت به. فاختار
اليهود السبت، والنصارى الاحد
لما جاءت خصوصيات لهما، وخص
الله تعالى هذه الامة بعلم عظيم
نقشه اولا فى صدور اصحابه صلى
الله عليه وسلم حتى اقاموا الجمعة
فى المدينة قبل مقدمه صلى الله
عليه وسلم، وكشفه عليه
ناسيا بان اتاه جبريل عليه
السلام بمرآة فيها نقطة سوداء
تعرفه ما اريد بهذا المثال
تعرف؛

وحاصل هذا العلم ان حق
الوقت بالاطاعات هو الوقت
الذى يتقرب فيه الله تعالى
عباده، ويستحب فيه اداء بعضها
له دون تقبل بعضها وتوسع
صميم النفس وتنفع نفعا كبيرا
من الطاعات، وان لكل وقت
شرا بلد وان الاسبوع يتقرب

ہوئی تاکہ مسلمان اور کسر نماز کے لئے جمع ہو
کریں چونکہ ہفتہ جس سے دور ہوا کہ اس کے لئے
کوئی معین دن مقرر کیا جائے تو اس قدر بعید و
ہوگا لوگوں پر وہ دشوار ہو جائے اور نہ بہت دیر سے
ہونا اس سے کہ اس سے مقصود ہی فوت ہو جائے اور ہفتہ
ایسی مدت ہے جو عرب و عجم اور بہت سے مذاہب میں مستعمل
تھا اور اس حد کی صلاحیت رکھتا تھا اس واسطے
ضروری ہوا کہ اس کو نماز کا وقت بنایا جائے پھر اہل ملل
کا دن کے بارے میں اختلاف ہوا جس کو کسی عبادت
کے لئے مخصوص کیا جائے، پس یہود نے ہفتہ کو اور
نصاریٰ نے اتوار کو ان ترجیحات کی بنا پر جو ان پر ظاہر
ہوئیں پسند کیا اور اس امت کو اللہ تعالیٰ نے علم عظیم
کے ساتھ خاص کیا، اول اس کو آپ کے اصحاب کے
دلوں میں اچھا راسخ کیا حتیٰ کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کے تشریف لانے سے پہلے مدینہ میں جمعہ قائم کیا
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکشاف
فرمایا جبکہ آپ کے پاس ایک آئینہ لئے
تشریف لائے جس میں ایک سیاہ نقطہ تھا جس سے
یہ جو مقصود تھا وہ سمجھا دیا پس آپ نے اس کو
معلوم کر لیا،

اس علم کا حاصل یہ ہے کہ عبادت ادا کرنے کا بہترین
وقت وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے قریب
ہوتا ہے جس میں ان کی عبادتیں قبول کی جاتی ہیں کیونکہ
بعض وقت میں عبادات کے قبول ہونے میں [illegible]
ہوتی [illegible] کرتی ہے [illegible]
[illegible] یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ایک وقت ہے جو
[illegible] کے ساتھ خاص ہے جس میں
[illegible] ہوتا ہے [illegible]
[illegible] ہوتے ہیں [illegible]
[illegible] اللہ تعالیٰ [illegible]

فيه الى عباده، وهو الذي يتجلى فيه لعباده في جنة الكثيب، وان انور مظنة لهذا الوقت هو يوم الجمعة فانه وقع فيه اهون عظام، وهو قوله صلى الله عليه وسلم خير يوم طلعت عليه الشمس يوم الجمعة فيه خلق آدم وفيه ادخل الجنة وفيه اخرج منها ولا تقوم الساعة الا يوم الجمعة، وبها نحو قوله فيه صيحة يعني فزعة موعودية ي ذلك من اهوال صورت شديدا وذريعة لما يسرعة على وجوه من الملاء السماء، ومبادرته اليهم من الملاء لاسى حانين تفزع اولا لنزول القضاء، وهو قوله صلى الله عليه وسلم تسلسلة على صفوان حتى اذا فزع عن قلوبهم الحديث، وقد حدث النبي صلى الله عليه وسلم بهذه النعمة لما مر به فقال نحن الاخرون السابقون يوم القيامة، يعني في دخول الجنة او العرض بحساب بيد انهم اوتوا الكتاب من قبلنا واوتيناه من بعد هم، يعني غير هذه الخصلة فان اليهود والنصارى تقدموا فيها، ثم هذا يوم هم الذي فرض عليهم يعني الفرد المنتشر الصادق بالجمعة في حقنا وبالسبت والاحد في حقهم فاختلفوا

جلد دوم کے دن میں ہے کیونکہ اس دن میں بڑے بڑے امور واقع ہوئے ہیں۔

چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بہترین دنوں کا جس میں آفتاب طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن ہے اس دن میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اور اسی دن جنت سے نکالے گئے اور اسی روز قیامت قائم ہوگی اور اس روز بہائم غیر ے ہوئے ہوتے ہیں۔ یعنی جو جانور ذرے ہوئے ہوتے ہیں جس طرح کوئی سخت آواز سنکر ڈر جاتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ملا سافل سے ان کے نفوس ہے ... جس دن ... اسی دن نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جیسے سخت پتھر پر ایک زنجیر ماری جاتی ہے تو اس سے آواز پیدا ہوتی ہے یہانتک کہ ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوتی ہے الحدیث، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کے حکم نے موافق اس نعمت کا ذکر کیا پس آپ نے فرمایا "ہم بعد میں پیدا ہونے والے ہیں، قیامت کے دن سابق رہنے والے ہیں، یعنی جنت میں داخل ہونے میں یا حساب کے لئے پیش ہونے میں سابق ہیں) مگر اتنی بات ہے کہ ان کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی ہے اور ہمیں ان سے بعد کو عطا ہوئی ہے (پھر سوائے اس خصلت کے کہ اس میں یہود اور نصاریٰ سے مقدم ہیں) پھر یہ ان کا دن ہے جو ان پر فرض کیا گیا ہے آپ کی مراد اس دن سے فرد منتشر ہے جو ہمارے حق میں جمعہ کے ساتھ پایا جاتا ہے اور ان کے حق میں ہفتہ اور اتوار کے ساتھ پایا جاتا ہے اس دن میں انہوں نے اختلاف کیا پس اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس کی ہدایت کی، یعنی اس دن کی ہدایت کی

فیہ فھذا یدا اللہ لہذا ای لھذہ الامۃ الیوم کما ھو عند اللہ، و بالجملۃ فتلک فضیلۃ خص اللہ بھا ھذہ الامۃ، والیھود والنصاری لم یفتھم صل ما ینبغی فی التشریع، و کذلک الشرائع السماویۃ لا تخطئ قوانین التشریع وان امتاز بعضھا بفضیلۃ زائدۃ، ونوہ صلے اللہ علیہ وسلم بھذہ الساعۃ و عظم شانھا فقال لا یوافقھا مسلم یسأل اللہ بھا خیرا الا اعطاہ ؛

ثم اختلفت الروایۃ فی تعیینھا فقیل ھی ما بین ان یجلس الامام لی ان تقضی الصلاۃ لانھا ساعۃ تفتح فیھا ابواب السماء و یکون المؤمنون فیھا راغبین الی اللہ فقد اجتمع فیھا برکات السماء و الارض ؛

وقیل بعد العصر الی غیبوبۃ الشمس لانھا وقت نزول القضاء وفی بعض لکتب الالھیۃ ان فیھا خلق ادم، وعندی ان الکل بیان اقرب مظنۃ ولیس بتعیین ثم مسرت الحاجۃ الی بیان وجوبھا والتاکید فیہ فقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لینتھین اقوام عن ودعھم الجمعات او لیختمن اللہ علی قلوبھم ثم لیکونن من الغافلین ؛

اللہ تعالیٰ کی مرضی سے موافق ہے،

الحاصل وہ ایک ایسی فضیلت ہے جس کے ساتھ خدا تعالیٰ نے اسی امت کو خاص کیا اور شرع میں جو چیز اصل ہونی چاہئے اس سے یہود و نصاریٰ بھی محروم نہیں، اور اسی طرح آسمانی شریعتیں تو اتمن شرعیہ کو نہیں چھوڑتیں اگرچہ بعض کسی فضیلت زائدہ کے ساتھ ممتاز ہوں، اور آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس ساعت کا اہتمام فرمایا اور اس کی عظمت شان بیان کی، پس آپ نے فرمایا" جو کوئی مسلمان اس گھڑی میں خدا تعالیٰ سے سوال کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو عطا فرمائے گا"

پھر اس گھڑی کی تعیین میں مختلف روایتیں وارد ہیں، پس بعض نے کہا یہ ساعت مابین اس کے ہے کہ امام بیٹھے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو کیونکہ وہ ایسی ساعت ہے جس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس ساعت میں ایمان والے خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں پس اس وقت میں آسمان و زمین کی برکات مجتمع ہوجاتی ہیں

اور بعض کہتے ہیں وہ گھڑی عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک ہے کیونکہ وہ وقت حکم الٰہی کے نزول کا ہے اور بعض کتب الٰہیہ میں ہے کہ اس گھڑی میں حضرت آدمؑ پیدا کئے گئے ہیں، اور میرے نزدیک یہ سب تحدیدی بیان ہے ان سے تعیین ثابت نہیں ہوتی، پھر اس بات کی ضرورت ہوئی کہ جمعہ کے وجوب کو اور اس کے بارے میں تاکید کو بیان کیا جائے لہٰذا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" لوگوں کو ترک جمعہ سے باز آنا چاہیئے ورنہ خدا تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا پھر وہ بے خبر ہو جائیں گے"

میں کہتا ہوں یہ اس طرف اشارہ ہے کہ اس کے ترک کی عادت سے شقاوت کا دروازہ کھل جاتا ہے اور اسی سبب سے شیطان غالب آجاتا ہے،

اقول هذا اشارة الى ان تركها يفتح باب التهاون وربما يصير لشيطان، وقال صلى الله عليه وسلم تجب الجمعة على كل مسلم الا امرأة او صبيا او مملوكا، وقال صلى الله عليه وسلم الجمعة على من سمع النداء۔

اقول هذا رعاية للعدل بين الافراط والتفريط وتخفيف لذوي الاعذار، والذين يشق عليهم ان يصبروا بهذه الكيفية لضعفهم فتنة، والى هذا يستحب التنظيف بالغسل والسواك والتطيب ولبس الثياب لانها من مكملات الطهارة ذبيصا عف التنه احلت "الخ" وهو قول صلى الله عليه وسلم لولا ان اشق على امتي لامرتهم بالسواك ولانه لابد لهم من يوم يغتسلون فيه ويتطيبون لان ذلك من محاسن ارتفاقات بني ادم، ولما لم يتيسر كل يوم امروا بذلك يوم الجمعة لانه تتوفر بحضوره على الغالب وتحضر النساء والصبيان ويحصل التنظيف والتطيب على اكمل الوجوه، وقال صلى الله عليه وسلم حق على كل مسلم ان يغتسل في كل سبعة ايام يوما يغسل فيه راسه وجسده، ولانهم كانوا عمالة انفسهم، وكان لهم اذا اجتمعوا [illegible]

[illegible] جمعہ سے [illegible] جمعہ واجب ہے
اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو اذان کی آواز
سنے اس پر جمعہ واجب ہے"
میں کہتا ہوں یہ [illegible] کے درمیان عدل
کی رعایت [illegible] کے لئے جن کو
[illegible] نہ ہو اور ان کے لئے جن کو
نہیں [illegible] کا خوف ہے ان کے لئے تخفیف ہے، اور اس
بات کی بھی [illegible] سے بچانے اور مسواک
کرنے اور خوشبو لگانے [illegible] کے ساتھ
پابندی مستحب کی [illegible] کو کامل کرنے
[illegible] سے مستحب [illegible]
زیادہ تاکید ہوتی ہے اسی لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے
[illegible] امت پر شاق نہ سمجھتا تو ان کو ہر نماز
کے [illegible] کا حکم دیتا، اور یہ ان لوگوں کے لئے
[illegible] بھی ہونا ضروری ہے جن کا [illegible] کرنا نہ
خوشبو کا [illegible] کیونکہ یہ بنی آدم کی عمدہ عادات میں سے
ہے [illegible] ہر دن ان چیزوں کا کرنا آسان نہ تھا
اس لئے [illegible] ان کو کرنے کا حکم فرمایا کیونکہ اس
[illegible] سنت کی رعایت بھی ہوتی ہے اور نماز بھی کامل ہوتی
ہے [illegible] نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہر مسلمان پر
[illegible] کہ سات روز میں سے ایک روز
[illegible] کیا کرے جس میں اپنا سر اور بدن [illegible] اور یہ
[illegible] خود کیا کرتے تھے، اور جب تنگ ہو گئے تھے تو ان میں
سے چیزوں کی [illegible] اس لئے ان کو [illegible] کا حکم
[illegible] کہ نفرت کا سبب دور ہو اور ان کا باہم خوب اجتماع
[illegible] حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عائشہ نے اس
کو بیان فرمایا ہے، اور یہ اس بات کی ضرورت پڑی کہ
ان کو [illegible] رہنے کا اور امام سے قریب ہونے کا اور

وامروا بالغسل ليكون رافعا لسبب التنفير، وادعى للاجتماع بينه ابن عباس وعائشة رضي الله عنهما. والى الامر بالانصات والدنو من الامام، وترك اللغو والتبكير ليكون ادنى الى استماع الموعظة والتدبر فيها، وبالمشي وترك الركوب لانه اقرب الى التواضع والتذلل لربه ولان الجمعة تجمع الملق والمثرى فلعل من لا يجد المركوب يستحي، فاستحب سد هذا الباب، والى استحباب الصلاة قبل الخطبة لما بينا في سنن الرواتب، فاذا جاء الامام يخطب فليركع ركعتين، وليتجوز فيهما لسنة الراتبة وادب الخطبة جميعا بقدر الامكان ولا تغتر في هذه المسئلة بما يفعله هؤلاء في بلدك فان الحديث صحيح واجب اتباعه، والى النهي عن مخطى والتفريق بين اثنين الا ان يأذن احد ليخالف الى مقعده وانها امر مقعدا لجهنم كثير ويحصل به الفساد ذات البين وهي بلية عظيمة، ثم بين رسول الله صلى الله عليه وسلم ثواب من اتى الجمعة كاملة موفرة حقها وانه يغفر له ما بينه و

لغو بات ترک کرنے کا، اور جلد آنے کا حکم دیا جائے تاکہ نصیحت سننے کا اور اس میں تدبر کرنے کا زیادہ موقع ملے، اور اس بات کی ضرورت پڑی کہ جمعہ کی نماز کے لئے پیدل آنے کا اور سواری ترک کرنے کا حکم دیا جائے کیونکہ اس میں اپنے رب کے لئے تواضع اور خاکساری زیادہ پائی جاتی ہے، اور نیز جمعہ میں تنگدست اور غنی سب جمع ہوتے ہیں اس واسطے یہ احتمال ہے کہ جس کو سواری نہ ملے تو وہ شرم محسوس کرے، پس اس دروازہ کا بند کرنا مناسب ہوا، اور اس بات کی بھی ضرورت ہوئی کہ خطبہ سے پیشتر نماز مستحب کی جائے جس کی وجہ ہم نے پنجگانہ کی سنتوں میں ہم بیان کر چکے ہیں، پس جب کوئی شخص ایسے وقت میں آئے کہ امام خطبہ پڑھتا ہے تو اس کو دو رکعت مختصر سی پڑھنی چاہئے تاکہ سنت راتبہ اور ادب خطبہ دونوں کی بقدر امکان رعایت ہو جائے اور اس مسئلہ کے بارے میں تمہارے شہر کے لوگ جو عمل کرتے ہیں ان کے دھوکہ میں نہ آنا کیونکہ اس کے حق میں حدیث صحیح وارد ہے جس کا اتباع واجب ہے اور اس بات کی ضرورت ہوئی کہ گوگوں کی گردنوں پر سے اور دو شخصوں کو ہٹا کر چلنے سے اور کسی کو اٹھا کر [illegible] اس بات کی بنا بنا کر اور کوئی دوسرا شخص نہ بیٹھے منع کیا جائے کیونکہ جاہل لوگ اکثر ایسا کرتے ہیں اور اس سے باہم فساد پیدا ہوتا ہے اور وہ ایذا کا باعث ہے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کا ثواب بیان فرمایا جس نے جمعہ کو تمام آداب کے ساتھ جس طرح سے واجب کیا ہے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک سے زیادہ کیا ہے موجود ہوتے ہیں، اور اس کا سبب [illegible] اور ان کی سنت [illegible] ہونے سے نماز کا فی مقدار ہے پھر آپ نے اس نماز میں جلد

بين الجمعة الاخرى، وذلك لانه مقدار صلاة المحلول في جنة النور ودعوة المؤمنين وبركات صحبتهم وبركة الموعظة وذكر وغير ذلك، وبين درجات التبكير وما يترتب عليها من الاجر بما ضرب من مثل البدنة والبقرة والكبش والدجاجة. وتلك الساعات اثنتا عشرة خفيفة من وقت وجوب الجمعة الى قيام الخطبة، وعليها كل صلاة تجمع الاداء والاداء فيها شفع واحد للاثقل عليهم وان فيهم الضعيف والسقيم وذا الحاجة. ويجهر فيها بالقراءة ليكون، ممكن لقد برهم في القرآن والسنة بكتاب الله، ويكون فيها خطبة ليعلم الحاضر ويذكر الناسي، وسن رسول الله صلى الله عليه وسلم في الجمعة خطبتين يجلس بينهما ليتوفر المقصد مع استراحة الخطيب ونظيرية نشاط ونشاطهم وسنة الخطبة ان يحمد الله ويصلي على نبيه ويتشهد ويأتي بكلمة الشهادة وهي اما بعد، ويذكر ويأمر بالتقوى ويحذر عذاب الله في الدنيا والآخرة، ويقرأ شيئا من القرآن، ويدعو للمسلمين، وسبب ذلك انه ضم مع التذكير التنويه بذكر

آنے کے درجات اور ان کے اوپر جو ثواب مرتب ہوتا ہے اس کو اونٹ اور گائے اور دنبہ اور مرغی کے ساتھ مثال دیکر بیان فرمایا اور یہ ساعتیں وجوب جمعہ کے وقت سے قیام خطبہ تک مختصر اوقات ہیں،

واضح ہو کہ جس نماز میں ادنیٰ اور اعلیٰ سب جمع ہوتے ہیں وہ یک ہی شفع (دو رکعت) ہے تاکہ لوگوں پر گراں نہ گذرے اس کے علاوہ ان میں کمزور اور مریض اور صاحب حاجت اشخاص بھی ہوتے ہیں، اور اس نماز میں قرأت جہراً پڑھی جاتی ہے تاکہ وہ قرآن میں غور و فکر کر سکیں اور کتاب اللہ کی عظمت بھی پائی جائے، اور ایسی نماز میں خطبہ بھی مقرر کیا گیا ہے تاکہ ناواقف واقف ہو جائے اور غافل کو یاد آجائے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جمعہ میں دو خطبے اور ان کے درمیان جلسہ مسنون فرمایا کہ مقصد پورا حاصل ہو اور اس کے ساتھ خطیب کو آرام مل جائے اور اس کا اور لوگوں کا نشاط تازہ ہو جائے،

اور خطبہ پڑھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی حمد کرے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور کلمہ شہادت (تین) پڑھے اور کلمہ فصل لائے، اور وہ کلمہ "اما بعد" ہے اور لوگوں کو نصیحت کرے اور تقویٰ کا حکم کرے اور دنیا و آخرت میں عذاب الٰہی سے ڈرائے اور کچھ قرآن پاک پڑھے اور مسلمانوں کے لئے دعا خیر کرے اور اس کا سبب یہ ہے کہ اس نے نصیحت کے ساتھ خدا تعالیٰ اس کے نبی اور قرآن پاک کو ملا دیا ہے اس واسطے کہ خطبہ دین کے شعائر میں سے ہے پس اذان کی طرح یہ چیزیں خطبہ میں بھی ضرور ہونی چاہئیں،

حدیث شریف میں آیا ہے۔ جس خطبہ میں کلمہ شہادت نہ ہو تو وہ کٹے ہوئے ہاتھ کی طرح ہے" اور معناہ کہ نقطۂ امت کو یہ بات سلسل حاصل ہوتی رہی کہ جمعہ میں جماعت اور ایک قسم کی شہریت شرط ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم

اللہ و نبیہ و بکتاب اللہ لان لخطبة من شعائر الدین فلا ینبغی ان یخلوا منها کالاذان، و فی الحدیث کل خطبة لیس فیها تشهد فهی کالید الجذماء و قد تلقت الامة تلقی معنوی من غیر تلقی لفظ انه یشترط فی الجمعة الجماعة و نوع من التمدن، و کان النبی صلی اللہ علیه وسلم و خلفاؤه رضی اللہ عنهم، و الائمة المجتهدون رحمهم اللہ تعالیٰ یجمعون فی البلدان و لا یؤاخذون اهل البدو، بل و لا یقیم فی عهدهم فی البدو و نفهموا من ذلک ترفا بعد قرن و عصر بعد عصر انه یشترط لها الجماعة و التمدن۔

اقول و ذلک لانه لما کان حقیقة الجمعة اشاعة الدین فی البلد وجب ان ینظر الی تمدن و جماعة، و الاصح عندی انه یکفی اقل ما یقال فیه قریة، لما روی من طرق شتی یقوی بعضها بعضا، خمسة لاجمعة علیهم، و عد منهم اهل البادیة قال صلی اللہ علیه وسلم الجمعة علی خمسین رجلا۔

اقول خمسون یتقری بهم قریة و قال صلی اللہ علیه وسلم الجمعة واجبة علی کل قریة، و اقل ما یقال فیه جماعة لحدیث الانفضاض، و الظاهر انهم لم یرجعوا و اللہ اعلم،

اور آپ کے خلفا رضی اللہ عنہم اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ جمعہ شہروں ہی میں قائم کرتے تھے اور دیہات کے لوگوں سے کچھ تعرض نہ کرتے تھے بلکہ ان کے عہد میں دیہات میں جمعہ نہ ہوتا تھا پس اس بات سے لوگ قرناً بعد قرن و عصراً بعد عصر یہ سمجھنے لگے کہ جمعہ کے لئے جماعت اور شہریت شرط ہے،

میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ جمعہ کی حقیقت شہر میں دین کی اشاعت ہے اس واسطے شہریت اور جماعت کا اعتبار ضروری ہوا، اور میرے نزدیک صحیح تر قول یہ ہے کہ کم سے کم جس پر قریہ کا اطلاق ہوتا ہو وہ نماز جمعہ کے لئے کافی ہے کیونکہ چند احادیث جو ایک بعض کی تائید کرتے ہیں یہ مروی ہے کہ، پانچ قسم کے لوگوں پر جمعہ نہیں " اور ان میں دیہات والوں کو بھی شمار کیا ہے

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " جمعہ پچاس آدمیوں پر واجب ہے "

میں کہتا ہوں پچاس آدمیوں سے قریہ بن جاتا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " ہر قریہ پر جمعہ واجب ہے " اور کم سے کم جس پر جماعت کا اطلاق ہوتا ہو وہ جمعہ کے لئے کافی ہے اور حدیث انفضاض اس پر دلالت کرتی ہے، اور ظاہر یہ ہے کہ وہ لوگ نماز جمعہ سے چلے جانے کے بعد پھر واپس نہیں آئے، واللہ اعلم،

پس جب جماعت حاصل ہو جائے تو جمعہ واجب ہو جاتا ہے اور جو اس میں شامل نہ ہو تو وہ گنہگار ہے اور چالیس آدمیوں کی تعداد

لہ حدیث انفضاض سے اس قصہ کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر قرآن شریف کی ان آیتوں میں ہے، واذا رأوا تجارة او لهوا انفضوا الیها

فاذا حصل ذلك وجبت الجمعة و
من تخلف عنها فهو لا نعم ، ولا
يشترط ربعون ، وان الامراء
حق بقامة الصلاة . وهو قول
كرم الله وجهه اربع الى الامام اخ .
وليس وجود الامام شرطا ، و
الله اعلم بالصواب ۔

شرط نہیں ہے ، اور نیز ان حکم کا دینا بھی ضروری
ق کہ نماز قائم کرنے کے مستحق امراء ہیں جن کو
حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ، امام
ہیت چار ہوں ، اور امام کا ہونا شرط
نہیں ہے ، واللہ علم ۔

العیدان

عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کا بیان

اما صل فيهما ان اهل كل قوم
كان لهم يومان يلعبون فيهما و يعدونهم
من بلادهم يزينهم ، وكانت
عادة الله ينفك عنها احد من
طوائف العرب والعجم ، وقدم
صلى الله عليه وسلم المدينة
ولهم يومان يلعبون فيهما فقال
ما هذان اليومان ؟ قالوا كنا
نلعب فيهما في الجاهلية ، فقال
قد ابدلكم الله بهما خيرا منهما
يوم الاضحى ويوم الفطر ، قيل هو
النيروز والمهرجان ، وانما
دل لانه ما من عيد في السنة
الا وسبب وجوده تنويه بشعائر
دين ، او موافقة ائمة مذهب
وثنى مما يضاهي ذلك . فخشي
النبي صلى الله عليه وسلم
ان تركهم وعادتهم ان يكون
هنالك تنويه بشعائر الجاهلية

اصل ان دونوں کے بارے میں یہ ہے کہ ہر قوم کے لئے دو دن
تھے جن میں وہ کھیلتے تھے اور اپنے شہروں کو ان کے ساتھ
سجاتے تھے اور یہ عادت کبھی کسی سے جدا نہیں ہوئی
تھی خواہ وہ کسی عرب کی قوم سے ہو یا عجم کی قوم سے ہو
پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں
تشریف لائے تو ان دنوں میں کھیل کود کرتے تھے آپ نے فرمایا یہ
دو دن کیا ہیں ؟ انہوں نے کہا کہ ہم زمانہ جاہلیت میں ان دنوں
میں کھیل کود کرتے تھے آپ
نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ان دنوں کے بدلے میں
ان سے بہتر دو دن مقرر فرما دیئے ہیں عید الاضحیٰ کا دن اور عید
الفطر کا دن ، کہا گیا ہے کہ نیروز اور مہرجان وہ دن ہیں جن میں وہ کھیلتے
تھے ، اور ہم نے یہ اس لئے کہا کہ ہر عید کے
لئے کوئی نہ کوئی سبب وجود کا ضرور ہوتا ہے
یا تو شعائر دین کی تعظیم یا ان کے
یا کسی مذہب کی موافقت یا اس کی کوئی بات ہوتی ہے
پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا خوف
ہوا کہ اگر آپ نے ان کو اس عادت پر چھوڑ دیا تو
جاہلیت کی تعظیم یا ان کے

او نحرہ بجہ لسنۃ اسدا نہم
فدیتہما بیومین فیہما تنویہ
بشعائر الملۃ الحنیفیۃ وضم
مع التحمس فیہما ذکر اللہ و
ابوابا من الطاعۃ لئلا یکون
اجتماع المسلمین بمحض
اللعب، ولئلا یخلوا اجتماع
منہم عن اعلاء کلمۃ اللہ،
اعدتہما لہم فی کل عام مرۃ
او نحو من ذلک کما ترہ فی
لہو الطیر من قبلنا فی
عیدہم ولہو الحضر
لصدقات ولعقلی
الابتہاج بما نعم اللہ علیہم
من توفیق او نحوہا اختر
واسبل علیہم من ابقاء سرور
الاہل والولد الی سنۃ اخری الخ
ذبح ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام
و نعام اللہ علیہما بان فدیہ
بذبح عظیم الخ ذکر
حال ائمۃ الملۃ الحنیفیۃ و
رغبتہم فی
رمضان فی طاعۃ اللہ وقوۃ الصلۃ
وذلک تشبہ بالحاج وذلک بہم
شوق بہم الیہ والذلک
سنت التکبیر، وہو قولہ تعالیٰ
ولتکبروا اللہ علی ما ہداکم
شکرا لما وفقکم للصیام، ولذلک
سن الاضحیۃ والجہر بالتکبیر

طریقہ کی نرمی پائی جائے گی اس وسط آپ
نے ان کو دو اور دنوں کے ساتھ مدل دیا کہ ان میں ملت
حنفیہ کے شعائر کی تعظیم پائی جاتی ہے، اور ان دونوں دنوں
میں تحمل کے ساتھ ذکر الٰہی اور ابواب بندگی کو بھی ملایا
تاکہ مسلمانوں کا اجتماع محض کھیل کود ہی نہ ہو، اور تاکہ
ان کا اجتماع اعلاء کلمۃ اللہ سے خالی نہ ہو، ان
دونوں دنوں میں سے ایک وہ دن ہے جس میں وہ اپنے
روزہ سے فارغ ہوتے ہیں اور یک قسم کی زکوٰۃ ادا
ہوتی ہے اس لئے دو فرحتیں حاصل ہوتی ہیں، ایک
فرحت تو جو ان کو روزہ کی عبادت شاق سے فراغت
پر ہے اور نفیسہ کو قوت لینے سے حاصل ہوتی ہے
اور یہ فرحت جو خدا تعالیٰ کی طرف سے عبادت
کے قبول ہونے کی توفیق سے حاصل ہوتی ہے اور
ان کے اہل وعیال کو دوسرے سال تک سلامتی
رکھنے کا انہ سے دعا فرمانے کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے
اور وہ دن ہے جس میں ابراہیم علیہ نے اپنے
بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کیا ہے اور خدا تعالیٰ
نے ان کے فدیہ میں ذبح عظیم عنایت کیا کیونکہ اس
میں ملت حنفیہ کے بانی علیہ کے حالت کی یاد دہانی
خدا تعالیٰ کی طاعت میں ان کے جان و مال خرچ
کرنے، اور ان کے بہت زیادہ تصرف کرنے کے ساتھ
لوگوں کو عبرت دلاتا ہے اور اس میں ان عبادتوں کے
ساتھ مشابہت اور ان کی تعظیم ہے اور جس کام میں وہ
مشغول ہیں اس کا شوق دلانا ہے جیسے تکبیر کا کہنا
مسنون ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خدا تعالیٰ
کی بڑائی کرو بعوض اس کے کہ اس نے تم کو ہدایت
دی، یعنی رمضان کے مہینہ میں کہ اس نے تم کو روزے
رکھنے کی توفیق عطا فرمائی اور اس سے قربانی اور آواز
کے ساتھ تکبیر کہنا ایام منیٰ میں مسنون ہوا اور جو شخص

ایام منی، واستحب ترک الحلق لمن تصد التضحیة، وسن الصلاۃ والخطبة لئلا یکون شئ من اجتماعھم بغیر ذکر اللہ وتنویہ شعائر الدین، وضم معہ مقصدا اٰخر من مقاصد الشریعة، وھوان کل ملة لا بد لھا من عرصة یجتمع فیھا اھلھا لتظھر شوکتھم وتعلم کثرتھم، ولذلک استحب خروج الجمیع حتی الصبیان و النساء وذات الخدر والحیض ویعتزلن المصلی ویشھدن دعوة المسلمین. ولذلک کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یخالف فی الطریق ذھابا واٰیابا لیطلع اھل کلتا الطریقین علی شوکة المسلمین، ولما کان اصل العید الزینة استحب حسن لباس وتجمل وتطیب ومخالفة الطریق والخروج الی المصلی۔

وسنة صلاة العیدین ان یبدأ بالصلاة من غیر اذان ولا اقامة یجھر فیھا بالقراءة ویقرء بعد ارادة التخفیف بسبح اسم ربک الاعلی، وھل اتاک وعند اتمام وافی واقتربت الساعة یکبر فی الاولی سبعا قبل القراءة، والثانیة خمسا قبل القراءة، وعمل الکوفیین ان یکبر اربعا کتکبیر الجنائز فی الاولی قبل القراءة وفی الثانیة

قربانی کا ارادہ کرے اس کے لئے سر نہ منڈانا مستحب ہوا اور نماز اور خطبہ مسنون ہوا تاکہ ان کا کوئی اجتماع اللہ تعالیٰ کے ذکر اور شعائر دین کی عظمت کے بغیر نہ پایا جائے۔ اور شارع نے اس کے ساتھ بعض مقاصد شرع کے ایک اور مقصد رکھا اور وہ یہ ہے کہ ہر ملت کے لئے ایک دن ضرور ہوتا ہے جس میں تمام شہر والے جمع ہوتے ہیں تاکہ ان کی شوکت ظاہر ہو اور ان کی کثرت معلوم ہو، اسی لئے عیدگاہ میں سب کا جانا مستحب ہوا حتی کہ بچوں اور عورتوں اور پردہ والی اور حائضہ عورتوں کا نکلنا بھی مستحب ہے لیکن حائضہ عورتیں عیدگاہ سے علیحدہ ہو کر بیٹھیں اور مسلمانوں کی دعاء میں شریک ہوں اور اسی لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک راستہ سے جاتے تھے اور دوسرے راستہ سے آتے تھے تاکہ دونوں راستوں والے مسلمانوں کی شوکت دیکھیں، اور چونکہ عید کی اصل زینت ہے اس واسطے اچھا لباس پہننا اور وقت بجانا اور راستہ کا بدلنا اور عیدگاہ میں جانا مستحب ہوا۔

نماز عیدین کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ بغیر اذان و اقامت کے نماز شروع کی جائے جس میں قرأت جہر سے کی جائے، جب تخفیف مقصود ہو تو سورۃ سبح اسم ربک الاعلیٰ اور سورہ ھل اتاک پڑھے، اور جب طوالت کے ساتھ پڑھنا ہو تو سورہ ق اور سورہ اقتربت الساعۃ پڑھے، پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں کہے، اور اہل کوفہ کے نزدیک یہ ہے کہ نماز جنازہ کی تکبیر کی طرح پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے چار تکبیریں اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد چار تکبیریں کہے، اور یہ دونوں طریقے مسنون ہیں لیکن جس پر اہل حرمین کا عمل ہے وہ راجح ہے۔

نماز کے بعد خطبہ پڑھے اس میں اللہ تعالیٰ سے

بعدها، وهما سنتان، وعمل الحرمين
الرجح، ثم يخطب يأمر بتقوى
الله ويعظ ويذكر، وفي الفطر خاصة
ان لا يغدو حتى يأكل تمرات
ويأكلهن وترا، وحتى يؤدي زكاة
الفطر اغناء الفقراء في مثل هذا
اليوم ليشهدوا الصلاة فارغي
القلب، وليتحقق مخالفة عادة
الصوم عند ارادة التنوية بانقضاء
شهر الصيام، وفي الاضحى خاصة
ان لا يأكل حتى يرجع فيأكل من
ضحيته اعتناء بالاضحية ورغبة
فيها وتبركا بها. ولا يضحى الا بعد
الصلاة، لان الذبح لا يكون قربة
لا بتشبه الحاج، وذلك بالاجتماع
للصلاة، والاضحية مسنة
من المعز، او جذع من ضان او
من الابل بدنة، وقاسموها على الهدي
وقاموا البقرة عن سبعة، والجزور
عن سبعة مثلها.

ولما كانت الاضحية من باب
بذل المال لله تعالى، وهو قوله
تعالى لن ينال الله لحومها ولا
دماؤها ولكن ينالها التقوى منكم
ان تسمينها واختيار الجيد
منها مستحبا لدلالته على صحة
رغبته في الله، فلذلك يتقى
من الضحايا اربعا العرجاء البين
عرجها، والعوراء البين عورها

ڈرنے کا حکم کرے اور وعظ و نصیحت کرے، اور عید الفطر
میں یہ بات خاص ہے کہ جب تک چند چھوہارے نہ
کھالے نماز کو نہ نکلے اور ان کو طاق عدد میں کھانا چاہیئے
اور نماز کو جانے سے پہلے ہی صدقۂ فطر ادا کر دے
تاکہ ایسے دن میں مساکین کو بھی غنا حاصل ہو جائے
اور فراغت قلب کے ساتھ وہ نماز میں شریک
ہوں، اور تاکہ ماہ رمضان کے گذرنے پر جو اس کی
تعظیم مراد ہے اس وقت عادت روزہ کے خلاف
پایا جائے، اور عید اضحی میں یہ بات خاص ہے کہ
جب تک نماز سے فارغ نہ ہو کچھ نہ کھائے پھر اپنی
قربانی کا گوشت کھائے کیونکہ اس میں قربانی کی
عظمت اور اس کی طرف رغبت کا ہونا اور اس کا متبرک
سمجھنا پایا جاتا ہے، اور نماز کے بعد قربانی کرے کیونکہ
ذبح کرنا محض حجاج کے ساتھ مشابہت ہونے کی وجہ
سے عبادت شمار کیا جاتا ہے اور یہ مشابہت نماز کے
لئے جمع ہونے سے ان کو حاصل ہو سکتی ہے، اور قربانی
کے لئے بھیڑ کا ایک برس کا بچہ اور دنبہ کا چھ
مہینے کا بچہ ہر گھر والے کی طرف سے کافی ہے، اور قربانی
کو ہی پر قیاس کر کے گائے اور اونٹ کی قربانی کو
سات آدمیوں کی طرف سے کافی سمجھا،

اور چونکہ قربانی اللہ کے لئے مال خرچ کرنے
کے قبیل سے ہے اور اس کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے
"ان کے گوشت اور خون خدا کے پاس کبھی نہیں پہنچتے و
لیکن تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے" اس واسطے قربانی
کے جانور کو موٹا کرنا اور اچھے کو پسند کرنا مستحب ہوا کیونکہ
اس سے اللہ تعالیٰ کی طرف صحیح رغبت ہونے پر دلالت
پائی جاتی ہے پس اسی وجہ سے چار قسم کی قربانیوں سے
منع کیا گیا ہے، ایک منگڑا جانور جس کا لنگڑا پن ظاہر
ہو اور ایک وہ جانور جس کی آنکھ صاف پھوٹی ہوئی ہو اور

والمريضة البين مرضها والعجفاء التي لا تنقى، وبهى عن عضب القرن والاذن، وسن استشراف العين والاذن، وان لا يضحى بعقابلة ولا مدابرة ولا شرقاء ولا خرقاء ..... وسن افضل الاقرن الذي ينظر في سواد، ويبرك في سواد، ويطأ في سواد، لان ذلك تمام شباب المعز، ومن اذكار التضحية: اني وجهت وجهي للذي فطر السموات والارض الخ، اللهم منك واليك وبسم الله، والله اكبر.

الجنائز

اعلم ان عيادة المريض ان تمسك بالرفق اليسير بركته، والرفق باحتضار، وتكفين الميت، ودفنه والاحسان اليه، والبكاء عليه، من تعزية هم، وزيارة القبور امور تتداولها موقف نصرف، وتتواردها عليها، وعلى نقيض هذا ان تعجل وتبث بادرات يتعقد عنها نفور نفسية، ولا ينبغي لهم ان ينفروا لما بعث النبي صلى الله عليه وسلم فيما عنده هم من العادات فاصلحها وصحح السقيم منها، في مصلحة اخروية ما راجعة الى

ایک وہ جانور جس کی ہیا. کی ظاہر ہو اور ایک نہایت دبلا جانور جس کی ہڈیوں کا مغز بھی گھل گیا ہو، اور ایسے جانور کی قربانی کرنا بھی منع ہے جس کا سینگ یا کان نہ ہو، اور آنکھ و کان کا دیکھ لینا مستحب ہے اور جس جانور کا کان سامنے سے کٹا ہوا ہو اس کی قربانی نہ کی جائے اور نہ اس جانور کی قربانی کی جائے جس کا کان پیچھے سے کٹا ہو اور نہ اس جانور کی جس کا کان پھٹا ہوا ہو اور نہ اس جانور کی جس کا دہن سوراخ ہو اور نہ سینگ والے کی قربانی مسنون ہے کہ آنکھ سیاہ ہو اور پیٹ اور سینہ سیاہ ہو اور پاؤں سیاہ ہوں کیونکہ یہ سب باتیں بکرے کے پورے جوان ہونے کی ہیں، اور قربانی کے وظائف میں سے یہ ہے کہ انی وجهت وجهي للذي فطر السموات والارض الخ، اللهم منك واليك وبسم الله والله اكبر،

جنازوں کا بیان

واضح ہو کہ مریض کی عیادت کرنا اور مبارک و عافیت سے اس کا فسخ کرنا اور نرمی کی باتیں کرنا اور میت کی تکفین و تدفین میں تعاون کرنا اور اس کے ساتھ نیکی کرنا اور تعزیت کرنا اور قبروں کی زیارت کرنا ایسے امور ہیں جو ثواب کے [illegible] اور ان کی تعظیم [illegible] مستحب ہیں اور یہ ایسی رسومات ہیں جن سے [illegible] ان لوگوں کے لئے مناسب ہے کہ [illegible] کی بعثت ہوئی تو آپ نے ان کی عادات کا لحاظ فرما کر [illegible] اور ان میں جو ناقص تھیں [illegible] اعتبار سے یا آخرت کے اعتبار سے یا تو وہ خاص [illegible]

نس المبتلى من حيث الدنيا او
ن حيث الاخرة ، او الى اهله من
حدى الحيثيتين ، والى الملة، و
مريض يحتاج فى حياته الدنيا
ى تنفيس كربته بالتسلية
لرفة ، والى ان يتعرض الناس
معاونته فيما يعجز عنه ولايتحقق
ان تكون العيادة سنة لازمة
اخوانه و اهل مدينته وفى اخرته
يحتاج الصبر، وان يتمثل شدائد
ند ه بمنزلة الدواء المرّ يعاف
طعمها ويرجو نفعها لئلا يكون سببا
غوصه فى الحياة الدنيا واحتجابه
التنعم من ربه ، بل مؤيدة فى
ط و توبه مع تحمل اجزاء نسمته
لايتحقق الايمان بينته على فوائد
لصبر، منافع الالام، و محتضرى
حر يوم من ايام الدنيا ، اول يوم
من ايام الاخرة فوجب ان يبحث
على لذكر والتوجه الى الله لتفارق
نفسه وهى فى غاشية من الايمان
يجد ثمرتها فى معاده ، والانسان
عند سلامة مزاجه كما جبل
على حب المال و الاهل كذلك جبل
على حب ان يذكر له الناس بخير
فى حياته وبعد مماته ، وان لاتظهر
سوءته لهم حتى ان اسد الناس
ايأس من كل طائفة يجب ان
يبذل موداخطاءة فى

طرف راجع ہوتی ہے اور زیادہ نہی دونوں اعتبار سے، یعنی
سے کسی اعتبار سے اس کے اہل و عیال کی طرف راجع
ہوتی ہے، یا وہ ملت کی طرف راجع ہوتی ہے،

اور مریض اپنی دنیوی زندگی میں اس بات کا حاجتمند
ہوتا ہے کہ اس کی تکلیف و مصیبت کو تسلی بخش باتوں
سے دور کیا جائے اور نرمی برتی جائے اور جس کام کو وہ
خود نہ کر سکے اس میں لوگ اس کی اعانت کریں، اور یہ
امر بغیر اس بات کے ممکن نہیں کہ اس کے بھائی بند
اور شہر والوں کو اس کے ہاں آنا سنت لازمہ قرار
دیا جائے،

اور امور آخرت میں اس بات کی طرف حاجت ہے کہ
صبر کرے اور تمام سختیاں اس کو ایسی دکھائی دیں جیسے تلخ
دوا جس کا ذائقہ اس کو ناگوار لگتا ہے لیکن اس کے نفع
کی امید رکھتا ہے تاکہ بیماری حیات دنیا میں غرق ہونے
کا اور خدا تعالے سے محجوب اور کنارہ کش ہونے کا
سبب نہ ہو جائے بلکہ اس کی جان کے اجزاء تحلیل
ہونے کے ساتھ وہ بیماری، اس کے گناہوں کی
کمی ہونے کا باعث ہو اور یہ بات بغیر اس کے ممکن
نہیں کہ صبر کے فوائد اور تکالیف کے منافع پر آگاہ کیا
جائے اور جان نکلنے کا وقت اسکے حق میں دنیا کا اخیر
دن اور آخرت کا پہلا دن ہوتا ہے پس اس وقت ضروری
ہے کہ اس کو ذکر الٰہی اور توجہ الی اللہ کی طرف رغبت
دلائی جائے تاکہ اس کی جان ایمان کے جامہ میں اس
دنیا سے مفارقت کرے اور آخرت میں اس کا ثمرہ
اس کو حاصل ہو، اور انسان جبکہ وہ سلیم المزاج ہو
جس طرح اس کی سرشت میں مال و اولاد کی محبت
داخل ہوتی ہے اسی طرح یہ بات بھی اس کی سرشت
میں داخل ہوتی ہے کہ حاضرین اس کے مرنے

يبقى به ذكره ويعجبه على بعض حاله
ليقال له من بعده انه جرئ و
يوصى ان يجعل قبره شامخا
ليقول الناس هو ذو حظ عظيم
في حياته وبعد موته وحتى
قال حكماؤهم ان من كان ذكره
حيا في الناس فليس بميت، ولما
كان ذلك مرا يخلقون عليه
ويموتون معه كان تصديق
ظنهم بعد وعدهم نوعا من الاحسان
اليهم بعد موتهم؛

والميت ان مات ذا ذكر حسن
بقيت حسناته مدة مكتوبة بالحسن
المشترك وغيره وتقيمت على علومها
وظنونها التي كان معها في الحيوة
الدنيا، ويتمتع عليها من فوقها
علوم يعذب بها او يتنعم وحسرات
تنتهي الى حضرة القدس فذ
لحوا في ان ذلك
منظمة لاجله وقع ذلك بتدبير
الله تعالى لمصلحة، وصادف القضاء
انما نزل عليه من هذه الخطيرة
اعني فاجعة حاله وهو الميت قد اصابهم حزن
شديد. فمصلحتهم من حيث الدنيا ان يعزوا ليخفف
ذلك عنهم بعض ما يجدونه
يوم وقوعه على دفن ميتهم، وان يهتموا
به ويحتفلوا في يوم موته وليلته، ومن
حيث الاخرة ان يرغبوا في الاجر

کوئی عیب اس پر طاری نہ ہو حتی کہ ہر گروہ کے بڑے
بڑے صحیح العقل، اس بات کو دل سے پسند کرتے ہیں
کہ ان کی کشیر جمع کرنے کے کوئی بلند عمارت تیار کی
جس سے ان کا ذکر باقی رہے اور وہ لوگوں میں گھس پڑتے
ہیں تاکہ مرنے کے بعد لوگ ان کو بہادر کہیں اور کوئی
یہ وصیت کرتا ہے کہ اس کی قبر بلند بنائی جائے
تاکہ لوگ یہ کہیں کہ وہ بڑی زندگی میں اور مرنے کے بعد
بھی بڑا صاحب نصیب ہے، اور حتی کہ ان کے حکماء
نے یہ کہا ہے کہ جس کا ذکر لوگوں میں موجود ہے وہ مردہ
نہیں ہے۔

اور جبکہ یہ ایسی بات تھی کہ جس پر لوگ پیدا
ہوتے ہیں اور اسی پر مرتے ہیں تو ان کے حسن ظن
کی تصدیق اور ان سے وعدہ پورا کرنا ان کے مرنے
کے بعد ایک طرح کا ان کے ساتھ احسان کرنا ہے

اور جب روح جسم سے جدا ہوتی ہے تو وہ بسو
سے تین حساس رہتی ہے جو حس متخیل و عقلی ہے
اور جو علوم و حسرات اور کمال ہیں ہے اور جو حیات دنیوی زندگی
میں اس کے ساتھ تھا کہ بعد بھی اس میں باقی
رہتے ہیں اور اس سے جدا ہونے کے بعد وہ ترقی
کرتے ہیں جس کی وجہ سے اس کو عذاب یا ثواب ہوتا
ہے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی جنس حظیرۃ القدس
کہلاتی ہے جس میں ہر مسلمان کے لئے غائبانہ دعا
کرنے والے کے لئے کوئی نہ کوئی
دیتی ہیں تو خدا تعالیٰ کی تدبیر سے وہ میت کے لئے
نافع پڑتا ہے اور اس شخص کے ساتھ ملکر جو اس پر
حظیرۃ القدس سے نازل ہوتا ہے اس میت کی درستی
کا سبب ہوتا ہے اس میت کے
موت سے بہت صدمہ اور غم لاحق ہوتا ہے تو دنیوی
اعتبار سے ان کے لئے مصلحت اس میں ہے کہ لوگ اس

الجزیل لیکون سبب الغوصهم
فی القلق و فتحا باب التوجه الی الله
وان یهوا عن لذیذ حة و شوق
الجیوب و سائر ما یذکره
الاسف والسوجدة و یضاعف به
الحزن والقلق لانه حینئذ بمنزلة
المریض یحتاج ان یداوی مرضه
لاینبغی ان یمدفیه، وکان اهل
الجاهلیة یتدعوا موں تقضی
الی لشرك بالله فمصلحة المملة
ان یسد ذلک الباب، فی بعض
هذ حان ان نشرحه فی شرح الحدیث
لمذکورة فی الباب، فقوله صلی الله علیه
وسلم ما من مسلم یصیبه
لاذی من مرض فما سواه الحط
الله تعالی به سیاته کما تحط
لشجرة ورقها ؛

قول قد ذکرنا المعنی موجبة
تکفیر الخطایا، و منها کسر حجاب
النفس وتحلل نسمة البهیمیة
الحاملة للسلکات السیئة، وان
علاجها یعرض عن الاسباب
التی هی انواع اعراض
النفس صلی الله علیه وسلم مثل المؤمن
کمثل الخامة ومثل المنافق
کمثل الارزة الحدیث ؛

اقول السر فی ذلک ان نفس
الانسان توتلیث قوة بهیمیة وقوة
ملکیة وان من خاصیة

پرسکی کے لئے آہیں تاکہ ان کا غم کچھ کم ہو، اور میت کے دفن کرنے
میں ان کا اعانت کرنا، اور ان کے لئے اچھا کھانا تیار کرکے
دینا جو ان کو ایک دن رات سب کرنا ہے، اور تفوت کے
اختیار سے ان کے لئے بھلائی اس میں ہے کہ ان کو جو عظیم
کی ترغیب دلائی جائے تاکہ ہمہ تن وہ غم میں نہ پڑیں اور
توجہ الی اللہ کا دروازہ ان پر کشادہ ہو جائے، اور نوحہ
کرنے سے اور گریباں چاک کرنے سے اور ان جیسی چیزوں
سے منع کیا جائے جو غم اور مصیبت کو یاد دلاتی ہیں، اور جو غم
اور پریشانی کو زیادہ کرتی ہیں کیونکہ اہل جاہلیت اس وقت میں
بمنزلہ مریض کے ہوتا ہے، اس کو مرض کے علاج کی ضرورت
ہوتی ہے کہ اس کا مرض اور بڑھایا جائے۔ اہل جاہلیت نے
[illegible] کی طرف
[illegible] واسطے مصلحت شرعی کا مقتضی ہوا کہ
[illegible] بند کر دیا جائے۔ جب کہ یہ سبب باقی
معدوم ہو گئیں تو سبب ہو کہ ان احادیث کے معنی تلاش
ہیں سو حسب باب [illegible] صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا [illegible] کوئی مصیبت اور [illegible]
کی تکلیف ہے تو اس سبب سے [illegible] کے
گناہ کم کر دیتا ہے جیسے درخت سے اس کے
پتے جھڑ جاتے ہیں

میں کہتا ہوں [illegible] کے
اسباب کا ذکر ہم پہلے کر چکے [illegible] ان اسباب
کے ایک سبب حجاب نفسانی کا کمزور ہو جانا اور روح
بہیمیہ کا [illegible] ہے اور اہل مصیبت کا دنیوی زندگی کے اطمینان سے
ایک طرز کا بیزار ہو جانا ہے [illegible] صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا "مؤمن کی حالت نرم شاخ کی سی ہے
اور منافق کی [illegible] کے [illegible] خشک کی سی ہے
الحدیث،

ان قد تحكم بهيميته وتتبرز ملكيته فيصير في اعداد الملائكة وقد تحكم ملكيته وتبرز بهيميته فيصير كأنه من البهائم لا يعبأ به والى هذا الخروج من سورة البهيمية الى سلطنة الملكية احول تتعلق فيها تتأل هذه منها وتلك من هذه، وتلك مواطن المجاهدة في الدنيا، وقد ذكر قوة الملكية المجاهدة من قبل فنرجع، قوله صلى الله عليه وآله وسلم اذا مرض العبد او سافر كتب له مثل ما كان يعمل صحيحا مقيما ؛

قول الانسان اذا كان جامع لهمة على الفعل ولم يمنع عنه لامر خارجي فقد اتى بوظيفة القلب وانما التقوى في القلب، وانما الاعمال شروح وتؤكدات يعض عليها عند الاستطاعة ويهمل عند العجز، قوله صلى الله عليه وآله وسلم الشهداء خمسة، وسبعة تحديث ؛

اقول المصلحة لشيء يدرك اما بالفطرة كصنعة الفعل تعمل عمل الشهادة في تكفير الذنوب وكونه مرحوما، قوله صلى الله عليه وسلم اذا مرض العبد او سافر فكتب له مثل ما كان يعمل صحيحا مقيما، اذا مرض بندہ بیمار یا مسافر ہوتا ہے تو اس کے لئے اتنا ہی عمل لکھا جاتا ہے جو حالت صحت واقامت میں کرتا تھا۔

میں کہتا ہوں جب آدمی کسی کام کو کرنے کا پورا قصد ہے اور کوئی چیز اس کے درمیان حائل نہیں ہوتی جو اس کو روکے تو وہ اس کا کام پورا کرنا ہے۔ یہ تقوی خاص دل ہی میں ہوتا ہے، باقی اعمال تو اس کی شرح اور اس کے لئے موکد ہوتے ہیں کوتاہی کی حالت میں یہ جائز ہے اور بوقت عجز ترک کر دیتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "شہید پانچ ہوتے ہیں" حدیث

میں کہتا ہوں وہ موت جس کے ساتھ بہت سے گناہوں کی بخشش ہوتی ہے اور جس کے ذریعہ بہت سے درجات بلند ہوتے ہیں اس کی حقیقت ہم پہلے بیان کر چکے ہیں پس اس کو سمجھ لینا چاہئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ بیمار یا مسافر ہوتا ہے تو اس کے لئے اتنا ہی عمل لکھا جاتا ہے جو حالت صحت واقامت میں کرتا تھا۔

خرفة الجنة حتى يرجع۔

اقول تألف اهل المدينة فيما بينهم لا يمكن الا بمعاونة ذوى الحاجات والله تعالى يحب ما فيه صلاح مدينتهم، والعيادة سبب صالح لاقامة التآلف قال الله تعالى يوم القيامة يا ابن آدم مرضت فلم تعدنى الخ۔

اقول هذا الرجل مثله بالنسبة الى الروح الاعظم المذكور فى قوله تعالى الملائكة والروح مثل الصورة الظاهرة فى رؤيا الانسان بالنسبة الى ذلك الانسان فان اعتقاد الانسان فى ربه او حكمه ورضاه فى حق هذا الشخص يتمثل فى رؤياه بربه تعالى وذلك كان من حق المؤمن الكامل ان يراه فى احسن صورة حيث رآه النبى صلى الله عليه وسلم وكان تعبير من يراه بالمرض فى هذا الحديث بانه ضر الى جنب الله فى ذلك الذى هذا يزنكذ من حق الله وحكمه ورضاه وتدبيره وتبوصيته لافراد الانسان اوكذا مبدأ تحققهم ومبلغ اعتقاد افراد الانسان فى ربهم عند صحة مزاجهم واستقامة نفوسهم حسبما تحكيه الصورة المتمثلة فى رؤيا الانسان فى المعاد بصور

میں کہتا ہوں شہر والوں کی آپس کی محبت بغیر اس کے ممکن نہیں کہ ایک دوسرے کی حاجت کے وقت مدد کریں اور اللہ تعالیٰ کو وہ چیز پسند ہے جس میں ان کے شہر کی بھلائی ہو اور باہم محبت پیدا کرنے کے لئے عیادت کرنا بہت عمدہ سبب ہے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا "اے ابن آدم میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت بھی نہ کی" الخ۔

میں کہتا ہوں اس شخص کا حال بہ نسبت اس روح اعظم کے جس کا بیان اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے "الملٰئکۃ والروح" اس صورت کا سا حال ہے جو انسان کو خواب میں بہ نسبت اس انسان کے ظاہر ہوتی ہے پس جس طرح انسان کا اعتقاد اپنے رب کی نسبت یا اس کے حکم اور رضا کی نسبت اس شخص کے حق میں عالم خواب میں رب کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور اسی لئے مومن کامل کی یہ شان ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کو خواب میں نہایت حسین صورت میں دیکھتا ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تھا، اور اسی لئے جو شخص رب العالمین کو اپنے دوست کی بیماری میں بیمار پڑا رہتے دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس دوست نے خدا تعالیٰ کا کوئی قصور کیا ہے جس طرف خدا تعالیٰ کا حق اور اس کا حکم اور اس کی رضا مندی اور اس کی تدبیر اور افراد انسان کے لئے اس کی تبویب اور اس کا ان کے [illegible] وقت کا [illegible] اور افراد انسان کی [illegible] کے موافق عالم آخرت میں بہت سی شکلوں کے ساتھ متمثل ہو کر ظاہر ہوں گی جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بیان کیا ہے، اور یہ تمثل اس روح اعظم کی تجلی ہے جو افراد انسان کی

كثيرة كما هيئة منبع صلى الله
عليه وسلم، وهذا التجلي نساهو
بالروح الاعظم الذي جامع افراد
الانسان وملتقى كثرتهم ومبلغ
سرتيهم في الدنيا والاخرة العيني
بذلك ان هناك الله تعالى شانا
كليا بحسب قيوميته له وحمد
فيه، وهو الذي يراه الناس
في المعاد عيانا بقلوبهم و
حيانا اذا تمثل بصورة مناسبة
بحسبهم وبالجملة فذلك
كان هذا التجلي مكشوفا بحكم
الله وحقه في افراد الانسان من
حيث هي هي بصورة نوعية مثل
تالفهم فيما بينهم وتحصيلهم
بحكمان الانساني مختص به
فوجب ان ينسب ما للقوم الى
نفسه صلى الله تعالى عليه وسلم سيرتي تامة
كاملة فيها ذكر الله والاستعانة
به والتفاني فيه سنة
من رحمة الله تدفع بلاياهم
وان يكبهم حيما كانوا يفعلون
في الجاهلية من الاستعانة
بطواغيتهم ويعوذهم عن ربه
باحسن عوض، منها قول الراقي
وهو يمسحه بيمينه اذهب
الباس رب الناس واشف

جامع اور ان کی کثرت کا مبلغ اور دنیا و آخرت میں ان کی
ترقی کا منتہی ہے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ رب
پر اللہ تعالیٰ کی ایک شان اس کی قیومیت اور اس کے حکم
کے ایک شان کلی ہے جس کو آخرت میں اپنے دونوں
کی بینائی سے ہمیشہ دیکھتے رہیں گے، اور کبھی جب کسی صورت
مناسبہ میں وہ ست ان ظاہر ہوگی تو اپنی آنکھوں سے اس کو
دیکھیں گے، غرض اسی لئے یہ تجلی اللہ تعالیٰ کے حکم
اور اس کے حق کے ساتھ صورت نوعیہ کے ہیضان کے ساتھ
انسان کے افراد میں ظاہر ہوتی ہے جیسے ان کا مانوس ہونا
اور ان کا کمال انسانی کو جو نوع انسان کے ساتھ خاص ہے
حاصل کرنا اور پسندیدہ مصلحت کا اپنے اندر قائم کرنا
سے جو لوگوں کی حالتوں میں سے ہے اس طرح
کی وجہ سے اپنی طرف اس کا منسوب کرنا ضروری ہوا اور
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سنت کی اجازت دی ہے
پورے اور کامل ہیں جن کے اندر خدا تعالیٰ کا ذکر
اس سے مدد مانگنا مذکور ہے، اس سے آپ کو یہ منظور ہے
و تو منه ملاحة المرضية بحسبه کہ اس پر چھوٹے اور بڑے کے مصلحت
فوجب ان ينسب ما للقوم الى دور ہو جائیں، اور زمانہ جاہلیت میں لوگ جو اپنے بتوں
نفسه صلى الله تعالى عليه وسلم سيرتي تامة سے مدد مانگ رہے تھے، جس سے ان کو روکنا مقصود تھا
كاملة فيها ذكر الله والاستعانة اور اس کے عوض میں عمدہ مقصد ان کے لئے مقرر
به والتفاني فيه سنة کرنا تھا،
من رحمة الله تدفع بلاياهم
وان يكبهم حيما كانوا يفعلون
في الجاهلية من الاستعانة
بطواغيتهم ويعوذهم عن ربه
باحسن عوض، منها قول الراقي
وهو يمسحه بيمينه اذهب
الباس رب الناس واشف

الحمد للہ جس کی یہ سنت ہے کہ سنت پڑھنے والا جس
دوا یا بتا ہے بیمار کو صحیح کرتا ہے اور یہ پڑھتے جاتے
اور مسح کرتے جاتے ہیں اذهب الباس واشف انت الشافي
لا شافي الا انت شفاء لا يغادر سقما اور زکام
سے: بسم الله ارقيك من كل شيء يؤذيك
من شر كل نفس او عين حاسد الله يشفيك
الله اس تیلے، اور الحمد یہ ہے: اعيذك بكلمات
الله التامة من كل شيطان وهامة ومن

انت تشافی لاشفاء الا شفاؤك شفاء
لایغادر سقما، وتقول بسم اللہ
ارقیك من کل شئ یؤذیك
من شر کل نفس او عین حاسد
اللہ یشفیك باسم اللہ ارقیك
وتقول اعیذك بکلمات اللہ التامة
من کل شیطان وهامة ومن
کل عین لامة، وتقول سبع
مرات اسأل اللہ العظیم رب العرش
العظیم ان یشفیك، ومنها النفث
بالمعوذات والمسح وان یضع یده
علی الذی یألم من جسده و
یقول باسم اللہ ثلاثا وسبع
مرات اعوذ بعزة اللہ وقدرته
من شر ما اجد واحاذر، وقوله
باسم اللہ الکبیر اعوذ باللہ
العظیم من شر کل عرق
عار ومن شر حر النار، وقوله
بنا اللہ الذی فی السماء تقدس
اسمك امرك فی السماء والارض
کما رحمتك فی السماء فاجعل
رحمتك فی الارض اغفرلنا حوبنا
وخطایانا انت رب الطیبین انزل
رحمة من رحمتك وشفاء من
شفائك علی هذا الوجع، قوله
صلے اللہ علیه وسلم لا یسترقون
ولا یکتوون الحدیث،
ونحو من هذا ما ذکره ابن
ابی الدنیا فی کتاب من
عاش بعد الموت بسنده عن

کل عین لامۃ، اور ان جملہ یہ ہے کہ سات مرتبہ
کہے پڑھے اسأل اللہ العظیم رب العرش العظیم
ان یشفیك، اور ان جملہ یہ ہے کہ قل اعوذ برب
الفلق ورقل اعوذ برب الناس پڑھکر دم کرے
اور جس جگہ مریض کے جسم پر درد ہو وہاں ہاتھ پھیرے
اور تین بار بسم اللہ کہے اور سات بار کہے اعوذ بعزۃ
اللہ وقدرتہ من شر ما اجد واحاذر، اور
ان جملہ یہ ہے کہ پڑھے بسم اللہ الکبیر اعوذ باللہ
العظیم من شر کل عرق نعار ومن شر حر
النار، اور ان جملہ یہ ہے کہ پڑھے ربنا اللہ الذی
فی السماء تقدس اسمك امرك فی السماء
والارض کما رحمتك فی السماء فاجعل رحمتك
فی الارض اغفرلنا حوبنا وخطایانا انت رب الطیبین
فنزل رحمۃ من رحمتك وشفاء من
شفائك علی هذا الوجع،

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم میں سے
کوئی شخص موت کو آرزو نہ کرے الحدیث
میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بعد
[illegible] کہ وہ ہمیں [illegible] کی
[illegible] کی بڑی [illegible] کیونکہ وہ ہمارے
[illegible] کے [illegible] تو ہمیں [illegible]
[illegible] طبعی [illegible] ہو [illegible]
[illegible] ہو [illegible]
[illegible] ہو [illegible]
[illegible] ہو [illegible]

سبب نعمة، والحياة نعمة كبيرة لانها وسيلة الى كسب الاحسان فاذا فاتت انقطع اكثر عمله، ولا يترقى الا ترقيا طبيعيا. وايضا فذلك تهوّس وتضجر هما من اقبح الاخلاق، قوله صلى الله عليه وسلم من احب لقاء الله احب الله لقاءه، ومن كره لقاء الله كره الله لقاءه ؛

اقول معنى لقاء الله ان ينتقل من الايمان بالغيب الى الايمان عيانا و شهادة وذلك ان تنقشع عنه الحجب الغليظة البهيمية فيظهر نور الملكية فيترشح عليه اليقين من خطيرة القدس فيصير ما وعد على السنة لترائمه يسمع منه ويسمع والعبد المؤمن الذي لم يزل يسعى في رد بهيمية و تقوية ملكيته يشتاق في هذه الحالة اشتياق كل عنصر الى حيزه، وكل ذي حسن الى ما هو لذة ذلك الحسن، ومن كان بحسب نظام جبلته يتألم ويتنفر من الموت واسبابه، والعبد الفاجر الذي لم يزل يسعى في تغبيط البهيمية يشتاق الى الحياة الدنيا ويميل اليها كذلك، وحب لقاء الله وكراهيته ورد على السنة والمراد اعداد ما ينفعه او يؤذيه

سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے ؛

میں کہتا ہوں خدا تعالیٰ سے ملنے کے یہ معنی ہیں کہ ایمان بالغیب سے ترقی کرکے ایمان عینی و بالشاہدہ کی طرف منتقل ہو جائے، اور اس کی صورت یہ ہے کہ بہیمیت کے کثیف پردے اس سے دور ہو کر ملکیت کا نور اس پر ظاہر ہو جائے اور عالم قدس سے اس پر یقین منتشر ہونے لگے اور جن چیزوں کا اس سے وعدہ کیا گیا تھا وہ سب اس کو دکھائی اور سنائی دینے لگیں، اور مؤمن بندہ جو ہمیشہ اپنی بہیمیت کے دفع کرنے میں اور اپنی ملکیت کو قوی کرنے میں کوشش کرتا ہے تو اس حالت کی طرف ایسا مشتاق ہوتا ہے جیسے ہر عنصر اپنے مکان طبعی کا مشتاق ہوتا ہے اور ہر ذی حس اس چیز کی طرف مشتاق ہوتا ہے جو اس حس کی لذت ہے گرچہ باعتبار نظام جبلتی کے اس کو موت اور اس کے سبب سے تکلیف ہوتی ہے اور نافرمان بندہ جو ہمیشہ بہیمیت کے قرب کرنے کی کوشش کرتا ہے دنیوی زندگی کا مشتاق اور اس کی طرف مائل رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی کراہیت جو حدیث میں وارد ہوئی ہے وہ بطور مشاکلۃ کے ہے اور اس سے مراد نافع یا مضر چیزوں کا موجود ہونا ہے،

وتهيئته وكونه بحيث صاد من ذلك ؛

ولما اشتبه على عائشة رضى الله عنها احد الشيئين بالاخر نبه رسول الله صلى الله عليه وسلم على المعنى المراد بذكر صرح حالات الحب المستشرح من فوت الذى لا يشتبه بالاخر وهى حالة ظهور الملائكة ، قوله صلى الله عليه وآله وسلم لا يموتن احدكم الا وهو يحسن ظنه بربه ؛

اعلم انه ليس عمل صالح ينفع للانسان بعد ادنى ما تستقيم به النفس ويندفع به عموما اعنى اداء الفرائض والاجتناب عن الكبائر من يرجو من الله خيرا فان لتيسير من الرجاء بمنزلة الدواء الحثيث والمهمة القوية فى كونه معدا لتنزل رحمة الله ، وانما الخوف سيف يقاتل به اعداء الله من الحجب المظلمة الشهوية والسبعية ووساوس الشيطان وكما ان الرجل الذى ليس بمبارز فى القتال قد يضعف بسببه فيصيب نفسه كذلك الذى لا يحسن بالخوف فى تهذيب النفس ربما يستعمل الخوف فى غير محله فيبطل جميع اعمال الحسنة بالعجب والرياء وسائر الافات التى لا يتفطن

اور چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر دونوں چیزیں ایک دوسرے کے ساتھ مشتبہ ہوگئی تھیں اس واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے محبت کی ظاہر ترین حالت کا جس کا عالم بالا سے فیضان ہوتا ہے اور جو دوسری حالت کے ساتھ مشتبہ نہیں ہوتی اور وہ ملائکہ کے ظاہر ہونے کی حالت ہے ذکر کر کے معنی مراد پر مطلع کر دیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے کوئی شخص نہ مرے مگر اس حال میں کہ وہ اپنے رب سے حسن ظن رکھتا ہو۔"

واضح ہو کہ کوئی عمل صالح اس چیز کے ادا کرنے کے بعد جس سے نفس راستی پر آتا ہے اور جس سے اس کی کجی دور ہوتی ہے یعنی فرائض کو ادا کرنا اور کبائر سے بچنا انسان کے لئے اس سے زیادہ نافع نہیں ہے کہ وہ خدا تعالیٰ سے بھلائی کی امید کرے کیونکہ پر امید ہونا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نازل ہونے کا سبب بننے میں بمنزلہ کسی دوا کے ہے جس میں کمال رغبت ہو اور بمنزلہ مضبوط ارادہ کے ہے ، اور خوف الٰہی تو ایک تلوار ہے جس سے دشمنان خدا سے جو قوت شہوانیہ اور قوت سبعیہ اور وساوس شیطانی کے مستحکم پردے ہیں مقابلہ کیا جاتا ہے ، اور جس طرح کوئی شخص جو لڑائی میں مہارت نہیں رکھتا ہی تلوار سے حملہ کرنے وقت اپنے ہی لگا لیتا ہے اسی طرح جو خوف تہذیب نفس میں کامل نہیں ہوتا کبھی کبھی خوف ہی کو بے محل استعمال کرتا ہے اور وہ اپنے تمام اعمال حسنہ کو عجب ، ورياء اور تمام آفات میں مبتلا کر کے اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے اجر سے بالکل نا امید ہو جاتا ہے اور اپنے تمام صغیرہ گناہوں اور عرفوں کے متعلق بھی گمان کرتا ہے کہ ان کا وبال ضرور بالضرور واقع ہوگا یہی سبب ہے جو اس کو مرجاتا ہے

لشئ منها اجرا عند الله، وبرئ جميع صغائره ومزلاته واقعة به لا محالة فاذا مات تمثلت سلسلة عاضة عليه فى قبره مليئة من كان ذلك سببا لفيضان نورة مليئة فى تلك المثل الخيالية فيعذب بنوع من العذاب لم يسمع بمثله من اجل تلك المشكوك والظنون انتفاء معتد به، وهو قول صلى الله عليه وسلم عن الله تبارك وتعالى انا عند ظن عبدى فليظن بى ما شاء ان الانسان فى مرض ضعفه كثيرا ما لا يتمكن من استعمال سيف الخوف فى محله او يشتبه عليه كانت السنة فى حقه ان يكون رجاؤه اكثر من خوفه؛

قوله صلى الله عليه وسلم اكثروا ذكر هاذم اللذات؛

اقول لا شئ انفع فى كسر حجاب النفس وسوء الطبيعة عن خوضها فى لذة الحياة الدنيا من ذكر الموت فانه يمثل بين عينيه صورة الانفكاك عن الدنيا وهيئة لقاء الله، ولهذا التمثل اثر عجيب وقد ذكرنا شيئا من ذلك فراجع قوله صلى الله عليه وسلم من كان اخر كلامه لا اله الا الله دخل الجنة؛

کاٹتے ہیں اور ان خیالی صورتوں میں قوت مثالیہ سے تخلص کا وہ سبب ہو جاتا ہے پس وہ ایک قسم کے عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے اور ان شکوک اور خیالات کی وجہ سے وہ بے اعتمالی صدمہ کا معتدبہ فائدہ نہیں حاصل کرتا چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالے سے نقل کرتے ہوئے فرمایا "میں اپنے بندہ کے گمان کے موافق پیش آتا ہوں" اور چونکہ انسان اپنے مرض اور ضعف کی حالت میں بسا وقت خوف کی تلوار کو اس کے مقام پر نہیں استعمال کر سکتا یا موقع اس پر مشتبہ ہو جاتا ہے اس واسطے اس کے حق میں یہی مسنون کیا گیا کہ بہ نسبت خوف کے اس کی امید زیادہ ہونی چاہیے

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لذتوں کو قطع کرنے والی چیز کا ذکر اکثر کیا کرو"

میں کہتا ہوں جو بے نفسانی کے توڑنے میں اور طبیعت کو دنیا کی زندگی کے لذائذ سے باز رکھنے میں ذکر موت سے زیادہ کوئی چیز نافع نہیں کیونکہ موت کی یاد دنیا سے مفارقت کی صورت کو اور اللہ تعالے کے روبرو کھڑے ہونے کی ہیئت کو اس کی آنکھوں کے سامنے متمثل کر دیتی ہے اور اس تصویر کا عجیب اثر ہو جاتا ہے اور اس کا تھوڑا سا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں وہاں دیکھ لینا چاہیے،

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا"

میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسی حالت میں جبکہ موت اس کو گھیرے ہوئے ہے اس کا اللہ تعالے کی یاد میں اپنے دل کو لگانا اس کے ایمان کی صحت کی اور دل میں محبت ایمان کے داخل ہونے کی

اقول ذلك لان مؤاخذته نفسه وقد احيط بنفسه بذكر الله تعالى دليل صحة ايمانه ودخول ذلك بقلب وايضا فذكره ذلك مطمئنة نضباغ نفسه بصبغ الاحسان لمن مات وهذه حالته وجبت له الجنة. قوله صلى الله عليه وسلم لقنوا موتاكم لا اله الا الله. وقوله صلى الله عليه وسلم اقرءوا على موتاكم يس ؛

اقول وهذا غاية الاحسان يختصر بحسب صلاح معاده، وانما خص لا اله الا الله لانه افضل الذكر مشتمل على التوحيد ونفي الاشراك، واتوه اذكار الاسلام وليس لانه قلب القرآن، وسيأتيك بيانه قريبا، وانما خص يس لانه مقدار صالح للغتة، قوله صلى الله عليه وسلم ما من مسلم تصيبه مصيبة فيقول ما امره الله انا لله وانا اليه راجعون اللهم اجرني في مصيبتي واخلف لي خيرا منها. الا اخلف الله له خيرا منها ؛

اقول وذلك ليتذكر لمصاب ما عند الله من الاجر وما الله قادر عليه من ان يخلف عليه خيرا ستخفف موجدته، قوله صلى الله عليه وسلم اذا حضرتم ميتا فقولوا خيرا، فقول صلى الله عليه وسلم اللهم اغفر لابي سلمة وارفع درجته الخ

دلیل ہے اور نیز مرتے وقت اس کا اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا دل اس کے رنگ میں رنگا ہوا ہے پس جو ایسی حالت میں مرگیا تو اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ اسی لئے اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مرنے والوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو، اور آپ نے فرمایا اپنے مرنے والوں کے پاس سورہ یٰسین پڑھا کرو۔

میں کہتا ہوں مرنے والے کے ساتھ باعتبار اس کی آخرت کی درستی کے یہ بہت بڑا احسان ہے، اور لا الہ الا اللہ کو اس لئے خاص کیا کہ وہ افضل الذکر ہے جو توحید اور نفی شرک پر مشتمل ہے، اور اذکار اسلام میں سب سے عمدہ ہے، اور سورہ یٰسین کو اس لئے خاص کیا کہ وہ قرآن کا دل ہے اور اس کا بیان عنقریب آئے گا، دوسرے یہ کہ وہ نصیحت کے لئے کافی مقدار ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس کسی مسلمان پر کوئی مصیبت پڑے اور پھر وہ حسب حکم الٰہی یہ کہے: انا للہ وانا الیہ راجعون اللھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منھا، تو اللہ تعالیٰ اس کو اس سے بہتر معاوضہ دے گا۔"

میں کہتا ہوں یہ حکم اس لئے ہے کہ مصیبت زدہ کو وہ ثواب یاد آجائے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے اور وہ یہ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ اس سے بہتر بدلہ دینے پر قادر ہے تاکہ اس کا رنج کم ہوجائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم کسی مردہ کے پاس جاؤ تو اس کے لئے خیر کی بات کہو" جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسلمہ کے حق میں کہا تھا "اے اللہ تعالیٰ ابوسلمہ کی مغفرت فرما اور اس کا درجہ بلند کر" الحدیث۔

قول كان من عادة الناس
الجاهلية ان يدعوا على انفسهم
وعسى ان يتفق ساعة الاجابة
فيستجاب فندل ذلك على هو
النفع لهم وابعد فهذه هي المصلحة
الاولى فيسن هذا الدعاء ليكون
وسيلة الى التوجه تلقاء الله
قال النبي صلى الله عليه وسلم
في بنته غسلنها وترا ثلاثا
او خمسا او سبعا بماء وسدر
واجعلن في الآخرة كافورا او
قال ابدان بميامنها ومواضع
الوضوء منها ۞

اقول الاصل في غسل الموتى
ان يحمل على غسل الاحياء لانه
هو الذي كان يستعمله في حياته
وهو الذي يستعمله الغاسلون
في انفسهم فلا شيء في تكريم
الميت مثله وانما امر بالسدر
وزيادة غسلات لان المرض
مظنة الاوساخ والروائح المنتنة
وانما امر بالكافور في الآخرة لان
من خاصيته ان لا يسرع اليه
التعفن ويقال من فوائده
انه لا يقرب منه حيوان مؤذ وانما
امر ان يكون غسل الموتى
بمنزلة غسل الاحياء وليحصل اكرام
هذه الاعضاء وانما جرت السنة
في الشهيد ان لا يغسل وسيأتي

میں کہتا ہوں زمانہ جاہلیت میں لوگوں کی یہ عادت
تھی کہ وہ اپنے اوپر بددعا کیا کرتے تھے اور کبھی وہ قبولیت
کی ساعت میں واقع ہوتی تھی پس وہ بددعا قبول ہو
جاتی تھی پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو بدل
کر بیٹے کا حکم فرمایا جو میت کے لئے اور لوگوں کے لئے
نافع ہے اور نیز یہ پیدا ہونے سے پس بددعا ہونے
ہوئی تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے کا سبب ہو
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کی زینب
کے بارے میں فرمایا تھا جب اس کو طلاق ہوئی تھی
تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ پانی اور
بیری کے پتوں سے اور آخیر مرتبہ میں کافور یا کچھ
اور فرمایا کہ اس کی ابتدا داہنی طرف سے کرو اور
اس کے وضو کے مواضع سے شروع کرو

میں کہتا ہوں مردہ کے نہلانے میں اصل یہ ہے
کہ اس کو زندہ کے غسل پر قیاس کیا جائے کیونکہ
وہ اپنی زندگی میں ایسا ہی غسل کرتا تھا اور غسل دینے
والے اپنے لئے بھی ایسا ہی غسل کرتے ہیں اس وجہ سے
میت کی تعظیم میں اس غسل سے بڑھ کر نہلانے کی اور
کوئی صورت نہیں

اور بیری کے پتے اور کئی دفعہ دھونے کا اس لئے
حکم دیا کہ مرض میت بدن پر سے دور ہو جاتی ہے
اور جسم میں کافور لگانے کا اس سے حکم دیا کہ اس
کی تاثیر یہ ہے کہ جس چیز میں اس کو استعمال کیا
جاتا ہے وہ جلدی نہیں بگڑتی اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس
کے لگانے کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ موذی جانور اس کے دیکھ
سے دور رہتے ہیں اور داہنی جانب سے شروع کرنے کا اس لئے
حکم دیا کہ مردوں کا غسل زندوں کے غسل کے
موافق ہو اور نیز ان اعضاء کی تعظیم معلوم ہو
اور شہید کے بارے میں غسل نہ دینے کی وجہ اس

ود مائة تنويها بما فعل، وليتمثل صورة
بقاء عمله بادي الرأي، ولان النفوس
بشرية اذا فارقت اجسادها
بقيت حساسة عالمة بانفسها و
يكون بعضها مدركا لما يفعل بها
اذا بقي اثر عمل مثل هذه
عانة في تذكر العمل وتمثله هذا
هذا قول صلى الله تعالى عليه وآله
مسلم جرحهم تدمى اللون لون
دم والريح ريح مسك وصح في
لحره يضا كفنوه في ثوبيه ولا
حنوه بطيب ولا تخمروا رأسه
نه يبعث يوم القيامة ملبيا فوجب
مصير اليه ؛

والى هذه النكتة اشار النبي
صلى الله عليه وسلم بقوله امية
بعث في ثيابه التي يموت فيها، و
خص في التكفين الشبه بحال
نائم لمسجى بثوبه اكمه في الرجل
ار وقميص وملحفة اوحلة، وفي
صراة هذه معنى بديع ما (نبه) اليه
بدة الستر، قوله صلى الله عليه
سلم لا تغالوا في الكفن فانه يسلب
سلبا سريعا، اراد العدل بين
فرة والتفريط وان لا يتخذوا
دة الجاهلية في المغالاة، قوله
صلى الله عليه وسلم اسرعوا
الجنازة فان تك صالحة
فقول اسلب في ذلك ان

کے کپڑوں میں اور اس کے خون میں دفن کرنے کی جو سنت
جاری ہے وہ اس لئے کہ اس کے اس فعل کی عظمت
ہو، اور ظاہر میں اس کے بقاء عمل کی صورت متمثل ہو
اور اس لئے کہ نفوس بشریہ جب اپنے جسموں کو
چھوڑتے ہیں تو وہ حساس ہوتے ہیں اور ان کو
اپنے جسموں کا علم رہتا ہے اور ان میں سے بعض کو
ان چیزوں کا بھی علم رہتا ہے جو ان کے ساتھ
کی جاتی ہیں، پس جب اس جیسے عمل کا اثر باقی
رکھا جائے گا تو اس کو اس عمل کے یاد دلانے میں
مدد دے گا اور اس کے سامنے متمثل رہے گا، اور
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے یہی مراد
ہے "قیامت کے روز شہیدوں کے زخموں سے
خون جاری ہوں گے، رنگ خون کا سا ہوگا اور خوشبو
مشک کی سی ہوگی"۔ اور محرم کے حق میں بھی حدیث صحیح
وارد ہے، اس کو دونوں کپڑوں میں کفناؤ اور نہ
اس کو خوشبو لگاؤ اور نہ اس کا سر ڈھانکو کیونکہ وہ
قیامت کے روز تلبیہ کہتا ہوا اٹھے گا پس اس کی طرف
رجوع کرنا ضروری ہوا،

رہا اس نکتہ کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنے اس قول سے اشارہ فرمایا "قیامت کے
روز مردہ اپنے ان کپڑوں میں اٹھایا جائے گا جن میں وہ مرا ہے"
کفن سنت میں اصل اس سونے والے کے ساتھ
مشابہت کا ہونا ہے جو اپنے کپڑے میں لپیٹ کر سوتا
ہے، مرد کے حق میں پورا کفن تہبند اور کرتا اور اوپر کی
چادر ہے یا حلہ یعنی دو کپڑے ہیں اور عورت کے حق میں
پورا کفن ان کپڑوں کے ساتھ کچھ اور بھی ہے کیونکہ اس
کے لئے زیادہ ستر مناسب ہے، اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا "زیادہ تہیں کفن سے دو کیونکہ وہ بہت جلد اس
سے جدا ہو جائے گا"، اس نے فرمایا تفریط کے درمیان

الا بطء منه فمن دخلته لهيبة وقلق الاولياء فان خيف منه ما مر وا لهيبة اشتدت موجدتهم واذا غاب عنهم اشتغلوا عنه، وقد اشار النبي صلى الله عليه وسلم الى كلا السببين في كلمة واحدة فانه لا ينبغي لجيفة مسلم ان تحبس بين ظهراني اهلها، قال عليه السلام فان كانت صالحة الخ

اقول هذا عندنا محمول على حقيقته، وبعض النفوس اذا فارقت اجسادها تحس بما يفعل بجسدها وتتكلم بكلام روحاني انما يفهم من النشر على النفوس دون ما لوف عند الناس من الاستماع بالاذن، وذلك قوله صلى الله عليه وسلم لا لانه قوله صلى الله عليه وسلم من تبع جنازة مسلم ايمانا و احتسابا الخ؛

اقول السر في شرع اتباع اكرام الميت وجبر قلوب اولياء ليكون طريقا الى اجتماع امة صالحة من المسلمين تدعو له وتعرض لمعاونة الاولياء في الدفن، ولذلك رغب في سرعة المشي بها الى ان يفرغ من الدفن قوله صلى الله عليه وسلم ان الموت فزع فاذا شهد احدكم جنازة

اعتدال مراد ہے اور یہ کہ زیادہ قیمتی کفن دینے میں جاہلیت کی عادت نہ اختیار کریں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنازہ کو جلد لے جاؤ۔

میں کہتا ہوں اس کا سبب یہ ہے کہ دیر کرنے میں میت کی لاش کے بگڑ جانے کا اندیشہ ہے اور اس کے قرابت والوں کو بیقراری ہوتی ہے کیونکہ جب وہ میت کو دیکھیں گے تو ان کو بے چینی زیادہ ہوگی اور جب وہ ان کی نظر سے غائب ہو جائے گا تو وہ اور کام میں مشغول ہو جائیں گے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سببوں کی طرف ایک کلمہ میں اشارہ فرمایا، آپ نے فرمایا "کسی مسلمان کی لاش کو اس کے گھر والوں کے سامنے روکے رکھنا مناسب نہیں ہے" نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا کہ اگر وہ نیک ہے الخ۔

میں کہتا ہوں ہمارے نزدیک یہ کلام حقیقی معنی پر محمول ہے اور بعض نفوس جب اپنے بدن سے جدا ہوتے ہیں تو جو کچھ ان کے بدن کے ساتھ کیا جاتا ہے اس کو وہ محسوس کرتے ہیں اور روحانی کلام کے ساتھ کلام کرتے ہیں جو نفوس پر منتشر ہونے کی وجہ سے سمجھ جاتا ہے اور کانوں کے ذریعہ نہیں سنا جاتا جو لوگوں کے درمیان مالوف ہے، اسی لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سوائے انسان کے اس کی آواز کو ہر چیز سنتی ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص یہ ثواب سمجھ کر مسلمان کے جنازے کے پیچھے چلا الخ

میں کہتا ہوں جنازہ کے ساتھ چلنے کا حکم دینے میں راز یہ ہے کہ اس میں میت کی تعظیم اور اس کے رشتہ داروں کے دل کی تسلی ہوتی ہے اور تاکہ وہ مسلمانوں کے ایک صالح کی میت کے حق میں دعا کرنے کے واسطے اس کے دفن

لہ اس کا اخیر حصہ یہ ہے "وہ کہتا ہے مجھے جلدی لیجاؤ اور اگر برا ہو تو کہتا ہے ہائے ہائے مجھے کہاں لئے جا رہے ہو"۔

لہ اور اس کی سند یہ ہے اس سے فارغ ہو کر اس کو تو پہنچے گا۔

انفوسهم ؛

اقول لما كان ذكر هادم اللذات وللاتعاظ من انقراض حياة الاخوان مطلوبا وكان امرا خفيا لا يدرى العامل به من التارك له ضبط بالقيام لها، وكنه صلى الله عليه وسلم لم يعزم عليه ولم يكن سنة قائمة، وقيل منسوخ، وعلى هذا فلسر في النسخ انه كان اهل الجاهلية يفعلون افعالا مشابهة بالقيام فخشي ان يحمل ذلك على غير محمله فيفتح باب المنهيات والله اعلم ؛

وانما شرعت الصلوة على الميت لان اجتماعا مة من المؤمنين شافعين للميت له تاثير بليغ في نزول الرحمة عليه، وصفة صلاته عليه ان يقوم الامام بحيث يكون الميت بينه وبين القبلة ويصطف الناس خلفه ويكبر امامهم تكبيرات يدعو في الميت ثم يسلم، وهذا هو المقرر في زمان عمر رضي الله عنه واتفق عليه جماهير الصحابة ومن بعدهم وان كانت الاحاديث متخالفة في الباب ومن السنة قراءة فاتحة الكتاب لانها خير الادعية وجمعها، وسماها الله تعالى عبادة في محكم كتابه فحفظ من دعاء النبي صلى الله عليه وسلم على الميت اللهم اغفر

کرتے ہیں اس کے رشتہ داروں کی مدد کرنے کے واسطے، اجتماع کا ذریعہ بنے اسی واسطے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جنازہ کے ساتھ جانے میں رغبت دلائی یہاں تک کہ اس کے دفن کرنے سے لوگوں کو فراغت ہو جائے اور جب تک جنازہ اتار کر زمین پر نہ رکھ دیا جائے لوگوں کو بیٹھنے سے منع کیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تحقیق موت پریشانی کی چیز ہے پس جب تم کسی جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ"

میں کہتا ہوں جبکہ لذتوں کے دور کرنے والی شی کا یاد کرنا اور اپنے بھائیوں کی عمر تمام ہو جانے سے عبرت پکڑنا مقصود تھا اور یہ ایک پوشیدہ بات تھی کہ اس کے کرنے والے اور نہ کرنے والے میں تمیز نہ ہو سکتی تھی اس لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مطلوب کا انضباط قیام کے ساتھ کر دیا لیکن آپ نے ان کو ضروری قرار نہیں دیا اور نہ ہی وہ سنت قائمہ ہے، اور بعض نے اس کو منسوخ کہا ہے اور نسخ کی تقدیر پر اس کے منسوخ ہونے میں حکمت یہ ہے کہ اہل جاہلیت ایسے افعال کیا کرتے تھے جو کھڑے ہونے کے مشابہ تھے پس آپ کو اس بات کا خوف ہوا کہ یہ کام ہونا نہیں پر لوگوں کر لیا جائے اور اس طرح ممنوعات کا دروازہ کھل جائے واللہ اعلم ؛

اور نماز جنازہ اس لئے مشروع ہوئی کہ مومنین کے ایک گروہ کا میت کی سفارش کرنے سے امید ہے کہ میت پر رحمت ہی نازل ہونے میں بڑا اثر رکھتا ہے، اور نماز پڑھنے کا یہ طریقہ ہے کہ امام میت کے اس طرح پر کھڑا ہو کہ میت اس کے اور قبلہ کے درمیان ہو اور لوگ اس کے پیچھے صفیں باندھ کر کھڑے ہوں اور امام چار تکبیریں کہے اور ان میں میت کے لئے دعا کرے پھر سلام پھیر دے، اور یہ وہ طریقہ ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مقرر ہوا اور اس پر تمام صحابہ اور تابعین کا اتفاق ہوا اگرچہ اس باب میں مختلف حدیثیں آئی ہیں [illegible]

لحينا وميتنا وشاهدنا وغائبنا وصغيرنا
وكبيرنا وذكرنا وانثانا، اللهم من احييته
منا فاحيه على الاسلام ومن توفيته
منا فتوفه على الايمان، اللهم لا تحرمنا
اجره ولا تفتنا بعده، اللهم ان فلان
بن فلان في ذمتك وحبل جوارك
فقه من فتنة القبر وعذاب النار
وانت اهل الوفاء والحق، اللهم اغفر له
وارحمه انك انت الغفور الرحيم
واللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف
عنه واكرم نزله ووسع مدخله واغسله
بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطايا كما
نقيت الثوب الابيض من الدنس و
ابدله دارا خيرا من داره واهلا خيرا
من اهله وزوجا خيرا من زوجه
وادخله الجنة واعذه من عذاب
القبر ومن عذاب النار، وفي رواية
وقه فتنة القبر وعذاب النار
توسط صلى الله عليه وسلم ان
هذه القبور مملوءة ظلمة على
اهلها وان الله ينورها بصلاتي
وقول صلى الله عليه وسلم
من مشى مع جنازة فليقل
جنازته ثم يقول رجلا لا يشرك
به شيئا، لا شفعهم الله فيه، وفي
رواية يصلي عليه امة من المسلمين
يبلغون مائة :
اقول لما كان المؤثر هو الله

بہتر اور جامع ہے، خدا تعالیٰ نے جن کو کتاب علم میں بہت کچھ
ان کی تعلیم فرمائی ہے، اور ان دعاؤں میں سے جو میں نے
اللہ علیہ وسلم سے یاد کر کے میت پر پڑھی ہیں وہ حضور چلی ہیں
ہے اللھم اغفر لحینا وميتنا وشاهدنا وغائبنا وصغيرنا
وكبيرنا وذكرنا وانثانا اللهم من احييته منا فاحيه على
الاسلام ومن توفيته منا فتوفه على الايمان اللهم
لا تحرمنا اجره ولا تفتنا بعده، اور اللهم ان فلان بن
فلان في ذمتك وحبل جوارك فقه من فتنة القبر و
عذاب النار وانت اهل الوفاء والحق، اللهم اغفر له
وارحمه انك انت الغفور الرحيم، اور اللهم اغفر له
وارحمه وعافه واعف عنه واكرم نزله ووسع
مدخله وغسله بالماء والثلج والبرد ونقه
من الخطايا كما نقيت الثوب الابيض من الدنس و
ابدله دارا خيرا من داره واهلا خيرا من اهله
زوجا خيرا من زوجه وادخله الجنة واعذه من
عذاب القبر ومن عذاب النار اور ایک روایت
میں ہے وقه فتنة القبر وعذاب النار،
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ قبریں اہل قبور
تاریکی ہیں اللہ تعالیٰ میری نماز سے ان
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو
کے پاس جائے
جنازہ کے ساتھ شرک نہیں کرتے کھڑے ہو کر
نے ان کی شفاعت اس میت کے حق
میں یہ ہے کہ
نماز پڑھے
کی دعا پوری کرے
کی دعا
بخشش کی بابت ہو جس
دو مردوں میں سے ایک میں رحمت

الحجب، وبعد تنزل الرحمة بمنزلة الاستسقاء وجب ان يرغب فی احد الامرين ان يكون من نفس عالية تعد امة من الناس او جماعة عظيمة، تولد صلے الله عليه وآله وسلم هذا اثنيتم عليه خيرا وجبت له الجنة، الحديث؛

اقول ان الله تعالے اذا احب عبدا احبه اهل السماء الاعلے، ثم ينزل القبول فی اهل السافل، ثم ان الصالحين من الناس، واذا ابغض عبدا ينزل البغض كذلك فمن شهد له جماعة من صالحی المسلمين بالخير من صميم قلوبهم من غير رياء ولا موافقة عادة فانه اية كونه ناجيا، واذا اثنوا عليه شرا فانه اية كونه هالكا، ومعنی قوله صلے الله عليه وسلم انتم شهداء الله فی الارض المراد به الالهام وترجمة الغيب، قوله صلی الله عليه وآله وسلم لا تسبوا الاموات فانهم قد افضوا الی ما قدموا؛

اقول لما كان سبب الاموات سبب غيظ الاحياء وتأذيهم ولا فائدة فيه، وان كثيرا من الناس لا يعلم حالهم الا الله نهی عنه، وقد بين النبی صلے الله عليه وسلم هذا السبب فی قصة سب جاهلی وغضب العباس لاجله، وهل يمشی امام الجنازة او خلفه، وهل يحملها اربعة او اثنان، وهل يسل من قبل رجليه او من

ضروری ہو، یا تو ایک شخص عالی مرتبہ ہو جو ایک جماعت کے برابر ہو یا ایک جماعت کثیر ہو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم نے اس میت کی ثنا خیر کی ہے اس کے لئے جنت واجب ہو گئی" الحدیث،

میں کہتا ہوں جب اللہ تعالے کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو ملاء اعلی کو بھی اس سے محبت ہوتی ہے پھر اس کی قبولیت ملاء سافل میں نازل ہوتی ہے پھر نیک بندے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، اور جب کسی بندے سے ناراض ہوتا ہے تو اسی طرح اس کی ناراضگی درجہ بدرجہ نازل ہوتی ہے پس جس بندہ کے لئے ایک مسلمانوں کی ایک جماعت خلوص دل سے بلا ریا اور بغیر اتفاق عادت کے نیکی کی گواہی دے تو یہ اس شخص کے ناجی ہونے کی دلیل ہے اور جب وہ کسی کی برائی بیان کریں تو یہ اس کے ہلاک ہونے کی علامت ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "تم زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو" تو اس کے یہ معنی ہیں کہ تم مورد الہام اور ترجمان غیب ہو

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مردوں کو برا مت کہو کیونکہ وہ اپنے اعمال کو پہنچ چکے ہیں"۔

میں کہتا ہوں چونکہ مُردوں کو برا کہنا زندوں کی دلسوزی اور ایذاء کا سبب ہے اور اس میں کچھ فائدہ نہیں ہے اور نیز بہت سے لوگوں کا حال سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا اس لئے برا کہنے سے لوگوں کو روکا گیا، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سبب کو اہل جاہلیت کے ایک مردہ کو برا کہنے اور حضرت عباس کا اس کی وجہ سے غصہ کرنے کے قصہ میں بیان فرمایا ہے اب رہی یہ بات کہ جنازہ کے

القبر والمختار ان اللحد و
وانه قد صح في اللحد حد
اوائره
قوله صلى الله عليه وآله وسلم
اللحد لنا والشق لغيرنا
اقول ذلك لان اللحد اقرب من
كرم لمست واهالة اكثر
على وجهه من غير ضرورة سوء
ادب وقد ثبت انه صلى الله
وسلم عليه رضي الله عنه ان لا
تمثالا الا طمسته ولا قبرا
ونهى ان يجصص القبر وان يقعد
عليه وان يقعد عليه وقد حصل
بهذا ان ذلك ذريعة ان يتخذ
الناس معبودا ان يفرحوا فتنة
بما ليس بحق فيحرم فعله
كما نص عليه في الكتاب وقوله
صلى الله عليه وسلم لعن الله
اليهود والنصارى اتخذوا قبور
انبيائهم مساجد ومعنى ان
بالعبادة عنده قيل ان بناء
وقيل ان يتوخى بقبور وعلى هذا
ان المعنى اكره الصلوة وفي
بيت التعظيم الله وقيام الناس
بين يدي الله وقد كان
ولما كان
ينفلق
كيف وهو
وهو محمود ما لم توقف

آگے چلنا چاہئے پیچھے اور بائیں کو چار قدم، نماز میں یا وضو اور قبر میں پاؤں کی طرف سے اتارے یا قبلہ کی طرف سے، پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان میں سے کوئی خاص شکل مسنون نہیں ہے۔ قول یہ ہے کہ ان میں سے کوئی خاص شکل مسنون نہیں ہے۔ قول یہ ہے کہ ان میں سے کوئی خاص شکل مسنون نہیں ہے۔ قول یہ ہے کہ ان میں سے کوئی خاص شکل مسنون نہیں ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم لوگوں کے لئے لحد ہے اور ہمارے سوا دوسروں کے لئے شق ہے۔ میں کہتا ہوں اس حدیث سے کہ لحد سنت ہے کیونکہ آپ کا مناسب ہونا اور بلا ضرورت میت کے منہ پر کفن ڈالنا بے ادبی ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم اس کام کے لئے بھیجے گئے ہو کہ کوئی تصویر مٹائے بغیر نہ چھوڑو اور جس قبر کو اونچا بنایا ہو اس کو برابر زمین کے برابر کر دو، اور قبر کو پختہ کرنے سے اور اس پر عمارت بنانے سے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا اور آپ نے فرمایا قبروں کی طرف نماز نہ پڑھو کیونکہ یہ اس بات کا ذریعہ ہے کہ لوگ قبروں کی پرستش کرنے لگیں اور لوگ ان قبروں کی اتنی تعظیم کریں جس کی وہ مستحق نہیں، پس لوگ اپنے دین میں تحریف کر ڈالیں جیسا کہ اہل کتاب نے کیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود اور نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا، اور قبر پر بیٹھنے کے معنی بعض نے یہ بیان کئے ہیں کہ اس سے قضائے حاجت کرنے والوں کا قبر پر پیر رکھنا مراد ہے یعنی ان پر پیر رکھ کر ان کی بے حرمتی کرنا، اور اس تقدیر پر میت کی تعظیم ملحوظ ہے پس حق یہ ہے کہ جو شرک کے قریب ہو اور جو اس کی اہانت اور سر

الميت بنية قسيا بينهم عليها، وانما مقتضى سلامة مزاج الانسان وهو قوله صلى الله عليه وسلم انما يرحم الله من عباده الرحماء ؛

قوله صلى الله عليه وسلم ان الله لا يعذب بدمع العين ولا بحزن القلب ولكن يعذب بهذا واشار الى لسانه او يرحم، قوله صلى الله عليه وسلم ليس منا من ضرب الخدود وشق الجيوب ودعا بدعوى الجاهلية اسرفيه ان ذلك سبب تهيج الغم وانما المضاف بالشكل بمنزلة المريض يعالج ليتخفف مرضه ولا ينبغي ان يسعى في قضاء حقه. وكذلك المصاب ينفس عما يجده ولا ينبغي ان يفوت نفسه رايضا فعل هيجان القلق يكون سببا لعدم الرضاء بالقضاء، وبيضا فكان اهل الجاهلية يراءون الناس باظهار التفجع وتلك عادة خبيثة ضار فنهى عنها، وقوله صلى الله عليه وسلم في نائحة تقام يوم القيامة وعليها سربال من قطران ودرع من جرب ؛

اقول انما كان كذلك لانها ساقت بها لخطيئة فجزيت بمثل لخطيئة تتنا حيط بجسدها وانما تقام تشهيرا، ولانها كانت قائمة عند النوحة. قوله صلى الله عليه وسلم

کے ساتھ عدوت کرے،

اور جبکہ میت پر رونا اور اس پر غم کرنا ایک طبعی امر ہے جو لوگوں سے دور نہیں ہو سکتا اس واسطے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس کے ترک کی تکلیف دینے کو جائز نہ رکھا اور یہ ہونا کبھی نہ چاہیے کیونکہ رونا اور غم کرنا ہم جنس ہونے کی رقت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اور یہ رقت قلبی قابل حمد ہے کیونکہ اہل مدینہ کا باہم مانوس اور مانوس ہونا اس پر موقوف ہے، اور نیز انسان کی سلامت مزاج کا یہ مقتضی ہے چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا تعالےٰ اپنے رحم دل بندوں پر ہی رحم کرتا ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ آنکھ کے آنسوؤں اور دل کے غمگین ہونے کی وجہ سے عذاب نہیں دیتا لیکن اس کے سبب سے عذاب دیتا یا رحم کرتا ہے اور آپ نے زبان کی طرف اشارہ فرمایا؛ اور آپ نے فرمایا جس نے رخساروں کو پیٹا اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی طرح چیخا چلایا وہ ہم میں سے نہیں ہے"

اس میں راز یہ ہے کہ ان باتوں سے غم بڑھتا ہے اور مصیبت زدہ جس کا کوئی مر گیا ہو وہ بمنزلہ مریض کے ہوتا ہے جو قابل علاج ہے تاکہ اس کا مرض کم ہو، اور یہ مناسب نہیں ہے کہ اس کے درد کے زیادہ کرنے میں کوشش کی جائے اور اسی طرح وہ مصیبت زدہ اس مصیبت سے فارغ ہو گیا ہے جو اس پر پڑ چکی اور اب مناسب نہیں ہے کہ تصدیعا اس مصیبت میں پڑا رہے اور نیز اس بات کا بھی امکان ہے کہ بیقراری کا پڑھنا علم ہی پر راضی نہ ہونے کا سبب بن جائے، اور نیز اہل جاہلیت لوگوں کے دکھانے کو رویا کرتے تھے اور یہ عادت خبیث اور مضر رساں ہے اس واسطے اس سے لوگوں کو منع کیا گیا، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والی عورت کے بارے میں فرمایا کہ حشر کے روز اس کو کھڑا کیا جائے گا اس پر قصور سے

اربع فی امتی من امر الجاہلیۃ لا یترکونہن الحدیث۔

اقول انما نفطن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہم لا یترکون لان ذلک مقتضی افراط الطبیعۃ البشریۃ بمنزلۃ شبق، فان النفوس لہا تیہ یظہر فی الانساب والفخر بالاموات تستلذ النیاحۃ ورد صدیؤدی الی الاستسقاء بالنجوم ولذلک ترى امۃ من البشر من عربہم وعجمہم الا وہذہ ستۃ فیہم وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی النساء یتبعن الجنازۃ ارجعن مأزورات غیر مأجورات اقول انما نہین عن ذلک لان حضورہن مظنۃ الصخب ولغط وعدم الصبر وانکشاف العورات۔ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یموت لمسلم ثلاثۃ من الولد فیلج النار۔

اقول ذلک لجہاد نفسہ بالاحتساب ویمعان ذکرناہا فراجع، قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من عزی مصابا فلہ مثل اجرہ۔

اقول ذلک لسببین احدہما ان الحضور برقۃ المصاب وثانیہما ان العزاء المتاد مبناہ علی

در گمد حلک ئی چادر ہوگی۔

میں کہتا ہوں یہ اس لیے ہوا کہ اس کے گناہ نے ہر طرف سے اس کو گھیر لیا، جو وسط گناہ کی صورت میں ہر کو سزا دی گئی کہ بدلہ اس کے سارے جسم کو گھیرے۔ اور اس کو کھڑا اس لیے کیا جائے گا تاکہ اس کی شہرت ہو یا ہر سے کہ نوحہ کرتے وقت وہ کھڑی ہوئی تھی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میری امت میں جاہلیت کی چ باتیں ہیں جن کو وہ نہ چھوڑیں گے، الحدیث

میں کہتا ہوں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ بات کہ وہ ان خصلتوں کو ترک نہ کریں گے، اس وجہ سے معلو ہوگئی کہ یہ باتیں طبیعت بشریہ کے حد سے بڑھ جانے کا مقتضی ہیں جیسا کہ حد سے زیادہ شہوت جماع کے بڑھ جانا کیونکہ نفوس کے اندر ایک طرح کی غیرت ہے جو انساب میں ظاہر ہوتی ہے اور مردوں کے ساتھ ان کو محبت ہے جو رونے پیٹنے پر آمادہ کرتی ہے، اور ایک طرح کی اٹکل ہے جو ستاروں سے بارش طلب کرنے کا سبب بنتی ہے اور اسی لیے عرب و عجم سب قوموں میں تم اس طائفہ کو دیکھتے ہو اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں کے بارے میں فرمایا جو جنازہ کے پیچھے چلتی تھیں "لوٹ جاؤ تمہارے لیے گناہ ہے کہ ثواب"۔

میں کہتا ہوں عورتوں کو اس لیے منع کیا گیا ان کے حاضر ہونے سے شور اور رونے پیٹنے اور بے صبری اور بے پردگی کا احتمال ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان کے تین بچے مر جائیں تو وہ جہنم میں نہ جائے گا

میں کہتا ہوں اس کی وجہ سے کہ اس نے صبر

ا؎ وہ چار چیزیں یہ ہیں [illegible] فخر کرنا انساب پر [illegible] ستاروں سے بارش طلب کرنا [illegible]

الثكلى صورة الثكلى فجوزى شبهه جزائه، فوله صلى الله عليه وسلم اصنعوا لآل جعفر طعاما فقد اتاهم ما يشغلهم؛

اقول هذا نهاية الشفقة باهل المصيبة وحفظهم من ان يتضرروا بالجوع، قوله صلى الله عليه وآله وسلم نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها؛

اقول كان نهى عنها لانها تفتح باب العبادة لها فلما استقرت الاصول الاسلامية واطمأنت نفوسهم على تحريم العبادة لغير الله اذن فيها وعلل التجويز بان فائدته عظيمة وهى انها تذكر الموت، وانها سبب صالح للاعتبار بتقلب الدنيا، ومن دعاء الزائر لاهل القبور السلام عليكم يا اهل الديار من المؤمنين والمسلمين وانا ان شاء الله بكم لاحقون نسأل الله لنا ولكم العافية وفى رواية السلام عليكم يا اهل القبور يغفر الله لنا ولكم وانتم سلفنا ونحن بالاثر، والله اعلم؛

کرکے اپنے نفس سے جہاد کیا ہے درد و الم و جو باہر ہیں ذکر ہم کر چکے پس انکو وہاں دیکھنا چاہیئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو شخص کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے گا تو اس کو بھی اس کے برابر ثواب ملے گا"

میں کہتا ہوں اس کے دو سبب ہیں ایک یہ ہے کہ آنیوالے کو ایسی ہی رقت ہوتی ہے جیسی مصیبت زدہ کو، اور دوسرے یہ ہے کہ عالم مثال کا مبنی معانی مناسب کے ظاہر ہونے پر ہے پس مصیبت زدہ کی تعزیت کرنے میں مصیبت کی صورت ظاہر ہوتی ہے اسواسطے اس کی جزاء کے مشابہ اس کو جزا دی گئی،

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کرو کیونکہ ان کو ایسا حادثہ پیش آیا ہے جس نے ان کو اور کاموں سے روک دیا ہے"

میں کہتا ہوں یہ اہل مصیبت کے ساتھ انتہائی ہمدردی ہے اور بھوک سے مرنے سے ان کی حفاظت کرنا ہے،

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" میں نے تم کو قبروں کی زیارت کرنے سے منع کر دیا تھا اب تم ان کی زیارت کرو"

میں کہتا ہوں آپ نے ان کو قبروں کی زیارت سے اس لیئے منع فرمایا تھا کہ اس سے قبر پرستی کا دروازہ کھلتا تھا پس جب اسلامی اصول مستحکم ہو گئے اور غیر اللہ کی عبادت کی حرمت لوگوں کے دلوں میں پیوست ہو گئی تو آپ نے ان کو زیارت کرنے کی اجازت دیدی اور اجازت دینے کی علت بھی بیان فرمادی کہ اس کا بڑا فائدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اس سے دل میں آخرت اور دنیا کے تقلب پر عبرت حاصل ہونے کا کافی سبب ہے اور زیارت

رہے وہ الفاظ جو اہل قبور کے لئے یہ دعا پڑھتے ہوئے السلام علیکم یا اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین وانا نشاء اللہ بکم لاحقون نسأل اللہ لنا ولکم العافیۃ۔

اور ایک روایت میں ہے:- السلام علیکم یا اھل القبور یغفر اللہ لنا ولکم وانتم سلفنا ونحن بالاثر۔ واللہ اعلم

من ابواب الزكاة

اعلم ان عمدة ما روعي في الزكاة مصلحتان مصلحة ترجع الى تهذيب النفس وهي انها اسطرت لنسخ واسنخ قبيح الاخلاق ضارة برب المعاد، ومن كان شحيحا نائما ذا مات بقي قلبه متعلقا بالمال، وعذب بذلك ومن تمرن بالزكاة وازال الشح من نفسه كان ذلك نافعا له، وانفع الاخلاق في المعاد بعد الاخلاق بالله تعالى هو السخاوة فكما ان الاخلاق يعد للنفس هيئة التطلع الى الكبرياء فكذلك السخاوة تعدلها البراءة عن الهيئات الخسيسة الدنيوية، وذلك لان اصل الشيء قهر لملكة بهيمية وتكون الملكية هي الغالبة وتكون بهيمية منصبغة بصبغتها ومن لمنهيات عنه بذل سمان مدلجة نيه وتعذيمن شحه وتصبر على نشدائد في المكروهات بان يهون عليه امر الدنيا لاقامة بالاخرة، فامر النبي صلى الله عليه وسلم بكل ذلك وضبط مقاديره وهو بذل لسان بحدود وقرنت بالصلاة والايمان في مواضع كثيرة من القرآن وقال تعالى من عمل الناس

زکوٰۃ سے متعلق امور کا بیان

واضح ہو کہ زکوٰۃ میں سب سے زیادہ جس کی رعایت کی گئی ہے وہ دو مصلحتیں ہیں۔ ان میں سے ایک مصلحت یہ ہے کہ زکوٰۃ کا کام تہذیب نفس کرنا ہے اور وہ یہ ہے کہ نفوس کے اندر بخل پایا جاتا ہے اور بخل اخلاق میں سے بدترین عادت ہے جو آخرت کے اندر نہایت ضرر رساں ہے اور جب بخیل شخص مرجاتا ہے تو اس کا دل مال کے ساتھ اٹکا رہتا ہے اور اس وجہ سے وہ عذاب میں مبتلا رہتا ہے۔ اور جو زکوٰۃ کا عادی ہو جاتا ہے اور بخل کو اپنے نفس سے دور کر دیتا ہے تو وہ اس کے لئے نافع ہے اور آخرت میں خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کے بعد تمام اخلاق میں سب سے زیادہ نافع دل کی سخاوت ہے پس جس طرح خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری نفس کے لئے خدا تعالیٰ کی کبریائی پر مطلع ہونے کی صفت پیدا کر دیتی ہے اسی طرح سخاوت اس کو دنیاوی تعلقات رذیلہ سے بری کر دیتی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سخاوت کی اصل یہ ہے کہ ملکیت بہیمیت پر غالب آجائے اور ملکیت اس پر حاکم ہو جائے اور بہیمیت ملکیت کے رنگ میں رنگی ہو کر اس کا حکم قبول کرنے لگے

اور ان اوصاف میں سے جن سے نفس کو تنبیہ ہوتی ہے ضرورت کے وقت جو مال کا خرچ کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ حلم کو معاف کرنا ہے اور حوادث کی سختیوں پر صبر کرنا ہے اس طرح سے کہ آخرت پر یقین رکھنے کی وجہ سے دنیا کی تکلیف اس کو آسان معلوم ہو اس واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب باتوں کا حکم فرمایا اور ان میں سب سے زیادہ جو مشکل امر تھا یعنی مال کا خرچ کرنا اس کو چند حدود کے ساتھ منضبط فرمایا اور اس کا ذکر قرآن میں بہت سی جگہ نماز اور ایمان کے ساتھ آیا۔

لم نك من المصلين ولم نك نطعم
المسكين وكنا نخوض مع الخائضين
وايضا فانه اذا عنت للمسكين حاجة
شديدة واقتضى تدبير الله ان
يسد خلته بان يلهم الانفاق عليه
في قلب رجل فكان سوق ذلك انبساط
قلبه للالهام وتحقق له بذلك
انشراح روحاني وصار معد الرحمة
الله تعالى فانفاجر في تهذيب نفسه
الالهام الجملي المتوجه الى الناس
ان لشرائع تلوا الالهام التفصيلي في
فوائده وايضا فان لمزاج المستلزم
مجبول على رقة الجنسية، وهذه
خصلة عليها يتوقف اكثر الاخلاق
الراجعة الى حسن المعاملة مع الناس
من فقدها ففيه ثلمة يجب عليه
سدها. وايضا فان تصدقات
تكفر الخطيئات: تزيد في البركات
على ما بينا فيما سبق، ومصلحة
ترجع الى المدينة وهي انه تجمع
لامحالة الضعفاء وذوي الحاجة و
تلك الحوادث تغدو على قوم و
تروح على آخرين، فلو لم تكن
سنة بينهم مواساة الفقراء
واهل الحاجات لهلكوا وما تواجوا
وايضا فنظام المدينة يتوقف على
ان يكون به قوام معيشة الحفظة
الذابين عنها والسد بريق
لسالكين لها. ولما كانوا

اللہ تعالیٰ نے دوزخیوں کے حال کی حکایت میں فرمایا ہے
"ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے اور نہ مسکینوں کو
کھانا کھلاتے تھے اور بکنے والوں کے ساتھ بکا کرتے تھے۔
اور نیز جب کسی مسکین کو کوئی سخت حاجت پیش آتی ہے
اور تدبیر الٰہی یہ چاہتی ہے کہ اس کی ضرورت اس طرح پر
دور کی جائے کہ کسی شخص کے دل میں اس پر کچھ مال صرف
کرنے کا الہام ہو تو وہ یوں ہوتا ہے کہ اس کا دل الہام
کے لئے کشادہ ہو جاتا ہے اور وہ رحمت الٰہی کے لئے
سبب اور اس کے نفس کی تہذیب میں نہایت نافع ہوتا
ہے اور وہ الہام جو احکام کے [illegible] لوگوں کی طرف بالاجمال
متوجہ ہوتا ہے تو [illegible] الہام تفصیل سے کم درجہ کا ہوتا
ہے اور نیز مزاج مسلم کی سرشت میں جنس ہمدردی داخل
ہوتی ہے اور وہ ایسی خصلت ہے جس پر بہت سے اخلاق
جنکا انجام لوگوں کے ساتھ خوش معاملگی ہوتا ہے موقوف
ہوتے ہیں پس جس شخص میں یہ خصلت نہیں اس میں
ایک عیب ہے جس کا دور کرنا ضروری ہے اور نیز صدقات
سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور برکات زیادہ ہوتے
ہیں جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اور دوسری مصلحت
شہر سے متعلق ہے اور وہ یہ ہے کہ شہر میں ناتواں اور
حاجتمند ضرور ہوتے ہیں اور [illegible] حوادث صبح ایک سر
اور شام کو دوسرے پر ہوتے رہتے ہیں پس اگر
خیر خواہی [illegible] ہمدردی کا طریقہ لوگوں
میں نہ ہو تو وہ ہلاک ہو جائیں اور ہوتے رہیں۔ اور
نیز شہر کا نظام اس پر موقوف ہے کہ [illegible] ایسا جتھا
رہے جس سے لوگوں کی [illegible] کی جائے جو شہر کی
حفاظت [illegible] اور [illegible] کی [illegible]
سیاست میں رہیں اور چونکہ وہ لوگ جو شہر کی
رفاہ عام کے کاموں میں مشغول ہو کر اپنے کو اسباب
معاش سے باز رکھتے ہیں تو ان کی پرورش بھی تو

عاملين بلمدينة عملا نا نعامتفو
به عن اكتسابهم كفاهم وجب
ان يكون توام معيشتهم عليها
والانفاقات المشتركة لا تسهل
على البعض اولا يقدر عليها البعض
فوجب ان تكون جباية الاموال
من الرعية سنة ؛

ولما لم يكن سهلا ولا اوفق
بالمصلحة من ان تجعل احدى
المصلحتين مضمومة بالاخرى
ادخل النشر احدهما في الاخرى
ثم مست الحاجة الى تعيين مقادير
الزكاة اذ لولا التقدير لتفاقم الامر
ولاعتدى المعتدى ، ويجب ان
تكون غير يسيرة (يجدون بها
بلاء ولا تنجع من بخلهم ولا ثقيلة
يعسر عليهم اداؤها . وفي تعيين
المدة التي تجبى فيها الزكوات و
يجب ان لا تكون قصيرة يسرع
دورانها فتعسر متابعتها ، ولا
تكون طويلة لا تنجع من بخلهم
ولا تدر على المحتاجين
اعفاظة لا بعد انتظار شديد ،
ولا رفق بالمصلحة من ان يجعل
القانون في الجباية ما اعتاده الناس
في جبايه الملوك العادلة من رعاياهم
لان التكليف بما عتاده العرب
والعجم وصار كالمصور في الذي
لا يجدون في صدورهم حرجا منه

ان ذمہ ہونی چاہئے ، اور مشترکہ اخراجات کے بعض تو
بسہولت کفیل نہیں ہو سکتے یا بعض ان کو برداشت ہی
نہیں کر سکتے اس واسطے ضروری ہوا کہ رعایا کے مال
میں سے کچھ حصہ لینا مقرر کیا جائے ،

اور چونکہ آسان تر اور مصلحت کے زیادہ موافق
اس سے بڑھ کر کوئی طریقہ نہ تھا کہ دونوں مصلحتوں
میں سے ایک کو دوسرے کے ساتھ ملا دیا جائے
اس واسطے شرع نے ایک کو دوسرے کے اندر
داخل کر دیا ،

پھر اس بات کی ضرورت ہوئی کہ مقدار زکوٰۃ
کو معین کیا جائے کیونکہ اگر کوئی اندازہ مقرر نہ ہوتا تو
دینے والا کم کر کے دیتا اور لینے والا زیادتی سے لینا چاہتا
اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مقدار نہ تو نہایت کم ہو کہ
اس کے دینے سے ان کو بار نہ گذرے اور ان کے بخل
کی بیخ کنی میں کوئی اثر نہ ہو ، اور نہ اس قدر زیادہ ہو
جس کا ادا کرنا ان پر مشکل ہو جائے ، اور اس بات کی
بھی ضرورت پڑی کہ ایک مدت مقرر کی جائے جس
میں لوگوں سے زکوٰۃ لی جائے ، اور نیز یہ بات بھی ضروری
تھی کہ وہ مدت نہ تو اس قدر کم ہو کہ اس کا دوران جلد
جلد ہونے لگے اور ان میں زکوٰۃ کا ادا کرنا مشکل پڑ جائے
اور نہ وہ مدت اس قدر دراز ہو کہ اس میں ادا کرنے سے
ان کے بخل میں کوئی اثر نہ ہو اور محتاج اور محافظین کو بہت
زیادہ انتظار کے بعد حاصل ہو ، اور مصلحت کے مناسب
یہی ہے کہ زکوٰۃ لینے میں اس قانون کی رعایت کی جائے
کہ لوگ عادل بادشاہوں کا اپنی رعایا سے زکوٰۃ وصول
کرنے میں اس کے عادی ہوں کیونکہ جس چیز کے
تمام عرب و عجم عادی ہیں اور وہ مثل ایک ضروری چیز کے
ہے جس سے ان کے دلوں میں کوئی تنگی نہیں ہوتی اور
وہ لوگوں کے نزدیک ایسی مسلم ہے جس کی محبت نے

والمسلم الذی اذهبت الالفة عنه الكلفة، قرب من اجابة القوم و رفق للرحمة بهم ؛

والابواب التی اعتادها طوائف الملوك الصالحين من هل الاقاليم الصالحة وهو غير ثقيل عليهم، و قد تلقتها العقول بالقبول، ربعة.

الاول، ان تؤخذ من حواشی الاموال النامية، فانها احوج الاموال الى الذب عنها لان لنموها لا يتم الا بالتردد خارج البلاد، ولان اخراج الزكاة، خف عليهم لما يرون من التزايد كل حين، فيكون الغرم بالغنم والاموال النامية ثلاثة اصناف، الماشية المتناسلة الماشية والزروع والتجارة ؛

والثانی ان تؤخذ من اهل الدثور والكنوز لانهم احوج الناس الى حفظ المال من السراق وقطاع الطريق وعليهم انفاقات لا يعسر عليهم ان تدخل الزكاة فی تضاعيفها،

والثالث ان تؤخذ من الاموال النامية التی ينالها الناس من غير تعب كالركاز فائز الجاهلية وجواهر المعادين، فانها بمنزلة المجان يجب عليهم الانفاق منه ؛

والرابع ان تلزم ضرائب على رؤوس الكاسبين فانهم عامة الناس واكثرهم واذا جبی من كل واحد شیء يسير كان خفيا فيهم

ان کی کوفت کو دور کر دیا ہے اس چیز سے لوگوں کو مکلف کرنا ان کے قبول کرنے کے قریب اور ان پر مہربانی کرنے کے مناسب ہے،

اور معتدل ملکوں کے بادشاہ جن ابواب کے عادی ہیں اور وہ ان پر گراں بھی نہیں ہیں اور ان کو عقلوں نے قبول بھی کیا ہے وہ چار باب ہیں

اول یہ ہے کہ زکوٰۃ اموال نامیہ میں سے لیجائے کیونکہ انہی اموال کی زیادہ حفاظت کرنی پڑتی ہے اس واسطے کہ مواشی کا بڑھنا شہر کے باہر آمد و رفت سے ہی پورا ہوتا ہے، اور نیز ان میں سے زکوٰۃ نکالنا بھی آسان تر ہے کیونکہ ہر وقت اس مال کو زیادہ ہوتے دیکھتے ہیں پس زکوٰۃ کی ادائیگی زیادہ آسان ہو جاتی ہے اور بڑھنے والے اموال کی تین قسمیں ہیں،

ایک تو جنگل میں چرنے والے مویشی جن کی نسلیں چلتی رہتی ہیں، دوسری زراعت، تیسری تجارت

اور دوم یہ ہے کہ زکوٰۃ ان لوگوں سے لیجائے جو مخفی اور صاحب خزانہ ہیں کیونکہ سب سے زیادہ ان کو چوروں سے اور لٹیروں سے مال کی حفاظت کی ضرورت ہے اور ان پر اور اخراجات بھی پڑتے رہتے ہیں جن میں زکوٰۃ کو خرچ کرنے سے ان پر کوئی بار نہیں پڑتا،

سوم یہ ہے کہ زکوٰۃ ان اموال نامیہ سے لیجائے جو لوگوں کو بغیر مشقت کے حاصل ہوتے ہیں جیسے زمانہ جاہلیت کے دفینے اور معدنیات سے نکلے ہوئے خزانے کیونکہ وہ بمنزلہ منت کے ہوتے ہیں جن میں سے زکوٰۃ کا دینا آسان ہے

چہارم یہ ہے کہ کمانے والوں پر کچھ مقرر کیا جائے کیونکہ وہ مخلوق میں عام اور بہ کثرت ہیں اور جب ان سے تھوڑا تھوڑا [illegible]

تعظیم الحرفی نفسہ، ولیس کان
دوران التجارات من البلدان
الکاتبۃ وحصاد الزرع وجنی الثمار
فی کل سنۃ، وھی اعظم انواع الزکاۃ
قدر الحول لھا، ولانھا تجمع نصوبا
مختلفۃ الطبائع وھی مظنۃ النماء
وھی مدۃ صالحۃ لتمثل حدۃ الفقیر
والاسھل والارفق بالمصلحۃ ان لا
تجعل الزکاۃ الا من جنس تلک الاموال
وتؤخذ من کل عشرین من الابل ناقۃ
ومن کل ثلثین من البقر بقرۃ، ومن
کل ثلثین من الغنم شاۃ مثلا، ثم
وجب ان یعرف کل واحد من ھذہ
بالامثال والقسمۃ والاستقراء لیتمکن
ذلک بعثہ الی مجتمع تحدد جامعۃ
للمعانعۃ، والماشیۃ فی اکثر البلدان
الابل والغنم والبقر ویجمعھا اسم
الانعام، واما الخیل فلا تکثر
ولا تناسل نسلا وافرا لانی اقطار
یسیرۃ کترکستان، والزرع وھو
عبارۃ عن الاقوات والثمار الباقیۃ
سنۃ کاملۃ، ومادون ذلک یسمی
بالخضروات، والتجارۃ عبارۃ
عن ان یشتری شیئا بیریدان
یربح فیہ ادمن ملک بھبۃ وصیراثہ
وتفق ان باعہ بربح لا یسمی تاجرا
والکنز عبارۃ عن مقدار کثیر من
الذھب والفضۃ محفوظا مدۃ طویلۃ
ومثل عشرۃ فی اثنی عشر ودون

تو ان کو سال کا ادا کرنا آسان ہوگا اور فی نفسہ وہ کثیر ہوگا، اور
چونکہ دور کے شہروں سے تجارتوں کا جاری رہنا اور
کھیتوں کا کٹنا اور پھلوں کا توڑا جانا سال میں ایک بار
ہوتا ہے اور زکوٰۃ کی قسموں میں یہ قسم سب سے بڑی
ہے اس واسطے ان چیزوں کے لئے ایک سال کی مدت
مقرر کی نیز سال کے اندر اس قسم کی تبدیلیاں آتی ہیں
جن سے صنائع مختلف ہیں اور انسان کے اندر ان کے
اثر جمع کا بخوبی احتمال ہوتا ہے اور ایک سال مدت اس
اس قسم کے مالوں کے لئے نہایت موزوں ہے،
اور زیادہ سہل اور مصلحت کے موافق یہ صورت ہے،
کہ زکوٰۃ اموال کی قسم ہی سے لیجائے پس اونٹوں کی قطار
میں سے ایک اونٹنی اور گایوں کے گلہ میں سے ایک
گائے اور بکریوں کے ریوڑ میں سے ایک بکری لیجائے پھر
یہ ضرور ہے کہ سوال اور تقسیم اور تلاش سے ان اموال
میں سے ہر ایک کو معلوم کیا جائے تاکہ وہ ان کی جامع
مانع تعریف کی پہچان کا ذریعہ بن جائے پس اکثر شہروں
میں اونٹ گائے، اور بکریوں کو مویشی کہا جاتا ہے اور ان
سب کو انعام کہتے ہیں اور گھوڑوں کے گلے اور ان کی نسلیں
بہت کم ملکوں میں پائی جاتی ہیں جیسے ترکستان ہے اور
کھیتیوں اور ماجوں کو اور پورے ایک برس تک باقی
رہنے والے پھلوں کو کہتے ہیں اور جو ایک برس تک باقی
نہ رہ سکیں ان کو ترکاریاں کہتے ہیں، اور تجارت اس کا
نام ہے کہ کوئی چیز اس غرض سے خریدی جائے کہ
اس میں نفع ہوگا کیونکہ جو شخص ہبہ یا میراث سے کسی
چیز کا مالک ہو جائے اور اتفاقاً اس نے اس کو فروخت
کیا اور اس میں اس کو نفع ہوا تو اس کو تاجر نہیں کہتے، اور
خزانہ سونے چاندی کی بڑی مقدار کو کہتے ہیں جو مدت
دراز تک محفوظ رہے پس دس درہم یا بیس درہم کو خزانہ
نہیں کہتے اگرچہ وہ سالہا سال تک باقی رہیں، اور اسی

ایسمی کنزا، وان بقی سنین، وسائر لامتعة لاتسمی کنزا، وان کثرت. والذی یغدو ویروح ولا یکون مستقرا لایسمی کنزا فهذه المقدمات نجری مجری الاصول المسلمة فی باب الزکاة، ثم اراد النبی صلی اللہ علیه وسلم ان یضبط امهم منها بحدود معروفة عند العرب مستعملة عندهم فی کل باب۔

طرح سونے چاندی کے علاوہ تمام اسباب کو بھی خزانہ نہیں کہتے گو وہ کثیر ہی ہو، اور جو چیز صبح اور شام آتی جاتی رہے اور وہ مستقل طور پر نہ ہو تو اس کو بھی خزانہ نہیں کہتے، پس یہ وہ مقدمات ہیں جو زکوٰۃ کے باب میں مسلم اصول کے مرتبہ میں قرار دیئے گئے ہیں پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ ان اشیاء میں سے جو مبہم ہیں ان کو ان تعریفوں کے ساتھ منضبط فرما دیں جو عرب میں مشہور تھیں اور ان کے ہاں ہر امر میں مستعمل تھیں۔

فصل الانفاق وکراهیة الامساک

ثم مست الحاجة الی بیان فضائل الانفاق والترغیب فیه بیکون برعبة وسخاوة نفس وهی روح الزکاة، و بها قوامها لمصلحة راجعة الی تهذیب النفس، وفی بیان مساوی الامساک والتزهید فیه اذ الشح هو مبدأ اکثر منع الزکاة. وذلک اما فی الدنیا، وهو قول الملک اللهم اعط منفقا خلفا، و الاخر اللهم اعط ممسکا تلفا. قوله صلے اللہ علیه وسلم اتقوا الشح فان الشح اهلک من قبلکم الحدیث. و قوله صلے اللہ علیه وسلم ان الصدقة تطفئ غضب الرب. و قوله صلے اللہ علیه وآله وسلم ان الصدقة تطفئ الخطیئة کما یطفئ الماء النار. وقوله صلے اللہ علیه وسلم

سخاوت کی فضیلت اور بخل کی قباحت کا بیان

امور مذکورہ بالا کے بعد اس کی ضرورت پڑی کہ خرچ کرنے کے فضائل اور اس کی ترغیب بیان کی جائے تاکہ خدا کی راہ میں خرچ کرنا دلی رغبت اور سخاوت سے ہو اور یہی زکوٰۃ کی روح ہے اور اسی سے وہ اصلاح حاصل ہوتی ہے جس پر تہذیب نفس کا مدار ہے، اور نیز اس بات کی ضرورت ہوئی کہ بخل کی برائیاں اور اس سے بے رغبتی کا حال بیان کیا جائے کیونکہ بخل ہی زکوٰۃ نہ دینے والے کے لئے ضرر کا مبدا ہے اور یہ ضرر یا تو دنیا میں ہوتا ہے کہ فرشتہ کہتا ہے، اے اللہ تعالیٰ خرچ کرنے والے کو اس کا بدلہ عطا کر، اور دوسرا فرشتہ کہتا ہے اے اللہ تعالیٰ بخیل کو برباد کر دے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بخل سے بچو کیونکہ تمہارے پہلے لوگوں کو بخل نے تباہ کر دیا" الحدیث اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "صدقہ خدا تعالیٰ کے غضب کو فرو کرتا ہے" اور آپ نے فرمایا "صدقہ

وسلم فان اللہ یتقبلھا بیمینہ ثم یربیھا لصاحبھا۔ الحدیث۔

اقول سر ذلک کلہ ان دعوۃ الملاء الاعلی فی اصلاح حال بنی ادم والرحمۃ بمن یسعی فی اصلاح المدینۃ و فی تھذیب نفسہ تنصرف الی ھذا المتصدق فتورث تلقی علوم للملاء السافل وبنی ادم ان یحسنوا الیہ و یکون سببا لمغفرۃ خطایاہ ومعنی یتقبلھا ان تتمثل صورۃ العمل فی المثال منسوبۃ الی صاحبھا فتسمع ھنالک بدعوات الملاء الاعلی ورحمۃ اللہ بہ فی الاخرۃ۔ وھو قولہ صلے اللہ علیہ وسلم ما من صاحب ذھب ولا فضۃ لا یؤدی منھا حقھا الا اذا کان یوم القیامۃ صفحت لہ صفائح وقولہ صلے اللہ علیہ وسلم مثل لہ شجاعا اقرع۔ وقولہ صلے اللہ علیہ وسلم فی الابل والبقر والغنم قریبا من ذلک۔

اقول السبب الباعث علی کون الجزاء من جنس العمل فی الزکاۃ علی ھذا الصفۃ شیئان احدھما اصلی والثانی کالمؤکد لہ وذلک انہ کما ان الصورۃ المدھنیۃ تجلب صورۃ اخری کسلسلۃ احادیث النفس المتعاقب بعضھا بعضا وکما ان حضور صورۃ متضایف فی الذھن یستدعی

آگ کو بجھا دیتا ہے۔ اور آپ نے فرمایا "پس اللہ تعالے صدقہ کو اپنے داہنے ہاتھ میں قبول فرماتا ہے، اور پھر صدقہ دینے والے کے لئے اس کی پرورش کرتا ہے" الحدیث۔

میں کہتا ہوں اس سبب کا خلاصہ یہ ہے کہ عالم بالا کی دعا جو بنی آدم کے حال کی اصلاح میں ہوتی ہے اور رحمت جو اصلاح خیر یا تہذیب نفس میں کوشش کرنے والے کی طرف جھک پڑتی ہے اور ملاء سافل اور بنی آدم کے قلوب میں اس بات کا القاء کرتی ہے کہ اس کے ساتھ احسان کریں اور وہ رحمت اس کے گناہوں کی معافی کا سبب ہو جاتی ہے، اور خدا تعالے کے اس صدقہ کو قبول فرمانے کے معنی یہ ہیں کہ عالم مثال میں اس عمل کی صورت صاحب عمل کی طرف منسوب ہو کر پیدا ہو جاتی ہے پس اس جگہ ملاء اعلے کی دعاؤں اور خدا تعالے کی رحمت سے وہ صورت مکمل ہو جاتی ہے، اور یا زکوۃ نہ دینے والے کے لئے یہ ضرر آخرت میں ہوتا ہے چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو کوئی سونا یا چاندی رکھتا ہے اور اس میں سے اس کا حق ادا نہیں کرتا قیامت کے روز اس کی تختیاں بنا کر اس کو داغ دیا جائے گا" اور آپ نے فرمایا "اس کا مال اس کے لئے زہریلے سانپ کی شکل میں ظاہر ہوگا" اور اونٹ اور گائے اور بکری کے بارے میں بھی آپ نے ایسا ہی ارشاد کیا ہے۔

میں کہتا ہوں زکوۃ نہ دینے والے کو ایسی سزا ملنے کے دو سبب ہیں ایک تو اصلی سبب ہے اور دوسرا اس کے لئے بمنزلہ تاکید کے ہے، وہ سبب یہ ہے کہ جس طرح ایک صورت ذہن میں دوسری صورت کو کشش کر لیتی ہے جیسا کہ نفس کے خیالات کا سلسلہ کہ ایک خیال سے دوسرا خیال پیدا ہوتا چلا جاتا ہے اور جس طرح ذہن کے اندر ایک صورت متضاد

حضور صورة منضيف اخر كالبنوة
والابوة. وكما ان امتلاء اوعية
المنى به وثور ان بخاره فى القوى
الفكرية يهز النفس لمشاهدة
صور النساء فى الحلم، وكما ان
امتلاء الاوعية ببخار ظلمانى
يهيج فى النفس صور الاشياء المؤذية
الهائلة كالفيل مثلا، فكذلك المدبر
تقتضى بطبيعتها اذا افيضت قوة مثالية
على النفس ان يتمثل بخلها بالاموال
ظاهرا سابغا، وان يجلب ذلك تمثيل
ما بخل به وتعانى فى حفظه وامتلأت
قواه الفكرية به ايضا ظاهرا سابغا
يتألم منه حسبما جرت سنة الله
ان يتألم منها بذلك. فمن الذهب
والفضة الكى، ومن الابل الوطأ و
العض، وعلى هذا القياس.

ولما كان الملأ الاعلى علموا ذلك
و نعقد فيهم وجوب الزكاة
عليهم وتمثل عندهم تأذى النفوس
البشرية بها كان ذلك مع الفيضان
هذه الصورة فى موطن الحشر و
الفرق بين تمثله شجاعا وتمثله
صفائح ان الاول فيما يغلب عليه
حب المال اجمالا، فتتمثل فى نفسه
صورة المال شيئا واحدا وتتمثل
احاطتها بالنفس تطوقا وتأذى
النفس بها بلسع الحية البالغة فى
لسعها اقصى الغايات والثانى فيما

حاضر ہونا دوسری صورت متضائفہ کے حاضر ہونے کا
تقاضہ کرتی ہے مثلاً بیٹا ہونا اور باپ ہونا، اور جس
طرح منی کے ظروف کا منی سے بھر جانا اور قوائے فکریہ
کے اندر اس کے بخارات کا جوش مارنا، خواب
میں عورتوں کی صورتیں دیکھنے کی طرف نفس میں تحریک
پیدا کرتا ہے، اور جس طرح دماغ کا تاریک بخارات
سے پُر ہو جانا نفس کے اندر ان چیزوں کی صورتیں
پیدا کر دیتا ہے جو ایذا دینے والی اور ہولناک ہوتی ہیں
مثلاً ہاتھی کی صورت۔ پس اسی طرح جب نفس پر قوت
مثالیہ کا فیضان ہوتا ہے تو ادراکات کی طبیعت اس
بات کو چاہتی ہے کہ اس کا بخل مال کی صورت میں اس
کے سامنے ظاہر ہو اور اس صورت سے جس مال کے
ساتھ بخل کرتا تھا اور جس کی نگرانی میں بہت تکلیف
اٹھاتا تھا اور جس سے اس کے قوائے فکریہ پُر تھے
اس کی صورت بھی ظاہر ہو جس سے وہ اسی طریقہ کے
موافق تکلیف اٹھائے جو طریقہ ان چیزوں سے تکلیف پہنچانے
کا خدا تعالیٰ نے جاری کیا ہے، پس سونے اور چاندی
سے تکلیف پہنچنے کی صورت داغ لگایا جانا ہے اور اونٹ
سے تکلیف پہنچنے کی صورت اس کا پیروں تلے دابنا اور
کاٹنا ہے وعلی ہذا القیاس۔

اور چونکہ ملاء اعلیٰ کو یہ معلوم تھا اور ان کے نزدیک
بندوں پر وجوب زکوٰۃ متعین تھا اور نفوس بشریہ کا ان
چیزوں سے ایذا پانا بھی ان کے نزدیک متمثل تھا
اس واسطے یہ میدان حشر میں اس صورت کے
فیضان کا سبب ہو گیا۔ اور اس مال کا سانپ اور
تھیلیوں کی صورت میں ظاہر ہونے میں فرق یہ ہے
کہ سانپ کی صورت اس شخص کے لئے ظاہر ہو گی جس
پر اجمالاً مال کی محبت غالب ہے اس واسطے کہ نفس
مال کی صورت ایک چیز کی صورت میں ظاہر ہو گی

یغلب علیہ حب المال ھم و حدتہ
تارۃ بامیاہ و یتعانی فی حفظہا و تمثل
تواہ للکریۃ بصور ھا فتمثل تلک
الصور کاملۃ تامۃ مؤلمۃ، قولہ
صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سخی
قریب من اللہ قریب من الجنۃ
قریب من الناس بعید من النار،
والبخیل بعید من اللہ بعید من الناس قریب
من النار، والجاھل سخی احب
الی اللہ من عابد بخیل ۔

اقول قربہ من اللہ تعالے
کونہ مستعد المعرفتہ وکشف
الحجاب عنہ، و قربہ من الجنۃ
ان یکون مستعد الطرق مھیئات
الخسیسۃ، التی تنافی الملکیۃ
لتکون البھیمیۃ، الحاملۃ لھا بلون
الملکیۃ وقربہ من الناس
ان یحبوہ ولا ینالوہ لشوہ ان اصل
المناقشۃ ھو الشح، وھو قولہ
صلے اللہ علیہ وسلم ان الشح
اھلک من کان قبلکم حملھم
علی ان یسفکوا دماءھم ویستحلوا
محارمھم، وانما کان الجاھل
السخی احب من العابد البخیل
لان الطبیعۃ اذا سمحت بشیء
کان النزوا وفر مما یکون
بالقسر ۔

قولہ صلے اللہ علیہ وآلہ و
سلم مثل البخیل، المتصدق

اور اس مال کا نفس پر طوق کی طرح حائل کر لینا اور
نفس کا اس سے ایذا پانا نہایت زہریلے سانپ
کے ڈسنے کی صورت میں ظاہر ہوگا اور دوسری
صورت ایسے شخص کے لئے ظاہر ہوگی جس کو سونے
چاندی سے بعینہٖ محبت ہے اور اس کی حفاظت میں
اپنی جان کھوتا ہے اور اس کے فوائے فکریہ درہم
و دینار کی صورتوں سے پُر ہیں پس یہ صورتیں اس
کے لئے بڑی بڑی تکلیف دینے والی صورتوں میں
ظاہر ہوں گی،

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سخی اللہ تعالے
سے قریب ہے، جنت سے قریب ہے، لوگوں سے قریب
ہے، دوزخ سے دور ہے، اور بخیل اللہ تعالے سے
دور ہے، جنت سے دور ہے، لوگوں سے دور ہے اور
جہنم سے قریب ہے، اور جاہل سخی خدا تعالے کو عابد
بخیل سے پیارا ہے۔

میں کہتا ہوں اس کا خدا تعالے سے نزدیک
ہونا یہ ہے کہ وہ شخص خدا تعالے کی معرفت کے اور
حجاب نقصان کے دور کرنے کے قابل ہو جاتا ہے
اور جنت سے نزدیک ہونا یہ ہے کہ وہ شخص صفات
رذیلہ کو جو قوت ملکی کے بالکل منافی ہیں ترک کر کے
اس بات کے قابل ہو جاتا ہے کہ اس کی قوت بہیمی
جو اس کے نفس کا محل تھی قوت ملکی کے رنگ میں رنگ
جائے اور لوگوں سے نزدیک ہونا یہ ہے کہ لوگ
اس سے محبت کرتے ہیں اور کوئی منازعت سے پیش
نہیں آتا کیونکہ لڑائی جھگڑے کی اصل بخل ہی ہے چنانچہ
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخل نے تم سے پہلے
لوگوں کو ہلاک کیا اس نے ان کو باہم خونریزی کرنے
پر اور اپنے محارم کو حلال سمجھنے پر آمادہ کیا: اور اللہ
تعالے کو جاہل سخی دیا بخیل سے زیادہ محبوب اس وجہ

کمثل رجلین علیهما جنتان. الحدیث؛

اقول فیه اشارة الی حقیقة الانفاق والامساك وروحهما، وذلك ان الانسان اذا احاطت به مقتضیات الانفاق واراد ان یفعل یحصل لبعض الناس ضیق النفس وسمی روحها انشراح وحالة وصولة علی المال، ویتمثل امام عینیه حقیرا ذلیلا یکون بغضه عنه هینا بین یستریح بذلك وتلك الخصلة هی السخاوة ونقض النفس علاقة تنابالهیئة النفسیة البهیمیة المتطبعة بها، وان کان شحیحا غاصت النفس فی حب المال وتمثل مبین عینیه حسنة وملك قلبه فلم یستطع عنه محیصا، وتلك الخصلة هی المذمومة فی لحاج النفس بالهیئات الدنیة واشتباکها، ومن هذا الحقیق بنا ان نعلم معنی قوله صلی الله علیه وآله وسلم لا یدخل الجنة خب ولا بخیل ولا منان، وقوله صلی الله علیه وسلم لا یجتمع الشح والایمان فی قلب عبد ابدا، وقوله صلی الله علیه وسلم للجنة ابواب ثمانیة فمن من اهل الصلاة، الحدیث؛ وقوله علم ان الجنة حقیقتها

سے ہے کہ طبیعت جب کسی چیز کی سخاوت کرتی ہے تو اس کا اثر بہ نسبت اس کے زیادہ اور پورا ہوتا ہے کہ دباؤ اور مجبور ہو کر کچھ دیا جائے،

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخیل اور سخی کی حالت ان دو شخصوں کی سی ہے جن پر لوہے کی دو ڈھالیں ہوں، الحدیث

میں کہتا ہوں اس حدیث میں سخاوت و بخل کی حقیقت اور ان کی روح کیطرف اشارہ ہے، وہ یہ، اس لئے کہ جب انسان کو خرچ کرنے کے مقتضیات ہر طرف سے گھیر لیتے ہیں اور وہ خرچ کرنا چاہتا ہے تو وہ شخص اگر سخی النفس ہے تو اس کو یک بارگی مسرت اور مال پر ایک طرح کا غلبہ حاصل ہوتا ہے اور اس کے سامنے مال حقیر و ذلیل معلوم ہوتا ہے اور اس کو اس مال کا خرچ کرنا آسان ہوتا ہے بلکہ اس کے خرچ کرنے سے اس کو راحت ہوتی ہے، اور نفس کو صفات رذیلہ بہیمیہ کے ساتھ جو تعلقات ہوتے ہیں اور جو نفس میں منقش ہوتی ہیں ان سب تعلقات کے ترک کرنے کے لئے یہ خصلت بہت عمدہ ہے، اور اگر وہ شخص بخیل ہے تو اس کا نفس مال کی محبت میں غرق ہو جاتا ہے اور اس کی آنکھوں کے سامنے اس مال کی خوبی متمثل ہو جاتی ہے اور اس کے دل پر قبضہ کر لیتی ہے پس وہ اس سے رہائی نہیں پا سکتا، اور نفس کے اندر صفات رذیلہ جم جاتے ہیں اور نفس کو ان صفات کے ساتھ لگاؤ ہو جاتا ہے یہ خصلت بخل کہلاتی ہے، اور اس حقیقت سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے معنی بھی معلوم ہو جاتے ہیں جنت میں نہ چغلخور داخل ہوگا اور نہ بخیل اور نہ احسان جتلانے والا، اور نیز اس قول کے بھی کسی بندہ کے دل میں ایمان اور بخل کبھی جمع نہیں ہوگا؛

راحۃ النفس بما یسر علیها من
فوقها من ارضہ والموافقۃ والحسانیۃ
وھو قولہ تعالیٰ ففی رحمۃ اللہ ھم
فیھا خلدون ، وقولہ تعالیٰ فی ضدھا
اولئک علیھم لعنۃ اللہ والملائکۃ و
الناس اجمعین خالدین فیھا ،
وطریق خروج النفس الیھا من
ظلمات البھیمیۃ انما یکون من
الخلق الذی جبلت النفس علی ظھور
الملکیۃ فیہ وانقھار البھیمیۃ ، فمن
النفوس من تکون مجبولۃ علی
قوۃ الملکیۃ فی خلق الخشوع و
الطھارۃ ، ومن خاصیتھا ان تکون
ذات حظ عظیم من الصلاۃ ، او فی
خلق السماحۃ ، ومن خاصیتھا
ان تکون ذات حظ عظیم من
الصدقات والعفو عمن ظلم ، و
خفض الجناح للمؤمنین مع کبر
النفس ، او فی خلق الشجاعۃ
فینفث لہ بیر الحق لاصلاح
عبادہ فیھا ، فیکون اول ما یقبل
ینفث منہ ھو الشجاعۃ فتکون
ذات حظ عظیم من الجھاد ، او یکون
من الانفس المتجاذبۃ فیھدی لھا
الھام او تجربۃ علی نفسھا ان کسر
البھیمیۃ بالصوم والاعتکاف منفذ
من ظلماتھا فیتلقی ذلک بسمع
قبول واجتھاد من صمیم قلب
فیجازی جزاءہ او فاق بطلوقان ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جنت کے
آٹھ دروازے ہیں پس جو نمازی ہے وہ نماز کے دروازے
سے داخل ہوگا" الحدیث ۔

میں کہتا ہوں ، واضح ہو کہ جنت کی حقیقت ان امور
سے نفس کا راحت پانا ہے جو عالم بالا سے نفس پر منعکس
ہوتے ہیں اور وہ امور رضامندی اور موافقت اور اطمینان
وغیرہ ہیں چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے "خدا تعالیٰ
کی رحمت میں آکر وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے" اور اس
کے خلاف خدا تعالیٰ کا دوسرا قول ہے "وہی لوگ
ہیں جن پر خدا تعالیٰ اور ملائکہ اور انسانوں کی لعنت
ہے اور ہمیشہ وہ اس میں رہیں گے" اور بہیمیت کی
تاریکیوں سے راحت کی طرف نفس کے نکلنے کا راستہ
اسی خلق سے ہو سکتا ہے جس خلق میں ملکیت کے
غالب ہونے پر اور بہیمیت کے مغلوب ہونے پر نفس
پیدا کیا گیا ہے ، پس بعض نفوس خشوع اور طہارت
کی صفت میں ملکیت پر پیدا کئے گئے ہیں اور اس کا
خاصیت یہ ہے کہ اس کو نماز سے بڑا حصہ ملتا ہے ، اور
بعض نفوس سخاوت کی صفت میں ملکیت پر پیدا
کئے گئے ہیں اور اس کی خاصیت یہ ہے کہ اس شخص کا صدقہ
کے دینے میں اور ظالموں سے درگذر کرنے میں اور مسلمانوں
کے ساتھ تواضع کرنے میں باوجود اپنی عزت نفس کے
بڑا حصہ ہوتا ہے ، اور بعض نفوس وصف شجاعت ملکیت
پر پیدا کئے گئے ہیں پس بندوں کی اصلاح کے لئے تدبیر
الٰہی کا نفوس میں انقار ہوتا ہے پس اس انقار کو قبول کرنے
والی پہلی چیز جو ہے وہ شجاعت ہے پس اس شخص کا
جہاد سے بڑا حصہ ملتا ہے ، یا اس کا نفس ان لوگوں کے
نفوس میں سے ہوتا ہے جن کے قوائے بہیمیہ اور ملکیہ میں
باہم کشمکش رہتی ہے پھر اس کو الہام یا اس کا اپنا تجربہ
اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ روزہ رکھنے سے دائرہ

فهذه هی الابواب التی صرح بها
نبی صلی اللہ علیہ وسلم فی
هذا الحدیث، ویشبه ان یکون
منها باب العلماء الراسخین و
باب اهل البلایا والمصائب، و
الفقر، و باب العدالة، وهو قول
صلی اللہ علیہ وسلم فی سبعة
یظلهم اللہ فی ظله، امام عادل،
وایته ان یکون عظیم السعی فی
التالیف بین الناس، وباب
التوکل، وترك الطیرة، وفی کل باب
من هذه الابواب احادیث کثیرة
مشهورة، وبالجملة فهذه اعظم
ابواب خروج النفس الی رحمة اللہ
ویحب فی حکمة اللہ ان یکون
للجنة التی خلقها اللہ لعباده، ابوابا
ابواب منها و کل من السابقات
یفتح علیهم الحسنات من ثمانیة
وثلاثة واربعة، فیدعون یوم
القیامة منها، وقد وعد بذلك ابوبکر
الصدیق رضی اللہ عنه ومعنی قوله
صلی اللہ علیه وسلم من انفق
زوجین لحدیث، انه یدعی من
بعض ابوابها انما خصه بالذکر
لزیادة الاهتمام،

کرنے سے قوت بہیمی کو شکست ہوتی ہے اور نفس کی تاریکیاں
دور ہوتی ہیں پس وہ اس کو خوب سنکر خلوص دل سے قبول
کرکے عمل میں لانے کی کوشش کرتا ہے تب اس کو رب رحیم
سے پورا پورا بدلہ دیا جاتا ہے،

یہ وہی دروازے ہیں جن کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس حدیث میں تصریح کی ہے اور ممکن ہے کہ انمیں
علماء راسخین کا دروازہ ہو اور مصیبت زدہ اور
کا دروازہ ہو اور اہل انصاف کا دروازہ ہو، جنکو نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سات شخصوں میں جنکو
خدا تعالیٰ اپنے سایہ میں جگہ دے گا امام عادل کا بھی
ذکر فرمایا ہے اور اس کی پہچان یہ ہے کہ لوگوں کے
درمیان باہمی تفاق میں وہ بڑی کوشش کرتا ہے
اور ممکن ہے کہ باب التوکل اور بدشگونی پر عمل نہ کرنے
کا باب بھی انمیں سے ہو، اور ان ابواب میں سے ہر
باب کے متعلق بہت سی احادیث مشہور ہیں،

حاصل کلام یہ ہے کہ نفس کے رحمت [illegible]
ہونے کے یہ بڑے بڑے دروازے ہیں اور
حسن لی کا تقاضا یہ ہے کہ اس جنت کے جس کو
اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیا ہے
ان دروازوں کے مقابلہ میں آٹھ دروازے [illegible]
سابقین میں سے جو کاملین ہیں [illegible]
چار چار احسان کے دروازے کھولے جائیں
تیاری کے وقت ان کو ان دروازوں [illegible]
اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس کا وعدہ کیا گیا
ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا ہے کہ جس
نے خدا کی راہ میں جوڑا خرچ کیا اس کو جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا اس کے یہ معنی
اس کے بعض دروازوں سے بلایا جائے گا اس میں اہتمام کی غرض سے
ساتھ خاص کیا ہے،

مقادیر الزکاۃ

قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیس فیما دون خمسۃ اوسق من التمر صدقۃ ولیس فیما دون خمس ذود من الابل صدقۃ ولیس فیما دون خمس اواق من الورق صدقۃ

قولہ فیما دون خمسۃ اوسق لانہا تکفی اہل بیت الی سنۃ وقد یحتاج اہل البیت الی الزوج والزوجۃ والولد والخادم وغیرہم فی قلیل الاوقات وغالب قوت الاذرۃ

واحد من ہولاء ذلک

بیت

ہذا ما قدر

خمس وفی ما

بیت کا

لاسعر

وسفری

فی الخص

وانما قدر من الابل خمس ذود

شاۃ وان

لاصل ان لا تؤخذ الزکاۃ

زکوٰۃ کی مقدار کا بیان

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کھجور کی زکوٰۃ پانچ وسق سے کم پر نہیں ہے۔ پانچ اونٹ سے کم میں صدقہ نہیں ہے اور چاندی میں صدقہ پانچ اوقیہ سے کم میں نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں خدا اور کھجوروں میں پانچ وسق

ہونے

کے

ہو سکتی ہے

کیے

ظاہر ہیں اور یہ

ہے اور جو اس کے قریب

ہیں

ہے

ہے

ہے

يجعل النصاب هذا الى بال لان
لابل اعظم اموالهم حنطة و
كثرها ثلثة فيمكن ان تتبع
وتركب وتحلب ويشرب لبنها
النسل ويستعمل نتاجها وبرها
وجلودها. وكان بعضهم يقتني
نجائب تقلبنه يمكنه كل يوم
وكان الكثير منهم يقتني ثلثة
عشر من الابل وبعضهم اكثر
وثلثي عشرة شاة
كثيرة من الاحاديث
دود في حكم ازكوة
الصغير حتى ينبو ماشية

قول صلى الله عليه وسلم
ليس على المسلم صدقة في عبده
ولا في فرسه

اقول ذلك لانه لم يكن لعبادة
بقتنا. الرقيق متناسل
في كثير من الاوقات
يقتنيها في جميع الازمنة
من الاموال التي
معاوية بن ابي سفيان
سعود وعمرو بن حزم
عن ابيه عن جده

... کہ کتب ... کو ... کی وجہ ہے کہ
اونٹ تمام مویشیوں پر عظیم الجثہ اور سب سے زیادہ
نافع ہے چلا جاتا ہے، اس کو ذبح کر کے بھی کھا سکتے
ہیں، اور اس کی سواری بھی لے سکتے ہیں، اس کا دودھ
پی سکتے ہیں، اور اس سے نسل بھی بڑھا سکتے ہیں اور
اس کے بال اور کھال سے بھی نفع حاصل کر سکتے ہیں اور
بعض لوگ صرف تھوڑی سی اونٹنیاں پال لیتے ... اور
ایک پوری دائی کو کافی ہو جاتی تھیں ... اور اس زمانہ
... اونٹ ... بکریوں اور کوئی آٹھ بکریوں اور
... بکریوں کے برابر شمار کیا جاتا تھا جیسا کہ
... حدیث میں وارد ہوا ہے اس واسطے پانچ
... بکریوں نے دنی نصاب کے برابر مقرر کئے
... اور ... بکریوں میں زکوٰۃ مقرر کی گئی۔

... نے ... صلعم ... فرمایا۔ مسلمان
... پر ... اور ... سے زکوٰۃ نہیں ہے اور
... کی وجہ یہ ہے کہ نسل بڑھانے
کے لیے غلاموں کو جمع کرنے کا رواج نہیں ہے اور
... کی طرح بہت سے ملکوں میں گھوڑوں کی ایسی کثرت
نہیں ہے جس کا مویشیوں کے بڑھنے کے لحاظ سے
... قرار دیا جائے اس واسطے غلام اور گھوڑا اموال
... نہیں ہیں مگر جبکہ ان کو تجارت
... ابوبکر صدیق، عمر
... طالب، ... سعود اور عمر بن
... کی روایت سے ثابت ہے
... ہم ... ابوبکر صدیق ... یہ بات متواتر ہے کہ ہر پانچ
... ایک بکری ... جب ... ہو جائیں
... ایک ... اس ملک ... ہے جس جب
... کا ذکر ... اس ملک ... ہے

بن لسلمين ان زكاة الابل
في كل خمس شاة فاذا بلغت خمسا
وعشرين الى خمس وثلاثين ففيها
بنت مخاض فاذا بلغت ستا و
ثلاثين الى خمس واربعين
ففيها بنت لبون، واذا بلغت ستا
واربعين الى ستين ففيها حقة،
فاذا بلغت واحدة وستين
الى خمس وسبعين ففيها جذعة
فاذا بلغت ستا وسبعين الى
تسعين ففيها بنتا لبون، فاذا
بلغت احدى وتسعين الى عشرين
ومائة ففيها حقتان، فاذا زادت
على عشرين ومائة ففي كل اربعين
بنت لبون وفي كل خمسين حقة،
قول راصبن في ذلك فاذا
كانت فنون ربع مئوي على الصرم فجعل
في الصغيرة للصرمة الصغيرة
والكبيرة للكبيرة رعاية للانصاف
ووحد الصرمة لانها في عرفهم
الا في كثر من عشرين فصاعدا فخص
بعشرين ثم جعل في كل عشرة
زيادة سن من الاسنان المذكورة
بما يجد العرب غالبا في ابلها
فجعل في كل خمس شاة
عشرة، وقد استفاض من رواية
ابي صفاني صدقة الغنم اذا كانت
اربعين الى عشرين ومائة
ففيها شاة، فاذا زادت على عشرين

چھتیس ہو جائیں تو پوری پینتیس تک ایک بنت لبون، وہ
جو تیسرے برس میں لگ جائے، ہے اور جب چھیالیس
ہو جائیں تو ساٹھ تک ایک حقہ، وہ بچہ جو چوتھے برس
میں ہو، ہے پس جب اکسٹھ ہو جائیں تو پچھتر تک ایک
جذعہ، وہ بچہ جو پانچویں برس میں شروع ہوا ہے۔
پس جب پچھتر ہو جائیں تو نوے تک دو بنت لبون
ہیں، پس جب اکیانوے ہو جائیں تو ایک سو بیس
تک دو حقے ہیں پس جب ایک سو بیس سے زیادہ
ہوں تو ہر چالیس اونٹوں پر ایک بنت لبون اور ہر
پچاس پر ایک حقہ ہے۔

میں کہتا ہوں اس میں اصل یہ ہے کہ جب اونٹوں
کو اونٹوں کے گلوں پر تقسیم کرنا چاہا تو چھوٹی اونٹنی
کو چھوٹے گلہ کے لئے اور بڑی اونٹنی کو بڑے گلہ کے
لئے انصاف کی رعایت رکھتے ہوئے مقرر کیا اور یہ
بات بھی دیکھی گئی کہ گلہ کا اطلاق ان کے عرف میں بیس
سے زیادہ پر ہوتا ہے اس واسطے پچیس سے اس کو
منضبط کیا پھر ہر دس پر ایک بکری یا دسویں کو جو اب
میں نہایت مرغوب ہے مقرر کیا اس کے بعد پندرہ
میں اس زیادتی کو مقرر کیا۔

اور نیز بکریوں کی زکوٰۃ میں ان کی روایت سے یہ بات ثابت
ہے کہ جب چالیس ہو جائیں تو ایک سو بیس تک میں ایک بکری ہے جب
ایک سو بیس سے زیادہ ہو جائیں تو دو سو تک میں
دو بکریاں ہیں، پس جب دو سو سے زیادہ ہو جائیں
تو تین سو تک میں تین بکریاں ہیں، پس جب تین
سو سے زیادہ ہو جائیں تو ہر سو پر ایک بکری ہے
میں کہتا ہوں اس میں اصل یہ ہے کہ
بکریوں کا گلہ بڑا بھی ہوتا ہے اور چھوٹا بھی ہوتا
ہے اور اس کے گلوں میں باہم بڑا فرق ہوتا
ہے کیونکہ بکریوں کا پالنا آسان ہے اور ہر شخص

وما بينهما الى مائتين ففيها شاتان فاذا زادت على مائتين وثلثمائة ففيها ثلاث شياه، فاذا زادت على ثلثمائة ففي كل مائة شاة،

اقول الاصل فيه ان ثلثة من الشاء تكون كثيرة وثلثة منها تكون قليلة والاختلاف فيها يتفاحش لانها يسهل اقتناؤها و كل يقدر بحسب التيسير فضبط النبي صلى الله عليه وسلم اقل ثلثة بار بعين، واعظم ثلثة بثلاث ار بعينات، ثم جعل في كل مائة شاة تيسيرا في الحساب وصح من حديث معاذ رضي الله عنه في البقر في كل ثلاثين تبيع او تبيعة، وفي كل اربعين مسن، اي مسنة، وذلك لانها متوسطة بين لابن والشاء. فروعي فيها شبههما، واستفاض ايضا ان زكاة الورق ربع العشر فان لم يكن الا تسعون ومائة فليس فيها شيء، وذلك لان كنوز النفس لسان يتفجر وقت الانفاق مقدار الكثير منها، فمن حق الزكاة ان تكون اخف الزكوات، والذهب محمول على الفضة، وكان في ذلك الزمان صرف دينار بعشرة دراهم عيار نصابه عشرين مثقالا وفيما سقت السماء والعيون او كان عثريا العشر، وفيما سقي بالنضح

اپنی گنجائش کے موافق پال سکتا ہے اس واسطے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے چھوٹے گلہ کا اندازہ چالیس بکریوں کے ساتھ کیا اور بڑے گلہ کا اندازہ چالیس کے سہ چند کے ساتھ کیا پھر ہر سو پر ایک بکری مقرر کی تاکہ حساب میں آسانی رہے اور گائے بیل کی زکوٰۃ میں حدیث صحیح مروی ہے کہ ہر تیس میں ایک سال کا بچھڑا یا بچھیا ہے اور ہر چالیس میں دو سال کا بچھڑا یا بچھیا ہے اور یہ اس لئے ہے کہ ..... گائے بیل کی جنس اونٹ اور بکری کے درمیان میں ہے، اس لئے اس میں دونوں کی مشابہت کا لحاظ کیا گیا، اور احادیث سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ چاندی کی زکوٰۃ چالیسواں حصہ ہے پس اگر ایک سو نوے درہم چاندی ہے تو اس میں کچھ زکوٰۃ نہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سونا چاندی ثابت عمدہ مال ہے جس کے اندر معتدار کثیر ضرر کرنے سے لوگوں کو ضرر ہوتا ہے اس واسطے اس کی زکوٰۃ سب اموال کی زکوٰۃ سے کم ہونا مناسب ہے، اور سونے کو چاندی پر محمول کیا گیا ہے اور اس زمانہ میں ایک دینار دس درہم میں چلتا تھا اس واسطے سونے کا نصاب بیس مثقال مقرر ہوا، اور جو کھیت بارش یا چشموں سے سیراب ہوں یا وہ زمین عشری ہو تو اس میں دسواں حصہ ہے اور جن کھیتوں میں پانی دے کر پانی دیا جائے تو ان میں بیسواں حصہ ہے کیونکہ جس میں محنت کم ہے اور پیداوار زیادہ ہے اس میں لگان زیادہ ہونا چاہئے اور جس میں محنت زیادہ ہے اور پیداوار کم ہے تو اس کے لگان میں تخفیف مناسب ہے،

لہ مثقال سادھے چار ماشہ کے برابر ہوتے ہیں ۱۲

فنصف العشر، فان لم يكن فالعشر، فان لم يكن فهو لهم تعاليا وكثر يعني حتى يعزب عنه الضريبة، وان كان هو كثر فنصف العشر تعاليا وكثر يعني حتى يتخفيف.

قوله صلى الله عليه وسلم في الخرص وهو السنة وان لم يفعلوا فثلث فدعوا الربع.

اقول السر في مشروعية الخرص دفع الحرج عن اصحاب الزروع فانهم يريدون ان ياكلوا البسر والرطب وغيرهما وهم لا يتمكنون من ذلك الا بشق الانفس ولا يحفظون منهم الا بشق الانفس وهم كان الخرص محل التسهيل، والزكاة من حقها التخفيف هو بتلك السنة، والربع والثلث يحتمل ان يكون لما ان الغالب الا الغلبة، فوجب ان يحمل على زكاة المقل وفي الدكاكر للحمل لانه يشبه بهيمة من وجه ليس المجان فجعلت زكاته خمسة.

في صاع رسول الله صلى الله عليه وسلم وفي زكاة الفطر صاع من تمر او من شعير عن العبد والحر والذكر والانثى والصغير والكبير من المسلمين وفي رواية او صاعا من اقط او صاعا من زبيب، وانما قدر بالصاع لانه يشبع هذا البيت فقيه غسة معتدا بها للفقير، ولا يتضرر الانسان باخراج هذا القدر عند الاداء وحسن في

وسلم نے تخمینہ کرنے میں فرمایا تہائی چھوڑ دو اور اگر تہائی کے تخمینہ کو تو چوتھائی چھوڑ دو۔

میں کہتا ہوں تخمینہ سے جانچ کرنے میں یہ راز ہے کہ اس میں کاشتکاروں کے لیے سہولت ہے کیونکہ وہ لوگ کچا پکا سب کھاتے ہیں اور صدقہ لینے والوں کے لیے بھی آسانی ہے کیونکہ وہ کھیتی کی حفاظت کرنے میں بڑی دقت برداشت کرتے ہیں اور چونکہ تخمینہ کرنے میں کمی بیشی کا احتمال ہوتا ہے اس لیے زکوۃ میں تخفیف مناسب ہے اس واسطے تہائی یا چوتھائی چھوڑنے کا حکم فرمایا اور جو بیوپار تجارت کے لیے ہو تو اس کی زکوۃ میں قیمت کا اعتبار ہے پس تنگدستی زکوۃ پر اس وقت مسلط کرنا ضروری ہے اور دسویں زکوۃ پر اس وقت مسلط کرنا ضروری ہے کیونکہ اس کو ایک طرح میں پانچواں حصہ زکوۃ ہے کیونکہ اس کو ایک طرح سے مفت سے [illegible] طریقہ سے مشابہت ہے اس واسطے اس کی زکوۃ پانچواں حصہ مقرر کی گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں سے ہر غلام اور آزاد مرد اور عورت اور چھوٹے اور بڑے پر صدقہ فطر میں ایک صاع چھوارے یا ایک صاع جو فرض کیے ہیں اور ایک روایت میں ایک صاع پنیر یا ایک صاع منقی بھی آیا ہے اور ایک صاع کی مقدار میں سے مقرر کی گئی ہے ایک گھر کو شکم سیر کر سکتا ہے اس مقدار میں فقیر پورے طور پر بے پروا ہو سکتا ہے، اور غالبا دینے والے کو بھی اس مقدار میں کچھ ضرر نہیں ہوتا اور ایک روایت میں نصف صاع گیہوں کو ایک صاع جو کے برابر رکھا ہے کیونکہ اس وقت میں گیہوں کی کمی تھی اس کو مال دار ہی کے

بعض الروايات نصف صاع من قمح على صاع من شعير لانه كان غالبا في ذلك الزمان لا يأكلون الا من النعم ولم يكن من مأكل المساكين بينة زيد بن ارقم في قصة السرقة ثم قال علي رضي الله عنه اذا وسع الله فوسعوا، وانما وقت بعد فطر لمعان، منها انها تكمل كونه من شعائر الدين وان به طهرة للصائم وتكميلا لصوم مهما بمنزلة سنن الرواتب في الصلاة، وهل هي على زكاة؟ الاحاديث فيه متعارضة واطلاق الكنز عليه بعيد، ومعنى الكنز حاصل، والخروج من الخلاف احوط؛

سکے، اور غریب لوگ نہیں کھا سکتے تھے، زید بن ارقم نے سرقہ کے قصہ میں اس کو بیان کیا ہے، پھر حضرت علی نے فرمایا جب خدا تعالیٰ تمہارے لئے وسعت کرے تو تم بھی وسعت کرو، اور صدقۂ فطر کا وقت عید الفطر میں چند وجوہ سے مقرر کیا، از انجملہ یہ ہے کہ روزہ کے سبب سے عید الفطر کے شعائر الٰہی ہونے کی تکمیل ہوتی ہے اور اس میں روزہ داروں کے لئے طہارت، اور ان کے روزہ کی تکمیل ہوتی ہے۔ جس طرح فرض نمازوں کی تکمیل سنتوں سے ہوجاتی ہے اور رواتب میں زکوٰۃ ہے یا نہیں اس امر میں مختلف احادیث وارد ہیں اور اس پر کنز کا اطلاق کرنا بعید ہے البتہ اس میں کنز کے معنی پائے جاتے ہیں۔ نیز اور کی زکوٰۃ ادا کرنے کے شک سے بچنے میں زیادہ احتیاط ہے

المصارف — زکوٰۃ کے مصارف کا بیان

الاصل في مصارف ان مبنى [illegible] على نوعين منها حصر [illegible] ومن حقها ان يخفف [illegible] احتاج الى جمع وحساب [illegible] مثل وكبر [illegible] باسم الاعمال يستتبع [illegible] مصدقا او على الذين [illegible] ثم كفاية [illegible] جهاد [illegible] ومنها ما [illegible]

[illegible] کہ [illegible] دو قسم کے ہوتے [illegible] جہاں خالص مسلمان [illegible] کے لوگ ان کے ساتھ نہیں [illegible] کو کہ [illegible] رہتے [illegible] اور بسا اوقات ان شہروں میں [illegible] جو عوام کے نفع کے کام [illegible] کی تصدیق کی وجہ سے وہ [illegible] دم کرتے ہیں اور ان لوگوں کی معاش [illegible] میں ہوتی ہے کیونکہ مسلمانوں کی بہت

سائر الملل، ومن حقها ان يشدد فيها وذلك قوله تعالى شدداء على الكفار رحماء بينهم وهي تحتاج الى جنود كثيرة وعوان قوية. و تحتاج الى ان يقبض على كل عمل نفع من يباشره، ويكون معيشته في بيت المال، فجعل النبي صلى الله عليه وسلم لكل من هذين سنة، وجعل الجباية بحسب المصارف، وسيأتي مباحث الثاني في كتاب الجهاد، والبلاد الخاصة بالمسلمين عمدة ما يتخلص فيها من المال نوعان، باعتبار نوعين من المصرف، نوع هو المال الذي زالت عنه يد مالكه كتركة الميت لا وارث له، و ضوال من البهائم لا مالك لها، و لقطة اخرجها عنوان بيت المال وعرفت فلم يعرف لمن هي وامثال ذلك، ومن حقه ان يصرف الى المنافع المشتركة مما ليس فيه تمليك لاحد ككري الانهار وبناء القناطر والمساجد وحفر الآبار والعيون وامثال ذلك ونوع هو صدقات المسلمين جمعت في بيت المال، ومن حقه ان يصرف الى ما فيه تمليك [illegible] في [illegible] و [illegible] و المساكين [illegible].

بعض ایسے شہر ہوتے ہیں جن میں مذہب کے لوگ رہتے ہیں پس ایسے شہروں میں سختی کرنا مناسب ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "کافروں پر سخت ہیں" اور ایسے شہروں میں بہت سی فوج اور قوی مدد کار دہنا کی ضرورت پڑتی ہے نیز اس کی بھی ضرورت ہے کہ ہر نافع کام پر اس کے قابل آدمی کو متعین کیا جائے اور اس کی ضروریات بیت المال سے پوری کی جائیں پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دونوں قسم کے شہروں میں سے ہر ایک کے لئے ایک طریقہ مقرر فرمایا اور محاصل کو مصارف کے لحاظ سے مقرر فرمایا، دوسری قسم کے مباحث عنقریب کتاب الجہاد میں آتے ہیں، خاص مسلمان آبادی کے شہروں سے جو عمدہ مال حاصل ہوتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں جس طرح مصرف کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ مال ہے جو مالک کے قبضہ سے نکل گیا جیسے میت کا ترکہ جس کا کوئی وارث نہیں ہے اور گم شدہ مویشی جن کے مالک کا پتہ نہیں اور وہ گری پڑی چیز جو بیت المال کے لوگوں کو دستیاب ہوئی اور اس کشمیر کی گئی اور اس کا کوئی مالک نہ معلوم ہوا اور اسی قسم کے اموال ان سب اموال کو ایسے کاموں میں خرچ کرنا چاہیئے جن کا نفع عام ہو اور اس میں کسی کی تملیک نہ پائی جائے جیسے نہروں کا جاری کرنا، پلوں کا بنانا، مساجد کی تعمیر کرنا، چشموں اور کنوؤں کا کھودنا اور اسی قسم کے کام، اور دوسری قسم مسلمانوں کے صدقات ہیں جو بیت المال میں جمع کئے جاتے ہیں ایسے اموال کو ان مواقع میں خرچ کرنا چاہیئے جس میں کسی کو مالک بنایا جائے اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "انما الصدقات للفقراء والمساکین" الآیۃ۔

والجملة فی ذلک ان الحاجات
ن هذا النوع وان کانت کثیرة
دا لکن العمدة فیهم ثلاثة ،
محتاجون وضبطهم الشارع
لفقراء والمساکین وابناء السبیل
انصار میں فی مصلحة انفسهم
نفقة ، وضبطهم بالغزاة والعاملین
ن الجبایات ، والثالث مال یصرف
دفع لفتن الواقعة بین المسلمین
لمتوقعة علیهم من غیرهم
لک اما ان یکون بحیث اذا عین
نبة فی الاسلام بالکفار او بغیره
کافر عما ترید من العمدة
مال ، وربما
وهم والمشاجرات
هو الغارم فی حمالة یتحملها
فیة لتسلیم علیهم وانه یعطی
ن او کم یعطی ؟ مفوض الی رای
امام ؟

وعن ابن عباس یتصدق من
کاة ماله ویعطی فی الحج ، وعن
حسن مثله وعن ابی حنیفة اصدق
سفره فی ایام حیضها اجزاه ، وعن
ن راس حدیثا النبی صلی الله علیه
سلم علی ابل الصدقة للحج ، و
حدیث وامامخالد فانکم تظلمون
الدراعتد احتبس ادراعه واعتده
سبیل الله ، وفیه شیئان جواز
یعطی مکان شی شیئا اذا کان

اور اس میں مختصر بیان یہ ہے کہ اس نوع کی حوائج
اگرچہ بے شمار ہیں لیکن سب سے بڑھ کر انہیں
تین ہیں ایک محتاج لوگ اور ان کو شارع نے
فقراء اور مساکین اور مسافران اور قرضداروں کے
لئے مقرر کیا ہے، دوسرے جو عاملین ہیں اور شارع
نے ان کو مجاہدین اور زکوٰۃ وصول کرنے والوں میں
منحصر کیا ہے اور تیسرے یہ ہیں کہ وہ مال ان فتنوں
کے دور کرنے میں صرف کیا جائے جو مسلمانوں میں
واقع ہو گئے ہیں یا غیر مسلموں کی طرف سے ان فتنوں
کے واقع کرنے کا خطرہ ہے،

اور یہ اس طور سے ہوتا ہے کہ کسی ضعیف اسلام
[illegible] کیا جائے جو کفار کے ساتھ میل جول کرنا
یا کافر جو فریب کار [illegible] اس کو مال کے
[illegible] اور مؤلفۃ القلوب
[illegible] مسلمانوں کے باہمی جھگڑوں میں
[illegible] اور وہ لفظ غارم میں آجاتے
ہیں کہ ان کو دیا جائے اور یہ بوجھ کسی پر ڈالا
جائے اور ان پر تقسیم کرنے کی ضرورت کہ کن لوگوں
کو دیا جائے اور کس قدر دیا جائے امام کی رائے
پر موقوف ہے،

اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ اپنے مال
کی زکوٰۃ سے آزاد کر سکتا ہے رمضان کے لئے دے سکتا
ہے اور امام حسن سے بھی ایسا ہی مروی ہے پھر انہوں
نے اس آیت کو پڑھا انما الصدقات للفقراء
والمساکین جس میں دینا کافی ہوتا اور اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ کسی اسلام [illegible] کو زکوٰۃ کے
اونٹوں پر سوار کیا، حدیث صحیح میں وارد ہے بے شک
تم زکوٰۃ طلب کرنے کے خالد پر ظلم کرتے ہو حالانکہ اس
نے اپنی زرہ اور ہتھیار [illegible] حبس کر دیئے ہیں

انفع للفقراء، و ذلك لكيس مجزئ عن الصدقة قلت وعلى هذا فالحصر في قوله تعالى انما الصدقات اضافي بالنسبة الى ما طلبه المنافقون في صرفها فيما يشتهون على ما يقتضيه سياق الاية والسر في ذلك ان الحاجات غير محصورة وليس في بيت المال في البلاد المخالصة للمسلمين غير الزكاة كثير مال، فلا بد من توسعة تكفي نوائب المدينة والله اعلم.

قوله صلى الله عليه وسلم ان هذه الصدقات انما هي اوساخ الناس وانها لا تحل لمحمد ولا لال محمد.

قوله انما كانت اوساخ لانها تكفر الخطايا وتدفع البلاء وتقع دواء عن العبد في ذلك، فيتمثل في مدارك الاعلى انها هي كما يتمثل في الصورة الذهنية واللفظية وخطية انها وجودات للشيء الخارجي لما جعلت باز الله، وهذا يسمى عندنا بالوجود التنزيلي فتدرك بعض النفوس الثانية ان فيه نكتة، وتنزل في بعض الاحيان لبعض الناس عند وقد يشاهد هل الملكة شفة تلك الظلمة ايضا، وكان سيدي الوالد قدس سره يحكي ذلك من نفسه كما قد يكره اهل الصلاح

اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک یہ ہے کہ ایک چیز کا بدلہ دوسری چیز کا دینا جبکہ اس میں فقراء کا زیادہ نفع ہو درست ہے، دوسرے یہ ہے کہ راہ خدا میں صرف کر دینا صدقہ کی جگہ کافی ہو سکتا ہے،

میں کہتا ہوں اس تقدیر پر اس آیت "انما الصدقات للفقراء" میں حصر اضافی ہے، یعنی بہ نسبت ان مصارف کے حصر ہے جن میں منافقین اپنی خواہش کے موافق صرف کرنے کے لئے مانگتے تھے جیسا کہ سیاق آیت سے معلوم ہوتا ہے اور اس میں راز یہ ہے کہ حاجات بے شمار ہوتی ہیں اور ان شہروں میں جن کے باشندے صرف مسلمان ہی ہیں بیت المال کے اندر سوائے زکوٰۃ کے اور کوئی مال کثیر نہیں ہوتا اس واسطے اس میں وسعت دینا ضروری ہے تاکہ وہ مال شہر کی ضروریات کو کافی ہو سکے، واللہ اعلم،

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ صدقات لوگوں کے میل ہوتے ہیں اور وہ محمد کے لئے حلال میں اور نہ محمد کی اولاد کے لئے حلال ہیں"

میں کہتا ہوں صدقات کے میل ہونے کی یہ وجہ ہے کہ صدقات گناہوں کو دور کرتے ہیں اور بلاء کو دفع کرتے ہیں اور بندہ کی طرف سے ان باتوں میں وہ فدیہ بن جاتے ہیں پس ملاء اعلیٰ کی نظروں میں یہ صدقات بالکل میل ہی دکھائی دیتے ہیں جس طرح صورت ذہنیہ ولفظیہ و خطیہ میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورتیں اشیاء خارجی کا وجود ہیں جس کے مقابلہ میں یہ صورتیں ہیں اور اس کو ہم وجود تشبیہی کہتے ہیں، پس بعض نفوس عالیہ کو یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ ان صدقات میں ایک قسم کی تاریکی ہے اور بعض اوقات ساقد کی طرف اس امر کا نزول ہوتا ہے اور کبھی بعض اہل مکاشفہ کو

ذکر الزنا وذکر اعضاء الخبیثۃ
ویجبون ذکر الاشیاء الجمیلۃ، و
یعظمون اسم اللہ، وایضا فان
ان الذی یاخذہ الانسان من
غیر مبادلۃ عین او نفع ولا یراد بہ
احترام وجہۃ فیہ ذم وہوانۃ،
ویکون لصاحب المال علیہ فضل
ومنۃ، وھو قولہ صلے اللہ علیہ و
سلم الید العلیا خیر من ید السفلی
فلا جرم ان التکسب بھذا النوع
شر وجوہ المکاسب لا یلیق
بالمطہرین والمنوہ بھم فی الملۃ،
وفی ھذا الحکم سر آخر وھو انہ
صلے علیہ وسلم ان اخذ ھا
لنفسہ وجوز اخذ ھا لخاصتہ
والذین یکون نفعھم بمنزلۃ
نفعہ کان مظنۃ ان یظن بخانون
ویقول القائلون فی حقہ ما لیس
بحق، فاراد ان یسد ھذا الباب
بالکلیۃ، ویجھر بان منافعھا
راجعۃ الیھم، وانما تؤخذ من
غنیائھم وترد فی فقرائھم رحمۃ
بھم وحدبا علیھم وتقریبا لھم
من الخیر وانقاذا لھم من الشر، و
لما کانت المسالۃ تعرضا للذلۃ و
خوضا فی الوقاحۃ وقد حافی اسرۃ
شدد النبی صلے اللہ علیہ وسلم
فیھا لا لضرورۃ لا یجد منھ بد،
ولیتا اذا اجرت العادۃ بھا ولم

بھی یہ تاریکی معلوم ہو جاتی ہے،

اور میرے والد ماجد قدس سرہ بھی اس امر میں اپنا مکاشفہ بیان فرماتے تھے جس طرح صالحین کو زنا اور اعضاء خبیثہ کا ذکر ناگوار معلوم ہوتا ہے اور وہ اچھی چیزوں کے ذکر کو محبوب رکھتے اور اللہ پاک کے نام کی تعظیم کرتے ہیں،

اور نیز جس مال کو انسان بغیر کسی چیز کے عوض کے یا نفع کے لیتا ہے اور اس دینے میں اس انسان کی عزت مقصود نہیں ہوتی تو اس مال کے لیے میں اس شخص کو ذلت اور اہانت حاصل ہوتی ہے اور مال دینے والے کو اس پر فضیلت اور احسان ہوتا ہے چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے" پس اس طرح کا کمانا تمام پیشوں میں بدترین پیشہ ہے اور جو لوگ دین کے بزرگ اور پاک ہیں ان کی شان کے بالکل لائق نہیں اور اس حکم میں کیا اور رشتے اور وہ یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اگر خود صدقہ لیتے اور اپنے خاص لوگوں کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جن کا نفع اپنا ہی نفع ہے اس کے لینے کو جائز فرماتے تو لوگ آپ سے بدگمانی کرتے اور آپ کے حق میں نامناسب باتیں کرتے اس واسطے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس دروازہ کو بالکل بند کر دیا اور یہ بات ظاہر کر دی کہ صدقات سے منافع انہیں کے لئے ہیں اور انہیں کے اغنیاء سے لیکر انہیں کے فقراء کو دیدیئے جاتے ہیں تاکہ ان پر رحمت اور شفقت ہو اور ان کو نیکی نصیب ہو اور شر سے امان ہو،

اور جبکہ سوال کرنے میں بڑی ذلت ہوتی ہے اور سوال کرنے والا حیا سے نکل جاتا ہے اور اس کی مروت میں نقصان آجاتا ہے اس واسطے نبی صلے اللہ

يستنكف الناس منها وصار وا يستكثرون موالهم وكان ذلك سببا لاهمال الاكتساب التي لا بد لهم منها او تقبله وتضييعها على اهلها امر بغير حق، فتضمنت الحكمة ان يمثل الاستكاف منها بين اعينهم مثلا يقدم عليه عند الاضطرار

قوله صلى الله عليه وسلم من سأل الناس تكثرا ماله كان خموشا في وجهه ورضفا يأكلها من جهنم

قول السائل انه يسير تذلة مسألته من الامور ما جرت العادة بالمسامحة فيه لخفته كالجبر والكسر كان رخص وتتمثل ذلة السؤال بذلة من يرد الماء وجهه مصونة شوب قربة نسبة له من الحاجة والفقر الى ذي الغنى والكرم جناحت مالك ان تسأل مسألة حتى يثبر قواما من عيش، وجاء في تقدير غنية السائل نعة من السؤال نهاية وخمسون درهما وجاء بخمسين ما يغديه ويعشيه، وهذا لا احد كسب لا يمكن [illegible] عنه، اعني الامكان لما تحوذ في تعلم الباحثة عن سبب

علیہ وسلم نے جزا ایسی ضرورت کے جس کی وجہ سے آدمی مجبور ہو سوال کرنے میں بڑی سختی فرمائی تاکہ لوگوں کو سوال کرنے کی عادت پڑ جائے اور اس کو بوجہ کرنے میں کچھ غیرت معلوم نہ ہو اور بھیک کے ذریعہ سے زیادہ مال حاصل ہو جائے تو اس کی وجہ سے ضروری پیشوں کا متروک ہونا لازم آتا ہے یا ان پیشوں کی قلت ہو جاتی ہے اور مالداروں پر بلا وجہ تنگی لازم آتی ہے پس حکمت شرعیہ کا مقتضی یہ ہوا کہ سوال کے عار کرنے کی صورت ان کے سامنے ظاہر کی جائے تاکہ سخت ضرورت کے کوئی اس پر اقدام نہ کرے

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگوں سے مال سوال کرتا ہے تاکہ اس کا مال زیادہ ہو تو وہ جہنم کا انگارہ ہو گا جس کو وہ کھاتا ہے

میں کہتا ہوں اس میں اشارہ ہے کہ اس کا گناہ جو لوگوں سے سوال کرے وقت اس کے سمجھتا ہے اس سزا کی صورت مرتب ہوا جس کے پکڑنے [illegible] جیسے آگ میں جلایا گیا ہو جس کے [illegible] ہوں اس صورت میں ظاہر ہوئے [illegible] اور اس شخص [illegible] میں [illegible] اور ایک حدیث میں [illegible] کھانے کے ساتھ آیا ہے جو اس کو صبح کے وقت

المدن لا الماخوذ فی علم تہذیب النفس، فمن کان کاسبا بالحرفۃ فہو معذور حتی یجد آلات الحرفۃ ومن کان زراعا حتی یجد آلات الزرع، ومن کان تاجرا حتی یجد البضاعۃ، ومن کان علی الجہاد مستمرین قسمہ یروح ویغد ومن لفنائم، کما کان اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، فالضابط فیہ اوقیۃ او خمسون درہما، ومن کان کاسبا بحمل الاثقال فی الاسواق، او احتطاب الحطب وبیعہ وامثال ذلک فالضابط فیہ ما یغدیہ ویعشیہ ؛

قولہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تلحفوا فی المسالۃ فوالذی لا یسالنی احد منکم شیئا فتخرج لہ مسالتہ منی شیئا وانا کارہ فیبارک لک فیما اعطیتہ ؛

اقول سرہ ان النفوس الملاحقۃ بالملا الاعلی تکون الصور الذہنیۃ فیہا کالمرآۃ الصقیلۃ والارض بمنزلۃ الدعاء المستجاب، فوجہ صلے اللہ علیہ وسلم ان لفظ المسالۃ من الالفاظ المستعملۃ فی [illegible] ومن خواص [illegible] کالمرآۃ [illegible] الطمانینۃ النفس بہ وثلج صدرہ

کے لئے کافی ہو سکے اور ہمارے نزدیک ان احادیث میں اختلاف نہیں ہے کیونکہ لوگوں کے مختلف درجے ہوتے ہیں اور ہر شخص کا ایک جدا پیشہ ہوتا ہے جس سے جدا ہونا اس کے لئے ناممکن ہے، میری مراد امکان سے وہ امکان ہے جو ان علوم میں مستعمل ہوتا ہے جن میں سیاست مدن سے بحث کیجاتی ہے نہ کہ وہ امکان جو علم تہذیب نفس میں بولا جاتا ہے پس جو شخص دستکاری سے کماتا ہے تو جب تک اس کے پاس اس کے حرفہ کے آلات نہ ہوں وہ اس حرفہ سے معذور ہے اور جو شخص تاجر ہے وہ اس وقت تک معذور ہے جب تک اس کے پاس سرمایہ تجارت نہ ہو، اور جو شخص جہاد پر ہو کہ صبح و شام غنائم ہی سے کھاتا ہے جیسا کہ اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے تو اس کے لئے اس مقدار کا اندازہ ایک اوقیہ یا چالیس درہم ہے اور جو شخص [illegible] کے لئے [illegible] کرتا ہے اور [illegible] اٹھا کر [illegible] کو [illegible] سیر ہو جائے

[illegible] صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوال کرنے میں [illegible] کے [illegible] کے [illegible] لو [illegible] کے [illegible] کو [illegible] کرے [illegible] کو [illegible] کے [illegible] کو [illegible] کے [illegible] کو [illegible] ک

کرجلین عندهما عشرون درهما، احدهما یخشی الفقر، والآخر مصروف الخاطر عن الحسبة غلب علیه الرجاء ثم زیادة النفع کرجلین مقدار مالهما واحد، صبّ ذلك احدهما الی مهمة وینفعه والهم الثانی بتدبیر الصالح فی حرفته، والآخر اضاعه ولم یقتصد فی التدبیر، وهذه البرکة تجلبها النفس بمنزلة جلب الدعاء، لقوله صلی اللہ علیه وسلم من یستعفف یعفه اللہ الحدیث ؛

اقول هذا اشارة الی ان هذه الکیفیات النفسانیة فی تحصیلها اثر عظیم لجمع الهمة وتاکد العزیمة

اس میں برکت نہ ہوگی اور اس کا حال اس شخص کا سا ہوگا جو کھاتا ہے اور شکم سیر نہیں ہوتا۔

میں کہتا ہوں کہ اس چیز میں برکت ہونے کی چند قسمیں ہیں۔ ادنیٰ قسم یہ ہے کہ اس شئی سے دل مطمئن ہو اور دل کو بیقراری نہ ہو مثلاً دو شخص ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کے پاس بیس بیس درہم ہیں ان میں سے ایک کو اپنے تنگدست ہونے کا خوف ہے اور دوسرے کا دل خوف سے دور ہے اور اس پر امید کا غلبہ ہے اس کے بعد زیادتی نفع برکت کی دوسری قسم ہے جیسے دو شخصوں کے پاس مساوی مال ہے ان میں سے ایک نے ضروری اور نافع کام میں اس کو صرف کیا اور اس کے صرف کرنے میں صالح تدبیر کا اہتمام ہوا، اور دوسرے شخص نے اس مال کو ضائع کر دیا اور اس کو تدبیر نصیب نہ ہوئی، اور نفس اس برکت کو اس طرح کھینچ لیتا ہے جس طرح دعا کھینچ لیجاتی ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص سوال کرنے سے بچیگا خدا تعالیٰ اس کو محفوظ رکھے گا"۔ الحدیث

میں کہتا ہوں اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کیفیات نفسانیہ کے حاصل کرنے میں ہمت کے مجتمع ہونے اور ارادہ کے مضبوط ہونے کو بڑا دخل ہے،

اُمُور تتعلق بالزکاۃ

ثم مست الحاجة الی وصیة الناس ان یؤدوا الصدقة الی المصدق بسخاوة نفس وفیها قوله صلی اللہ علیه وسلم اذا اتاکم المصدق فلیصدر عنکم وهو عنکم راض، وذلك لتحقق المصلحة الراجعة الی النفس، واراد ان لیس بنا اعتداء هم فی المنع بالجوس، وهو قول صلی اللہ علیه وسلم فان

زکوٰۃ سے متعلق اُمُور کا بیان

اس کے بعد لوگوں کو اس بات کی نصیحت کرنے کی ضرورت ہوئی کہ صدقہ وصول کرنے والے کو خوش دلی سے صدقہ ادا کیا کریں، اور اس بارے میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تمہارے پاس صدقہ وصول کرنے والا آئے تو چاہیئے کہ وہ تم سے خوش ہو کر رخصت ہو" اور اس میں حکمت یہ ہے کہ وہ صلاح جو نفس سے متعلق ہے پائی جائے اور آپ نے یہ بھی چاہا کہ زکوٰۃ روکنے میں لوگوں کے

عدلوا فلا نفسهم وان ظلموا فعليها، ولا اختلاف بين هذا الحديث وبين قوله صلى الله عليه وسلم فمن سئل فوقها فلا يعط اذ الجور نوعان، نوع اظهر النص حكمه، وفيه لا يعط، ونوع فيه للاجتهاد مساغ وللظنون، تعارض، وفيه سد باب الاعتذار، وإلى وصية بالصدقة ان لا يعتدى في خذ الصدقة، وان يتقى كرائم اموالهم وان لا يفرق ليتحقق الانصاف وتتوفر المقاصد وسر قوله صلى الله عليه وسلم فوالذي نفسي بيده لا ياخذ منه شيئا الا جاء به يوم القيامة يحمله على رقبته ان كان بعيرا له رغاء يتضح من مراجعة ما بلينا في مانع الزكاة، والى سد مكايد اهل الاموال وفيها لا يجمع بين متفرق، ولا يفرق بين مجتمع خشية الصدقة. قوله صلى الله عليه وسلم لان يتصدق المرء في حياته بدرهم خير له من ان يتصدق بمائة عند موته، وقال صلى الله عليه وسلم مثله كمثل الذي يهدي اذا شبع الفول سره ان انفاق ما لا يحتاج اليه ولا يتوقع الحاجة اليه لنفسه ليس بحسن على سخاوة يعتد بها ثم ان النبي صلى الله عليه وسلم عمد الى خصال مما يفيل الرأس

اس عذر کا دروازہ بند ہو جائے کہ ان سے یہ جبر وصول کیا جاتا ہے چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "پس اگر صدقہ وصول کرنیوالے انصاف کریں گے تو اپنے لئے کریں گے اور اگر ظلم کریں گے تو اپنے اوپر کریں گے"۔ اور اس حدیث میں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں کوئی اختلاف نہیں کہ "جس شخص سے اس سے زیادہ مانگا جائے تو وہ نہ دے"، اس واسطے کہ ظلم کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک وہ صورت ہے جس کا حکم نص نے ظاہر کر دیا اور اس کے متعلق یہ ہے کہ نہ دینا چاہیئے اور ایک صورت ہے جس میں اجتہاد کی گنجائش ہے اور گمان متعارض ہوتے ہیں ان مواضع میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عذر کے دروازہ کو بند کر دیا اور صدقہ وصول کرنے والے کو بھی اس بات کی وصیت کرنے کی ضرورت ہوئی کہ صدقہ وصول کرنے میں زیادتی نہ کرے اور ان کے نفیس نفیس مال سے بچے اور خیانت نہ کرے تاکہ انصاف پایا جائے اور بہت سے مقاصد حاصل ہو سکیں، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے "پس قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس میں سے وہ کچھ نہ لیگا مگر قیامت کے دن اپنی گردن پر لائے گا اگر وہ اونٹ ہے تو بلبلاتا ہوگا" اس کا راز ہمارے اس بیان سے خوب ظاہر ہوتا ہے جو ہم نے مانعین زکوۃ کے بارے میں ذکر کیا۔ اور نیز اس بات کی بھی ضرورت ہوئی کہ مال والوں کے حیلے اور فریب کا دروازہ بند کیا جائے اور اس کے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ کے ڈر سے متفرق اموال کو مجتمع نہ کیا جائے اور نہ مجتمع اموال کو متفرق کیا جائے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "آدمی کا اپنی زندگی میں ایک درہم صدقہ کرنا مرتے وقت سو درہم صدقہ کرنے سے بہتر ہے"، اور

البخل وتهذيب لنفس او تالف
لجماعة فجعله صدقة تصيره
على مشاركة لصدقات في لثمرة
وهو قوله صلى الله عليه وسلم
يعدل بين اثنين صدقة ويعين
الرجل على دابته صدقة وكلمة
الطيبة صدقة وكل خطوة تمشيها
الى الصلاة صدقة وكل تسبيحة
وتكبيرة وتسبيحة صدقة
ومثال ذلك:
قوله صلى الله عليه وسلم
ايما مسلم كسا مسلما
ثوبا على عري الحديث:
اقول قد ذكرنا من سر الا
بطبيعة [illegible] تقتضي ان يكون
تجسد المعاني بالصورة التي
قرب شبهه من المحسوس وان
الاجسام مثلا غيبة صورة بعضها
وبعضها عبرة بل لعل [illegible]
وتمثل المعاني بصور الاجسام:
ومن [illegible] ان تعبير
عن [illegible]
وسلم [illegible]
مرة سوداء [illegible]
من [illegible]
يتمثل [illegible]
من [illegible]
وتولد تالف [illegible]
ومست الحاجة الى [illegible]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے دنیا میں اس کی
مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص سیر ہو جائے اور پھر اردگرد
کو بھوکا دیکھے"
میں کہتا ہوں اس میں راز یہ ہے کہ جب چیز کی اس
کو حاجت نہیں ہے اور نہ اس کو اپنے سے اس کی طلب
کی امید ہے ایسی چیز کا صدقہ کرنا پورے طور سے سخاوت
پر دلالت کرتا ہے۔ پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان
خصلتوں کو بطور تمثیل کے قصد کیا جو نفس کو دوسرے کی
نفس پر رحم کھانے میں کام نہیں دیتیں یہاں تک کہ
[illegible] کرنا معلوم ہو جائے کہ
[illegible] صدقات کے ساتھ شریک ہیں، چنانچہ
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو شخصوں میں انصاف
کر دینا صدقہ ہے اور سواری پر چڑھا کر کسی کی مدد کرنا
صدقہ ہے اچھی بات کہنا صدقہ ہے اور ہر قدم
[illegible] صدقہ ہے اور راستہ [illegible] صدقہ ہے
اسی قسم کی باتیں۔
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو کوئی مسلمان کسی
ننگے بدن مسلمان کو کپڑا پہنائے گا خدا تعالیٰ اس کو جنت
[illegible] سے پہنائے گا" حدیث
میں کہتا ہوں ہم کئی بار یہ ذکر کر چکے ہیں کہ طبیعت
مشابہ ہے [illegible] کے ساتھ اور مشابہ
[illegible] ہوتا ہے اور مشابہت کا علاقے میں کئی
[illegible] پائی جاتی ہے اور خواب اور واقعات میں اور
[illegible] کی صورتوں کے ساتھ مشکل ہونے
میں اس بات کا معتبر ہونا تم کو ظاہر ہو سکتا ہے۔
[illegible] صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی وبا کو بھیڑیے
کی یا بھیڑیے کی صورت میں دیکھا اس کی وجہ اس مقام سے
تم کو معلوم ہو سکتی ہے۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنے بل و

فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دینار انفقتہ فی سبیل اللہ و دینار انفقتہ فی رقبۃ الحدیث ولا اختلاف بین قولہ خیر الصدقۃ ما کان عن ظہر غنی وابدأ بمن تعول وحدیث قیل ای الصدقۃ افضل؟ قال الجہد المقل وابدأ بمن تعول لتنزیل کل علی معنی او جہۃ، فالغنی لیس ہو المصطلح علیہ، وانما ہو غنی النفس او کفایۃ الاہل او نقول صدقۃ الغنی اعظم برکۃ فی مالہ، وصدقۃ المقل اکثر رأفۃ لبخلہ، وہو اقعد بقوانین الشرع ؛

قولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الخازن المسلم الامین الحدیث ؛

اقول ربما یکون انفاذ ما وجب لیہ ولیس لہ ان یمتنع عنہ ایضا معز المسخاوۃ النفس من جہۃ طیب الخاطر والترفیۃ وثلاح الصدر، فلذلک کان متصدقا بعد المتصدق الحقیقی، ولا اختلاف بین حدیث، اذ انفقت المرأۃ من کسب زوجہا من غیر امرہ فلہا نصف الاجر، وبین قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع لا تنفق امرأۃ شیئا من بیت زوجہا الا باذن زوجہا قیل لا رسول اللہ ولا الطعام قال ذلک افضل اموالنا

اور رب کو بھول کر غیروں کو صدقہ کر دیا کرتے ہیں اور اس کے نہ ہونے سے نوکروں کی رعایت کا جس کی رعایت کرنا زیادہ ضروری ہے پایا جاتا ہے اور اس میں صورت تدبیر ہے اور غریب لوگوں کے ساتھ الفت اور محبت کو ترک کرنا ہے اس واسطے ضرورت ہوئی کہ اس کو دوسرا شخص کسی بہانہ کر دیا جائے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک وہ دینار ہے جس کو تو خدا کی راہ میں خرچ کرے اور وہ دینار ہے جس کو تو کسی کی جان چھڑانے میں خرچ کرے اور ایک وہ دینار ہے جو تو کسی مسکین کو دے اور ایک وہ دینار ہے جس کو تو اپنے اہل پر خرچ کرے ان سب میں اس دینار کا اجر زیادہ ہے جس کو تو نے اپنے اہل پر خرچ کیا ہے اور اس حدیث میں کہ "بہتر صدقہ وہ ہے جو حالت غنا میں دیا جائے اور پہلے اس کو دے جو تمہارے اہل و عیال میں سے ہے" اور اس حدیث میں کہ کسی نے آپ سے عرض کیا کہ کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا تنگدستی کا صدقہ کی وجہ سے تکلیف اور فاقہ کشی کرنا، اور اپنے اہل و عیال سے دینا شروع کرو، کچھ تناقض نہیں ہے کیونکہ ہر حدیث ایک معنی اور ایک خاص وجہ پر محمول ہو سکتی ہے، پس غنا سے اصطلاحی غنا مراد نہیں ہے بلکہ غنا نفس، کنبہ کے لئے رزق کا کافی ہونا مراد ہے یا ہم کہتے ہیں کہ کسی کے صدقہ سے اس کے مال میں برکت ہوتی ہے، اور مفلس کا صدقہ اس لئے افضل ہے کہ وہ بخل کو خوب دور کرتا ہے اور وہ قوانین شرعیہ کے زیادہ مناسب ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خزانچی مسلمان امانت دار جو مالک کے حکم کے موافق پورا پورا دیتا ہے وہ بھی بمنزلہ صدقہ دینے والے کے ہے ؛

میں کہتا ہوں کسی ایسی چیز کا نکالنا جو اس کے لئے واجب ہے اور طیب خاطر اور خوش دلی کی [illegible] نکالنا

قال ذلك نقص امرأته وعقلها ثم قالت
ذلت مرأة ناكل على اسنمة ذوينا
وغروحنا فما نصيب من مولهم
ذب نرطب تاكلنا وتلد بيسارنا
اون فيه مرة خصوصا ودلالة
ظلم يا مرة خصوص وامر بحجاب
يكون الزوج لا يبدو باعضائها
فلما بدأت المرة سلم ذلك
منها. وانما يجوز التصرف في
ماله بما هو معروف عندهم
وفيه اصلاح ماله كالترضية لوجه
يهدد نفسه وضياعه، ولا يجوز في
غير ذلك وان كان من الخير
يوله صلى الله عليه وسلم لا
تعد في صدقتك فان سائلك في
صدقت كالعائد في قيئه

اقول سبب ذلك ان المسلم
ذا اراد ان يتصدق على حق
ويطلب هو السنمة ويكون
قصد التصدق في ذلك الوقت ان
يرى صدقة نفس الطلب ولفظه
بها، وذا كان في قلبه ميل الى
جمع المال يسمى محبة ومحبة حق
كمال مقتض، وبغض فتور مذموم
يحبس مطلوب الى الاسترداد
ونقص بها، وهو شر كبير يصير
بموت في ارض هجرة

من ابواب الصوم

لما كانت بهيمية الشديد كافلة
عن ظهور احكام الملكية وجب الاعتنا
بقهرها، ولما كان سبب شدتها
وتركم طبقاتها وعزة رتبها هو الاكل
والشرب، والانهماك في اللذات
الشهوية فانه يفعل ما لا يفعله الملك
الرغد، وجب ان يكون حد يقع
لقهر تقليل هذه الاسباب، و
لذلك اتفق جميع من يريد ان
يظهر حكام الملكية على تقليلها
ونقصها مع اختلاف مذاهبهم
وتباعد انظارهم، وليصف المقصود
ذعان البهيمية للملكة بان تنصرف
حسب رجوعه وتنصبغ بصبغها و
تمنع الملكية عنها ان تفعل افعالها
الدنية ولا تطمع فيها تتوقع الخسيسة
كما تطمع نفوس، بخلاف من نشأ في بيئة
وراسبيل له في ذمته الا ان تقتضي
بهمية شيئا من ذلك فتوجه
الى البهيمة ان تقترحه عليه فتشاوره
فيه ولا تبغي عليها ولا تمتنع منه، ثم
تقتضي ايضا وتشاوره فيه، ثم
وهكذا حتى تعتاد ذلك وتمرن فيه
الامر، حتى تقتضيها هذه من ذاتها
وتفسر قلت عليها على غير ذلك ان
يكون من جنس ما قبله انشراح

روزہ کی تفصیلات

جب قوت بہیمی کی شدت قوت ملکی کے احکام ظاہر ہونے سے مانع تھی، سو اسطے اسکا مغلوب کرنا ضروری ہوا اور چونکہ اس کی شدت اور جوش کا باعث کھانا پینا اور مذاذ شہوانیہ میں منہمک ہونا تھا اور اس انہماک کا وہ اثر ہوتا ہے جو شکم سیر کھانے پینے کا بھی نہیں ہوتا اس واسطے ضروری ہوا کہ اس کے مغلوب کرنے کا طریق ان اسباب میں کمی کرنے سے ہو اسی وجہ سے جو لوگ احکام ملکی کا ظاہر ہونا چاہتے ہیں وہ سب باوجود اختلاف مذاہب کے اور لوگوں کے بعید ہونے کے ان اسباب کی تقلیل اور نقص میں متفق ہیں، اور یہ بھی مقصود ہے کہ بہیمیت ملکیت کی اس طرح تابع ہو جائے کہ اس کے کہنے پر عمل کرے اور اسی کے رنگ میں رنگین ہو جائے اور یہ بھی مقصود ہے کہ ملکیت اس سے اس طرح علیحدہ نہ رہے کہ اس کے خراب رنگ کو قبول نہ کرے اور اس میں اس کے نقوش رذیلہ منتش نہ ہوں جس طرح بہرکے نقوش نہ مٹتے ہیں نہ منتش ہو جاتے ہیں اور اس کا سوائے اس کے کوئی طریقہ نہیں ہے کہ قوت ملکی کسی شئی کا تقاضا کرے اور قوت بہیمی کو اس کا انکار کرنے اور اس سے سرکشی نہ کرے اور کسی طرح سے انکار نہ کرے اور پھر کسی بات کا تقاضا کرے اور پھر بار بار یہی امر پیش ہو تو اس کی اطاعت کی عادت ہو جائے اور وہ سوائے کو ملکیت چاہتی ہے اور وہ بہیمیت پر غالب آ جاتی ہے اس سے ملکیت کو بہیمیت کے انقیاد سے موانست پیدا ہو جاتی ہے اور ملکوت سے شبیہ پیدا کرنا اور خدا تعالیٰ کی کبریائی کی معرفت حاصل کرنا کیونکہ یہ امور ملکیت کا خاصہ ہیں بہیمیت کو ان سے

لهذه الخصائص تلك الوحدة كالتشبه
بالملكوت والتطلع للجبروت،
فانهما خاصية الملكية البعيدة
عنهما البهيمية غاية البعد، و
ترك ما تقتضيه البهيمية وتستدعيه
وتشتاق اليه نفي على ظهور هذا
المعلوم، ولما لم يكن لهم طريق
على هذه من جمهور الناس ممكنة
مع ما هم فيه من الاشتغالات
المهمة وبعد همة الاكثرين
وجب ان يلتزم بعد كل طائفة
من الزمان مقدار يعرف بداية
ظهور الملكية وابتداءها مقتضيا
ويكفر ما تحته منه قبلها، ويكون
مثل كمثل حصان طويلة مربوطا
بالخشبة بستان يمينا ومثلا لم
يرجع الى خلته وهذا هو الوجه
بعد المداومة العقيقية، ثم
وجب تعيين مقدار لئلا
يفرط احد فيستعمل منه ما لا
ينفعه وينجع فيه، او يفرط فرط
فيستعمل منه ما يضره كما انه
ويذهب بنشاطه ويميته نفسه
ويزيره القبور، وانما الصوم
ترياق تستعمل لدفع السموم
النفسانية مع ما فيه من البركة
بمطية الصوم فالمداومة و
صفته فلا بد من تعيين قدر
الضرورة، ثمرات تقليل الاكل و

بعد ہے اور ان چیزوں کا ترک کرنا جن کو نفس
چاہتا ہے اور ان سے لذت حاصل کرتی ہے اور جس
ان حالت میں ان چیزوں کی سخت مشتاق رہتی ہے
اور یہ لذت روزہ سے حاصل ہو سکتی ہے، اور چونکہ
ان امور پر مداومت کرنا باوجود اس کے ضروریات
ازواج واطفال کے ساتھ مشغول ہونے کے سب لوگوں
سے ممکن نہ تھا اس واسطے یہ امر ضروری ہوا کہ چند ماہ
کے بعد ایک مقدار معین کا التزام کیا جائے جس
میں ملکیت کے ظہور کا قرب اور اس کے مقتضیات
سے خوش ہونا معلوم ہو جایا کرے اور اس سے پہلے
جو کوتاہی ہوئی ہے اس کا کفارہ ہو جایا کرے اور
اس کا حال اس گھوڑے کا سا ہو جائے جس کا رسہ
کسی میخ سے بندھا ہوتا ہے اور وہ دائیں بائیں چکر
لگا کر پھر وہیں جہاں پر آ کھڑا ہوتا ہے، مداومت
حقیقی کے بعد اس مداومت کا درجہ ہے، پھر ضروری
ہوا کہ اس کی ایک مقدار مقرر کیا جائے تاکہ اس میں کوئی
کمی نہ کرے، اور وہ کمی کرنے والا اس عبادت کو اس
قدر عمل میں لائے جو اس کے لئے کافی و مانع نہ ہو،
یا فراط کرنے والا اس قدر زیادتی کرے کہ اس
کو اتنا عمل میں لائے جس سے اس کے ارکان میں
کاہلی پیدا ہو اور اس کا نشاط جاتا رہے اور
اپنے نفس کو ہلاک کر کے درگور ہو جائے، روزہ
ایک تریاق ہے جو سموم نفسانیہ کے دور کرنے
کے لئے استعمال کیا جاتا ہے حالانکہ اس کے ساتھ
بطبیعت ان سموم کے مقام اور اس کے جائے
ظہور یعنی بدن کو تکلیف اور مشقت بھی پہنچتی ہے
[illegible] اس کا معین کرنا
ضروری ہوا، پھر خود کو تکلیف کم کرنے کے
دو طریق ہیں ایک تو یہ کہ بہت سا کھانا یا پیا جائے

لشرب لكل طريقان، حد هما ان لا يتناول منهما الا قدر ما يسكن الجوع والعطش والثاني ان تكون لهذه المتحللة بين الاكلات زائدة على القدر المعتاد والمعتبر في الشرائع هو الثاني لانه يخفف وينفع ويذيق بالفعل مذاق الجوع والعطش ويحق البهيمية حق ودهشة ويأتي عليها ياذا محسوسا ولا اول لم يضعف صعفا بحيث ولا يحدث اختلالا بيدنه، والثاني ان الاول لا يأتي تحت التشريع لعدم الابجهد، فان الناس على منازل مختلفة جدا يأكل الواحد منهم رطلا والآخر رطلين. والذي يحصل به وفاء الاول هو حجاف الثاني اما المدة المتحللة بين الاكلات فالعرب والعجم وسائر من الامزجة الصحيحة يتفقون فيها وانما طعامهم غداء وعشاء اواكلة واحدة في اليوم والليلة ويحصل مذاق الجوع بكف ما الليل ولا يمكن ان يفوض لفقد التمييز في المبتلين بمكفين فيقال مثلا يأكل كل واحد منكم ما تنقهر به بهيميته لانه يخالف موضوع التشريع.

ومن المثل السائر من سرق لذئب فقد ظلم، وانما يسوغ مثل ذلك في الاحسانيات

ہر ایک یہ کہ کھانے پینے میں مقدار متعین سے زیادہ نہ کرے اور شریعت کے مقرر کئے ہوئے کھانے کا دوسرا طریق معتبر ہے کیونکہ اس کی وجہ سے آدمی کمزور ہوتا ہے اور تھکتا ہے اور اس وقت بھوک و پیاس کی کیفیت محسوس ہو جاتی ہے اور بہیمیت کو اس کی وجہ سے پریشانی اور خوف لاحق ہو جاتا ہے، اور ان امور کا طاری ہونا اس کو محسوس ہوتا ہے، اور تعطیل کے پہلے طریق میں یہ کمزوری کا ضعف برابر ہوتا رہتا ہے اور نفس کو اس کا احساس نہیں ہوتا حتیٰ کہ انسان اس سے بالکل تھک جاتا ہے، اور تعطیل سے پہلے طریق کا بغیر مشقت کے سب لوگوں پر حکم نہیں دیا جا سکتا کیونکہ لوگوں کی طاقتیں مختلف ہوتی ہیں کسی کی خوراک ایک رطل اور کسی کی خوراک دو رطل ہوتی ہے، اور جو خوراک ایک کے لئے پوری ہوتی ہے وہ دوسرے کے لئے ناکافی ثابت ہوتی ہے اور ان کی حالت کا فرق میں فیصل ہوتا ہے اس پر تمام عرب عجم اور تمام صحیح مزاج لوگوں کا اتفاق ہے اور وہ دن رات میں ایک بار کھانا کھاتے ہیں اور رات تک کھانا کھانے سے بھوک کی کیفیت معلوم ہو جاتی ہے اور ہر ایک کو اس کا ذائقہ معلوم ہو جاتا ہے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ انسان کو کھانے پر غذا کھانا لو چھوڑا جائے اور یہ کہدیا جائے کہ ایک رات دن میں اتنا کھانا کھا لو جو تعطیل کے طریق کے خلاف ہے۔

مثل مشہور ہے کہ جس نے بھیڑیئے کو بکریوں کا چرواہا بنایا اس نے ظلم کیا اور احسانیات میں اس مثل کا جاری کرنا جائز ہے، پھر یہ بھی ضروری ہے کہ یہ دوسرا طریق مدت مہلک نہ ہو جیسے من شب و روز کا کھانا جو مقصود شرعی کے خلاف ہے اور نہ

ان تكون تلك المدة امتحانية غير
مجحفة ولا مستنامية كسلا له
اب لم مسبا به لان دمة خلاف موضوعه
اشتراع ولا يعلم به جمهور المكلفين
ويجب ان يكون لامسائك فيها
متكررة ليحصل للتمرن والاندر د
والا فجوع وحدى فائدة يفيد،
وان قوى واشتد، ووجب ان
يبن هب فى ضبط الاشهر بالغير تجفف
وضبط تكرر هذه المقادير مستصعب
عند هم لا تخفى على الخلق ملابسها
والحاضر والبادى، والى ما يستعمل
ويستعمل نظيره طوائف خلقه
من الناس ليذهب شهرتها
وتسييرها غيبة التعب منهم
وجبت هذه الرخصة ان
يضبط الصوم بالامساك من
وشراب وجب ويوم كامل
لى شهر كامل فان ما دون يوم
هوس بان تاخير غدا وعشاء
الليل معتاد لا يجدون له بالا
ولا سبرة والاسترخاء مدة يسيرة
لا تؤثر، والشهران تغور فيهما
الاعين وتنفه النفس، وكذلك ما
ذلك مرات ريحتى ويضبط اليوم
بطلوع الفجر الى غروب الشمس
لانه هو حساب العرب وصدار
يومهم وتسمية عمل فجرى يوم
يوم عاشوراء والشهر برؤية

ہی تمام مخلوقات اس کو حاصل کر سکتے ہیں اور نہ سزا یہ ہی
ضرورتوں سے بے پروا رہتا ہو تاکہ وہ اس کے
حالات کو جان لے اور ان میں تا بعد رتی وہ پیدا
ہو ۔ ۔ ۔ تجربہ حاصل ہو۔ جتنے میں کچھ فائدہ نہیں
ہے نہ ویسی ہی سخت بھوک ہو اور یہ بات بھی ضروری
نفس کا مغلوب ہونا جو بہت مہلک ہے اس
کا انضباط اور اس کی تکرار کا انضباط ان مقداروں
سے کیا جائے جو ان میں مستعمل ہیں جن کو ہر دی عقل
اور رے دقوف، شہری اور دیہاتی سب جانتے ہیں
اور ان کو یاد رکھنے کی لیاقت لوگوں کی بڑی بڑی مجلسیں
مستعمل میں رہتی ہیں تاکہ ان کی شہرت و تسلیم سے
ان کی دشواری جاتی رہے ان امور کے اعتبار کرنے
سے یہ بات ضروری ہوئی کہ روزہ کا انضباط پورے
مہینے تک ہر روز کھانے پینے اور جماع سے
نفس کو باز رکھنے کے ساتھ کیا جائے کیونکہ ایک دن
سے کم کو دوسرے سے کھانے میں سمجھا ہے
اور ایسے میں ایسے امور کا ترک کرنا۔ اور ہفتہ
تک ایسی تکلیف کا برداشت کرنا مقتضائے نفس پر
پورا اثر نہیں کرتا۔ اور دو ماہ کی مدت ایسی ہے
جس میں تکلیفیں بھی جاتی ہیں اور نفس تنگ جاتا
ہے۔ اور بہت سے امور کا بے شمار دفعہ
مشاہدہ کیا ہے، اور ان امور کے تکرار سے
ہے یہ بات بھی ضروری ہوئی کہ دن کا انضباط طلوع
صادق کے طلوع سے غروب آفتاب تک کیا جائے
کیونکہ عرب کا یہی حساب ہے اور ان کے
دن کی مقدار ہے اور عاشورہ کے دن روزہ
رکھنے میں ان کے ہاں یہی حساب مشہور ہے
اور مہینہ کا ضبط ایک دوسرے
چاند دیکھنے تک ہے کیونکہ اس کو عرب

الهلال ان رؤية الهلال لا بد هو شهر
لعرف، وليس حسابهم على الشهور
شمسية واذا وقع لتصدي لتشريع
عام واصلاح جماهير الناس و
طوائف العرب والعجم وجب ان
لا يخير في ذلك الشهر ليختار كل واحد
شهر اليسهل عليه صومه لان في
ذلك فرحا لبابه لاعتذار والتسلل
يسد الباب الامر بالمعروف والنهي
عن المنكر واخواتها لا لما هو من اعظم
طاعات الاسلام، و يضاف الى جنبه
طوائف عظيمة من المسلمين على
شئ واحد في زمان واحد يرى بعضهم
بعضا معونة بعضهم على البعض ميسر
عليهم ومشجع اياهم، وايضا فان
اجتماعهم هذا النزول البركات
الملكية على خاصتهم وعامتهم وادنى
ان ينعكس انوار كمالهم على من
دونهم وتحيط دعوتهم من ورائهم
واذا وجب تعيين ذلك الشهر فقد احق
من شهر يقول فيه القرآن ورقت
فيه لسنة المصطفوية وهو منتصف
السنة القمرية على ما سنذكره،
ثم لا بد من بيان اعمال تتعلق
لا بد منها لكل حاصل وبيان
ذرائع ومشغوف والتي لا حظ
احظ اهل المشورة والسر من
حكمة التي هي مشروع المجتمع
من دار الى بغين فالاولى فهوم

مہینہ کہتے ہیں اور کسی مہینوں سے وہ حساب نہیں
کرتے اور جب سب کو ایک مناسب اور تمام
لوگوں کی صلاح کے مناسب وقت کی ہبود کی
طرف کسی نوا سے بات کی ضرورت ہوئی کہ لوگوں
کو اس مہینہ میں جمع کیا جائے تاکہ ہر شخص اپنے
لئے اس مہینہ کو اختیار کرلے کہ اس میں روزہ
رکھنا آسان ہو کیونکہ اس میں عذر کرنے کا اور بچکر
نکل جانے کا دروازہ کھلتا ہے اور امر بالمعروف اور
نہی عن المنکر کا دروازہ بند ہوتا ہے، اور اس
میں اسلام کے ایک عظیم الشان فساد کا کھٹکا
ہے اور یہ اہل اسلام کی بڑی بڑی
جماعتوں کا ایک زمانہ میں ایک چیز میں اجتماع
کرنا ہے کہ بعض ان کے بعض
کی اس چیز میں مدد کرنے کے لئے
اور اس کے آسان ہونے کا سبب ہے اور
ہر ایک کے لئے ہیں اور عام
لوگوں کی برکات نازل ہوتی ہیں اور کامل
کی برکتوں کے انوار کا پرتو پڑتا
ہے اور یہ اس کی دعا میں سب کو شامل ہوتی ہیں،

اور جب ایک مہینہ کا مقرر کرنا ضروری ہوا تو
[illegible] مہینہ ہونا [illegible]
[illegible]

رمضان والامساك على نفر الشهر الخمس، فورد من صلى العشاء في جماعة فقد قام نصف الليل، ومن صلى الصبح في جماعة فكأنما قام الليل كله، والثانية مستحبة على الاولى كصلاة الضحى بعد صلاة العيد، وهي تهذيب لياليه وتطهيره للسان والجوارح، وستة من شوال، وثلاثة من كل شهر، وصوم يوم عاشوراء ويوم عرفة، والاعتكاف العشر الاواخر، فهذه المقدمات تجري مجرى الاصول في باب الصوم، فإذا تمهدت حان ان نشتغل بشرح احاديث الباب:

فضل الصوم

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا دخل رمضان فتحت ابواب الجنة، وفي رواية ابواب الرحمة، وغلقت ابواب جهنم وسلسلت الشياطين ؛

اقول اعلم ان هذا الفضل انما هو بالنسبة الى جماعة المسلمين فان الكفرة في رمضان اشد حملة واكثر ضلالا منهم في غيره تمادياً في هتك شعائر الله، ولكن المسلمين اذا صاموه وواظبوا عليه كملت فيهم قوة ازالة [illegible] من [illegible]

رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین زنجیروں سے باندھ دیئے جاتے ہیں ؛

میں کہتا ہوں واضح ہو کہ رمضان کے مہینہ میں یہ فضل مسلمانوں کی جماعت سے متعلق ہے کیونکہ کفار رمضان کے مہینہ میں بہ نسبت اور مہینوں کے زیادہ اندھے اور گمراہ ہوتے ہیں اس وجہ سے کہ وہ شعائر اللہ کی ہتک کرنے میں زیادہ جرأت کرتے ہیں لیکن مسلمان جب روزہ رکھتے ہیں اور نماز میں پڑھتے ہیں تو [illegible]

روزہ کی فضیلت کا بیان

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین زنجیروں سے باندھ دیئے جاتے ہیں ؛

میں کہتا ہوں واضح ہو کہ رمضان کے مہینہ میں یہ فضل مسلمانوں کی جماعت سے متعلق ہے کیونکہ کفار رمضان کے مہینہ میں بہ نسبت اور مہینوں کے زیادہ اندھے اور گمراہ ہوتے ہیں اس وجہ سے کہ وہ شعائر اللہ کی ہتک کرنے میں زیادہ جرأت کرتے ہیں لیکن مسلمان جب روزہ رکھتے ہیں اور نماز میں پڑھتے ہیں تو [illegible]

علی من دونهم و شملت ببرکاتهم
جمیع نشئاتهم و تقرب کل حسب
استعداده من المنجیات و تباعد
من المهلکات صدق ان ابواب
الجنة تفتح علیهم و ان ابواب
جهنم تغلق عنهم لان اصلهما
الرحمة واللعنة، ولان اتفاق
اهل الارض فی صفة تجلب ما یناسبها
من جود الله کما ذکرنا فی الاستسقاء
والحج، وصدق ان الشیاطین
تسلسل عنهم، وان الملائکة
تنتشر فیهم لان الشیطان لا
یؤثر الا فیمن استعدت نفسه
لاثره وانما استعدادها للغواء
البهیمیة وقد انقهرت، وان الملك
لا یقرب الا ممن استعد له، وانما
استعداده بظهور الملکیة وقد
ظهرت، وایضا فرمضان مظنة
اللیلة التی یفرق فیها کل امر حکیم،
فلا جرم ان الانوار المثالیة و
الملکیة تنتشر حینئذ، وان
اضدادها تنقبض، قوله صلی الله
علیه وآله وسلم من صام
شهر رمضان ایمانا واحتسابا
غفر له ما تقدم من ذنبه ؛
اقول وذلك لانه مظنة غلبة
الملکیة ومغلوبیة البهیمیة و
انصباب صالح من الخوض فی
لجة الرضا والرحمة فلا جرم

غوطہ لگاتے ہیں اور ان کی دعائیں ان کو چاروں طرف سے احاطہ کر لیتی ہیں اور ادنیٰ لوگوں پر ان کے انوار کا پرتو پڑتا ہے اور انکی برکات تمام جماعت پر چھا جاتی ہیں اور ہر شخص حسب استعداد عبادات سے قریب اور معاصی سے بعید ہوتا ہے تو اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ ان پر جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں کیونکہ جنت کی اصل خدا تعالیٰ کی رحمت اور دوزخ کی اصل خدا تعالیٰ کی لعنت ہے، اور کیونکہ زمین والوں کا ایک صفت پر متفق ہونا اس کے موافق خدا تعالیٰ کے رجوع کو متوجہ کر لیتا ہے جیسا کہ ہم نے استسقاء اور حج میں بیان کیا ہے اور اس بات کی بھی تصدیق ہو جاتی ہے کہ شیاطین قید کر لئے جاتے ہیں اور فرشتے ان میں پھیل جاتے ہیں کیونکہ شیطان اسی شخص میں اثر کرتا ہے جو اس کے اثر کو قبول کرنے کی استعداد رکھتا ہے اور یہ استعداد بہیمیت کے غلبہ سے پیدا ہوتی ہے اور وہ روزہ کے سبب سے مغلوب ہو جاتی ہے اور فرشتے بھی اسی کے قریب ہوتے ہیں جن میں ان کے اثر کو قبول کرنے کی استعداد ہوتی ہے اور وہ استعداد قوت ملکی کے ظہور سے ہوتی ہے اور روزہ کے سبب سے قوت ملکی کا ظہور ہو جاتا ہے، اور نیز رمضان میں ان رات کے ہونے کا احتمال ہے جس میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہر چیز کی تقسیم ہوتی ہے پس ضرور بالضرور اس وقت میں انوار مثالیہ اور ملکیہ منتشر ہو جاتی ہیں اور ان کی اضداد سمٹ جاتی ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رمضان کے روزے ایمان اور ثواب کے ارادہ سے رکھے اس کے تمام پہلے گناہ بخشے جاتے ہیں۔

ذلك مغير لنفس من لون الى لون، تول صلى الله عليه وسلم من قام ليلة القدر ايمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه ؛

اقول وذلك لان النفس اذا وجدت في وقت انتشار الروحانية وظهور سلطنة المثال اثرت في صميم النفس ما لا يؤثر على ادراك غيره، فولد صلى الله تعالى عليه وسلم على كل عمل ادم يضاعف الحسنة بعشر امثالها الى سبعمائة ضعف قال الله تعالى الا الصوم فانه لي وانا اجزي به يدع شهوته وطعامه من اجلي ؛

اقول سر مضاعفة الحسنة ان الانسان اذا مات وانقطع عنه اعماله البهيمية وادبر عن اللذات الحسية وانكشفت له باطنيته الملكية ومعه انوارها بالطبيعة وهو سر معنى راة، ولن كان العمل خيرا نفسه كشاهد حينئذ باطنيته الملكية وبه سبقت بها، وهذا استثنى الصوم ان كان بقية الاعمال في عينها انما تكون بظهور صورة الاعمال في مواطن من المثال مختلفة باختلاف الوجوه بظهر منها صورة مبرة المترتب عليه عند تجرده عن سوانحي الجسد، وقد شاهدنا

میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کے اندر رکھنے میں قوت ملکی کے غالب ہونے اور قوت بہیمی کے مغلوب ہونے کا اثر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی رحمت کے دروازے کھلنے کے لئے کامل تقدیر ہوتی ہے اس لئے جو عمل کہ اس وقت کیا جائے کہ وہ نفس کو ایک حال سے دوسرے حال میں بدلنے والا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ایمان اور ثواب کی نیت سے شب قدر میں عبادت کی اس کے پہلے گناہ بخش دیئے گئے۔

میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ رمضان کے وقت، اور رمضان میں ایک خاص کے ظاہر ہونے کے وقت جب کوئی عبادت پائی جاتی ہے تو اس وقت نفس میں عبادت نفس میں ڈوبا کرتی ہے جو دوسرے اوقات میں کئی مرتبہ اس عبادت کو کرنے سے حاصل نہیں کرتی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کے ہر نیک عمل کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا سوائے روزے کے کیونکہ وہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا، روزہ ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے نفس کھانے کو ترک کر دیتا ہے

میں کہتا ہوں سحری کے مؤخر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت قوت بہیمی کی مدد سے صاحب ہوتا ہے اور قوت ملکی کی مدد سے ساتھ ہوتا ہے اور جو مدتیں اس کے مناسب تھیں ان سے نکل جاتا ہے تو قوت ملکی کا ظہور ہوتا ہے اور طبع میں انوار روشن ہو جاتے ہیں اور اعمال کی جزا اور ثواب کی یہی وجہ ہے یہاں تک کہ عمل اس وقت ثواب میں بڑھ جاتا ہے اور اس عمل کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے کہ روزے کے اس وقت ہوتے ہوئے، روزہ کو مستحب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اعمال کا اعتبار ان کے لکھوانے

ذلك مرارا و شاهدنا ان الكتبة
كثيرا ما تتوقف فى ابداء جزاء
العمل الذى هو من قبيل مجاهدة
شهوات النفس اذ فى ابدا انه دخل
لمعرفة مقدار خلق النفس الصادر
هذا العمل منه وهم لم يذوقوه
ذوقا ولم يعلموه وجدانا. ولهم
سر اخر نحن فى الكفارات
والله ولى حياتنا على ما ورد فى الحديث
فيوحى الله اليهم حينئذ ان اكتبوا
العمل كما هو وفوضوا جزاءه الى
وتولوا قبضه عن شهوته وطعامه
من اجلى انما ارى له من الكفارات
التى ايها فكاية فى نفسه البهيمية
ولهذا الحديث بطن اخر فقد اشرنا
اليه فى اسرار الصوم فراجعه. قوله
صلى الله عليه وسلم فمن فرحتان
فرحة عند فطره و
فرحة عند لقاء ربه. فالاولى
طبيعية من قبل وجدان ما تطلبه
نفسه، والثانية مهيئة من قبل
تهيئته لظهور اسرار التنزيه
عند تجرده عن غواشى الجسد
وتشرفه بالبقاء عليه من
فوقه كما ان الصلاة نور ثم
ظهور اسرار الجمع التنزيهى وهو
قوله صلى الله عليه وسلم فلا
تصلوا حتى تصلوا الطلوع
الشمس الغروب

طرح پر ہوتا ہے کہ ہر عمل کی صورت عام مثال کے
مقام میں جو اس شخص کے لئے خاص ہے
متصور ہوتی ہے کہ اس کے سبب سے اس کے عمل
جزا کی صورت جب وہ شخص جسمانی حجابات سے الگ
ہو جاتا ہے ظاہر ہو جاتی ہے اور ہم نے بارہا اس کا مشاہدہ
کیا ہے اور نیز اس امر کا مشاہدہ کیا ہے کہ اعمال کے
لکھنے والے فرشتے بسا اوقات اس عمل کی جزا کے
کرنے میں جو شہوات نفسانیہ کے ساتھ مجاہدہ کرنے
کے قبیل سے ہے توقف کرتے ہیں کیونکہ اس سے ظاہر
کرنے ہیں اس خلق نفس کی مقدار معلوم کرے و
دخل ہے جس سے یہ عمل صادر ہوا ہے۔ اور فرشتے اس
ذوق سے اور اس وجدان سے بھی آگاہ نہیں ہوتے ہیں
اور حدیث میں آیا ہے کہ فرشتے کفارات اور
کے بارے میں باہم نزاع کرتے ہیں اس کی بھی یہی
ہے پس اس وقت خدا تعالیٰ فرشتوں کو وحی کرتا ہے
کہ اس عمل کو بعینہ لکھ لو اور اس کی جزا میرے سپرد
کرو اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ میرا بندہ روزہ
اپنی خواہش اور کھانا میرے لئے ترک کرتا ہے
اس طرف اشارہ ہے کہ روزہ ان کفارات سے
ہے جن کی سختی نفس بہیمیہ کو پہنچتی ہے اور اس حدیث
کے لئے ایک بطن اور ہے جس کی طرف اسرار صوم
میں ہم نے اشارہ کر دیا ہے اس کو وہاں دیکھنا
چاہئے

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ دار کے
دو خوشیاں ہیں ایک افطار کے وقت اور ایک اللہ
تعالیٰ سے ملنے کے وقت پہلی خوشی تو طبعی ہے کہ نفس
کو مطلوب کے حاصل ہونے کے وقت ہوتی ہے اور
دوسری خوشی اس لئے ہے کہ روزہ دار کے لئے حجابات

وههنا اسرار يضيق هذا الكتاب عن كشفها، قوله صلى الله عليه وسلم لخلوف فم الصائم اطيب عند الله من ريح المسك۔

اقول سره ان الرائحة محبوب لحب الطاعة متمثل في عالم المثال مقام الطاعة، فجعل النبي صلى الله عليه وسلم انشراح الملائكة بسببه ورضا الله عنه في كفة وانشراح نفوس بني آدم عند استنشاق رائحة المسك في كفة ليوافق سر الغيبي راى عين، قوله صلى الله عليه وسلم الصيام جنة۔

اقول ذلك لانه يقي شر الشيطان والنفس ويباعد الانسان من تاثيرهما و يخالفه عليهما، فلذلك كان من حقه تكميل معنى الجنة بتنزيه لسانه من الاقوال و الافعال الشهوية، واليها الاشارة في قوله للاروث، والسبعية واليه الاشارة في قوله ولا يصخب والى الاقوال بقوله سابه، والى الافعال بقوله قاتله، قوله صلى الله عليه وسلم فليقل اني صائم

کے وقت نفس کے آثار کا ظاہر ہونے کے قابل ہونے سے ہوتی ہے جس طرح نماز سے تجلی ہوتی کے اسرار ظاہر ہوتے ہیں چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "طلوع اور غروب کے پہلے تم کسی نماز پر مغلوب نہ کئے جاوے"

اس مقام پر اور بہت سے اسرار ہیں جن کو ظاہر کرنے کی اس کتاب میں گنجائش نہیں ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "البتہ روزہ دار کے منہ کی بو خدا کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے۔

میں کہتا ہوں اس کا راز ہے کہ عبادت کے پسندیدہ ہونے سے اس کا اثر بھی پسندیدہ ہو جاتا ہے اور عالم مثال میں عبادت کی جگہ وہ اثر متمثل ہو جاتا ہے پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے ملائکہ کے خوش ہونے اور خدا تعالے کی رضامندی کو ایک پلہ میں رکھا اور مشک سونگھنے سے بنی آدم کے سرور کو ایک پلہ میں رکھا تاکہ یہ غیبی راز آپ ان پر ظاہر کردیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزے ڈھال ہیں"

میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ روزہ شیطان اور نفس کے شر سے بچاتا ہے اور ان کے اثر سے انسان کو دور رکھتا ہے اور ان کی مخالفت پر آمادہ کرتا ہے اس واسطے روزہ کے لئے مناسب یہی ہے کہ آدمی اپنی زبان کو اقوال اور افعال شہوانی سے محفوظ رکھ کر کامل طور پر اس کو ڈھال بنائے اور اسی طرف آپ نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے "کہ روزہ دار بری بات نہ کہے" اور بہیمیت کے افعال سے بھی باز رہے اور اس کی طرف آپ نے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے کہ روزہ دار

قیل: بلسانہ، وقیل بقلبہ، وقیل: بالفرق بین الفرض و النفل، والکل واسع ؛

شور وشغب نہ کرے" اور اقوال کی طرف اس قول میں اشارہ کیا ہے کہ "جو کوئی روزہ دار کو گالی دے" اور افعال کی طرف اس قول میں اشارہ کیا ہے کہ "جو کوئی اس سے لڑے" نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "پس روزہ دار کو کہنا چاہیئے کہ میں روزہ دار ہوں" بعض کے نزدیک تو اس کو زبان سے ہی کہہ دینا کافی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ دل میں یہ کہدے، اور بعض کے نزدیک فرض کے روزے اور نفل کے روزے میں فرق ہے اور ہر ایک میں گنجائش کا موقع ہے ؛

احکام الصوم

قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لا تصوموا حتی تروا الھلال و لا تفطروا حتی تروہ فان غم علیکم فاقدروا لہ، وفی روایۃ فاکملوا العدۃ ثلاثین ؛

اقول لما کان وقت الصوم مضبوطا بالشھر القمری باعتبار رؤیۃ الھلال و ھو تارۃ ثلاثون یوما و تارۃ تسعۃ وعشرون، وجب فی صورۃ الاشتباہ ان یرجع الی ھذا الاصل، و ایضا مبنی الشرائع علی الامور الظاھرۃ عند الامیین دون التعمق و المحاسبات النومیۃ، بل الشریعۃ واردۃ بانجمال ذکرھا، وھو قولہ صلے اللہ علیہ وسلم انا امۃ امیۃ لانکتب ولا نحسب، وقولہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ھذا عید لاینقصا رمضان وذوالحجۃ قیل لاینقصان معا وقیل لایتفاوتان اجر ثلاثین وتسعۃ وعشرین، و

روزہ کے احکام کا بیان ؛

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نہ بغیر چاند دیکھے روزہ رکھو اور نہ بغیر چاند دیکھے افطار کرو، پھر اگر ابر ہو جائے تو اندازہ کر لو، اور ایک روایت میں ہے کہ تیس روز پورے کر لو،

میں کہتا ہوں چونکہ روزہ کا زمانہ قمری مہینہ کے ساتھ رویت ہلال کے اعتبار سے مضبوط تھا اور وہ کبھی تیس دن اور کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے اس واسطے اشتباہ کی صورت میں اس اصل کی طرف رجوع کرنا واجب ہوا، اور نیز احکام کی بنیاد ان امور پر ہونی چاہیئے جن کو ان پڑھ لوگ بھی جانتے ہوں نہ کہ تعمق اور محاسبات نجومیہ پر بلکہ شریعت نے ان چیزوں کو مٹایا ہے، چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "ہم ان پڑھ لوگ ہیں نہ لکھنا جانتے ہیں اور نہ حساب کرنا" اور آپ نے فرمایا عید کے دونوں مہینے کم نہیں ہوتے رمضان اور ذی الحجہ بعض کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ دونوں مہینے ایک ساتھ انتیس انتیس کے نہیں ہوتے، اور بعض نے کہا کہ نہیں، اور انتیس کا اجر برابر ہے اور باہم کچھ فرق نہیں ہے، اور یہ اخیر معنی تو عدد شرعی کے زیادہ مناسب ہیں گویا آپ نے اس بات کو دفع کرنا چاہا

وهذا الاخير اقعد بقواعد الشارع
كانه ارد سدان يخطوني تلك
احد ذلك ؛
واعلم ان من المقاصد مهمة
في باب الصوم سد ذرائع التعمق
ورد ما احدثه فيه المتعمقون فان
هذه الطاعة كانت شائعة في
اليهود والنصارى ومتغلغلة العرب
ونحاسا او ان صل الصوم هو
قهر النفس تعمقوا وابتدعوا اشياء
ينهاك زيادة القهر، في ذلك تحريف
دين الله، وهذا ما بزيادة الكما
الكيف، فمن ذلك قوله صلى الله
عليه وسلم لا ينقدم احدكم
رمضان بصوم يوم او يومين
الا ان يكون رجل كان يصوم
فليصم ذلك اليوم، ونهيه عن
صوم يوم الفطر ويوم النحر
وذلك لانه ليس بين صيام
بين صوم من افعل، فمن ان
احد ذلك صنعه مثل اهل
ركه منهم لحقه الاخرى وتسلم
جرا يكون له ضربة ونحن
ان يؤخذ موضع اجتباء الله
ومنه يوم نصره على
من الوصال ورخص في سحره
والامر بتاخيره وتقديم فطره
ذلك تشديد وتعمق من صد
ولا اختلاف بين قوله صلى الله عليه

کسی کے دل میں یہ خیال نہ گذرے کہ [illegible] ہوتا ہے۔

[illegible] ہوئے روزہ کے باب میں تعمق کے اسباب بند کرنا۔ جو تکلفات لوگوں نے پیدا کر لئے ہیں ان کا رد کرنا۔ مقاصد میں سے تھا کیونکہ یہ عبادت یہود و نصاریٰ اور عرب میں سے ان لوگوں میں جنہوں نے اہل کتاب کا دین پسند کیا تھا شائع تھی اور جس نے چھوٹے لوگوں نے اس بات کا خیال کیا کہ روزہ میں اصل نفس کا مغلوب کرنا ہے اس لئے انہوں نے تعمق کیا اور روزہ کے نہ کرنے والے امور ایجاد کئے جن سے نفس اور زیادہ مغلوب ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اللہ کے دین میں تحریف ہوتی ہے اور یہ تحریف بازیادتی کیف سے ہوتی ہے پس کیت کی زیادتی سے ہی صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] ایک یا دو روزے پہلے کوئی روزہ نہ رکھے مگر جو شخص [illegible] روزے رکھتا ہو اس کو اجازت دی اور عید الفطر اور یوم النحر کے [illegible] اس کی وجہ یہ ہے کہ ان دنوں میں کھانے پینے کی طرف [illegible] ہے اور ان کے چھوڑنے میں [illegible] ہے کہ یہ دن اللہ کی عبادت کے لئے لئے جائیں اور یوم [illegible] تک اسی میں داخل ہے۔

[illegible] سے منع فرمایا ہے اور سحری کھانے کی رغبت دلائی ہے اور روزہ کھولنے میں جلدی کرنے کا حکم دیا ہے

وسلم اذا انتصف شعبان فلا تصوموا
وحدیث ام سلمة رضی الله عنها
مارایت النبی صلی الله علیه وسلم
یصوم شهرین متتابعین الا شعبان
ورمضان. الاول النبی صلی الله علیه
وسلم کان یخیر فی نفسه لایامر
به یلزم. والثانی ذلك ما هو من
باب سد الذرائع وضرب منظات
کلبة، فانه صلی الله علیه وسلم
یعلم من ان یستعمل الشئ فی
غیر ما یجب وفی الصوم
یسوب الی الفرض لایکون
وغیره لیس
الی ضرب
لان لا یکون
تهمة ویلزم
حرمة فیه
ما الفقهاء
هذا اعرابی فقال فی
قال الشهید الحدیث واخبر
عمر انه رآه فعل ذلك
ان من
لا یرى
سلم
یستحبوا ان
قوله فیه برکتان.
جعة الی اصلاح البدن ان لا
ینفعه ولا یضعف اذا لا مساك یوما

اور روزہ جلد افطار کرنے کا حکم فرمایا کیونکہ یہ سب
باتیں تشدد اور تعمق کی ہیں جو جاہلیت کے افعال میں
سے ہیں، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول
میں کہ "جب نصف مہینہ شعبان کا گذر جائے تو اس
[illegible] اور ام سلمہ کی اس حدیث میں
کہ "میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سوائے شعبان
اور رمضان کے کسی پورے دو مہینے کے روزے
رکھتے نہیں دیکھا" کچھ تعارض نہیں ہے کیونکہ نبی صلے
اللہ علیہ وسلم نے بذات خود ایسے افعال کیا کرتے
تھے جن کا اپنی امت کو حکم نہیں دیتے تھے اور اکثر یہ
[illegible] منع کرنے [illegible] رمضان کا پورے مقرر کرنے
[illegible] کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ
[illegible] استعمال کرنے یا جس حد تک
[illegible] کا حد درجہ گیا ہو اس سے
[illegible] اور [illegible] کی ان چیزوں سے
[illegible] اور [illegible] نفل روزوں
[illegible] فقہاء [illegible] علماء شرع نے مقرر کیے اور باب
[illegible] کرنے کی سلت [illegible] لازم نہ آئے۔
[illegible] ہو الحار
[illegible] میرے
[illegible] حدیث کا
[illegible] ہے آپ
[illegible] فرمایا کہ اس بات کو بھی دیتا ہے؟

کاملا نصاب فلا یضاعف، والثانیۃ راجعۃ الی تدبیر الملۃ ان لا یتعمق فیھا ولا یدخلھا تحریف او تغییر، وقولہ صلے اللہ علیہ وسلم لا یزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر، وقولہ علیہ السلام فصل ما بین صیامنا وصیام اھل الکتاب اکلۃ السحر، وقال اللہ تعالے احب عبادی الی اعجلھم فطرا ۔

اقول ھذا اشارۃ الی ان ھذہ مسالۃ دخل فیھا التحریف من اھل الکتاب فبمخالفتھم وترکہ تقوم الملۃ، ونھی صلے اللہ علیہ وسلم عن الوصال، فقیل انک تواصل، قال وایکم مثلی؟ انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی ۔

اقول انتھی عن الوصال انما ھو لامرین، احدھما ان لا یصل الی حد الاجحاف کما بینا، والثانی ان لا تحرف الملۃ، وقد اشار النبی صلے اللہ علیہ وسلم الی انہ لا یاتیہ الاجحاف لانہ مؤید بقوۃ ملکیۃ نوریۃ وھو مامون، ولا اختلاف بین قولہ صلے اللہ علیہ وسلم من لم یجمع الصوم قبل الفجر فلا صیام لہ وبین قولہ علیہ الصلاۃ والسلام حین لم یجد طعاما انی اذا صائم لان الاول فی الفرض، والثانی فی النفل، والمراد بالنفی النفی

الحدیث۔ اور ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ انہوں نے چاند دیکھا ہے تو آپؐ نے روزہ رکھ لیا۔ اور جس قدر امور دینیہ ہیں ان سب کا یہی حکم ہے اور ان کا حال مثل روایت حدیث کے ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے"۔

میں کہتا ہوں اس میں دو برکتیں ہیں ان میں سے ایک اصلاح بدن سے تعلق رکھتی ہے کہ وہ خراب نہیں ہوتا اور نہ وہ ضعیف ہوتا ہے کیونکہ ایک پورے دن کا امساک روزہ کی مقدار ہے پس اس میں زیادتی نہیں کرنی چاہئے، اور دوسری برکت تدبیر دینی سے تعلق رکھتی ہے کہ دین کے اندر تعمق نہ ہو اور اس میں تحریف اور تغیر داخل نہ ہو، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے خیریت سے رہیں گے"، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہمارے اور اہل کتاب کے روزہ میں فرق سحری کھانے کا ہے"۔ اور خدا تعالیٰ نے فرمایا "میرے سب بندوں میں میرے نزدیک وہ زیادہ محبوب ہیں جو جلدی افطار کرتے ہیں"۔

میں کہتا ہوں یہ اس طرف اشارہ ہے کہ اس مسئلہ میں اہل کتاب سے تحریف ہو گئی ہے پس ان کی مخالفت کرنے اور انکی تحریف رد کرنے میں ملت اسلامی کا قیام ہے، اور جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے روزہ پر روز رکھنے سے منع فرمایا تو کسی نے عرض کیا کہ آپؐ تو پے در پے روزہ رکھتے ہیں، آپؐ نے فرمایا تم میں سے مجھ سا کون ہے مجھ کو اللہ تعالیٰ رات میں کھلاتا ہے اور پلاتا ہے،

سلہ کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ آپؐ نے فرمایا اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے پیغمبر ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ آپؐ نے فرمایا اے بلال! لوگوں میں اس بات کا اعلان

۱۲ کر دو کہ کل روزہ رکھیں ۱۲

بکمال، وقوله صلے اللہ علیہ وسلم اذا سمع النداء احدکم الخ

اقول المراد بالنداء هو نداء خاص اعنی نداء بلال، وهذا الحدیث مختصر حدیث ان بلالا ینادی بلیل، وقوله صلے اللہ علیه وسلم اذا افطر احدکم فلیفطر علی تمر فانه برکة فان لم یجد للیفطر علی ماء فانه طهور ؛

اقول الحر یقبل علیه الطبع لاسیما بعد الجوع و یحبه الکبد، والعرب یمیل طبعهم الی التمر، و المیل فی مثل الشر، فلاجرم انه یصرفه فی المحل المناسب من البدن، وهذا نوع من البرکة ؛

قوله صلے اللہ علیه وسلم من فطر صائما او جهز غازیا فله مثل اجره ؛

اقول من فطر صائما لانه صائم یستحق التعظیم، فان ذلک صدقة وتعظیم للصوم وصلة باهل الطاعة، فاذا تمثلت صورته فی الصحف کان متضمنا لمعنی الصوم من وجوه نجوزی بذلک ؛

ومن اذکار الافطار

اذهب الظمأ وابتلت العروق وثبت الاجر ان شاء اللہ، وفیه بیان الشکر علی الحالات التی یستطیبها الانسان بطبیعته

میں کہتا ہوں صوم و صال سے منع کرنے کے دو سبب ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ روزہ جان کی ہلاکت کا سبب ہو جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور دوسرا سبب یہ ہے کہ دین کی تحریف نہ ہو اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا ہے کہ آپ ہلاک نہیں ہو سکتے کیونکہ آپ کو قوت ملکیہ نوریہ سے تائید ہوتی رہتی ہے اور آپ ہلاکت سے مامون ہیں، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں کہ "جس نے فجر سے پیشتر روزہ کی نیت نہ کی اس کا روزہ نہیں ہوتا" اور اس قول میں جس وقت آپ کو کھانا نہیں ملتا تھا کہ "میں اس وقت روزہ رکھنے والا ہوں" کوئی تعارض نہیں، کیونکہ اول قول فرض روزہ کے بارے میں ہے اور دوسرا نفل روزہ کے بارے میں ہے اور نفی سے مراد نفی کمال ہے،

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے کوئی جب اذان سنے اور اس کے ہاتھ میں برتن ہو تو جب تک اپنی حاجت پوری نہ کرے برتن نہ رکھے"

میں کہتا ہوں اذان سے مراد خاص اذان ہے یعنی حضرت بلال کی اذان اور یہ حدیث اس حدیث کا اختصار ہے کہ "بلال رات میں اذان دیتا ہے" نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے کوئی شخص افطار کرے تو چھوارے سے افطار کرے کیونکہ اس سے روزہ کھولنے میں برکت ہے اور اگر چھوارے نہ ملے تو پانی سے افطار کرے کیونکہ وہ پاک چیز ہے"

میں کہتا ہوں شیریں چیز کی طرف طبیعت کا میلان ہوتا ہے بالخصوص بھوک لگنے کے بعد اور جگر شیریں چیز کو پسند کرتا ہے اور عرب کے طبائع چھوارے کی طرف مائل ہوتی ہیں اور ایسے امور میں میلان طبع کو ایک اثر ہوتا ہے پس وہ حال طبیعت اس شئی کو بدن کے ایک محل مناسب میں استعمال کرلیتی ہے اور یہ ایک قسم کی برکت ہے،

اوعقله معا، ومنها اللهم لك صمت وعلى رزقك افطرت. وفيه تاكيد الاخلاص في العمل والتشكر على النعمة وقوله صلى الله عليه وآله وسلم لا يصومن احدكم يوم الجمعة الا ان يصوم قبله او يصوم بعده، وقوله صلى الله عليه وسلم لا تخصوا ليلة الجمعة، الحديث؛

اقول السر فيه شيئان، احدهما سد التعمق لان الشارع لم يخصه بطاعات وبين فضله كان مظنة ان يتعمق المتعمقون فيلحقون بها صوم ذلك اليوم، وثانيهما ان فيه معنى العيد، فان العيد يتضمن الفرح واستيفاء اللذة، وفي جعله عيدا ان يتصور عند فعلهم ما من شانه ان يتمنى بوقوعه في ايام التعريس من غير قصد؛

قوله صلى الله عليه وسلم لا صوم في يوم من الفطر والاضحى، وقوله صلى الله عليه وسلم ايام التشريق ايام اكل وشرب وذكر الله-

اقول فيه تحقيق معنى العيد وكبح عنانه عن التنسك البارس والتعمق في الدين. قوله صلى الله عليه وآله وسلم لا يحل لامراة ان تصوم وزوجها شاهد الا باذنه؛

اقول وذلك لان صومها مفوت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے روزہ دار کا روزہ افطار کرایا یا کسی مجاہد کو سامان جنگ دیا تو اس شخص کو بھی صائم و مجاہد کے برابر اجر ملے گا"؛

میں کہتا ہوں جو شخص روزہ دار کا روزہ یہ سمجھ کر افطار کرتے کہ روزہ واجب کا مستحق ہے تو اس کا یہ افطار کرنا ایک قسم کا صدقہ و روزہ کی تعظیم اور اہل طاعت کے ساتھ سلوک کرنا ہے پس جب اس کی صورت نہ ہو تو اس میں ممکن ہوتی تو بھی اس روزہ صورت روزہ کے معنی پر مشتمل تھی تو اس کو بھی روزہ کے ساتھ ملحق کی کئی اور روزہ افطار کرتے وقت جن اذکار کا پڑھنا مسنون ہے ان میں سے ایک یہ ہے: ذهب الظمأ وابتلت العروق وثبت الاجر ان شاء الله، ورات کی کلمات کے اندر ان حالات پر شکر ہے جس کو مزاج طبیعت اور عقل دونوں پسند کرتا ہے،

اور ان اذکار میں سے یہ بھی ہے "اللهم لك صمت وعلى رزقك افطرت" ان میں خلاص عمل رفعت پر شکر نے کی تاکید ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے مگر وہ شخص جو اس سے پہلے یا اس کے بعد رکھ لیا کرے"، اور آپ نے فرمایا "جمعہ کی رات کو قیام کے ساتھ خاص نہ کرو" الحدیث،

اس کی وجوہ میں سے دو وجہیں ہیں ایک تو تعمق کا بند کرنا کیونکہ جب شارع نے دن جمعہ کو عبادت کے لئے خاص کیا اور اس کی فضیلت بیان کی تو اس میں یہ احتمال تھا کہ تعمق کرنے والے تعمق کر کے اس دن میں روزہ کو عبادت میں شمار کریں، دوسری حکمت اس کے معنی عید کا ثابت کرنا ہے کیونکہ عید میں سرور اور لذت حاصل کرنے کے معنی پائے جاتے ہیں روزہ کو عید قرار دینے میں یہ حکمت ہے کہ لوگوں کو اس بات کا خیال رہے کہ جمعہ کے دن روزہ کا اجتماع ہوتا ہے جس کی طرف انکے دل بغیر تدبیر کے راغب ہوتے ہیں،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دو نور، ہیں روزہ رکھنا

لبعض حقه و منغص عيشه بشاشتها
ونكاهتها ولا اختلاف بين قوله
صلى الله عليه وآله وسلم افصاً لئم
يستطوع منه نفسه ان شاء صام
وان شاء افطر وقوله عليه الصلاة
لعائشة وحفصة رضي الله عنهما
اقضيا يوما اخر مكانه، اذ يمكن
ان يكون المعنى ان شاء افطر مع
التزام القضاء، وامرهما بالقضاء
للاستحباب فان الوفاء بما التزمه
اثلج للصدر، او كان امرهما خاصة
حين رأى في صدريهما حرجا من
ذلك كقول عائشة رضي الله عنها
رجعوا بحج وعمرة ورجعت
بحج وعمرة فمن تمتع منكم
صلى الله عليه وآله وسلم من نسي
وهو صائم فأكل وشرب فليتم
صومه فانما اطعمه الله وسقاه.
اقول انما ينهى الانسان في
يصوم دون غيره لان الصوم
ليس له هيئة مذكرة بخلاف
غيره او لان الصوم حرام فان لهما هيئات
من استقبال القبلة والتعرض
للمخيط، فلا حق ان يجعل
قوله صلى الله عليه وآله وسلم من
وقع منه ذلك فليتم صومه
قول من جعل على هذا

جائز نہیں یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن اور آپ نے فرمایا ایام تشریق کھانے پینے اور ذکر الٰہی کے دن ہیں۔

میں کہتا ہوں اس کے اندر عید کے معنی کا ثابت کرنا اور خشک عبادت اور دین کے اندر تعمق کرنے سے ان کی طبیعت کو روکنا ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کسی عورت کو اپنے خاوند کی موجودگی میں بغیر اس کی اجازت کے روزہ رکھنا جائز نہیں"۔

میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت کے روزہ رکھنے سے مرد کے بعض حقوق فوت ہوتے ہیں اور اس کی بشاشت اور خوشی میں خلل پڑتا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں کہ "نفل روزہ رکھنے والا اپنے دل کا مختار ہے چاہے روزہ رکھے اور چاہے افطار کرے"۔ اور اس قول میں جو حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما سے فرمایا تھا کہ "اس کی بجائے دوسرے دن تم روزہ قضا کر لینا"۔ کچھ تعارض نہیں۔ کیونکہ اول قول کے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ اگر روزہ رکھنے والا چاہے تو اپنے اوپر قضا لازم کر کے روزہ افطار کرے اور دوسرے قول کو صرف استحباب کے تقاضا کا حکم دیا ہو کیونکہ جس چیز کا [illegible] سے پورا کرنے سے ہی دل خوش ہوتا ہے یا آپ کا امر ان دونوں کے لئے مخصوص تھا جبکہ آپ نے اس سے ان کے دلوں کے لئے مخصوص تھا جبکہ آپ نے اس سے ان کے دلوں میں حرج محسوس کیا جیسا کہ حضرت عائشہ نے فرمایا "لوگ [illegible] واپس ہوئے [illegible] عائشہ کو مقام تنعیم سے عمرہ کا حکم [illegible] جس نے روزہ کی حالت [illegible] روزہ پورا کرے کیونکہ اس کو کھانے پینے کی طاقت دی ہے اور [illegible]

طبیعیا وجب ان یقابل باجاب
طاعۃ شاقۃ غایۃ المشقۃ لیکون
بین یدیہ مثل تلک فیزجرہ
عن غلواء نفسہ ولا اختلاف بین
حدیث تسوکہ صلے اللہ علیہ
وسلم، و بین قولہ علیہ الصلاۃ
والسلام لخلوف نم الصائم اطیب
الحدیث فان مثل ھذا الکلام انما
یراد بہ المبالغۃ کانہ قال انہ محبب
بحیث لو کان لہ خلوف لکان
محبوبا بحیثیہ. ولا اختلاف بین
قولہ صلے اللہ علیہ وسلم لیس
من البر الصیام فی السفر ذھب
المفطرون بالاجر، و قولہ صلے اللہ
علیہ وسلم من کانت لہ حمولۃ
تاوی الی شبع فلیصم رمضان
حیثما ادرکہ لان الاول فیما اذا
کان شاقا علیہ مفضیا الی الضعف
والغشی کما ھو مقتضی قول الراوی
قد ظلل علیہ او کان بالمسلمین
حاجۃ لا تنجبر الا بالافطار، وھو قول
الراوی فسقط الصوموں وقاموں
لمفطرون، او کان یری فی نفسہ
کراھیۃ الترخص فی مظانہ و
امثال ذلک من الاسباب. والثانی
فیما اذا کان السفر خالیا عن المشقۃ
التی یعتد بھا، والاسباب التی ذکرنا
ولا اختلاف بین قولہ صلے اللہ علیہ
وسلم من مات وعلیہ صوم صام

نماز اور احرام کے کیونکہ ان دونوں کی ہیئت مثلاً استقبال
قبلہ اور بے سلا ہوا کپڑہ پہننا ہیئت مذکورہ ہے اس واسطے
روزہ کی حالت میں سعد در رکھنا مناسب ہوا، نبی صلے
اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے جس نے روزہ کے دن میں
اپنی عورت سے مجامعت کر لی تھی فرمایا "ایک غلام آزاد
کر" الحدیث،

میں کہتا ہوں اس نے چونکہ شعائر الٰہی کی حرمت
کا ہتک کیا تھا اور اس کا مبدا، افراط طبعی تھا اس واسطے
اس کے مقابلہ میں نہایت سخت و شاق عبادت واجب
ہوئی تاکہ اس کے سامنے اس کی صورت پیش رہے اور
نفس کی سرکشی سے اسکو باز رکھے۔ اور اس حدیث میں کہ
نبی صلے اللہ علیہ وسلم روزہ کی حالت میں مسواک کرتے
تھے، اور آپ کے اس فرمان میں کہ "روزہ دار کے منہ
کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کی بو سے زیادہ پسندیدہ
ہے" کچھ تعارض نہیں ہے کیونکہ ایسے کلام سے مبالغہ
مقصود ہوتا ہے گویا آپ نے یہ فرمایا کہ وہ خدا تعالیٰ
کو ایسا محبوب ہے کہ اگر اس کے منہ کی بو بھی ہوتی تو
وہ بھی اس کی محبت کیوجہ سے اچھی معلوم ہوتی۔ اور
نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں "سفر میں روزہ
رکھنا اچھا نہیں ہے، جو لوگ روزہ نہیں رکھتے وہ اجر
والے ہیں" اور آپ کے اس فرمان میں "جس شخص کے
پاس سواری موجود ہو منزل تک اس کو آرام سے پہونچا
سکے تو رمضان کو جس جگہ چاہے روزہ رکھے" کچھ تعارض
نہیں ہے کیونکہ اول قول اس شخص کے حق میں ہے
جس کو روزہ رکھنا شاق ہو جس سے ضعف اور غشی
تک نوبت پہنچے جیسا کہ راوی کے اس قول سے معلوم
ہوتا ہے کہ اس پر سایہ کر دیا گیا تھا یا مسلمانوں کو
ایسی ضرورت درپیش ہے جو بغیر افطار کے سرانجام نہیں
پاسکتی جیسا کہ راوی کا قول ہے کہ روزہ دار گر پڑے

عنه وليه ، وقوله عليه الصلاة و السلام فيه ايضا فليطعم عنه مكان كل يوم مسكينا اذ يجوز ان يكون كل من الامرين مجزئا ، والسر في ذلك شيئان احدهما راجع الى الميت فان كثيرا من النفوس المفارقة اجسادها تدرك ان وظيفة من الوظائف التي يجب عليها لو اخذ بتركها فاتت منها فتتالم ويفتح ذلك بابا من الوحشة ، فكان الحدب على مثله ان يقوم اقرب الناس منه و ولاهم به فيعمل عمله على قصد ان يقع عنه فان همته تلك تفيد كما في القرابين ، او يقضي فعلا اخر مثله ، وكذلك حال من مات قد اجمع على صدقة تصدق عنه وليه ، وقد ذكرنا في الصلاة على الميت ما اذا عطف على صدقة الاحياء للاموات انعطف ، والثاني راجع الى الملة ، وهو اتاكيد البالغ ليعلموا ان الصوم لا يسقط بحال حتى الموت ؛

اور بے روزہ کھڑے ہو گئے یا کوئی شخص اپنے دل میں اس رخصت کو مکروہ سمجھتا ہے اور اسی قسم کے دیگر اسباب کی صورت میں یہ حکم ہے، اور دوسرا قول اس صورت میں ہے کہ جب سفر میں چنداں مشقت نہ ہو اور اسباب مذکورہ سے خالی ہو، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں "جس شخص کے ذمہ کوئی روزہ ہو اور وہ مرجائے تو اس کی طرف سے اس کا وارث روزہ رکھے" اور اسی کے بارے میں آپ کے اس قول میں "پس اس کو چاہیئے کہ ہر دن کی جگہ ایک مسکین کو کھانا کھلائے کیونکہ دونوں باتوں کا کافی ہونا ممکن ہے، اور اس میں دو راز ہیں ایک تو میت کے اعتبار سے ہے کیونکہ بہت سے نفوس جو اپنے جسموں سے مفارقت کرتے ہیں اور اس بات کا ادراک کرتے ہیں کہ عبادت میں سے کوئی سی عبادت جو ان پر واجب تھی اور جس کے ترک کرنے سے ان سے مؤاخذہ کیا جاتا ہے ان سے فوت ہو گئی ہے پس ان کو رنج والم ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے ان پر وحشت کا دروازہ کھل جاتا ہے ایسی حالت میں ان پر بڑی شفقت یہ ہے کہ لوگوں میں سے جو سب سے زیادہ اس میت کا قریب ہے پس وہ اس کا سا عمل کرے اور اس بات کا قصد کرے کہ وہ یہ عمل اسی کی طرف سے کرتا ہے کیونکہ اسکی ہمت اس امر میں مفید ہو گی جیسا کہ قرابت داروں میں ہوتا ہے یا کوئی دوسرا کام اسی کام کے مثل کرے۔ اور ایسا ہی حال اس شخص کا ہے جس نے صدقہ کرنے کا ارادہ کیا تھا اور وہ بغیر صدقہ کئے مر گیا تو اس کا وارث اس کی طرف سے صدقہ کرے،

اور ہم نے نماز جنازہ میں یہ بات بیان کر دی ہے کہ جب زندہ لوگ مردوں کی طرف سے صدقہ دیتے ہیں تو ان کو نفع پہنچتا ہے، اور دوسرا راز دین کے اعتبار سے ہے اور وہ بہت درجہ تاکید کرنا ہے تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ روزہ کسی حال میں بھی ساقط نہیں ہوتا حتی کہ مرنے سے بھی ؛

امور تتعلق بالصوم

اعلم ان کمال الصوم انما هو
تنزیهه عن الافعال والاقوال الشهوانیة
والسبعیة والشیطانیة فانها
تذکر النفس الاخلاق الخسیسة
وتهیجها لهیآت فاسدة والاحتراز
عما یفضی الی الفطر ویدعوالیه فمن
الاول قوله صلے اللہ علیه وسلم
فلا یرفث ولا یصخب فان سابه
احد او قاتله فلیقل انی صائم، و
قوله صلے اللہ علیه وسلم من
لم یدع قول الزور والعمل به
فلیس للہ حاجة فی ان یدع طعامه
وشرابه، والمراد بالنفی نفی الکمال
ومن الثانی قطر الحاجم والمحجوم
فان المحجوم تعرض له اغماء
من الضعف، والحاجم لانه لا یامن
من ان یصل شیء الی جوفه بمص
الملازم والتقبیل والمباشرة
وکان الناس
وکادوا ان یجعلوه من مرتبة
رکن فبین صلے اللہ علیه
وسلم قول وفعلا
مفتوح
وله قوة
واما هو فکان ما

روزہ سے متعلق امور کا بیان

واضح ہو کہ روزہ کا کمال یہ ہے کہ وہ افعال اور اقوال شہوانیہ سبعیہ اور شیطانیہ سے محفوظ رکھتا ہے کیونکہ یہ امور نفس کو اخلاق رذیلہ یاد دلاتے ہیں اور اوصاف قبیحہ کے لئے نفس کو برانگیختہ کرتے ہیں اور جو چیزیں روزہ ٹوٹنے کے دواعی اور اسباب ہیں ان سے محفوظ رکھتا ہے پس اول کی نسبت نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "پس بیہودہ گفتگو نہ کرے اور شور نہ مچائے اگر کوئی اس کو گالی دے یا اس سے لڑے تو اس کو یہ کہنا چاہیئے کہ میں روزہ سے ہوں" اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص روزہ میں جھوٹ بات کہنے اور اس پر عمل کرنے سے باز نہ آئے تو خدا تعالےٰ کو اس کے کھانا پینا ترک کرنے کی کوئی حاجت نہیں" یہاں نفی سے مراد کمال کی نفی کرنا ہے، اور دوسرے امر کے متعلق آپ نے فرمایا "پچھنے لگانے والا اور لگوانے والا دونوں نے روزہ افطار کر لیا" کیونکہ پچھنے لگوانے والا ضعف کے سبب سے غش کے آنے میں مبتلا ہو گا اور لگانے والا اس سے محفوظ نہیں رہتا کہ بیسنے سے کوئی چیز اس کے پیٹ میں چلی جائے [illegible] ویوں نے اس کے اندر زیادہ افراط اور تعمق کر لیا [illegible] سے بچنے کو رکن کے درجہ میں سمجھنے لگے تھے [illegible] نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قول و فعل [illegible] کو بیان کر دیا کہ اس سے روزہ ٹوٹ [illegible] اس سے روزہ کو کوئی نقصان [illegible] رخصت سے اس امر کی طرف اشارہ کر دیا [illegible]

فی حقه وکذا سائر ما تنزل نبیه عن درجة المحسنین الی درجة عامة المؤمنین،

واللہ اعلم۔

واختلفت سنن الانبیاء علیهم السلام فی الصوم فکان نوح علیه السلام یصوم الدهر، وکان داؤد علیه السلام یصوم یوما ویفطر یوما، وکان عیسی علیه السلام یصوم ویفطر یومین او ثلاثا، وکان النبی صلی اللہ علیه وسلم فی خاصة نفسه یصوم حتی یقال لا یفطر ویفطر حتی یقال لا یصوم ولم یکن یستکمل صیام شهر الا رمضان وکان ـــ ان الصیام ترياق والترياق لا یستعمل الا فی المرض، وکان قوم نوح علیه السلام اشد بدی (مزجة) حتی مرضی منهم ما مرضی وکان داؤد علیه السلام ذا قوة فی نفسه، وهو قول صلی اللہ علیه وآله وسلم وکان لا یفر اذا لاقی وکان عیسی علیه السلام ضعیف البدن قلیل المال لا اهل له ولا مال، فاختار کل واحد ما یناسب الاحوال وکان نبینا صلی اللہ علیه وسلم عالما بفوائد الصوم ولا نصب مطلعا علی مزجه وما یناسبه فاختار بحسب مصلحة الوقت ما شاء من ذلک لا مترخصا

وسلم چونکہ ہماری شریعت پر مامور تھے اس لئے آپ کے حق میں ان کا کرنا اولیٰ تھا اور یہی حال ان سب چیزوں کا ہے جن میں محسنین سے درجہ سے نزول ہو کر عامۂ مؤمنین کے درجہ کی طرف لوبت پہنچتی ہے واللہ علم

روزہ کے بارہ میں انبیاء علیہم السلام کے طریقے مختلف رہے ہیں پس نوح علیہ السلام ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک روز روزہ رکھتے تھے، اور دو روز یا کئی روز افطار کرتے تھے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم بذات خود کبھی اس قدر روزہ رکھتے تھے کہ یہ کہا جاتا تھا کہ آپ افطار نہیں کریں گے اور کبھی اس قدر افطار کرتے تھے کہ گویا آپ روزہ نہ رکھیں گے اور بجز رمضان کے مہینہ کے آپ پورا مہینہ روزہ نہ رکھتے تھے، اور اس کا سبب یہ ہے کہ روزہ تریاق ہے اور تریاق کا استعمال بقدر مرض ہوتا ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کی امت بڑی مضبوط تھی حتی کہ ان کے بڑے بڑے [illegible] اور حضرت داؤد علیہ السلام بہت قوی اور مضبوط تھے چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب لڑائی سے بھاگتے تھے تو بھاگتے نہ تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضعیف البدن قلیل المال تھے نہ ان کے گھر تھا اور نہ مال پس ان میں سے ہر ایک نے جو صورت مناسب حال دیکھی اس کو اختیار کر لیا اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کے فوائد سے خوب واقف تھے اور پھر مزاج اور اس کے مناسب امور سے خوب مطلع تھے پس مصلحت وقت کے موافق جو مناسب سمجھا اس کو انتخاب کر لیا اور اپنی امت کے لئے بھی چند روز [illegible] فرمائے

[illegible] ماشورہ کے دن کا روزہ سے اور علی

وسر مشروعيته انه وقت نصر الله تعالى موسى عليه السلام على فرعون وقومه، وشكر موسى بصوم ذلك اليوم وصار سنة بين اهل الكتاب والعرب فاقره رسول الله صلى الله عليه وسلم، ومنها صوم عرفة. السر فيه انه تشبه بالحاج وتشوق الهم وتعرض لرحمة التي تنزل اليهم وسر فضله على صوم يوم عاشوراء انه تعرض في لجة الرحمة الناز لته ذاك اليوم، والثاني تعرض لرحمة التي مضت وانقضت نعم النبي صلى الله عليه وسلم الى ثمرة لخوض في لجة الرحمة وهي كفارة الذنوب السابقة والتوبة عن الذنوب اللاحقة بان لا يقبلها بصميم قلبه فجعلها بصوم عرفة وثمر يصمه رسول الله صلى الله عليه وسلم في حجته لما ذكرنا في التضحية والصلاة العيد من ان مبناها كلها على التشبه بالحاج وانما المتشبهون غلبهم وضعه سنة الشهور، قال صلى الله عليه وسلم من صام رمضان فاتبعه ستة من شوال كان كصيام الدهر كله، والسر في مشروعيتها انها بمنزلة السنن الرواتب في الصلاة تكمل فائدتها بالنسبة الى المرجة لم تتام فائدتها بهم، وانما خص في بيان فضله التشبه بصوم الدهر

شریعت میں یہ حکمت ہے کہ وہ ایسا وقت ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کے مقابلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد فرمائی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن روزہ رکھ کر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور یہ روزہ اہل کتاب اور عرب میں مروج تھا پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو برقرار رکھا

از انجملہ عرفہ کے دن کا روزہ ہے اس کا راز یہ ہے کہ اس روزہ سے حاجیوں کے ساتھ مشابہت اور ان کی طرف شوق اور اس رحمت کی امید ہوتی ہے جو ان پر نازل ہوتی ہے اور عاشورا کے روزہ پر اس روزہ کو فضیلت حاصل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عرفہ کا روزہ رکھنا اس رحمت کے دریا میں غوطہ لگانا ہے جو اس روز بندوں پر نازل ہوتی ہے اور عاشورا کے دن روزہ رکھنے میں اس رحمت کی امید ہوتی ہے جو گذر چکی، پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے رحمت الٰہی کے دریا میں غوطہ لگانے کے ثمرہ کی طرف ملاحظہ کیا اور وہ ثمرہ سابقہ گناہوں کا مٹ جانا اور آئندہ گناہوں سے دور رہنا ہے بایں معنی کہ آدمی کا دل ان کو قبول نہیں کرتا پس یہ ثمرہ آپ نے عرفہ کے روزہ میں مقرر کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج میں عرفہ کا روزہ نہیں رکھا اس کی وجہ وہی ہے جو قربانی اور عید کی نماز میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ ان سب کی بنیاد حجاج کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے پر ہے اور مشابہت وہی لوگ پیدا کر سکتے ہیں جو حجاج نہیں ہیں،

ازاں جملہ ماہ شوال کے چھ روزے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے رمضان کے روزے رکھے اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو گویا اس نے تمام سال روزے رکھے" اور ان روزوں کی مشروعیت میں یہ راز ہے کہ یہ روزے ایسے ہیں جیسے فرض نمازوں میں سنتیں

لان من القواعد المقررة ان الحسنة بعشر امثالها، وهذه الستة يتم الحساب، ومنها ثلاثة من كل شهر لانها بحساب كل حسنة بعشر امثالها تضاهي صيام الدهر، ولان الثلاثة اقل حد الكثرة، وقد اختلفت الرواية في اختيار تلك الايام، فورد في اباذر اذا صمت من الشهر الثلاثة فصم ثلاث عشرة وارب عشرة وخمس عشرة،

وورد كان يصوم من الشهر السبت والاحد والاثنين، ومن الشهر الآخر الثلاثاء والاربعاء والخميس، وورد من غرة كل شهر ثلاثة ايام، وورد انه صام سلمة بثلاثة اولها الاثنين والخميس، ولكل وجه،

واعلم ان ليلة القدر ليلتان احداهما ليلة يفرق فيها كل امر حكيم، وفيها نزل القرآن جملة واحدة ثم نزل بعد ذلك نجما نجما، وهي ليلة في السنة، ويجب ان تكون في رمضان، لعظم رمضان مظنة غالبة لها، وتتفق انها كانت في رمضان عند نزول القرآن، والثانية يكون فيها نوع من انتشار الروحانية ومبنى الملائكة الى الارض فيتفق للمسلمين فيها

کا درجہ ہے جن کی وجہ سے ان لوگوں کے فائدہ کی تکمیل ہو جاتی ہے جو اصل نماز سے پورا فائدہ حاصل نہیں کرتے اور ان روزوں کی فضیلت میں یہ بات کہ "وہ پورے سال روزہ رکھنے کے برابر ہے" اس واسطے مخصوص کی کہ قواعد مقررہ میں سے یہ امر ہے کہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے اور ان چھ روزوں سے یہ حساب پورا ہو جاتا ہے

ازاں جملہ ہر ماہ میں تین روزوں کا رکھنا ہے کیونکہ وہ بھی ایک نیکی کے دس گنا اجر کے حساب سے سال بھر کے روزوں کے برابر ہیں اور یہ بھی بات ہے کہ کثرت کا ادنیٰ درجہ تین ہے اور ان ایام کے اختیار کرنے میں مختلف روایات وارد ہیں پس ایک روایت میں آیا ہے" اے ابوذر! جب تو مہینہ میں تین روزے رکھے تو مہینہ کی تیرہویں اور چودہویں اور پندرہویں کو روزہ رکھا کر" اور ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک مہینہ میں ہفتہ اور اتوار اور پیر کو روزہ رکھتے تھے اور دوسرے مہینہ میں منگل اور بدھ اور جمعرات کے دن روزے رکھا کرتے تھے اور ہر مہینہ کی پہلی تاریخ سے لیکر تین دن تک روزہ رکھنا بھی آیا ہے، اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سلمہ کو تین دن کے روزے رکھنے کا حکم دیا تھا جن کا پہلا دن پیر اور جمعرات تھا اور ہر ایک کی ایک وجہ ہے،

واضح ہو کہ شب قدر کی دو راتیں ہیں ایک تو وہ رات ہے جس میں تمام امور حکمیہ کی تقسیم ہوتی ہے اور اسی رات میں پورا قرآن شریف یکبارگی پہلے آسمان پر اترا ہے پھر تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا اور یہ سال بھر میں ایک رات ہے، یہ ضروری نہیں ہے کہ رمضان ہی میں ہو ہاں رمضان میں اس کے پائے جانے کا ظن غالب ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ جس سال قرآن اترا ہے اس سال یہ رات رمضان کے مہینہ میں واقع ہوئی

على الطاعات لتستعد كل انوارهم فيما بينهم و يتقرب منهم الملائكة ويتباعد منهم الشياطين ويستجاب منهم ادعيتهم و طاعاتهم، وهي ليلة في كل رمضان في اوتار العشر الاواخر تتقدم و تتاخر فيها ولا تخرج منها، فمن قصد الاولى قال هي في كل السنة ومن قصد الثانية قال هي في العشر الاواخر من رمضان و قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اري رؤياكم قد تواطات في السبع الاواخر فمن كان متحريها فليتحرها في السبع الاواخر. وقال ارى بيت هذه الليلة ثم انسيتها و قد رايتني اسجد في ماء و طين، فكان ذلك في ليلة احدى وعشرين، و اختلاف الصحابة فيها مبني على اختلافهم في وجدانها ؛

وَمِنْ اَدْعِيَةٍ مَنْ وَجَدَهَا

اللهم انك عفو تحب العفو فاعف عني. ولما كان الاعتكاف في المسجد سببا لجمع الخاطر وصفاء القلب والتفرغ للطاعة والتشبه بالملائكة والتعرض لوجدان ليلة القدر اختاره النبي صلى الله عليه وسلم في العشر الاواخر وسنه للمحسنين من امته قالت عائشة رضي الله عنها السنة على المعتكف

تقی ؛

اور دوسری شب قدر وہ ہے جس میں روحانیت کا ایک قسم کا پھیلاؤ ہوتا ہے اور ملائکہ مقربین زمین کی طرف آتے ہیں پس مسلمان اس شب میں عبادتوں میں مشغول ہوتے ہیں، اور ملائکہ ان کے انوار کا سایہ ایک دوسرے پر پڑتا ہے، اور ملائکہ ان کے پاس آتے ہیں اور شیاطین ان سے دور بھاگتے ہیں اور ان کا دعا اور عبادتیں قبول ہوتی ہیں، اور یہ رات ہر رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں آگے پیچھے ہوتی رہتی ہے لیکن عشرہ اخیرہ سے باہر نہیں ہوتی، پس جو شخص شب قدر سے پہلی شب مراد لیتا ہے تو وہ یہ کہتا ہے کہ شب قدر سال میں کبھی نہ کبھی ہوتی ہے اور جو شخص شب سبع یعنی دوسری شب مراد لیتا ہے تو وہ یہ کہتا ہے کہ رمضان کے اخیر عشرہ میں ہوتی ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں تمہارے خواب کو ستائیسویں شب میں متفق پاتا ہوں پس جو اس کو تلاش کرے تو اس کو ہفتہ میں تلاش کرے" اور آپ نے فرمایا "مجھے یہ رات دکھائی گئی پھر میں اس کو بھول گیا اور میں نے اپنے آپ کو پانی اور مٹی میں سجدہ کرتے دیکھا"

اور یہ بات یعنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر پانی اور مٹی کا اثر اکیسویں شب کی صبح کو لوگوں نے دیکھا اور صحابہ کے درمیان شب قدر کے بارے میں اختلاف اس کے دیکھنے کی وجہ سے ہوا ہے

جو شخص شب قدر کو دیکھے اس کو یہ دعا پڑھنی چاہیئے

اللهم انك عفو تحب العفو فاعف عني،

اور چونکہ مسجد کے اندر اعتکاف کرنا دل کی اور قلب کی صفائی اور عبادت کیلئے فراغت اور ملائکہ کے ساتھ مشابہت پیدا ہونے اور شب قدر پانے کیلئے منتظر رہنے کا سبب تھا اس واسطے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو اخیر عشرہ میں پسند فرمایا اور اپنی امت کے محسنین کیلئے

ن لا یعود مریضا ولا یشهد جنازة
ولا یمس المرة ولا یباشرها، ولا
یخرج لا لحاجة الا ما لا بد منه
ولا اعتکاف الا بصوم ولا اعتکاف
الا فی مسجد جامع۔

اقول وذلك تحقیقا لمعنی
الاعتکاف وتکون الطاعة لها بال
ومشقة علی النفس ومخالفة للعادة،
واللہ اعلم۔

مِنْ اَبْوَابِ الْحَجِّ

الصالح المرعیة فی الحج امور
منها تعظیم البیت فانه من شعائر
اللہ وتعظیمه هو تعظیم اللہ تعالیٰ
ومنها تحقیق معنی العرضة فان
لکل دولة او ملة اجتماعا یتوارثونه
لا تقاضی والاد فی لیعرف فیه بعضهم
بعضا. ویستفید وا احکام الملة
ویعظموا شعائرها والحج عرضة
المسلمین وظهور شوکتهم واجتماع
جنودهم وتنویه ملتهم. وهو قوله
تعالیٰ واذ جعلنا البیت مثابة
للناس وامنا. ومنها موافقة ما توارث
الناس عن سیدنا ابراهیم و
اسمٰعیل علیهما السلام فانهما
ابا الملة الحنیفیة وشعائرها
الحرب والنسك صلی اللہ علیه وسلم

س کو مسنون فرمایا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی
ہیں: معتکف کے لئے مسنون یہ ہے کہ وہ کسی مریض کی عیادت
کو نہ جائے اور نہ کسی کے جنازہ میں شریک ہو اور نہ عورت
کو ہاتھ لگائے اور نہ اس سے مباشرت کرے اور نہ بغیر
ضرورت کے مسجد سے باہر آئے، اور بغیر روزہ کے
اعتکاف نہیں ہوتا اور نہ ہی مسجد جامع کے سوا کہیں
اعتکاف ہوتا ہے"

میں کہتا ہوں ایسا کرنا اعتکاف کے معنی ثابت
کرنے کے لئے ہے اور تاکہ عبادت کی قدر ہو اور نفس
پر مشقت ہو اور عادت کی مخالفت پائی جائے، واللہ اعلم

حج کی تفصیلات

حج کے اندر جن مصلحتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے وہ چند
امور ہیں از انجملہ تعظیم بیت اللہ ہے کیونکہ وہ شعائر الٰہی
میں سے ہے اور اس کی تعظیم خدا تعالیٰ کی تعظیم ہے، و از انجملہ اجتماع
کے معنی کا ثابت کرنا ہے کیونکہ ہر دولت اور ہر ملت کے
لئے ایک اجتماع کا دن ہوتا ہے جس میں اولی اور اعلی
سب جمع ہوتے ہیں تاکہ ایک دوسرے کی معرفت
حاصل کریں اور دین کے احکام سیکھیں اور اس کے
شعائر کی تعظیم کریں، اور حج مسلمانوں کے اجتماع
کا اور ان کی عظمت کے ظاہر ہونے کا اور ان کے
لشکروں کے جمع ہونے کا اور دین کی تعظیم کا دن
ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" اور جبکہ ہم نے
اس گھر کو لوگوں کا مرجع اور ان کے لئے امن کی جگہ
بنایا"

و از انجملہ اس دستور کے ساتھ موافقت کرنا ہے
جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام سے
لوگوں میں چلا آتا ہے کیونکہ وہ دونوں حضرات حنیفیہ کے

بعث لتظهر به الملة الحنيفية وتعلو به كلمتها، وهو قوله تعالى ملة ابيكم ابراهيم فمن الواجب المحافظة على ما استفاض عن ما مية كخصال الفطرة ومناسك الحج، وهو قول صلى الله عليه وسلم تفوا على مشاعركم فانكم على ارث من ارث ابيكم ابراهيم، ومنها الاصطلاح على حال يتحقق بها الرفق لعامتهم وخاصتهم كنزول منى، والمبيت بمزدلفة فانه لو لم يصطلح على مثل هذا الشق عليهم، ولو لم يسجل عليه لم تجتمع كلمتهم عليه مع كثرتهم وانتشارهم، ومنها الاعمال التي تعلن بان صاحبها موحد تابع للحق متدين بالملة الحنيفية شاكر لله على ما انعم على اوائل هذه الملة كالسعي بين الصفا والمروة، ومنها ان اهل الجاهلية كانوا يحجون وكان الحج اصلا في دينهم ولكنهم خلطوا اعمالا مما توارثوه عن ابراهيم عليه السلام، وانما هي اختلاف منهم وفيها اشراك لغير الله كتعظيمهم اصنامهم وقلائدها، وكالاهلال لمناة الطاغية، وكقولهم في تلبيته لا شريك لك الا شريكا هو لك، ومن حق هذه الاعمال ان ينهى عنها ويؤكد في

ہے کے لئے ان کے احکام مقرر کرنے والے ہیں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم اسی ملت کو ظاہر کرنے کے لئے اور سب ملتوں پر اس کو غالب کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہارے باپ ابراہیم کی ملت، پس اس کے احوال سے واقف ہونا چاہئے اس کی حفاظت کرنا ضروری ہوا جیسے فطرت کے خصائل اور امور حج۔ چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اپنے مشاعر پر قائم رہو کیونکہ تم اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے ورثہ میں سے تم کو یہ ورثہ ملا ہے۔

اور انجملہ ایک ایسے امر کا پایا جانا ہے جس میں ہر خاص و عام کے لئے سہولت ہے جیسے منیٰ میں اترنا اور مزدلفہ میں رات کو قیام کرنا۔ کیونکہ اگر ایسی بات مقرر نہ کیجاتی تو ان کو سخت دشواری پیش آتی اور اگر اس کی تاکید نہ کی جاتی تو باوجود اس کثرت اور انتشار کے سب لوگ ایک بات پر متفق نہ ہوتے۔

اور انجملہ ایسے اعمال ہیں جن سے ان کے کرنے والے کا موحد ہونا اور حق کا تابع ہونا، اور ملت حنیفی کا پابند ہونا اور اس ملت کے پیشواؤں پر جو کچھ خدا تعالیٰ نے احسان کیا ہے اس پر خدا تعالیٰ کا شکرگذار ہونا معلوم ہوتا ہے جیسے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا۔

اور انجملہ یہ ہے کہ اہل جاہلیت حج کیا کرتے تھے اور حج ان کے دین کے اصول میں سے تھا لیکن انہوں نے اس کے اندر ایسے اعمال کو جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منقول نہیں تھے اور نہ ان سے ان کو از خود پیدا کیا تھا شامل کر لیا تھا اور ان اعمال میں شرک پایا جاتا تھا جیسے سائب و نائلہ کی تعظیم اور منات طاغیہ کے لئے احرام باندھنا اور جیسے تلبیہ میں ان کا یہ کہنا، لا شریک لک الا شریکا ہو لک، اور یہ اعمال ایسے تھے جن سے نہایت تاکید کے ساتھ روکنا

ذلك، واعمالا انتحلوها فخرا وعجبا كقول حمس، نحن قطان الله فلا نخرج من حرم الله فنزل ثم افيضوا من حيث افاض الناس واذكروا الله كذكركم اباءكم او اشد ذكرا، ولما استشعر الانصار هذا الاصل تحرجوا في السعي بين الصفا والمروة من شعائر الله، ومناتها انهم كانوا ابتدعوا قياسات فاسدة هي من باب التعمق في الدين، وفيها حرج للناس ومن حقها ان تنسخ وتهجر كقولهم عجتنا المحرم دخول البيوت من ابوابها وكانوا يتسورون من ظهورها فانا منهم ان الدخول من الباب او تفاقينا في هيئة الاحرام فنزل وليس البر بان تاتوا البيوت من ظهورها، وكقولهم في تجارة موسم الحج ظن منهم انها تخل باخلاص العمل لله، فنزل ولاجناح عليكم ان تبتغوا فضلا من ربكم وكاستحبابهم ان يحجوا بلا زاد ويقولوا نحن المتوكلون وكانوا يضيقون على الناس ويعتدون فنزل فتزودوا فان خير الزاد التقوى وكقولهم من فجر الفجور اصعدا في ايام الحج، وقولهم اذا انسلخ صفر وبرا الدبر وعفا الاثر حلت

ضروری تھا اور بعض اعمال ایسے تھے جن کو وہ بطور فخر اور خود پسندی کے اپنی طرف سے کیا کرتے تھے جیسے قریش کا یہ کہنا کہ ہم خدا تعالے کے ہمسایہ ہیں اس واسطے تم اللہ تعالے کے حرم سے نہ نکلیں تب اس لئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی "پھر تم چلو جس راستہ سے لوگ چلدیئے" اور جیسے ایام منی میں وہ لوگ اپنے آباؤ اجداد کی بڑائیاں بیان کیا کرتے تھے اس لئے یہ آیت نازل ہوئی "خدا تعالے کی یاد ایسی کیا کرو جیسے اپنے دادا کا ذکر کیا کرتے ہو یا اس سے بھی زیادہ" اور جب انصار کو یہ اصل معلوم ہوئی تو انہوں نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے سے عذر کیا یہانتک کہ یہ آیت نازل ہوئی "صفا اور مروہ خدا تعالے کی نشانیوں میں سے ہیں"

اور از انجملہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی طرف سے قیاسات فاسدہ ایجاد کر رکھے تھے جو دین میں راہ زنی کے قبیل سے تھے اور جن سے لوگوں کو بڑی دقت تھی اور وہ اس قابل تھے کہ ان کو مٹا دیا جائے اور ترک کیا جائے جیسا کہ ان کا یہ کہنا کہ گھروں کے دروازوں سے داخل نہ ہوں اور پشت کی طرف سے جو عام گھروں میں آیا کرتے تھے یہ سمجھ کر کہ دروازہ سے مکان کے اندر آنا ایک ایسا ارتفاق ہے جو احرام کی ہیئت کے منافی ہے سو اسپر یہ آیت نازل ہوئی "پشت کی طرف سے تمہارا گھروں میں آنا کچھ بھلائی کی بات نہیں ہے" اور جیسا کہ ایام حج میں خرید و فروخت کو برا جاننا اس خیال سے کہ یہ حج میں تجارت کرنا اخلاص عمل کے منافی ہے پس یہ آیت نازل ہوئی "اپنے پروردگار سے فضل کی تلاش میں تم پر کچھ مضائقہ نہیں" اور جیسا کہ بغیر سامان کے حج کرنا مستحب سمجھتے تھے اور اپنے آپ کو توکل کرنے والا کہتے تھے اور لوگوں سے مانگنے اور زیادتی کرنے لگے اس پر یہ آیت نازل ہوئی "اور راستہ کے لئے سامان لے لو بہتر سامان تقوی کا سامان کرنا ہے" اور جیسا کہ ان کا یہ کہنا کہ حج کے

العمرة لمن اعتمر فی ذلك حرج
للآفاقی حیث یحتاجون الی تجدید
السفر للعمرة، فامرهم النبی صلے
الله علیه وسلم فی حجة الوداع
ان یخرجوا من الاحرام بعمرة
ویحجوا بعد ذلك، و شدد الامر
فی ذلك ینكالهم علی عادتهم ومارکز
فی قلوبهم، قال رسول الله صلے
الله علیه وسلم یا ایها الناس
قد فرض علیكم الحج فحجوا فقال
رجل اكل عام یا رسول؟ فسكت
حتے قالها ثلاثا. فقال لو قلت نعم
لوجبت ولما استطعتم؛

اقول سره ان الامر الذی یعد
للنزول وحی الله بتوقیف خاص
هو قبل القوم علی ذلك وتلقی
عنهم وهمهم بالقبول و
كون ذلك القدر هو الذی اشتهر
بینهم وتداولوها، تعزیز
النبی صلے الله علیه وسلم وطلبه
من الله فاذا اجتمعا (بدون ینزل
الوحی علی حسب ذلك القدر بالله
الله ما انزل كتاب الا لیبین قومه
وبما یفهمونه وفی فیها حكم
ولا دلیل الا ما هو قریب من
فهمهم كیف ومیل الوحی بلطف
وانه یلطف خصیاص اقرب
هنالك للاجابة، وتبدیل
شقا

حج کرنا بڑا ثواب کا کام ہے اور ان کا یہ کہنا جب صفر کا مہینہ گذر جائے اور اونٹوں کی پشت اچھی ہو جائیں اور سفر کے آثار جاتے رہیں تو عمرہ کرلے والے کے لیے عمرہ کرنا دشوار ہو گیا تھا اس لیے ان سے آنیوالوں کے لیے بڑی دقت تھی کیونکہ عمرہ کے لئے ان کو دوبارہ سفر کرنے کی ضرورت پڑتی تھی اس واسطے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اس بات کا حکم دیا کہ پہلے عمرہ کا احرام باندھیں، اس کے بعد حج کریں اور اس امر میں بہت سختی کی اور ان کی عادت پر اور جو چیز ان کے دلوں میں پیوست ہو گئی اس پر بہت توبیخ کی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے لوگو! خدا تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے پس تم حج کرو، ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہر سال؟ آپ یہ سن کر خاموش ہو گئے یہاں تک کہ اس شخص نے تین مرتبہ یہی سوال کیا پس آپ نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال کے لئے واجب ہو جاتا اور تم سے ادا نہ ہوتا"

میں کہتا ہوں اس میں راز یہ ہے کہ وہ بات جو کسی خاص وقت پر وحی الٰہی نازل ہونے کا تقاضا کرتی ہے وہ لوگوں کا ایک امر پر متوجہ ہونا اور ان کے علوم اور ان کی سمجھوں کا اس امر کو قبول کرلینا اور اس مقدار کا لوگوں میں مشہور اور متداول ہونا پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا قصد کرنا اور خدا تعالیٰ سے اس کا طلب کرنا ہوتا ہے پس جب یہ دونوں باتیں جمع ہو جاتی ہیں تو اس کے نازل ہونا ضروری ہو جاتا ہے اور یہ بات تم اس سے معلوم نہیں کر سکتے ہو کہ خدا تعالیٰ نے کوئی کتاب ایسی نازل نہیں کی جو اس قوم کی زبان میں نہ ہو اور جس وہ سمجھتے نہ ہوں اور کوئی دلیل اور کوئی حکم ایسا بیان نہیں کیا جو قریب الفہم نہ ہو اور یہ ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ خدا تعالیٰ کی عنایت رہتی ہے اور رحمت اس

قيل ثم ماذا ؟ قال الجهاد في سبيل الله، قيل ثم ماذا ؟ قال حج مبرور، ولا اختلاف بينه وبين قوله صلى الله عليه وآله وسلم في فضل الذكر الا انبئكم بافضل اعمالكم لان الفضل يختلف باختلاف الاعتبار والمقصود ههنا بيان الفضل باعتبار تنويه دين الله وظهور شعائر الله وليس بعد الايمان كالجهاد والحج، قال النبي صلى الله عليه وسلم من حج لله فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته امه، وقال عليه السلام العمرة الى العمرة كفارة لما بينهما والحج المبرور ليس له جزاء الا الجنة، وقال عليه السلام تابعوا بين الحج والعمرة ؛

اقول تعظيم شعائر الله والخوض في لجة رحمة الله يكفر الذنوب ويدخل الجنة، ولما كان الحج المبرور والمتابعة بين الحج والعمرة وان كثر منهما نصابا صالحا لتعرض رحمته اثبت لهما ذلك وانما شرط ترك الرفث والفسق ليتحقق ذلك الخوض فان من تعلقت به الرحمة ولم ينكسر لحقه، وقال النبي صلى الله عليه وسلم اعتمر عمرة في رمضان تعدل حجة ؛

قول سره ان الحج انما يفضل

میں پائی جاتی ہے کہ جس امر کو آسانی سے وہ قبول کر سکیں وہی بات ان کے لیے تجویز کی جائے، اور کسی نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا سب اعمال میں کونسا عمل افضل ہے ؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانا، پھر عرض کیا اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے ؟ آپ نے فرمایا اللہ کے راستے میں جہاد کرنا، پھر سوال کیا اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے ؟ آپ نے فرمایا حج مبرور" اور اس حدیث میں اور آپ کے اس قول میں جو آپ نے ذکر کی فضیلت میں فرمایا کہ" کیا میں تمہارے اعمال میں سے افضل تر عمل نہ بتلا دوں" کچھ اختلاف نہیں ہے کیونکہ فضیلت اعتبار کے مختلف ہونے سے مختلف ہو جاتی ہے اور یہاں پر فضیلت کا دین الٰہی کی تعظیم اور شعائر الٰہی کے ظہور کے اعتبار سے بیان کرنا مقصود ہے اور اس اعتبار سے ایمان کے بعد جہاد اور حج جیسا کوئی عمل نہیں ہے،

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے لیے حج کیا اور لغو باتیں نہ بکیں اور فسق کے کام نہ کئے تو حج کرنے سے ایسا ہو گیا جیسے اپنی ماں کے بطن سے آج پیدا ہوا" اور آپ نے فرمایا" ایک عمرہ سے دوسرا عمرہ درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کی جزا جنت کے سوا اور کچھ نہیں" اور آپ نے فرمایا" حج اور عمرہ ملایا کرو،

میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم اور رحمت الٰہی کے سمندر میں غوطہ لگانا گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور دخول جنت کا سبب بنتا ہے اور چونکہ حج مبرور اور عمرہ کا بجا لانا اور ان کو زیادہ سے زیادہ نعمت الٰہی کے نازل ہونے کے لیے ایک پورا نصاب تھا اس واسطے اس کو ان دونوں کی طرف منسوب کیا، اور لغو باتیں اور فسق کے کام نہ کرنا اس لیے شرط کیا

العمرة بابلغ جامع بين تعظيم شعائر الله واجتماع الناس على استنزال رحمة الله دونها، والعمرة في رمضان تفعل فعل حج فان رمضان وقت تعاكس فيه انوار المحسنين و تنزل الروحانية. وقال صلى الله عليه وسلم من ملك زادا وراحلة تبلغه الى بيت الله ولم يحج فلا عليه ان يموت يهوديا او نصرانيا ؛

اقول تترك ركن من اركان الاسلام يشبه بالخروج من الملة، وتشابه تارك الحج باليهودي والنصراني وتارك الصلاة بالمشرك لان اليهود والنصارى يصلون ولا يحجون والمشركو العرب يحجون ولا يصلون قيل ما الحج ؟ قال الشعث التفل، قيل اى الحج افضل ؟ قال الجهر بالتلبية قيل ما السبيل ؟ قال زاد وراحلة

اقول الحاج من شانه ان يذلل نفسه لله، والمصلحة المرعية في الحج اعلاء كلمة الله وموافقة سنة ابراهيم عليه السلام وتذكر نعمة الله عليه ووقت السبيل الزاد والراحلة اذ بهما يتحقق استطاعة الوجوب والرعاية في مناسك الحج من طاعات الشاقة او قد ذكرنا في صلاة الجنازة والصوم عن ميت ما اذ عطف على الحج عن الغير العطف ؛

نا کہ یہ خوف لگا نا پایا جائے کیونکہ جو فسق اور لغو باتیں کرتا ہے اس سے رحمت دور ہو جاتی ہے اور اس کے حق میں پوری نہیں پائی جاتی، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماہ رمضان میں عمرہ کرنا ایک حج کرنے کے برابر ہے؛

میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ حج کو عمرہ پر جو فضیلت ہے تو محض اس لئے ہے کہ حج میں شعائر اللہ کی تعظیم اور لوگوں کا انوار رحمت کے لئے مجتمع ہونا پایا جاتا ہے اور عمرہ میں یہ بات نہیں ہے، رمضان کے مہینہ میں جو عمرہ پایا جاتا ہے وہ حج کا کام دیتا ہے کیونکہ ماہ رمضان محسنین کے انوار کا برتوجہ ہے اور روحانیت کے نازل ہونے کا وقت ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس کے پاس سفر کا سامان اور سواری ہو جو بیت اللہ تک پہنچا سکے اور اس نے حج نہیں کیا تو کچھ عجب نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے"؛

میں کہتا ہوں ارکان اسلام میں سے کسی رکن کا ترک کرنا دین سے خارج ہونے کے مشابہ ہے اور تارک حج کو یہودی اور نصرانی کے ساتھ اور تارک نماز کو مشرک کے ساتھ [illegible] تشبیہ دی گئی کہ یہود و نصاریٰ نماز پڑھتے تھے، حج نہیں کرتے تھے اور مشرکین عرب حج کرتے تھے نماز نہیں پڑھتے تھے، کسی نے آپ سے عرض کیا حج کرنے والا کیسا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا سر میں خاک بدن میں بدبو، پھر عرض کیا گیا کون سا حج افضل ہے؟ آپ نے فرمایا بآواز بلند تلبیہ کہنا اور قربانی کرنا، پھر عرض کیا گیا سبیل سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا خرچ راہ اور سواری،

میں کہتا ہوں حج کرنے والوں کی یہ شان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے نفس کو عاجز اور ذلیل بنا دے اور حج کے اندر جس مصلحت کا اعتبار کیا گیا ہے وہ اعلاء کلمۃ اللہ اور حضرت ابراہیم کی سنت کی موافقت اور اللہ تعالیٰ

کی نعمتوں کا یاد کرنا ہے اور خرچ راہ اور سواری سے راستہ کی توفیت، اس لئے کی گئی کہ ان دونوں چیزوں سے وہ آسانی پائی جاتی ہے جس کی رعایت کرنا حج جیسی عبادت شاقہ میں ضروری اور واجب ہے اور ہم نماز جنازہ میں اور میت کی طرف سے روزہ رکھنے میں وہ بیان ذکر کر چکے ہیں کہ جب اس کو دوسرے شخص کی طرف سے حج کرنے کے متعلق بیان کیا جائے تو ہو سکتا ہے ؛

صفة المناسك

اعلم ان المناسك على ما استفاض من الصحابة والتابعين وسائر المسلمين اربعة، حج مفرد وعمرة مفردة، وتمتع وقران، فاما الحاضر مكة ان يحرم منها ويجتنب في الاحرام الجماع ودواعيه، والحلق، وتقليم الاظفار، ولبس المخيط، وتغطية الراس والتطيب، والصيد، ويجتنب النكاح على قول، ثم يخرج الى عرفات ويكون فيها عشية عرفة ثم يرجع منها بعد غروب الشمس ويبيت بمزدلفة ويدفع منها قبل شروق الشمس فيأتي منى ويرمي العقبة الكبرى ويهدي ان كان معه ويحلق او يقصر، ثم يطوف للافاضة في ايام منى ويسعى بين الصفا والمروة ولا ياتي ان يحرم من الميقات فان دخل مكة قبل الوقوف طاف للقدوم ورمل فيه وسعى بين الصفا والمروة ثم بقي على احرامه حتى يقوم بعرفة ويرمي ويحلق ويطوف للزيارة ولا رمل ولا سعي عليه ؛

مناسک کا بیان

واضح ہو کہ صحابہ و تابعین، و تمام مؤمنین سے جو مناسک ثابت ہیں وہ چار ہیں: حج مفرد، عمرہ مفردہ حج تمتع، و حج قران، پس مکہ کے رہنے والوں کے لئے حج کی یہ صورت ہے کہ مکہ سے احرام باندھیں احرام کی حالت میں جماع اور اس کے دواعی اور سر منڈوانے اور ناخن ترشوانے اور سلا ہوا کپڑا پہننے اور سر ڈھکنے اور خوشبو لگانے اور شکار کرنے سے پرہیز کرے اور ایک قول کے موافق نکاح سے بھی پرہیز کرے پھر عرفات کو جائے اور عرفہ کی شام کو وہاں رہے پھر بعد غروب آفتاب وہاں سے واپس ہو اور رات کو مزدلفہ میں رہے اور آفتاب نکلنے سے پیشتر وہاں سے چلکر منیٰ میں آئے اور بڑے منارے پر کنکریاں مارے، اگر قربانی ساتھ ہو تو وہیں اس کو ذبح کرے اور سر منڈوائے یا بال کتروائے پھر ایام منیٰ میں طواف افاضہ کرے اور صفا مروہ میں سعی کرے،

اور دور سے آنے والے کے حج کی صورت یہ ہے کہ میقات سے احرام باندھے اور عرفات میں ٹھیرنے سے پہلے اگر وہ مکہ میں آگیا تو طواف قدوم کرے اور اس میں اکڑ کر چلے اور صفا و مروہ میں سعی کرے پھر احرام اسی طرح سے قائم رکھے یہاں تک کہ عرفات میں مقیم ہو اور رمی کرے اور سر منڈوائے اور طواف کرے اور سوقت نہ حلق کرے اور نہ سعی کرے

والعمرة ان يحرم من الحل فان كان آفاقيا فمن الميقات فيطوف ويسعى ويحلق او يقصر ؛

والمتمتع ان يحرم اولا للعمرة في اشهر الحج فيدخل مكة ويتم عمرته ويخرج من احرامه ثم يبقى حلالا حتى يحج وعليه ان يذبح ما استيسر من الهدى ؛

والقران ان يحرم الآفاقي بالحج والعمرة معا، ثم يدخل مكة ويبقى على احرامه حتى يفرغ من افعال الحج، وعليه ان يطوف طوافا واحدا ويسعى سعيا واحدا في قول وطوفين وسعيين، ثم يذبح ما استيسر من الهدى، فاذا اراد ان ينفر من مكة طاف للوداع ؛

اقول اعلم ان الاحرام في الحج والعمرة بمنزلة التكبير في الصلوة فيه تصوير الاخلاص و تعظيم وضبط عزيمة الحج بفعل ظاهر وفيه جعل النفس مثل الحاشية لله بترك الملاذ والعادات المألوفة والنواهي للجهل، وبه تحقق معاني التعب والتشعث و تغيير الله وغير شرع ان يجتنب المحرم هذه الاشياء تحقيقا للتذلل وترك الزينة و تذكرا وتنويرا للاستشعار بخوف الله وتعظيم ومؤاخذة نفسه ان تسترسل في هواها، وانما الصيد الذي وقع

اور عمرہ کی ترکیب مکہ والوں کے لئے یہ ہے کہ حل سے احرام باندھے اور اگر دور سے آنے والا ہو تو اپنے میقات سے احرام باندھے اس کے بعد طواف کرے اور سعی کرے اور سر منڈوائے یا بال ترشوائے

تمتع کی صورت یہ ہے کہ اشہر حج میں عمرہ کا احرام باندھے پھر مکہ میں آئے اور اپنا عمرہ پورا کرکے احرام سے باہر آئے اور حج کرنے تک بغیر احرام کے رہے اور جو اس کو میسر ہو اس کی قربانی کرے

قران کی صورت یہ ہے کہ باہر والا حج اور عمرہ کے لئے احرام باندھے پھر مکہ میں آئے اور اپنے احرام کو قربانی کے جانور کے ساتھ وہیں تک کہ افعال حج سے فارغ ہو جائے اور اس کو ایک طواف اور ایک سعی کرنی چاہئے ایک قول کے مطابق دو طواف اور دو سعی کرنی چاہئے اور دم دے بکری میسر ہو ذبح کرے پھر جب عید کے دن کنکریاں مارنے کا قصد کرے تو طواف وداع کرے

میں کہتا ہوں کہ صحیح ہو کہ حج اور عمرہ میں احرام [illegible] باندھنا ایسا ہے جیسا کہ تکبیر [illegible] نماز خلوص و تعظیم کی صورت اور ایک ظاہری فعل کے ساتھ حج کے ارادہ کا انضباط پایا جاتا ہے اور اس میں نفس کی خواہشوں کے ترک کرنے کی وجہ سے اور عادات مالوفہ اور ہر قسم کی زینت کی باتیں ترک کرنے سے نفس خدا تعالیٰ کے سامنے ذلیل اور شکستہ بنا جاتا ہے اور اس میں مشقت اور پریشانی اور اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی حالت کا بدل جانا پایا جاتا ہے، اور محرم کو ان شکار کے ترک کرنے کا اس لئے حکم دیا گیا تاکہ نفس اور بدن کی راحت اور حواس خمسہ مضمحل ہو جائیں اور خوف ہو اور اس کی تعظیم ظاہر ہونے کا موقع پایا جائے اور نفس کو اپنی خواہشات پوری کرنے میں مطلق العنان نہ ہو،

ولذلك قال النبي صلى الله عليه و
سلم من اتبع الصيد لهوا، ولم يثبت
فعله عن النبي صلى الله عليه وسلم
ولا كبار اصحابه وان سوغه في الجملة
والجماع بهما لك في الشهوة البهيمية،
واذا لم يجز سد هذا الباب بالكلية
لانه يخالف قانون الشرع فلا اقل
من ان ينهى في بعض الاحوال كالاحرام
والاعتكاف والصوم وبعض المواضع
كالمساجد، مسئلة:- مايلبس المحرم
من الثياب؟ فقال لا تلبسوا القمص
ولا العمائم ولا السراويلات ولا
البرانس ولا الخفاف، وقال للاعرابي
اما القميص الذي بك فاخلعه ثلاث
مرات واما المتحدث فانه يفرق
بين المرتبة وهو في الصلاة وبين
غيره لذلك، ان الاول متواضع لله، وتارك
واجب النبي صلى الله عليه و
سلم لانه يجوز ان لا يكون

اور شکار کرنا لہو میں داخل ہے اور ایک قسم کا توسع
ہے اسی لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس
شخص نے شکار کا پیچھا کیا اس نے لہو کیا" اور نبی صلے
اللہ علیہ وسلم سے اور کبار صحابہ سے شکار کرنا ثابت
نہیں ہے اگرچہ آپ نے فی الجملہ اس کی اجازت دی ہے
اور جماع کرنا شہوت بہیمیہ میں منہمک ہونا ہے
اور جبکہ اس باب کو بالکلیہ بند کرنا درست نہ تھا کیونکہ
وہ قانون شرعی کے خلاف تھا اس واسطے کم از کم بعض
حالات میں منع کرنا ضروری ہوا جیسے احرام اور اعتکاف
اور روزہ کی حالت اور نیز بعض مقامات میں اس سے
ممانعت کی گئی ہے، مسجد کے اندر، کسی شخص نے نبی
صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا محرم کو کس قسم کے کپڑے
پہننے چاہئیں؟ آپ نے فرمایا: نہ قمیص پہنو نہ عمامے
باندھو اور نہ پائجامہ پہنو اور نہ باران کوٹ اور نہ موزے
اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے فرمایا یہ خوشبو
[illegible] تین مرتبہ دھوؤ اور جبہ کو اتارتے
[illegible] اور اس جیسے کپڑے میں، اور اس
کپڑے میں جو سلا ہوا نہ ہو یہ فرق ہے کہ پہلی قسم میں
[illegible] رعایت اور نرمی ہے اور دوسری قسم میں
محض ستر عورت ہے اور بچے کے ترک کرنے میں اللہ
تعالیٰ کے سامنے تواضع پائی جاتی ہے اور دوسرے
[illegible]

[illegible]

[illegible] کرنے اور نکاح کی بات چیت کرنے
[illegible] کہ آپ نے حالت احرام میں میمونہ رضی
اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا،

میں کہتا ہوں صحابہ، تابعین اور فقہاء میں سے اہل
[illegible] کے نزدیک محرم کے لئے سنت یہ ہے کہ نکاح نہ کرے
[illegible] کا نکاح کرنا جائز ہے اور

النكاح من الامر تفاوتت المطلوبة اكثر من الصيد ولا يقاس الانشاء على الابقاء لان الفرح والطرب انما يكون من الابتداء، ولذلك يضرب بالعروس المثل في هذا الباب دون البقاء ثم لا بد من ضبط الصيد فان الانسان قد يقتل ما يريد اكله، وقد تقتل ما لا يريد اكله وانما يريد التمرن بالاصطياد، وقد يقتل يريد ان يدفع شره عنه او عن ابناء نوعه، وقد يريد به بهيمة الانعام فيريد الصيد، فقال النبي صلى الله عليه وسلم خمس لا جناح على من قتلهن في الحرم والاحرام الغراب، والحداة، والعقرب، والكلب العقور، والحية يعني الصائل على الانسان او على متاعه، فانه اذا رجع الى استقراء العرف لا يقال لمن صاد وكذلك بهيمة الانعام والدجاج وما اشبهها صيد لعادة بقائها في البيوت ولا تسمى صيدا، واما الاقسام الاخر فالظاهر انها صيد، ووقت لاهل المدينة ذا الحليفة، ولاهل الشام الجحفة، ولاهل نجد قرن المنازل، ولاهل اليمن يلملم وقت لهن ولمن اتى عليهن من غيرهن ممن كان يريد الحج والعمرة ممن كان دونهن فمهلهم من اهلهم حتى اهل مكة يهلون

لم پر یہ لغی نہیں ہے کہ حیاۃ پر عمل کرنا افضل ہے، اور دل قول کے موافق اس میں یہ راز ہے کہ نکاح کرنا اور تفاقات سطلوبہ میں داخل ہے اور بہ نسبت شکار کے زیادہ مطلوب چیز ہے اور نکاح کرنے کو نکاح کے باقی رکھنے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ خوشی اور سرور ابتداء میں ہوتا ہے اور اسی لئے اس امر میں عروس ضرب المثل ہے اور اس کا باقی رکھنا ضرب المثل نہیں ہے،

پھر شکار کے معنی کو بھی منضبط کرنا ضروری تھا کیونکہ انسان کبھی تو اس چیز کو قتل کرتا ہے جس کو کھانا چاہتا ہے اور کبھی ایسی چیز کو قتل کرتا ہے جس کو کھانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ صرف شکار کی مشق کرنا منظور ہوتا ہے، اور کبھی کسی چیز کو اس غرض سے قتل کر دیتا ہے کہ اس کے شر سے خود بچنا چاہتا ہے یا لوگوں کو بچانا چاہتا ہے اور کبھی کسی گائے بکری کو ذبح کرتا ہے پس ان میں سے کس کو شکار کہنا چاہیئے لہذا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کے حرم اور احرام میں مار ڈالنے پر مارنے والے پر کچھ گناہ نہیں ہے چوہا، چیل کوا، بچھو اور دیوانہ کتا، اور سب میں علت مشترکہ یہ ہے کہ یہ سب جانور موذی اور انسان یا اس کے متاع پر حملہ کرنے والے ہیں، اور اگر عرف سے بھی تلاش کیجائے تو ان کے مارنے کو عرف میں شکار نہیں کہتے، اور اسی طرح گائے بکری اور مرغی اور ان جیسے جانور جو گھروں میں پالنے کا دستور ہے ان کے ذبح کرنے کو بھی شکار نہیں کہتے لیکن دیگر اقسام میں ظاہر یہ ہے کہ ان پر شکار کا اطلاق ہوتا ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے میقات کی تعیین اس طرح فرمائی کہ اہل مدینہ کیلئے ذوالحلیفہ اور اہل شام کے لئے جحفہ اور اہل نجد کے لئے قرن المنازل اور اہل یمن کے لئے یلملم ہے پس جو لوگ ان مواقیت میں رہتے ہیں اور جو لوگ باہر سے ان مواقیت میں آتے ہیں جو حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں

منہا ۞

اقول الاصل فی المواقیت انہ لما کان الاتیان الی مکۃ شعثا تفلا تارکا لغلواء نفسہ مطلوبا وکان فی تکلیف الانسان ان یحرم من بلدہ حرج ظاہر فان منہم من یکون قطرہ علی مسیرۃ شہر و شہرین واکثر وجب ان یخص امکنۃ معلومۃ حول مکۃ یحرمون منہا ولا یؤخرون الاحرام بعدہا، ولا بد ان تکون تلک المواضع ظاہرۃ مشہورۃ ولا تخفی علی احد، علیہا مرور اہل الآفاق فاستقراء ذلک وحکم بہذہ المواضع، واختار لاہل المدینۃ ابعد المواقیت لانہا مہبط الوحی ومعارج الایمان ودار الہجرۃ واول قریۃ امنت باللہ ورسولہ فاہلہا احق بان یبالغوا فی اعلاء کلمۃ اللہ، وان یخصوا بزیادۃ طاعۃ اللہ وایضا فہی اقرب الاقطار التی امنت فی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واخصلت ایمانہا بخلاف جوالی وطائف، ویمامۃ وغیرہا فلا حرج علیہا، والسر فی الوقوف بعرفۃ ان اجتماع المسلمین فی زمان واحد ومکان واحد لہ تاثیر عظیم فی نزول البرکات وانتشار الروحانیۃ، ولذلک کان الشیطان یومئذ ادحر واحقر

ان سب کے لئے یہ مواقیت ہیں اور جو لوگ ان میقاتوں میں سے دور رہے ہیں تو ان کو اپنی جائے سکونت سے احرام باندھنا چاہیئے حتیٰ کہ اہل مکہ خاص مکہ سے احرام باندھیں،

میں کہتا ہوں مواقیت کے اندر اصل یہ ہے کہ جبکہ مکہ میں ایسی حالت میں آنا مطلوب تھا کہ سر میں خاک ہو اور بدن میں بدبو آنے لگی ہو اور نفس ذلت کی حالت میں ہو اور لوگوں کو اس بات کا حکم کرنے میں کہ وہ اپنے اپنے شہروں سے احرام باندھ کر آیا کریں بڑی دقت تھی جو کہ ظاہر ہے کیونکہ ان میں سے بعض شہر مکہ سے ایک ماہ کی مسافت پر اور بعض دو ماہ کی مسافت پر رہتے ہیں اور بعض اس سے بھی زیادہ مسافت پر رہتے ہیں، تو ضروری ہوا کہ مکہ کے چاروں طرف چند معلوم مقامات خاص کئے جائیں جہاں سے لوگ احرام باندھا کریں اور ان مقامات کے بعد احرام کو مؤخر نہ کریں۔ اور ضروری ہے کہ یہ مقامات ظاہر اور مشہور ہوں اور ان کو ہر شخص جانتا ہو اور ہر آفاقی وہاں سے گذرتے ہوں پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تحقیق فرما کر ان مقامات کا حکم فرمایا، اور اہل مدینہ کے لئے سب سے دور میقات مقرر کیا کیونکہ وہ شہر وحی نازل ہونے کی جگہ اور ایمان کا مرکز اور دار الہجرت اور پہلی بستی ہے جو خدا اور رسول پر ایمان لائی اس و سبب اس کے رہنے والے اس قابل ہیں کہ اعلاء کلمۃ اللہ میں نہایت درجہ کوشش کریں اور زیادہ عبادت کے ساتھ مخصوص کئے جائیں، اور نیز مدینہ تمام ان اطراف سے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں، ایمان لائے تھے اور اپنے ایمان میں ظاہر تھے سب سے زیادہ قریب ہے بخلاف جوالی طائف اور یمامہ وغیرہ کے پس مدینہ والوں کو اس میں کچھ دقت نہیں،

اور عرفات پر قیام کرنے میں یہ راز ہے کہ ایک زمانہ

یکون، وابضا فاحتیج لھذہ لک
تحقیق لمعنی العرضۃ وخصوص
ھذا الیوم ؛

وھذا المکان متوارث عن
الانبیاء علیھم السلام علی ما یذکر
فی الاخبار من آدم فمن بعدہ، و
الاخذ بما جرت بہ سنۃ سلف
الصالح اصل اصیل فی باب التوقیت
والسر فی نزول منی انہا کانت سوق
عظیم من اسواق الجاھلیۃ مثل
عکاظ والمجنۃ . وذی المجاز ونحوہا
وانما اصطلحوا علیہ لان لکل
مجمع قوامہ کثیرۃ من اقصی
متباعدۃ، ولا حسن منہاجا ولا
رفق بہم من ان یکون موسمہم عند
ھذا الاجتماع وان منہ
من تلک الجنود المجتمعۃ فلو لم
یصطلحوا علی شیء وقد دیہم وحاجتہم
ونبھاؤھم علی النزول فی فضاء مثل
منی سرجو ان یتفق بعضہم
بالنزول فی موضع فیتعارفوا
ویتواصوا بما یصلحہم فی معاشہم
ویدبروا امر الحج بما یصلحہم فی
کل عام فی ھذا المکان الذی
لا ماء ولا ماوی حتی یحضروا کثرۃ عوظم
فیتبرکوا بہ ویتواصوا ویتدارسوا فیما
یحدث فی الارض ویکون ھذا
ھو المراد من قولہ علیہ السلام
شھد منی ما لم تشھدہ

وہ ایک مکان میں مسلمانوں کا اجتماع خدا تعالیٰ کی رحمت
کی طرف راغب ہوتے ہوئے اور خشوع وخضوع کرتے تو
اس میں دعا کرتے ہوئے برکات الٰہی کے نازل ہونے
اور روحانیت کے انتشار میں بڑا اثر رکھتا ہے اور اس
سے شبیہ ہے اس دن سب دنوں سے زیادہ فضیلت
ہوتا ہے، اور نیز اس اجتماع میں مسلمانوں کی شان
وشوکت معلوم ہوتی ہے اور اس دن اور اس مقام
کی خصوصیت تمام انبیاء علیہم السلام سے ثابت ہوتی
چلی آئی ہے جیسا کہ اخبار میں حضرت آدم اور ان کے
بعد کے انبیاء سے مذکور ہے اور توقیت وتعیین کے باب
میں اس طریقہ کی پابندی کرنا جو سلف صالح سے منقول
ہے بڑا اصل اصیل ہے۔

وجہ اس امر میں یہ راز ہے کہ یہ جگہ جاہلیت
کے بازاروں میں سے بڑا بازار تھا جیسے کہ عکاظ
ومجنہ اور ذی المجاز وغیرہ، اور لوگوں نے اس
کو اس لئے اختیار کیا تھا کہ [illegible]
اور نہ کوئی صورت تھی کہ اس موسم میں اجتماع کے
[illegible] کیا جاتا، نیز اس میں شمار وضبط کے لئے بھی
[illegible] گنجائش ہوتی اگر تمام دیہاتی ایک ہی
[illegible] مقرر کرتے تو ان کو
[illegible] بڑی دقت [illegible]
[illegible] جاتے تو ان کو ملال گھیرے اور جب اس
[illegible] کا وسوسہ ہوتا تو لوگ کی عادت اور رحمت
کا یہ تقاضی ہوا کہ ہر قبیلہ یہ فخر اور دینی کثرت ثابت
[illegible] اپنے بزرگوں کی سوانح بیان کرنے میں
[illegible] کی بدولت اور ان کے انصار کی کثرت ظاہر
کرنے میں کوشش کرے تاکہ اس بات کو سب پر دلیل
[illegible] ایک (یکجہتی) اور دوستی ان ملکوں میں اس

دین اللہ و یبعد صیتہ و یغلب
علی کل قطر من الاقطار فابقاہ النبی
صلی اللہ علیہ وسلم وحث علیہ
وندب الیہ، ونسخ التفاخر وذکر
الاباء وابدل لہ بذکر اللہ بمنزلۃ
ما بقی من ضیافاتھم وولائمھم،
ولیمۃ النکاح وعقیقۃ المولود ولما
رای فیھا من فوائد جلیلۃ فی قلوب
المنازل، والسر فی المبیت بمزدلفۃ
انہ کان سنۃ قدیمۃ فیھم، ویعلمھم
مطلعو عیدھم ھذا، ومن ان لھذا
اجتماعا لم یعھد مثلہ فی غیر ھذا الموطن
ومثل ھذا المنظر ان یزحم بعضھم
بعضا، ویحطم بعضھم بعضا، وینھم
براحھم بعد المغرب وکانوا طوائف
منھا فی تعب یاتون من کل فج
عمیق فلو تجشموا ان یرتوا فی ذا
الحال ھذہ لتعبوا، وکان اھل بعض
یدفعون من عرفات قبل الغروب
ولما کان ذلک قد یشق علی الناس
یتعین بالقطع، ولا فی مثل ھذا
الاجتماع من تعیین لیتمکن کل
ھام وجب ان یعین بالغروب، وانما
شرع الوقوف بالمشعر الحرام
لانہ کان اھل الجاھلیۃ یتفاخرون
بالوقوف فابدل من ذلک اکثار
ذکر اللہ لیکون کالجاھلیۃ عادتھم
ویکون التنویہ بالتوحید فی ذلک
الموسم کالمنادی کانہ قبر ھذا

کی شہرت ہو اور اسلام کو بھی ایسے اجتماع کی ضرورت تھی
جس سے مسلمانوں کی شوکت اور ان کا سامان اور ان کی
کثرت ظاہر ہو تاکہ دین حنفی غالب ہو اور دور دور تک
اس کا آوازہ پہنچے اور تمام اطراف میں اس کا غلبہ ہو جائے
اس واسطے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس اجتماع کو باقی
رکھا اور اس پر شوق دلایا اور اس کی طرف متوجہ کیا لیکن
تفاخر اور آباء و اجداد کے حالات ذکر کرنے سے ممانعت
فرمائی اور اس کی جگہ ذکر الٰہی کو مقرر فرمایا جس طرح نبی
صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی ضیافتوں اور دعوتوں میں
سے نکاح کے ولیمہ اور اولاد کے عقیقہ کو باقی رکھا کیونکہ
ان میں آپ نے تدبیر منزل کے بارے میں بڑے بڑے
فوائد کا ملاحظہ فرمایا اور مزدلفہ میں شب میں رہنے میں
یہ راز ہے کہ یہ عرب کے اندر قدیم دستور تھا اور شارحوں
نے اس واسطے مقرر کر رکھا تھا کہ وہاں لوگوں کا اس
قدر اجتماع ہوتا ہے کہ پھر جس اجتماع میں ہوتا ویسے
موقع پر اس بات کا احتمال ہوتا ہے کہ لوگ آپس میں
دھکم پیل کریں اور بعض کے بعد عرفات سے لوٹتے ہیں اور
ایک قسم کے لوگ مشقت اور تکان میں رہتے ہیں جو دور و
دراز سے وہاں کر جمع ہوتے ہیں پس اگر ایسی حالت میں
سب آدمیوں کا دفعۃً کرنا چاہیں تو تھک جائیں اور اہل جاہلیت غروب
سے پہلے عرفات سے نہ چلتے تھے اور چونکہ یہ اندازہ ظاہر نہ تھا
اور نہ قطعی متعین ہو سکتا تھا اور نہ ایسے اجتماع میں وقت
کی ایسی تعیین ضروری تھی جس میں [illegible] اس واسطے غروب آفتاب کے ساتھ اس کی تعیین ضروری ہوئی
اور مشعر حرام میں ٹھہرنے کا اس سے حکم ہوا کہ اہل
جاہلیت جو اس میں فخر اور شوکت دکھلانے کے لئے قیام
کرتے تھے بس اس کی جگہ اللہ کا ذکر کرنے کا
حکم دیا گیا کہ ان کی عادت کو دور کرے اور اس جگہ میں
توحید کی تعلیم ہو اور یہ ایسا ہے جیسا کہ آدمی کو حرص

یکون ذکر کم اللہ اکثرا و ذکرا هل الجاهلیة مفاخرهم اکثر۔

والسر فی رمی الجمار ما ورد فی نفس الحدیث من انه انما جعل لاقامة ذکر اللہ عزوجل، وتفصیله ان احسن انواع توقیت الذکر واکملها واجمعها لوجوه التوقیت ان یوقت بزمان وبمکان ویقام معه ما یکون حافظا لعدده محققا لوجوده علی رءوس الاشهاد حیث لا یخفی شئ وذکر اللہ نوعان نوع یقصد به الاعلان بانقیاده لدین اللہ، والاصل فیه اختیار مجامع الناس دون الاکثار ومنه الرمی ولذلک لم یؤمر بالاکثار هناک. ونوع یقصد به انتصاب النفس بالتطلع للجبروت وفیه الاکثار. وایضا ورد فی الاخبار ما یقتضی انه سنة سنها ابراهیم علیه السلام حین طرد الشیطان ففی حکایة مثل هذا الفعل تنبیه للنفس ای تنبیه. وسر فی الهدی التشبه بفعل سیدنا ابراهیم علیه السلام فیما قصد من ذبح ولده فی ذلک المکان طاعة لربه وتوجها الیه والتذکر لنعمة اللہ به وبابیهم اسمٰعیل علیه السلام ونعم مثل هذا الفعل فی هذا الوقت والزمان ینبه النفس ای تنبه۔

وانما وجب علی المتمتع فی

گویا ان سے یہ کہا گیا کہ تم خدا تعالے کی یاد زیادہ کرتے ہو یا اہل جاہلیت اپنے مفاخر زیادہ بیان کرتے ہیں۔

اور رمی جمار میں وہی راز ہے جو نفس حدیث میں وارد ہے کہ رمی جمار اللہ عزوجل کا ذکر قائم کرنے کے لئے کیا گیا ہے، اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ توقیت ذکر کے اقسام میں احسن اور اکمل اور وجوہ توقیت کے لئے جامع تر یہ ہے کہ اس کو ایک زمانہ اور مقام کے ساتھ معین کیا جائے اور اس کے ساتھ ایسی چیز قائم کیجائے جو اس کی تعداد کو محفوظ رکھے اور اس کے پائے جانے کو سب کے سامنے ثابت کرے اور کچھ مخفی نہ رہے، اور ذکر الٰہی کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم یہ ہے کہ جس سے خدا تعالے کے دین کی فرمانبرداری مقصود ہوتی ہے اور اس قسم کے ذکر میں اصل یہ ہے کہ اس کو لوگوں کے مجمع میں اختیار کیا جائے نفس ذکر کی کثرت ضروری نہیں اور رمی جمار اسی قبیل سے ہے اسی وجہ سے اس میں کثرت سے ذکر کرنے کا حکم نہیں دیا گیا، اور ایک قسم وہ ہے جس سے نفس کو خدا تعالے کی کبریائی کے لئے مطلع کرنا مقصود ہوتا ہے اور اس ذکر میں کثرت کی حاجت ہے، اور نیز احادیث میں آیا ہے کہ رمی جمار کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے جس وقت آپ نے شیطان کو دفع کیا تھا تو اس پر عمل کیا تھا پس ایسے فعل کی حکایت کرنے میں نفس کو خوب متنبہ ہوتی ہے،

اور ہدی میں یہ راز ہے کہ اس میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اس فعل کے ساتھ مشابہت ہے جو انہوں نے اس جگہ خدا تعالے کی طاعت اور اس کی طرف متوجہ ہونے کے لئے اپنے فرزند کو ذبح کرنے کا قصد کیا تھا، اس میں اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی یاد دہانی ہوتی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور لوگوں کے باپ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پر خدا تعالے نے فرمائی تھی اور اس فعل میں اور اسی زمانہ میں ایسے فعل کے کرنے سے نفس کو

انه سن شكر النعمة الله حيث
وضع عنهما عار الجاهلية في تلك المسنة
والسر في الحلق انه تعيين طريق
للخروج من الاحرام بفعل لايتأتى
بدونه، فلو تركهما وانفسهما لذهب
كل مذهب، وايضا ففيه تحقيق
انقضاء التشعث والتغير بالوجه
الاتم، ومثل كمثل السلام من
الصلاة، وانما قدم على طواف
الافاضة ليكون شبيها بحال الداخل
على الملوك في مؤاخذة نفسه
بازالة تشعثه وغباره ؛

وصفة الطواف ان يأتي الحجر
فيستلمه ثم يمشي على يمينه سبعة
اطواف يقبل فيها الحجر الاسود،
او يشير اليه بشيء في يده كالمحجن
ويكبر، ويستلم الركن اليماني
ولكن في ذلك على طهارة وستر عورة
ولا يتكلم الا بخير، ثم يأتي مقام
ابراهيم فيصلي ركعتين، اما
الابتداء بالحجر فلانه وجب سنة
التشريع ان يعين محل ابتداء
وجهة المشي، والحجر احسن موضع
ابتدئ لانه نازل من الجنة، و
اليمين ايمن الجهتين وطواف
القدوم بمنزلة تحية المسجد
انما شرع تعظيما للبيت ولان
الابتداء بالطواف في مكانه رضا
عند تهيئ اسبابه سوء ادب، و

سنیہ ہوتی ہے، اور متمتع اور قارن پر یہ ہدی واجب ہوتی
تاکہ خدا تعالے کی اس نعمت کا شکریہ ادا کیا جائے کہ اس
نے اس مسئلہ میں جاہلیت کے وبال کو ان سے دور
کر دیا، اور سر منڈانے میں یہ راز ہے کہ سر منڈانے سے
احرام سے نکلنے کے لئے ایسے فعل کے ساتھ ایک طریق کی
تعیین ہوتی ہے جو دقار کے منافی نہیں ہے پس اگر ان کو
ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا تو ہر شخص جدا جدا راہ اختیار
کرتا، اور نیز اس میں پراگندگی کے ختم ہونے کا پورا
ثبوت ہے، اور سر منڈانا ایسا ہے کہ جیسا نماز میں سلام
اور طواف الافاضہ سے قبل سر منڈانے کا حکم اس لئے
دیا گیا ہے تاکہ اس کی حالت اس شخص کی حالت کے
مشابہ ہو جائے جو پراگندگی اور غبار دور کر کے بادشاہ
کے سامنے حاضر ہوتا ہے،

اور طواف کرنے کی یہ صورت ہے کہ حجر اسود کے
پاس آئے اور اس کو بوسہ دے پھر اس کے دائیں
طرف سے چلکر سات مرتبہ طواف کرے اور ہر مرتبہ
حجر اسود کو بوسہ دے یا لکڑی وغیرہ سے جو اس کے
ہاتھ میں ہو اس کی طرف اشارہ کرے اور تکبیر کہے اور
رکن یمانی کو بوسہ دے اور طواف کی حالت میں خاموش
رہے اور ستر کھلا نہ ہو اور سوائے اچھی بات کے زبان
سے کچھ نہ کہے پھر مقام ابراہیم میں آئے اور دو رکعت
نماز پڑھے، لیکن حجر اسود سے شروع کرنا اسود کی
وجہ یہ ہے کہ شریف کے وقت معمار کا مقام اور چلنے
کی جانب کا معین کرنا ضروری ہے اور حجر اسود بیت
اللہ کے تمام مواضع اس سب سے بہتر ہے کیونکہ
یہ جنت سے نازل ہوا ہے اور دونوں طرفوں میں اس کی
طرف تبرک ہوتی ہے اور طواف قدوم بمنزلہ تحیۃ المسجد
ہے۔ یہ خانہ کعبہ کی تعظیم کے لئے مشروع ہوا ہے۔ اور
نیز طواف کی جگہ اور اس کے زمانہ میں اس کے ...

اول طواف بالبیت فیه رمل و اضطباع و بعده سعی بین الصفا والمروة، وذلك لمعان منها ما ذكره ابن عباس رضی الله عنهما من اخافة قلوب المشركين، واظهار صولة المسلمين، وكان اهل مكة يقولون وهنتهم حمى يثرب فهو فعل من افعال العباد وقد ابطل السبب قد اسقط رمل الاشواط، وبقي تصوير الرهبة في طاعة الله، وانه لم يزده السفر لشاسع والنصب العظيم الا شوقا وزيادة كما قال الشاعر شعر

اذا اشتكت من كلال السير راحلة
ألقت الوصال فنحيا عند ميعاد

وكان عمر رضی الله عنه اراد ان يترك الرمل والاضطباع لانقضاء سببهما ثم تفطن حتى علم ان لهما سببا آخر غير منقض فلم يتركهما وانما لم يشترط الموالاة، بجعلها في العمرة لانه ليس لها وقت معين ليتحقق معنى الاجتماع فلم تكن الموالاة فيها شرطا ولو شرط لها وقت معين كان حجا، وفي الاجتماع مرتين في السنة ما لا يخفى۔

وانما العمدة في هذه الخطبة بيت الله وشكر نعمة الله، وسعي بين الصفا والمروة على ما ورد في الحديث ان ذلك جزء

تمام احساب مہیا ہوتے ہوئے اس میں دیر کرنا ایک قسم کی بے ادبی ہے، اور بیت اللہ کے پہلے طواف میں اکڑنا اور سینہ کشادہ کرنا ہے اور اس کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا ہے اور اس کی چند وجوہ ہیں:۔

ان میں سے وہ ہے جو حضرت ابن عباس نے ذکر کیا ہے یعنی مشرکین کے دلوں کو خائف کرنا اور مسلمانوں کے غلبہ کا ظاہر کرنا، کیونکہ اہل مکہ یہ کہتے تھے کہ یثرب کے بخار نے ان کو ضعیف کر دیا پس یہ فعل جہاد کے افعال میں سے ہے، اور یہ سبب باقی نہیں رہا اور گذر گیا،

اور ازاں جملہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں رغبت کرنے کا ظہار کرنا ہے اور یہ کہ دور دراز کے سفر نے اور زحمت عظیم نے ان کے شوق اور رغبت ہی کو زیادہ کیا جیسا کہ شاعر کہتا ہے ؎

رفتنی چلتے چلتے جبکہ کان کی شکایت کرتی ہے تو اس کا سوار وصال کی راحت کا وعدہ کرتا ہے تو اس وعدہ کے سنتے ہی اونٹنی جلدی

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قصد کیا تھا کہ ماروں کے اندر اکڑ کر چلنے کو اور کپڑے کو بغل کے نیچے سے نکالنے کو ترک کر دیں کیونکہ ان دونوں کا سبب باقی نہیں رہا ہے پھر اچانک انہوں نے اس بات کو سمجھا کہ ان دونوں کا ایک اور سبب بھی ہے جو باقی رہنے والا ہے اس واسطے انہوں نے ان دونوں کو ترک نہیں کیا اور عمرہ کے اندر عرفات میں ٹھہرنا اس لئے مشروع نہیں ہوا کہ اس کا کوئی وقت نہیں ہے کہ جتماع کے معنی پائے جائیں اس واسطے عمرہ میں تقدیم کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور اگر اس کے کوئی وقت مقرر ہوتا تو وہ حج کی طرح ہوتا اور ایک سال میں دو بار جتماع میں بڑی دقت تھی جو تھی نہیں ہے،

اور طرد میں عمدہ بات بیت اللہ کی تعظیم اور اس کی نعمت کا شکر ہے، اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے

اسمعيل عليه السلام لما اشتد بها الحال صعدت بينهما سبع الانشاز المجاورة لمكة فكشف الله عنهما الجهد بما بدا لأم مرعى ولهم الرغبة في الناس ان يعمروا تلك البقعة فوجب شكر تلك النعمة على اولاده ومن تبعهم وتذكر تلك الاية الخارقة لتبهت بهيميتهم وتدلهم على الله، ولا شئ في هذا مثل ان يعطل عقل القلب بهما يفعل ظاهر منضبط مخالف لما تألفه القوم فيه تذلل عند اول دخولهم مكة وهو محاكاة ما كانت فيه من العناء والجهد، وحكاية الحال في مثل هذا ابلغ بكثير من لسان المقال، قال النبي صلى الله عليه وسلم لا ينفرن حد لحتى يكون آخر عهده بالبيت وخفف عن الحائض ؛

اقول السرية تعظيم البيت بان يكون هو الاول وهو اخر تصويرا بكونه هو المقصود من سفرهم موافقة لما دلت عليه التوديع الوفود ينصرفون عند النفر، والله اعلم ؛

ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے یہ راز ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ کو جب زیادہ پریشانی ہوئی تو انہوں نے صفا اور مروہ کے درمیان تیز رفتاری سے چلنا شروع کیا جیسے کوئی مصیبت زدہ دوڑتا پھرتا ہے پس خدا تعالیٰ نے ان کی مشقت کو اس طرح دور کر دیا کہ زمزم برآمد کر دیا، اور لوگوں کے لئے اس جنگل میں آباد ہونے کا الہام کر دیا اس واسطے حضرت اسمٰعیل کی اولاد پر اور اس کے متبعین پر اس نعمت کا شکر اور اس نسیانی خارق عادت کا یاد کرنا ضروری ہوا تاکہ ان کی قوت بہیمی حیران ہو جائے اور خدا تک ان کی رہنمائی کرے اور اس بارے میں اس سے بہتر کوئی بات نہیں کہ مکہ میں داخل ہوتے ہی دل کو ان کے ساتھ ایسے فعل کے ذریعہ لگا دے جو ظاہر منضبط اور قوم کی عادت کے خلاف ہے جس میں ان کے لئے ایک قسم کی ذلت ہے اور یہ اس فعل کا نقل کرنا ہے جس سے حضرت ہاجرہ کو تکلیف اور مشقت ہوئی تھی اور ایسے امور میں اسی حال کا نقل کرنا زبانی ذکر سے بڑھا ہوا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص [illegible] کے لئے نفر کرے جب تک کہ اس کا آخری عہد بیت اللہ کا طواف کے لئے نہ ہو اور حائضہ کو [illegible] ؛

میں کہتا ہوں اس [illegible] ہے کہ خیر وقت پر خانہ کعبہ کا طواف کرنے میں اس کی تعظیم ہے اس طرح سے کہ ابتدا بھی اسی سے ہوئی تھی اور انتہا بھی اسی پر ہوئی تاکہ ان کے اس سفر سے خانہ کعبہ کا مقصود بالذات ہونا ظاہر ہو جائے اور لوگوں کی حسن عادت کے ساتھ موافقت بھی ہو جائے کہ تا صدر لوگ رخصت [illegible] ہوتے ہیں بلکہ [illegible]

قصة حجة الوداع

الاصل فيها حديث جابر [illegible]

حجۃ الوداع کا بیان ؛

حجۃ الوداع میں عمرت جائز، حضرت عائشہ

و عائشة، و ابن عمر و عامر رضی الله عنهم، اعلم ان رسول الله صلی الله علیه وسلم مکث فی المدینة تسع سنین لم یحج، ثم اذن فی الناس فی العاشرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم حاج فقدم المدینة بشر کثیر فخرج حتی اتی ذا الحلیفة فاغتسل وتطیب وصلی رکعتین فی المسجد ولبس ازارا ورداء واحرم وقال، لبیک اللهم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک

قول اختلف فیهما فی موضعین احدهما ان لبسکه ذلک کان حجا مفردا او متعة بان حل من العمرة واسمانف الحج او انه احرم بالحج ثم اشار له جبریل علیه السلام ان یدخل العمرة علیه فبقی علی احرامه حتی فرغ من الحج ولم یحل لانه کان ساق الهدی. وثانیهما انه اهل حین صلی او حین رکب ناقته او حین استوت علی البیداء وبین ابن عباس رضی الله عنهما ان الناس کانوا یانونه ارسالا فاخبر کل واحد بما رآه، وقد کان اول اهلاله حین صلی رکعتین، وانما اغتسل وصلی رکعتین، لان ذلک اقرب

اور حضرت عبداللہ بن عمر و عامر رضی اللہ عنہم کی حدیث اصل یہ

واضح ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نو برس تک مدینہ میں قیام فرمایا اور اس عرصہ میں آپ نے حج نہیں کیا تھا پھر دسویں سال لوگوں میں اس بات کا اعلان کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کرنے والے ہیں پس مدینہ میں بہت لوگ آگئے پس آپ مدینہ سے نکل کر ذوالحلیفہ میں تشریف لائے اور وہاں غسل کرکے خوشبو لگائی اور مسجد میں دو رکعت پڑھیں اور ایک تہبند اور ایک چادر پہن کر احرام باندھا اور اس طرح تلبیہ پڑھا۔ لبیک اللهم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک۔

میں کہتا ہوں اس مقام پر دو باتوں میں اختلاف ہے ایک یہ ہے کہ آپ کا حج افراد تھا یا حج تمتع۔ اس طرح پر کہ عمرہ سے باہر آکر حج کرے۔ احرام باندھا ہو یا حج کا احرام باندھا پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس کے اندر عمرہ داخل کرنے کا اشارہ کر دیا پس آپ اپنے اسی احرام پر قائم رہے یہاں تک کہ حج سے فارغ ہوئے اور احرام سے باہر نہیں آئے کیونکہ آپ ہدی روانہ کر چکے تھے۔ دوم یہ ہے کہ آپ نے تلبیہ نماز کے وقت پڑھا تھا یا جس وقت آپ اونٹنی پر سوار ہوئے تھے یا جس وقت آپ ٹیلہ بیداء پر چڑھے تھے، اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بیان کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس قاصد لوگ آتے تھے پس ہر ایک جس طرح کرتے دیکھتا ویسی ہی خبر دیتا، اور شروع احرام آپ کا اس وقت تھا جبکہ آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور آپ کا غسل کرنا اور دو رکعت نماز پڑھنا اس لئے تھا کہ اس میں شعائر اللہ کی زیادہ تعظیم ہے اور اس لئے تھا کہ اس میں ایسے فعل کے ساتھ نیت کا ضبط کرنا پایا جاتا ہے جو

تعظیم شعائر اللہ، ولانہ ضبط للنیۃ
بفعل ظاہر منضبط یدل علی الاخلاص
للہ و لاھتمام بطاعۃ اللہ، ولان
تغییر اللباس بھذا النحو ینبہ
النفس و یوقظھا للتواضع للہ تعالی،
وانما تطیب لان الاحرام حال
التنعث والتفل فلا بد من
تدارک قبل ذلک، وانما اختار
ھذہ الصیغۃ فی التلبیۃ لانھا
تعبیر عن قیامہ بطاعۃ مولاہ
وتذکرلہ ذلک، وکان اھل
الجاھلیۃ یعظمون شعائرھم
فاراد النبی صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم لا شریک لک ردا علی
اولئک وتمییز المسلمین
منھم، ویستحب الزیادۃ سوال
اللہ رضوانہ والجنۃ واستعاذۃ
برحمتہ من النار، وانما رجع
علیہ السلام بوجھہ الی
الاحرام والتلبیۃ وقال
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
من مسلم یلبی الا لبی ما
عن یمینہ وشمالہ من حجر او
شجر او مدر حتی تنقطع الارض
من ھھنا وھھنا

اقول: سمی اللہ من شعائر
اللہ، ففیہ تنبیہ لذکر اللہ وکل
ما کان من ھذا الباب فانہ
یستحب الجھریۃ وجعلہ

ظاہر ہے منضبط ہے وہ جو خدا تعالے کے ساتھ اخلاص
اور اس کی فرمانبرداری کے اہتمام پر دلالت کرتا ہے اور
اس لئے کہ اس طرح سے لباس کا بدلنا خدا تعالے کی
فرمانبرداری کے لئے نفس کو تنبیہ کرتا ہے اور اس کو بیدار
کرتا ہے، اور آپ کے خوشبو لگانے کا سبب یہ ہے کہ
احرام کا زمانہ گرد و غبار میں آلودہ رہنے کا وقت ہے
اس واسطے احرام سے پہلے کسی قدر اس کا تدارک ضروری
ہے، اور تلبیہ میں آپ نے اس وجہ سے ان کلمات کو
اختیار کیا کہ ان کے اندر اپنے مولیٰ کی فرمانبرداری میں
کھڑے رہنے کا بیان ہے اور ان میں خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری
کی یاد دہانی ہے، اور اہل جاہلیت اپنے بتوں کی تعظیم کیا
کرتے تھے اس واسطے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان
کے خیال کو رد کرنے کے لئے اور مسلمانوں کو ان سے
ممتاز کرنے کے لئے لا شریک لک کے کلمات اس میں
داخل کر دیئے اور یہ مستحب ہے کہ خدا تعالے سے
اس کی رضاء کا اور جنت کا کثرت سے سوال کرے
اور اس کی رحمت سے دوزخ سے بچنے کی دعا کرے
اور جبریل علیہ السلام نے احرام اور تلبیہ کے وقت
آدمیوں کو بلند کرنے کی طرف اشارہ کیا ہے اور
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کوئی مسلمان
تلبیہ کرنے والا نہیں مگر جو جو دائیں اور بائیں ہے،
پتھر یا درخت یا ڈھیلہ سب تلبیہ کہتے ہیں یہاں
تک کہ زمین ادھر سے ادھر تک ختم ہو جاتی ہے"

میں کہتا ہوں اس میں یہ راز ہے کہ تلبیہ
شعائر الٰہی میں سے ہے اور اس میں ذکر الٰہی کی
تعظیم ہے اور اس قسم کے افکار کو پکار کر کہنا
مستحب ہے اس طرح سے کہ ہر غافل اور بیدار
کو اس کی خبر ہو اور اس طرح سے کہ وہ دور
دور تک سلام ہو جائے پس جب ایسا ہو گا تو

بحصبت بکون علی سرة من الی عمل
و لسمیه ر... تصویر الدار
... کان کن ...
کتب فی صحیفة خضراء ... قضیب
... و شعور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناقته
فی صفحة سنا مما الایمن و سب
الدم عنها وقد ذکر تعلیلین ۔

اقول :- الشعر فی الاسنام امر معروف
یشعار اللہ واحکام الملة الحنیفیة
بری ذلک منه الاتی حج والاوثان وان
یکون فعل لقب منضط لفعل
ظاهر ... و ... دلت
عمیس علی ذلک علیکن فقلن لها
اغتسلی واستثفری بثوب وحرمی ۔

اقول :- ذلک لما فی تقریر میمونة
من ... وقال ... صلی
اللہ ... حرمین
... صلی اللہ ...
لبسر ... ان دارہ سنی لنتمه اللہ علی
بنات آدم و تعلی ما یفعل الحاج
غیر ان لا تسوفی بالبیت حتی تطهری ۔

اقول :- هذا الکلام بانه شتی
یکثر وقوعه ، فعل هذا الشتی
یجب فی حکمة الشرع ان یدفع
عنه الحرج وان تسن له سنة
طاهرة فلذلک سقوط عنها الطواف
الوداع وطواف ... و داعی فلما دنا
من مکة نزل بذی طوی ودخل

جس شخص کے نامہ اعمال میں ان مواضع کی مثل
کی صورت لکھی جائے گی ۔

اور ... صلی اللہ علیہ وسلم نے
... ان کے لوٹنے میں دیر نہیں جانب یمن روانہ
کر دیا اور وہاں سے خون پونچھ دیا اور مسلمان
سب کاموں میں لگ گئے ۔

میں کہتا ہوں اس خون بہانے میں یہ راز
ہے کہ شعائر اللہ کی تعظیم پائی جائے اور ملت
حنیفیہ کا استحکام سب ... پر ظاہر ہو
جائے اور قلادہ کا فعل ظاہری نعل سے منضبط ہو
جائے اور عمیس کے ہاں ذوالحلیفہ میں
پردہ لاوت ہو گئی تو آپ نے ان سے فرمایا "تو غسل
کر لے اور اپنی ... کی گدی کو باندھ لے اور حج
باندھ" ۔

میں کہتا ہوں اس کا سبب یہ ہے کہ حتی
الامکان احرام کی سنت ادا ہوتی رہے اور جب
حائضہ ... صلی اللہ علیہ وسلم کو ... سوائے
حیض ... حق ہوا تو ... صلی اللہ علیہ وسلم نے ...
... جس کو اللہ تعالیٰ نے آدم کی
بیٹیوں پر مقرر کیا ہے پس جو کچھ حاجی کرنے والا کرتا
ہے تو بھی وہی کر مگر اس کے کہ جب تک تو پاک
نہ ہو بیت اللہ کا طواف نہ کیجیو" ۔

میں کہتا ہوں آپ نے کلام میں اس بات
کی تمہید بیان کر دی کہ حیض کا آنا کثیر الوقوع ہے پس
شارع کی شریعت کا مقتضی یہ ہے کہ ... سے وقت
دفع کر دی جائے اور اس کے لیے ایک ظاہر طریقہ مقرر
ہو ... اس واسطے حائضہ سے طواف قدوم اور
طواف وداع ساقط ہو گیا ، اس کے بعد جب آپ
مکہ کے قریب پہنچے تو ذی طوی میں نزول فرمایا اور

مکۃ ومن اعلاھا ثم خرج من
اسفلھا وذلک لیکون دخول مکۃ
فی حال اطمئنان القلب دون
التعب لیتمکن من استشعار
جلال اللہ وعظمتہ وایضا لیکون
طوافہ بالبیت علی اعین الناس
فانہ انوہ بطاعۃ اللہ، وایضا فلان
النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
یرید ان یعلمہم سنۃ ابراہیم
فاھلھم حتی یجتمعوا للجامعین
منھیئین واصحابہ فی الطریق
لیظھر شوکۃ المسلمین فی کلت
الطریق وتغیظ العدو. فلما
اتی البیت استلم الرکن
فطاف سبعا وھرول ثلثا ومشی
اربعا وخص الرکنین الیمانیین
بالاستلام، وقال فیما بین ذلک
ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی
الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب
النار ثم تقدم الی مقام ابراھیم
فقرأ واتخذوا من مقام ابراھیم
مصلی فصلی رکعتین، وجعل
المقام بینہ وبین البیت وقرء
فیھما قل ھو اللہ احد، وقل یا ایھا
الکفرون، ثم رجع الی الرکن
فاستلمہ ۔

اقول:۔ اما سر الھرولۃ
والاضطباع فقد ذکرناہ، واما
خص الرکنین الیمانیین

دن کے وقت مکہ میں داخل ہوئے اور
نیچے جانب سے نکلے اور یہ آپ نے اس لئے کیا تاکہ
مکہ میں داخل ہونا اطمینان قلب کی حالت میں ہو نہ کہ وقت
کی حالت میں تاکہ اللہ تعالیٰ کے جلال اور اس کی
عظمت پر آگاہی ہو سکے اور تاکہ سب لوگ آپ کو بیت
اللہ کا طواف کرتا ہوا دیکھیں کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ
کی طاعت کی زیادہ عظمت ہے، اور نیز آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو مناسک کی تعلیم منظور تھی
اس لئے آپ نے ان کو یہاں تک مہلت دی کہ سکھانے
کے لئے آمادہ ہو کر کثرت سے آپ کے پاس جمع
ہو جائیں اور آمد و رفت میں آپ نے راستہ اس لئے
روکا تاکہ دونوں راستوں میں مسلمانوں کی شوکت ظاہر
ہو اور دشمن کی نظیر حسد سے، پھر جب آپ بیت
اللہ کے پاس آئے تو رکن یمانی کو ہاتھ لگایا اور سات
طواف کئے، تین طواف میں سینہ نکال کر چلے اور چار
طواف میں معمولی رفتار سے چلے اور دونوں رکن
یمانی کو ہاتھ لگایا اور ان کے درمیان یہ دعا
ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ
وقنا عذاب النار پڑھی پھر مقام ابراہیم کی طرف
آگے بڑھے اور یہ آیت پڑھی واتخذوا من
مقام ابراھیم مصلی اور دو رکعت نماز
پڑھی اور مقام ابراہیم کو اپنے کعبہ کے درمیان کر لیا
اور آپ نے ان دو رکعتوں میں قل ھو اللہ احد
اور قل یا ایھا الکافرون پڑھیں پھر رکن یمانی
کی طرف واپس تشریف لائے اور اس کو ہاتھ سے
چھوا،

میں کہتا ہوں سینہ نکال کر چلنے اور دائیں
بغل سے بائیں کاندھے پر چادر ڈالنے کا سبب ہم
بیان کر چکے ہیں اور بالخصوص دونوں رکنیوں کو

بالاستلام لما ذکرنا ابن عمر
من انہما باقیان علی بناء ابراھیم
علیہ السلام دون الرکنین الاخرین
فانہما من تغییرات اھل الجاھلیۃ
وانما اشترطہ شروط الصلاۃ
لما ذکرنا ابن عباس رضی اللہ عنہما
من ان الطواف یشبہ الصلاۃ فی
تعظیم الحق وشعائرہ فحمل علیہ
وانما سن رکعتین بعدہ انما
ما لتعظیم البیت فان تمامہ ان
یستقبل فی صلوتہ وانما خصہما
بہما مقام ابراھیم لانہ شرف
مواضع المسجد وھو آیۃ من
آیات اللہ ظہرت علی سیدنا ابراھیم
وتذکر ھذہ الامور ھی العمدۃ
فی الحج، وانما استحب ان یقول
بین الرکنین ربنا آتنا فی الدنیا
حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ الخ لانہ
دعاء جامع نزول بہ القرآن وھی
قصیر للفظ بین سبب تلک الفریضۃ
القلیلۃ، ثم خرج من الباب الی
الصفا، فلما دنا من الصفا قرأ ان الصفا
والمروۃ من شعائر اللہ، ابدأ
بما بدأ اللہ بہ، فبدأ بالصفا
ورقی علیہ حتی رأی البیت فاستقبل
القبلۃ فوحد اللہ وکبرہ، وقال لا
الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ
الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء
قدیر، لا الہ الا اللہ وحدہ انجز

ہونے کی وجہ اس سے ہے تو حضرت ان دونوں رکنوں کے بنیاد کرنے
کرنے دونوں رکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد
پر باقی ہیں ان کے علاوہ دونوں رکن ایسے نہیں ہیں
کیونکہ اہل جاہلیت نے ان کو بدلا ہے اور طواف
کے اندر نماز کی شرطیں لگانے کا دوسرا سبب یہ ہے
جو حضرت ابن عباسؓ نے ذکر کیا کہ خدا تعالیٰ اور
اس کے شعائر کی تعظیم میں طواف نماز کے ساتھ
ملتا ہے اس واسطے طواف کو نماز پر قیاس کیا
گیا اور اس کے بعد دو رکعتیں اس لئے مسنون کی
گئیں کہ بیت اللہ کی پوری تعظیم پائی جائے کیونکہ
اس کی پوری تعظیم یہ ہے کہ نماز میں اس کی طرف
منہ کیا جائے، اور ان دو رکعتوں کو پڑھنے کے
لئے مقام ابراہیم کو اس لئے خاص کیا کہ مسجد میں
سب سے اچھی جگہ یہی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی
نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جو حضرت ابراہیم
علیہ السلام پر ظاہر ہوئی اور ان امور کا یاد رکھنا
حج کے اندر مقصود ہے، اور دونوں رکنوں کے
درمیان یہ دعا مانگنا مستحب ہوا کہ ربنا آتنا فی الدنیا
حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ الخ اس لئے
مستحب ہوا کہ ایک جامع دعا ہے جو قرآن پاک میں
نازل ہوئی ہے اور اس کے کلمات مختصر ہیں جو
قلیل فریضہ کے مناسب ہیں، پھر دروازہ سے نکل
کر صفا کی طرف آپ تشریف لے گئے پس جب
آپ صفا کے قریب پہنچے تو یہ آیت پڑھی "صفا اور
مروہ اللہ تعالیٰ کے شعائر میں سے ہیں" اور ہم جس کو اللہ
تعالیٰ نے پہلے ذکر کیا ہے اسی سے آپ نے ابتدا کی
پس صفا سے آپ نے شروع کی اور اس پر آپ چڑھے
یہاں تک کہ آپ نے بیت اللہ کو دیکھا پس بیت اللہ
کی طرف منہ کر کے اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی

وعده و نصر عبده و هزم الاحزاب وحده، ثم دعا بين ذلك قال مثل هذا ثلاث مرات، ثم نزل ومشى الى المروة حتى اذا انصبت قدماه فى بطن الوادى سعى حتى اذا صعدتا مشى حتى اتى المروة ففعل على المروة كما فعل على الصفا۔

اقول:- فهم النبى صلى الله عليه وسلم من هذه الآية ان تقديم الصفا على المروة انما لتوفيق المذكور بالشروع، وانما خص من الاذكار ما فيه توحيد وبيان لامتناع التوحيد و نصره على اعدائه تذكير النعم و ظهور البعض معجزاته وقصدا لدابر الشرك وبيانا ان كل ذلك موضوع تحت قدميه وعلا لكلمة الله ودينه فى مثل هذا الموضع ثم قال لو انى استقبلت من امرى ما استدبرت لواسق الهدى وجعلتها عمرة فمن كان منكم ليس معه هدى فليحل وليجعلها عمرة، فقيل لعام هذا ام للابد؟ قال لا بل لابد الابد فحل الناس كلهم وقصروا الا النبى صلى الله عليه وآله وسلم ومن كان معه هدى۔

قول:- الذى يدل الرسول الله

بیان کی، اور یہ کہا:- لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئ قدیر لا الٰہ الا اللہ وحدہ انجز وعدہ و نصر عبدہ و ھزم الاحزاب وحدہ، پھر اس کے درمیان میں، ذکر کے تین مرتبہ یہی پڑھا پھر آپ اتر کر مروہ کی طرف چلے یہاں تک کہ آپ کے دونوں پاؤں بطن وادی میں پڑنے لگے تو آپ جلدی جلدی چلنے لگے یہاں تک کہ جب بلندی تمام ہوگئی تو آپ معمول کے موافق چلنے لگے یہاں تک کہ آپ کوہ مروہ پر چڑھ گئے اور جیسا کہ آپ نے کوہ صفا پر توحید اور تکبیر بیان کی تھی ویسا ہی کوہ مروہ پر کیا،

میں کہتا ہوں نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس آیت سے یہ سمجھے کہ خدا تعالیٰ نے مروہ پر صفا کے ذکر کو جو مقدم کیا ہے اس سے مشروع کے ساتھ مذکور کا ملا دینا مقصود ہے اور تمام اذکار میں سے ان اذکار کو جن کے اندر خدا تعالیٰ کی نعمت کی یاد دہانی اور بعض معجزات کا اظہار اور شرک کی بیخ کنی ہو اور تاکہ اس بات کا بیان ہو کہ یہ سب چیزیں آپ کے قدموں تلے ہیں اور تاکہ ایسی جگہ میں کلمۃ اللہ کا اور اس کے دین کا اعلان ہو جائے، پھر آپ نے فرمایا جو حال مجھ کو بعد میں معلوم ہوا ہے اگر پہلے معلوم ہوتا تو ہدی نہ لاتا اور حج کو عمرہ کر لیتا پس تم میں سے جس کے پاس ہدی نہیں ہے وہ حلال ہو جائے اور حج کو عمرہ کر لے، کسی نے پوچھا کہ یہ ہمارے ہی سال کے لئے یا ہمیشہ کے لئے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے" پس سب لوگ احرام سے باہر ہو گئے اور بال کتروا لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے جن کے ساتھ ہدی تھی،

میں کہتا ہوں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو چند امور کا

صلے اللہ علیہ وسلم امور، منہا
ان الناس کانوا قبل النبی صلے
اللہ علیہ وآلہ وسلم یرون
الحمرۃ فی ایام الحج من الحمر
الفجور فاراد النبی صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم ان یبطل تحریفہم
ذلک بالتحریج، ومنہا انہم
کانوا یجدون فی صدورہم
حرجا من قرب عہدہم بالجماع
عند انشاء الحج حتی قالوا انا نأتی
عرفۃ ومذاکیر نا تقطر منیا، و
ہذا من التعمق، فاراد النبی صلے
اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یسد
ہذا الباب، ومنہا ان نشاء
الرجل عند الحج انما تتعظیمہم
بیت اللہ کما کان یسوق البدن
وما فیہا من الاطلال لان سوق البدن
یستلزم لمن یرید ان یمشی علی ہیئۃ
تلک حتی یذبح ایاہا، والمرء
یلتزم ما یلزم لسانہ اذا کان ہیئۃ
نفس او نیۃ غیر مضبوطۃ بالفعل
لاعبرۃ بہا، فاذا اقترن بہا فعل
وصارت مضبوطۃ وجبت رعایتہا
والضبط مختلف فادناہ باللسان
واقواہ ان یکون مع القول فعل ظاہر
علانیۃ یختص بالحالۃ التی ارادہا
کالسوق، فلما کان یوم التروایۃ
توجہوا الی منی فاہلوا بالحج ورکب
النبی صلے اللہ علیہ وسلم فصلی

انکشاف ہوا۔ ازاں جملہ یہ ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے قبل لوگ، ایام حج میں عمرہ کرنا برا سمجھتے تھے پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا ارادہ فرمایا کہ ان کی اس تحریف کو پورے طور پر مٹا دیں۔ اور ازاں جملہ یہ ہے کہ وہ اپنے دلوں میں اس بات سے تنگی محسوس کرتے تھے کہ حج شروع کرنے سے پہلے جماع کر لیا جائے حتی کہ انہوں نے یہ بات بھی کہی کہ ہم عرفہ کو ایسی حالت میں آئیں کہ ہمارے اعضاء سے منی ٹپکتی ہو! اور ان کی یہ بات رائے زنی کے قبیل سے تھی پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس دروازہ کو بند کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اور ازاں جملہ یہ ہے کہ حج کے وقت حرام باندھنے میں خانہ کعبہ کی پوری پوری تعظیم پائی جاتی ہے، اور ہدی کا روانہ کرنا حرام سے باہر آنے سے اس لئے مانع ہے کہ ہدی کا روانہ کرنا گویا یہ نذر کر لینا ہے کہ وہ ہدی کے ذبح ہونے تک اسی حالت پر رہے گا۔ اور جس چیز کو انسان اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے تو جس وقت وہ دل کا خیال ہوتا ہے یا ارادہ ہوتا ہے جو کسی فعل کے ساتھ منضبط نہیں ہوتا تو ایسی بات کا اعتبار نہیں ہوتا اور جس وقت کسی ارادہ کے ساتھ کوئی فعل بھی ملا جاتا ہے اور اس کا انضباط ہو جاتا ہے، تو اس ارادہ کی رعایت واجب ہو جاتی ہے اور انضباط کا مختلف طرح سے ہوتا ہے پس اس کا ادنیٰ درجہ زبان سے کہنا ہے اور اس کا اعلیٰ درجہ قول کے ساتھ کسی ایسے فعل ظاہر کا ہونا ہے جو علانیہ ہو اس حالت کے ساتھ مخصوص ہو جس کا اس نے ارادہ کیا ہے جیسے ہدی کا روانہ کرنا۔ پھر جب ترویہ کا دن ہوا تو سب لوگ منیٰ کو چلے اور حج کا احرام باندھا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سواری پر سوار ہو کر منیٰ میں تشریف لے گئے اور ظہر اور عصر اور مغرب اور

بها الظهر والعصر والمغرب والعشاء والفجر، ثم مكث قليلا حتى الت الشمس فسار حتى نزل بنمرة

اقول:- انما توجه بسم التوجه ليكون ارفق به وبمن معه لان الناس مجتمعون فى ذلك اليوم اجتماعا عظيما وفيهم الضعيف والسقيم فاستحب الرفق بهم ولم يدخل عرفة قبل وقتها لئلا يتخذها الناس سنة ولا ينقل وان دخولها فى غير وقتها قربة: فلما زاغت الشمس ببطن مر الظهواء فرحلت له فاتى بطن وادى فخطب الناس وحفظ من خطبته يومئذ ان دماءكم حرام الخ ثم اذن بلال ثم اقام فصلى الظهر ثم اقام فصلى العصر ولم يصل بينهما شيئا ؕ

اقول:- انما خطب يومئذ بالاحكام التى يحتاج الناس اليها ولا يسعهم جهلها لان اليوم يوم اجتماع، وانما تتهيز مثل هذه الفرصة لمثل هذا الاحكام التى يراد تبليغها الى جمهور الناس وانما جمع بين الظهر والعصر وبين المغرب والعشاء لان للناس يومئذ اجتماعا لم يعهد فى غير هذا الموطن والجماعة الواحدة مطلوبة، ولا بد من اقامتها فى مثل هذا الجمع ليراه جميع موظفى الش

عشاء اور فجر کی نماز پڑھی پھر تھوڑی سی دیر ٹھیرے یہانتک کہ آفتاب نکل آیا تب آپ چلے حتی کہ آپ نے نمرہ میں نزول فرمایا،

میں کہتا ہوں ترویہ کے دن منیٰ کا اس لئے قصد فرمایا تاکہ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو آسانی رہے کیونکہ اس روز لوگ کثیر تعداد میں مجتمع ہوتے ہیں اور ان میں ضعیف اور مریض بھی ہوتے ہیں پس آپ نے ان کے ساتھ آسانی کرنے کو مناسب سمجھا، اور وقت سے پیشتر عرفات میں اس لئے نہیں گئے کہ لوگ اس کو سنت نہ سمجھ لیں، اور بے وقت جانے کو بھی عبادت سمجھنے لگیں، پھر نمرہ میں سورج خوب روشن ہو گیا تو آپ نے ناقہ قصواء کو طلب کیا پس وہ کسی گئی اور آپ سوار ہو کر بطن وادی میں آئے اور لوگوں کو خطبہ سنایا، اور آپ کے اس دن کے خطبہ میں سے یہ جملہ یاد رہ گیا ہے تمہارے خون تمہارے اوپر حرام ہیں، پھر بلال نے اذان دی اسکے بعد اقامت کہی پس آپ نے نماز ظہر ادا کی پھر بلال نے اقامت کہی اور آپ نے نماز عصر پڑھی اور ان کے درمیان کچھ اور نماز نہ پڑھی،

میں کہتا ہوں اس روز آپ نے خطبہ کے اندر وہ احکام بیان فرمائے جن کی لوگوں کو حاجت تھی اور جن کا جاننا ضروری تھا کیونکہ وہ دن لوگوں کے جمع ہونے کا دن ہوتا ہے اور ایسی فرصت کو ایسے احکام کے لئے غنیمت سمجھا جاتا ہے جن کی تبلیغ تمام ملکوں کے لئے مقصود ہوتی ہے اور ظہر و عصر اور عشاء و مغرب کو اس لئے ملا کر پڑھا کہ اس روز لوگوں کا ایسا اجتماع ہوتا ہے جو بجز اس مقام کے کہیں نہیں ہوتا اور شارع کو ایک جماعت کا ہونا مطلوب ہے اور ایسے اجتماع میں ایک جماعت کا قائم کرنا ضروری ہے تاکہ سب لوگ اس کو دیکھیں اور دو دو رکعتوں میں سب کا شریک ہونا مشکل تھا اور نیز اس روز لوگ ذکر اور دعا میں مشغول ہوتے ہیں

ولا ينبغي أن يجمعهما في وقتين
وبيضا فلان للناس اشتغالا
بالذكر والدعاء وهما وظيفة
هذا اليوم وغاية الإفاضة و
وظيفة جميع السنة، وانما يرجع
في مثل هذا الشيء الى عادة
ثم ركب حتى اتى الموقف واستقبل
القبلة فلم يزل واقفا حتى غربت
الشمس وذهبت الصفرة قليلا
ثم دفع ؛

اقول: انما دفع بعد الغروب
لتحريف الجاهلية فانهم كانوا
لا يدفعون الا قبل الغروب، ولان
قبل الغروب غير مضبوط وبعد
الغروب امر مضبوط. وانما يؤمر
في مثل ذلك اليوم بالامر المضبوط،
ثم دفع حتى اتى المزدلفة فصلى بها
المغرب والعشاء باذان واقامتين
ولم يسبح بينهما، ثم اضطجع
حتى طلع الفجر فصلى الفجر حين
تبين له الصبح باذان واقامة
ثم ركب القصواء حتى اتى المشعر
الحرام فاستقبل القبلة فدعا
الله وكبره وهلله ووحده فلم
يزل واقفا حتى اسفر جدا فدفع
قبل ان تطلع الشمس حتى اتى
بطن محسر فحرك قليلا ؛

قول: انما اتم نهجد رسول
الله صلى الله عليه واله وسلم

اور وہ اس روز کا وظیفہ ہیں اور اوقات کی پابندی
تمام سال کا وظیفہ ہے، اور ایک وقت میں جمع
و تاخیر کو ترجیح دی جاتی ہے پھر آپ وہاں سے
سوار ہو کر موقف میں تشریف لائے اور قبلہ کی
طرف متوجہ ہوئے پس آپ وہیں کھڑے رہے
یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوا اور زردی کم ہو گئی پھر
وہاں سے علیحدہ ہوئے،

میں کہتا ہوں، غروب کے بعد وہاں سے
اس لئے علیحدہ ہوئے تاکہ جاہلیت کی تحریف
مٹ جائے کیونکہ وہ لوگ غروب سے پہلے ہی
ہٹ جاتے تھے اور نیز غروب سے پہلے کا وقت غیر
معین ہے اور بعد غروب معین ہے اور ایسے
دن میں امر منضبط کا حکم دینا چاہیئے، پھر وہاں سے
چل کر مزدلفہ میں تشریف لائے اور وہاں مغرب و
عشاء کی نماز ایک اذان اور دو اقامت سے پڑھی
اور ان کے درمیان کوئی نفل نماز نہیں پڑھی پھر سوئے
یہاں تک کہ صبح صادق ہو گئی پھر جب صبح
خوب روشن ہو گئی تو فجر کی نماز ایک اذان اور ایک
اقامت سے پڑھی پھر قصواء پر سوار ہوئے تا
کہ مشعر الحرام میں تشریف لائے اور قبلہ کی طرف
منہ کر کے خدا تعالیٰ سے دعا مانگی و تکبیر و تہلیل
اور توحید بیان کی بہت دیر تک کھڑے ہوئے یہاں
تک کہ خوب روشن ہو گیا پھر آفتاب طلوع
ہونے سے بہت پہلے چل پڑے حتی کہ [illegible]
تشریف لائے اور سواری کو تیز کر دیا

میں کہتا ہوں مزدلفہ کی رات میں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تہجد کی نماز کا
نہ پڑھنا کہ آپ جمع کے اندر بہت سے مسلمانوں
کو ترک کر دیتے تھے تاکہ لوگ ان کو سنت نہ سمجھ

فی لیلۃ مزدلفۃ لان کان لا یفعل کثیرا
من الاشیاء، لمستحبۃ فی لہجا مع
ثلا یتخذ ھا الناس سنۃ، وقد
ذکرنا سر الوقوف بالمشعر الحرام
وانما وضع بمحسر لانہ محل ھلاک
اصحاب الفیل فمن شان من خاف
اللہ وسطوتہ ان یستشعر الخوف
فی ذلک السلطان ویھرب من الغضب
ولما کان استشعار ھذا امرا خفیا
ضبط بفعل ظاھر مذکر لہ منبہ
للنفس علیہ، ثم اتی جمرۃ العقبۃ
فرماہ بسبع حصیات یکبر مع
کل حصاۃ منھا مثل حصی الخذف
رمی من بطن الوادی ؛

اقول: انما کان رمی الجمار
فی الیوم الاول غدوۃ وفی سائر
الایام عشیۃ لان من وظیفۃ الاول
النحر والحلق والافاضۃ، وھی کلھا
بعد الرمی ففی کونہ غدوۃ توسعۃ،
واما سائر الایام فایام تجارۃ و
قیام سواق، فالاسھل ان یجعل
ذلک بعد ما یفرغ من حوائجہ،
وکثیرا ما کان الفراغ فی اخر النھار
وانما کان رمی الجمار قولہ والسعی
بین الصفا والمروۃ قولہ ذکرنا
من ان الوتر عند اللہ یحب الوتر
خلیفۃ الواحد الحقیقی ھو الوتر
و[illegible]

ہیں، اور مشعر حرام میں قیام کا راز ہم بیان کر چکے
ہیں، اور بطن محسر میں اس لئے سواری کو تیز کیا کہ وہ
جگہ اصحاب فیل کے ہلاک ہونے کا مقام ہے، پس
جس شخص کی شان یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اور اس کی
طاقت سے ڈرتا ہے اس کو اس مقام میں خوف معلوم
ہوتا ہے اور غضب الٰہی سے ڈر کر بھاگتا ہے اور چونکہ
اس خوف کا معلوم کرنا ایک امر خفی تھا اس واسطے اس
کا انضباط ایسے ظاہری فعل سے کیا جو خوف کو یاد دلانے
والا ہو اور اس خوف پر نفس پر تنبیہ کرنے والا ہو، پھر
نبی صلے اللہ علیہ وسلم جمرۃ العقبہ میں تشریف لائے
اور اس کی طرف سات کنکریاں پھینکیں اور ہر کنکری
کے ساتھ تکبیر کہتے تھے اور بطن وادی سے انگلیوں سے
کنکریاں پھینکیں،

میں کہتا ہوں اول دن میں رمی الجمار صبح کے وقت اور باقی
دنوں میں شام کے وقت ہونیکی یہ وجہ ہے کہ اول دن میں قربانی کرنا اور حلق اور افاضہ کرنا ہوتا ہے اور یہ سب کام بعد رمی
کے ہوتے ہیں اس واسطے صبح کے وقت رمی جمار
کرنے میں دوسرے کاموں کی وسعت ہے اور باقی
ایام تجارت اور بازار قائم کرنے کے ہوتے ہیں
اس واسطے ضروریات سے فراغت پانے کے بعد
رمی الجمار میں سہولت ہے اور فراغت اکثر اخیر دن
میں ہوتی ہے، اور رمی الجمار میں طاق عدد کا مقرر
ہونا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کے اعداد کا
طاق ہونا اسی وجہ سے ہے جو ہم نے ذکر کیا کہ طاق
عدد خدا تعالیٰ کو پسند ہے اور واحد حقیقی کا قائم مقام
[illegible]

وانما ھی بمنزل حصی الخذف لان دون غیر محسوس وقوفہا وسما یؤذی فی مثل ھذا الموضع، ثم نصرف الی المنحر فنحر ثلاثا وستین بدنۃ بیدہ ثم اعطی علیا رضی اللہ عنہ لینحر ما غبر واشرکہ فی ھدیہ، ثم امر من کل بدنۃ ببضعۃ فجعلت فی قدر فطبخت فاکلا من لحمہا وشربا من مرقہا۔

اقول:- انما نحر بیدہ ھذہ العدد لیشکر ما اولاہ اللہ فی کل سنۃ من عمرہ بدنۃ، وانما اکل منہا وشرب اعتناء بالھدی وتبرکا بما کان للہ تعالی، قال صلے اللہ علیہ وسلم نحرت ھھنا ومنی کلہا منحر فانحروا فی رحالکم ووقفت ھھنا وعرفۃ کلہا موقف ووقفت ھھنا وجمع کلہا موقف، وامر ان فی مرو بہ وکل فجاج مکۃ طریق ومنحر۔

اقول:- فرق النبی صلے اللہ علیہ وسلم بین ما فعلہ فشرعیتہ لہم وبین ما فعلہ بحسب الاتفاق ومصلحۃ خاصۃ بذلک الیوم وختیار المحاسن الامور، ثم رکب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فافاض الی البیت فصلے بمکۃ الظہر وطاف وشرب من زمزم۔

پر اپنا پہنچنے کا احتمال ہے، پھر آپ قربانی کرنے کی جگہ میں تشریف لائے پس آپ نے تریسٹھ بدنے اپنے ہاتھ سے ذبح کئے پھر حضرت علیؓ کو چھری عطا فرمائی تاکہ باقی کو ذبح کریں اور اپنی قربانی میں حضرت علیؓ کو شریک کیا پھر حکم دیا کہ ہر بدنہ میں سے ایک ایک ٹکڑا لیکر سب کو ایک ہانڈی میں پکایا جائے پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس گوشت میں سے کچھ کھایا اور کچھ شوربا پیا،

میں کہتا ہوں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اس قدر قربانیاں اس لیے کیں تاکہ اللہ تعالے کا شکر ادا کریں کہ اس نے آپ کی عمر کے ہر سال کے عوض ایک بدنہ عطا فرمایا، اور اس میں سے اس لئے کھایا اور پیا تاکہ ہدی کی تعظیم پائی جائے اور اللہ تعالی کی چیز سے تبرک حاصل کریں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں نے اس جگہ قربانی کی ہے اور منیٰ سب کی سب قربانی کی جگہ ہے پس تم لوگ اپنے اپنے مقام پر قربانی کرو، اور میں یہاں پر ٹھیرا اور عرفات میں سب جگہ ٹھیرنے کی ہے، اور میں یہاں پر ٹھیرا اور جمع یعنی مزدلفہ سب کی سب ٹھیرنے کی جگہ ہے" اور ایک روایت میں یہ بھی زاید ہے "مکہ کی ہر گلی، راستہ قربانی کی جگہ ہے"

میں کہتا ہوں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس امر میں جس کو تشریع کیا تھا اور اس امر میں جس کو بحسب اتفاق یا کسی ایسی مصلحت کے اعتبار سے جو اس دن کے ساتھ خاص تھی یا اچھے امر کے اختیار کرنے کے طور پر کیا تھا فرق کر دیا، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور مکہ کی طرف چلے پس مکہ میں ظہر کی نماز پڑھی اور طواف کیا اور زمزم سے پانی پیا،

اقول: انما بادر الی البیت لتکون الطاعۃ فی اول وقتہا ولانہ لایامن الانسان ان یکون لہ مانع وانما شرب من زمزم تعظیما لشعائر اللہ وتبرکا بما اظہر اللہ رحمۃ فلما انقضت ایام منی نزل بالابطح وطاف للوداع ونفر۔

اقول: اختلف فی نزول الابطح ھل ھو علی وجہ العبادۃ او العادۃ؟ فقالت عائشۃ نزول الابطح لیس بسنۃ انما نزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لانہ کان اسمح لخروجہ، واستنبط من قولہا حیث تقاسموا علی الکفر انہ قصد بذلک تنویہا بالدین، والاول اصح۔

میں کہتا ہوں آپ نے بیت اللہ کی طرف اس لئے جلدی کی تاکہ اول وقت میں عبادت ہو اور دوسرے یہ کہ ہر وقت انسان کو کوئی مانع پیش آسکتا ہے، اور زمزم سے پانی اس لئے آپ نے پیا تاکہ شعائر اللہ کی تعظیم ہو اور خدا تعالے نے اپنی رحمت سے جو ایک چیز ظاہر کی ہے اس سے برکت حاصل ہو پھر جب منیٰ کے دن پورے ہو چکے تو آپ ابطح میں ٹھیرے اور طواف وداع کر کے تشریف لے گئے،

میں کہتا ہوں ابطح میں نزول فرمانے کے اندر اختلاف ہے کہ وہ عبادت کے طور پر تھا یا عادت کے طور پر، پس حضرت عائشہؓ نے فرمایا ابطح کے اندر ترنا سنت نہیں ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس جگہ اس لئے ٹھیرے تھے کہ وہاں سے کوچ کرنا آسان تھا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کہ "ہم کل ان شاء اللہ اس جگہ ٹھیریں گے جہاں لوگوں نے کفر پر قسم کھائی تھی" اس بات کو اخذ کیا کہ آپ نے وہاں پر ٹھیرنے سے دین کی شوکت کا قصد فرمایا تھا، اور پہلی بات زیادہ صحیح ہے۔

اُمُور تتعلق بالحج

قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم نزل الحجر الاسود من الجنۃ وھو اشد بیاضا من اللبن فسودتہ خطایا بنی آدم وقال فیہ واللہ لیبعثنہ اللہ یوم القیامۃ لہ عینان یبصر بہما ولسان ینطق بہ یشہد علی من استلمہ بحق وقال ان الرکن والمقام یاقوتتان۔

اقول: یحتمل ان یکون من

حج کے بعض متعلق امور کا بیان

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حجر اسود جنت سے اتارا گیا ہے اور وہ دودھ سے زیادہ سفید تھا پس بنی آدم کے گناہوں نے اس کو سیاہ کر دیا" اور آپ نے اس کے بارے میں فرمایا "اللہ کی قسم اللہ تعالے اس کو قیامت کے دن ایسی حالت میں اٹھائے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھے گا اور زبان ہوگی جس سے وہ بولے گا، جس نے اس کا اللہ کے لئے بوسہ لیا ہے اس کی شہادت بیان کرے گا" اور فرمایا رکن یمانی اور مقام دو یاقوت ہیں،

الجنة فی الاصل فلما جعلا فی الارض اقتضت الحکمة ان یراعی فیهما حکم نشاة الارض فطمس نورهما و یحتمل ان یراد انه خالطهما قوة مثالیة بسبب توجه الملائکة الی تنویه امرهما وتعلق همم الملا الاعلی و بصالحین من بنی آدم حتی صارت فیهما قوة ملکیة وهذا وجه التوفیق بین قول ابن عباس رضی الله عنهما کلما هذا، وقول محمد بن الحنفیة رضی الله عنه حجر من احجار الارض، وقد شاهدنا عیانا ان البیت الکامل المحشو بقوة ملکیة و لذلک وجب ان یحاط فی المشاهد بما هو خاصیة لاحیاء من المحسنین واللسان، ولما کان معروفا لایمان المؤمنین و تعظیم المعظمین لله وجب ان یظهر فی اللسان بصورة الشهادة له او علیه کما ذکرنا من ان نطق الارجل والادب قال النبی صلی الله علیه وآله وسلم من طاف بهذا البیت اسبوعا یحصیه و صلی رکعتین کان کعتق رقبة وما وضع رجل قدم ولا رفعها الا کتب الله بها حسنة و محا بها سیئة و رفع له بها درجة ؛

اقول: انما فضل شیئا

میں کہتا ہوں اس بات کا احتمال ہے کہ وہ دونوں جنت سے لائے گئے ہوں پس جب وہ زمین پر نصب کئے گئے تو حکمت کا یہ مقتضی ہوا کہ ان میں زمین کے مزاج کی رعایت کی جائے اس واسطے ان کا نور مٹا کر دیا گیا، اور یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ ان دونوں کی عظمت کی طرف ملائکہ کی توجہ اور ملا اعلیٰ اور بنی آدم میں صالحین کی ہمتوں کے تعلق کے سبب سے ان دونوں کے ساتھ ایک قوت مثالیہ کا اختلاط ہوا حتی کہ ان میں قوت ملکیہ پیدا ہو گئی، اور حضرت ابن عباسؓ کے اس قول میں اور محمد بن حنفیہ کے اس قول میں کہ "زمین کے پتھروں میں سے وہ ایک پتھر ہے" تطبیق کی یہی صورت ہے اور ہم نے آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کیا ہے کہ خانہ کعبہ قوت ملکیہ سے گویا پُر ہے اس واسطے ضروری ہے کہ مشاہد میں جو نیکوکار احسان کرنے والے ہیں ان کے لئے ایسی چیز کا احاطہ کیا جائے جو ان کی خاصیت ہے، اور چونکہ خانہ کعبہ محسنین کے ایمان اور خدا تعالیٰ کی تعظیم کرنے والوں کی تعظیم کو بتلانے والا ہے اس واسطے ضروری ہوا کہ زبان میں شہادت کی صورت ظہور ہو جیسا کہ ہم نے پاؤں اور ہاتھ کے گویا ہونے کے رنگ میں بیان کیا ہے جس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص نے اس گھر کا سات مرتبہ شمار کر کے طواف کیا اور دو رکعت نماز پڑھی تو یہ ایک بندہ آزاد کرنے کے برابر ہوا اور جو شخص ایک قدم رکھتا یا اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں اس کے لئے ایک نیکی لکھتا ہے اور ایک گناہ دور کرتا ہے اور ایک درجہ بلند کرتا ہے"

میں کہتا ہوں اس فضیلت میں دو چیزیں

احدهما انه لما كان شبيها
بالخوض فی رحمة الله و عطف
دعوات الملاء الاعلى اليه و مظنة
لذلك ذكر له اقرب خاصية
بذلك و ثانيهما انه اذا فعل الانسان
ايمانا بامر الله وتصديقا لموعوده
كان تبيانا لايمانه وشرحا له،
قال صلى الله عليه وسلم ما من
يوم اكثر من ان يعتق الله فيه
عبدا من النار من يوم عرفة و
انه ليدنو ثم يباهي بهم الملائكة،
اقول:- ذلك لان الناس اذا
تضرعوا الى الله باجمعهم لم يتراخ
نزول الرحمة عليهم وانتشار الروحانية
فيهم، وقال صلى الله عليه وسلم خير
الدعاء دعاء يوم عرفة وخير ما
قلت انا والنبيون قبلي لا اله الا الله
وحده لا شريك له الخ وذلك لان
الجامع لاكثر انواع الذكر، وذلك
مرغب فيه، وفي سبحان الله و
الحمد لله الخ في مواطن كثيرة و
وقات كثيرة كما يأتي في الدعوات
من السنة ان يهدي والسنة
في الحج اقامة لاعلاء كلمة الله
وتدر لامكان، وانما دعا للمحلقين
ثلاثا وللمقصرين مرة اية نفضل
المحلقين، وذلك لانه اقرب لزوال
شعث المناسب لهيئة الداخلين
في الصلوة وادنى ان يبقى اثر الحلق

ایک تو یہ کہ طواف کرنا جبکہ رحمت الٰہی میں غوطہ
لگانے کے اور عالم بالا کی دعاؤں کے متوجہ ہونے
کے مشابہ تھا اور اس کا مظنہ تھا تو اس کی خاصیت
قریبہ کو بیان کر دیا اور دوسرے یہ کہ جب انسان
خدا تعالیٰ پر یقین رکھ کر اور اس کے وعدہ کو سچا
سمجھ کر کسی کام کو کرتا ہے تو یہ کام اس کے ایمان کی
شرح اور بیان ہو جاتا ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا "عرفہ کے دن سے زیادہ کوئی دن ایسا نہیں
ہوتا جس میں اللہ تعالیٰ بندہ کو دوزخ سے نجات
دے اور اس دن لوگوں سے نہایت قریب ہوتا ہے
پھر ان کے ساتھ فرشتوں سے فخر بیان کرتا ہے"
میں کہتا ہوں اس کا سبب یہ ہے کہ جب سب لوگ
مل کر خدا تعالیٰ سے عاجزی کرتے ہیں تو ان پر رحمت
کے نازل ہونے میں اور ان کے اندر روحانیت کے
پھیلنے میں کچھ دیر نہیں لگتی، اور نبی صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا "سب دعاؤں سے بہتر عرفہ کے دن
کی دعا ہے اور بہتر بات جو میں نے اور مجھ سے پہلے نبیوں
نے کہی ہے "لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الخ ہے"
اور اس کا سبب یہ ہے کہ یہ کلمہ ذکر کے بہت سے
اقسام کو جامع ہے اور اسی وجہ سے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے اس کی تسبیح سبحان اللہ الحمد للہ کی
بہت سے مقامات اور وقات میں بہت ترغیب دی
ہے جیسا کہ دعاؤں کے باب میں اس کا ذکر آتا ہے اور
ہدی کا بھیجنا مسنون ہے اگرچہ حج کو نہ جائے تاکہ حتی
الامکان علاء کلمۃ اللہ کی قائم ہو، اور نبی صلے
اللہ علیہ وسلم نے بال منڈانے والوں کے لئے تین بار
اور بال ترشوانے والوں کیلئے ایک بار دعا کی تاکہ سر منڈانے کی
فضیلت ظاہر ہو، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سر منڈانے سے گرد

وبری منه ذلك ليكون الله تطهيرا
الله، وهي ان تحلق المرأة رأسها لا
مثلة وتشبها بالرجال، والتي يحرم
حلق قبل ان يذبح او تحرقص
ان يرمي او رمى بعدما مسى او افاض
قبل الحلق انه لا حرج عليه يامر
بكفارة. والسكوت عند الحاجة
بيان ليت شعري هل لي سان
صاحبا به صحة صرح من لا
حرج. ولا يستلزم التشريع لا يبلغ
الحرج في قد [illegible]
دي ليستطرد [illegible]
حرم عليه في الاحرام وفيه قوله
تعالى فمن كان منكم
به اذى من راسه ففد
اه او صدقة

[illegible]

[illegible]
له الاصل و [illegible]
على عزيمة [illegible]
لافراد في [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

قی ہے اور یہ ان صحابہ کے حق میں تھی جنہوں نے
عبادت میں تقصیر ہوئی اور آپ نے عورت کو سر منڈانے
سے اس لئے منع فرمایا کہ ننگی ہونا اس کے حق میں مثلہ ہے
اور مردوں کے ساتھ مشابہت کا پایا جانا ہے۔ اور جس شخص
نے ذبح سے پیشتر سر منڈایا یا رمی سے پیشتر قربانی کی یا
ستم ہونے کے بعد رمی کی یا سر منڈانے سے پہلے
طواف کیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے یہ
فتوی دیا کہ اس میں حرج نہیں ہے اور کفارہ کا حکم نہیں
دیا اور ضرورت کے وقت سکوت کرنا بیان ہے۔ کاش
میں یہ جانتا کہ مستحب کے بیان میں لاحرج کے لفظ کی
زیادہ وسیع کوئی وجہ ہے اور شریعت اس کے بعد
تمام نہیں ہوئی کہ شدائد نے دنیا کی خصلتوں کو بدل
دیا ہے پس بجملہ ان شدائد کے دو تکلیف سے
[illegible] احرام کی [illegible]

[illegible]
[illegible] چھڑا دے مساکین کو کھلا دے"۔ [illegible] اور [illegible]
[illegible] کر رخصت کے [illegible]
[illegible] جس کے ساتھ کوئی [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

لما فيها بسوء، و اصله ما خوذ من حمى الملوك و حلته بلادهم. فانه كان انقيادا لقوم لهم و تعظيمهم اياهم مساوقة لما خذ انفسهم ان لا يتعرضوا لما فيها من الشجر و الدواب. و في الحديث ان لكل ملك حمى و ان حمى الله محارمه. فاشتهر ذلك بينهم و ركز في صميم قلوبهم و سويداء انفسهم، و من ذلك الحرم ان يتأكد وجوب ما يجب في غيره من، اقامة بعد الى و تحويم ما يحرم فيه، و هو قوله صلى الله عليه وسلم حتكاف الطعام في الحرم اضعف فيه ؛

قوله تعالى يا ايها الذين امنوا لا تقتلوا الصيد و انتم حرم الآية ؛

اقول: لما كان الصيد في الحرم والاحرام و الجماع في الحج افراطا ناشئا من نوغل النفس في شهوتها وجب ان يزجر عن ذلك بكفارة واختلفوا في جزاء الصيد هل تعتبر المشابهة في خلق ام في القيمة و الحق انه ينبغي ان يسأل ذوي العدل، فمن رأيا رأى السلف في تلك الصور فذاك و من لم يأت بالقضية فان النبي صلى الله عليه وسلم لا يصبر على لأواء المدينة حد من امتي الا كنت له شفيعا يوم

سے باہر ہوتے اور مکہ اور مدینہ کے حرم میں یہ امر ہے کہ ہر چیز کے لئے ایک خاص تعظیم ہوتی ہے اور مقامات کی تعظیم یہ ہے کہ ان کے اندر کی چیزوں سے ان کے رہنے والوں کے ساتھ تعرض نہ کیا جائے اور اس تعظیم کی اصل بادشاہوں کی حدادر ان کی شہر پناہ ہوتی ہے، ماخوذ ہے کیونکہ قوم کا ان کے سامنے مطیع ہونا اور ان کی تعظیم کرنا یہ ہے کہ وہ ان کے اوپر اس بات کو مقرر کر لیتی ہے کہ ان کی حدود کے اندر جو درخت و چوپائے وغیرہ ہیں ان سے وہ کچھ تعرض نہ کریں گے، اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ ہر بادشاہ کا ایک حرم ہے اور جہاں کسی کا حرم اس کی حرم کی ہوئی چیزیں ہیں، پس یہ بات لوگوں میں مشہور ہو گئی ان کے دلوں میں پیوست ہو گئی، اس کا ادب ایک یہ ہے کہ جو چیز غیر حرم میں مباح ہے جیسے طعام کا وضع کرنا، یا جو چیز حرم کے اندر اس کے وجوب ادا اور اس کی تحریم کی نہایت تاکید کی جائے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حرم کے اندر غلہ کا سڑ کر اس میں الحاد کرنا ہے

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اے ایمان والو احرام کی حالت میں شکار نہ کرو" الآیۃ۔

میں کہتا ہوں چونکہ حرم اور احرام کی حالت میں شکار کرنا، کرنا اور احرام کی حالت میں جماع کرنا ایک طرح کی افراط ہے جو شہوت انس کے وغل کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے تو ضروری ہوا کہ کفارہ کے ساتھ اس کا زجر کیا جائے اور کفارہ کی جزا میں اختلاف ہے آیا مشابہت کا اعتبار ہے یا قیمت کا، اور حق یہ ہے کہ اس میں یہ حق ہے کہ اس شخص سے یہ بات دریافت کی جائے جس کو اس کے بارے میں سلف کے مانند رائے دیں تو اس پر عمل کرنا چاہیئے اور اگر قیمت تو اس کو قیمت دینی چاہیئے،

القیامۃ ۔

اقول ۔ سر ھذا الفضل ان عمارۃ المدینۃ اعلاء لشعائر الدین ۔ فھذہ فائدۃ ترجع الی المملکۃ ، وان حضور تلک المواضع والحلول فی ذلک المسجد مذکرلما کان النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم فیہ ، ھذہ فائدۃ ترجع الی نفس ھذا المکلف ، قال النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان ابراھیم حرم مکۃ فجعلھا حراما وانی حرمت المدینۃ ۔

اقول فیہ اشارۃ الی ان دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم یجعل مدینتہ وتاکید عزیمتہ لہ دخل عظیم فی نزول التوفیقات ، واللہ اعلم

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میری امت میں سے جو شخص مدینہ کی مصیبتوں پر صبر کرے گا میں قیامت میں اس کے لیے شفیع ہوں گا" ۔

میں کہتا ہوں اس نصیحت کا راز یہ ہے کہ مدینہ کو آباد کرنا دین کے شعائر کا بلند کرنا ہے پس یہ ایسا کام ہے جو دین کی طرف رجوع کرتا ہے اور ایسے مواضع میں جانا اور مسجد نبوی میں داخل ہونا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات کو یاد دلاتا ہے اور یہ ایسا فائدہ ہے جو مکلف کی ذات کی طرف رجوع کرتا ہے

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنا دیا اور میں نے مدینہ کو حرم بنایا" ۔

میں کہتا ہوں اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا سے دعا اور آپ کے پختہ ارادہ کو توفیقات کے نزول میں بہت بڑا دخل ہے ، واللہ اعلم ۔

من ابواب الاحسان

اعلم ان ما کلف بہ الشارع تکلیفا اولیا ایجابا او تحریما او الاعمال من جھۃ انھا تنبعث من الھیات النفسانیۃ ھی ذی تعود للنفوس او علیھا ، وانھا تنمی فیھا وتنشرحھا وھی شبا حھا وتمانیھا ویلتحق من تلک الاعمال من جھتین احداھما جھۃ الزاعھا حسھوس الناس والعمدۃ فی ذلک اختیار مظان تلک الھیات من الاعمال ، والطریق

ابواب احسان

واضح ہو کہ جو کتاب یا تحریر کی جو شارع نے بندوں کو بالذات جس امر کی تکلیف دی ہے وہ اعمال ہیں اس اعتبار سے کہ وہ اعمال ان ہیات نفسانیہ سے پیدا ہوتے ہیں جو کیفیت میں نفوس کو نفع یا نقصان پہنچائے گی اور یہ اعمال ان ہیات نفسانیہ کو بڑھاتے ہیں اور ان ہیات کا بیان ہے اور یہ اعمال ان کے اشباح اور صور ہوتے ہیں اور ان اعمال سے دو طرح پر بحث ہوتی ہے ایک یہ ہے کہ تم لوگوں کو اس کی پابندی پر مجبور کیا جائے اور اس امر میں عمدہ یہ ہے کہ ان ہیات کے مظان یعنی اعمال کو اختیار کیا جائے اور اس طریق

الظاهرة التي ليلها نهاري هايؤاخذون بها على اعين الناس فلا يتمكنون من التسلل والاعتذار، ولا بد ان يكون بناؤها على الاقتصاد والامور المضبوطة والثانية جهة تهذيب نفوسهم بها وايصالها الى الهيأت المطلوبة منها، والعمدة في ذلك معرفة تلك الهيأت ومعرفة الاعمال من جهة ايصالها لها وبناؤها على الوجدان وتفويض الامر الى صاحب الامر، فالباحث عنها من الجهة الاولى هو علم الشرائع وعن الثانية هو علم الاحسان،

فالناظر في مباحث الاحسان يحتاج الى شيئين، النظر الى الاعمال من حيث ايصالها الى هيأت نفسانية لان العمل ربما يؤدى على وجه الرياء والسمعة او العادة او يقارنه العجب والمن والاذى فلا يكون موصلا الى ما اريد منه، وربما يؤدى على وجه لا تتنبه هذه النفس لامر وخشونتها يليق بالمحسنين وان كان من النفوس من تتنبه بمثل كالمكتفي باصل الفرض لا يزيد عليه كما ولا كيفا وهو ليس بزكي، والنظر الى تلك الهيأت النفسانية ليعرف حق معرفتها فيبا شر الاعمال على بصيرة مما اريد منها فيكون طبيب نفسه يسوس نفسه كما يسوس الطبيب الطبيعة فان من لا يعرف المقصود من الالات

ظاہر کو اختیار کیا جائے جو ہر شخص پر ظاہر ہو اور جو سب لوگوں کے سامنے ہوں پس وہ لوگ حیلے و بہانہ نہ کر سکیں اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی بنیاد سہل روی پر ہو اور امور منضبط پر ہو، اور دوسری قسم یہ ہے کہ ان اعمال سے نفوس کی تہذیب اور ان ہیات کی طرف پہنچانا مقصود ہو جو ان اعمال سے مطلوب ہیں اور اس امر میں عمدہ ان ہیات کی معرفت ہے اور اعمال کی معرفت ہے اس جہت سے کہ وہ اعمال ان ہیات کی طرف پہنچا دیں اور ان کا مبنی وجدان اور مکلف کے اختیار میں دیدینے پر ہے پس جس علم میں ان اعمال سے پہلی جہت سے بحث ہوتی ہے وہ علم الشرائع ہے اور جس علم میں دوسری جہت سے بحث ہوتی ہے وہ علم علم الاحسان ہے،

پس مباحث احسان میں نظر کرنے والے کو دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ایک تو اعمال کی طرف اس طرح پر نظر کرنا کہ وہ ہیات نفسانیہ کی طرف پہنچا دیں کیونکہ کبھی کبھی عمل ریا اور سمعہ یا عادت کے طور پر ادا کیا جاتا ہے یا اسکے ساتھ خود پسندی اور احسان جتانا اور ایذا رسانی پائی جاتی ہے پس ایسے عمل سے وہ چیز حاصل نہیں ہوتی جو اس سے مقصود ہوتی ہے۔ اور کبھی اس فعل کو اس طرح پر ادا کیا جاتا ہے کہ نفس کو اس عمل کی روح پر وہ تنبہ حاصل نہیں ہوتا جو محسنین کو حاصل ہونا چاہیئے اگرچہ بعض ایسے نفوس ہوتے ہیں جو اس کے مثل پر متنبہ ہو جاتے ہیں جیسے وہ شخص جو اصل فرائض پر اکتفا کرتا ہے نہ کمیت میں زیادتی کرتا ہے اور نہ اس کی کیفیت میں زیادتی کرتا ہے اور ایسا شخص زکی نہیں ہوتا، اور دوسرے ان ہیات نفسانیہ کی طرف نظر کرنا تاکہ ان کی پوری معرفت ہو اور ایسی بصیرت کے ساتھ ان کو عمل میں لائے جو ان سے مقصود ہے پس وہ اپنے نفس کا طبیب بن کر اس پر ایسی حکومت کرے جیسے طبیب طبیعت پر حکومت کرتا ہے کیونکہ جو شخص اس چیز کو نہیں جانتا جو آلات سے مقصود ہے

کا واذا استعملها ان يحبط خطا خشوع
او يكون كما طب ليل، واصول الاخلاق
المبحوث عنه فى هذا الفن رجعة كما
نبهنا على ذلك فيما سبق. فطهارة
الكاسبة للتشبه بالملكوت والاخبات
الجالب للاطلاع الى الجبروت، وشرع
للاول الوضوء والغسل، وبشان
الصلاة والاذكار والتلاوة، واذا
اجتمعنا سميناه سكينة ووسيمة
وهو قول حذيفة لعبد الله بن
مسعود رضى الله عنهما لقد علم
المحفوظون من اصحاب محمد صلى
الله عليه وسلم ان حظهم عند الله
وسيلة، وقد عد ها اشارع ايمانا فى
قوله الطهور شطر الايمان، وقد بين
النبى صلى الله عليه وسلم حال
الاول حيث قال ان الله طيب يحب
الطيب، واشار الى الثانى حيث قال
الاحسان ان تعبد الله كانك تراه
فان لم تكن تراه فانه يراك، والحكمة
فى تحصيلها التلبس بالنوامیس
الثابتة عن الانبياء مع ملاحظة
اسرارها والوقوف على اركانها
مع رعاية هيأتها واذكارها، فروح
الطهارة هى نور الباطن وصلاح النفس
والانشراح وخمود الافكار الجريزة
وركود الشوشيات والقلق وتشتت
الفكر والضجر والجزع، وروح الصلاة
هى الحضور مع الله والاستشراف

تو وہ جب ان آلات کو برتتا ہے تو اندھی دھند ان کا ستیاناس ہو جاتا ہے۔ یا اس کی حالت اس شخص جیسی ہوجاتی ہے جو رات کے وقت لکڑیاں چنتا پھرتا ہے اور جن اخلاق سے اس فن میں بحث کی جاتی ہے ان کے بارے میں جیسا کہ ہم پہلے بتلا چکے ہیں، ایک تو طہارت ہے جس سے ملکوت کے ساتھ مشابہت حاصل ہوتی ہے اور دوسرے اللہ تعالیٰ کے لئے عاجزی اور فرمانبرداری کرنا ہے جو جبروت پر اطلاع کا سبب بنتا ہے پہلے کے لئے وضو اور غسل اور دوسرے کے لئے نماز، اذکار اور تلاوت مقرر کئے گئے اور جب دونوں جمع ہوجاتے ہیں تو ہم اس کو سکینہ اور وسیمہ کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں چنانچہ حذیفہ کا قول جو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے محفوظ لوگ اس بات کو جانتے ہیں کہ وہ یعنی عبداللہ بن مسعود سب سے زیادہ وسیلہ کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے قریب ہیں، اور شارع نے طہارت کو اپنے اس قول میں ایمان فرمایا ہے "پاکی نصف ایمان ہے" اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عبادت کے حال کو اس طرح بیان فرمایا "خدا تعالیٰ پاک ہے پاکی کو پسند کرتا ہے" اور دوسرے کی طرف اس قول سے اشارہ فرمایا "احسان اس کو کہتے ہیں کہ تو اللہ تعالیٰ کی اس طرح پر عبادت کرے گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے پس تو اس کو گرنہیں دیکھتا ہے تو وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے" پس طہارت کے حاصل کرنے میں عمدہ ان عبادات کا اختیار کرنا جو انبیاء علیہم السلام سے منقول ہیں اور ان کی ارواح اور انکے انوار کا لحاظ کرنا اور کثرت کے ساتھ ان میں لگنا اور ان کی ہیأت اور اذکار کا خیال رکھنا ہے پس طہارت کی روح باطن کا منور ہونا اور انس و سرور کی حالت کا پیدا ہونا اور پریشان افکار کا دور ہونا اور پراگندگی اور پریشانی اور حیرانی اور گھبراہٹ کا رک جانا ہے اور نماز کی روح خدا تعالیٰ کے ساتھ حضور و حیرت

للاجتراء وتذكر جلال الله مع تعظيم ممزوج بمحبة وطمانينة والى هذا الاشارة فى قول صلى الله عليه وسلم الاحسان ان تعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك، واشار الى كيفية تمرين النفس عليها بقوله، قال الله تعالى قسمت الصلاة بينى وبين عبدى نصفين والعبد ما سأل، فاذا قال العبد الحمد لله رب العالمين قال الله حمدنى عبدى، واذا قال الرحمن الرحيم قال الله اثنى على عبدى، واذا قال مالك يوم الدين قال مجدنى عبدى، واذا قال اياك نعبد واياك نستعين، قال هذا بينى وبين عبدى ولعبدى ما سأل، واذا قال اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين قال هذا لعبدى ولعبدى ما سأل،

ففيه اشارة الى الامر بملاحظة المحبوب فى كل كلمة، وفيه الحضور بين يديه بليغا، وباداءة سنة الله فى الصلاة وهو المذكورة فى حديث على رضى الله عنه [illegible]

پر مطلع ہونا اور خدا تعالے کی کبریائی کا یاد کرنا اور اس کے ساتھ تعظیم کا ہونا ہے جس میں محبت اور طمانینت پائی جائے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے "الاحسان ان تعبد اللہ" الخ اور آپ نے نفس کو نماز کے عادی ہونے کی کیفیت پر اس قول سے اشارہ کیا ہے" اللہ تعالے نے فرمایا میں نے نماز کو اپنے اور بندہ کے درمیان نصف نصف تقسیم کر لیا ہے اور میرے بندہ کے لئے وہ چیز ہے جو وہ مانگے پس جب بندہ الحمد للہ رب العلمین کہتا ہے تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ بندہ نے میری حمد کی، اور جب الرحمن الرحیم کہتا ہے تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ بندہ نے میری ثنا کی اور جب بندہ مالک یوم الدین کہتا ہے تو اللہ تعالے فرماتا ہے کہ بندہ نے میری بزرگی بیان کی اور جب بندہ [illegible]

قال سبحان الله، ولا مایة الجنة و الرحمة الا سال الله من فضله، و لا باية النار والغضب الا تعوذ بالله

فهذا ماسن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فی تمرين النفس بالا تعاظ، وس وح الذكر الحضور و الاستغراق فی الا التفات الی لجبروت وتمرينه ان يقول لا اله الا الله والله اكبر، ثم يسمع من الله انه قال لا اله الا انا وانا اكبر، ثم يقول لا اله الا الله وحده لا شريك له، ثم يسمع من الله لا اله الا انا وحدی لا شريك لی، وهكذا حتى يرتفع الحجاب و يتحقق الاستغراق. وقد ارشار النبی صلى الله عليه و له وسلم الی ذلك، وروح الدعاء ان يرى كل حول وقوة من الله ويصير كالميت فی يد الغسال وكالتمثال فی يد محرك التماثيل ويجد لذة المناجاة، وقد سن رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يدعو بعد صلاة التهجد فی اثناء الشفاعة دعاء طويلا يقنع فيه يديه يقول يا رب يا رب، ويسأل الله خير الدنيا والاخرة ويتعوذ به من البلايا ويتضرع ويلح، ويشترط فی ذلك ان يكون بقلب فارغ عن الاشتغال ولا يكون حاقنا ولا حاقبا ولا جائعا ولا غضبان فاذا عرف الانسان حالة الحاضرة ثم فقدها

گذرے تو سبحان اللہ کہے اور جب جنت اور رحمت کی آیت پڑھے تو اس کے فضل کو مانگے اور جب دوزخ اور غضب کی آیت پر سے گذرے تو اس کی پناہ طلب کرے پس یہ وہ امر ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس کو نصیحت حاصل کرنے کا خوگر ہونے کے لئے مسنون فرمایا ہے، اور ذکر کی روح حضور اور جبروت کی طرف متوجہ ہو جانے میں غرق ہو جانا ہے اور اس کا خوگر اس طرح ہوتا ہے کہ کہے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر پھر خدا تعالیٰ سے اس کے جواب میں اس کا یہ قول سنے لا الہ الا انا وانا اکبر، پھر کہے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، پھر اللہ تعالیٰ سے اس کے جواب میں یہ سنے لا الہ الا انا وحدی لا شریک لی اور اسی طرح کیا کرے حتیٰ کہ حجاب رفع ہو اور استغراق حاصل ہو جائے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے، اور دعا کی روح یہ ہے کہ یہ سمجھے کہ ہر چیز سے رکنا اور ہر چیز کی قدرت دینا خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے، اور اس طرح ہو جائے جس طرح نہلانے والے کے ہاتھ میں مردہ ہوتا ہے یا جس طرح حرکت دینے والے کے ہاتھ میں مورتی ہوتی ہے اور مناجات کی لذت حاصل کرے۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تہجد کی نماز کے بعد اس کے شفعوں کے درمیان میں ایک بڑی دعا مسنون فرمائی ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرے اور یا رب یا رب کہکر دنیا اور آخرت کی بھلائی مانگے اور مصائب سے پناہ مانگے اور نہایت تضرع اور نیاز مندی سے مانگے، اور اس میں شرط یہ ہے کہ اس کا دل امور دنیوی سے فارغ ہو اور پیشاب و پاخانہ کی حاجت نہ ہو اور نہ بھوکا ہو اور نہ غضب ناک ہو پس جب ان مضرتوں کی حالت معلوم کرنے اور پھر وہ حضور اس سے مفقود ہو جائے

فليفحص عن سبب الفقد، فان كان غزارة الطبيعة تعليه بالصوم فان له وجاء واكثر ما يكون في الصوم ان يصوم شهرين متتابعين وان احتاج الى استفراغ المني والتفرغ من اصداء المطعم والمشرب او كان ذهب نشاطه واذا اعادته يملك فرجا يدفعه سوء منيه من غير انهماك في المفاكهة والاختلاط وليجعل كالدواء يحصل نفعه ويحترز من فساده، وان كان الاشتغال بالاسفار تفاقات وصحبة الناس فليعالج بضم العبادات معها وان كان امتلاء اوعية الفكر بخيالات مشوشة وافكار جريزة فليعتزل الناس وليلتزم البيت او المسجد وليمنع لسانه الا من ذكر الله وقلبه الا من الفكر فيما يهمه، وليتعاهد نفسه عند ما يتيقظ ليكون اول ما يدخل في قلبه ذكر الله وعند ما يريد ان ينام ليتخلى قلبه عن تلك الاشغال ؛

والثالث سماحة النفس وهي ان لا تنقاد الملكية لدواعي البهيمية من طلب اللذة وحب الانتقام والغضب وبخل والحرص على المال والجاه، فان هذه الامور اذا باشر الانسان اعمالها المناسبة لها تتشبع الوانها في جوهر النفس

تو اس حضور کے جاتے رہنے کا سبب اس کو سوچنا چاہئے پس اگر قوت جسمانی اس کا باعث ہے تو اس کو روزہ رکھنا چاہیئے کیونکہ روزہ اس کے لئے قاطع ہے اور اکثر دو مہینہ کے پے در پے روزہ رکھنے سے یہ بات حاصل ہو سکتی ہے اور اگر جماع کی خواہش ہے اور کھانے پینے سے فارغ ہونے کی حاجت ہے یا اس کا سرور جاتا رہا ہے اور اس کا اعادہ چاہتا ہے تو کسی عورت سے نکاح کر کے حاجت جماع کو رفع کرے لیکن لذات اور اختلاط میں منہمک نہ ہو اور اس کو دوا کے طور پر سمجھے کہ اس سے نفع اٹھائے اور اس کی مضرت سے بچے اور اگر کاروبار اور لوگوں کی صحبت میں مشغول رہتا ہو تو ان کے ساتھ عبادت کو شامل کر کے علاج کرے اور اگر دماغ میں خیالات مشوشہ اور افکار ناقصہ بھرے ہوئے ہوں تو لوگوں سے کنارہ کش ہو کر گھر یا مسجد میں گوشہ نشینی اختیار کرے اور اپنی زبان کو بجز ذکر الٰہی کے اور اپنے قلب کو بجز اس فکر کے جس کے وہ درپے ہے روکے اور بیدار ہوتے وقت ذکر الٰہی کی عادت ڈالے تاکہ سب سے پہلے اس کے دل میں ذکر الٰہی داخل ہو اور سوتے وقت بھی ایسا کرے تاکہ تمام اشغال سے دل کو فراغت ہو

اور تیسرا اصول سماحت نفس ہے اور سماحت نفس یہ ہے کہ قوت ملکی قوت بہیمی کے دواعی کی متابعت نہ کرے مثلاً کہ لذت طلب کرے اور انتقام لینے کی خواہش کرے اور غصہ کو اور بخل کو پسند کرے اور مال و جاہ کی حرص کرے کیونکہ جب انسان ان امور کو عمل میں لاتا ہے تو ہر ایک کی صفت نفس میں

فيسهل عليها نقض الهيات الخسيسة
عصارت كانه لم يمكن شيء من
ذلك الباب قط وخصصت الى رحمة
الله واستغرقت في لجة الانوار
التي تقتضيها جبلة النفوس لو لا
المواذع، وان لم تكن سمحة نسبة
الوزر الى نفس كما يتشبث نقوش
الخاسع في الشمعة وتصق بها وصار
الحياة الدنيا ولم يسهل عليها نقضها
فاذا ذرفت حسدها احاطت بها
خطيئات من بين يديها ومن
خلفها وعن يمينها وعن شمالها و
من بينها وبين الانوار التي
تقتضيها جبلة النفوس حجب كثيرة
غليظة، فكان ذلك سببا تاذيها
وتالمها والسماحة اذا اعتبرت
بداعية الشهوتين شهوة البطن
وشهوة الفرج سميت عفة، وبداعية
الدعة والرفاهية سميت جهادا،
وبداعية الضجر والجزع سميت
صبرا، وبداعية حب الانتقام
سميت عفوا، وبداعية حب المال
سميت سخاوة وقناعة، وبداعية
مخالفة الشرع سميت تقوى، و
يجمعها كلها شيء واحد، وهو ان
اصلها عدم انقياد النفس الخواص
البهيمية، والصوفية يسمونها قطع
التعلقات الدنيوية والانقياد الى
التجاسس الشريعة، او الحرية

تو ان ہیات رذیلہ کا ترک کرنا اس پر آسان ہوتا ہے
اور نفس ایسا ہو جاتا ہے گویا اس میں کسی قسم کی بات کبھی
رہی اور نفس خالص ہو کر رحمت الٰہی میں داخل ہو جاتا ہے
اور ان انوار کے دریا میں مستغرق ہو جاتا ہے جن کی
نفوس کی جبلت مقتضی ہوتی ہے بشرطیکہ موانع دور ہوں
اور نفس میں صفت سماحت ہو تو ان اعمال کے ارتکاب پر جو
دل میں جڑ پکڑ لیتے ہیں، جیسے کپڑے کے نقوش مٹ جاتے ہیں
دینوی زندگی کا میل اس میں جم جاتا ہے اور ان کا
ترک کرنا نفس کیلئے آسان نہیں ہوتا پھر جب ایسا نفس جسم کو
جدا ہوتا ہے تو وہ برے اعمال سامنے اور پیچھے سے اور دائیں اور
بائیں سے اس کا احاطہ کر لیتے ہیں، اور نفس اور ان انوار
کے درمیان جن کا جبلت نفوس تقاضا کرتی ہے
بہت سے غلیظ پردے پڑ جاتے ہیں اور اس سبب سے
نفس کو ایذا و تکلیف پہنچتی رہتی ہے، اور اس سماحت کو
جب خواہش شکم و خواہش فرج کے داعیہ کے ساتھ
اعتبار کیا جائے تو اس کو عفت کہتے ہیں اور جب آرام
و آسائش کے داعیہ کے ساتھ اعتبار کیا جائے تو اس کو
اجتہاد کہتے ہیں اور جب بیقراری اور اضطراب کے داعیہ
کے ساتھ اعتبار کیا جائے تو اس کو صبر کہتے ہیں اور جب
انتقام کے داعیہ کے ساتھ اعتبار کیا جائے تو
اس کو عفو کہتے ہیں اور جب مال کے داعیہ کے ساتھ
اعتبار کیا جائے تو اس کو سخاوت اور قناعت کہتے ہیں
اور جب مخالفت شرع کے داعیہ کے ساتھ اعتبار
کیا جائے تو اس کو تقویٰ کہتے ہیں اور یہ سب باتیں
ایک میں جمع ہو جاتی ہیں اور وہ یہ ہے کہ سماحت کی
اصل نفس کا حیوانات انسانیہ کی فرمانبرداری کرنا
اور صوفیہ اس کو تعلقات دنیویہ کے
قطع کرنے یا خساسس شریعہ کے ترک کرنے
حریت کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ پس اس

یعبرون عن تلك الخصلة باسماء
مختلفة، والعمدة فی تحصیلها قلة
توقف علی مظان هذه الاشیاء، و
ایثار القلب ذکر الله تعالی و میل
النفس الی عالم التجرد، وهو قول
زید بن حارثة استوی عندی
حجرها ومدرها لما ان اخبر عن
ربکم شفقة ؛

والرابع العدالة وهی ملکة یصدر
منها اقامة النظام العدل المصلح
فی تدبیر المنزل وسیاسة
المدینة ونحو ذلك بسهولة وصدورها
جبلة نفسانیة تنبعث منها الافکار
الکلیة والسیاسیات
الساسیة بما عند الله وعند ملائکته
وذلك ان الله تعالی اراد فی الدهر
انتظام امرهم وان یعاون بعضهم
بعضا، وان لا یظلم بعضهم بعضا،
وان یتآلف بعضهم ببعض ویصیروا
کجسد رجل واحد واذا تألم عضو
منه تداعی له سائر الاعضاء بالحمی
والسهر، وان یکثر نسلهم، وان
یزجر فاسقهم، وینوه بعادلهم، و
یخمل فیهم الرسوم الفاسدة، و
یشهر فیهم الخیر ولوامیس الحقة
فلله سبحانه فی خلقه قضاء جمالی
وکل ذلك شرح وتفصیل، وملائکته مقربون
تلقوا ذلك وصاروا یدعون لمن سعی فی
اصلاح الناس ویلعنون علی من سعی فی

خصلت کو مختلف ناموں سے تعبیر کرتے ہیں اور اس
صفت کے حاصل کرنے میں زیادہ ضروری یہ ہے
کہ ان افعال کو اختیار نہ کرے جن سے ان چیزوں
میں گرفتار ہونے کا گمان ہو اور دل کو ذکر الٰہی
میں لگائے رکھے، اور نفس کو عالم تجرد کی طرف متوجہ
کرے چنانچہ زید بن حارثہ کا قول ہے میرے نزدیک
پتھر اور ڈھیلا سب برابر تھے حتی کہ مجھ کو مکاشفہ
سے خبر دی گئی،

چوتھا اصول عدالت ہے اور وہ ایک ملکہ اور صفت
کا نام ہے جس سے بہ سہولت وہ نظام عادل جو تدبیر منزل
اور سیاست مدینہ وغیرہ کے لئے مصلح ہے سرزد ہوتا
ہے اور اس کی اصل جبلت نفسانیہ ہے جس سے افکار
کلیہ اور نئی سیاستیں پیدا ہوتی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور
اس کے فرشتوں کے موافق ہوتی ہیں اور اس کا سبب
یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو منظور ہے کہ عالم میں نظام قائم رہے
اور ایک دوسرے کی اعانت کرے اور کوئی کسی پر ظلم نہ
کرے اور باہم الفت اور محبت سے رہیں اور اس طرح ملیں
رہیں جس طرح ایک بدن کے اعضا ہوتے ہیں جب کسی
ایک عضو میں درد ہوتا ہے تو بیمار اور بیخوابی میں باقی تمام
اعضاء اس کے شریک حال ہو جاتے ہیں اور لوگوں کو
پہلے دل میں سے نافرمانوں کی توبیخ کی جائے اور عادل
لوگوں کی تعظیم کیجائے اور ان میں رسوم فاسدہ کو مٹا دیا
جائے اور لوگوں کے اندر محاسن اور شرائع حقہ کو پھیلا دیا
جائے پس اس کے پیدا کرنے میں اللہ سبحانہ کی ایک قضاء
اجمالی ہے اور یہ سب کچھ اس کی شرح اور تفصیل ہے
اور اس کے وہ نیک مقربین نے اس کو معلوم کر لیا ہے اور جو
شخص لوگوں کی اصلاح کرنے میں سعی کرتا ہے اس کے لئے دعا
کرتے ہیں اور جو ان کے فساد میں سعی کرتا ہے تو اس پر وہ لعنت کرتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے

انسادهم، وهو قوله تعالى وعد الله الذين
امنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم
في الارض كما استخلف الذين من
قبلهم وليمكنن لهم دينهم الذي
ارتضى لهم وليبدلنهم من بعد
خوفهم امنا يعبدونني لا يشركون
بي شيئا، ومن كفر بعد ذلك فاولئك
هم الفاسقون، وقوله تعالى الذين
يوفون بعهد الله ولا ينقضون الميثاق
والذين يصلون ما امر الله به ان
يوصل الآية، وقوله تعالى والذين
ينقضون عهد الله من بعد ميثاقه
ويقطعون ما امر الله به ان يوصل الآية
فمن باشر هذه الاعمال المصلحة
شملته رحمة الله وصلوات الملائكة
ومن حيث يحتسب او لا يحتسب، وكان
هناك رقائق تحيط به كالشفاف للبصر
تحيط بالانسان فتورث الالهام في قلوب
الناس والملائكة ان يحسنوا اليه، وتوضع
له القبول في السماء والارض، واذا انتقل
الى عالم التجرد احسن بتلك الرقائق
المتصلة به وانتذ بها ووجد سعة
وقبولا وفتح بينه وبين الملائكة
باب، ومن باشر الاعمال المفسدة شملته
غضب الله ولعنة الملائكة، وكانت
هناك رقائق مظلمة ماشية من
الغضب تحيط به فتورث الالهام في
قلوب الملائكة والناس ان يبغضوا
اليه ويوضع له البغضاء في السموات

فرماتا ہے "جو لوگ ... تم میں سے ایمان لائے ہیں اور اچھے
عمل کئے ہیں خدا تعالے نے ان سے اس بات کا وعدہ کر لیا
ہے کہ ان کو زمین میں خلیفہ بنائیگا جس طرح ان لوگوں کو اس
نے خلیفہ بنایا ہے جو ان سے پہلے تھے، اور جس دین کو اسنے
ان کے لئے پسند کیا ہے اس پر ان کو قدرت دیگا اور ان کے
خوف کے بعد ان کو بدلہ میں امن دے گا، وہ میری عبادت
کرتے ہیں کسی کو میرا شریک نہیں کرتے اور جنہوں نے اسکے
بعد کفر کیا وہی لوگ نافرمان ہیں" اور فرمایا ہے "جو لوگ
خدا کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور عہد کو نہیں توڑتے اور
جس چیز کے جوڑنے کا حکم خدا نے دیا ہے اس کو جوڑتے
ہیں" الآیہ۔ اور فرماتا ہے "اور جو لوگ اللہ تعالے کے
عہد کو پختہ کرنے کے بعد توڑتے ہیں اور خدا تعالے نے
جس چیز کے جوڑنے کا حکم دیا ہے اس کو قطع کرتے ہیں پھر
جو شخص ان اعمال صالحہ کو عمل میں لاتے ہیں تو خدا تعالے
کی رحمت اور فرشتوں کی دعا اس کو شامل ہو جاتی ہے
خواہ اس شخص کو اسکا علم ہو یا نہ ہو، اور پھر یہ نیاں اس کو
اس طرح محیط ہو جاتی ہیں جس طرح چاند اور سورج کی شعاعیں
انسان کا احاطہ کر لیتی ہیں جسکے سبب سے بنی آدم اور ملائکہ کے
قلوب میں اس شخص کے ساتھ بھلائی کرنے کا الہام ہوتا ہے
وہ آسمان اور زمین میں مقبول ہو جاتا ہے اور جب وہ عالم
تجرد کی طرف جاتا ہے تو یہ بیانیاں جو اس کے ساتھ متصل تھیں
ان کو محسوس کرتا ہے اور لذت حاصل کرتا ہے اور ایک قسم کی
کشادگی اور قبولیت پاتا ہے اور اس کے اور فرشتوں کے
درمیان ایک دروازہ کھل جاتا ہے، اور جو شخص برے اعمال
کرتا ہے تو اللہ تعالی کا غضب اور فرشتوں کی لعنت اس کو
گھیر لیتی ہے اور ہر طرف سے تاریکیاں اس کو گھیر لیتی ہیں جو
غضب سے پیدا ہوتی ہیں، جس کے سبب سے ملائکہ اور لوگوں کے
دلوں میں اس کے ساتھ برائی سے پیش آنے کا اقرار ہوتا ہے
اور آسمان اور زمین میں وہ شخص قابل نفرت ٹھہرتا ہے،

والارض، واذا انتقل الی عالم التجرد احس بتلك الرقائق الظلمانية عاضة عليه و تألمت نفسه بها ووجد ضيقا ونقرة واحيط به من جميع جوانبه فضاقت عليه الارض بما رحبت، والعدالة اذا اعتبرت باوضاع الانسان فی قيامه وقعوده ونومه ويقظته ومشيه وكلامه وفی بيته ولباسه وشعره سميت ادبا، واذا اعتبرت بالاموال وجمعها وصرفها سميت كفاية، واذا اعتبرت بتدبير المنزل سميت حرية، واذا اعتبرت بتدبير المدينة سميت سياسة واذا اعتبرت بتألف الاخوان سميت حسن المحاضرة وحسن المعاشرة والعمدة فی تحصيلها الرحمة والمودة ورقة القلب وعدم قسوته مع الانقباض للافكار الكلية والنظر فی عواقب الامور وبين هاتين الخلتين تنافر و مناقضة من وجه، وذلك لان ميل القلب الی التجرد وانقياده للرحمة والمودة يتخالفان فی حق اكثر الناس لا سيما اهل التجاذب، ولذلك ترى كثيرا من اهل الله تبتلوا وانقطعوا من الناس وبانوا الاهل والولد وكانوا من الناس علی شق بعيد، وترى العامة قد احاطت بهم معانقة الازواج و الاولاد حتی انساهم ذكر الله والانبياء عليهم السلام لا يأمرون الا برعاية المصلحتين، ولذلك اكثروا الفساد

اور جب وہ عالم تجرد کیطرف جاتا ہے تو ایسی تاریک شعاعوں کو پاتا ہے جو اس کو کاٹتی ہیں اور اس سے اس کے نفس کو تکلیف ہوتی ہے اور ایک قسم کی تنگی اور نفرت کو پاتا ہے اور وہ ان سے ہر جانب سے گھر جاتا ہے پس باوجود کشادگی کے زمین اس پر تنگ ہو جاتی ہے، اور عدالت کی صفت کا جب انسان کے ان اوضاع کے ساتھ لحاظ کیا جاتا ہے جو اس کے قیام وقعود خواب و بیداری، چلنے کلام کرنے اس کے لباس اور اس کے شعار سے متعلق ہیں تو اس کو ادب کہتے ہیں اور جب مال کے ساتھ اور اس کے جمع کرنے اور صرف کرنے کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے تو اس کو کفایت کہتے ہیں اور جب تدبیر منزل کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے تو اس کو حریت کہتے ہیں اور جب تدبیر شہر کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے تو اس کو سیاست کہتے ہیں اور جب عزیزوں کی الفت رکھنے کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے تو اس کو حسن محاضرہ اور حسن معاشرہ کہتے ہیں، اور عدالت کے حاصل کرنے میں زیادہ ضروری چیز رحمت اور محبت اور نرم دلی اور قساوت قلب کا نہ ہونا اور اس کے ساتھ افکار کلیہ کے تابع ہونا اور انجام کار پر نظر رکھنا ہے اور ان دونوں خصلتوں یعنی سماحت اور عدالت میں ایک قسم کا تنافر اور مخالفت ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تجرد کی طرف قلب کا میلان اور رحمت اور مودت کے لئے اس کا منقاد ہونا اکثر لوگوں کے حق میں یہ دونوں وصف جمع نہیں ہوتے خصوصاً ان لوگوں کے اندر جن کی قوت جذبیہ دل میں کشاکشی رہتی ہے اسی وجہ سے تم بہت سے اہل اللہ کو دیکھتے ہو کہ انہوں نے لوگوں سے قطع تعلق کر لیا اور اہل وعیال سے جدا ہو گئے اور لوگوں سے دور دور رہنے لگے اور عام لوگوں کو تم اہل وعیال کے ساتھ اتنا مشغول دیکھتے ہو کہ وہ اللہ کے ذکر کو بھی بھول گئے ہیں، اور انبیاء علیہم السلام دونوں مصلحتوں کی رعایت کا حکم دیتے ہیں اسی لئے ان دونوں وصفوں سے اور ان کے ضبط اور مشکل کے تیز کی ان کو زیادہ ضرورت پڑی،

تميز المشكل فى هاتين الخلتين فهذه هى الاخلاق المعتبرة فى شرائع، وهنالك افعال وهيأت تفعل بعد تلك الاخلاق وتصدر عنها امر الملائكة والشياطين جهة انها تعطيها امر الملائكة والشياطين او تنبعث من ميل النفس فى احد القبيلتين فيؤمر بذلك امر ايجاب، وقد ذكرنا بعض ذلك،

ومن هذا الباب قوله صلى الله عليه وسلم ان الشيطان ياكل بشماله ويشرب بشماله، وقوله عليه السلام الجشاء من الشيطان، وقوله عليه الصلاة والسلام الا تصفون كما تصف الملائكة وقد امر النبى صلى الله عليه وسلم بعض الناس بتلك الاخلاق فامر باذكار تفيد دوام الاخبات والتضرع، وامر بالصبر والانفاق، ورغب فى ذكر ذم اللذات وذكر الاخرة وهوّن امر الدنيا على اهلها وحضهم على التفكر فى جلال الله وعظم قدرته ليحصل لهم سماحة ونصاعة المريض والبرد العصبة وشفاء السقام واقامة الحدود والامر بالمعروف والنهى عن المنكر ليحصل لهم العدالة وبين تلك الانفعالات والهيأت تبيان جزى الله تعالى هذا النبى الكريم كما هو اهله عنا وعن سائر المسلمين اجمعين،

ذكرت هذه الاصول حتى نشتغل ببعض التفصيل والله اعلم

سو یہ وہ اخلاق ہیں جو شرائع میں معتبر ہیں اور جس افعال اور ہیات ایسے کسی ہیں جو ان اخلاق کا دوسرا ان اخلاق کے صدور کا کام دیتے ہیں اس جہت سے کہ ان افعال وہیات کو ملائکہ کا مزاج یا شیاطین کا مزاج پیدا ہوتا ہے یا ملائکہ و شیاطین کے دونوں قبیلوں میں سے ایک کی طرف نفس کے میلان سے یہ افعال وغیرہ پیدا ہوتے ہیں اس واسطے نکلتے ہیں انہیں اخلاق کے ساتھ حکم دیا جاتا ہے اور ان میں سے بعض کو ہم نے ذکر کر دیا ہے،

اور اسی باب سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منقطع الاعضاء شیطان ہے اور آپ نے فرمایا جس طرح فرشتے صف باندھتے ہیں تم اس طرح صف بندی کیوں نہیں کرتے ؟ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان افعال کا بھی حکم دیا ہے جن سے ان اخلاق کے پائے جانے کا گمان ہے پس ایسے افعال کا آپ نے حکم دیا ہے جن سے ہر وقت فرمانبرداری اور تضرع کی کیفیت حاصل ہوتی ہے اور صبر کرنے اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا اور موت اور آخرت کی یاد کرنے کی رغبت دلائی اور دنیا کو انکی آنکھوں میں حقیر کر دیا اور خدا تعالے کے جلال اور اس کی عظیم الشان قدرت میں فکر کرنے کا ان کو شوق دلایا تاکہ انکے اندر صفت سماحت حاصل ہو اور مریض کی عیادت اور نیکی اور صدر رحمی اور سلام کو رائج کرنے اور حدود کو قائم کرنے اور نیکی باتوں کی نصیحت کرنے اور بری باتوں سے منع کرنے کا حکم دیا تاکہ صفت عدالت ان کے اندر پیدا ہو اور ان افعال اور ہیات کو نہایت عمدہ طور سے بیان کر دیا، خدا تعالے اس نبی کریم کو ہماری طرف سے اور تمام مسلمانوں کی طرف سے ایسی جزا خیر دے جس کے وہ لائق ہے،

جب تم کو یہ اصول معلوم ہو گئے تو اب ہم کسی قدر تفصیل کرتے ہیں، واللہ اعلم،

الاذکار وما یتعلق بہا

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایقعد قوم یذکرون اللہ الا حفتہم الملائکۃ وغشیتہم الرحمۃ ۔

اقول لاشک ان اجتماع المسلمین راغبین ذاکرین یجلب الرحمۃ والسکینۃ ویقرب من الملائکۃ ۔ وقال صلی اللہ علیہ وسلم سبق المفردون ۔

اقول ۔ ھم قوم من السابقین سموا بالمفردین لان الذکر حفف عنھم وزاس ھمہ ۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم قال تعالی انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی وان ذکرنی فی ملأ ذکرتہ فی ملأ خیر منہ ۔

اقول ۔ جبلۃ العبد الشیٔ مہما اخلاقہا وعلومہا ، والہیئات التی اکتسبتہا نفسہ ھی الخصوصۃ لنزول رحمۃ خاصۃ بہ ، فرب عبد سمۃ الخلق یظن بربہ انہ یتجاوز عن ذنوبہ ولا یؤاخذہ بکل تقصیر وتطہیر ویعامل معہ معاملۃ السمحۃ فیکون رجاؤہ ذلک سببا لنفض خطیاتہ من نفسہ ، ورب عبد شحیح خلق یظن بربہ انہ یؤاخذہ بکل تقصیر وتطہیر ویعامل معہ معاملۃ متعقد لا یتجاوز عن ذنوبہ فہذا وان لم تنزل بالنسبۃ الی ھذہ الہیئۃ

اذکار اور ان کے متعلقات کا بیان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ جب کوئی قوم ذکر الٰہی کے لئے بیٹھتی ہے تو ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور ان پر رحمت چھا جاتی ہے ۔

میں کہتا ہوں اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت اور اس کے ذکر کے ساتھ مسلمانوں کا اجتماع رحمت اور سکینہ کو کھینچ لاتا ہے اور ملائکہ سے قریب کر دیتا ہے ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مفرد لوگ سبقت لے گئے" ۔

میں کہتا ہوں سابقین میں سے ایک گروہ مفردین کا ہے ان کو مفردین اس لئے کہتے ہیں کہ ذکر الٰہی نے ان کے بوجھ کو ہلکا کر دیا ہے ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ پاک فرماتا ہے میں اپنے بندہ کے اس گمان کے ساتھ ہوں جو اس کو میرے ساتھ ہے اور جب وہ مجھ کو یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اگر وہ مجھ کو دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسکو دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ کو مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں اسکو اس کی بہتر مجلس میں یاد کرتا ہوں" ۔

میں کہتا ہوں بندہ کی سرشت جس سے اس کے اخلاق اور علوم پیدا ہوتے ہیں اور وہ ہیئت جس کو اس کا نفس حاصل کرتا ہے اس رحمت کے نزول کے خصوص ہے جو اس بندہ کے لئے خاص ہے ۔ پس بہت سے بندے ایسے ہیں جو سماحت کی صفت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ سے یہ گمان رکھتے ہیں کہ وہ ان کے گناہوں سے درگذر کرے گا اور ذرا سی بات پر پکڑ نہیں کرے گا اور ان کے ساتھ سماحت کا برتاؤ کرے گا پس ان کی امید ان کے گناہ [illegible] سبب ہو جاتی ہے [illegible] اپنے رب سے اس بات کا گمان رکھتا ہے کہ [illegible] ان کو ذرا سی بات پر پکڑے گا اور [illegible] لوگوں کا محاسبہ کریگا اور ان کے [illegible] رہے گا پس یہ [illegible] دنیوی حیات سے [illegible] دل میں خوب جم گئی ہے جو اس کو موت

تحیط به بعد موته وهذا الفرق انما
محله الامور التی لم یتاکد فی حظیرة
القدس حکمها. واما الکبائر وما
یشابهها فلا یظهر فیه الا بالاجمال.
وقوله "انا معه" اشارة الی معیته
بقبول وکونه فی حظیرة القدس
بهذا ان ذکر الله فی نفسه وسلک
طریق التفکر فی الاء الله فجزاؤه ان
الله یرفع الحجب فی مسیره ذلک
حتی یصل الی التجلی القائم فی حظیرة
القدس. وان ذکر الله فی ملأ
وکان همه اشاعة دین الله واعلاء
کلمة الله فجزاؤه ان الله
یلهم محبته فی قلوب الملأ الاعلی
یدعون له و یبرکون علیه ثم
ینزل له القبول فی الارض. وهکذا
من عارف بالله وصل الی المعرفة
ولیس له قبول فی الارض ولا ذکر
الملأ الاعلی، وکم من ناصر دین الله
له قبول عظیم وبرکة جسیمة ولم
ترفع له الحجب. قال صلی الله علیه
وسلم قال تعالی من جاء بالحسنة
فله عشر امثالها وازید ومن جاء
بالسیئة فجزاء سیئة مثلها او
اغفر ومن تقرب منی شبرا تقربت
منه ذراعا ومن تقرب منی ذراعا تقربت
منه باعا ومن اتانی یمشی اتیته هرولة
ومن لقینی بقراب الارض خطیئة
لا یشرک بی شیئا لقیته بمثلها مغفرة۔

کے بعد کیے ہے کی اور یہ فرق صرف ان امور کے اندر
ہے جن کی نسبت حظیرۃ القدس میں تاکیدی حکم نہیں ہوا
لیکن کبائر اور ان کے قریب قریب گناہوں کے اندر صرف
بالاجمال اس کا ظہور ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ میں
بندہ کے ساتھ ہوتا ہوں "معیت قبول کی طرف اور حظیرۃ القدس
میں ایک شان کے ساتھ ہونیکی طرف اشارہ ہے پس اگر وہ اللہ
تعالیٰ کا ذکر اپنے دل میں کریگا اور اس کے انعامات میں غور کرنا
شروع کریگا تو اس کے بدلہ میں اس کے اس راستہ سے حجاب دور
کردیگا یہانتک کہ اس تجلی تک پہنچ جائیگا جو حظیرۃ القدس میں قائم
ہے، اور اگر خدا تعالیٰ کا مجلس میں ذکر کریگا اور اس کا قصد
اشاعت دین اللہ اور اعلاء کلمۃ اللہ بھی ہوگا تو خدا تعالیٰ
اس کے بدلہ میں اس کی محبت عالم بالا کے دلوں میں القاء کریگا کہ
وہ اسکے لئے دعا کریں اور برکت کے طالب ہوں پھر زمین میں وہ
مقبول ٹھہرایا جاتا ہے، اور بہت سے عارف باللہ ایسے ہیں جنکو
معرفت کا درجہ حاصل ہے لیکن نہ تو زمین میں وہ مقبول ہیں اور نہ
ملاء اعلیٰ میں ان کا تذکرہ ہے، اور بہت سے ایسے ناصر دین ہیں
بڑے مقبول و متبرک ہیں مگر ان کے حجاب دور نہیں ہوئے
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو ایک
نیکی کریگا اس کو دس گنا ثواب ملے گا یا اس سے بھی
زاید میں کروں گا اور جو کوئی برائی کریگا تو اس کے
برابر بدلہ پائے گا یا میں بخش دوں گا، اور جو کوئی میری
طرف ایک بالشت آئے گا میں اس کی طرف گز بھر آؤں
گا اور جو میری طرف گز بھر آئے گا تو میں اس کی طرف
دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ کے برابر آؤں گا اور جو میری
طرف چلکر آئے گا تو میں اس کی طرف دوڑ کر آؤں
گا اور جو مجھ سے زمین کے برابر گناہ لیکر ملے گا
بشرطیکہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا
ہو تو میں اس سے اسی قدر مغفرت کے ساتھ
ملوں گا"

قول۔ الانسان اذا مات و دبر
ن الدنیا وضعفت سوریۃ بھیمیتہ
تلعلعت انوار ملکیتہ فقلیل خیرہ
تیرہ وما بالعرض ضعیف بالنسبۃ
ی ما ھو بالذات، والتدبیر الالٰہی
شاء علی افاضۃ الخیر، فالخیر اقرب
ی الوجود والشر ابعد منہ، وھو
دیث ان اللہ مائۃ رحمۃ نزل
نھا واحدۃ فی الارض، فبین
نبی صلی اللہ علیہ وسلم ذلک
مثل الشبر، والذراع والباع،
شی والھرولۃ، ولیس شیٔ انفع
المعاد من التطلع الی الجبروت
لالتفات تلقاءھا، وھو قولہ
لقینی بقراب الارض خطیئۃ
یشرک بی شیئا لقیتہ بمثلھا مغفرۃ
قولہ تعالی اعلم عبدی ان لہ
ضر الذنب ویاخذ بہ، وقال
ی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالی
ن عادی ولیا فقد آذنتہ بالحرب
حب الی مما افترضت علیہ
یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل
تی احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ
ذی یسمع بہ وبصرہ الذی
عہ بہ، ویدہ التی یبطش بھا،
حسا الذی یمشی بھا ان سالنی
لاعطینہ ولئن استعاذنی
ن

میں کہتا ہوں انسان جب مرجاتا ہے اور دنیا کو چھوڑ
دیتا ہے اور اس کی بہیمیت کی تیزی کمزور ہو جاتی ہے اور
اس کی ملکیت کے انوار چمکنے لگتے ہیں تو اس کی تھوڑی نیکی
بھی بہت ہو جاتی ہے اور عارضی چیز ذاتی چیز سے ضعیف
رہتی ہے اور تدبیر الٰہی کی بنیاد بھلائی پہنچانے پر ہے اور
خیر وجود سے نہایت قریب اور شر اس سے بہت بعید ہے، چنانچہ حدیث
شریف میں آیا ہے "خدا تعالیٰ کی رحمت کے سو حصے ہیں جن میں سے
ایک حصہ زمین کی طرف اتارا گیا ہے" پس نبی صلے
اللہ علیہ وسلم نے اس رحمت کو بالشت اور گز
اور باع اور چلنے اور دوڑنے کے ساتھ بیان کیا ہے، اور
آخرت میں جبروت تک پہنچنے اور اس کی طرف توجہ کرنے
سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اس قول
میں اس کی طرف اشارہ ہے لقینی بقراب الارض خطیئۃ لا یشرک
بی شیئا لقیتہ بمثلھا مغفرۃ یعنی مراد ہے، اور اللہ تعالیٰ کا اس قول
میں یہی معنی ہے جو میرا ان کو جانتا ہے کہ کسی کو کوئی رب ہے جو
[illegible] وہ بھی کرتا ہے اور نبی صلے
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص کسی
میرے دوست سے عداوت کرتا ہے میں اس کو اعلان جنگ
دیتا ہوں اور بندہ کو مجھ سے کسی چیز سے وہ تقرب حاصل نہیں
ہوتا جو [illegible] سے ہوتا ہے اور بندہ مجھ سے بسبب
نوافل کے برابر تقرب حاصل کرتا ہے تو میں بھی اس سے محبت کرنے
لگتا ہوں [illegible] جس بندہ سے محبت ہو جاتی ہے تو میں اس کا
کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا
ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ
پکڑتا ہے اور پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور جب
مجھ سے مانگتا ہے میں اس کو ضرور دیتا ہوں اور جب پناہ مانگتا
[illegible]

عن نفس المؤمن يكره الموت وانا
اكره مساءته ؛

اقول: اذا احب الله عبدا
ونزلت محبته في الملأ الاعلى ثم
تنزل القبول في الارض فما لف
هذا النظام احد وعاداه وسعى
في رد امره وكبت حاله انقلبت
رحمة الله بهذا المحبوب لعنة
في حق عدوه ورضاه به سخطا في
حقه، واذا تدلى الحق الى عباده بطريقة
شريعة واقامة دين وكتب منزلة
خطيرة القدر من تلك السنن والتي
كانت هذه السنن والقربات اجلب
شيء لرحمة الله وتوفيقه ورضا الله
وتقليل هذه كثير، ولا يزال العبد
يتقرب الى الله بالنوافل بعد الفرائض حتى
احبه الله وتفسيره
رحمته، وحسبك بقول
بنور الهي وبه يرى ويد
ويده ويسأل ويستجاب
ويحفظ من شره وبغضه
القرب عندنا يسمى بقرب الاعوار
والتردد ههنا كناية عن تعارض
العنايات فان الحق لما عنى وقد بكل
نظام نوعي وشخصي، وعنايته
بالجسد الانساني تقتضي
بموته ومرضه وتضييق
عليه. وعنايته بنفسه المحبوبة
تقتضي افاضة الروحية من

کرتا ہے اور مجھے اس کی تکلیف گوارا نہیں ہوتی۔

میں کہتا ہوں جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے اور اس کی محبت عالم ملا اعلیٰ میں نازل ہوتی ہے تو وہ زمین میں بھی مقبول ہو جاتا ہے اب کوئی شخص اس نظام کی مخالفت کرتا ہے اور اس بندہ سے عداوت کرتا ہے اور اس کے کام کے رد کرنے میں اور اس کے بگاڑنے میں سعی کرتا ہے تو وہ حق تعالیٰ جو اس محبوب سے غضب اس کے حق میں لعنت ہو جاتی ہے اور جو خدا اس کے لئے ہوتی ہے وہ اس کے دشمن کے حق میں غضب ہو جاتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے طاہر کرنے اور اقامت دین کی وجہ سے اپنے بندوں کے قریب ہوتا ہے جیسا کہ حدیث القدسی میں ان سنن اور شعائر کو تکمیر فرماتا ہے تو یہ سنن اور عبادات سب چیزوں سے زیادہ سبب ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور توفیق اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے اور ان سنن کے کرنے والے اور ان عبادات کے بجا لانے والے بہت ہیں اور کم ہیں اور ان کی فضیلت بہت زیادہ ہے اور ان کے کرنے والوں کی تعداد بہت کم ہے

اور اللہ تعالیٰ کا فرمانا کہ بندہ نوافل کے ساتھ میرا قرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے اعضاء کو میں ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اس کے دل و عیاں ہو جاتا ہوں جس سے وہ سمجھتا ہے اور اس کی قوت ہو جاتا ہوں جس سے وہ حملہ کرتا ہے اور اس کی مدد ہو جاتا ہوں جس سے وہ مدد چاہتا ہے اور اس کی دعا ہو جاتا ہوں جس سے وہ دعا کرتا ہے اور اس کی حاجت روائی ہو جاتا ہوں جس سے وہ حاجت روائی چاہتا ہے اور اس کی حفاظت ہو جاتا ہوں جس سے وہ حفاظت چاہتا ہے اور اس کی نصرت ہو جاتا ہوں جس سے وہ نصرت چاہتا ہے اور ہمارے نزدیک قرب سے مراد قرب اعوار ہے اور تردد یہاں کنایہ ہے تعارض عنایات سے پس حق تعالیٰ کی عنایت ہر نظام نوعی و شخصی اور اس کی عنایت جسد انسانی کے ساتھ تقاضا کرتی ہے اس کی موت اور مرض اور تضییق کا اور اس پر عنایت اللہ تعالیٰ کی وہ توجہ جو اس کے محبوب کے ساتھ متعلق ہے

جهة علیه وسلم قال
صلی اللہ علیہ وسلم الا انبئکم بخیر
اعمالکم وازکاها عند ملیککم
ارفعها فی درجاتکم وخیر لکم من
انفاق الذهب والورق وخیر لکم
من ان تلقوا عدوکم فتضربوا اعناقهم
ویضربوا اعناقکم؟ قالوا بلی قال
ذکر اللہ ؛

اقول :- الافضلیة تختلف
باعتبار، ولا افضل من الذکر باعتبار
ینظر النفوس الی الجبر رحمت ولزوم
فی نفوس زکیة لا تحتاج الی ازالة
بل تحتاج الی ازالة التوجه
وقال صلی اللہ علیه وآله وسلم ما من
قوم یقعدون یجتمعون اللہ تعالیٰ
علیه من اللہ تبعة، ومن اضطجع
مضطجعا لا یذکر اللہ فیه کانت
علیه من اللہ تبعة ؛

وقال :- ما من قوم یقومون
من مجلس لا یذکرون اللہ فیه الا قاموا
عن مثل جیفة حمار وکان علیهم
حسرة وقال لا تکثروا الکلام بغیر
ذکر اللہ فان کثرة الکلام بغیر ذکر
اللہ قسوة للقلب وان ابعد الناس
من اللہ القلب القاسی ؛

اقول :- [illegible] وعرف کیف یحصل لہ [illegible]
ذکر اللہ وکیف ینقطع احب ان
نتکلم علیه حتی یصیر کالید

مہیا کرے، اور ہر بلا سے بچائے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کیا میں تم کو اب عمل نہ بتلاؤں جو تمہارے سب اعمال میں
بہتر ہو اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے
زیادہ پاکیزہ ہو اور سب اعمال سے زیادہ تمہارے
درجات بلند کرنے والا ہو اور تمہارے حق میں سونا اور
چاندی خرچ کرنے سے بہتر ہو اور تمہارے لئے اس بات
سے بہتر ہو کہ تم اپنے دشمن سے مقابلہ کرو اور تم ان کی گردنیں
مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں، صحابہ نے عرض کیا ہاں آپ نے
فرمایا کہ وہ خدا کا ذکر ہے،

میں کہتا ہوں، افضلیت مختلف اعتبار سے ہوتی ہے اور اس
اعتبار سے کہ نفس کو جبر و ثبت تک پہنچنا ہے ذکر الٰہی سے زیادہ
کوئی عمل افضل نہیں ہے خاص کر ان نفوس زکیہ میں جن کو
ازالہ تعلق کی حاجت نہیں ہوتی بلکہ صرف توجہ کی ضرورت
ہوتی ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو کوئی کسی مجلس
میں بیٹھ کر ذکر الٰہی نہ کرے تو اس کے حق میں خدا تعالیٰ کی
طرف سے ایک خسارہ ہے اور جو کوئی جگہ لیٹے اور ذکر الٰہی نہ کرے
تو اس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک خسارہ ہے"
اور آپ نے فرمایا "جو کوئی قوم کسی مجلس سے
کھڑی ہو جس میں یاد الٰہی نہ کیا ہو تو گویا وہ مردار گدھے
کو کھا کر اٹھے ہیں اور وہ مجلس ان پر ایک حسرت ہوگی"
اور آپ نے فرمایا "بجز ذکر خداوندی کے کوئی
کلام کثرت سے مت کرو کیونکہ بجز ذکر الٰہی کے
کثرت کلام سخت دلی پیدا کر دیتا ہے اور سب
لوگوں میں سے خدا تعالیٰ سے دور قاسی القلب
ہے"

میں کہتا ہوں جس نے ذکر الٰہی کی حلاوت پائی
اور ذکر الٰہی سے اطمینان حاصل ہونے کی کیفیت معلوم
کر لی اور یہ بات جان لی کہ [illegible] حجابوں سے حجاب دور
ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ شخص ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا

یری اللہ عیانا لاشک انہ اذا توجہ
الی الدنیا، وعاشر لازواج واصغت
بنسی کثیرا وبقی کانہ نقد ما کان
یجد، ویبدل حجابہ بلحد و
بین ما کان یمر أی منزل دخل الخصلۃ
تدعو الی النار والی کل شر، ونی کل
من ذلک ترۃ، واذا اجتمعت الترات
لم یکن لہ سبیل الی النجاۃ وہو ما
النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہذہ
لترات ونبہ علاجہ، وذلک ان شغلہ
فی کل حالۃ ذکرا مناسبا لہا یکون
تریاقا دافعا لسم الغفلۃ، فنبہ
النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی
فائدۃ ہذہ الاذکار وہو حضور
الترات بہا وبہا۔

واعلم انہ سبحانہ الہمنا الی ضبط
الفاظ الذکر صونا لہ عن ان یتصرف
فیہ متصرف بعقلہ الا یستر فیلحد
فی اسماء اللہ او لا یتقی اللہ فی
وعمدۃ ما سن فی ہذا الباب عشرۃ
اذکار فی کل واحد سر لیس فی
غیرہ ولذلک سن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم فی کل موطن ان
یجمع بین الوان منہ واضدادہ لتوزع
علی ذکر واحد یحفظ لطیفۃ اللسان
فرحۃ خاصۃ للمکلفین واستدلال من
بعضہا الی بعض یجمع النفس ویوقظ
الوسنان، ومنہ سبحان اللہ، وہو
حقیقتہ تنزیہ اللہ عن الاضداد والعیوب

خدا تعالیٰ کو عیاناً دیکھ رہا ہے تو اس میں کچھ شک نہیں کہ جب
شخص دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اہل و عیال اور مال
اسباب میں دل لگاتا ہے تو ان کیفیات میں سے بہت کچھ
جاتا ہے اور ایسا ہوتا ہے کہ گویا اس نے اس چیز کو جو اس
حاصل تھی گم کر دیا ہے اور اس شخص کے اور اس چیز
درمیان جس کو یہ اپنی آنکھوں سے دیکھتا تھا ایک پردہ پڑ جاتا
اور یہ خصلت دوزخ اور ہر برائی کی طرف انسان کو بلاتی ہے
سب تو اس میں بڑا نقصان ہے اور جب یہ نقصانات
ہوتے ہیں تو پھر کوئی حد نہیں رہتا اور نبی صلے اللہ علیہ
وسلم نے ان نقصانات کا علاج اور علاج بھی ایسا جو ہر
وقت کیلئے ہر حالت کے مناسب ایک ذکر مقرر فرما دیا تاکہ
وہ غفلت کے زہر کو دور کرنے والا تریاق ہو پس
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان اذکار کا فائدہ اور
ان سے غافل رہنے کے نقصانات ظاہر فرما دیے
واضح ہو کہ اس کی بھی ضرورت تھی کہ ذکر کے
کا انتظام کیا جائے تاکہ کوئی تصرف کرنے والا اپنی نفس
بس سے اس میں تصرف کر کے اللہ تعالیٰ کے اسماء
کجروی نہ کرے یا جو مقام جس ذکر کے مناسب ہے اس کو
کرے اور اذکار کے بارے میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے
جو مسنون کیا ہے ان میں عمدہ اور بہتر دس اذکار
ہیں جن میں سے ہر ایک میں وہ راز ہے جو دوسرے
میں نہیں ہے اس وجہ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم
نے ہر موقع پر ان میں سے کئی کئی اذکار کے جمع کرنے کا
حکم دیا ہے اور یہ بھی ہے کہ صرف ایک ذکر پر
وقت کرنا مختلف مزاج کے حق میں ہر ذکر کو صرف زبان
کرنا اور جس اذکار سے ... کو انتقال کرنا
سے نفس کو تیزی اور غفلت کو بیداری حاصل ہوتی ہے
... کہ ... اور ... کو تمام نقائص اور عیوب اور نقائص سے پاک ٹھہرانے

والنقائص، ومنها الحمد لله، وحقيقته
اثبات الكمالات والاوصاف التامة
له، فاذا اجتمعتا فی کلمة واحدة
کانت افصح تعبیر عن معرفة الانسان
بربه لانه لایستطیع ان یعرفه
الا من جهة اثبات ذات یسلب عنها
ما نشاهده فینا من النقائص و
یثبت لها ما نشاهده فینا من جهات
الکمال من جهة کونه کمالا. فان
استقرت صورة هذا المعنی فی النفس
ظهرت هذه المعرفة ثابتة
کاملة عند ما یقضی بسلوکها فیفتح
بابا عظیما من القرب. ولهذا المعنی
اشار النبی صلی الله علیه وسلم فی
قول التسبیح نصف المیزان والحمد
لله یملؤه، ولهذا کانت کلمة سبحان
الله وبحمده کلمة خفیفة علی اللسان
ثقیلة فی المیزان حبیبة الی الرحمن
ومن یقولها غرست له نخلة، وورد
فیمن یقولها مائة حطت خطایاه وان کانت مثل زبد البحر
ولم یات احد یوم القیامة بافضل
مما جاء به الا احد قال مثل ما قال
وزاد علیه، وهی افضل الکلام
صطفاه الله لملائکته واما سلیمان
فانه علیه السلام اول من یدعی فی
الجنة الذین یحمدون الله فی السراء
والضراء. فهذان عمدهم ثبوتی منبعث
من القوی الثبوتیة، واهلها، حقا ان

اور ان میں سے ایک الحمد للہ ہے اور اس کی حقیقت خدا تعالیٰ
کے لئے کمالات اور اوصاف کاملہ کا ثابت کرنا ہے پس
جب یہ دونوں باتیں ایک کلمہ میں جمع ہو گئیں تو انسان کو
اپنے پروردگار کی جو معرفت حاصل ہو سکتی ہے وہ کلمہ اس کا
پورا پورا بیان ہے کیونکہ انسان خدا تعالیٰ کو بغیر اس کے نہیں
پہچان سکتا کہ ایک ذات ایسی ثابت کرے جو ان تمام
نقائص سے پاک ہو جن کا ہم اپنے اندر مشاہدہ کرتے ہیں اور
جس قدر کمالات کمال ہونے کی جہت سے ہم اپنے اندر
پاتے ہیں وہ سب اس ذات کے لئے ثابت ہوں پس
جب اس ذکر کی صورت صفحہ دل میں جم جاتی ہے تو یہ
معرفت پوری کی پوری ظاہر ہو جاتی ہے جس کے کامل ہونے
کا حکم دیا جاتا ہے اور قرب الٰہی کا ایک بڑا دروازہ اس کے
سبب سے کھل جاتا ہے اور اسی معنی کی طرف نبی صلے اللہ
علیہ وسلم نے اس حدیث میں اشارہ کیا ہے "سبحان اللہ"
نصف میزان ہے اور الحمد للہ اس کو پُر کر دیتا
ہے" اسی لئے سبحان اللہ وبحمدہ کا کلمہ زبان پر آسان
اور میزان میں بہت ہے اور خدا تعالیٰ کو پیارا
ہے اور اس کے پڑھنے والے کے لئے ایک درخت بویا
جاتا ہے جو شخص اس کو سو بار پڑھے اس کے حق میں
آیا ہے کہ اس کے تمام گناہ دور ہو جاتے ہیں اگرچہ
سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں اور قیامت کے روز
کوئی شخص ان کلمات کے پڑھنے والے سے افضل نہ آئیگا
مگر وہ جس نے کلمہ اس سے پڑھا یا اس سے بھی زیادہ
پڑھا اور یہ کلمہ افضل الکلام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے
ملائکہ کے لئے منتخب فرمایا ہے اور جس کی نسبت آنحضرت
صلعم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی جنت میں
وہ پہلا شخص ہے جس نے مصیبت اور آرام کے وقت
اللہ تعالیٰ کی حمد کی ہے پس اس میں یہ راز ہے کہ ان لوگوں کا عمل
جو قوی ثبوتیہ سے پیدا ہوا ہے اور ثبوت کی نعمتوں سے

بنعيم جنات؛

• سر قوله عليه السلام افضل الدعاء الحمد لله، ان الحمد على قسمين كما سنذكر، والحمد لله يفيد هما جميعا ان الشكر بازاء النعمة لانها معرفة ثبوتية. و سر قوله عليه السلام الحمد لله رأس الشكر ان الشكر بناف باللسان و الجنان و الاركان، واللسان افصح عن ذلك ومنها لا اله الا الله وله بطون كثيرة فالبطن الاول طرد التشريك الجلي، والثاني طرد التشريك الخفي، والثالث طرد الحجب التي هي الموانع عن الوصول الى معرفة الله والى الاشارة في قوله صلى الله عليه وسلم لا اله الا الله للبشر لو حجاب دون الله حتى تخلص اليه وكان موسى عليه السلام يعرف ان له بطونا ابطنين الاولين، و سنبين ان يكون الذكر الذي يخصه الله به ذلك وقوله الله به جليلة كثيرة كثيف عليه انه طارد كل ما سوى الله تعالى عن مستقر الاسرار ومحل التنزل بين عينيه وانه لو وضع جميع ما سوى الله في كفة وهذه في كفة لمالت بها لانه يطردهن ويحقرهن والتهليلة مع تفصيل ما ينفي و الاثبات وهي لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير؛

[illegible] اور [illegible] فرمایا الحمد للہ [illegible] یہ ہے کہ ہم [illegible] ذکر کریں گے اور الحمد للہ [illegible] ہیں کیونکہ شکر نعمت [illegible] ہوتی ہے اور [illegible] صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا [illegible] الحمد للہ شکر ہیں، اس سے پتہ چلا کہ شکر [illegible] اور [illegible] ہے اور [illegible] اور [illegible] اور [illegible]

ورد فی فضل من قالها ما شاء
کانت له عدل عشر رقاب الخ، وذلک
لانها جامعة بین المعرفة الثبوتیة
والسلبیة اقرب لمحو الذنوب،
والثبوتیة افید لوجود الحسنات
وتمثل الاجزیة، ومنها اللہ اکبر، و
فیه ملاحظة عظمته وقدرته وسلطانه
وهذا اشارة الی معرفة ثبوتیة، و
لذلک ورد فی فضله انه یملأ ما بین
السماء والارض، وهذه الکلمات
الاربع افضل الکلام وحبیبة الی اللہ
وهی غراس الجنة، وسر حدیث
جویریة لقد قلت بعدک اربع کلمات
ثلاث مرات لو وزنت بما قلت منذ
الیوم لوزنتهن سبحان اللہ عدد
خلقه و رضا نفسه و زنة عرشه
ومداد کلماته ان صح ذلک فی
سنقر بنی لتصحیفه کان نفسه
فشرا بعض بجزء عشر هذه
تلک الکلمة، بان کانت فیه کلمة
مثل عدد خلقه کان انفسا حرامثل
ذلک۔

واعلم ان [illegible]
و تلک الاسفل [illegible]
و مناسب فی [illegible]
من کان [illegible]
عمل فی الصحیفة [illegible]
[illegible]

اور اس کلمہ کو سو مرتبہ کہنے والے کی فضیلت میں یہ آیا ہے کہ اس کو دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے الخ کیونکہ اس میں معرفت ثبوتیہ اور سلبیہ دونوں ہیں اور سلبیہ کو گناہوں کے مٹنے میں نہایت مناسبت ہے اور ثبوتیہ کو حسنات کے پائے جانے میں اور عزا کے متمثل ہونے میں بڑا دخل ہے،

اور ان اذکار میں سے ایک اللہ اکبر ہے اور اس کلمہ میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی قدرت اور اس کی سلطنت کا ملاحظہ ہے اور اس میں معرفت ثبوتیہ کی طرف اشارہ ہے اور اسی لئے اس کی فضیلت میں یہ وارد ہے کہ یہ کلمہ آسمان اور زمین کی فضا کو بھر دیتا ہے اور یہ چاروں کلمات سب کلاموں سے افضل اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہیں اور جنت میں بوئے جاتے ہیں اور حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا والی حدیث جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میں نے تیرے بعد چار کلمے تین بار کہے ہیں ان کے مقابلہ میں جو کچھ تو نے آج تک کہا ہے اگر وزن کیا جائے تو یہی کلمات غالب رہیں اور وہ یہ کلمات ہیں سبحان اللہ عدد خلقہ و رضا نفسہ و زنۃ عرشہ و مداد کلماتہ، اگر کسی کے لئے ممکن ہو کہ اس کی صورت بنا دے جب اس کی فضیلت ثابت ہوئی ہے تو اس کے مثل اس صورت [illegible] اور اس کی [illegible] کے ساتھ [illegible] ہے کہ اس میں ایک کلمہ ہے جو عدد خلق تو اس کا پھیلاؤ بھی اسی قدر ہے،

[illegible]

احدا ان يقول اذا كانت هذه الكلمات ثلاث مرات افضل من سائر الاذكار يكون الاعتناء بكثرة الاذكار واستيفاء الاوقات فيها ضائعا لان الفضل انما هو باعتبار ذوات الاعتبار، وكان النبي صلى الله عليه وسلم ارشد جويرية رضي الله عنها الى اقرب الاعمال ورغب في ذلك ترغيبا بليغا، والسر فيما سنه النبي صلى الله عليه وسلم في الذكر من ضم الله اكبر ونحو ذلك من الالفاظ مع التهليل ان ينبه النفس المذكور ولا يمكن لقمقة لسان، ومنه سؤال ما ينفعه في بدنه او نفسه باعتبار خلقه او باعتبار حصول المسكنة او تدبير منزله وماله وجاهه وتعوذ مما يضره كذلك والسر فيه ما مر اشارة تأثير حق في الذي لعدم نفي الحول والقوة عن نفسه

ومن اجمع ما سنه النبي صلى الله عليه وآله وسلم في الدعاء اللهم [illegible] امري، واصلح لي في ديني الذي هو عصمة امري، واصلح لي آخرتي التي فيها معادي، واجعل الحياة زيادة لي في كل خير، واجعل الموت راحة لي من كل شر، اللهم اني اسألك الهدى والتقى والعفاف والغنى، اللهم اهدني وسددني، وقال اذكر بالهدى هدايتك الطريق وبالسداد سداد السهم، اللهم اني

ان بات نہیں ہے کہ جب ان کلمات کا تین مرتبہ کہنا تمام اذکار سے افضل ہوا تو اذکار کی کثرت اور ان میں تمام اوقات لگانا بے فائدہ ہوا اس لئے کہ فضیلت ایک اعتبار سے ہے دوسرے اعتبار سے نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ کو قرب اعمال کی طرف رہنمائی کی ہے اور اس میں بڑی رغبت دلائی تھی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کے اندر تہلیل کے ساتھ اللہ اکبر اور باقی کلمات ملانا مسنون فرمایا ہے اس میں یہ راز ہے کہ نفس کو ذکر پر تنبیہ ہوتی رہے اور محض زبان کی حرکت نہ رہے، اور ان اذکار میں سے ایسے امور کا سوال کرنا ہے جو اس کے بدن یا اس کے نفس کے لئے پیدائش کے اعتبار سے یا حصول طلبوں کے اعتبار سے نافع ہو، یا اس بیت، منزل اور اس کے مال وجاہ کے اعتبار سے فائدہ مند ہو اور ان امور سے پناہ مانگنا ہے جو اس کے لئے ان اعتبارات سے مضر ہوں اور اس کے اندر اللہ تعالیٰ کی تاثیر کا لحاظ رکھنا ہے کرنا اور اللہ تعالیٰ کے سبب کی قدرت اور طاقت کی نفی کرنا ہے۔

[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعائیں مقرر [illegible]

وارحمنی واهدنی وعافنی وارزقنی
اللهم ربنا آتنا فی الدنیا حسنة
وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب
النار، رب اعنی ولا تعن علی وانصرنی
ولا تنصر علی وامکرلی ولا تمکر علی
واهدنی ویسر الهدی لی وانصرنی
علی من بغی علی، رب اجعلنی لک شاکرا
لک ذاکرا لک راهبا لک
مطواعا لک مخبتا الیک، اوّاها منیبا، رب
تقبل توبتی واغسل حوبتی واجب
دعوتی وثبت حجتی وسدد لسانی
واهد قلبی واسلل سخیمة صدری
اللهم ارزقنی حبک وحب من ینفعنی
حبه عندک، اللهم ما رزقتنی مما
احب فاجعله قوة لی فیما تحب،
اللهم ما زویت عنی مما احب فاجعله
فراغا لی فیما تحب، اللهم اقسم لنا
من خشیتک ما تحول به بیننا وبین
معاصیک ومن طاعتک ما تبلغنا به
جنتک ومن الیقین ما تهون به علینا
مصیبات الدنیا ومتعنا باسماعنا و
ابصارنا وقوتنا ما احییتنا واجعله
الوارث منا واجعل ثارنا علی من ظلمنا
وانصرنا علی من عادانا، ولا تجعل
مصیبتنا فی دیننا ولا تجعل الدنیا
اکبر همنا ولا مبلغ علمنا ولا تسلط
علینا من لا یرحمنا ؛

ومن اجمع ما سئل النبی صلی
اللہ علیہ وسلم فی الاستعاذة اعوذ

اللهم اغفر لی وارحمنی واهدنی وعافنی وارزقنی
اللهم ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة
حسنة وقنا عذاب النار، رب اعنی
ولا تعن علی وانصرنی ولا تنصر علی وامکرلی
ولا تمکر علی واهدنی ویسر الهدی لی و
انصرنی علی من بغی علی، رب اجعلنی لک
شاکرا لک ذاکرا لک راهبا لک
مطواعا لک مخبتا الیک اوّاها منیبا، رب
تقبل توبتی واغسل حوبتی واجب
دعوتی وثبت حجتی وسدد لسانی
واهد قلبی واسلل سخیمة صدری
اللهم ارزقنی حبک وحب من ینفعنی
حبه عندک، اللهم ما رزقتنی مما
احب فاجعله قوة لی فیما تحب،
اللهم ما زویت عنی مما احب فاجعله
فراغا لی فیما تحب، اللهم اقسم لنا
من خشیتک ما تحول به بیننا وبین
معاصیک ومن طاعتک ما تبلغنا به جنتک و
من الیقین ما تهون به علینا مصیبات
الدنیا ومتعنا باسماعنا وابصارنا و
قوتنا ما احییتنا واجعله الوارث منا
واجعل ثارنا علی من ظلمنا وانصرنا
علی من عادانا ولا تجعل مصیبتنا فی
دیننا ولا تجعل الدنیا اکبر همنا ولا
مبلغ علمنا ولا تسلط علینا من
لا یرحمنا ؛

اور پناہ مانگنے کے بارے میں جو دعائیں آپ نے
مقرر فرمائی ہیں ان میں سے ... دعائیں زیادہ جامع ہیں

باللہ من جھد البلاء ودرک الشقاء و
سوء القضاء وشماتۃ الاعداء ،
اللھم انی اعوذ بک من الھم والحزن
والعجز والکسل والجبن والبخل
وضلع الدین وغلبۃ الرجال ،
اللھم انی اعوذ بک من الکسل و
الھرم والمغرم والماثم ، اللھم
انی اعوذ بک من عذاب النار وفتنۃ
النار وفتنۃ القبر وعذاب القبر ومن
شر فتنۃ الغنی ومن شر فتنۃ
الفقر ومن شر فتنۃ المسیح
الدجال ، اللھم اغسل خطایای
بماء الثلج والبرد ونق قلبی کما
ینقی الثوب الابیض من الدنس
باعد بینی وبین خطایای کما
باعدت بین المشرق والمغرب
اللھم انت نفسی تقواھا وزکھا
انت خیر من زکاھا انت ولیھا و
مولاھا ، اللھم انی اعوذ بک من
علم لا ینفع ومن قلب لا یخشع
ومن نفس لا تشبع ومن دعوۃ
لا یستجاب لھا ، اللھم انی اعوذ
بک من زوال نعمتک وتحول
عافیتک وفجاۃ نقمتک وجمیع
سخطک ، اللھم انی اعوذ بک من الفقر
والقلۃ والذلۃ واعوذ بک من
ان اظلم او اظلم ، ومنھا التعبیر عن
الخضوع والاخبات ، کقولہ صلی اللہ علیہ
وسلم سجد وجھی للذی خلقہ الخ

عوذ باللہ من جھد البلاء ودرک الشقاء و
سوء القضاء وشماتۃ الاعداء ، اللھم
انی اعوذ بک من الھم والحزن و
العجز والکسل والجبن والبخل و
ضلع الدین وغلبۃ الرجال ، اللھم انی
اعوذ بک من الکسل والھرم والمغرم
والماثم ، اللھم انی اعوذ بک من
عذاب النار وفتنۃ النار و فتنۃ
القبر وعذاب القبر ومن شر فتنۃ
الغنی ومن شر فتنۃ الفقر ومن شر
فتنۃ المسیح الدجال ، اللھم اغسل
خطایای بماء الثلج والبرد ونق قلبی
کما ینقی الثوب الابیض من الدنس
وباعد بینی وبین خطایای کما
باعدت بین المشرق و المغرب ،
اللھم انت نفسی تقواھا و
زکھا انت خیر من زکاھا انت ولیھا و
مولاھا ، اللھم انی اعوذ بک من علم
لا ینفع ومن قلب لا یخشع و من
نفس لا تشبع ومن دعوۃ لا
یستجاب لھا ، اللھم انی اعوذ بک
من زوال نعمتک و تحول عافیتک
وفجاۃ نقمتک وجمیع سخطک ،
اللھم انی اعوذ بک من الفقر و
القلۃ والذلۃ واعوذ بک من
ان اظلم او اظلم ،

از انجملہ خضوع اور فروتنی کا بیان کرنا ۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے " میرے منہ نے اس ذات کو سجدہ کیا جس نے اس کو پیدا کیا " الخ ،

واعلم ان الدعوات التی امرنا
بها النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی
قسمین احدهما ما یکون المقصود
منه ان تملأ القوی الفکریة بملاحظة
جلال اللہ وعظمته، او یحصل حالة
الخضوع والانخبات، فان التعبیر
بلسان عما یناسب هذه الحالة
اثر اعظیما فی تنبه النفس لها واقبالها
علیها، والثانی ما یکون فیه الرغبة
فی خیر الدنیا والاخرة والتعوذ من
شرهما لان همة النفس وتأکد
عزیمتها فی طلب شئ یقرع باب
الجود بمنزلة اعداد مقدمات
الدلیل لفیضان النتیجة. وایضا
فان الحاجة الداعیة لقلبه توجهه
الی المناجات وتجعل جلال اللہ
حاضرا بین عینیه وتصرف
همته الیه، فتلک الحالة غنیمة
المحسن، قوله صلی اللہ علیه وسلم
الدعاء هو العبادة،

اقول: وذلک لان اصل العبادة
هو الاستغراق فی الخضوع بوصف
التعظیم والدعاء بقسمیه نصاب
قام منه قوله صلی اللہ علیه وسلم
افضل العبادة انتظار الفرج،

اقول: وذلک لان الهمة الحثیثة
فی استنزال الرحمة تؤثر اثرا شدیدا
تؤثر العبادة. قوله صلی اللہ علیه
وسلم ما من احد یدعو بدعاء

واضح ہو کہ وہ دعائیں جن کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے
ہم کو حکم دیا ہے دو قسم کی ہیں، ایک تو وہ دعائیں ہیں
جن سے مقصود یہ ہے کہ قوی فکریہ جلال الٰہی اور اس کی
عظمت کے ملاحظہ سے پُر ہو جائیں یا خضوع اور فروتنی
کی حالت حاصل ہو کیونکہ زبان سے اس چیز کو جو اس
حالت کے مناسب ہے زبان سے بیان کرنے میں
نفس کو متوجہ کرنے کے لئے بڑا اثر ہے، اور دوسری
قسم کی وہ دعائیں ہیں جن میں دنیا و آخرت کی بھلائی
کی طرف رغبت مقصود ہوتی ہے اور ان کی برائی سے
پناہ مانگی جاتی ہے کیونکہ نفس کا ارادہ اور بہت
کوشش سے اس کا کسی چیز کو طلب کرنا اللہ تعالیٰ کے
جود کے دروازہ کو کھڑکھڑاتا ہے جس طرح دلیل کے
مقدمات نتیجہ کے فیضان کا سبب ہوتے ہیں اور
نیز اس کے دل کو تکلیف دینے والی حاجت اس کو
مناجات کی طرف متوجہ کر دیتی ہے اور اللہ پاک کی
عظمت کو اس کے روبرو پیش کر دیتی ہے اور ایسے وقت
میں آدمی کی ہمت خدا تعالیٰ کی طرف مائل ہو جاتی ہے
پس یہ حالت نیک آدمی کے لئے بہت غنیمت ہے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دعا عبادت ہی ہے"

میں کہتا ہوں اس کا یہ سبب ہے کہ اصل عبادت
تعظیم کی صفت کے ساتھ حضور کے اندر مستغرق
ہو جانا ہے اور دعا اپنی دونوں قسموں کے ساتھ
اس کا کامل نصاب ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا "بہترین عبادت کشادگی کا انتظار کرنا ہے"
میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ نزول رحمت
کے طلب کرنے میں رغبت کے ساتھ اجتہاد کرنا جس
قدر ممکن ہو عبادت کرنا بھی ایسا ہی ہے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اللہ تعالیٰ سے

الا انا ان الله تعالى ما سئل اعطى او كف عنه شر السوء مثله ؛

اقول :- ظهور الشئ من عالم المثال الى الارض له سنن طبيعي يجري ذلك المجرى ان لم يكن مانع من خارج ، وله سنن غير طبيعي ان وجد مزاحمة في الاسباب ، فمن غير طبيعي ان تنصرف الرحمة الى كف السوء او الى ايناس وحشته الروع بهجة قلبه ، او ميل الحادثة من بد له لى ماله ، وامثال ذلك ، قوله صلى الله عليه وآله وسلم اذا دعا احدكم فلا يقل اللهم اغفر لى ان شئت ارحمنى ان شئت ارزقنى ان شئت وليعزم المسألة انه يفعل ما يشاء ولا مكره له ؛

اقول :- روح الدعاء وسرها رغبة النفس في الشئ مع تلبسها بتلك الحالة الملائكة وتطلعها لتجرد ذلك المطلب بالتلك يستتب الوسيلة ويفتر الهمة ، ان الموافقة بالمصلحة الكلية فحاصل لان سببا من الاسباب لا يصد الله عن رعايتها ، وهو قوله صلى الله عليه وسلم انه يفعل ما يشاء ولا مكره له ، قوله صلى الله عليه وسلم لا يرد القضاء الا الدعاء ؛

اقول :- القضاء ههنا الصورة المخلوقة في عالم المثال التي هي

بلا مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو عطا فرماتا ہے یا اس کے برابر مصیبت کی برائی اس سے روک لیتا ہے ؛

میں کہتا ہوں اشیاء کے لئے عالم مثال سے زمین پر ظاہر ہونے کا ایک تو طبعی طریق ہے ، اگر کوئی خارجی مانع نہ ہو ، اور ایک غیر طبعی طریق ہے اگر اسباب میں مزاحمت پائی جائے پس غیر طبعی کی ایک صورت یہ ہے کہ کسی مصیبت کے دفع کرنے کی طرف یا اس کی وحشت کے دور کرنے کی طرف اور اس کے دل میں خوشی القاء کرنے کی طرف یا اس حادثہ کو اس کی جان سے ٹال کر اس کے مال کی طرف مائل کرنے کے لئے رحمت الٰہی متوجہ ہوتی ہے اور اسی قسم کی اور صورتیں بھی ہیں ، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو یہ نہ کہے کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھ کو بخشدے اور اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم کر اور اگر تو چاہے تو مجھ کو رزق دے بلکہ کوشش کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس پر کسی کا دباؤ نہیں ہے"

میں کہتا ہوں دعا کی روح اور اس کا بھید نفس کا کسی چیز میں رغبت کرنا ہے جس کے ساتھ تشبہ بالملائکہ اور تجرد کی اطلاع اس کی صفت پائی جائے ، اور شکستگی کے ساتھ طلب کرنا ارادہ کے اندر پراگندگی پیدا کرتا ہے اور ہمیت کو سست کرتا ہے اور مصلحت کلیہ کے ساتھ موافقت حاصل ہوتی ہے کیونکہ کوئی سبب مصلحت کلیہ کی رعایت کرنے سے خدا تعالیٰ کو نہیں روکتا چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور اس کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بجز دعا کے کوئی چیز قضاء الٰہی کو نہیں ٹالتی"

میں کہتا ہوں قضاء سے مراد یہاں وہ صورت ہے جو عالم مثال میں پیدا کیجاتی ہے اور جو عالم کون میں

سبب وجود الحادثة فی الکون وهو بمنزلة سائر المخلوقات یقبل المحو والاثبات، قال علیه الصلاة والسلام ان الدعاء ینفع مما نزل ومما لم ینزل ؛

اقول :- الدعاء اذا عالج ما لم ینزل اصمحل ولم ینعقد سببا لوجود الحادثة فی الارض وان عالج النازل ظهرت رحمة الله هناك فی صورة تخفیف موجعته وایناسه وحشته، قال صلی الله علیه وآله وسلم من سره ان یستجیب الله له عند الشدائد فلیکثر الدعاء فی الرخاء ؛

اقول :- وذلك ان الدعاء لا یستجاب الا ممن قویت رغبته وتأکدت عزیمته وتمرن بذلك قبل ان یحیط به ما احاط، واما رفع الیدین وضمهما ونحو ذلك فانما هو تصویر للرغبة ومظاهرة بین الهیئة النفسانیة وما یناسبها من الهیئة البدنیة وتنبیه للنفس علی تلك الحالة، قال صلی الله علیه وسلم من فتح له باب من الدعا فتحت له ابواب الرحمة ؛

اقول :- من علم کیف یدعو برغبة نا شئة من تصمیم قلبه وعلم فی ای الصور تظهر الاجابة وتمرن بصفة الحضور فتح له باب الرحمة فی الدنیا ونصر فی کل داهیة، واذا مات واحاطت به خطیئته وغشیته

اس حادثہ کے پیدا ہونے کا سبب ہوتی ہے اور وہ صورت تمام مخلوقات کی طرح محو و اثبات کو قبول کرتی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دعا اس چیز سے جو نازل ہوئی اور اس چیز سے جو نازل نہیں ہوئی نفع دیتی ہے"

میں کہتا ہوں دعا جب اس حادثہ کا علاج کرتی ہے جو نازل نہیں ہوا ہے تو وہ مضمحل ہو جاتا ہے اور کسی چیز کو زمین پر اس حادثہ کے موجود ہونے کا سبب نہیں ہونے دیتی اور اگر دعا نازل شدہ بلا کے علاج میں واقع ہوتی ہے تو وہاں رحمت الٰہی اس کے رنج کی تخفیف کی صورت میں ظاہر ہو جاتی ہے اور اس کی وحشت دفع کرنے کیلئے نازل ہو جاتی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص یہ چاہتا ہے کہ خدا سختی کے وقت اس کی دعا قبول کیا کرے تو اس کو لازم ہے کہ آرام کی حالت میں بھی دعا مانگا کرے :

میں کہتا ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ دعا اس شخص کی قبول ہوتی ہے جس کی رغبت قوی اور ارادہ مصمم ہوتا ہے اور اس مصیبت کے نازل ہونے سے پیشتر اس کو دعا کی عادت بھی ہو، اور ہاتھوں کا اٹھانا اور منہ پر ہاتھ پھیرنا اس رغبت کی صورت اور ہیئت نفسانیہ اور اس کے مناسب ہیئت بدنیہ میں مطابقت اور نفس کو اس حالت پر متنبہ کرنا ہے،

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص کے لئے دعا کا دروازہ کھولا گیا اس کے لئے رحمت کے سب دروازے کھولے گئے"

میں کہتا ہوں جو شخص دلی رغبت سے دعا کرنے کی کیفیت جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ کس صورت میں قبولیت ظاہر ہوتی ہے اور وہ صفت حضور کا عادی بھی ہے تو اس کے لئے دنیا میں رحمت کا دروازہ کھولا جاتا ہے اور ہر مصیبت میں اس کی مدد کی جاتی ہے، اور جب وہ مرجاتا ہے اور اس کے گناہ اس کو گھیر لیتے ہیں اور ہیئت ذمیمہ

غائبة من الهيآت الدنيوية توجه الى الله توجها حثيثا كما كان تمرن به فيستجاب له و يخرج نقيا منها كما تسل الشعرة من العجين، و اعلم ان اقرب الاوقات من الاستجابة ما اقترن بحالة هي مظنة نزول الرحمة اما لكونها كمالا للنفس الانسانية كدعاء عقيب الصلوات، و دعوة الصائم حين يفطر، او معدة لاستنزال جود الله كدعاء يوم عرفة او لكونها سببا للموافقة عناية الله في نظام العالم كدعوة المظلوم فان لله عناية بانتقام الظالم، و هذا موافقة منه لتلك العناية، و فيه فانه ليس بينها و بين الله حجاب، او سببا لازدياد راحة الدنيا من تنقيب رحمة الله في حقه متوجهة في صورة اخرى كدعاء المريض و المبتلى، او سبب لاخلاص الدعاء مثل دعاء الغائب لاخيه او دعاء الولد للوالد، او كانت في ساعة تنتشر فيها الروحانية و تتجلى فيه الرحمة كليلة القدر و الساعة الموجودة يوم الجمعة او كانت في مكان تحضره الملائكة كموضع بمكة او تنبذه النفس عند الخلوة بالحالة الحضور و الخضوع كما تنبذه الانبياء عليهم السلام. و ايضا من مقدمة ما نزل من سورة اقرأ حين اتاه الملك و هو يتحنث بغار حراء و نظائره و اعظم ما لم يسبق مثله

کا پردہ اس کو ڈھانکتا ہے تو وہ شخص جس طرح عادی تھا اسی طرح رغبت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے پس اس کی دعا مقبول ہو جاتی ہے اور گناہوں میں سے ایسا صاف اور پاک نکل جاتا ہے جس طرح آٹے میں سے بال نکل جاتا ہے۔

واضح ہو کہ دعاؤں میں سے زیادہ قریب بقبولیت وہ دعا ہوتی ہے جو ایسی حالت میں پائی جائے جس میں نزول رحمت کا موقع ہوتا ہے یا تو اس لئے کہ اس حالت میں نفس انسانی کو کمال کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے جیسا کہ نمازوں کے بعد دعا کرنا یا افطار کے وقت روزہ دار کا دعا کرنا یا اس لئے کہ وہ حالت اللہ تعالیٰ کی بخشش کے طلب نزول کا سبب ہوتی ہے جیسا کہ عرفہ کے دن دعا مانگنا یا اس لئے کہ وہ حالت نظام عالم میں عنایت الٰہی کی موافقت کا سبب ہوتی ہے جیسا کہ مظلوم کا دعا مانگنا کیونکہ خدا تعالیٰ کو ظالم سے بدلہ لینے کی طرف نہایت توجہ ہوتی ہے اور یہ دعا مانگنا اس سے اس توجہ کی موافقت کرتا ہے۔ اور مظلوم کے باب میں آیا ہے کہ اس کی دعا اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں رہتا یا وہ سبب ازدیاد راحت دنیا کے انقلاب کا سبب ہوتی ہے جیسا کہ موقن اپنے حق میں رحمت الٰہی دوسری صورت میں ہو کر متوجہ ہوتی ہے جیسا کہ بیمار یا مصیبت زدہ کا دعا کرنا، یا وہ حالت دعا کے اخلاص کا سبب ہوتی ہے جیسا کہ غائب کا اپنے بھائی کے لئے دعا کرنا یا والد کا بیٹے کے لئے دعا کرنا، یا وہ دعا ایسے وقت میں ہو جس میں روحانیت کا انتشار ہوتا ہے اور رحمت الٰہی کا قرب ہوتا ہے جیسا کہ شب قدر یا وہ ساعت مرجوہ جو جمعہ کے دن ہوتی ہے، یا وہ دعا مانگنا ایسے مکان میں ہو جہاں فرشتے حاضر ہوتے ہیں جیسا کہ مکہ کے مقامات اور مقامات میں جانے سے نفس کو حضور و خضوع کی حالت پر مستعد ہوتا ہو جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کے نشانات اور جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا راز بھی معلوم ہو جاتا ہے

قولہ صلے اللہ علیہ وسلم لکل نبی دعوۃ مستجابۃ فتعجل کل نبی دعوتہ وانی اختبأت دعوتی شفاعۃ لامتی الی یوم القیمۃ فھی نائلۃ ان شاء اللہ من مات من امتی لایشرک باللہ شیئا

اقول:۔ للانبیاء علیھم السلام دعوات کثیرۃ مستجابۃ، وکذا استجیب لنبینا صلے اللہ علیہ وسلم فی مواطن کثیرۃ لکن لکل نبی دعوۃ واحدۃ منبجسۃ من الرحمۃ التی ھی مبدأ نبوتہ فانھا ان آمنوا کانت برکات علیھم والتجسس فی قلب النبی ان یدعو لھم وان اعرضوا صارت نقمات علیھم والتجسس فی قلبہ ان یدعو علیھم واستشعر نبینا صلے اللہ وسلم ان عظم مقاصد بعثتہ ان یکون شفیعا للناس واسطۃ لنزول رحمۃ خاصۃ یوم الحشر فاختبأ دعوتہ العظمی المنبجسۃ من اصل نبوتہ لذلک الیوم، قولہ صلے اللہ علیہ وسلم اللھم انی اتخذت عندک عھدا الخ:

اقول:۔ اقتضت رحمتہ علیہ الصلاۃ والسلام بامتہ وحدبہ علیھم ان یقدم عند اللہ عملا یشفع فی حظیرۃ القدس ھمتہ لا یزال یصدر منھا احکامھا، وذلک ان یعتبر فی قومہ ھمتہ التضحیۃ ملکوتا راسخا وھمۃ لبارزۃ، وذلک لان قصدہ فی تعزیر المسلمین قولا او فعلا اتما

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہر نبی کی ایک دعا مستجاب ہوتی ہے سو ہر نبی نے اپنی دعا میں جلدی کی اور میں نے اپنی دعا روز قیامت میں امت کی شفاعت کے لئے پوشیدہ کر رکھی ہے پس یہ دعا انشاء اللہ میری امت میں سے اس شخص کو پہنچے گی جو اس حالت میں مرگیا کہ خدا تعالےٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہوگا"

میں کہتا ہوں انبیاء علیہم السلام کے لئے بہت سی مقبول دعائیں ہوتی ہیں اور اسی طرح ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی دعائیں بہت مقامات میں مستجاب ہوئی ہیں لیکن ہر نبی کے لئے ایک خاص دعا ہوتی ہے جو اس رحمت کا اثر ہوتی ہے جو اس کی نبوت کا مبدا ہے پھر اگر وہ لوگ ایمان لاتے ہیں تو وہ دعا ان کے حق میں برکات ہو جاتی ہے اور اس نبی کے دل میں ان کے لئے دعا کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور اگر وہ لوگ اس کی اطاعت سے اعراض کرتے ہیں تو وہ دعا انکے حق میں عذاب بن جاتی ہے اور نبی کے دل میں ان پر بددعا کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ آپ کی بعثت کے عظیم مقصد یہ ہے کہ آپ لوگوں کے شفیع ہوں اور روز حشر میں رحمت خاصہ کے نزول کا واسطہ ہو جائیں اس واسطے آپ نے اس بڑی دعا کو جو آپ کی اصل نبوت سے پیدا ہوئی ہے اس دن کے لئے پوشیدہ رکھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے اللہ میں نے تجھ سے ایک عہد لے رکھا ہے" الخ

میں کہتا ہوں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت پر جو رحم و کرم ہے اس کا مقتضی یہ ہوا کہ آپ پہلے سے خدا تعالےٰ سے ایک عہد کریں اور حظیرۃ القدس میں آپ کی ہمت متمثل ہو جائے جس سے آپ کے احکام برابر صادر ہوتے رہیں اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالےٰ آپکی امت کے بارے میں آپکی اس ہمت کا اعتبار کرے جو باطنی اور پوشیدہ ہے نہ کہ اس ارادہ کا جو ظاہر ہے اور اسلئے کہ قول یا فعل کے ساتھ مسلمانوں کی تعزیر فرمانے میں آپکا مقصد ان کے درمیان اس

الدين الذى ارتضى الله لهم فيهم، وان يستقيموا ويذهب عنهم اعوجاجهم وتصده فى التغليظ على المقضى عليهم بالكفر موافقة الحق فى غضبه على هؤلاء، فاختلف المشرعان وان تحدت الصورة، ومنها التوكل وروحه توجه النفس الى الله بوجه الاعتماد عليه ورؤية التدبير منه ومشاهدة الناس مقهورين فى تدبيره وهو مشهد قول تعالى وهو القاهر فوق عباده ويرسل عليكم حفظة، وقد سن رسول الله صلى الله عليه وسلم فيه اذكارا منها لاحول ولا قوة الا بالله العلى العظيم، وفيه انه كنز من كنوز الجنة، وذلك لانه يعد النفس لمعرفة جليلة ومنه قوله صلى الله عليه وآله وسلم بك اصول وبك احول، وما ورد على هذا الاسلوب، ومنه قوله عليه الصلاة والسلام توكلت على الله، وقوله عليه الصلاة والسلام اعلم[1] ان الله على كل شئ قدير وان الله قد احاط بكل شئ علما، ونحو ذلك،

ومنها الاستغفار، وروحه ملاحظة ذنوبه التى احاطت بنفسه ونفضها عنها بعد دروحانى وفيض ملكى ولها اسباب، منها شمول رحمة الله اياه بعمل يصرف اليه دعوت الملأ الاعلى، او يكون هو فيه جارحة من جوارح التدبير الالهى فى ظهار

دین کا قائم کرنا تھا جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے اور آپ کا یہ مقصود تھا کہ وہ راستی پر آجائیں اور ان سے کجی دور ہو جائے اور جن لوگوں پر کفر کا حکم ہوا ان پر سختی کرنے سے آپ کا مقصود اس غضب الٰہی کے ساتھ موافقت کرنا تھا جو ان لوگوں سے متعلق ہے پس دونوں طریقے مختلف ہیں اگرچہ صورت ایک ہے، اور ان میں سے ایک توکل ہے اور اس کی روح خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا ہے اس اعتقاد سے کہ اعتماد اسی پر ہے اور اسی کی طرف سے تدبیر کو دیکھنا ہے اور سب لوگوں

کو اس کی تدبیر میں مقہور سمجھنا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مشہد[1] ہے "وہی خدا تعالیٰ اپنے بندوں پر غالب ہے اور تم پر محافظین کو بھیجتا ہے" اور اس امر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے اذکار مسنون فرمائے ہیں،

ازاں جملہ یہ قول ہے "لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم" اور اس کی فضیلت میں آیا ہے کہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کلمات نفس کو معرفت جلیلہ کے قابل بنا دیتے ہیں،

ازانجملہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے "بک اصول وبک احول" اور جو اذکار اس اسلوب پر وارد ہیں، اور ایک آپ کا یہ قول "توکلت علی اللہ" اور آپ کا یہ قول "اعلم ان اللہ علی کل شئ قدیر وان اللہ قد احاط بکل شئ علما" اور اس کے امثال،

اور ان میں سے ایک استغفار ہے، اور اس کی روح یہ ہے کہ اپنے ان گناہوں کا ملاحظہ کرے جو نفس کو گھیرے ہوئے ہیں اور اس کے ساتھ یہ بھی خیال کرے اور نفس سے دور روحانی اور فیض ملکی کے ذریعہ ان کا دور کرنا ہے اور اس کے کئی اسباب ہیں:

ازانجملہ اللہ کی رحمت کا کسی ایسے عمل سے اسکو شامل ہو جانا جو عالم بالا کی دعاؤں کو اس کی طرف متوجہ کرے یا اس عمل میں تدبیر

[1] صوفیہ کی اصطلاح میں مشہد اس کو کہتے ہیں جو آیت کے معانی میں تامل اور فکر کرنے سے تا منکشف ہو ۱۲

نافعة للمجهود او سد خلة للمحتاج او ما يضاهي ذلك، و منها التشبه بالملائكة في هيأتهم و لمعان انوار الملكية و خمود شرر البهيمية بامحلال اجزائها و كسر سورتها و منها التطلع الى الجبروت و معرفة الحق و اليقين به، وهو قوله صلى الله عليه وآله وسلم قال الله تعالى اعلم عبدي ان له ربا يغفر الذنب ويأخذ به غفرت لعبدي فلما رأى العبد هذا الامداد الرجاء في نقض ذنوبه عن نفسه اضمحلت عنها،

ومن اجمع صيغ الاستغفار اللهم اغفر لي خطيئتي وجهلي واسرافي في امري وما انت اعلم به مني، اللهم اغفر لي جدي وهزلي وخطئي وعمدي وكل ذلك عندي، اللهم اغفر لي ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما انت اعلم به مني انت المقدم وانت المؤخر وانت على كل شئ قدير، وسيد الاستغفار اللهم انت ربي لا اله الا انت خلقتني وانا عبدك وانا على عهدك ووعدك ما استطعت اعوذ بك من شر ما صنعت ابوء لك بنعمتك علي وابوء بذنبي فاغفر لي فانه لا يغفر الذنوب الا انت، قال صلى الله عليه وآله وسلم انه ليغان على قلبي وانى لاستغفر الله تعالى في

الٰہی کی کوئی شاخ ہے جس سے جمہور کو نفع ہوتا ہے، یا کسی محتاج کی حاجت روائی ہوتی ہے یا اس قسم کی کوئی اور بات ہوتی ہے، اور از آں جملہ فرشتوں کے ساتھ انکی ہیأت میں اور ملکی انوار کے روشن ہونے میں اور بہیمیت کے اجزاء کے ضعیف ہو جانے اور اس کے ہیجان کے ٹوٹ جانے کے سبب سے بہیمیت کی بڑی زنجیر کے فرو ہونے میں مشابہت پیدا کرنا ہے،

اور از انجملہ جبروت تک پہنچنا اور خدا تعالیٰ کی معرفت اور اس کا یقین کرنا ہے چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور اس پر مواخذہ کرتا ہے، میں نے اپنے بندہ کو بخشدیا" پس جب بندہ اس اعانت روحانی کو اپنے نفس سے گناہ دور ہونے میں استعمال کرتا ہے تو وہ گناہ اس سے دور ہو جاتے ہیں،

استغفار کے سب اذکار میں سب سے زیادہ جامع یہ ہے:۔ اللھم اغفر لی خطیئتی وجھلی واسرافی فی امری وما انت اعلم بہ منی، اللھم اغفر لی جدی وھزلی وخطئی وعمدی وکل ذالک عندی، اللھم اغفر لی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما انت اعلم بہ منی انت المقدم وانت المؤخر وانت علی کل شئ قدیر، اور سید الاستغفار یہ ہے:۔ اللھم انت ربی لا الہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عہدک ووعدک ما استطعت اعوذ بک من شر ما صنعت ابوء لک بنعمتک علی وابوء بذنبی فاغفر لی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت،

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرے دل پر بھی ابر سا آجاتا ہے اور میں [illegible] دن میں

اليوم مائة مرة؟

اقول: حقيقة هذا الشان ان صلى الله عليه وآله وسلم ما مور ان يصير نفسه مع عامة المؤمنين في هيئة امتزاجية بين الملكية والبهيمية ليكون قدوة للناس فيما سن لهم على وجه الذوق والوجدان دون القياس والتخمين وكان من لوازم هذا التبين. والله اعلم.

ومنها التبرك باسم الله تعالى. وسره ان الحق تعالى تدلى في كل نشأة ومن تدليه في النشأة الحرفية الاسماء الالهية النازلة على السنة التراجمة والمتداولة في الملأ الاعلى فاذا توجه العبد اليه وجد رحمة الله قريبة. قال صلى الله عليه وآله وسلم ان لله تسعة وتسعين اسما مائة الا واحدا من احصاها دخل الجنة.

اقول: من اسباب هذا الفضل انها نصاب صالح لمعرفة ما يثبت للحق ويسلب عنه، وان لها بركة ورحمة في حظيرة القدس وان صورتها اذا استقرت في صحيفة عمله وجب ان يكون انفساحها الى رحمة عظيمة. واعلم ان الاسم الاعظم الذي اذا سئل به اعطى واذا دعي به اجاب هو الاسم الذي يدل على اجمع تدلي من تدليات الحق، والذي تداوله الملأ الاعلى اكثر تداول ونطقت به التراجمة

سو بار استغفار کرتا ہوں؟

میں کہتا ہوں اس امر کی حقیقت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا تھا کہ آپ اپنے نفس کو عامۃ المؤمنین کے ساتھ اس ہیئت میں رکھیں جو ملکیت اور بہیمیت سے مرکب ہے تاکہ جو امور لوگوں کے لئے مقرر فرمائیں ان میں لوگوں کی رہنمائی ذوق اور وجدان کے طور پر کریں نہ کہ طریق قیاس و تخمین کے طور پر۔ اور اس ہیئت پر رہنے میں ابرار اور کدورت کا عارض ہونا لازم ہے واللہ اعلم۔

دوسرا تبرک اللہ تعالیٰ کے نام سے تبرک حاصل کرنا ہے اور اس میں راز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہر عالم میں ایک قرب ہے اور عالم حروف میں اس کا قرب اسماء الٰہیہ ہیں جو اہل لسان کی زبانوں پر جاری اور ملاء اعلیٰ میں مروج ہیں پس جب بندہ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو رحمت الٰہی کو قریب پاتا ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جو ان کو یاد کرلے گا جنت میں داخل ہوگا۔

میں کہتا ہوں اس فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ یہ اسماء اللہ تعالیٰ کی صفات ثبوتیہ اور سلبیہ کی معرفت کے لئے کافی مقدار ہیں اور ان کے لئے حظیرۃ القدس میں برکت اور برکت ہے اور ان اسماء کی صورت جب صحیفۂ عمل میں مندرج ہوجاتی ہے تو اس صورت کی وسعت ضرور رحمت عظیمہ ہوتی ہے۔

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کا وہ اسم اعظم جس کے ساتھ مانگا جائے تو ملتا ہے اور جس کے ساتھ دعا کی جائے تو قبول ہوتی ہے وہ اسم ہے جو تقریبات باری تعالیٰ میں سے نہایت جامع تقرب پر دلالت کرتا ہے اور جس نام کو ملاء اعلیٰ میں کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے اور جو ہر زمانہ میں اہل لسان کی

فی کل عصر، و قد ذکونا ان زید الشاعر الکاتب له صورة انه شاعر و صورة انه کاتب، وکذلك الحق تعالیٰ تتجلیات فی المواطن من المثال وهذا معنی یصدق علی انت الله لا الٰه الا انت الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوا احد، وعلی ذلك الحمد لا الٰه الا انت الحنان المنان بدیع السموت والارض یا ذالجلال والاکرام یا حی یا قیوم، و یصدق علی اسماء تضاهی ذلك، ومنها الصلاة علی النبی صلی الله علیه وآله وسلم، قول صلی الله علیه وآله وسلم من صلی علی صلاة صلی الله علیه عشرا، وقال علیه السلام ان اولی الناس بی یوم القیامة اکثرهم علی صلاة،

اقول: السر فی هذا ان النفوس البشریة لا بد لها من التعرض لنفحات الله ولا شیٔ فی التعرض لها کالتوجه الی انوار التجلیات والی شعائر الله فی ارضه والتکفف لدیها والاصغاء فیها والوقوف علیها لا سیما ارواح المقربین الذین هم فی حضرة الاعلی ودساتیط جود الله علی اهل الارض بالوجه الذی سبق ذکره وذکر النبی صلی الله علیه وسلم بالتعظیم وطلب الخیر من الله تعالیٰ فی حقه آلة صالحة للتوجه الیه مع [illegible]

زبانوں پر جاری ہے اور ہم اس بات کا ذکر کر چکے ہیں کہ زید شاعر اور کاتب ہے اس میں اس کی ایک صورت شاعر ہونے کی ہے اور ایک کاتب ہونے کی ہے اور اسی طرح حق تعالیٰ کے لئے عالم مثال کے ہر مقام میں تجلیات ہوتے ہیں اور یہ معنی اس پر صادق آتے ہیں، انت اللہ لا الٰہ الا انت الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد، اور اس پر صادق آتے ہیں، فلک الحمد لا الٰہ الا انت الحنان المنان بدیع السموت والارض یا ذالجلال والاکرام یا حی یا قیوم، اور اسی قسم کے دیگر اسماء پر یہ معنی صادق آتے ہیں،

ازانجملہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت کرتا ہے" اور آپ نے فرمایا "قیامت کے دن سب سے زیادہ نزدیک میرے وہ شخص ہوگا جو کثرت سے مجھ پر درود بھیجتا ہے"

میں کہتا ہوں اس میں راز یہ ہے کہ نفوس بشریہ کے لئے ضروری ہے کہ حالات الٰہی کی طرف متوجہ ہوں اور متوجہ ہونے میں اس سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے کہ تجلیات کے انوار اور اللہ تعالیٰ کے شعائر جو زمین پر پائے جاتے ہیں انکی طرف توجہ کیجائے اور ان کے سامنے ہاتھ پھیلائے جائیں اور ان میں غور کیا جائے، اور ان پر وقوف کیا جائے [illegible] ارواح کی طرف جو ملاء اعلیٰ میں نزدیک ترین ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بخشش جو زمین والوں پر [illegible] کی رسائی ہے کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تعظیم سے ذکر کرنا اور آپ کے حق میں خدا تعالیٰ سے خیر طلب کرنا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہونے کا ایک عمدہ سبب ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ اس سے تحریف کا دروازہ بند ہوتا ہے،

حيث لم يذكره الا بطلب الرحمة لمن من الله تعالى، وارواح لكمل اذا فارقت اجسادها صارت كالموج المكفوف لا يهزها ارادة متجددة وداعية سانحة ولكن النفوس التي هي دونها تلتصق بها بالهمة فيحلب منها نورا وهيئة مناسبة بالارواح، وهي المعنى بقوله عليه السلام ما من احد يسلم علي الا رد الله علي روحي حتى ارد عليه السلام، وقد شاهدت ذلك مرارا حصى في مجاورتي المدينة سنة الف ومائة واربع واربعين، قال صلى الله عليه وسلم لا تجعلوا زيارة قبري عيدا؛

اقول: هذا اشارة الى سد مدخل التحريف حتى لا تفعل اليهود والنصارى بقبور انبيائهم وجعلوها

انه مست الحاجة الى توقيت الاذكار ولو بوجه اسمح من توقيت النواميس او لو بما تساهل (متصل) وذلك اما بأوقات او بسبب، وقد ذكرنا تصريحا او تلويحا ان المخصص لبعض الاوقات دون بعض اما ظهور الروحانية فيه كالصبح والمساء او خلو النفس عن لهيبات الرذيلة كحالة التيقظ من النوم او نحو هذا من الارتفاقات والحديث الدنيا ليكون كالمصقلة كحالة ايراد

کیونکہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سے صرف رحمت خدا وندی کی طلب کے قصد سے آپ کا ذکر کیا ہے۔ اور کاملین کی روحیں جب اپنے جسموں سے جدا ہوتی ہیں تو ان کی حالت کی ہوئی موج کی طرح ہو جاتی ہے کہ ان کو نیا ارادہ یا کوئی عارضی سبب حرکت نہیں دے سکتا لیکن وہ نفوس جو ان سے کم درجہ کے ہوتے ہیں قصد کر کے ان کے ساتھ مل جاتے ہیں اور نورا در ہیئت جو ان کے مناسب ہوتی ہے ان ارواح سے حاصل کر لیتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں یہی مراد ہے "جو شخص مجھ پر سلام کرتا ہے تو خدا تعالیٰ میری روح کو مجھ پر عادہ کرتا ہے حتی کہ میں اس کو سلام کا جواب دیتا ہوں" سنہ گیارہ سو چوالیس ہجری میں جب میں مدینہ منورہ کا مجاور تھا تو بیشمار مرتبہ میں نے اس بات کا مشاہدہ کیا ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میری قبر کی زیارت کو عید نہ بناؤ"

میں کہتا ہوں اس میں تحریف کا راستہ بند کرنے کی طرف اشارہ ہے جیسے یہود و نصاریٰ نے اپنے نبیا کی قبروں کے ساتھ کیا، وہ ان کی زیارت کو حج کی طرح عید اور رکر لیا تھا،

واضح ہو کہ اذکار کے اوقات معین کرنے کی ضرورت ہے گرچہ ان کی تعیین شرائع کی توقیت سے کم درجہ کی ہے کیونکہ اگر اذکار کی توقیت نہ کی جائے تو بہت سے لوگ کاہلی کر سکتے ہیں اور یہ پابندی اوقات سے یا اسباب سے ہوتی ہے اور ہم نے صراحۃً یا اشارۃً اس بات کا ذکر کر دیا ہے کہ بعض اوقات کو خاص کرنے کی وجہ یا تو ان اوقات میں روحانیت کا ظہور ہے جیسے صبح و شام کے اوقات یا نفس کا ہیبت رذیلہ سے خالی ہونا ہے جیسے خواب سے بیدار ہونے کا وقت، یا وہ وقت کاروبار اور دنیا کے قصوں سے فارغ ہونے کا ہے تاکہ اس وقت میں ذکر کرنا بمنزلہ صیقل کے ہو جائے

النوم وان المخصص للسببية ان
يكون سببا للنسيان ذكر الله ذهول
النفس عن الالتفات تلقاء جناب
الله فيجب في مثل ذلك ان يعالج بالذكر
ليكون ترياقا لسمها و جابرا
لخللها او طاعة لا يتم نفعها ولا تكمل
فائدتها الا بمزج ذكر معها كالاذكار
المسنونة في الصلوات او حالة تنبه
النفس على ملاحظة خوف الله وعظم
سلطانه، فان هذه الحالة سائقة
لها الى الخير من حيث يدري ومن
حيث لا يدري كاذكار الآيات من
الريح والظلمة والكسوف، او حالة
يخشى فيها الضرر فيجب ان يسأل
الله من فضله ويتعوذ منه في اولها
كالسفر والركوب او حالة كان
اهل الجاهلية يستعوذون فيها
اعتقادا لتمثيل او تخيل بدو
وطيرة او نحو ذلك كما كانوا يعوذون
بالجن وعند رؤية الهلال، وقد
بين النبي صلى الله عليه وسلم
فضائل بعض هذه الاذكار و
ثارها في الدنيا والآخرة وانها من
مسائد قواعدها، فالترغيب والتعليم
في ذلك امور، منها كون الذكر مظنة
تهذيب النفس فادار عليه ما
يترتب على التهذيب كقوله صلى
الله عليه وسلم من قال حين
بات مات على الفطرة او دخل

سونے کا، ارادہ کرتے وقت، اور سببیت کے لئے مخصص وہ
شئی ہو سکتی ہے جو ذکر الٰہی سے بھلانے اور جناب باری کی
طرف توجہ سے نفس کو غافل کرنے کا سبب ہو پس ایسے وقت
میں ذکر الٰہی سے علاج کرنا ضروری ہے تاکہ اس غفلت
کے زہر کے لئے تریاق اور اس کے نقصان کا تدارک
کرسکے، یا وہ مخصص کوئی عبادت ہوتی ہے
جس کا پورا نفع اور کامل فائدہ بغیر ذکر ملائے نہیں ہوتا
جیسے وہ اذکار جو نمازوں کے بعد مسنون ہیں، یا وہ مخصص کوئی
ایسی حالت ہوتی ہے جو نفس کو خوف الٰہی اور اس کے عظیم
الشان غلبہ کے ملاحظہ کرنے پر متنبہ کرتی ہے کیونکہ
یہ حالت اس کو اعمال حسنہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے
خواہ اس کو علم ہو یا نہ ہو جیسے آیات الٰہی مثلاً آندھی
اور تاریکی اور کسوف کے وقت کے اذکار یا وہ ایسی
حالت ہوتی ہے جس میں نقصان پہنچنے کا خوف ہوتا ہے
پس اس حالت کے شروع میں خدا تعالیٰ کے فضل کا
طلب کرنا اور اس کی پناہ مانگنا ضروری ہے جیسے سفر
کرتے اور سوار ہوتے وقت، یا وہ ایسی حالت ہوتی ہے
[illegible] اعتقادات رکھتے تھے جو
اشراک باللہ یا بدشگونی یا اس کے مثل ہوتا تھا جیسے وہ
جنون سے پناہ مانگتے تھے، اور رویت ہلال کا وقت،
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے بعض اذکار
کے فضائل و دنیا و آخرت میں ان کے آثار بیان کئے
ہیں تاکہ لوگوں کو پورا فائدہ پہنچے اور ان میں کامل ترغیب
پیدا ہو اور اس باب میں عمدہ چند امور ہیں،
ان میں سے ذکر کا تہذیب نفس کے لئے مظنہ اور اس کی
علامت ہونا ہے پس جو امر تہذیب پر مرتب ہوتا ہے
آپ نے اس کو ذکر پر دائر کیا ہے جیسے نبی صلے اللہ
علیہ وسلم کا یہ قول جس نے ان کلمات کو کہا اور پھر وہ
مرگیا تو وہ فطرت اسلامی پر مریگا، یا یہ فرمایا کہ جنت میں

الجنة او غفرلہ ونحو ذلك ، ومنها بيان
ان صاحب الذكر لا يضره شئ او حفظ
من كل سوء وذلك لشمول الرحمة
الالهية واحاطة دعوة الملائكة به،
ومنها بيان محو الذنوب وكتابة
الحسنات وذلك لما ذكرنا ان التوجه
الى الله والتلفع بغاشية الرحمة
يزيل الذنوب ويمد الملكية، ومنها
بعد الشياطين منه لهذا السر بعينه،
وسن رسول الله صلى الله عليه وسلم
الذكر فى ثلاثة اوقات عند الصباح
والمساء والمنام وانما لم يوقت لليقظة
فى اكثر الاذكار لانه هو وقت طلوع
الصبح او سفاره غالبا، فمن اذكار
الصباح والمساء اللهم عالم الغيب
والشهادة فاطر السموات والارض
رب كل شئ ومليكه اشهد ان لا اله
الا انت اعوذ بك من شر نفسى ومن
شر الشيطان وشركه امسينا وامسى
الملك لله والحمد لله ولا اله الا الله
وحده لا شريك له له الملك وله
الحمد وهو على كل شئ قدير اللهم
انى اسئلك من خير هذه الليلة وخير
ما فيها، واعوذ بك من شرها وشر
ما فيها، اللهم انى اعوذ بك من
الكسل والهرم وسوء الكبر وفتنة الدنيا
وعذاب القبر، وفى الصباح يبدل
امسينا بأصبحنا، ومسى بأصبح
وهذه الليلة بهذا اليوم، بك اصبحنا

داخل ہوگا۔ یا یہ فرمایا کہ اس کے گناہ بخشے جائیں گے، اور
اسی قسم کے الفاظ آئے ہیں۔

اور از انجملہ اس بات کا بیان کہ اس ذکر کرنے والے
کو کوئی شئی ضرر نہیں پہنچاتی یا وہ ہر برائی سے محفوظ رہتا
ہے اور اس کا یہ سبب ہوتا ہے کہ رحمت الٰہی اس شخص
کے شامل حال ہو جاتی ہے اور فرشتوں کی دعائیں اس کو
احاطہ کر لیتی ہیں،

اور از انجملہ اس بات کا بیان کہ اس کے گناہ دور
ہو جاتے ہیں اور نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کی وجہ ہم
بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے سے
اور رحمت الٰہی کے محیط ہونے سے گناہ زائل ہو جاتے
ہیں اور قوت ملکی زیادہ ہو جاتی ہے، اور از انجملہ شیاطین
کا اس شخص سے دور ہو جانا ہے اس کا سر بھی بعینہ وہی
ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تین اوقات میں
ذکر فرمایا ہے، صبح اور شام اور خواب کے
اور اکثر اذکار میں جاگنے کا وقت مقرر نہیں فرمایا
کیونکہ غالب وقت صبح کے طلوع ہونے کا یا اس کے روشن ہونے
کا ہوتا ہے۔ صبح اور شام کے اذکار میں سے بعض اذکار یہ ہیں،
اللھم عالم الغیب الخ امسینا واصبح الملک للہ الخ
اللھم انی اسئلک من خیر ھذہ اللیلۃ الخ

وبك امسينا وبك نحيا وبك نموت
واليك المصير، وفي الساء بك امسينا
وبك اصبحنا وبك نحيا وبك نموت
واليك النشور باسم الله الذي لايضر
مع اسمه شئ في الارض ولا في السماء و
هو السميع العليم ثلاث مرات بسبحان
الله وبحمده ولا قوة الا بالله ماشاء الله
كان ومالم يشا لم يكن اعلم ان الله
على كل شئ قدير وان الله قد احاط بكل
شئ علما، نسبحان الله حين تمسون
وحين تصبحون ولله الحمد في السموت
والارض وعشيا وحين تظهرون الى
تخرجون، اللهم اني اسألك العافية
في الدنيا والاخرة، اللهم اني اسألك العفو
والعافية في ديني ودنياي واهلي ومالي،
اللهم استر عوراتي وامن روعاتي
اللهم احفظني من بين يدي ومن خلفي
وعن يميني وعن شمالي ومن فوقي، و
اعوذ بعظمتك ان اغتال من تحتي، رضيت
بالله ربا وبالاسلام دينا وبمحمد
صلى الله عليه وآله وسلم نبيا ثلاث
مرات، اعوذ بكلمات الله التامات
من شر ما خلق اللهم ما اصبح بي من
نعمة او باحد من خلقك فمنك
وحدك لاشريك لك فلك الحمد و
لك الشكر، وسيد الاستغفار، و
اذكار وقت النوم اذا اوى الى فراشه
باسمك ربي وضعت جنبي و بك
ارفعه ان مسكت نفسي فارحمها و

وبك امسينا وبك نحيا وبك نموت واليك المصير،
اور شام کے وقت اس کی جائے بك امسينا
وبك اصبحنا وبك نحيا وبك نموت واليك
النشور پڑھنا چاہئے باسم الله الذي لايضر
مع اسمه شئ في الارض ولا في السماء وهو
السميع العليم تین مرتبہ پڑھے سبحان الله و
بحمده ولا قوة الا بالله ماشاء الله
كان ومالم يشا لم يكن اعلم ان الله على كل شئ قدير وان
الله قد احاط بكل شئ علما نسبحان الله
حين تمسون وحين تصبحون ولله الحمد
في السموت والارض وعشيا وحين
تظهرون تک پڑھے، اور اللهم اني
اسألك العافية في الدنيا والاخرة، اللهم
اني اسألك العفو والعافية في ديني و
دنياي واهلي ومالي، اللهم استر عوراتي
وامن روعاتي، اللهم احفظني من
بين يدي ومن خلفي وعن يميني
وعن شمالي ومن فوقي واعوذ بعظمتك
ان اغتال من تحتي، رضيت بالله ربا و
بالاسلام دينا وبمحمد صلى الله عليه
وسلم نبيا تین مرتبہ، اعوذ بكلمات الله
التامات من شر ما خلق، اللهم ما اصبح بي
من نعمة او باحد من خلقك فمنك
وحدك لاشريك لك فلك الحمد و
لك الشكر، وسيد الاستغفار، جو
ذکر کو ہو چکا ہے پڑھے، اور جب آدمی سونے
کے لئے اپنے بستر پر جائے تو اس وقت کے
وظائف ذکر کئے ہے، باسمك ربي وضعت جنبي
وبك ارفعه ان امسكت نفسي فارحمها و

ان ارسلتها فاحفظها بما تحفظ به
عبادك الصالحين، واللهم اسلمت
نفسي اليك ووجهت وجهي اليك و
فوضت امري اليك والجأت ظهري
اليك رغبة ورهبة اليك لا ملجأ و
لا منجأ منك الا اليك امنت بكتابك
الذي انزلت وبنبيك الذي ارسلت
الحمد لله الذي اطعمنا وسقانا وكفانا
وآوانا فكم ممن لا كافي له ولا مؤوي له
ويسبح الله ثلاثا وثلاثين ويحمد
الله ثلاثا وثلاثين ويكبر الله اربعا و
ثلاثين، اللهم قني عذابك يوم تبعث
عبادك ثلاثا اعوذ بوجهك الكريم
وكلماتك التامات من شر ما انت
اخذ بناصيته اللهم انت تكشف المغرم
والمأثم، اللهم لا يهزم جندك ولا
يخلف وعدك ولا ينفع ذا الجد منك الجد
سبحانك وبحمدك، اللهم رب
السموات والارض ورب كل
شئ فالق الحب والنوى منزل التوراة
والانجيل والقرآن اعوذ بك من شر
كل ذي شر انت اخذ بناصيته
انت الاول فليس قبلك شئ وانت
الآخر فليس بعدك شئ، وانت الظاهر
فليس فوقك شئ، وانت الباطن فليس
دونك شئ اقض عني الدين واغنني
من الفقر يا سميع الدعاء وضع جنبي
اللهم اغفر لي ذنبي واخسأ شيطاني
وفك رهاني واجعلني في الندي الاعلى

وان ارسلتها فاحفظها بما تحفظ به عبادك
الصالحين، اللهم اسلمت نفسي اليك
ووجهت وجهي اليك وفوضت امري اليك
والجأت ظهري اليك رغبة ورهبة اليك
لا منجأ ولا منجا منك الا اليك امنت
بكتابك الذي انزلت وبنبيك الذي
ارسلت الحمد لله الذي اطعمنا وسقانا وكفانا
وآوانا فكم ممن لا كافي له ولا مؤوي له
ممن لا كافي له ولا مؤوي له، سبحان
الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر
ثلاثا وثلاثين بارا، اللهم قني عذابك يوم تبعث
عبادك ثلاثا اعوذ بوجهك الكريم
وكلماتك التامات من شر ما انت
اخذ بناصيته، اللهم انت تكشف
المغرم والمأثم، اللهم لا يهزم
جندك ولا يخلف وعدك
ولا ينفع ذا الجد منك الجد
سبحانك وبحمدك، اللهم رب
السموات والارض ورب كل شئ
فالق الحب والنوى منزل التوراة
والانجيل والقرآن اعوذ بك من
شر كل ذي شر انت اخذ بناصيته
انت الاول فليس قبلك شئ وانت
الآخر فليس بعدك شئ وانت الظاهر
فليس فوقك شئ وانت الباطن فليس دونك
شئ اقض عني الدين واغنني من الفقر
يا سميع الدعاء وضع جنبي، اللهم اغفر لي
ذنبي واخسأ شيطاني وفك رهاني
واجعلني في الندي الاعلى

الحمد لله الذی کفانی واوانی واطعمنی
وسقانی والذی من علی فافضل والذی
اعطانی فاجزل، الحمد لله علی کل
حال، اللهم رب کل شئ و ملیکه
الله کل شئ اعوذ بك من النار، و
جمع کفیه فقرأ فیهما قل هو الله
احد، وقل اعوذ برب الفلق، وقل
عوذ برب الناس، ثم مسح بهما
ما استطاع من جسده، وقرأ آیة
الکرسی ۔

وسن رسول الله صلے الله
علیه وآله وسلم لمن تزوج
امرأة او اشتری خادما اللهم انی
اسألك خیرها وخیر ما جبلتها
علیه، واعوذ بك من شرها و شر
ما جبلتها علیه. واذا رأی انسانا
ارك الله لك و بارك علیكما وجمع
بینكما فی خیر، واذا اراد ان یأتی اهله
اسم الله اللهم جنبنا الشیطان
جنب الشیطان ما رزقتنا، ولمن
اراد ان یدخل الخلاء اعوذ بالله
من الخبث والخبائث والخارج منه
نفر انك، وعند الکرب لا الٰه الا
الله الحلیم العظیم لا الٰه الا الله رب
العرش العظیم لا الٰه الا الله رب
سموات ورب الارض ورب
العرش الکریم، وعند الغضب
عوذ بالله من الشیطان الرجیم
عند صیاح الدیک یسئل من

الحمد لله الذی کفانی و وانی واطعمنی و
سقانی والذی من علی فافضل والذی
عطانی فاجزل الحمد لله علے کل حال اللهم
رب کل شئ وملیکه و الٰه کل شئ اعوذ
بك من النار، پھر دونوں ہاتھ ملائے اور سورہ
قل هو الله احد اور قل اعوذ برب
الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر
ان میں دم کرے اور دونوں ہاتھوں کو اپنے جسم
پر جہاں تک ہو سکے پھیرے اور آیت الکرسی پڑھے
اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے لیے جو
کسی عورت سے نکاح کرے یا کوئی خادم خریدے
یہ پڑھنا مسنون فرمایا ہے :- اللهم انی اسألك
خیرها وخیر ما جبلتها علیه واعوذ بك
من شرها وشر ما جبلتها علیه ۔

اور جب کسی کو نکاح کی مبارک باد دے تو یہ
کہے، بارك الله لك و بارك علیكما وجمع
بینكما فی خیر، اور جب بیوی کے پاس آنے
کا ارادہ کرے تو یہ کہے :- بسم الله اللهم جنبنا
الشیطان وجنب الشیطان ما رزقتنا،
اور جو بیت الخلاء میں جائے تو یہ کہے :- اعوذ بالله
من الخبث والخبائث، اور جب باہر آئے
تو غفرانك کہے، اور جب کسی کو کوئی تکلیف ہو
جائے تو یہ کہے :- لا الٰه الا الله الحلیم
العظیم لا الٰه الا الله رب العرش
العظیم لا الٰه الا الله رب السموٰت
ورب الارض ورب العرش الکریم
اور غصہ کے وقت یہ کہے :- اعوذ بالله
من الشیطان الرجیم
اور مرغ کی آواز سنتے وقت فضل الٰہی کا سوال

نضل الله، و عند تهيق الحمار التعوذ
واذا ركب كبر ثلاثا، ثم قال سبحان
الذى سخرلنا هذا و ما كنا له مقرنين
و انا الى ربنا لمنقلبون الحمد لله ثلاثا
الله اكبر ثلاثا سبحانك اللهم ظلمت
نفسى فاغفر لى انه لا يغفر الذنوب
الا انت واذا انشأ سفرا اللهم انا نسألك
فى سفرنا هذا البر و التقوى و من
العمل ما ترضى اللهم هون علينا
سفرنا هذا و اطو لنا بعده، اللهم انت
الصاحب فى السفر و الخليفة فى
الاهل، اللهم انى اعوذ بك من وعثاء
سفر و كابة المنقلب و سوء المنظر فى
المال و الاهل، واذا نزل منزلا
اعوذ بكلمات الله التامات من شر
ما خلق يا ارض ربى و ربك الله اعوذ
بالله من شرك و من شر ما فيك و
من شر ما خلق فيك و من شر ما يدب عليك
و اعوذ بالله من اسد و اسود و من الحية
و العقرب و من شر ساكن البلد و من
والد و ما ولد، و اذا سحر فى سفر سمع
سامع بحمد الله و حسن بلائه علينا
ربنا صاحبنا و افضل علينا عائذا
بالله من النار، واذا تقل يكبر على
كل شرف من الارض ثلاث تكبيرات
ثم يقول لا اله الا الله وحده لا شريك
له له الملك و له الحمد و هو على كل
شئ قدير، ائبون تائبون عابدون
ساجدون لربنا حامدون صدق الله

کرے، اور گدھے کی آواز سنے تو عوذ باللہ
پڑھے اور جب سوار ہو تو تین بار تکبیر کہہ کر یہ پڑھے
سبحان الذى سخرلنا هذا و ما كنا له
مقرنين و انا الى ربنا لمنقلبون، تین بار
الحمد لله کہے، الله اکبر تین بار کہے اور یہ پڑھے
سبحانك اللهم ظلمت نفسى فاغفر لى انه
لا يغفر الذنوب الا انت، اور جب سفر کو جائے تو
یہ کہے، اللهم انا نسألك فى سفرنا هذا البر
و التقوى و من العمل ما ترضى، اللهم هون
علينا سفرنا هذا و اطو لنا بعده، اللهم انت
الصاحب فى السفر و الخليفة فى الاهل، اللهم
انى اعوذ بك من وعثاء السفر و كآبة
المنقلب و سوء المنظر فى المال و الاهل، اور
جب کسی منزل پر ٹھیرے تو یہ کہے، اعوذ بكلمات
الله التامات من شر ما خلق يا ارض ربى و ربك
الله اعوذ بالله من شرك و من شر ما فيك و
من شر ما خلق فيك و من شر ما يدب عليك
و اعوذ بالله من اسد و اسود و من الحية و
العقرب و من شر ساكن البلد و من والد
و ما ولد، اور جب سفر کی حالت میں صبح ہو تو یہ کہے: سمع
سامع بحمد الله و حسن بلائه علينا ربنا
صاحبنا و افضل علينا عائذا بالله من النار، اور
اور جب سفر سے واپس آئے تو ہر بلندی پر تین
تکبیریں کہے اس کے بعد کہے، لا اله
الا الله وحده لا شريك له له
الملك و له الحمد و هو على
كل شئ قدير، ائبون
تائبون عابدون ساجدون
لربنا حامدون صدق

ده و نصر عبده و هزم الاحزاب
حده، واذا دعا على الكافرين اللهم
منزل الكتاب سريع الحساب اللهم
هزم الاحزاب اللهم اهزمهم وزلزلهم
هم انا نجعلك فى نحورهم ونعوذ بك
من شرورهم اللهم انت عضدى
ونصيرى بك اصول وبك احول و
بك اقاتل، واذا ضاف قوما اللهم
انا نجعلك فى نحورهم ونعوذ بك من شرورهم
اللهم انت عضدى ونصيرى بك اصول
وبك احول و بك اقاتل، اور جب كسى قوم
كا مہمان ہو تو یہ کہے:- اللهم بارك لهم فيما
رزقتهم واغفر لهم وارحمهم، اور جب چاند
دیکھے تو یہ کہے:- اللهم اهله علينا بالامن و
الايمان والسلامة والاسلام ربى و
ربك الله، اور جب کسی مصیبت زدہ کو دیکھے
تو یہ کہے:- الحمد لله الذى عافانى مما ابتلاك
به و فضلنى على كثير ممن خلق تفضيلا.
اور جب کسی بڑے بازار میں جائے تو یہ کہے:-
لا اله الا الله وحده لا شريك له
الملك وله الحمد يحيى ويميت وهو
حى لا يموت بيده الخير وهو على كل
شئ قدير، اور جب کسی ایسی مجلس سے اٹھے
جس میں شور و غل زیادہ ہو تو یہ کہے:- سبحانك
اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت
استغفرك واتوب اليك، اور جب کسی کو
رخصت کرے تو یہ کہے:- استودع الله دينك
وامانتك واخر عملك زودك
الله التقوى وغفر ذنبك ويسر لك
الخير حيثما كنت، اللهم اطو له البعد و
هون عليه السفر، اور جب گھر سے نکلے تو
کہے، بسم الله توكلت على الله، اللهم
انا نعوذ بك من ان نضل او نضل او

نظلم او نظلم او نجهل او یجهل علینا باسم الله توکلت علی الله لاحول ولا قوة الا بالله، واذا ولج بیته اللهم انی اسالك خیر المولج وخیر المخرج باسم الله ولجنا وباسم الله خرجنا وعلی الله ربنا توکلنا واذا لزمته دیون وهموم قال اذا اصبح واذا امسی، اللهم انی اعوذ بك من الهم والحزن واعوذ بك من العجز والکسل واعوذ بك من البخل والجبن واعوذ بك من غلبة الدین وقهر الرجال، واللهم اکفنی بحلالك عن حرامك واغنی بفضلك عمن سواك، واذا استجد ثوبا اللهم لك الحمد انت کسوتنی هذا وبسمیه باسمه اسالك خیره وخیر ما صنع له واعوذ بك من شره وشر ما صنع له الحمد لله الذی کسانی ما اواری به عورتی واتجمل به فی حیاتی، واذا اکل او شرب الحمد لله الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین، الحمد لله الذی اطعمنی هذا الطعام من غیر حول منی ولا قوة الحمد لله الذی اطعم وسقی وسوغه وجعل له مخرجا، وذا رفع ما ئدته الحمد لله حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیه غیر مکفی ولا مودع ولا مستغنی عنه ربنا، واذا مشی الی المسجد اللهم اجعل فی قلبی نورا الخ، واذا اراد ان یدخل المسجد اعوذ بالله العظیم وبوجهه الکریم وسلطانه القدیم

نظلم او نظلم او نجهل او یجهل علینا باسم الله توکلت علی الله لاحول ولا قوة الا بالله، اور جب گھر میں جائے تو یہ کہے:۔ اللهم انی اسالك خیر المولج وخیر المخرج باسم الله ولجنا وباسم الله خرجنا وعلی الله ربنا توکلنا، اور جب کسی پر قرض کا بوجھ ہو اور افکار ہوں تو صبح وشام یہ پڑھے:۔ اللهم انی اعوذ بك من الهم والحزن واعوذ بك من العجز والکسل واعوذ بك من البخل والجبن واعوذ بك من غلبة الدین وقهر الرجال، اور یہ پڑھے اللهم اکفنی بحلالك عن حرامك واغنی بفضلك عمن سواك، اور جب نیا کپڑا پہنے تو یہ کہے:۔ اللهم لك الحمد انت کسوتنی هذا، اور اس کپڑے کا نام۔ اسالك خیره وخیر ما صنع له واعوذ بك من شره وشر ما صنع له الحمد لله الذی کسانی ما اواری به عورتی واتجمل به فی حیاتی، اور جب کوئی چیز کھائے یا پیئے تو کہے:۔ الحمد لله الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین الحمد لله الذی اطعمنی هذا الطعام من غیر حول منی ولا قوة، الحمد لله الذی طعم وسقی وسوغه وجعل له مخرجا، اور جب دسترخوان سے ہاتھ اٹھائے تو یہ کہے:۔ الحمد لله حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیه غیر مکفی ولا مودع ولا مستغنی عنه ربنا، اور جب مسجد کی طرف چلے تو کہے:۔ اللهم اجعل فی قلبی نورا الخ، اور جب مسجد میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو کہے:۔ اعوذ بالله العظیم وبوجهه الکریم وسلطانه القدیم

من الشيطان الرجيم اللهم افتح لي ابواب رحمتك، واذا خرج منه اللهم اني اسألك من فضلك، واذا سمع صوت الرعد والصواعق اللهم لا تقتلنا بغضبك ولا تهلكنا بعذابك وعافنا قبل ذلك، اللهم اني اعوذ بك من شرها، واذا عصفت الريح اللهم اني اسألك خيرها وخير ما فيها وخير ما ارسلت به واعوذ بك من شرها وشر ما فيها وشر ما ارسلت به، واذا عطس الحمد لله حمدا كثيرا طيبا مباركا وليقل صاحبه يرحمك الله، وليقل هو يهديكم الله ويصلح بالكم، واذا نام اللهم باسمك اموت واحيا، واذا استيقظ الحمد لله الذي احيانا بعد ما اماتنا واليه النشور ؛

من الشيطان الرجيم، اللهم افتح لي ابواب رحمتك، اور جب مسجد سے نکلے تو یہ کہے: اللهم اني اسألك من فضلك، اور جب بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک سنے تو کہے: اللهم لا تقتلنا بغضبك ولا تهلكنا بعذابك وعافنا قبل ذلك، اللهم اني اعوذ بك من شرها، اور جب تیز ہوا چلے تو کہے: اللهم اني اسألك خيرها وخير ما فيها وخير ما ارسلت به واعوذ بك من شرها وشر ما فيها وشر ما ارسلت به، اور جب چھینک آئے تو کہے: الحمد لله حمدا كثيرا طيبا مباركا، اور اس کے پاس والا کہے: يرحمك الله، اور چھینکنے والا جواب میں کہے: يهديكم الله ويصلح بالكم، اور جب سوئے تو کہے: اللهم باسمك اموت واحيا، اور جب بیدار ہو تو کہے: الحمد لله الذي احيانا بعد ما اماتنا واليه النشور ؛

وشرع عند الاذان خمسة اشياء ان يقول مثل ما يقول المؤذن غير حي على الصلاة وحي على الفلاح فانه يقول مكانه لا حول ولا قوة الا بالله ويقول رضيت بالله ربا وبالاسلام دينا وبمحمد رسولا، ويصلي على النبي صلى الله عليه وسلم ويقول اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلاة القائمة آت محمدا الوسيلة والفضيلة والدرجة الرفيعة وابعثه مقاما محمودا الذي وعدته انك لا تخلف الميعاد وينال الله لآخرته ودنياه، وامر في عشر ذي الحجة باكثار الذكر وقد استفاض

اور اذان کے وقت پانچ چیزیں مسنون ہیں، ایک یہ کہ جو کچھ مؤذن کہے اس کے جواب میں وہی خود کہے مگر حي على الصلاة اور حي على الفلاح کی بجائے لا حول ولا قوة الا بالله کہے، دوسرے یہ کہ رضيت بالله ربا وبالاسلام دينا وبمحمد رسولا کہے، تیسرے یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے، چوتھے یہ کہ یہ دعا پڑھے: اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلاة القائمة آت محمدا الوسيلة والفضيلة والدرجة الرفيعة وابعثه مقاما محمودا الذي وعدته انك لا تخلف الميعاد، تاکہ اللہ تعالیٰ اس کو آخرت اور دنیا کی فلاح عطا کرے، اور ذی الحجہ کے عشرہ میں کثرت سے ذکر کرنے کا حکم فرمایا اور صحابہ اور تابعین

من الصحابة والتابعين وائمة المجتهدين التكبير يوم عرفة وايام التشريق على وجوه فوتوبها ان يكبر دبر كل صلاة من فجر عرفة الى عصر اخر ايام التشريق الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله والله اكبر الله اكبر ولله الحمد، وقد مر دعية الصلوة وغيرها فيما سبق فراجع ؛

وبالجملة فمن صبر نفسه على هذه الاذكار وداوم عليها فى هذه الحالات وتدبر فيها كانت له بمنزلة الذاكرالدائم وشمله قوله تعالى والذاكرين الله كثيرا والذاكرات والله اعلم

بقية مباحث الاحسان

اعلم ان لهذه الاخلاق الاربعة اسبابا تكتسب بها، وموانع تمنع عنها وعلامات يعرف تحققها بها، فالاخبات لله تعالى والاستشراف تلقاء صقع الكبرياء والانصباغ بصبغ الملا الاعلى والتجرد عن الرذائل البشرية وعدم قبول النفس نقوش الحياة الدنيا وعدم اطمئنانها بها لا شئ فى ذلك كله كالتفكر وهو قوله صلى الله عليه وسلم تفكر ساعة خير من عبادة ستين سنة، وهو على انواع، منها التفكر فى ذات الله تعالى، وقد نهى الانبياء صلوات الله عليهم عنه فان العامة لا يطيقونه، وهو قوله صلى الله عليه وسلم تفكروا فى آلاء الله ولا تفكروا فى الله، وبعضهم تفكروا فى كل

اور ائمہ مجتہدین سے عرفہ کے دن اور ایام تشریق میں مختلف طور پر تکبیر ثابت ہوئی ہے جن میں سے سب بہتر یہ تکبیر ہے کہ عرفہ کے دن فجر سے لیکر ایام تشریق کے آخر دن کی عصر تک ہر فرض کے بعد ایک بار یہ کہے: اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد، اور نماز وغیرہ کی دعائیں پہلے مذکور ہو چکی ہیں ان کو وہاں دیکھنا چاہیے،

حاصل کلام یہ ہے کہ جو شخص اپنے نفس کو ان اذکار کا پابند کرے اور ان اوقات میں ان پر مداومت رکھے اور ان میں تدبر کرے تو اس شخص کے حق میں یہ اذکار ہر وقت ذکر کرنے کے برابر ہیں اور وہ شخص اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مصداق ہو جاتا ہے "والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات" واللہ اعلم ؛

بقیہ مباحث احسان کا بیان

واضح ہو کہ ان چار اخلاق کے چند اسباب ہیں جن سے یہ اخلاق حاصل ہوتے ہیں اور کچھ موانع ہیں جو ان اخلاق سے روکتے ہیں اور علامات بھی ہیں جن سے ان اخلاق کا تحقق معلوم ہوتا ہے، پس خدا تعالیٰ کے سامنے عاجزی کرنا اور اسکی کبریائی کی طرف متوجہ ہونا اور عالم بالا کے رنگ سے رنگین ہونا اور رذائل بشریہ سے پاک ہونا اور دنیاوی زندگی کے نقوش کا نفس کے اندر منقش نہ ہونا اور دنیاوی زندگی پر مطمئن نہ ہونا ان سب امور کے پیدا کرنے میں فکر کرنے سے بڑھکر کوئی چیز نہیں ہے چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ایک گھڑی فکر کرنا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے" اور فکر کرنے کی چند قسمیں ہیں:

ازاں جملہ ذات الٰہی میں فکر کرنا اور انبیاء علیہم السلام نے اس سے منع کیا ہے کیونکہ عوام اس فکر کی طاقت نہیں رکھتے اور اس کے بارے میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں فکر کرو، اس کی ذات میں

شئ ولا تفکروا فی ذات اللہ، ومنہا التفکر فی صفات اللہ تعالیٰ کالعلم والقدرۃ والرحمۃ والاحاطۃ، وھو المعبر عنہ عند اھل السلوک بالمراقبۃ، والاصل فیہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم احفظ اللہ تجدہ تجاھک وصفتہ لمن اطاق ذلک ان یقرأ وھو معکم اینما کنتم، او قولہ تعالیٰ وما تکون فی شان وما تتلوا منہ من قران ولا تعملون من عمل الا کنا علیکم شھودا اذ تفیضون فیہ وما یعزب عن ربک من مثقال ذرۃ فی الارض ولا فی السماء ولا اصغر من ذلک ولا اکبر الا فی کتاب مبین، او قولہ تعالیٰ الم تر ان اللہ یعلم ما فی السموات وما فی الارض ما یکون من نجوی ثلاثۃ الا ھو رابعھم ولا خمسۃ الا ھو سادسھم ولا ادنی من ذلک ولا اکثر الا ھو معھم اینما کانوا، او قولہ تعالیٰ ونحن اقرب الیہ من حبل الورید، او قولہ تعالیٰ وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو ویعلم ما فی البر والبحر وما تسقط من ورقۃ الا یعلمھا ولا حبۃ فی ظلمات الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین، او قولہ تعالیٰ واللہ بکل شئ محیط او قولہ تعالیٰ وھو القاھر فوق عبادہ او قولہ تعالیٰ وھو علی کل شئ قدیر، او قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلم ان الامۃ

فکر مت کرو، اور یہ بھی مروی ہے "ہر شئی میں فکر کرو لیکن خدا کی ذات میں فکر نہ کرو" اور از انجملہ اللہ تعالیٰ کی صفات مثلاً علم اور قدرت اور رحمت اور احاطہ میں فکر کرنا ہے اور اہل سلوک اس فکر کرنے کو مراقبہ کہتے ہیں اور اس میں اصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے کہ احسان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اسطرح عبادت کرو گویا تو اسکو دیکھ رہا ہے پس اگر یہ نہیں ہو سکتا تو یہ خیال کرے وہ تجھکو دیکھ رہا ہے" اور آپکا یہ قول ہے "خدا تعالیٰ کو یاد رکھ تو اسکو اپنے سامنے پائیگا" اور اس فکر کرنیکا طریقہ اس شخص کیلئے جو طاقت رکھتا ہو یہ ہے کہ یہ آیت پڑھے وھو معکم اینما کنتم (جہاں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے) یا یہ آیت پڑھے وما تکون فی شان وما تتلوا منہ من قران ولا تعملون من عمل الا کنا علیکم شھودا اذ تفیضون فیہ وما یعزب عن ربک من مثقال ذرۃ فی الارض ولا فی السماء ولا اصغر من ذلک ولا اکبر الا فی کتاب مبین (اور تو کسی حال میں نہیں ہوتا اور نہ قرآن میں سے کچھ تلاوت کرتا ہے اور نہ تم لوگ کوئی عمل کرتے ہو مگر ہم تمہارے اوپر موجود ہوتے ہیں جبتم اس کام میں لگتے ہو اور تیرے رب سے ذرہ برابر زمین میں اور نہ آسمان میں چھپا ہوا نہیں ہے اور نہ اس سے چھوٹا اور نہ بڑا مگر ظاہر کر ہوا ان کتاب میں موجود ہے) یا یہ آیت پڑھے الم تر ان اللہ یعلم ما فی السموات وما فی الارض ما یکون من نجوی ثلاثۃ الا ھو رابعھم ولا خمسۃ الا ھو سادسھم ولا ادنی من ذلک ولا اکثر الا ھو معھم اینما کانوا (بیشک خدا تعالیٰ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے جانتا ہے کہیں تین شخصوں کا مشورہ نہیں مگر وہ انکا چوتھا ہوتا ہے اور نہ پانچ کا مشورہ ہوتا ہے مگر وہ انکا چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم اور نہ زیادہ مگر وہ انکے ساتھ ہوتا ہے جہاں وہ ہوں) یا یہ آیت پڑھے ونحن اقرب الیہ من حبل الورید (اور ہم گردن سے زیادہ اس کے قریب ہیں) یا یہ آیت پڑھے وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو ویعلم ما فی البر والبحر وما تسقط من ورقۃ الا یعلمھا ولا حبۃ فی ظلمات الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین (اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنکو اسکے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو کچھ خشکی اور دریا میں ہے اسکو اسکا علم ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا جسکو وہ نہ جانتا ہو اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ اور سوکھا یا گیلا نہیں ہے جو ظاہر کرنیوالی کتاب میں موجود نہ ہو) یا یہ آیت پڑھے واللہ بکل شئ محیط (اور خدا ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے) یا یہ آیت

وھو القاھر فوق عبادہ (اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر) یا یہ آیت پڑھے وھو علی کل شئ قدیر (اور وہ ہر چیز پر قادر ہے)

لو اجتمعت على ان ينفعوك بشئ لم ينفعوك الا بشئ قد كتبه الله لك ولو اجتمعوا على ان يضروك بشئ لم يضروك الا بشئ قد كتبه الله عليك رفعت الاقلام وجفت الصحف، او قوله صلى الله عليه وسلم ان لله مائة رحمة انزل منها واحدة فى الارض الحديث، ثم يتصور معنى هذه الايات من غير تشبيه ولا جهة بل يستحضر اتصافه تعالى بتلك الاوصاف فقط. فاذا ضعف عن تصورها اعاد الاية وتصورها ايضا وليختر لذلك وقتا لا يكون فيه تعب ولا حاقنا ولا جائعا ولا غضبان ولا وسنان وبالجملة فارغ القلب عن التشويش ومنها التفكر فى افعال الله تعالى الباهرة والاصل فيه قوله تعالى الذين يتفكرون فى خلق السموت والارض ربنا ما خلقت هذا باطلا وصفته ان يلاحظ انزال المطر وانبات العشب ونحو ذلك، ويستغرق فى منة الله تعالى وهو معنى التفكر فى انعام الله تعالى وهو تذكر نعمه قوما وخصصه الاخرين، والاصل فيه قوله تعالى لموسى عليه السلام فذكرهم بايام الله ان فى ذلك لايت لكل صبار شكور ان يجعل النفس مجردة عن الدنيا ومنها التفكر فى الموت وما بعده والاصل فيه قوله صلى الله عليه وسلم اكثروا ذكر هاذم اللذات يعنى الموت وان يتصور انفصال النفس عن الدنيا

یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو پڑھے "اس بات کو جان لے کہ تمام دنیا اگر اس بات پر متفق ہو کہ تجھ کو کچھ نفع دیں تو کچھ نفع دے سکیں گے مگر اسی قدر جو تیرے لئے خدا نے لکھ رکھا ہے اور اگر تمام لوگ اس بات پر متفق ہو جائیں کہ تجھ کو کچھ ضرر پہنچائیں تو تجھ کو کچھ ضرر نہ دے سکیں گے مگر اسی قدر جو تیرے لئے خدا تعالیٰ نے لکھ رکھا ہے، قلم اٹھا لئے گئے اور کاغذ خشک ہو گئے" یا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول کو پڑھے "خدا تعالے کی سو رحمتیں ہیں جن میں سے اس نے زمین پر ایک نازل فرمائی ہے" الحدیث، پھر ان آیات کے معانی کا بغیر تشبیہ و جہت کے تصور کرے بلکہ ان اوصاف کے ساتھ خدا تعالے کے صرف متصف ہونے کو خیال میں رکھے پس جب ان کے تصور کرنے سے تھک جائے تو آیت کا اعادہ کرے اور اس کا تصور کرے اور اس امر کے لئے ایک ایسا وقت مقرر کرے جس میں نہ پیشاب کی حاجت ہو نہ پاخانہ کی حاجت ہو اور نہ بھوکا ہو نہ غصہ ہو اور نہ غمگین ہو، حاصل کلام یہ ہے کہ دل تشویش سے فارغ ہو،

ورازانجملہ خدا تعالیٰ کے افعال عظیم میں فکر کرنا ہے اور اس کی اصل یہ آیت ہے "جو لوگ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں فکر کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار تو نے اس کو بیکار نہیں پیدا کیا" اور اس کی صورت یہ ہے کہ بارش برسانے اور نباتات کے اگانے اور اسی قسم کی چیزوں کا تصور کرے اور احسان الٰہی میں مستغرق ہو جائے،

اور ازانجملہ ایام اللہ میں تفکر کرنا ہے اور وہ کسی قوم کے بلند ہونیکے اور کسی قوم کے پست ہونیکو یاد کرنا ہے اور اس بارے میں اصل اللہ تعالیٰ کی یہ آیت ہے کہ خدا تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا تھا تم اپنی قوم کو خدا تعالیٰ کے دن یاد دلاؤ کیونکہ یہ تفکر نفس کو دنیا سے مجرد کر دیتا ہے،

ورازانجملہ موت اور اسکے بعد کے حالات میں تفکر کرنا ہے اور اس کی اصل نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے، لذتوں کے منقطع کرنے والی کو یاد کرو، اور اسکا طریقہ یہ ہے کہ موت کا تصور کرے کہ اس کا نفس دنیا سے الگ ہو گیا۔

نفرغها مما كتسبت من خير و شر و ما
يرد عليها من المجازاة، و هذا والله
قيد الاشياء لعدم قبول النفس نقوش
الدنيا. فالانسان اذا تفرغ من
شغل الدنيا تفكر فيما في هذه
الاشياء و حضرت بين عينيه نقوشها
هيبته و غلبت ملكيته، و لما لم
يكن سهلا على العامة ان يتفرغوا
لتفكر المعاني و احضارها بين اعينهم
وجب ان يجعل اشباح يعني فيها
نوع الفكر و شيا كل ينفخ فيها روحا
يقصدها العامة و يتلى عليهم ليستفيد
منها قدر فهمه، و قد اوتي النبي صلى
الله عليه وسلم القرآن جامعا لهذه
الانواع و مثله معه.

اور نیکی وبدی جو اس نے کی ہے اور ان کی جزا وسزا جو اسکو ملنے
والی ہے اس کے روبرو ہے، اور تفکر کی یہ دونوں قسمیں
نفس کے نقوش دنیا قبول نہ کرنے میں سب سے زیادہ
نافع ہیں کیونکہ جب انسان اشغال دنیا سے فراغت پاکر
ان اشیاء میں خوب فکر کرتا ہے اور ان کو اپنی آنکھوں کے
سامنے پیش کرتا ہے تو اس کی ہیبت مغلوب اور اس کی
ملکیت غالب ہو جاتی ہے اور چونکہ عوام کے لئے سب
اشغال سے فارغ ہو کر ان امور میں فکر کرنا اور ان کو اپنی
آنکھوں کے سامنے حاضر کرنا آسان نہ تھا اس واسطے ضروری
ہوا کہ اس ذکر اور فکر کے واسطے اشباہ وصور مقرر کئے جائیں اور
ان میں فکر کے اقسام مرتب کئے جائیں اور ان میں فکر کی روح
ڈالی جائے تاکہ عام لوگ بھی اسکا قصد کر سکیں اور ان کو
سن سکیں اور اپنی تقدیر کے موافق اس سے فائدہ حاصل کر سکیں
اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قرآن دیا گیا ہے جو ان
اقسام کو جامع ہے اور ان کے مانند

[illegible]

لهذين جميعا [illegible]
لهم سابقة والله اعلم.

فائدة ان يرغب في تلاوة القرآن
بيان فضائلها و فضل سورها و آياته
و نشأ النبي صلى الله عليه و
الذاكرة المعنوية الحاصلة من
الذاكرة المحسوسة لانها [illegible]
[illegible] قوة [illegible]
تصوير المعاني و تمثيلها و
به صاحبها بالملك والله [illegible]
حروف وبين [illegible]
من [illegible] الرحمة و النعمة

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قرآن دیا گیا ہے جو ان
اقسام کو جامع ہے اور ان کے مانند

[illegible]

ہم حکمت کا یہ مقتضی ہوا کہ تلاوت قرآن کی ترغیب دلائی
جائے اور اس کی فضیلت اور اس کی سورو آیات کی فضیلت
بیان کی جائے اس واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت
جو معنوی فائدہ حاصل ہونے والا ہے اس کو ایک ایسے
محسوس فائدہ کے ساتھ [illegible] دی جو سب کے نزدیک
[illegible] کو بال [illegible] اور فرمایا
[illegible] تاکہ اس معنوی فائدہ کی تمثیل اور تصویر پائی
جائے اور آپ نے تلاوت کرنے والے کو فرشتوں کے ساتھ تشبیہ
[illegible] اور [illegible] کیا اور لوگوں کی [illegible]
[illegible] اور [illegible] کے ساتھ

تشل يوم [illegible]
تتجافى [illegible]
لتتلى [illegible] اسباب [illegible]
رجحان تلاوة القرآن على [illegible]
وبين ان السور فيما بينها تتفاضل ؛

قول وانما تتفاضل لمعان . منها فاوتها التفكر في صفات الله وكونها اجمع لمثل فيه كآية الكرسي وآخر الحشر ، وقل هو الله احد فانها بمنزلة الاسم الاعظم من بين الاسماء ؛

ومنها ان يكون نزولها على لسنة العباد ليعلموا كيف يتقربوا الى ربهم كالفاتحة ، ونسبته من السور كنسبة الفرائض من العبادات . ومنها انها اجمع السور كالزهراوين ، وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم في يس انه قلب القرآن لان القلب يوحى الى المتوسط وهو من المثاني ذوات السين فما فوقها وتوافق المفصل . وفيها آيات التوكل والتفويض والتوحيد على نحو ما في محمد الظافرة وما في لا اعبد الذي تضمن الآيات ، وفيها المنون امن كورة تامة كالبقرة ، وفي تبارك الذي شفعت الرجل حتى غفر له وهو قصة رجل رواه النسائي صلى الله عليه وسلم في بعض مكاشفاته ، وان يوعب في تعاهدها واستذكاره ويضرب له مثل تفصح الابل وفي التوتيل به وتلاوته بعد شدائد المغلوب وجمع لمن طرد قوس

قیامت کے روز اجسام میں متشکل ہو کر نظر آئیں گی اور ان سے محسوس ہو سکیں گی اور اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑا کریں گی اور اس میں عذاب اور نجات کے اسباب کی تعداد اور تلاوت قرآن کا دوسرے اسباب پر رجحان کی بحث کرنا اور آپ نے یہ بھی بیان فرمایا کہ بعض سورتوں کو بعض پر فضیلت ہے ،

میں کہتا ہوں یہ فضیلت چند وجوہ سے ہوتی ہے از انجملہ یہ ہے کہ اس سورت سے صفات الٰہی میں تفکر کرنا حاصل ہوتا ہے اور اس میں صفات جمع ہوتی ہیں مثلاً آیت الکرسی اور سورت کے اخیر کی آیات اور قل ہو اللہ احد ، کیونکہ اس کا جملہ اسماء میں اسم اعظم کا سا درجہ ہے ،

اور از انجملہ اس کا نزول بندوں کی زبانوں کے موافق ہے تاکہ انکو معلوم ہو جائے کہ رب کی طرف تقرب حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے جیسے سورہ فاتحہ ، اور اس کا درجہ اور سورتوں میں ایسا ہے جیسے فرائض کا تمام عبادات میں ہے ، اور از انجملہ یہ ہے کہ وہ سورت تمام سورتوں میں جامع ہو جیسے سورہ البقرہ اور آل عمران ، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ یٰسین کے بارے میں فرمایا " وہ قرآن کا دل ہے " اس کی وجہ یہ ہے کہ دل سورہ میں ہونے کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور سورہ یٰسین ان سورتوں سے ہے جو دو سو آیات یا ان سے زیادہ کی ہیں کم ہے اور سو سے زیادہ ہے ، اور اس میں توکل اور تفویض اور توحید کی آیات ہیں جو اس کی مانند ہیں جو اللہ کی زبان سے سرزد ہوئیں یعنی ان میں ہے اور مجھے کیا ہوا ہے جو اپنے پیدا کرنے والے کی پرستش کروں الآیات ، اور اس میں مقاصد مذکورہ پورے اور کامل پر موجود ہیں ، اور تبارک الذی کی فضیلت کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ اس نے ایک شخص کی شفاعت کی کہ خدا تعالیٰ نے اس کو بخشدیا ، اس شخص کے قصہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض مکاشفات میں دیکھا تھا ، اور نبی شرعی کا یہ مقتضی کہ قرآن کے یاد کرنے کی طرف اور اس میں مشغول

لنشط لیکون اقرب الی التدبر والخشوع
الصوت به والبکاء والتباکی عنده تقربا
ین المراد وهو التفکر، ویحرم نسیانه و
نهی عن ختمه فی اقل من ثلاث لانه لا
یفقه معناه حینئذ، وجاءت الرخصة
ی قراءته علی لغات العرب تسهیلا علیهم
لان فیهم الامی والشیخ الکبیر والصبی
رما اوتی صلی الله علیه وسلم فی غیر
لقرآن منه عزوجل یا عبادی انی حرمت
لظلم علی نفسی وجعلته بینکم محرما
فلا تظالموا یا عبادی کلکم ضال الا من
هدیته، الحدیث، کان فی بنی اسرائیل
رجل قتل تسعا وتسعین انسانا الحدیث
لله اشد فرحا بتوبة عبده الحدیث، ان
عبدا اذنب ذنبا الحدیث، ان لله مائة
رحمة انزل منها واحدة الحدیث اذا
سلم عبد فحسن اسلامه الحدیث، و
احادیث تشبیه الدنیا بما یلحق بالاصبع
من الیم وبجدی سدث میت ؛

واعلم ان النیة روح والعبادة
جسد والحیاة للجسد بدون الروح،
والروح لها حیاة بعد مفارقة البدن و
لکن لا یظهر آثار الحیاة کالمیت بدونه
لذلك قال الله تعالی لن ینال الله لحومها
ولا دماؤها ولکن ینالہ التقوی منکم
وقال رسول الله صلی الله علیه وسلم
انما الاعمال بالنیات، وشبه النبی صلی
الله علیه وسلم فی کثیر من المواضع
من صدقت نیته ولم یتمکن من العمل

کی طرف رغبت دلائی جائے اور اس کے بھول جانیکی مثالی وجہ
کے فرار ہونیکے ساتھ دیجائے، اور نیز قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے
اور دل جمعی اور جمع خاطر اور زیادہ شوق کے ساتھ تلاوت کرنے
کی رغبت دلائی جائے تاکہ اچھی طرح تدبر ہو اور خوش الحانی سے
پڑھا جائے اور پڑھتے وقت گریہ زاری کیجائے تاکہ وہ مراد جو
تفکر کرنا ہے حاصل ہو اور اس کا بھلا دینا حرام کر دیا جائے
اور تین دن سے کم میں قرآن ختم کرنیکی ممانعت کیجائے کیونکہ اس
وقت میں وہ قرآن کے معنی نہ سمجھ سکے گا، اور لغات عرب میں قرآن
پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے تاکہ ان پر سہولت ہو کیونکہ امت
میں اَن پڑھ اور بوڑھے اور بچے ہوتے ہیں، اور وہ چیز جو اللہ
تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن کے علاوہ عطا فرمائی
ہے از انجملہ یہ ہیں "اے میرے بندو! ظلم کو میں نے اپنے اوپر حرام
کر لیا ہے اور تمہارے اندر بھی اس کو حرام کیا ہے اس لئے تم
باہم ظلم نہ کرو، اے میرے بندو! تم میں سے ہر ایک گمراہ ہے مگر
جس کو میں ہدایت دوں" الحدیث، بنی اسرائیل میں سے ایک
ایسا شخص تھا جس نے ننانوے آدمیوں کا خون کیا تھا" الحدیث
خدا تعالیٰ کو اپنے بندہ کی توبہ سے نہایت خوشی ہوتی ہے، الحدیث
میرا بندہ جب گناہ کرتا ہے، الحدیث۔ خدا کی رحمت کے سو حصے
ہیں ان میں سے ایک زمین کی طرف اتارا، الحدیث جب بندہ
اسلام لائے اور اپنے اسلام کو بہتر بنائے، الحدیث، اور وہ
احادیث جن میں دنیا کو اس پانی کے ساتھ تشبیہ دی ہے
جو دریا میں سے انگلی کو لگ جاتا ہے اور اس بھیڑ کے بچہ کے ساتھ
جو کان کٹا اور مرا پڑا تھا تشبیہ دی ہے،

واضح ہو کہ نیت روح ہے اور عبادت جسم ہے اور بغیر
روح کے جسم کی زندگی نہیں ہوتی اور مفارقت بدن کے بعد
بھی روح کو ایک قسم کی حیات رہتی ہے البتہ بغیر بدن کے
اسکی حیات کے آثار پورے طور پر ظاہر نہیں ہوتے اس لئے اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے "ان کے گوشت اور [illegible] کے خون اللہ تعالیٰ
کے پاس نہیں پہنچیں گے لیکن تمہارا پرہیزگاری کے پاس پہنچتی ہے" اور

الصانع بين عمل ذلك العمل كالمسافر
والمريض لا يستطيعان ورد او ظبا عبه
فيكتب لهما، والصادق العزم في الانفاق
وهو مملق يكتب كانه انفق واعطى لنيته
يعني يباعث على العمل من التصديق
بما اخبرته الله على السنة الرسل من
ثواب المطيع وعقاب العاصي وحب
امتثال حكم الله فيما مر ونهي ونذلك
وجب اي يبقى الاجر عن المريض والمسافر
ويبين مساويها اصرح مما يكون، فمن
[illegible] صلى الله عليه وسلم [illegible]
[illegible] يفتوى عبد الله بن عمر بن العاص رضي الله عنهما
رجل من اهل البادية الى [illegible] رجل
[illegible] ورجل نعامرا لعدو [illegible]
[illegible] ورجل [illegible]
[illegible] قوله صلى الله عليه وآله وسلم
[illegible] في الشرك عن الله
من عمل عملا اشرك فيه غيري تركته و
[illegible] ما عند ابي هريرة رضي الله عنه
قال رسول الله [illegible] يبدأ بهم يوم
القيامة من الخبر ويحمده الناس عليه
قال تلك عاجل بشرى المؤمن ومعناه
ان يعمل العمل لا يقصد به [illegible]
الله فينزل القبول في الارض فيحبه
الناس، وحديث ابي هريرة رضي الله
عنه قلت يا رسول الله بينا انا في بيتي
اذ دخل علي رجل فاعجبني
ما رأى الذي رأيت قال ما حملك

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا البتہ اعمال نیتوں کے ساتھ ہوتے ہیں
اور میں اللہ علیہ وسلم نے بہت سے موقع میں اس شخص کو جسکی نیت
صادق اور کسی مانع کی وجہ سے عمل نہ کرسکا اس کے ساتھ شبیہ دی جو
بیمار کیا ہے جیسے مسافر اور مریض جو اپنے اس وظیفہ پر قدرت
نہیں رکھتے تو وہ اعمال ان کے لئے لکھے جاتے ہیں، اور جیسے
شخص جو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی صادق نیت رکھتا ہو مگر
سبب نہ ہونے کے وہ خرچ نہیں کرسکتا تو اسکے لئے خرچ کرنے
کے برابر اجر لکھا جاتا ہے اور یہ بات ان سب وجوہ میں ہوتی ہے
برابر اجر لکھا جاتا ہے [illegible] کرتے ہیں یعنی اس نیت کے ہونے کے ثواب اور انعام کی
[illegible] صادق [illegible] ہے یا اللہ تعالیٰ کے [illegible] کے حکم کرنے سے
[illegible] ہونا اسی سے ضائع کر دیا اور دکھاوے سے [illegible] اور
برا ہونا صاف طور سے [illegible] اسی وجہ سے [illegible]
علیہ وسلم نے فرمایا [illegible] سے [illegible]
[illegible] کہ لوگ [illegible] اس کو عالم کہیں [illegible]
[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم سے [illegible]
[illegible] کرتے ہوئے فرمایا میں سب سے زیادہ شرک سے بچنے والا ہوں جس نے
[illegible] میرے ساتھ کسی [illegible] شریک کیا میں اس کو اور اس کے
[illegible] شریک کو بھی چھوڑ دیتا ہوں، اور وہ حدیث جو ابوہریرہ
[illegible] سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ
رسول اللہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کوئی نیک کام
کرتا ہے اور لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں آپ نے فرمایا یہ مومن کو جلد
ملنے والی خوشخبری ہے جو اسکو دنیا ہی میں خوشی سے سرشار کر دیتی ہے
[illegible] کہتے ہیں [illegible] کی طرف
[illegible] حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ ایک

یا ھریرۃ انک جربان اجر السر و اجر العلانیۃ، فحسنت ان یکون الاعجاب مغلوبا بالایبعث بمجرد علی العمل، و اجر السر اجر الاخلاص الذی یتحقق فی السر و اجر العلانیۃ اجر اعلاء دین اللہ و اشاعۃ السنۃ الراشدۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خیارکم احاسنکم اخلاقا ؛

قول:- لما کان بین السماحۃ و العدل نوع من التعارض کما نبہنا علیہ و کان نظام العلوم الانبیاء علیہم السلام علی رعایۃ المصلحتین و اقامۃ نظام الدارین و ان یجمع بین المصالح ما امکن و جب ان لا یعین لی اقوامیس السماحۃ شیء و تستنبط مع اتحاد اللہ و توفیقہ و تنبہ علیہا فنزل الامر الی حسن الخلق و ھو عبارۃ عن مجموع الامور من باب السماحۃ و العدل التی تتناول الجود و العفو عن الظلم و التواضع و ترک الحسد و الحقد و الغضب، و کل ذلک من السماحۃ و تتناول التودد الی الناس و صلۃ الرحم و حسن الصحبۃ مع الناس و مواساۃ المحاویج، و ھی من باب العدل التعاونی فصل لاون یعتمد علی الثانی و الثانی لا یتم الا بالاول، و ذلک من الرحمۃ المرعیۃ فی النوامیس الالٰہیۃ، و لما کان للسان اسبق الجوارح الی الخیر و الشر و ھو قول صلی اللہ علیہ و سلم و ھل یکب الناس علی مناخرھم الا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھ پر اللہ تعالیٰ رحم کرے، تیرے لئے دو اجر ہیں، ایک اجر پوشیدہ کرنیکا اور دوسرا ظاہر کرنیکا، تو اس کے یہ معنی ہیں کہ عجب نفسانی مغلوب ہونا چاہئے اور صرف دکھلاوے کا باعث نہ ہو اور اجر سر سے اخلاص کا اجر مراد ہے جو پوشیدگی سے پایا جاتا ہے اور ظاہر کرنیکا اجر دین اللہ کے بلند کرنے اور سنت راشدہ کی شاعت کرنے سے ہوتا ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں"

میں کہتا ہوں چونکہ سماحت اور عدالت میں ایک قسم کا تعارض ہے جس پر علم منتہ کر چکے ہیں اور نبیا علیہم السلام کا علوم کی بناء دونوں مصلحتوں کی رعایت کرنے پر اور نظام دارین کے قائم کرنے پر اور حتی الامکان مصالح کے جمع کرنے پر ہے، اس واسطے ضروری ہوا کہ شریعت میں سماحت کے لئے خاص وہی حدیں معین کی جائیں جن کے ساتھ عدالت بھی ہو اور جن سے ظلم کی تائید اور اس پر تنبیہ بھی ہو اس واسطے حسن اخلاق کا حکم دیا گیا اور یہ امور سماحت اور امور عدالت کے ایک مجموعہ کا نام ہے کیونکہ حسن اخلاق جود اور کرم کرنے والے سے عفو اور تواضع اور ترک حسد و کینہ، غضب کو تحلیل ہے اور یہ سب باتیں سماحت کے قبیل سے ہیں اور لوگوں سے محبت اور صلہ رحمی اور لوگوں کے ساتھ حسن صحبت سے پیش آنے اور محتاجوں کی مدد کرنے کو بھی شامل ہے اور یہ سب باتیں عدالت کے قبیل سے ہیں اور پہلی قسم دوسری قسم پر موقوف ہے اور دوسری قسم پہلی قسم کے بغیر ناتمام ہے اور یہ ان علوم میں سے ہے جن کا شریعت نے تبیہ میں اختصار کیا گیا ہے اور چونکہ زبان کے تقاضا دیگر زبان خیر شر کی طرف سے زیادہ پیش قدمی کرنے والی ہے اس واسطے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور لوگوں

حصائد السنتهم، وايضا ان آفاته تحل
الاخبات والعدالة والسماحة جميعا لان
اكثار الكلام ينسى ذكر الله، والغيبة و
البذاء ونحوهما تفسد ذات البين.
والقلب ينصبغ بصبغ ما يتكلم به فاذا
ذكر كلمة الغضب لابد ان ينصبغ القلب
بالغضب وعلى هذا القياس، والانصباغ
يفضي الى التشبه يجب ان يبحث الشارع
عن آفات اللسان اكثر من آفات غيره
وآفات اللسان على انواع، منها ان
يخوض في كل واد فتجتمع في الحس المشترك
صور تلك الاشياء، فاذا توجه الى الله
لم يجد حلاوة الذكر ولم يستطع تدبر
الاذكار، ولهذا المعنى نهى عما لا يعني،
ومنها ان يثير فتنة بين الناس كالغيبة
والجدال والمراء، ومنها ان يكون مقتضى
تغشى النفس بغاشية عظيمة من السبعية
والشهوية كالتشتم وذكر محاسن النساء
ومنها ان يكون سبب حدوثه نسيان
جلال الله والغفلة عما عند الله كقوله
سلك ملك السوك، ومنها ان يكون
من قضد لمصالح الملة بان يكون
مرغبا لما امرت الملة بزجره كمدح
الخمر وتسمية العنب كرما ويعجم
كتاب الله كتسمية المغرب عشاء،
والعشاء عتمة، ومنها ان يكون كلاما
شنيعا مذكرا لمثل الافعال الشنيعة
المنسوبة الى الشياطين كالفخر في
ذكر الجماع والاعضاء المستورة بصيغ

کو کوئی چیز خصلتوں کے بل اور ہلاکت نہ کرے گی مگر جو
ان کی زبانوں نے کاٹا ہے" اور نیز زبان کے آفات
اخبات اور سماحت اور عدالت سب میں خلل انداز ہوتے
ہیں کیونکہ کثرت سے کلام کرنا ذکر اللہ سے غافل کرنا ہے اور
عیبت اور فحش باتیں اور ان کے مثل باہم فساد ڈالتی ہیں
اور زبان سے جو کلام نکلتا ہے دل پر اس کا رنگ چڑھ جاتا ہے
پس جب کوئی غصہ کا کلمہ کہتا ہے تو دل کے اندر ایک جوش
پیدا ہو جاتا ہے وعلی ہذا القیاس،
اور دل کا رنگین ہونا عالم مثال میں متشکل ہونے کا سبب
ہوتا ہے اس واسطے ضروری ہوا کہ شرع میں بہ نسبت اور اعضا
کی آفات کے زبان کی آفات سے زیادہ بحث کیجائے اور
آفات لسانی کے بہت سے اقسام ہیں از انجملہ یہ ہے کہ ہر
امر میں خوض کرے پس اس کے سبب سے ان چیزوں کی
صورتیں آدمی کی حس مشترک میں جمع ہو جاتی ہیں اور جب
تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو نہ حلاوت ذکر پاتا ہے اور نہ
اذکار میں تدبر کر سکتا ہے اسی وجہ سے لایعنی باتوں سے شریعت
نے ممانعت کی ہے، اور از انجملہ یہ ہے کہ وہ لوگوں میں فتنہ پیدا
کرتی ہے جیسے غیبت اور لڑائی جھگڑا اور لوگوں کو بھڑکانا،
اور از انجملہ یہ ہے کہ وہ کلام ایسا ہو جس سے قوت سبعیہ یا
قوت شہوت کے اثر سے نفس متاثر ہوتا ہے جیسے گالیاں بکنا
اور عورتوں کی خوبصورتیاں ذکر کرنا، اور از ان جملہ یہ
ہے کہ وہ کلام خدا کے جلال اور کبریائی کے فراموش کرنے
کا باعث ہوتا ہے جیسے بادشاہ کو شاہنشاہ کہنا، اور
از ان نجملہ یہ ہے کہ وہ کلام مصالح دینی کے خلاف پڑتا ہے
بایں طور کہ دین میں جس چیز کے ترک کرنیکا حکم ہے اس کلام سے
اس کی ترغیب لازم آتی ہے جیسے شراب کی تعریف کرنا اور انگور
کا نام کرم رکھنا یا کتاب اللہ کو عجمی بنانا لازم آتا ہے جیسے مغرب کا
نام عشاء رکھنا اور عشاء کو عتمہ کہنا، اور از انجملہ یہ ہے کہ وہ کلام شنیع
ہو جو ویسے افعال شنیعہ جو شیاطین کی طرف منسوب ہوتے ہیں

ما وضع لها، ولكن كرها يطير به كقوله ليس
في الدار عجاج ولا ليسار، ثم لا بد من
بيان ما كثر وقوعه من مظان السماحة
وتمييز ما اعتبره الشرع بما لم يعتبره
منها الزهد فان النفس ربما تميل
الى شهوة الطعام واللباس والنساء
حتى تكتسب من ذلك لونا فاسدا
يدخل في جوهرها فاذا انفصله
الانسان عن نفسه فذلك الزهد
في الدنيا، وليس ترك هذه الاشياء
مطلوبا بعينه بل انما يطلب تحقيقا
لهذه الخصلة، ولذلك قال النبي صلى
الله عليه وسلم الزهادة في الدنيا
ليست بتحريم الحلال ولا اضاعة
المال ولكن الزهادة في الدنيا ان لا
تكون بما في يدك اوثق مما في يد
الله وان تكون في ثواب المصيبة اذا
انت اصبت بها ارغب فيها لو انها
ابقيت لك، وقال ليس لابن ادم حق
في سوى هذه الخصال بيت يسكنه
وثوب يواري عورته وجلف الخبز
والماء،

وقال يحسب ابن ادم لقيمات
يقمن صلبه، وقال طعام الاثنين
كافي الثلاثة وطعام الثلاثة كافي
الاربعة، يعني ان الطعام الذي يشبع
اثنين كاف الاربعة اذا اكلوا الثلاثة
كما هم على التوسط، يوهن الترغيب
في امراسة وكراهية شرة النفس

جیسے فرش باتیں اور جماع اور اعضاء مستورہ کا صاف صاف الفاظ
میں ذکر کرنا اور جیسے اس لفظ کا ذکر کرنا جس سے بدفالی لیجاتی ہے
جیسے یہ کہنا کہ گھر میں کامیابی نہیں ہے اور برکت نہیں ہے پھر ان
چیزوں کا بیان کرنا بھی ضروری ہے جہاں سماحت بکثرت پائی جاتی
ہے اور اخلاق معتبرہ عند الشرع اور غیر معتبرہ میں تمیز کرنا بھی ضروری
ہے، پس از انجملہ زہد ہے کیونکہ بسا اوقات نفس کو کھانے اور لباس
اور عورت کی حرص کی طرف بڑی رغبت ہوتی ہے حتی کہ اس سے
ایک فاسد رنگ پیدا ہو جاتا ہے جو نفس کے جوہر میں اثر کرتا ہے
پس جب انسان اس کو اپنے نفس سے دور کر دیتا ہے تو وہ دنیا
میں زہد کہلاتا ہے اور خاص ان چیزوں کا ترک مقصود بالذات
نہیں ہے بلکہ ان کے ترک سے اس خصلت کا حاصل کرنا مطلوب ہے
اور اسی لیے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کا زہد نہ حلال کے
حرام کر لینے سے ہے اور نہ مال کے ضائع کرنے سے بلکہ دنیا کا زہد
یہ ہے کہ جو چیز تیرے قبضہ میں ہے اس پر اس چیز سے زیادہ تجھ کو
اعتماد نہ ہو جو خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہے اور جب تجھ کو کوئی مصیبت
پہنچے تو اس مصیبت کے ثواب کی رغبت میں اس مصیبت کا باقی
رہنا تجھ کو پسند ہو، اور آپ نے فرمایا، ابن آدم کا سوائے
ان تین چیزوں کے اور میں حق نہیں ہے، ایک گھر جس میں سکونت
کرے اور کپڑا جس سے تن ڈھانک سکے اور کسی قدر روٹی اور پانی
اور آپ نے فرمایا، ابن آدم کو چند لقمے جن سے پشت کو سیدھا
کر سکے کافی ہیں، اور آپ نے فرمایا دو شخصوں کا کھانا تین کو
اور تین کا کھانا چار کو کافی ہے یعنی وہ کھانا جس سے دو آدمی
خوب اچھی طرح تسلم بسر ہو سکتے ہیں جب اس کو تین آدمی کھائیں گے
تو اوسط درجہ میں ان کو کافی ہو جائے گا اس سے آپ کا
مقصد حاصل ہے [illegible] کی ترغیب اور شکم پری کی حرص کو
[illegible] اور [illegible] ہے [illegible]
[illegible] نفس پر مال کی حرص غالب ہو جاتی
ہے یہاں تک کہ [illegible] ہو جاتی
[illegible] کرتا ہے

ومنها القنوع وذلك ان الحرص على المال ربما يغلب على النفس حتى يدخل في جوهر ذاتها فينقضه من قلبه ويسهل عليه تركه فاذا حصلت القناعة، وليست القناعة ترك مازرقه الله تعالى من غير اشراف نفس، قال النبي صلى الله عليه وسلم ليس الغنى عن كثرة العرض ولكن الغنى غنى النفس، وقال يا حكيم ان هذا المال خضر حلو فمن اخذه بسخاوة النفس بورك له فيه ومن اخذه باشراف نفس لم يبارك له فيه وكان كالذي ياكل ولا يشبع واليد العليا خير من اليد السفلى، وقال عليه السلام اذا جاءك من هذا المال شيء وانت غير مشرف ولا سائل فخذه وتموله فانما هو رزق ساقه الله اليك فلا تردده نفسك.

ومنها الجود وذلك لان حب المال وحب امساكه [illegible] به جبل عليه فاذا [illegible] يجادل بالا في الجود وليس الجود اعطاء المال وليس المال مبغضا لذاته بل هو نعمة كبيرة، قال صلى الله عليه وسلم [illegible] تصلكم [illegible] اسلحوا محارمكم [illegible] ولا تمسكوا [illegible] ورذل [illegible] ومنها [illegible] ومنها [illegible]

اور اس کا ترک اس پر آسان ہو جاتا ہے تو اس کو قناعت کہتے ہیں، اور قناعت اس کو نہیں کہتے کہ حق تعالیٰ نے انسان کو جو کچھ عطا فرمایا ہے بے رغبتی سے اس کو ترک کر دے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غنی کثرت مال و اسباب سے نہیں ہوتا بلکہ غنی دل کا غنی ہوتا ہے۔ اور فرمایا اے حکیم یہ مال سبز اور شیریں ہے۔ پس جو اس کو نفس کی سخاوت کے ساتھ لیتا ہے تو اس میں برکت ہوتی ہے اور جو حرص کے ساتھ لیتا ہے تو اس میں برکت نہیں ہوتی اور اس کھانے کی مثل ہو جاتا ہے جو کھا کر پیٹ نہیں بھرتا اور اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تیرے پاس اس مال میں سے کچھ آئے اور تو نہ اس کا حریص ہے اور نہ سائل تو اس کو لیکر مسرور ہو اور نہ اپنے نفس کو اس کے پیچھے ڈال۔

اور سخاوت جود ہے، اس کا بیان یہ ہے کہ مال کی محبت [illegible] جس کے جمع کرنے کی محبت بہت اور طبائع دل [illegible] ہے جو اس سے ہر وقت [illegible] ہوتا ہے اور کچھ پرواہ نہیں کرتا تو، مقبول ہوتے ہیں اور جو مال کا ضائع کرنا [illegible] اور خدا کو مال نہ ہو تو کوئی ناپسندیدہ چیز ہے بلکہ یہ ایک بڑی نعمت ہے جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] کہ تم سے پہلے لوگوں کو مال [illegible] تمہارے [illegible] کرنے اور ان کے [illegible] اسلحہ [illegible] اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو [illegible] کے واسطے کوئی حسد کے قابل نہیں [illegible] اور [illegible] آپ نے [illegible] البتہ خیر سے شر پیدا نہیں ہوتا [illegible] ہیں [illegible] ایسی پیدا ہوتی ہیں جو تمہارے

علیہ وسلم من کان معہ فضل ظہر فلیعد بہ علی من لا ظہر لہ ومن کان لہ فضل زاد فلیعد بہ علی من لازاد لہ فذکر من اصناف المال حتی رأینا انہ لا حق لاحد منا فی فضل، وانما رغب فی ذلک اشد الترغیب لانہم کانوا فی الجہاد وکانت بالمسلمین حاجۃ واجتمع فیہ السماحۃ واقامۃ نظام الملۃ وابقاء مہج المسلمین، ومنہا قصر الامل، وذلک ان الانسان یغلب علیہ حب الحیاۃ حتی یکرہ ذکر الموت وحتی یرجو من طول الحیاۃ شیئا لا یبلغہ فان مات فی ہذہ الحالۃ عذب بلزومہ الی ما اشتاق الیہ ولا یجدہ، ولیس العمر فی نفسہ مبغضا بل ہو نعمۃ عظیمۃ، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل، وخط خطا مربعا وخط خطا فی الوسط خارجا منہ وخط خططا صغارا الی ہذا الذی فی الوسط من جانبہ الذی فی الوسط فقال ہذا الانسان وہذا اجلہ محیط بہ، وہذا الذی ہو خارج املہ، وہذہ الخطط الصغار الاعراض فان اخطاہ ہذا انہسہ ہذا وان اخطاہ ہذا انہسہ ہذا، وقد عالج النبی صلے اللہ علیہ وسلم ذلک بذکر ہازم اللذات وبزیارۃ القبور والاعتبار بموت الاقران وقال صلی اللہ علیہ وسلم لا یتمنین احدکم الموت ولیبادر بہ قبل ان یاتیہ انہ اذا مات انقطع عملہ، وصرفا التواۃ ہ وہو

ہلاک کر دیتی ہیں یا ہلاکت کے قریب کر دیتی ہیں؟ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص کے پاس زاید سواری ہو تو جسکے پاس سواری نہیں ہے اس کو وہ سواری دیدے اور جس کے پاس زاید کھانا ہو تو جس کے پاس کھانا نہیں ہے اس کو دیدے، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مال کی بہت سے قسام ذکر کئے یہانتک کہ ہم کو یہ گمان ہوا کہ زاید چیز میں ہمارا کوئی حق نہیں ہے اور اس امر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسقدر رغبت اس لئے دلائی کہ لوگ جہاد میں مصروف تھے اور مسلمان ضرورت مند تھے اور اس میں سماحت اور نظام ملت کا قیام اور مسلمانوں کی جان کا بچانا بھی پایا جاتا ہے، اور ان میں آرزو کا کوتاہ کرنا ہے اس لئے کہ انسان پر زندگی کی محبت اسقدر غالب ہوتی ہے کہ موت کے نام لینے کو بھی مکروہ سمجھتا ہے اور اسقدر زندہ رہنے کی امید رکھتا ہے کہ اس حد تک وہ زندہ نہیں رہ سکتا پس اگر ایسی حالت میں وہ مرجاتا ہے تو جس چیز کا اسکو اشتیاق تھا اسکے حاصل نہ ہونے سے اسکو تکلیف ہوتی رہتی ہے، اور زندگی فی نفسہ کوئی بری چیز نہیں ہے بلکہ بڑی نعمت ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو دنیا میں اس طرح رہ گویا تو مسافر یا راہ چلنے والا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مربع[1] خط کھینچا اور پھر اس کے وسط میں ایک خط کھینچا جو اس کے باہر تک تھا اور پھر اس بیچ والے خط کے ساتھ ملے ہوئے چھوٹے چھوٹے خط کھینچے مگر اسی مقدار کے ساتھ جتنا وہ مربع کے اندر اندر تھا پھر آپ نے فرمایا کہ بیچ کا خط انسان ہے اور یہ مربع اس کی اجل ہے جو اس کو گھیرے ہوئے ہے اور یہ جو باہر کو نکلا ہوا ہے یہ اسکی امید ہے اور یہ چھوٹے چھوٹے خطوط دنیا کے عوارضات ہیں پس اگر ایک خطا کر گیا تو دوسرا اسکو کاٹتا ہے اور اگر اس سے بچ گیا تو کوئی اور اس کو ڈستا ہے"

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے طول آرزو کی بیماری کا علاج موت کے ذکر اور زیارت قبور اور ساتھیوں کی موت سے عبرت حاصل کرنے کے ساتھ بیان فرمایا ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص موت کی آرزو نہ کرے اور نہ موت آنے سے پہلے اس کی دعا کرے کیونکہ جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں اور آرزو جہل تو اضع ہے اور اس کے یہ معنی ہیں کہ نفس کو ذلیل اور خود

[1] اس کی شکل یہ ہے:-

ان لاتتبع النفس داعية الكبر والاعجاب
حتى يزدري بالناس فان ذلك يفسد
نفسه ويثير على ظلم الناس والازدراء
قال صلى الله عليه وسلم لا يدخل الجنة
من كان في قلبه مثقال ذرة من كبر،
فقال الرجل ان الرجل يحب ان يكون
ثوبه حسنا ونعله حسنة فقال ان
الله جميل يحب الجمال الكبر بطر الحق
وغمط الناس وقال عليه السلام الا
اخبركم باهل الناس كل عتل مستكبر،
وقال عليه السلام بينما رجل يمشي في
حلة تعجبه نفسه مرجل برأسه يختال
في مشيته اذ يخسف الله به فهو يتجلجل
في الارض الى يوم القيمة، ومنها الحلم
والاناة والرفق، وحاصلها ان لا يتبع
داعية الغضب حتى يروي ويرى فيه
مصلحة، وليس الغضب مذموما في
جميع الاحوال قال صلى الله عليه وسلم
من يحرم الرفق يحرم الخير كله، وقال
رجل للنبي صلى الله عليه وسلم اوصني
قال لا تغضب فردد مرارا، فقال لا
تغضب، فقال صلى الله عليه وسلم الا
اخبركم بمن يحرم على النار؟ كل قريب
لين سهل، وقال عليه السلام ليس
الشديد بالصرعة انما الشديد الذي
يملك نفسه عند الغضب، ومنها الصبر
وهو عدم القيا والنفس لداعية الدعة
والهيج والشهوة والبطر واظهار السرور
صارم المودة غير ذلك فيسمى باسم حسب

پسندی کے دواعی کے تابع نہ کرے جس سے آدمی لوگوں کو حقیر جانے کیونکہ
یہ چیز اس کے نفس کو فاسد کرتی ہے، اور لوگوں پر ظلم کرنے اور ان کو
ذلیل سمجھنے پر برانگیختہ کرتی ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس کے
دل میں ذرہ کے برابر تکبر ہے وہ جنت میں نہ جائیگا، ایک شخص نے
عرض کیا کہ آدمی چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کے پاس اچھا
جوتا ہو تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جمیل ہے جمال کو پسند کرتا ہے، تکبر حق کے
نہ ماننے اور لوگوں کو ذلیل سمجھنے کا نام ہے" اور آپ نے فرمایا "کیا میں تم کو
اہل دوزخ کی خبر نہ دوں وہ سب لوگ جھگڑالو اور متکبر ہیں" اور آپ نے
فرمایا "ایک شخص حلہ پہنے ہوئے خود پسندی کے ساتھ اترا تا ہوا
جا رہا تھا کہ خدا تعالیٰ نے اس کو دھنسا دیا اور وہ قیامت تک زمین
میں دھنستا چلا جائیگا" اور از انجملہ علم اور سہولت اور نرم دلی
ہے اور ان کا حاصل یہ ہے کہ وہ غصہ کے اسباب کی پیروی نہ کرے
یہاں تک کہ ان میں فکر نہ کرلے اور مصلحت نہ دیکھ لے، اور تمام حالتوں
میں غضب کی صفت مذموم نہیں ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
"جو شخص نرمی سے محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا" اور ایک شخص نے
نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھ کو کچھ وصیت کیجئے آپ نے
فرمایا غصہ مت کر، اس نے کئی بار یہی عرض کیا ہر بار آپ نے یہی جواب
دیا کہ تو غصہ نہ کر" اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا میں تم کو
وہ شخص نہ بتلاؤں جو آتش دوزخ پر حرام ہے" وہ قریب برد بار
نرم مزاج اور سہولیت والا ہے" اور آپ نے فرمایا "زور آور وہ شخص
نہیں ہے جو کشتی مارتا ہے زور آور تو وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے
نفس کو قابو میں رکھتا ہے"

اور از ان جملہ صبر ہے اور وہ آرام اور پریشانی اور خواہش
نفسانی اور تکبر اور اظہار راز اور طبع لجاجت وغیرہ کے اسباب
کا تابع نہ ہونا ہے اور ان اسباب کے اعتبار سے اس کے مختلف
نام رکھے جاتے ہیں،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "صابر لوگوں کو ان کا ثواب بے حساب
دیا جائیگا" اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کوئی شخص کوئی
عطا زیادہ افضل اور زیادہ کشادہ صبر سے زیادہ نہیں ہے"

لك الداعية، قال الله تعالى انما يوفى
الصابرون اجرهم بغير حساب، وقال
صلى الله عليه وسلم ما اوتى احد عطاء
افضل واوسع من الصبر وقد امر
النبي صلى الله عليه وسلم بمظان العلم
نبه على معظم ابوابها وبين محاسن
الرحمة بخلق الله ورغب فيها وذكر
شواهدها من تآلف اهل المنزل ومعاشرة
اهل الحي واهل المدينة وتوقير علمائها
وسلطانها وتنزيل كل واحد منزله ۔

وذكر من ذلك احاديث تكون
نموذجا لهذا الباب، قال صلى الله عليه
وسلم اتقوا الظلم فان الظلم ظلمات
يوم القيامة وقال عليه السلام ان
الله حرم عليكم دماءكم واموالكم كحرمة
يومكم هذا في بلدكم هذا، المسلم من
سلم المسلمون من لسانه ويده، و
الله لا يأخذ احدكم شيئا بغير حقه الا
لقي الله يحمله يوم القيامة فلا عرفن
احدا منكم لقي الله يحمل بعيرا له رغاء
او بقرة لها خوار او شاة تيعر، وقال
من ظلم قيد شبر من الارض طوقه
من سبع ارضين، وقد ذكر سرا في
الزكاة، والمؤمن للمؤمن كالبنيان
يشد بعضه بعضا، مثل المؤمنين
في توادهم وتراحمهم وتعاطفهم مثل
الجسد اذا اشتكى منه عضو تداعى
له سائر الجسد بالسهر والحمى، من
لا يرحم الناس لا يرحمه الله، المسلم

اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عدالت کی علامات کے ساتھ حکم
دیا ہے، اور اس کے ابواب میں سے عظیم الشان باب پر تنبیہ کی ہے
اور خلق خدا پر مہربانی کرنیکی خوبیاں بیان فرمائیں اور لوگوں کو
اس کی ترغیب دلائی اور اس کے اقسام یعنی گھر والوں کا الفت
سے رہنا اور اہل محلہ کے ساتھ برتاؤ اور شہر والوں کی معاشرت
اور بزرگان دین کی توقیر اور ہر ایک کے مرتبہ کا لحاظ رکھنا بیان
فرمایا اور اس کے متعلق بطور نمونہ ہم ہر بات کے لئے کچھ احادیث
نقل کرتے ہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ظلم سے بچو کیونکہ
ظلم قیامت کے روز تاریکیاں بن جائیگا" اور فرمایا "خدا تعالیٰ نے
تمہارے خون اور مال تم پر اس طرح حرام کر دیئے جس طرح آج کے دن
کی حرمت اس شہر میں ہے" مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان
سے مسلمان سلامت رہیں" خدا کی قسم تم میں سے جو کوئی شخص کسی
چیز کو بغیر حق کے لیگا تو قیامت کے روز اس کو اٹھائے ہوئے خدا
تعالیٰ کے سامنے آئیگا پس ایسا نہ ہو کہ میں کسی کو اس حال میں دیکھوں
کہ وہ خدا تعالیٰ کے پاس اونٹ اٹھائے ہوئے آئے اور وہ بلبلاتا
ہو یا گائے کو اپنے اوپر سوار کئے ہوئے آئے کہ وہ ڈکراتی ہو، یا
بکری کو سوار کئے ہو کہ وہ میں میں کرتی ہو" اور آپ نے فرمایا "جو شخص
بالشت بھر زمین ظلم سے لیگا ساتوں زمین طوق بنا کر اس کی گردن
میں ڈالی جائیں گی" اور اس کی حکمت ہم زکوٰۃ کے باب میں بیان
کر چکے ہیں، اور مؤمن مؤمن کے لئے بنیاد کی طرح ہے کہ اس کے
اجزاء ایک دوسرے کے لئے مضبوطی کا باعث ہوتے ہیں
مؤمنین کی مثال آپس کی محبت اور ہمدردی اور مہربانی میں
ایسی ہے جیسے بدن جب اس میں سے کوئی عضو مریض ہو
جاتا ہے تو تمام بدن کو بے خوابی اور بخار لاحق ہو جاتا ہے جو
لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتا، ایک
مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر زیادتی کرے نہ
اس کو ہلاکت میں ڈالے، جو شخص اپنے بھائی کی حاجت میں پڑتا
ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت میں ہوتا ہے" جس نے مسلمان کی
کوئی مصیبت دور کی خدا تعالیٰ روز قیامت کی مصائب میں

اخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه، من كان
في حاجة اخيه كان الله في حاجته ومن
فرج عن مسلم كربة فرج الله عنه بها كربة من
كرب يوم القيامة ومن ستر مسلما
ستره الله يوم القيامة اشفعوا توجروا
ويقضي الله على لسان نبيه ما احب، و
قال تعدل بين اثنين صدقة و تعين
الرجل في دابته فتحمله او ترفع له
متاعه صدقة والكلمة الطيبة صدقة
وقال في ضعفاء الرجال لئن كنت
اغضبتهم فقد اغضبت ربك، وقال
انا وكافل اليتيم في الجنة هكذا واشار
بالسبابة والوسطى، السعي على الارملة
والمسكين كالمجاهد في سبيل الله.
من ابتلي من هذه البنات بشيء فاحسن
اليهن كن له سترا من النار استوصوا
بالنساء فان المرأة خلقت من ضلع،
وان اعوج ما في الضلع اعلاه فان ذهبت
تقيمه كسرته ؛
وقال في حق الزوجة ان تطعمها
اذا طعمت وتكسوها اذا اكتسيت ولا
تضرب الوجه ولا تقبح ولا تهجر الا
في البيت، اذا دعا الرجل امرأته الى
فراشه فلم تاته فبات غضبان عليها
لعنتها الملائكة حتى تصبح، لا يحل
لامرأة ان تصوم وزوجها شاهد الا
باذنه ولا تأذن في بيته الا باذنه و
لو كنت آمرا احدا ان يسجد لاحد
لامرت المرأة ان تسجد لزوجها، ايما

سے اسکی کوئی مصیبت اسکے سبب سے دور فرمائیگا اور کسی کی پردہ
پوشی کرے خدا تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا
سفارش کیا کرو ماجور ہوگے اور خدا تعالیٰ جو چاہتا ہے اپنے
نبی کی زبان پر جاری کرتا ہے" اور آپ نے فرمایا" دو شخصوں
میں تو جو انصاف کرے تو یہ صدقہ ہے اور کسی کو سواری میں مدد
دے کر اسکو سوار کرادے یا اس کے اسباب کو اٹھا کر رکھدے
تو یہ صدقہ ہے اور اچھی بات کہنا صدقہ ہے" اور ضعیف لوگوں
کے بارہ میں آپ نے فرمایا" اگر تو نے ان کو ناخوش کیا تو تو نے خدا
کو ناخوش کیا اور آپ نے فرمایا" یتیم کا بوجھ اٹھانے والا اور میں
جنت میں اس طرح ہونگے" اور یہ فرما کر انگشت شہادت اور
درمیانی انگلی سے آپنے اشارہ کیا یعنی جس طرح یہ دونوں انگلیاں
پاس پاس ہیں" اپاہج اور مسکین کا کام کرنے والا خدا کی راہ میں
جہاد کرنے والے کے برابر ہے" جو شخص ان لڑکیوں کی طرف سے کسی
مشقت میں مبتلا ہو اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے تو وہ اسکے
لئے آگ کی روک ہو جائیں گی عورتوں کے بارہ میں میری وصیت قبول
کرو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا ہوئی اور پسلی میں زیادہ ٹیڑھی اوپر
کے حصہ میں ہے پس اگر تو اس کو سیدھا کرنا چاہیگا تو اسکو توڑ دیگا
اور بیوی کے حق میں آپ نے فرمایا" تو کھانا کھائے تو اس
کو بھی کھلا اور تو کپڑا پہنے تو اس کو بھی پہنا اور منہ پر مت مار اور برا
کی صورت بگڑنے کی دعا مت کر اور بستر خوابگاہ کے اس سے علیحدہ
مت ہو" جب خاوند اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلائے اور
وہ اس کے پاس نہ آئے اور خاوند اس پر غصہ کی حالت میں
سو رہے تو فرشتے صبح تک اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں" خاوند
کی موجودگی میں کسی عورت کو روزہ رکھنا درست نہیں نہ جبتک
اجازت نہ دے اور خاوند کی بغیر اجازت کسی کو اس کے گھر میں
آنے دے، اور اگر میں کسی کو کسی کے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں
عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے" جو عورت مرے
اور اس کا خاوند اس سے خوش ہو تو جنت میں داخل ہوگی"
ایک وہ دینار ہے جس کو تو نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ

امرأة ماتت وزوجها عنها راض دخلت
الجنة، دينار انفقته في سبيل الله و
دينار انفقته في رقبة ودينار انفقته
على مسكين ، دينار انفقته على اهلك
اعظمها اجرا الذي انفقته على اهلك، انما
انفق الرجل على اهله نفقة يحتسبها
فهو له صدقة، ما زال جبريل يوصيني
بالجار حتى ظننت انه سيورثه، يا ابا ذر
اذا طبخت مرقا فاكثر ماءها وتعاهد جيرانك
من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره
والله لا يؤمن الذي لا يأمن جاره بوائقه
قال الله تعالى للرحم الا ترضين ان اصل
من وصلك واقطع من قطعك من احب
ان يبسط له في رزقه وينسأ له في اثره
فليصل رحمه، من الكبائر عقوق الوالدين
من الكبائر شتم الرجل والديه يسب ابا
الرجل فيسب اباه ويسب امه فيسب
امه، سئل هل بقي من بر ابوي شيء
به بعد موتهما فقال نعم الصلاة عليهما
والاستغفار لهما وانفاذ عهدهما من
بعدهما وصلة الرحم التي لا توصل الا
بهما واكرام صديقهما، وان من اجلال
الله اكرام ذي الشيبة المسلم وحامل
القرآن غير الغالي فيه والجافي عنه واكرام
ذي السلطان المقسط، ليس منا من
لم يرحم صغيرنا ولم يعرف شرف
كبيرنا انزلوا الناس منازلهم، من عاد مريضا
او زار اخا له في الله ناداه منادٍ بان طبت
وطاب ممشاك وتبوأت من الجنة منزلا،

کیا اور ایک وہ دینار ہے جو کسی جان کے چھڑانے میں تو نے خرچ
کیا اور ایک وہ دینار ہے جو کسی مسکین پر تو نے خرچ کیا اور ایک
وہ دینار ہے جسکو تو نے اپنی بیوی پر خرچ کیا ان سب کے اندر
ثواب میں زیادہ وہ دینار ہے جو تو نے اپنی بیوی پر خرچ کیا
جو شخص طلب ثواب کی غرض سے اپنی بیوی کو نفقہ دے تو وہ
اس شخص کے لئے صدقہ ہے، پڑوسی کے بارے میں جبرئیل علیہ سلام
مجھ کو ہمیشہ وصیت کیا کرتے تھے یہانتک کہ مجھ کو یہ گمان ہوا کہ وہ
عنقریب اس کو وارث بنا دیں گے۔ اے ابوذر جب تو شوربا پکائے
تو اس کا پانی بڑھا دیا کر اور اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھ جو
شخص خدا تعالیٰ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے اس کو
چاہیئے کہ اپنے پڑوسی کو نہ ستائے۔ خدا کی قسم جس شخص کا پڑوسی
اس کی ایذاؤں سے امن میں نہیں ہے وہ مؤمن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ
نے رحم سے فرمایا "کیا تو اس سے راضی نہیں ہے کہ جو تجھ سے ملے میں
بھی اس سے ملوں اور جو تجھ کو قطع کرے میں بھی اس سے قطع
کروں"۔ جو شخص چاہے کہ اس کے رزق میں فراخی ہو اور عمر میں
درازی ہو تو اس کو صلہ رحمی کرنا چاہیئے۔ ماں باپ کی نافرمانی
کبائر میں سے ہے۔ آدمی کو اپنے ماں باپ کو گالی دینا کبائر میں
سے ہے۔ کسی شخص کے باپ کو کوئی گالی دیتا ہے تو وہ اپنے باپ کو
گالی دیتا ہے اور جب کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اپنی ماں
کو گالی دیتا ہے۔ کسی نے پوچھا کہ ماں باپ کے مرنے کے بعد بھی
کوئی نیکی ان کے ساتھ ہو سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، ان پر
رحمت کی دعا کرنا اور ان کے لئے استغفار کرنا، اور ان کے بعد
ان کے عہدوں کا پورا کرنا، اور اس قرابت کا جو ماں باپ کے رشتہ
سے ہے جوڑنا اور ان کے دوستوں کی تعظیم کرنا" خدا تعالیٰ کی تعظیم
میں سے بوڑھے مسلمان اور حامل قرآن کی جو قرآن کی قرأت میں
مبالغہ نہیں کرتا اور نہ نافرمانی کرتا ہے تعظیم اور صاحب سلطنت
کی تعظیم ہے جو عادل ہو۔ جس نے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کیا اور
ہمارے بزرگوں کو نہ جانا وہ ہم میں سے نہیں ہے" لوگوں کو انکے مرتبہ پر
رکھو۔ جس نے مریض کی عیادت کی یا فی سبیل اللہ اپنے کسی بھائی کی

فهذه الاحاديث وامثالها كلها تنبه على خلق العدالة وحسن المشاركة ؛

اور جو ان کے مثل ہیں سب خلق عدالت اور حسن مشارکت پر تنبیہ کرتی ہیں ؛

زیارت کی تو اس کو سنا دی یہ آواز دیتا ہے کہ تو نے اچھا کیا اچھا تیرا راستہ بھی اچھا ہوا اور تو نے اپنے لئے جنت میں جگہ بنالی۔ پس یہ حدیثیں

المقامات والاحوال

اعلم ان للاحسان ثمرات تحصل بعد حصوله وهي المقامات والاحوال، وشرح الاحاديث المتعلقة بهذا الباب يتوقف على تمهيد مقدمتين الاولى في اثبات العقل والقلب والنفس وبيان حقائقها والثانية في بيان كيفية تولد المقامات والاحوال منها ؛

المقدمة الاولى:- اعلم ان في الانسان ثلاثة لطائف تسمى بالعقل والقلب والنفس دل على ذلك النقل، والعقل والتجربة واتفاق العقلاء اما النقل فقد ورد في القرآن العظيم، ان في ذلك لآيات لقوم يعقلون وورد حكاية عن اهل النار لو كنا نسمع او نعقل ما كنا في اصحاب السعير وورد في الحديث اول ما خلق الله تعالى العقل فقال له اقبل فاقبل وقال له ادبر فادبر فقال بك اؤاخذ، وقال صلى الله عليه وسلم دين المرء عقله ومن لا عقل له لا دين له، وقال افلح من رزق لبا، وهذه الاحاديث وان كان لاهل الحديث في ثبوتها مقال فان لها سندا يقوى بعضها بعضا، وورد في القرآن العظيم، واعلموا ان الله يحول بين المرء وقلبه، وورد ان في ذلك لذكرى لمن كان له قلب او القى السمع وهو شهيد، وفي الحديث الا ان

مقامات اور احوال کا بیان

واضح ہو کہ احسان کے لئے بہت سے ثمرات ہیں جو اس کے حاصل ہونے کے بعد حاصل ہوتے ہیں اور انکو مقامات اور احوال کہتے ہیں اور اس باب کے ساتھ جو احادیث متعلق ہیں انکی شرح دو مقدموں کی تمہید پر موقوف ہے پہلا مقدمہ عقل اور قلب اور نفس کے اثبات اور ان کے حقائق کے بیان میں ہے اور دوسرا مقدمہ مقامات اور احوال کے پیدا ہونے کی کیفیت کے بیان میں ہے۔

مقدمہ اولیٰ:- واضح ہو کہ انسان میں تین لطائف ہیں جن کو عقل اور قلب اور نفس کہتے ہیں ان کے وجود پر نقل اور عقل اور تجربہ اور عاقل لوگوں کا اتفاق دلالت کرتا ہے لیکن نقل کا دلالت کرنا سو وہ قرآن مجید میں وارد ہوا ہے "عقلمندوں کے لئے اس میں بلاشبہ نشانیاں ہیں" اور اللہ تعالیٰ نے اہل نار سے حکایت فرمایا ہے "اگر ہم سنتے یا عقل رکھتے ہوتے تو اصحاب جہنم میں سے نہ ہوتے" اور حدیث شریف میں آیا ہے "اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا پھر اس سے کہا سامنے آ پس وہ سامنے آئی پھر اس سے فرمایا پیچھے لوٹ جا پس وہ پیچھے لوٹ گئی پھر فرمایا تیرے ہی سبب سے میں مواخذہ کروں گا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "آدمی کا دین اس کی عقل ہے اور جس کو عقل نہیں اس کا دین نہیں"۔ اور آپ نے فرمایا "جس کو عقل دی وہ کامیاب ہوا" اگرچہ ان احادیث کے ثبوت میں محدثین کو کلام ہے لیکن ان کی ایسی اسانید ہیں جو بعض بعض کی تائید کرتی ہیں، اور قرآن عظیم میں آیا ہے "جان لو کہ خدا تعالیٰ آدمی اور اس کے قلب کے درمیان حائل ہو جاتا ہے" اور یہ بھی آیا ہے "اس قرآن میں شبہ نصیحت ہے اس شخص کے لئے جس کا قلب ہو یا کان لگائے اور وہ حاضر القلب ہو" اور حدیث شریف میں آیا ہے "ہر اقرار ہو حاذق

فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد الا وهی القلب ورد، ومثل القلب کریشة فی فلاة تقلبها الریح ظهرا لبطن، ورد فی الحدیث النفس تتمنی وتشتهی والفرج یصدق ذلک و یکذبه،

ویعلم من تتبع مواضع الاستعمال ان العقل هو الشیء الذی یدرک به الانسان مالا یدرک بالحواس، وان القلب هو الشیء الذی به یحب الانسان ویبغض ویختار ویعزم، وان النفس هو الشیء الذی به یشتهی الانسان ما یستلذه من المطاعم والمناکح، واما العقل فقد ثبت فی موضعه ان فی بدن الانسان ثلاثة اعضاء رئیسة بها تتم القوی، والافاعیل التی تقتضیها صورة نوع الانسان، فالقوی الادراکیة من التخیل والتوهم والتصرف فی المتخیلات والمتوهمات والحکایة للمجردات بوجه من الوجوه محلها الدماغ، والغضب والجرأة والجود والشح والرضا والسخط وما یشبهها محلها القلب، وطلب ما یقوم البدن الابه او بجنسه محله الکبد، وقد یدل فتور بعض القوی انا حدثت آفة فی بعض هذه الاعضاء علی اختصاصها بها، ثم ان فعل کل واحد من هذه الثلاثة لا یتم الا بمعونة من الاخرین فلولا ادراک ما فی لشتم او الکلام، الحسن من القبیح لما حسن وتوهم النفع والضر ما هاج و غضب ولا حب ولو لا متانة القلب لم

کے اندر ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو بدن درست رہتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو بدن بگڑ جاتا ہے، خبردار ہو جاؤ کہ وہ قلب ہے" اور یہ بھی آیا ہے "دل کی مثال ایک پر کی ہے جو میدان میں پڑا ہے جس کو ہوائیں لوٹ پوٹ کرتی رہتی ہیں" اور حدیث میں آیا ہے "نفس آرزو و خواہش کرتا ہے اور پیشاب گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کر دیتی ہے" اور مواضع استعمال میں تلاش کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عقل اس چیز کا نام ہے جس سے انسان ان چیزوں کا ادراک کرتا ہے جو حواس سے معلوم نہیں ہوتیں، اور قلب اس چیز کا نام ہے جس سے انسان محبت یا بغض رکھتا ہے یا کسی چیز کو پسند کرتا ہے اور ارادہ کرتا ہے، اور نفس اس چیز کا نام ہے جس سے انسان لذیذ یعنی کھانے اور پینے اور جماع کرنے کی خواہش کرتا ہے اور عقل کا ان تینوں چیزوں کے وجود پر دلالت کرنا سو اپنے موقع پر یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ انسان کے بدن میں تین اعضاء رئیسہ ہیں جن سے وہ قوتیں اور افعال جو انسان کی صورت نوعیہ کے مقتضی ہیں پورے ہوتے ہیں پس قوائے ادراکیہ یعنی تخیل اور توہم اور پھر ان متخیلات اور متوہمات کے اندر تصرف اور بوجہ من الوجوہ مجردات سے حکایت کرنیکا محل دماغ ہے اور غضب اور جرأت اور جود اور بخل اور خوشی اور ناخوشی اور اس قسم کی چیزوں کا محل قلب ہے، اور اس چیز کے طلب کرنیکا محل جس پر بدن یا اس کے جنس پر بدن کا قوام موقوف ہے جگر ہے،

اور جب ان تین اعضاء میں سے کسی خاص عضو میں کوئی نقصان آ جاتا ہے تو ایک خاص قوت میں فتور پیدا ہو جاتا ہے جس سے اس قوت کا اختصاص اس عضو کے ساتھ ثابت ہوتا ہے پھر ان تینوں میں سے ہر یک کا فعل بغیر باقی دو کی مدد کے تمام نہیں ہو سکتا پس اگر بری بات کی برائی اور بھلی بات بھلائی کا ادراک اور نفع اور ضرر کا توہم نہ ہو تو غصہ اور محبت کا ہیجان نہیں ہوتا، اور جب تک قلب میں متانت نہ ہو تو کسی متصور چیز کی تصدیق نہیں ہوتی اور اگر کھانے اور جماع کرنے کی معرفت نہ ہو اور اس کے فائدے

بصر المتصور، مصدق قابه، ولولا معرفة المطعم والمنا كحة لوهم المنافع فيها لم يمل اليها الطبع ولو لا تنفيذ القلب حكمه في اعماق البدن لم يسع الانسان في تحصيل مستلذ ولولا خدمة الحواس للعقل ما درى كنا شيئا فان الكسبيات فرع البديهيات والبديهيات فرع المحسوسات، ولولا صحة كل عضو من الاعضاء التي يتوقف عليها صحة القلب والدماغ لما كان لهما صحة ولا تم لهما فعل ولكن كل واحد منهما بمنزلة ملك اهتم بامر عظيم من فتح قلعة صعبة او نحوه فاستمد من اخوانه بجيوش ودروع وآلة حرب وهو المدبر في فتح القلعة واليه الحكم ومنه الرأي، وانما هم خدم يمشون على رأيه فحدوث صور الحوادث على حسب الصفة الغالبة في الملك من جراءته وجبنه وسخائه وبخله وعدالته وظلمه، فكما يختلف حال باختلاف الملوك وآرائهم وصفاتهم وان كانت الجيوش والآلات متشابهة فكذلك يختلف حكم كل رئيس من الرؤساء الثلاثة في مملكة بدن الانسان ؛

وبالجملة الاعاجيب المنبجسة من كل واحد من هذه الثلاثة تكون متقاربة فيما بينها اما ما شذ الى الافراط والتفريط او قارة فيما بين هذا وذاك، فاذا اعتبرنا هذه الهياكل الثلاثة مع ما فيها من المتقاربة والمزجتها التي تقتضي تلك الاعاجيب المتقاربة دائما فهي اللطائف الثلاث التي يبحث عنها لاقتلك القوى بذواتها من غير اعتبار شيء

ستو ہم نہ ہوں تو طبیعت ان کی طرف کبھی مائل نہ ہو اور اگر اطباء بدن میں قلب اپنا حکم نافذ نہ کرے تو انسان اپنے مدعا کے حاصل کرنے میں کوشش نہ کرے اور اگر حواس عقل کی خدمت نہ کریں تو ہم کوئی چیز کا ادراک نہ ہو کیونکہ کسبیات بدیہیات کی فرع ہیں اور بدیہیات محسوسات کی فرع ہیں اور اعضاء میں سے اس عضو کی صحت جس پر قلب اور دماغ کی صحت موقوف ہے نہ پائی جائے تو قلب اور دماغ کو کبھی صحت نصیب نہ ہو اور نہ ان کا کوئی فعل پورا ہو لیکن ان میں سے ہر ایک بمنزلہ ایک بادشاہ کے ہے جس نے کسی اہم عظیم مثلاً کسی مستحکم قلعہ کی فتح کا قصد کر رکھا ہے اور وہ بادشاہ اپنے دوستوں سے ڈھالوں اور توپوں کی مدد طلب کرتا ہے مگر قلعہ کے فتح کرنے میں وہ خود ہی مدبر ہے اور اسی کا حکم چلتا ہے اور اسی کی رائے سے کام ہوتا ہے اور وہ سب خادم ہیں جو اس کی رائے پر چلتے ہیں پس جو حوادث پیدا ہوتے ہیں ان کی صورت ان صفات کے مطابق ظاہر ہوتی ہے جو اس بادشاہ میں غالب ہوتے ہیں جیسے اس کی دلیری اور بزدلی اور سخاوت اور بخل اور عدالت اور ظلم کے اعتبار سے، ان کا ظہور ہوتا ہے پس جس طرح بادشاہ اور ان کی رائے اور ان کی صفات کے اختلاف سے حالات مختلف ہوتے ہیں اگرچہ لشکر اور ہتھیار ایک ہی سے ہوں اسی طرح ان رؤساء ثلثہ میں سے ہر رئیس کا حکم بدن انسان کی مملکت میں مختلف ہوتا ہے، اور حاصل کلام یہ ہے کہ وہ افعال جو ان اعضاء ثلثہ میں سے ہر ایک سے صادر ہوتے ہیں وہ باہم یا تو یکسان ہوتے ہیں یا افراط و تفریط کی طرف مائل یا ان دونوں کے مابین ہوتے ہیں پس جب ہم ان تینوں ہیکلوں کو انکے افعال مساویہ کے ساتھ اور انکے امزجہ کے ساتھ جن کو یہ افعال متقاربہ ہمیشہ متضمن ہیں اعتبار کرتے ہیں تو ان کو لطائف ثلثہ کہتے ہیں جن سے بحث کی جاتی ہے خود وہ قوی بغیر ان کے ساتھ کسی چیز کے اعتبار کئے لطائف نہیں ہیں، پس قلب کی صفات اور اس کے افعال یہ ہیں :- غصہ، دلیری، محبت، بزدلی، خوشی، ناخوشی، قدیمی دوستی کی وفاداری کبھی ایک شخص سے محبت اور کبھی عداوت، حب جاہ

جود، بخل، رجاء، اور خوف،

عقل کی صفات اور افعال یہ ہیں:- یقین، شک، توہم ہر حادثہ کے لئے اسباب کی تلاش، منافع کے حاصل کرنے اور نقصانات کے دفع کرنے کے طریقوں میں فکر کرنا،

اور نفس کی صفات کا ملتبس لذیذ کھانے اور پینے میں حرص کرنا اور عورتوں سے محبت رکھنا وغیر ذالک،

اور تجربہ کا ان تینوں چیزوں کے وجود پر دلالت کرنا سو جو شخص افراد انسانی کا تتبع کرے تو وہ ضرور جان لیتا ہے لوگ اپنی جبلت کے موافق ان امور میں مختلف ہیں ان میں سے بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جنکا قلب نفس کے اوپر حاکم ہوتا ہے اور بعض ایسے ہوتے ہیں جن کا نفس قلب پر غالب ہوتا ہے پہلی قسم کے انسان کو جب غصہ آتا ہے یا اس کے قلب میں بلند درجہ کی خواہش پیدا ہوتی ہے تو اس کے مقابلہ میں بڑی بڑی لذتوں کو حقیر سمجھتا اور اس کے چھوڑنے پر صبر کرتا ہے اور ان کے چھوڑنے میں وہ شخص اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ عظیم کرتا ہے، اور دوسری قسم کے انسان کو جب کسی لذت کی خواہش ہوتی ہے تو اس میں وہ پھنس جاتا ہے اگرچہ اس جگہ ہزار قبح سے عار ہو اور اس کو مناصب عالیہ کی طرف [illegible] جائے یا ذلت خواری کا خوف [illegible] کچھ [illegible] کرتا،

اور بسا اوقات غیرتمند آدمی کو حسین عورت کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے اور اس کا نفس اس کی طرف بہت للچاتا ہے لیکن اس کے قلب میں غیرت کے سبب سے ایک خیال پیدا ہوتا ہے جس کے سبب وہ اس کی طرف دیکھتا بھی نہیں، اور بسا اوقات بھوکے اور ننگے ہونے پر صبر کرتا ہے لیکن اپنی جبلی عیبت کی وجہ سے کسی سے سوال نہیں کرتا، اور بسا اوقات حریص آدمی کو حسین عورت اور عمدہ کھانے کی طرف رغبت ہوتی ہے

[illegible] فالقلب من صفاته واقعاله الغضب
[illegible] والجراءة والحب والجبن والرضا و
[illegible] السخط والوفاء بالسجية القديمة والتلون
[illegible] الحب والبغض وحب الجاه والجود
[illegible] البخل والرجاء والخوف، والعقل من
[illegible] صفاته وافعاله اليقين والشك
[illegible] التوهم وطلب الاسباب لكل حادث
[illegible] التفكر في حيل جلب المنافع ودفع
[illegible] المضار، والنفس منتهى صفاتها الشره
[illegible] البطنة والمشارب اللذيذة والعشق
[illegible] النساء ونحو ذلك، واما التجربة فكل
[illegible] من استقراء افراد الانسان علم لا
[illegible] محالة انهم مختلفون بحسب جبلتهم
[illegible] في هذه الامور، منهم من يكون قلبه
[illegible] هو الحاكم على النفس، ومنهم من يكون
[illegible] نفسه هي القاهرة على القلب، اما
[illegible] الاول فاذا صابه غضب وهاج في
[illegible] نفسه طلب منصب عظيم يستهين
[illegible] بجنبه اللذات العظيمة، ويصبر على
[illegible] تركها ويجاهد نفسه مجاهدة عظيمة
[illegible] في تركها، وربما اذا خزنه او عرضت
[illegible] له شهوة اقتحم فيها وان كان هذا
[illegible] قليل عار، ولا يلتفت الى ما يرغب فيه
[illegible] اللئام المناصب العالية او يرهب منه
[illegible] من الذل والهوان، وربما يبذل و
[illegible] يسأل الرجل الغيور منكحه شهي وتدعوا اليه
[illegible] نفسه اشد دعوة فلا يركن اليه
[illegible] ولا يرهبه من قبيل الغيرة
[illegible] وربما يصبر على الجوع والعري ولا

يسأل احدا شيئا لما جبل فيه من الأنفة
وربما يبذل للرجل الخريص منكح شهى
او مطعم هنئ ويعلم فيهما ضرر اعظم
اما من جهة الطب او من جهة الحكمة
العملية او من جهة سطوة بعض
بنى آدم فيخاف ويرتعش ويرعوى
ثم يعميه الهوى فيقتحم فى الورطة
على علم، وربما يدرك الانسان
من نفسه نزوعا الى جهتين متخالفتين
ثم يغلب داعية على داعية ويتكرر
منه افعال متشابهة على هذا النسق
حتى يضرب به المثل اما فى اتباع
الهوى وقلة الحفاظ، واما فى ضبط
الهوى وقوة الممسكة، ورجل ثالث
يغلب عقله على القبيح النفس كالرجل
المؤمن حق الايمان القلب حبه و
بغضه وشهوته الى ما يأمر به الشرع
والى ما عرف من الشرع جوازه بل
استحبابه فلا يبتغى ابدا عن حكم
الشرع حولا، ورجل رابع يغلب عليه
الرسم وطلب الجاه ونفى العار عن
نفسه فهو يكظم الغيظ ويصبر على
مرارة الشتم مع قوة غضبه وشدة
جرءته ويترك شهواته مع قوة
طبيعته لئلا يقال فيه ما لا يحبه ولئلا
ينسب الى الشئ القبيح ليجد ما يطلبه
من رفعة الجاه وغيره، فالرجل الاول
يشبه بالسباع، والثانى بالبهائم، و
الثالث بالملائكة، والرابع يقال له

حالانکہ وہ شخص اس میں خواہ طب کے اعتبار سے
یا کسی مکتب عمل کی وجہ سے یا کسی شخص کی سطوت کی
وجہ سے اپنا ضرر عظیم جانتا ہے جس سے وہ ڈر رہا
ہے اور کانپنے لگتا ہے اور اس برائی سے بچ جاتا ہے
لیکن پھر اس کو خواہش اندھا کر دیتی ہے اور باوجود
علم کے اس ہلاکت میں گر پڑتا ہے، اور بسا اوقات
آدمی کو دونوں جہت مخالف کی طرف اپنے نفس کا میلان
معلوم ہوتا ہے پھر ان دونوں میں سے ایک داعیہ
دوسرے پر غالب آجاتا ہے اور اس طور پر اس سے
افعال متشابہ بار بار سرزد ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ شخص
خواہش کی تابعداری اور بے احتیاطی یا خواہش کے
روکنے اور نفس کو قابو میں رکھنے کے ساتھ ضرب المثل
ہو جاتا ہے، اور تیسرا شخص ایسا ہوتا ہے کہ اس کی عقل
نفس اور قلب دونوں پر غالب ہو جاتی ہے جیسا کہ سچا
اور کامل مؤمن کہ اس کی محبت اور بغض اور شہوت امر شرع
اور اس چیز کے تابع ہو جاتا ہے جس کا شرع سے جواز بلکہ
استحباب ثابت ہے پس وہ شخص امر شرع سے کبھی روگرداں
نہیں کرتا، اور چوتھا شخص ایسا ہوتا ہے جس پر رسم اور
طلب جاہ کا غلبہ ہوتا ہے اور اپنے نفس سے عار کو
ہٹانا چاہتا ہے ایسا شخص غصہ کو ضبط کرتا ہے اور
باوجود سخت غضب ناک ہونے کے اور نہایت دلیری
کے دوسرے کے برا کہنے کی تلخی پر صبر کرتا ہے تاکہ اس
کے حق میں کوئی ایسی بات نہ کہے جو اس کو ناپسند ہو
اور تاکہ وہ کسی برائی کی طرف منسوب نہ ہو، یا رفعت
جاہ جو اس کو مطلوب ہے اس کو ملجائے۔ پس پہلا
شخص درندوں کے مانند ہے اور دوسرا بہائم کے مانند
ہے اور تیسرا فرشتوں کے مانند ہے اور چوتھے شخص کو
صاحب مروت اور عالی ہمت کہتے ہیں، پھر تتبع کرنے
انسان کے بعض افراد ایسے بھی ملتے ہیں کہ ان کی دو قوتیں

...صاحب المروءة و صاحب معالی المهم...
...جل من عرض الناس افرادا یغلب فیها
...وتان معانی الثلاثة، و یکون امرهما فیها
...بینهما متشابها یزال هذا من ذلك تارة و
...لك من هذا اخری، فاذا اراد المستبصر ضبط
...حوال المهم والتعبیر عما هم فیه اضطر الی
...ثبات اللطائف الثلاث،

واما اتفاق العقلاء:- فاعلم ان جمیع
...ن اعتنی بتهذیب النفس الناطقة من
...هل الملل والنحل اتفقوا علی اثبات هذه
...ثلاثة او علی بیان مقامات و احوال
...تعلق بالثلاثة، فالفیلسوف فی حکمته
...صلیة یسمیها نفسا ملکیة، ونفسا سبعیة
...نفسا بهیمیة، وفی هذه التسمیة نوع من
...تسامح، فسمی العقل بالنفس الملکیة
...سمیة بافضل افرادها، وسمی القلب بالنفس
...سبعیة تسمیة له باشهر اوصافه وطوائف
...صوفیة ذکروا هذه اللطائف واعتنوا
...هذیب کل واحدة لانهم اثبتوا الطیفتین
...خریین یضاوا اهتموا بهما اهتماما عظیما،
...هما الروح والسر وتحقیقهما ان القلب
...ن وجه یمیل الی البدن والجوارح
...وجه یمیل الی التجرد والمعرفة، وکذلك
...عقل له وجهان وجه یمیل الی البدن
...لحواس ووجه یمیل الی التجرد والمعرفة
...ما یلی جانب السفل قلبا وعقلا، و
...یلی جانب الفوق روحا وسرا، فصفة
...لب الشوق المزعج والوجد، وصفة الروح
...س والابتهاج والطرب، وصفة العقل الیقین

معانی میسرے پر غالب ہوتی ہیں اور ان دونوں کا حال باہم متشابہ رہتا ہے کہ کبھی یہ اس کے تابع اور کبھی وہ اس کے تابع پس جب صاحب بصیرت ان کے حال کا انضباط چاہے اور ان کے بیان کرنے کا ارادہ کرے تو لامحالہ لطائف ثلثہ کے ثابت کرنے کی ضرورت پڑے گی، اور عقلاء کے اتفاق سے ان تینوں کا وجود اس طرح ثابت ہوتا ہے:-

واضح ہو کہ تمام اہل ملت اور اہل ادیان جنہوں نے تہذیب نفس کا قصد کیا ہے ان تینوں کے اثبات پر یا ان مقامات و احوال کے بیان کرنے پر جو ان تینوں سے متعلق ہیں، پس فیلسوف اپنی حکمت عملیہ میں ان تینوں کو نفسِ ملکی اور نفسِ سبعی اور نفسِ بہیمی کہتا ہے گو اس نام کے رکھنے میں کسی قدر تسامح ہے پس اس نے عقل کا نام نفس ملکیہ رکھا ہے کیونکہ اس کے افراد میں سے افضل ترین فرد کا یہ نام ہے اور قلب کا نام نفسِ سبعی رکھا ہے کیونکہ اس کے اوصاف میں سے یہ وصف مشہور ہے اور صوفیہ کے گروہ نے ان لطائف کو ذکر کیا اور ان میں سے ہر ایک کی تہذیب کے درپے ہوئے مگر اتنا فرق ہے کہ انہوں نے دو اور لطیفے ثابت کئے ہیں اور ان کے لئے بڑا ہی اہتمام کیا ہے اور وہ دونوں روح اور سر ہیں انکی حقیقت یہ ہے کہ قلب کے دو جانب ہیں ایک جانب کا میلان بدن اور اعضاء کی طرف ہے اور ایک جانب کا میلان تجرد محض کی طرف ہے، اسی طرح عقل کی دو جانب ہیں، ایک جانب بدن اور حواس کی طرف مائل ہے اور ایک جانب تجرد محض کی طرف مائل ہے پس جو سفل کی طرف مائل ہے اس کو قلب اور عقل کہتے ہیں اور جس کو جانب فوق سے اتصال ہے اس کو روح اور سر کہتے ہیں پس قلب کی صفت شوق اور وجد ہے جس سے آدمی بیتاب ہو جاتا ہے اور روح کی صفت انس اور انجذاب ہے، اور عقل کی صفت اس چیز پر یقین کرنا ہے جس کا ماخذ علوم عادیہ سے ماخذ کے قریب ہے جیسے ہمارا

بما یقرب ماخذہ من ماخذ العلوم العادیۃ کالایمان بالغیب والتوحید الاتعالی، و صفۃ السر والشہود مما یجل عن العلوم العادیۃ وانما ھو حکایۃ ما عن المجرد الصرف الذی لیس فی زمان ولا مکان ولا یوصف بوصف ولا یتشار الیہ باشارۃ، ولشرع لما کان نازلا علی میزان الصورۃ الانسانیۃ دون خصوصیات الفردیۃ لم یبحث عن ھذا التفصیل کثیر بحث وترک کما حققنا فی مفتتح الاجمال. وسائر السلل والنحل یضا عند ھو علم من ذلک یعرف بالاستقراء مع نوع من التفطن ؛

مقدمۃ ثانیۃ :- اعلم ان الرجل منا یکون مکملا صادقۃ لظہور احکام [illegible] کا ملا وافرا وھو لیس افراد الانسان بالطبع والدستور الذی یعرف جمیع الافراد قریب من الحد الاعلی، وبعد منہ بالنظر الیہ ھو الذی غلب عقلہ علی قلبہ مع قوۃ قلبہ وسبوغ نواہ وقہر قلبہ علی نفسہ مع شدۃ نفسہ ووفور مقتضیاتہا ھو الذی تمت اخلاقہ وقویت فطرتہ ودونہ اصناف کثیرۃ متفاوتۃ بظہورھا تتمیز الصحیح، واما الحسور الاعجم فلیس لقوی الثلاث، بید الا ان عقلہ مغلوب منہ ونفسہ فی الغایۃ فہم لیست حق تکالیف، ولا یحق بالملأ الاعلی، وھو عند تارک وتعالی ولقد کرمنا بنی ادم وحملنا فی البر والبحر ورزقناھم من الطیبات وفضلناھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا ۔

بالغیب اور توحید اتعالی، اور سر کی صفت اس چیز کا مسلمہ کرتا ہے جو علوم عادیہ سے برتر ہے بلکہ وہ اس مجرد محض سے حکایت ہے جو کسی زمان میں ہے اور نہ مکان میں اور نہ کسی وصف سے موصوف ہو سکتا ہے اور نہ اس کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے، اور چونکہ شرع صورتِ انسانی کے میزان پر نازل ہوئی ہے خصوصیات فردیہ کے اعتبار سے نہیں اسواسطے ہم نے اس تفصیل سے زیادہ بحث نہیں کی اور اس کے مباحث کو اجمال کے خزانہ میں چھوڑ دیا ہے اور تمام اہل ملل و نحل کے ہر فریق کے بھی اس کے متعلق کچھ بیان ہے جو تتبع کے ساتھ ایک قسم کے تفطن اور فہم سے پہچانا جاتا ہے،

مقدمہ ثانیہ :- واضح ہو کہ قوی، عقل اور قوی الحیوانی جس کے ماتحت ہر حیوان کی پوری اور کامل قوت ہے اور وہ جس کو انسان بالطبع رکھتا ہے اور وہ قانون ہے جس کی وجہ سے تمام افراد کا اعلیٰ درجہ کی حد سے قریب رہنا معلوم ہوتا ہے وہ شخص ہے کہ باوجود قوت قدسیہ کے اور پورے پورے قوی ہونے کے اس کی عقل اس کے قلب پر غالب ہے اور باوجود شدت نفس کے اور کثرت حواس کے اسکا قلب اس کے نفس پر غالب ہے پس ایسا شخص وہ ہو سکتا ہے جس کے اخلاق تمام اور اس کی فطرت قوی ہے، اور اس سے نیچے بہت سی مختلف قسمیں ہیں جو تامل صحیح سے معلوم ہوتی ہیں، اور جانوروں میں بھی یہ تینوں قوتیں پائی جاتی ہیں، لیکن ان کی عقل قلیل اور نفس کے نیچے نہایت درجہ مغلوب ہوتی ہے جس وجہ سے وہ مکلف ہونے کی قابلیت نہیں رکھتے اور نہ عالم بالا میں ملجانے کے قابل ہوتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور ہم نے آدمیوں کو بزرگی دی اور جنگل و دریا میں ان کو سوار کیا اور ہم نے ان کو پاک چیزیں دیں اور ہم نے اپنی کثر مخلوق پر ان کو فضیلت دی"

اور یہ قوی الحس آدمی اگر اس کا عقل ان متقا

هذا الرجل لعنايته ان كان عقد منقادا
لعقائد الحقة الماخوذة من الصادقين
الفائزين من الملأ الاعلى صلوات عليهم
فهو المؤمن حقا، وان كان له مع ذلك
سبيل الى الملأ الاعلى يأخذ عنهم بغير
واسطة ففيه شعبة من النبوة وميراث
منها، وهو قوله صلى الله عليه وسلم
الرؤيا الصالحة جزء من ستة واربعين
جزءا من النبوة، وان كان عقله منقادا
لعقائد زائغة ماخوذة من المضلين
المبطلين فهو لمنحط الضلال، وان كان
عقله مع الرسوم وما يعتاده قومه
بالتجربة والحكمة العملية
لدين الله، ولما كان الامر على ذلك
وجب في حكمة الله تعالى ان ينزل كتابا
على من زكى خلق الله واعلمهم بالملأ الاعلى ثم يجمع اليه الافراد
تصير احكامه من المشهورات، فان الواحد
يهتدي من هداه من بعيد ويحيا من حي
عن بينة، وان يبين لهم هذا النبي
صلوات الله وسلامه عليه لهم
الاحسان والمقامات التي هي ثمراته
ثم بيان:

وبالجملة اذا امن الرجل بكتاب
الله تعالى وبما جاء به نبينا صلوات
الله وسلامه عليه من بيان ما ينبغي
يتتبع جميع قواه القلبية والنفسية
ثم يشتغل بالعبودية حق الاشتغال
ذكرا بالجنان وتفكرا بالجنان وقياما

حقہ کی فرمانبردار ہے جو صادقین کو ملاء اعلیٰ سے حاصل ہوئی
ہیں صلوات اللہ علیہم تو وہ فی الحقیقت مؤمن ہے اور اگر
اس کے باوجود ملاء اعلیٰ تک رسائی بھی ہے کہ ان سے بلاواسطہ
فیضان حاصل کرتا ہے تو اس شخص میں نبوت کا ایک شعبہ
وراثت کی میراث ہے چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
"اچھا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک
حصہ ہے"، اور اگر ان کی عقل ان عقائد باطلہ کے تابع
ہے جو مضلین و مبطلین سے ماخوذ ہیں تو وہ شخص ملحد اور
گمراہ ہے اور اگر اس کی عقل اپنی قوم کے رسوم اور ان چیزوں
کے تابع ہے جو اس کو تجربہ اور حکمت عملیہ سے معلوم ہوئے
ہیں تو وہ دین الٰہی سے حاصل ہے اور جبکہ لوگ مختلف
الاحوال تھے تو حکمت الٰہی میں ضرورتاً ہوا کہ ایک کتاب
ایک شخص پر نازل کرے جو اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں
پاکیزہ اور سب سے زیادہ قوی العقل اور عالم بالا کے
ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھنے والا ہو پھر لوگوں
کی رائیں اس کے ساتھ متفق ہوں یہاں تک کہ اس کے احکام
مشہورات سے شمار ہونے لگیں تاکہ جو ہلاک ہو تو جان کر
ہلاک ہو اور جو زندہ رہے تو جان کر نجات پائے، اور یہ
بات ضروری ہوئی کہ یہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام لوگوں
کو احسان کے اور بقیہ تمام مقامات جو اس کے ثمرات ہیں
تو یہ اچھی طرح بیان کرے،

حاصل کلام یہ ہے کہ انسان جب کتاب الٰہی پر
اور اس چیز پر جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بیان
[illegible] ایمان لاتا ہے کہ اس کے جمیع
قوائے قلبیہ و نفسیہ [illegible] ہو جاتے ہیں پھر وہ شخص پورے
طور پر [illegible] ورق [illegible] کے ساتھ عبادت میں
مشغول ہو جاتا ہے اور اخلاص [illegible] رہتا
ہے اور ایک بات دوسرے [illegible] ہے تو ان تمام [illegible] ایک اس عبادت سے

بالجوارح ودوام علی ذلک مدۃ مدیدۃ
شرب کل واحد من ھذہ اللطائف الثلاث
حظہ من العبودیۃ، وکان الامر شبیھا
بالدرجۃ الیابسۃ تسقی الماء العزیز
فیدخل الری کل غصن من اغصانہ
وکل ورقۃ من اوراقھا، ثم ینبت منھا
الازھار والثمار وکذلک تدخل العبودیۃ
فی ھذہ اللطائف الثلاث وتغیر صفاتہ
الطبیعیۃ الخسیسۃ الی الصفات الملکیۃ
الفاضلۃ، فتلک الصفات ان کانت
ملکات راسخۃ تسمی افاعیلھا علی نھج
واحد وانھاج مستقارۃ، فھی المقامات
وان کانت بوارق تبدو وتارۃ وتنمحی
اخری ولما تستقر بعد، اوھی امور لیس
من شانھا الاستقرار کالرؤیا والھواتف
والغلبۃ تسمی احوالا وقاتا، ولما کان
مقتضی العقل فی غلواء الطبیعۃ البشریۃ
التصدیق بامور ترد علیہ مناسبا لما
صار من مقتضاہ بعد تھذیبہ الیقین
بما جاء بہ الشرع کانہ یشاھد کل
ذلک عیانا کما اخبر زید بن حارثۃ حین
قال لہ صلے اللہ علیہ وسلم لکل حق حقیقۃ
فما حقیقۃ ایمانک؟ فقال کانی
انظر الی عرش الرحمن بارزا، ولما
کان من مقتضاہ ایضا معرفۃ الاسباب
لما یحدث من نعمۃ ونقمۃ صار من
مقتضاہ بعد تھذیبہ التوکل والشکر
والرضاء والتوحید، ولما کان من مقتضی
القلب فی اصل الطبیعۃ محبۃ المنعم

حصہ لے لیتا ہے اور اس کی مثال ایک ایسی خشک درخت
کی جس کو بکثرت پانی دیا جائے اور اس کی ہر ہر شاخ
اور ہر ہر پتی میں تازگی پہنچ جائے پھر اس سے پھل و پھول
پیدا ہوں پس اسی طرح ان لطائف ثلثہ میں عبادت
داخل ہو کر ان کی صفات طبعیہ خسیسہ کو صفات ملکیہ فاضلہ
سے بدل دیتی ہے پس یہ صفات اگر ملکات راسخہ ہیں
جن سے افعال ہمیشہ ایک طرح پر یا قریب قریب صادر
ہوتے ہیں تو ان کو مقامات کہتے ہیں، اور اگر وہ صفات
ایسے ہیں کہ مثل بجلی کے کبھی ظاہر ہو جاتے ہیں اور کبھی
پوشیدہ ہو جاتے ہیں اور ہنوز ان کو قرار نہیں ہے، یا
وہ صفات اس قسم کے امور ہیں جن کی شان سے قرار
نہیں ہے جیسے رویا اور ہواتف اور غلبہ تو ان کو احوال
اور وقات کہتے ہیں اور چونکہ طبیعت بشری کے غلبہ کی
حالت میں عقل کا مقتضی ان امور کی تصدیق کرنا تھا
طبیعت بشریہ کے مناسب عقل کو پیش آتے ہیں اس
واسطے تہذیب کے بعد عقل کا یہ مقتضی ہے کہ جو امور شرع
سے ثابت ہیں اس کی اس طرح تصدیق کرے گویا کہ
عیانا وہ ان کا مشاہدہ کر رہی ہے جیسا کہ زید بن حارثہ
نے بیان کیا جبکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا
تھا۔ ہر شئی کی ایک حقیقت ہے پس تیرے ایمان کی
کیا حقیقت ہے؟ انہوں نے عرض کیا گویا کہ میں خدا تعالیٰ
کے عرش کو سامنے دیکھتا ہوں۔

اور چونکہ عقل کا مقتضی ہر نعمت و مصیبت کے
اسباب کو پہچاننا ہے اس واسطے اس کا مقتضی تہذیب
کے بعد توکل اور شکر اور رضامندی اور توحید کے اور چونکہ
قلب کا مقتضی اصل طبیعت کے اعتبار سے منعم
اور مربی کے ساتھ محبت کرنا اور دشمن و مخالف کے
ساتھ بغض رکھنا اور ایذا پہنچانے والی چیز وں سے خوف
کرنا اور نفع پہنچانے والی چیزوں سے امید رکھنا ہے

السرور وبغض المنافر الشانئ والخوف مما يؤذيه والرجاء لما ينفعه كان مقتضاه بعد التهذيب محبة الله تعالى والخوف من عذابه ورجاء ثوابه، وما كان من مقتضى النفس في غلواء طبيعها الانهماك في الشهوات والدعة كان صفتها عند تهذيبها التوبة والزهد والاجتهاد وهذا الكلام انما ارد نا به ضرب المثال والمقامات ليست محصورة فيما ذكرنا نفس غير المذكور على المذكور، والاحوال كالسكر والغلبة والعزوف عن الطعام والشراب مدة مديدة، وكالرؤيا والهاتف على المقامات ؛

واذ قد فرغنا مما يتوقف عليه شرح احاديث الباب حان ان نشرع في المقصود، فنقول اصل المقامات والاحوال المتعلقة بالعقل هو اليقين وينشعب من اليقين التوحيد والاخلاص والتوكل والشكر والانس والمهيبة والتفريد والصديقية والمحدثية وغير ذلك مما يطول عده، قال عبد الله بن مسعود اليقين الايمان كله، ويروى رفعه، وقال صلى الله عليه وسلم واقسم لنا من اليقين ما تهون به علينا مصائب الدنيا ؛

اقول معنى اليقين ان يؤمن المؤمن بما جاء به الشرع من مسألة القدر ومسألة المعاد، ويغلب الايمان على عقله حتى يمتلئ عقله ويتوشح من عقله رشحات على قلبه ونفسه حتى يصير المتيقن به كالمعاين

اس واسطے تہذیب کے بعد اس کا مقتضیٰ خدا تعالےٰ سے محبت اور اس کے عذاب سے خوف اور اس کے ثواب کی امید ہے اور چونکہ طبیعت کے ہیجان کے وقت نفس کا مقتضیٰ لذائذ اور آرام میں غرق ہونا تھا اس واسطے تہذیب کے بعد اس کی صفت توبہ اور زہد اور مجاہدہ ہے اور یہ کلام ہم نے بطور مثال کے بیان کیا ہے ورنہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس کے اندر مقامات منحصر نہیں ہیں لہذا غیر مذکور کو مذکور پر قیاس کر لیجئے اور احوال کو مثل سکر اور غلبہ اور مدت مدیدہ تک کھانے پینے سے اعراض اور مثل رویاء و ہاتف کو مقامات پر قیاس کر لیجئے ،

اور جب ہم ان امور سے فارغ ہو گئے جن پر اس باب کی احادیث کی شرح موقوف ہے تو اب ہم اصل مقصود شروع کرتے ہیں پس ہم کہتے ہیں ان مقامات اور احوال کی اصل جو قلب سے متعلق ہیں یقین ہے اور یقین کی شاخیں توحید اور اخلاص اور توکل اور شکر اور اُنس اور ہیبت اور تفرید اور صدیقیت اور محدثیت اور اس کے علاوہ امور ہیں جن کا شمار کرنا طوالت ہے،

عبداللہ بن مسعود نے فرمایا یقین بالکل ایمان ہے اور ایک روایت میں یہ قول نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا میں فرمایا کہ "اے اللہ ہم کو وہ یقین عطا کر جس کے سبب سے دنیا کے مصائب ہم پر سہل ہو جائیں"

میں کہتا ہوں یقین کے معنی یہ ہیں کہ ہر ہر مسئلہ پر جو کہ شرع سے ثابت ہے مؤمن ایمان لائے جیسے مسئلہ قدر و مسئلہ معاد، اور اس کی عقل پر ایمان یہاں تک غالب ہو جائے کہ اسکی عقل ایمان سے پُر ہو جائے اور پھر اس کی عقل سے اسکے قلب اور نفس پر اس یقین کا ترشح ہو حتی کہ وہ یقین چیز بمنزلہ محسوس اور معائن کے ہو جائے، اور یقین کے ایسا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عقل کے مہذب کرنے میں یقین کو پورا پورا

المحسوس، وانما كان اليقين هو الايمان لانه العمدة في تهذيب العقل وتهذيب العقل هو السبب في تهذيب القلب والنفس، وذلك لان اليقين اذا غلب على القلب انشعب منه شعب كثيرة فربما خاف منه الناس في العادة على امنه بان ما اصابه لم يكن ليخطئه وما اخطأه لم يكن ليصيبه، ويهون عليه مصائب الدنيا طمئنانا بما وعد في الآخرة وتزدري نفسه بالاسباب المنكثرة علما منه بان القدرة الوجوبية هي المؤثرة في العالم بالاختيار والارادة، وبان الاسباب عادية فيفتر سعيه فيما يسعى الناس فيه ويكدون ويكدحون فيستوي عنده ذهب الدنيا وحجرها؛

وبالجملة فاليقين دنيوي واصغر حتى ما يغايره فقر ولا غنى ولا عز وذلل انشعب منه شعب كثيرة، منها الشكر وهو ان يرى جميع ما عداه من النعم الظاهرة والباطنة فائضة من بارئه جل مجده فيرتفع بعد كل نعمة محمة منه الى بارئه ويرى عجزه عن القيام بشكره فيصير ذلك شكرا في ذلك، قال صلى الله عليه وسلم اول من يدعى الى الجنة يحمادون الذين يحمدون الله تعالى في السراء والضراء؛

اقول وذلك لانه اية انقياد عقلي و تلبية للمهيمن سبحانه، ولان معرفة النعم ورؤية فضائلها من بارئها اورثت فيهم تحوا فعالة في عالم المثل تنفعل منه القوى

داخل ہے اور تہذیب عقل قلب اور نفس کی تہذیب کا سبب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب قلب پر یقین کا غلبہ ہوتا ہے تو اس سے بہت سی شاخیں پیدا ہوتی ہیں اور وہ شخص ان چیزوں سے خوف نہیں کرتا جن چیزوں سے عادت کے طور پر لوگ ڈرتے ہیں کیونکہ یہ شخص یہ سمجھ لیتا ہے کہ اس کو جو مصیبت آنے والا ہے وہ اس سے ٹلنا نہیں اور جو مصیبت آنے والا نہیں ہے وہ ہرگز پیش نہیں آئیگا اور اس شخص پر دنیا کے مصائب سہل ہو جاتے ہیں کیونکہ جن کا آخرت میں وعدہ کیا گیا ہے اس کو ان چیزوں کے ملنے پر پورا اطمینان ہوتا ہے اور اس کا نفس بہت سے اسباب کثیرہ کو ہیچ سمجھتا ہے یہ سمجھ کر کہ عالم میں جو کچھ مؤثر ہے وہ اس کی قدرت وجوبیہ ہے جو اختیار اور ارادہ سے اثر کرتی ہے اور اس کو اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ یہ اسباب عادیہ ہیں اس واسطے اس کی کوشش ان امور کے حاصل کرنے میں سست ہو جاتی ہے جن کے حاصل کرنے میں لوگ بے حد کوشش کرتے ہیں حتیٰ جہاں تک ہو سکے وہ اس کے نزدیک دنیا کا سونا اور پتھر یکساں معلوم ہوتا ہے

حاصل کلام یہ ہے کہ جب یقین کامل اور پائدار ہو جاتا ہے اور ہمیشہ رہتا ہے تو کوئی چیز اس کو نہیں بدل سکتی نہ فقر نہ دولت اور یقین سے بہت سے شعبے پیدا ہو جاتے ہیں، اور شکر کے معنی یہ ہیں کہ اپنے اوپر جو نعمتیں ظاہری ہوں یا باطنی ہوں ان سب کو اپنے بارئ کی طرف سے سمجھے اور ہر نعمت کے مقابل میں ایک محبت اپنے بارئ کیلئے پیدا کرے اور ہر نعمت کا شکر ادا کرنے سے اپنے رب کو ظاہر کرے یہی وہ شخص ہے جس کا نام حمد شکر کرنے والا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے جنت میں حمد کرنے والے بلائے جائیں گے جو نرمی اور سختی میں خدا تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں؛

میں کہتا ہوں اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ کی حمد کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ حمد کرنے والے نے اس یقین کو قبول کیا ہے جو اسکو خدا تعالیٰ کی طرف سے کہ نفسوں کی معرفت منبع حقیقی کمالات ہے اور اس کا فیض

استالية والهيا كل الاخروية فلا يفترن
معرفة تفاصيل النعم وروية فيضانها
من المنعم جل مجده من الدعاء والمسئلة
في قرع باب الجود، ولا يتم الشكر حتى يتيقن
بوجيب صنع الله به فيما مضى من عمره
كما روي عن عمر رضي الله عنه انه قال
في الصرافة من حجته التي لم يحج بعدها
الحمد لله ولا له الا الله يعطي من شاء ما
يشاء لقد كنت في هذا الوادي اعني ضمنا
رعي ابل الخطاب، وكان قطا عيظا
يتعبني اذا عملت ويضربني اذا قصرت
وقد اصبحت واصبحت ليس بيني و
بين الله احد اخشاه، وما اصبح لله نعمة
ان يغضب عليه اليفين حتى يقترف
في جلب المنافع ودفع المضار من غير
الاسباب ولكن يجتهد على ما سنة الله
تعالى في عباده من الاكتساب من غير
اعتماد عليها، قال صلى الله عليه
يدخل الجنة من امتي سبعون الفا بغير
حساب هم الذين لا يسترقون ولا يتطيرون
ولا يكتوون وعلى ربهم يتوكلون.
اقول انما وصفهم النبي صلى الله
عليه وآله وسلم بهذا لعلمه بان
التوكل ترك الاسباب بل هي التقرير
على ترك الاسباب التي سنها الله تعالى في
عباده وقد دخلوا الجنة من غير
حساب لانه لم يستقر في نفوسهم معنى
التوكل، وكيف وقد علق بها
مسببه الاعمال العادية

بھی نہیں ہوتی ۔ کہ وہ تمام سال میں مؤثر ہوتی ہو جس سے
وہ اسباب اور ذرائع اختیار کرتے ہیں پس نعمتوں کی تفاصیل
کو جاننا اور ان کے فیضان کو نعم حقیقی جل مجدہ کی طرف سے سمجھنا جود الٰہی
کے دروازہ کو کھٹکھٹانے میں دعائے مستجاب سے کم درجہ نہیں رکھتا اور
شکر کامل اس وقت ہوتا ہے جبکہ آدمی کو خدا تعالیٰ کے اس عجیب فعل
پر تنبہ ہو جو اس کے ساتھ گذشتہ عمر میں کیا گیا ہے حضرت
عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب وہ اپنے آخر حج سے واپس آئے
تو لوگوں نے یہ کہا مناسب تھا کہ آپ خدا کا شکر ادا کرتے اور خدا تعالیٰ کے
سوا کوئی دوسرا معبود نہیں جس کو وہ اس عنایت کرنے سے
[illegible] میں نے [illegible] میں اونٹ چرائے تھے
[illegible] اور سخت آدمی تھے جب میں کام کرتا تھا تو مجھ کو
[illegible] اور جب میں کام میں کوتاہی کرتا تھا تو مجھ کو مارتے تھے
اور میں اب صبح و شام ایسی حالت میں کرتا ہوں کہ [illegible] اور
[illegible] ہوں

[illegible] اور [illegible] کے ساتھ ہی [illegible]
اسباب کی طرف سے منافع کے حاصل کرنے
[illegible] اس کی کوشش کم ہو لیکن وہ شخص
[illegible]
[illegible]
ہوں گے یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ منتر کراتے ہیں [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] فرمائے تاکہ معلوم ہو جائے کہ توکل [illegible] اسباب
کو [illegible] سے [illegible] نے [illegible] اسباب کا ترک
[illegible]
[illegible]
[illegible]

ا ہم یقنو بان لا مؤثر فی الوجود الا القدرۃ
الوجوبیۃ، وھذہ الھیبۃ وھی ان یستغرق
العبد حتی لا یری شیئا فی حبیبہ کما
ذکر الصدیق ذرای صبر و دعا علی شخص
فقال طوبی لک یا عبید اللہ لو ددت
انی کنت مثلک تقع علی الشجر و تاکل من
ثمر ثم تطیر و لیس علیک حساب و لا
عذاب، للہ لو ددت انی کنت شجرۃ الی جانب
طریق مر علی جمل ذخر فی فاخذنی فاکلنی ثم
رکنی ثم ردنی ثم اخرجنی بعرا و لم
اکن لبشر، و منہا حسن الظن و ھو صعب
عسر فی سائر الصوفیۃ و ھو من
ینشا من ملاحظۃ نعم الحق و سعۃ کرمہ کما
ان الھیبۃ تنشا من ملاحظۃ نقم الحق
و سطواتہ، و المؤمن و ان کان بنظر کما
الاعتقادی یجمع الخوف و الرجاء لکن بحسب
ومقامہ ربما یغلب علیہ الھیبۃ و من ھذا علیہ
علیہ حسن الظن کمثل رجل حمل علی نفسہ
البئر العمیقۃ لیرتحل فی انعمہ و ان کان
عقلہ لا یوجب خوفہ، وکما ان حدیث
النفس بالنعم نعمۃ یفرح الانسان ان
کان عقلہ لا یوجب فرحا لکم تشرب
الوھم فی ھاتین الحالتین خوفا و فرحا، و
قال صلی اللہ علیہ وسلم حسن الظن
من حسن العبادۃ، و دل من ربہ تبارک
و تعالی انا عند ظن عبدی بی :

اقول و ذلک لان حسن الظن یھیئ
نفسہ فیصدق لطف ربہ، و منہا
التقریب و ھو ان یستولی الذاکر علی نواۃ

ان سے دور ہو جاتی ہے اس وجہ سے کہ انہوں نے یقین کر لیا کہ
قدرت وجوبیہ کے عالم میں کوئی مؤثر نہیں، اور ان میں سے ہے
اس کے یہ معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ کی عظمت بندہ کا یقین کر لینا
اسکے ساتھ صبر ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
نے کہا تھا جبکہ ایک پرندہ کو درخت پر بیٹھے دیکھا اور دعا دی تھی خوشخبری ہو
تیرے لئے اے پرندہ خدا کی قسم میں پسند کرتا ہوں کہ میں تجھ جیسا ہوتا
تو کسی درخت پر بیٹھتا ہے اور اسکے پھل کھاتا ہے اور وہاں سے اڑتا ہے
ہے نہ تجھ پر حساب اور نہ عذاب، خدا کی قسم میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ
کسی راستہ پر ایک درخت ہوتا، اور کسی اونٹ کا مجھ پر گذر ہوتا اور وہ
مجھ کو اپنے منہ میں رکھ لیتا اور جب پیٹ بھر جاتا مینگنی کرتے پیشاب کے
راستہ سے نکال دیتا اور میں بشر نہ ہوتا،

اور ان میں سے حسن ظن ہے اور یہ صوفیہ کی تمام جماعت میں سب سے
مشکل ہے اور یہ اس خدا تعالیٰ کے انعامات اور الطاف میں غور کرنے سے
پیدا ہوتا ہے جس طرح ہیبت خدائے تعالیٰ اور اس کی حکومت میں غور
کرنے سے پیدا ہوتی ہے، اور مؤمن اگرچہ اپنی نظر اعتقادی کی وجہ سے
خوف و امید دونوں کو جمع کرتا ہے لیکن اس کے حال اور
مقام کے سبب سے کبھی اس پر ہیبت غالب ہوتی ہے، اور کبھی حسن ظن
غالب ہو جاتا ہے جیسے کوئی شخص بڑے گہرے کنوئیں کے کنارے
کھڑا ہو لوگ کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگتے ہیں اگرچہ اس کی عقل خوف کا مقتضی
نہیں ہے اور جیسے خوشخبری سننے سے نفس کا شاد کرنا انسان کو خوش کرتا
ہے اگرچہ اس کی عقل اسکی مقتضی نہیں ہے کیونکہ ان دونوں حالتوں
میں ہیبت خوف اور فرحت پیدا کر دیتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا
دینے کے سلسلہ میں کہا کہ کہنا حسن عبادت سے ہے اور نبی صلی
اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا میں اپنے بندہ
کے گمان کے موافق پیش آتا ہوں جو اس کو میرے ساتھ ہے،

میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ حسن ظن اس کے نفس کو
اس قابل بنا دیتا ہے کہ اس کے پیدا کرنے والے کی طرف سے لطف
کا فیضان ہو اور ذاکر کا تقریب سے، تقریب کے معنی یہ ہیں کہ ذاکر
خدا تعالیٰ کے ذکر پر ذکر کا غلبہ ہو جائے یہاں تک کہ ایسا ہو جائے

(در اکیۃ حتی یصیر کانہ یری اللہ تعالی عیانا فتضمحل احادیث نفسہ وینطفئ کثیر من لہبہا، قال صلی اللہ علیہ وسلم سیروا سبق المفردون ھم الذین وضع عنھم الذکر اثقالھم۔

اقول اذا خلص نور الذکر الی عقولھم وتشعشع التطلع الی الجبروت فی نفوسھم انزجرت البھیمیۃ وانطفاء لہبہا فی ذھبت اثقالھا، ومنھا الاخلاص وھو ان یتمثل فی عقلہ نفع لعبادۃ اللہ تعالی من جھۃ قرب نفسہ من الحق کما قال تبارک وتعالی ان رحمت اللہ قریب من المحسنین او من جھۃ تصدیق ما وعد اللہ تعالی علی السنۃ رسلہ من ثواب الاخرۃ فیشأ منہ الاعمال بداعیۃ عظیمۃ لا یشوبھا ریاء ولا سمعۃ ولا موافقۃ عادۃ ویتسحب ھذا الحال علی جمیع اعمالہ حتی الاعمال المباحۃ العادیۃ، قال اللہ تعالی وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین، وقال صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات ومنھا التوحید وھی ثلاث مراتب احداھا توحید العبادۃ فلا یعبد الطواغیت ولا یکرہ عبادتھا کما یکرہ ان یقذف فی النار والثانیۃ ان لا یری الحول والقوۃ الا للہ ویری ان لا مؤثر فی العالم الا القدرۃ الوجوبیۃ بلا واسطۃ ویری الاسباب عادیۃ انما تنسب المسببات الیھا مجازا لان اللہ غالبا علی ارادۃ خلق ۔

کہ گویا خدا تعالیٰ کو ظاہر میں دیکھ رہا ہے پس اس کے دل کی باتیں مٹ جائیں اور ان کا اکثر جوش بجھ جائے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "طوبیٰ مفردون سبقت کر گئے یہ وہ لوگ ہیں جن کے بوجھ کو ذکر نے دور کر دیا"

میں کہتا ہوں جبکہ ذکر کا نور عقلوں کی طرف خالص ہو جاتا ہے اور ان کے نفوس میں حضرت کی طرف مطلع ہونے کا نقش لگ جاتا ہے تو نفسانیت دب جاتی ہے اور اس کا شعلہ بجھ جاتا ہے اور اس کا بوجھ دور ہو جاتا ہے، اور اخلاص ہے اور اس کے یہ معنی ہیں کہ بسبب قریب ہونے اس کے نفس کے حق تعالیٰ کے ساتھ اس کی عقل میں عبادت الٰہی کا نفع متمثل ہو جائے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے "بلاشک خدا تعالیٰ کی رحمت محسنین کے قریب ہے" یا بسبب تصدیق کے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی زبان پر آخرت کے ثواب کا وعدہ فرمایا ہے، پس ایک نہایت داعیہ کے ساتھ اس سے ایسے اعمال صادر ہوتے ہیں جن میں نہ ریا اور نہ سمعہ کو دخل ہے اور نہ موافقت عادت کو اور یہ حال اس کے جمیع اعمال میں سرایت کر جاتا ہے حتیٰ کہ اعمال مباحہ عادیہ میں بھی سرایت کر جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور ان کو اس کا حکم دیا گیا تھا کہ اس کے لئے دین کو خالص کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں" اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اعمال نیت سے ہیں"

اور توحید تین قسم ہے اور ان کے لئے تین مراتب ہیں ایک توحید عبادت ہے اس کا معنی یہ ہے کہ طاغوتوں کی عبادت نہ کرے اور ان کی عبادت کرنے سے ایسی نفرت کرے جیسا کہ وہ آگ میں گرنے سے نفرت کرتا ہے اور دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ تمام طاقت اور قوت خدا تعالیٰ کی طرف سے سمجھے اور یقین کرے کہ بلا واسطہ سوائے قدرت وجوبیہ کے کوئی چیز عالم میں مؤثر نہیں ہے اور اس کی عادت سے اور یقین کرے کہ اسباب [illegible]

والثالثة ان تعتقد نفسه بحيث تعرف عن نفسك
محل ثلين وبرئ وصافه لانه مثل اوصاف
الخلق، وتبصر خبرتي ذلك كالعيان، و
تطمئن قلبه بان ليس كمثله شيء من
نفسه وبواقي اخبار الشرع بذلك
هو بينه من ربه ما شئته من نوره الذي
ذاته وصفاته يقينا والمحدث ثبتا و
حقيقتهما ان لامة من يكون في اصل
فطرته شبيها بالانبياء بمنزلة بتلميذ
لحكيم متعلم بحيث تشهد له كان
بحسب القوى العقلية فهو صديق و
محدث، وان كان تشبهه بحسب القوى
الحسية فهو شهيد او بحوهما، وهذه نسبة
قسمين وبحث الاشارة الى قوله تعالى
والذين امنوا بالله ورسله اولئك هم
[illegible]

اور [illegible] کہ خدا تعالیٰ کو مخلوق کی مشابہت سے پاک
کھے اور اس سے وصاف کو مخلوق کے اوصاف سے علیحدہ سمجھے
جائے اور ان باتوں کا سننا اس کے لئے بمنزلہ مشاہدہ کے ہو
اور [illegible] قلب خود مطمئن ہو جائے کہ اس کے مثل کوئی شی
[illegible] اور باقی امور شرع کے اخبار کو اپنے رب کی طرف سے بین
اور سمجھے جو اسی کی ذات سے پیدا ہوتے ہیں، اور ان
[illegible] سے ہم ہیں، اور ان کا محدث ہونا ثابت ہے
اور ان دونوں کی حقیقت یہ ہے کہ امت میں سے بعض
شخص ایسے ہوتے ہیں جن کی اصل فطرت میں نبوت کے
[illegible] مشابہت ہوتی ہے جیسے ذہین شاگرد کو کسی محقق استاد
کے [illegible] مشابہت ہوتی ہے پس اگر اس شخص کو قوائے عقلیہ
کے اعتبار سے مشابہت ہو تو وہ صدیق و محدث ہے اور اگر
کوئی قوائے حسیہ کے اعتبار سے مشابہت ہے تو وہ شہید اور
حواری ہے اور انہی دونوں گروہوں کی طرف اس آیت میں
اشارہ ہے "اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر
[illegible] صدیق اور شہداء ہیں" اور صدیق وہی ہے
[illegible] کے نفس میں نبی سے ترقی پذیر [illegible]
[illegible] صدیق ہوتا ہے جیسے کہ [illegible] کو [illegible] سے نسبت قریبہ ہے
[illegible] شخص سب سے پہلے صلی اللہ علیہ وسلم
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] کی طرف اشارہ ہے اس حدیث میں جو [illegible] ہے
[illegible] جب حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ پر وحی لاتے تھے
[illegible] حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی [illegible] بھی
[illegible] اور صدیق سے دریافت [illegible] رسول اللہ صلی اللہ
[illegible] ہوتی تھی [illegible] ممکن ہے [illegible] ہوتی ہے
[illegible] جب سے ہر حال میں [illegible] سوائے
[illegible] کرتا ہے یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے

الموافقة له فی کل حال حتی یخبر النبی صلی
الله علیه وسلم من حاله انه من الناس
به فی ماله وصحبته، وحتی یشهد له
النبی صلی الله علیه وسلم بانه لو امکن
ان یتخذ خلیلا من الناس لکان هو
ذلك الخلیل، وذلك لتعاقب ورود انوار
وحی من نفس النبی صلی الله علیه وسلم
فی نفس الصدیق، فکلما تکرر التاثیر و
تواتر الفعل والانفعال حصل الفناء
والبقاء. وانما کان کمال الذی هو غایة
مقصوده بصحبة النبی صلی الله علیه وسلم
باستماع کلامه لا بجرم کان، کثرهم له
محبة، ومن علامة الصدیق ان یکون
اعبر الناس للرؤیا، وذلك لما جبل علیه
من تلقی الامور بغیبة بادی سبب،
وذلك کان النبی صلی الله علیه وسلم
یطلب التعبیر من الصدیق فی واقعات
کثیرة ومن علامة الصدیق ان یکون
میل الناس الیه وان یؤمن بغیبه
ومعجزه واکثر
یعدون العلم فی السکوت
علومه
النبی صلی الله علیه وسلم ولیکون اصدق
نظام بنی آدم وان لم ینزل الوحی بعد
الی النبی صلی الله علیه وسلم
یجد یری فی منامه کثیرا من الحوادث
التی اجمع فی الملکوت علی ایجادها، ومن
خاصة المحدث ان ینزل القرآن علی وفق
رأیه فی کثیر من الحوادث، وان یری النبی

حال سے خبر دیتے ہیں کہ وہ آپ پر اپنی جان و مال سے سب سے
زیادہ احسان کرنے والا ہے اور یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم اس کے لیے گواہی دیتے ہیں کہ لوگوں میں اگر خلیل بنانے
کے قابل ہے تو وہ صدیق ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی
اللہ علیہ وسلم کے نفس کی طرف سے صدیق کے نفس کی طرف انوار
وحی کا نزول ہوتا ہے جس قدر تاثیر، فعل و
انفعال مکرر ہوتا ہے اس کو فنا اور بقا کا رتبہ حاصل ہوتا ہے
اور جبکہ اس صدیق کا کمال جو اس کا غایت مقصود ہے نبی صلی
اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنے اور آپ کے کلام سے سننے سے حاصل
ہوتا ہے تو وہ شخص آپ کی خدمت میں اور صحبہ کی بہ نسبت زیادہ
رہتا ہے، اور صدیق کی علامت یہ ہے کہ وہ سب لوگوں سے زیادہ
خواب کی تعبیر دے سکتا ہو کیونکہ اس کی سرشت میں یہ بات
داخل ہوتی ہے کہ وہ ان سبب سے امور غیبیہ کو حاصل
کرتا ہے اور اسی سبب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر
واقعات میں حضرت ابوبکر صدیق سے تعبیر لیا کرتے تھے
اور صدیق کی علامت میں سے یہ بھی ہے کہ وہ سب سے
پہلے ایمان لانے والا ہو اور معجزہ دیکھے ایمان لائے اور
خدا کے بندوں کو علم کے اس بعض حصہ کی طرف بہت
جلد [illegible] جو عالم ملکوت میں ہیں بس
[illegible] مخلوق کے [illegible]
کرتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible]
ہو اور کہ [illegible] کے نظام [illegible]
نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر [illegible] ہوتی ہو جیسے
کوئی شخص اپنے خواب میں بہت سے [illegible] مور دیکھتا
ہے جن کی بابت [illegible] ملکوت میں اجماع ہو
چکا ہے،

اور محدث کے خواص سے یہ بات ہے کہ بہت سے
حوادث میں اس کی رائے کے موافق قرآن نازل
ہوتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خواب

صلے اللہ علیہ وسلم فی منامہ انہ یعطاہ
اللبن بعد سربہ، والصدیق اولی الناس
بالخلافۃ لان نفس الصدیق تصبیرو کر
بعد ذلک اللہ بالنبی ونصرتہ لہ وتایید ہ
بہ حتی یصیر کانہ روح النبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم ینطق بلسان الصدیق
وھو قول عمر حین دعا الناس الی بیعۃ
الصدیق۔ فان قلت محمد صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم قد مات فان اللہ قد جعل
بین ظھرکم نورا تھتدون بہ ھدی اللہ
بہ محمدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وان بکرا
صاحب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
وثانی اثنین وانہ اولی الناس بامورکم
فقوموا فبایعوہ، فھذا یحدث بعد ذلک
ولی الناس بالخلافۃ، وقد قال لہ صلے
اللہ علیہ وسلم اقتدوا بالذین من
بعدی ابی بکر وعمر، وقولہ تعالی والذی
جاء بالصدق وصدق بہ اولئک ھم
المتقون، وقال صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم لقد کان فیمن قبلکم محدثون
فان یکن فی امتی احد فعمر۔

ومن الاحوال المتعلقۃ بالعقل التجلی
قال سھل التجلی علی ثلاثۃ احوال تجلی
ذات وھی المکاشفۃ، وتجلی صفات
الذات وھی مواضع النور، وتجلی
حکم الذات وھی الاخرۃ وما بعد، فمعنی
المکاشفۃ غلبۃ الیقین حتی یصیر کانہ
یراہ، یبصرہ ویشھدہ ولا یحتمل عزاہ کما
قال صلے اللہ علیہ وسلم الاحسان ان

ہیں یہ دیکھتے ہیں کہ خود سے ہونے کے بعد اپنا دودھ سب
کو دیا ہے اور صدیق سب لوگوں سے زیادہ صحابہ کی
صحبت رکھتا ہے کیونکہ صدیق کا نفس اس عنایت ہی
کا اور اس نصرت اور تائید کا جو نبی کے ساتھ ہوتی ہے
متحمل ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ ایسا ہو جاتا ہے گویا نبی صلی
اللہ علیہ وسلم کی روح صدیق کی زبان سے کلام کرتی
ہے چنانچہ حضرت عمر نے لوگوں کو جب ابوبکر صدیق
کی بیعت کے لئے بلایا تو یہ کہا کہ اگر محمد صلے اللہ علیہ
وسلم کا انتقال ہو گیا ہے تو تحقیق اللہ تعالیٰ نے تم میں
ایک ایسا نور پیدا کر دیا ہے جس سے تم میری حاصل
کر سکتے ہو، خدا تعالیٰ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو جو یار
غار اور ابوبکر صلے اللہ علیہ وسلم کے صاحب اور
غار کے رفیق ہیں اور تمہارے امور کے لئے سب سے زیادہ
ہیں پہلے ان سے بیعت کرو۔ صدیق کے بعد سب سے زیادہ
خلافت کے قابل محدث ہوتا ہے اسی وجہ سے نبی صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا "پیروی کرو ان دو شخصوں کی جو میرے
بعد ہوں گے ابوبکر اور عمر" اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور
جو شخص کہ سچ کو لایا اور اس کی تصدیق کی یہی لوگ ہیں متقی
اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم لوگوں سے پہلی امتوں میں محدث ہوتے
ہوا کرتے تھے پس میری امت میں اگر کوئی ہے تو عمر ہے"

عقل کے ساتھ جو احوال متعلق ہیں ان میں سے ایک
تجلی ہے، سہل فرماتے ہیں کہ تجلی کی تین حالتیں ہیں ایک
تجلی ذات ہے وہ مکاشفہ ہے اور ایک تجلی صفات
الذات ہے اور وہ نور کے مواضع ہیں، اور ایک تجلی
حکم الذات ہے اور وہ آخرت اور وہاں کی چیزیں ہیں،
اور مکاشفہ کے معنی یقین کا غالب ہونا ہے یہاں تک کہ
اس کی یہ حالت ہو جائے کہ گویا وہ خدا تعالیٰ کو دیکھتا
ہے اور ماسوا سے اس کو غفلت ہو جائے جیسا کہ نبی
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "احسان یہ ہے کہ

عبد الله كأنك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك
هو في الآخرة لا في الدنيا وتجلي له بحيث
صفات الذات يحتمل وجهين احدهما
ن يوقف افعاله في الخلق ويستحضر صفاته
غلب يقين تدرة الله عليه فيغيب عن
سبب ويسقط عنه الخوف والتسبب
يغلب عليه علمه تعالى به فيبقى خاضعا
عورا مدهوشا كما قال صلى الله عليه
سلم فان لم تكن تراه فانه يراك وهي
وضع النور بمعنى ان النفس تنور تو
عدة تنقلب من نور الى نور ومن
رتبة الى مراتبة بخلاف تجلي الذات
لانعدام هناك ولا تحول، وثانيهما ان
ن صفة الذات بمعنى فعلها وخلقها
مرئين من غير توسط الاسباب الخارجة
مواضع النور هي الاشباح المثالية النو
ن تتراءى للعارف عند غيبة حواسه
ن الدنيا، ومعنى تجلي الآخرة ان يجا
يجازاة ببصر بصيرته في الدنيا والآخرة
جيب دلك من نفسه كما يجد الحالة الم
رة والطمأنان الى عظمته، فمثال رؤ
ل عبد الله بن عمر حين سمع عليه
سلام وهو في الطواف فلم يرد عليه
سلام فشكا الى بعض من رآه فقال
ن عمر كما نرى الله في ذلك
كان. وهذه الحالة نوع من الغيبة
وع من الفناء، وذلك لان كل لطيفة
ن اللطائف الثلاث لها غيبة وفناء
سمع العقل وفناؤه سقوط معرفته

تو خدا تعالی را عبادت اس طرح کر گویا کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے
لیکن آنکھوں سے مشاہدہ کرنا آخرت میں ہی ہوگا دنیا میں ممکن
نہیں ہے اور یہ جو کہا ہے کہ صفات الذات کی تجلی تو اس میں دو
احتمال ہے ایک یہ ہے کہ خدا تعالے کے ان افعال میں غور
کرے جو مخلوق میں پائے جاتے ہیں اور اس کی صفات کو پیش
نظر کرے جس کی وجہ سے قدرت الٰہی کا یقین اس پر غالب
ہو جاتا ہے اور اسباب سے غائب ہو جاتی ہے اور خوف اور
تسبب اس سے ساقط ہو جاتا ہے اور اس پر یہ بات غالب
ہو جاتی ہے کہ خدا تعالیٰ اس کو جانتا ہے پس یہ شخص نہایت
خضوع کی حالت میں مدہوش اور مرعوب رہتا ہے جیسا کہ
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ تصور نہ ہو کہ تو اس کو
دیکھتا ہے تو یہ چاہیے کہ تو اس کو دیکھتا ہے اور یہ نور کے صحیح
اس معنی کرنے میں کہ نفس افراد متعددہ سے منور ہو کر ایک نور
سے دوسرے نور کی طرف اور ایک مرتبہ سے دوسرے مراتبہ کی
طرف منتقل ہوتا ہے خلاف علی ذات کے کہ وہاں پر تعدد
اور تغیر اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ صفت افعال کا اس
طرح ظاہر ہونے سے پہلے سبب نہ دیکھے بلکہ خاص کر اس کی
ذات کو ہی سبب الاسباب اور تمام مخلوقات پیدا ہوتی ہیں۔ اور
مواضع نور وہ اشباح مثالیہ نور ہیں جو عارف کو دنیا سے
غائب ہونے کے وقت حواس دکھائی دیتے ہیں، اور تجلی آخرت کے یہ معنی
ہیں کہ دنیا و آخرت میں ہر امر کا تصور قلبی سے ہوتا ہے
اور تو نے دیکھا ہوگا کہ اس طرح بہت سے لوگ کہ جن کی
دل میں یہ بات جم گئی ہے کہ خدا تعالیٰ ان کو دیکھتا ہے پس دل کی
یہ حالت کہ خدا تعالیٰ ان کو دیکھتا ہے اس سے ہیبت اور خوف
اس سے کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا اس سے یہ حالت جاتی رہتی ہے
اس میں بعض صحابہ کا حال بیان کیا ہے کہ ان کو حضرت کی ہیبت
کا غلبہ ہو گیا ہے اور یہ حالت کہ کسی غیب
اور عدم کی طرف ہو کیونکہ عدم بھی ہے اور غیب کہتے ہیں
فنا ہونی پس عقل کی غیبت اور فنا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی

الاشباء شغلا بربه، وغيبة القلب و
فؤاده سقوط محبة الغير و خوف مسه
وعيبة النفس وفؤادها سقوط شهوات
النفس والحجاما عن الالتذاذ بالشهوات
ومثال الثاني ما قال الصديق و غيره من
اجلاء الصحابة الطبيب امرضني و
مثال اشاث رؤية الانصار ظلت نيرة
امثال المصابيح، وما روى انه خرج
رجلان من اصحاب النبي صلى الله عليه
وآله وسلم من عند النبي صلى الله عليه
وسلم في ليلة مظلمة ومعهما مثل
المصباحين بين ايديهما فلما افترقا
صار مع كل واحد منهما واحد حتى اتى
اهله، وما ورد في الحديث ان النبي متى
كان يرى عند قبره نورا

ومثال الرابع قول حنظلة الاسيدي
لرسول الله صلى الله عليه وسلم نكون
بالنار والجنة، عن حنظلة الاسيدي
الاسيدي؟ قال لقيني ابوبكر فقال كيف
انت يا حنظلة، قلت نافق حنظلة قال
سبحان الله ما تقول، قلت نكون
عند رسول الله صلى الله عليه وسلم
يذكرنا بالجنة والنار كانا رأي العين
فاذا خرجنا من عند رسول الله صلى
الله عليه وسلم عافسنا الازواج والاولاد
والضيعات نسينا كثيرا قال ابو بكر
فوالله انا لنلقى مثل هذا، فانطلقت انا
وابوبكر حتى دخلت على رسول الله صلى
الله عليه وسلم فقلت نافق حنظلة يا

مسلوں ہونے کے سبب تمام چیزوں کی معرفت ساقط ہو جانے
اور قلب کی غیب اور فنا یہ ہے کہ غیر سے محبت رہے نہ
خوف، اور نفس کی غیبت اور فنا یہ ہے کہ شہوات نفس
ساقط ہو جائیں اور لذت حاصل کرنے سے باز رہے، اور
دوسرے کی مثال وہ ہے جو حضرت ابوبکر صدیق اور جلیل
القدر صحابہ نے فرمایا ہے طبیب نے مجھ کو مریض کر دیا اور
پہلے کی مثال یہ ہے کہ انصاری صحابی نے یک سایہ
دیکھی جس میں مشعلوں کی صورتیں تھیں اور وہ حدیث مروی ہے
کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے دو صحابی تب تاریک رات
چلے اور ان کے ساتھ دو چراغ سے آگے آگے چلتے تھے پس جب
وہ علیحدہ ہوئے تو ہر ایک کے ساتھ ایک ایک چراغ ہو
گیا یہاں تک کہ وہ اپنے گھر تک پہنچ گئے اور وہ حدیث جو
آیا ہے کہ جس شخص کے قبر کے پاس ایک نور دیکھتا ہے
پوچھتے ہیں حنظلہ اسیدی کا وہ قول ہے جو انہوں نے رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ آپ ہم کو جب دیکھتے
ہیں ہم کو جنت و نار کا حال بیان فرماتے ہیں،
گویا ہم ان کو آنکھوں سے دیکھنے لگتے ہیں پھر جب رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو بیوی،
بچوں اور مال و اسباب میں مصروف ہو جاتے ہیں اور بہت
سی باتیں بھول جاتے ہیں، حضرت ابوبکر نے فرمایا ہم کو بھی
ایسا حال ہمارا بھی ہوتا ہے پس میں اور حضرت ابوبکر
صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلے یہاں تک کہ
آپ کے پاس پہنچے تب میں نے عرض کیا
یا رسول اللہ حنظلہ تو منافق ہو گیا

سول الله قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
ذاك ؟ قلت يا رسول الله نكون عندك
رنا بالنار والجنة كانا رأى عين فاذا
جنا من عندك عافسنا الازواج والاولاد
ضيعات نسينا كثيرا فقال رسول الله
الله عليه وسلم والذي نفسي بيده لو تدومون
ما تكونون عندي وفي الذكر لصافحتكم
لائكة على فرشكم وفي طرقكم ولكن يا
ظلة ساعة وساعة ثلاث مرات فاشار
الله عليه وسلم الى ان الاحوال لا تدوم
ال ايضا ما رأى عبد الله بن عمر في رؤياه
الجنة والنار، ومنها الفراسة الصادقة
ظر الفطن بن الواقع، قال ابن عمر
سمعت عمر يقول لشئ قط اني لاظنه
الا كما يظن ؛

ومنها الرؤيا الصالحة يكون النبي عليه
سلم يعتني بتعبير رؤيا السالكين حتى روي
كان يجلس بعد صلاة الصبح ويقول من
ى منكم رؤيا فان لنصف احدكم عبر ما شاء
، واعني بالرؤيا الصالحة رؤية نبينا صلى
عليه وسلم في المنام، او رؤية الجنة او
او رؤية الصالحين والانبياء عليهم السلام
ؤية لمشاهد لمتبركة كبيت الله
ؤية الوقائع الاتية فتقع كما يرى او
ضبة على ما هي عليه او رؤية ما ينبغي
تقصيره بان يرى غضبه في صورة كلب
غضه او رؤية الانوار والطيبات من الارزاق
رب العسل والعسل والسمن او رؤية
لائكة، والله اعلم ؛

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیا بات ہے ؟ میں نے کہا، یا رسول اللہ ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں اور جنت و نار کا حال آپ ہم کو سناتے ہیں تو گویا ہم اس کو آنکھوں سے دیکھتے ہیں پھر جب آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو اہل و عیال اور مال و اسباب میں مشغول ہو جاتے ہیں اور بہت سی باتیں بھول جاتی ہیں تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم ہمیشہ اسی حالت پر رہو جو تمہاری میرے پاس ہوتی ہے اور ذکر کرنے کی وقت ہوتی ہے تو تمہارے بستروں پر اور راستوں میں تم سے فرشتے مصافحہ کیا کریں لیکن اے حنظلہ یہ بات کبھی کبھی ہوتی ہے آپ نے یہ تین مرتبہ فرمایا، پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ احوال قائم اور دائم نہیں رہتے، اور اس کی ایک مثال وہ بھی ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے خواب میں جنت و دوزخ کا معائنہ کیا تھا، اور از انجملہ فراست صادقہ اور گمان مطابق واقع ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرمایا جب میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کسی بارے میں یہ سنا کہ اس کی نسبت یہ گمان ہے تو وہ بات ان کے گمان کے مطابق ہی ہوتی تھی، اور از انجملہ خواب صالح ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سالکین کے خواب کی تعبیر دینے میں اہتمام فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ روایت ہے آپ نماز صبح کے بعد بیٹھ جاتے تھے اور پوچھتے تھے تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے پس اگر کوئی بیان کرتا تو جو خواب کو منظور ہوتا آپ تعبیر دیتے، اور صالح خواب سے مراد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا ہے یا جنت و نار کو دیکھنا ہے یا صالحین اور انبیا علیہم السلام کو دیکھنا ہے یا متبرک مقامات کو دیکھنا ہے جیسے خانہ کعبہ آئندہ کے رونما ہونے والے حوادث کو دیکھنا ہے کہ جس طرح وہ ان کو دیکھتا ہے اسی طرح وہ واقع ہوتے ہیں یا امور ماضیہ کو اسی طرح دیکھنا جس طرح ان کا وقوع ہوا ہے یا اس چیز کو دیکھنا ہے جو اس کی تقصیر کو ظاہر پر متنبہ کرتی ہے جیسے اپنے غصہ کو کتے کی شکل میں دیکھنا کہ اس کو کاٹتا ہے یا انوار اور جیسے کھانے پینے کو دیکھنا جیسے دودھ اور شہد اور مکھن کا پینا یا ملائکہ کو دیکھنا ہے، واللہ اعلم ؛

حدیث النفس، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
[illegible] لما تقدم من ذنبه وما تاخر
وهي بتولد من بين العقل لتنور بنور الايمان
والعمل الذي هو من مقامات القلب، قال
عبد الله عليه وسلم [illegible] من دان نفسه
وعمل لما بعد الموت، وقال عمر رضي الله
عنه، حاسبوا انفسكم قبل ان تحاسبوا
وزنوها قبل ان توزنوا وتزينوا للعرض الاكبر
على الله تعالى [illegible] لا يخفى
منكم خافية، والحياء حياءان حياء
الذي هو من مقامات النفس ويتولد
عن رؤية آلاء الله تعالى ومعرفة
عجزه عن القيام بحقه [illegible]
التقصير [illegible]
[illegible]
في الليل لتطهر [illegible] الله تعالى
[illegible]
[illegible]
لا تقصد ولا بلتفت [illegible] الا بالتعرض من

اور ان کا بڑا مقابلہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو
وسوسہ ہوتا ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس کے نفس میں وسوسہ ہے
تو اس کے سب پہلے گناہ بخش دیئے گئے اور ان کا بڑا مقابلہ
عقل منور ہو ایمان اور اس ارادہ کے مابین سے پیدا ہوتا ہے
قلب کا پہلا مقام ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وہ
شخص ہے جو اپنے نفس کو مطیع کرے اور موت کے بعد کے
عمل کرے"، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں
"اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے اپنے نفسوں سے حساب
لے لو اور پہلے اس سے کہ وزن کیا جائے تم اپنا وزن کر لو
اللہ تعالیٰ کے سامنے جو بڑی پیشی ہونے والی ہے اس کے لئے
ہو جاؤ جس روز کہ تم پیش کئے جاؤ گے تمہاری کوئی بات
اس پر مخفی نہ رہے گی"، اور ان کا بڑا حیاء ہے اور یہ حیاء اس
کا غیر ہے جو نفس کے مقامات سے ہے اللہ تعالیٰ کی عزت
اور دیکھنے سے یہ اس بات کے ملاحظہ کے کہ میں ادائے حق
سے عاجز ہوں اور اپنے آپ کو اس امر میں گرفتار ہوں پیدا ہوتی
ہے، عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں خدا سے حیا کرتے
ہوئے تاریک مکان میں غسل کرتا ہوں اور کپڑا لپیٹ لیتا ہوں
جو مقامات قلب سے متعلق ہیں ان میں پہلا مقام جمع ہے اور
معنی یہ ہیں کہ امر آخرت کی اس کے نزدیک مقصود اور مہتم بالشان
دیگر کے معاملات سب کی طرف میں ذیل ہوں ان کا نہ قصد کرتا ہو
ان کی طرف التفات ہو مگر بجز اس صورت کے کہ جس کے دور
[illegible] اور جمع اسی مقام کا نام ہے
[illegible] کرتے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ
فرمایا "جو شخص ایک گھڑی ایک فکر کرے یعنی آخرت کی فکر کرے
تو خدا تعالیٰ اس کی فکر سے کافی ہو جاتا ہے اور جس کو تفکر
ہوتے ہیں تو خدا تعالیٰ اس کی پروا نہیں کرتا کہ کس جنگل
ہلاک ہوا"
میں کہتا ہوں انسان کے ارادہ کو وجود کی کے دو دروازہ کو

[illegible] اور اس کا خلاصہ ہے کہ جب انسان کی تمام مرضیات حق کے

رضيات الحق كفاه الله تعالى ذا حصل جمع
همة و واظب على العبودية ظاهرا و باطنا
ى ذلك فى قلبه محبة الله و محبة رسوله
يزيد بالمحبة الايمان بان الله تعالى مالك
لك وان الرسول صادق مبعوث من قبله
الخلق فقط بل هى حالة شبيهة بحالة
طمأن بالنسبة الى الماء والجائع بالنسبة
الطعام، وتنشأ المحبة من امتلاء العقل
كر الله تعالى و تفكر فى جلاله وتوشح نور
يعلن من العقل الى القلب وتلقى القلب
ك النور بقوة مجبولة فيه، قال رسول
له صلى الله عليه وسلم ثلاث من كن فيه
جد حلاوة الايمان من كان الله ورسوله
ب اليه مما سولهما الحديث، وقول
الله عليه وسلم فى دعائه اللهم اجعل حبك
ب الى من نفسى وسمعى وبصرى واهلى
ى ومن الماء البارد، وقول عمر لانكون
ما حتى اكون احب اليك من نفسك
ال عمر والذى انزل عليك الكتاب
نت احب الى من نفسى التى بين جنبى
ال رسول الله صلى الله عليه وسلم
ان يا عمر تم ايمانك، وعن انس
ل سمعت رسول الله صلى الله عليه
سلم يقول لا يؤمن احدكم حتى
ون احب اليه من ولده ووالده
الناس اجمعين ؛

اقول اشار النبى صلى الله عليه وسلم
ان حقيقة المحبة غلبة نور اليقين
العقل ثم على القلب و النفس حتى يقوم

ناقص ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی ربوبیت میں اس کے لیے کافی ہے۔
ہے پس جب اس کی ہمت پختہ ہو جاتی ہے اور وہ ظاہر میں
اور باطن میں عبودیت پیدا کرتا ہے تو اس کے دل میں اللہ
ہوتا ہے کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی
محبت ہو جاتی ہے اور اس محبت صرف اس بات کے یقین میں کہ زیادتی
نہیں ہوتی کہ خدا تعالیٰ مالک ملک ہے اور اس کا رسول جو وہ
خدا تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی طرف مبعوث ہے بلکہ وہ محبت
ایسی حالت ہے جیسے پیاسے کو پانی کے ساتھ اور بھوکے کو
کھانے کے ساتھ ایک نسبت ہوتی ہے اور یہ محبت ذکر الٰہی سے
عقل کے پُر ہونے سے اور اس کے جلال میں فکر کرنے سے اور عقل کی
قلب کی طرف نور ایمان کے متوجہ ہونے سے اور قلب کے اس نور
کو بذریعہ اس قوت کے جو قلب کے اندر پیدا کی گئی ہے قبول کرنے
سے پیدا ہوتی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس
شخص کے اندر یہ تین چیزیں ہوں وہ ایمان کی لذت پا
ہے وہ شخص جس کو خدا اور اس کا رسول سب سے زیادہ پیارا ہو
الحدیث اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں کہا کہ
اللہ تعالیٰ تو اپنی محبت کو میرے [illegible]
اور بصر اور میرے مال اور میرے [illegible] سے زیادہ
عزیز کر دے اور اپنی محبت کر [illegible]
تجھ کو میری جان سے زیادہ محبوب نہ ہوں تو مجھ [illegible]
عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر [illegible] کی آپ میرے
اس جان سے زیادہ عزیز ہیں جو میرے دونوں پہلوؤں میں ہے تب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا [illegible]
ہوا اور حضرت انس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے تم میں سے کوئی شخص
ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کو اس کے والد اور اس کے
باپ اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں

میں کہتا ہوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible]
کہ محبت کی حقیقت لذت یقین کا [illegible]

مقام مشتهى القلب فى مجرى العادة من حب الولد والاهل والمال وحتى يقوم مقام مشتهى النفس من الماء البارد للنفس الى العطشان، فاذا كان كذلك فهو الحب الخاص الذى يحل من مقامات القلب قال صلى الله عليه وسلم من احب لقاء الله احب الله لقاءه ؛

قوله جعل النبى صلى الله عليه وسلم ميل المؤمن الى جناب الحق وتعطشه الى لقائه متحررا من سلب اسباب البدن وطلبه التخلص من مضايق الطبيعة الى فضاء القدس من حيث يتصل الى ما لا يوصف بالوصف علامة لصدق محبته قال الصديق رضى الله عنه من ذاق خالص محبة الله تعالى شغله ذلك عن طلب الدنيا وحشه عن جميع البشر

قول قوله هذا غاية فى الكشف عن اثار المحبة اذا تمت محبة المؤمن لربه اذ ذلك ان محبة الله له، وليس حقيقة محبة الله لعبده الا تعالى من العبد تعالى عن ذلك علوا كبيرا، ولكن حقيقتها المعاملة معه بما استعد له، فكما ان لشمس تسخن الجسد القابل اكثر من تسخينها لغيره وتعد الشمس واحد فى حقيقة ولكنه يتعدد بتعدد استعدادات القوابل . كذلك لله تعالى فيما يفيض عبده من جملة صفات تجلياته تعالى لهم، فمن اتصف منهم بالصفات الحسنة التى يدخل بها فى اعداد ميا

قلب کی ان خواہشوں کے قائم مقام ہو جاتی ہے جو قلب کو عادۃ مرغوب ہوتی ہیں جیسے اولاد اور بیوی اور مال کی محبت اور بدن کو دوسری خواہشات کے قائم مقام ہو جاتی ہے جیسے پیاسے کو پانی کی خواہش، پس جب ایسی حالت ہو جاتی ہے تو یہ وہ محبت خاص ہوتی ہے جو مقامات قلب سے تعلق رکھتی ہے جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص خدا تعالیٰ سے ملنا چاہتا ہے تو خدا تعالیٰ اس سے ملنا چاہتا ہے"۔

میں کہتا ہوں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی طرف مؤمن کے میلان کو اور جناب حق کے مقام کی طرف اس کے اشتیاق کو اور صفت کی قید سے متصل تر کی طرف جانے کے طالب ہونے کو جہاں وہ ایسی چیزوں سے متصل ہوتا ہے جو بیان میں نہیں آسکتیں اپنے رب کے ساتھ صدق اور محبت کی علامت گردانا ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ خالص محبت کا مزہ چکھ لیتا ہے تو وہ محبت طلب دنیا سے اس کو روک رہتی ہے اور تمام لوگوں سے اس کو نفرت دلاتی ہے۔

میں کہتا ہوں حضرت ابوبکرؓ کا یہ قول آثار محبت کا نہایت درجہ بیان ہے پس جب مومن کو اپنے رب سے پوری محبت ہو جاتی ہے تو خدا تعالیٰ کو اس سے محبت ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت جو بندہ سے ہوتی ہے اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ اللہ تعالیٰ بندہ سے متاثر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کہ سے بہت بلند و بالا ہے بلکہ اس محبت کی حقیقت اللہ تعالیٰ کا اس بندہ کے ساتھ وہ برتاؤ کرنا ہے جس کی وہ قابلیت رکھتا ہے پس جس طرح آفتاب کی تاثیر یہ ہے کہ وہ شفاف جسم کو بہ نسبت اور اجسام کے زیادہ گرم کرتا ہے حالانکہ آفتاب کا فعل حرارت برابر ہے لیکن اجسام کی استعداد کے مختلف ہونے کی وجہ سے اس کا فعل بھی مختلف ہو جاتا ہے اسی طرح خدا تعالیٰ کو اپنے بندوں کے افعال اور صفات کی وجہ سے ایک عنایت اور توجہ ہے پس جو شخص ان صفات رذیلہ سے متصف ہے جس کو انسان بہا

۴ بھی داخل ہو جاتا ہے

فعل ضوء الشمس الاحدیۃ فیہ مایناسب استعدادہ، ومن اتصف بالصفات الفاضلۃ التی یدخل بسببہا فی اعداد الملأ الاعلی فعل ضوء شمس الاحدیۃ فیہ نورا وضیاء حتی یصیر جوہرا من جواہر حظیرۃ القدس وانصب علیہ احکام الملأ الاعلی، فعند ذلک یقال احبہ اللہ لان اللہ تعالی فعل معہ فعل المحب بحبیبہ ویسمی العبد حینئذ ولیا، ثم محبۃ اللہ لہذا العبد تحدث فیہ احوالا بینہ النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ثم بیان، فمنہا نزول القبول لہ فی الملأ الاعلی ثم فی الارض. قال صلے اللہ علیہ وسلم اذا احب اللہ تعالی عبدا نادی جبریل انی احب فلانا فاحبہ فیحبہ جبریل، ثم ینادی جبریل فی السموات ان اللہ تعالی احب فلانا فاحبوہ فیحبہ اہل السموت ثم یوضع لہ القبول فی الارض ؛

اقول اذا توجہت العنایۃ الالہیۃ الی محبۃ ہذا العبد انعکست محبتہ الی الملأ الاعلی بمنزلۃ انعکاس ضوء الشمس فی المرایا العقیلۃ، ثم انہم الملأ السافل محبتہ، ثم من استحق بذلک من اہل الارض کما تنشرب الارض الرخوۃ الندی من برکۃ الماء، ومنہا خذلان اعدائہ، قال صلے اللہ علیہ وسلم عن ربہ تبارک وتعالی من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب ؛

اقول اذا انعکست محبتہ فی مرایا

تو آفتاب، حدیث کی روشنی اس کی استعداد کے مناسب اس میں عمل کرتی ہے، اور جو شخص ان صفات حمیدہ سے موصوف ہے جو انسان کو ملاء اعلیٰ میں داخل کرا دیتے ہیں تو آفتاب احدیت کی روشنی دل میں وہ نور اور ضیاء پیدا کر دیتی ہے جس سے وہ منجملہ جواہر حظیرۃ القدس کے ایک جوہر ہو جاتا ہے اور اس پر ملاء اعلیٰ کے احکام جاری ہوتے ہیں۔ اس وقت کہا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس سے محبت کی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے وہ برتاؤ کیا جو محب اپنے محبوب سے کرتا ہے اور اس وقت اس بندہ کو ولی کہا جاتا ہے پھر خدا تعالیٰ کی محبت اس بندہ میں چند حالت پیدا کرتی ہے جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرمایا ہے، ازانجملہ یہ ہے کہ وہ شخص ملاء اعلیٰ میں پھر زمین میں مقبول ہو جاتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل علیہ السلام کو ندا فرماتا ہے کہ میں فلاں بندہ کو دوست رکھتا ہوں تم بھی اس کو دوست رکھو پھر جبرئیل بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر تمام آسمان والے پھر جبرئیل ندا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو دوست رکھتا ہے پس تم بھی اس کو دوست رکھو پس تمام آسمان والے سب دوست رکھتے ہیں پھر اس کی قبولیت زمین میں ہو جاتی ہے

میں کہتا ہوں جب عنایت الٰہیہ اس بندہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو ملاء اعلیٰ کی طرف اس کی محبت منعکس ہوتی ہے جس طرح آفتاب کی شعاعیں شفاف آئینوں میں منعکس ہوتی ہیں پھر ملاء اعلیٰ کو اس کی محبت کا القاء ہوتا ہے پھر ان دلوں میں سے جس میں اس بات کی قابلیت ہوتی ہے اس کے دل میں اس کی محبت کا القاء ہوتا ہے جس طرح [illegible] پانی کے جذب کرنے کی چوکس ہے، اور اس انجذاب کے دو نمونوں کا سو ہونا ہے چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے "جس نے میرے ولی سے عداوت کی میں اس کو اعلان جنگ کر دیتا ہوں"

میں کہتا ہوں جب بندہ کی محبت ملاء اعلیٰ کے نفوس میں

نفوس الملأ الاعلى ثم خلق لها مخالف من
اهل الارض احست الملأ الاعلى بثلث
المخالفة كما يحس احدنا حرارة الجمرة
اذا وقعت قدمه عليها، فخرجت من
نفوسهم اشعة تحيط بهذا المخالف
من قبيل النفرة والشذوذ فعند
ذلك يخذل ويصبح عبسه ويهجر ملأ
لسافل واهل الارض ان يسيئوا اليه
وذلك حربه تعالى اياه ؛

ومنها اجابة سؤاله واعاذته مما
استعاذ منه، قال صلى الله عليه وسلم
عن ربه تبارك وتعالى وان سألني
لاعطينه ولئن استعاذني لاعيذنه؛
اقول وبه التوفيق في حظيرة
القدس حيث يفضي بالحوادث قدرة
واستعاذته يرتقي هناك ويكون سببا
لتنزل القضاء، وفي آثار الصحابة شئ
كثير من باب استجابة الدعاء، من
جملة ذلك ما وقع لسعد حين دعا
على ابي سعدة اللهم ان كان عبدك هذا
كاذبا قام رياء او سمعة فاطل عمره
واطل فقره وعرضه للفتن وكان كما
قال، وما وقع لسعيد حين دعا على
اروى بنت اويس اللهم ان كانت كاذبة
فاعم بصرها واقتلها في ارضها فكان
كما قال، ومنها فناؤه عن نفسه و
بقاؤه بالحق، وهو المعبر عنه عند
الصوفية بغلبة كون الحق على كون
العبد، قال صلى الله عليه وسلم عن ربه

جو چیز لاعیبوں کے ہیں منعکس ہوتی ہے پھر اہل زمین میں سے کوئی
شخص اس کی مخالفت کرتا ہے تو ملاء اعلیٰ اس مخالفت کو
محسوس کر لیتے ہیں جس طرح ہم میں سے کوئی شخص انگارے
کی حرارت محسوس کر لیتا ہے جبکہ اس کا قدم اس پر پڑ جاتا ہے
پس ان کے نفوس سے ایک شعاع از قبیل نفرت و عداوت
نکل کر اس مخالف کو گھیر لیتی ہے اس وقت میں وہ شخص ذلیل
و خوار ہو جاتا ہے اور زمانہ، جس پر تنگ ہو جاتی ہے اور
ملاء سافل اور اہل زمین کے دلوں میں اس بات کا القاء
ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ بری طرح پیش آئیں پس اس کی
اللہ تعالیٰ کی لڑائی کے یہی معنی ہیں،

اور از انجملہ یہ ہے کہ اس شخص کی دعا قبول کی جاتی ہے
اور جس سے وہ پناہ مانگتا ہے اس سے اس کو پناہ دیجاتی
ہے جیسا کہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا
"اگر میرا بندہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اس کو ضرور دیتا ہوں اور
اگر پناہ مانگتا ہے تو میں اس کو ضرور پناہ دیتا ہوں"
میں کہتا ہوں، اس کی وجہ جس شخص کا حظیرۃ القدس میں
داخل ہو جانا ہے جہاں سے حوادث کا حکم دیا جاتا ہے پس اس
شخص کی دعا اور پناہ کی درخواست حظیرۃ القدس کیطرف
چڑھتی ہے، اور قضاء الٰہی کے نازل ہونیکا سبب ہوتی ہے، صحابہ کے
آثار میں استجابت دعا کے باب میں بہت کچھ منقول ہے از انجملہ
یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت سعدؓ نے ابو سعدہ پر یہ بددعا کی کہ اے اللہ تو
اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہو ریا اور سمعہ کیلئے کھڑا ہوا ہے تو اسکی عمر دراز
کر دے اسکی غربت کو زیادہ کر اور اس پر فتنے ڈال دے، پس جیسا انہوں
نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا، اور ایک دفعہ حضرت سعید نے اروی بنت اویس
پر یہ بددعا کی کہ اے اللہ تعالیٰ اگر یہ جھوٹی ہو تو اسکی آنکھیں اندھی
کر دے اور اسی کی زمین میں اس کو موت دے، پس جیسا انہوں نے
کہا تھا ویسا ہی ہوا، اور از انجملہ فنا ہے نفس سے فانی ہونا اور حق کیساتھ
باقی رہنا ہے اور اسی کو صوفیہ غلبہ وجود حق بر وجود عبد کہتے ہیں
نبی صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں

تبارك و تعالى وما يزال عبدى يتقرب الى بالنوافل حتى احبه فاذا احببته كنت سمعه الذى يسمع به وبصره الذى يبصر به ويده التى يبطش بها ؛

اقول اذا غشى نور الله نفس هذا العبد من جهة قوته العملية المنبثة فى بدنه وخلت شعبة من هذا النور فى جميع قواه فحينئذ هنالك بركات لم تكن تعهد فى مجرى العادة تعد ذلك ينسب الفعل الى الحق بمعنى من معانى النسبة كما قال تعالى فلم تقتلوهم ولكن الله قتلهم وما رميت اذ رميت ولكن الله رمى، ومنها تنبيه الله تعالى اياه بالمؤاخذة على ترك بعض الاداب ويقبول الرجوع منه الى الادب كما وقع للصديق حين غاضب ضيافة فحمله ان ذلك من الشيطان فواجع الامر المعروف فبورك فى طعامه، ومن مقامات القلب مقامان يختصان بالتفوس المتشبهة بالانبياء عليهم الصلوات والتسليمات ينعكسان عليها كما ينعكس ضوء القمر على مرآة موضوعة بازاء كوة مفتوحة، ثم ينعكس ضوؤها على الجدران والارض وهما مرتبة الصديقية فى المعدنية لان ذينك تستقران فى القوة العقلية من نفوسهم وهذا الى القوة الحسية المنبجسة من القلب، وهما مقاما الشهيد والحوارى والفرق بينهما ان الشهيد تقبل نفسه غضبا وشدة

"میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا تقرب حاصل کرتا جاتا ہے یہانتک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں پس جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کی وہ شنوائی ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اسکی وہ بینائی ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور وہ ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے"

میں کہتا ہوں جب بندہ کو یہ سبب اس کی قوت عملیہ کے جو اس کے بدن میں ہے نور الٰہی ڈھانک لیتا ہے تو اس نور کا ایک شعبہ اس تمام قوی میں داخل ہو جاتا ہے پھر ان قوی میں ایسی برکات پیدا ہو جاتی ہیں جو عادۃً نہیں ہوتیں ایسے وقت میں وہ فعل ایک خاص نسبت کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف منسوب ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "پس تم نے ان کو قتل نہیں کیا لیکن خدا تعالیٰ نے ان کو قتل کیا اور تو نے جب پھینکا تو وہ تو نے نہیں پھینکا لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکا" اور ازانجملہ یہ بات ہے کہ بعض آداب کے ترک پر مواخذہ کر کے اور ادب کی طرف توجہ کے رجوع کو قبول فرما کر اس کو متنبہ کر دیتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق کو پیش آیا جبکہ انہوں نے اپنے مہمانوں کو ناخوش کر دیا پھر ان کو معلوم ہوا کہ یہ فعل شیطان کی طرف سے ہے تب انہوں نے امر معروف کی طرف رجوع کیا پس ان کے کھانے میں برکت دی گئی

اور منجملہ مقامات قلب کے دو مقام اور ہیں یہ مقام ان نفوس کے ساتھ خاص ہوتے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ شابہ ہوتے ہیں ان دونوں مقامات کا عکس ان نفوس پر اس طرح پڑتا ہے جس طرح آفتاب کا عکس کسی آئینہ پر پڑتا ہے جو ایک کھلے ہوئے [illegible] اور [illegible] آئینہ کا عکس دیوار [illegible] اور محدثیت کے [illegible] کہ صدیقیت اور محدثیت کا محل ان کے نفوس کی قوت عقلیہ ہوتی ہے اور ان کا محل قوت حسیہ ہوتی ہے جو قلب سے ہوتی ہے اور [illegible] مقام [illegible] فرق [illegible] اور

على الكفار ونصرة الذين من موطن من
مواطن الملكوت هيأ الحق فيه ارادة
الانتقام من العصاة ينزل من هنالك
على الرسول ليكون الرسول جارحة من
جوارح الحق في ذلك فتقبل نفوسهم من
هذا كما ذكرنا في الحديثية . وحواري
من خلصت محبته للرسول وطالت
صحبته معه او اتصلت قرابته به فاوجب
ذلك انحكاس نصرة دين الله من قلب
النبي على قلبه . قال الله تعالى يا ايها
الذين امنوا كونوا انصار الله كما قال
عيسى بن مريم للحواريين من انصاري
الى الله قال الحواريون نحن انصار الله
فامنت طائفة الآية وقد نظر النبي
صلى الله عليه وسلم بعين بصيرته الى حواري
والشهيد والحواري اثنا عشر ، منهم
الاربعين ، ومنهم الرفيق ، ومنهم النجيب . والنجيب
وقد نوه النبي صلى الله وسلم في حق
الصحابة بشيء كثير من هذه المعاني . عن
علي رضي الله عنه قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم ان لكل نبي سبعة نجباء وزراء
اعطيت انا اربعة عشر رجلا من هم قال
انا وابناي ، وجعفر ، وحمزة ، وابوبكر وعمر
ومصعب بن عمير وبلال ، وسلمان
عمار وعبد الله بن مسعود ، وابوذر
المقداد ، وذو الدين يكون الرسول عليكم
شهيدا وكونوا شهداء على الناس وقال صلى
الله عليه وسلم انت اخذنا منها عليك نبي او
صديق او شهيد

وہی کی مدد کو ملائکہ کے مقامات میں سے کسی مقام سے قبول
کر لیتا ہے جس میں حق تعالیٰ نے ماؤں کو سے انتقام لینے
کا ارادہ پیدا کیا ہے اور وہ مقام ایسا ہے کہ رسول پر اس ارادہ کا
نزول ہوتا ہے تاکہ وہ رسول اس انتقام میں خدا تعالیٰ کی
اسباب میں سے ایک سبب ہو پس ان لوگوں کے نفوس ایسے
مقام سے اس ارادہ کو قبول کر لیتے ہیں جیسا کہ حدیثیہ میں ہم
نے ذکر کیا ہے، اور حواری وہ شخص ہے جس کو رسول سے
خاص محبت ہو اور بہت دراز تک رسول کی صحبت میں
رہا ہو یا رسول کے ساتھ اس کی قرابت قریبہ ہو پس خدا تعالیٰ
کے دل سے اس کے دل پر نصرت دین کا انعکاس کرتا ہے، اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے اے ایمان والو خدا کے مددگار ہو جاؤ جس طرح
عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہا اللہ تعالیٰ کی طرف میرے
مددگار کون ہیں، حواری بولے ہم خدا کے مددگار ہیں پس
ایک گروہ ایمان لایا الآیہ، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے
حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حواری ہونے کی بشارت دی
ہے اور شہید اور حواری کی چند قسمیں اور شعبے ہیں ایک ان میں
سے امین ہے اور ایک رفیق ہے اور ایک نجیب ہے اور ایک
نقیب ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے فضائل میں
ان امور میں سے بہت کچھ ذکر فرمایا ہے حضرت علی رضی اللہ
عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
ہر نبی کے لیے سات نجیب وزیر ہوئے ہیں اور مجھ کو چودہ
دیے گئے ہیں ہم نے عرض کیا وہ کون ہیں تو حضرت علی نے
فرمایا میں اور میرے دو بیٹے، اور حضرت حمزہ اور ابوبکر اور
عمر اور مصعب بن عمیر اور بلال اور سلمان اور عمار اور عبد اللہ
بن مسعود اور ابوذر اور مقداد اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تاکہ
رسول تم لوگوں پر گواہ ہو اور تم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اے عمر تجھ کو خدا نہ چھوڑے کیونکہ تیرے اوپر ایک نبی یا صدیق یا شہید
اللہ ہے انت اخذنا منها عليك نبي او
صديق او شهيد ۞

ومن احوال القلب السُّكر، وهو ان يغلب نور الايمان فى العقل، ثم فى القلب حتى تفوته مصالح الدنيا وحتى يحب ما لا يحبه الانسان فى مجرى طبيعته فيكون شبيها بالسكران المتغير عن سنن عقله وعادته كما قال ابو الدرداء احب الموت اشتياقا لربى واحب المرض مكفر الخطيئتى واحب الفقر تواضعا لربى، وكما يؤثر عن ابى ذر من كراهته للسمان بطبعه وشأنه الغنى والثروة مثل كراهية الامور المستقذرة، وليس فى مجرى العادة البشرية حب هذا القبيل وكراهية ذلك القبيل، ولكنها غلب عليهما اليقين حتى خرجا من مجرى العادة

ومن احوال القلب الغلبة، والغلبة غلبتان، غلبة داعية منبعثة من قلب المؤمن حين خالطه نور الايمان نطرق طفحة متولدة من ذلك النور ومن جبلة القلب فصارت داعية وخاطرا لا يستطيع الامساك عن موجبها وافقت مقصود الشرع اولا، وذلك لان الشرع يحيط بمقاصد كثيرة لا يحيط بها قلب هذا المؤمن فربما ينقاد قلبه لرحمة مثلا وقد نهى الشرع عنها فى بعض المواضع، قال تعالى ولا تأخذكم بهما رأفة فى دين الله وربما ينقاد قلبه للبغض وقد قصد الشرع اللطف مثل اهل الذمة، ومثال هذه الغلبة ما جاء فى حديث عن ابى لبابة بن المنذر حين استشار قريظة ما استنزلهم النبى صلى الله عليه وسلم على حكم سعد بن معاذ فاشار بيده الى حلقه انه الذبح، ثم ندم على ذلك وعلم انه قد خان الله و

اور من جملہ احوال قلب کے ایک سُکر ہے اور وہ یہ ہے کہ نور ایمان عقل پر پھر قلب میں نازل ہو جائے حتی کہ وہ کاروبار دنیا سے جاتا رہے، اور ان چیزوں کو پسند کرنے لگے جنکو انسان بمجرائے طبیعت کے اعتبار سے ناپسند کرتا ہے۔ پس وہ شخص اس شخص کے مشابہ ہوتا ہے جو نشہ کی حالت میں عقل وعادت کے طریقوں سے بدلا ہوا ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو الدرداء نے کہا تھا کہ میں موت کو خدا تعالیٰ کے شوق ملاقات کی وجہ سے محبوب رکھتا ہوں اور مرض کو اسلئے محبوب رکھتا ہوں کہ میرے گناہوں کا کفارہ ہو جاوے اور مفلسی کو اسلئے پسند کرتا ہوں کہ اس سے خدا تعالیٰ کے ساتھ انکسار پیدا ہو۔ اور حضرت ابوذر کی نسبت مروی ہے کہ وہ اپنی طبیعت سے مال ودولت اور دولتمندوں کو ایسا ناپسند کرتے تھے جیسا کہ لوگ بدبودار چیزوں سے نفرت کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ باتیں بشر کی طبیعت میں نہ تھیں کہ ایسی چیزوں کو ناپسند کرے اور ان چیزوں سے نفرت کرے لیکن ان دونوں اصحاب پر یقین صدرجہ کا غالب تھا جس نے انکو خدا کے ساتھ باہر کر دیا تھا۔

اور منجملہ احوال قلب کے ایک غلبہ ہے، اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک غلبہ داعیہ ہے جو قلب مومن میں اس وقت پیدا ہوتا ہے جب اس میں نور ایمان مخلوط ہوتا ہے اور اس سے وہ جھلک ہے اخلاق میں جو اس نور اور حسنت قلبی کے ملنے سے پیدا ہوتے ہیں پس وہ ایک ایسا داعیہ رتصد ہو جاتے ہیں جنکے مقتضی سے انسان رک نہیں سکتا حالانکہ یہ مقصود شرع کے موافق ہوتا ہے اور اس کیوجہ یہ ہے کہ شرع بہت سے ایسے مقاصد کو محیط ہے جنکو قلب مومن محیط نہیں۔ پس کبھی مومن کا قلب کسی رحم پر مجبور ہوتا ہے حالانکہ بعض مواضع میں شرع سے حکم ممنوع ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، تم کو نہ پکڑے ان دونوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کے دین میں کچھ مہربانی اور یہ اس وقت، جبکہ کامل طور پر مجبور ہوتا ہے، حالانکہ شرع کو وہاں پہنچنا مقصود ہوتا ہے جیسا کہ کفار اہل ذمہ پر رحم کرنا اس قبیل مثال سے ہے جو حدیث میں ہے کہ سعد بن معاذ کے حکم سے ہی بنو قریظہ کو قتل کیا جانا تھا جب سعد بن معاذ نے بنو قریظہ کو اپنا حلیف پایا تو ابو لبابہ نے جو بنو

رسوله فانطلق على وجهه حتى ارتبا نفسه
في المسجد على عمد من عمده، وقال لا ابرح مكاني
هذا حتى يتوب الله تعالى مما صنعت، وعن عمر
غلبت عليه حمية الاسلام حين اعترض على
رسول الله صلى الله عليه وسلم لما ان اراد
ان يصالح المشركين عام الحديبية فوثب حتى
اتى ابا بكر رضي الله تعالى عنه، فقال له يا ابا بكر رسول
الله صلى الله عليه وسلم، قال بلى قال السنا
بالمسلمين، قال بلى، قال اليسوا بالمشركين، قال
بلى، قال فعلام نعطي الدنية في ديننا، فقال ابو بكر
[illegible] الله ورسوله
[illegible] حتى اتى رسول الله صلى الله
عليه وسلم، وقال له مثل ما قال لابي بكر، وجاب
النبي صلى الله عليه وسلم كما اجاب ابو بكر رضي
الله عنه حتى قال انا عبد الله ورسوله لن
اخالف امره ولن يضيعني، قال وكان عمر
يقول فما زلت اصوم واتصدق واعتق واصلي
من الذي صنعت يومئذ مخافة كلامي الذي
تكلمت به حتى رجوت ان يكون خيرا، وعن
ابي طيبة الجراح حين حجم النبي صلى الله عليه
وسلم فشاربه ودمه وذلك محظور في الشريعة
ولكنه فعله في حال الغلبة فعلم النبي صلى
الله عليه وسلم وقال له قد احتظرت بحظار
من النار وغلبة خوفي اجل من هذا واتم
وهي غلبة داعية الهيبة تنزل على قلبه فلا
يستطيع الامساك عن موجبها، وحقيقة هذه
الغلبة فيضان عجائبي من بعض المعادن
القدسية على قوته الحسية دون القوة العقلية
تنضبط في اذان النفس متشبثة بفنون الادب

کو علوم پر اشارہ کیا جس سے دفع ہونے کی طرف اشارہ ہے پھر وہ اس
بات سے نادم ہوئے، اور انکو یقین ہو گیا کہ میں نے خدا تعالیٰ اور اسکے
رسول کی خیانت کی ہے پھر وہ اسی حال میں پڑے رہے حتی کہ انہوں نے اپنے کو
مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ اور یہ کہا کہ میں اپنی اس جگہ سے
اس وقت تک نہ ہٹونگا جبتک خدا تعالیٰ اس گناہ کے بارے میں میری
توبہ قبول نہ کریگا اور حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ ان پر حمیت اسلام کی
غالب ہوئی کہ جبکہ نبی صلعم نے حدیبیہ کے سال مشرکین سے مصالحت کرنی چاہی
تو اسوقت نبی صلعم پر اعتراض کرنے اور بگڑ پڑے، یہاں تک کہ حضرت ابوبکر
صدیق کے پاس تشریف لاکر کہنے لگے کہ یا صلعم خدا کے رسول ہیں
انہوں نے فرمایا ہاں ہیں، پھر حضرت عمرؓ نے کہا کیا ہم مسلمان نہیں ہیں
نے فرمایا ہاں ہیں، پھر رسول نے کیا وہ مشرک نہیں ہیں
ہاں ہیں۔ انہوں نے کہا پس کس واسطے ہم اپنے دین میں ذلت قبول
کریں، تب ابوبکر نے فرمایا، اے عمر! رسول اللہ صلعم کی نافرمانی کی
پنے اوپر لازم پکڑیں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں
حضرت عمرؓ برابر یہ حالت غالب ہی، یہاں تک کہ رسول اللہ کی خدمت میں
حاضر ہو کر وہی عرض کیا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے عرض کیا تھا اور
صلعم نے حضرت عمرؓ کو وہی جواب دیا جو حضرت ابوبکرؓ نے دیا تھا
یہاں تک کہ نبی صلعم کو یہ کہنا پڑا کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول
ہوں میں اسکے حکم کی کبھی مخالفت نہیں کرونگا، اور وہ مجھ کو ہرگز ضائع
نہیں کریگا، راوی کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں اس روز کے
کلام اور جو شک سے ذکر بہتیرا اس کے کفارہ میں روزے رکھتا رہا صدقہ
دیتا رہا، آزاد کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا اس کی امید ہوئی، اور ابو طیبہ
حجام کے حق میں ہے کہ جب ہون نے نبی صلعم کے پچھنے لگائے تو یہ خون
انہوں نے پی لیا حالانکہ شرعاً خون کا پینا ممنوع ہے لیکن یہ
غلبہ کی حالت میں ہوا۔ اور نبی صلعم نے انکا مقدمہ نہیں فرمایا، اور یہ
فرمایا تو نے آگ سے بہت بچاؤ اور روک کر لیا، اور ایک مقدار ہے
جو اس غلبہ سے زیادہ سبیل المقدار اور زیادہ کامل ہے، اور وہ جو
ن کا غلبہ ہر جزو من کے قلب پر طاری ہوتی ہے پس اسکے مقتضی
چیز کو روکنا ممکن نہیں ہے، اور اس غلبہ کی حقیقت بعض

علیہم الصلوٰۃ والسلام اذا استعدت لفیضان علم الٰہی، ان سبقت القوۃ العقلیۃ منہا علی القوۃ العملیۃ کان ذلک العلم المفاض فراسۃ والہاما، وان سبقت القوۃ العملیۃ منہا علی القوۃ العقلیۃ کان ذلک العلم المفاض عزما واقبالا او نفرۃ وانجذابا، مثال ما روی فی قصۃ بدر من ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لجّ فی الدعاء حتی قال لہ ابوبکرؓ حسبک فقد الححت علی ربک وہو یثب فی الدرع وہو یقول سیہزم الجمع ویولون الدبر، فمن ان الصدیق القی فی قلبہ داعیۃ الٰہیۃ تزہدہ فی الالحاح وترغبہ فی لکف عنہ فعرف النبی صلی اللہ علیہ وسلم بفراستہ انہا داعیۃ حق فخرج مستبشرا بنصرۃ اللہ تعالیٰ الخ الآیۃ، ومثالہ ایضا ما روی فی قصۃ موت عبد اللہ بن ابی حین اراد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یصلی علیہ بجبار من الارض فتحرک حتی قمت فی صدرہ وقلت یا رسول اللہ اتصلی علی ہذا وقد قال یوم کذا وکذا کذا وکذا یعدد ایامہ حتی قال تأخر عنی یا عمر انی خیرت فاخترت لو اعلم انی ان زدت علی السبعین یغفر لہ لزدت، ثم نزلت ہذہ الآیۃ ولا تصل علی احد منہم مات ابدا الآیۃ، فعجبت من جرأتی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلم، وقد بین عمر الفرق بین الخلتین احسن بیان، فقال فی الخلۃ الاولی فما زالت اصوم واتصدق واعتق الخ، وقال فی الثانیۃ فعجبت لی ولجرأتی، فانظر الفرق بین ہاتین الکلمتین، وبعضہا ایتار لطاعۃ اللہ تعالیٰ علی ما سواہا وطرد ما یعرفہا والنفرۃ عما یشغل عنہا کما فعل ابو طلحۃ الانصاری رضی اللہ عنہ

سے اسکی قوت عملیہ پر علم الٰہی کا فیضان ہوتا ہے۔ نہ قوت عقلیہ پر، اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو نفس انبیاء علیہم السلام کے نفوس سے مشابہت رکھتا ہے جب اسمیں علم الٰہی کے فیضان کی استعداد ہوتی ہے تو اگر اس کی قوت عقلیہ کو قوت عملیہ پر سبقت ہوتی ہے تو وہ علم جو اسپر فائض ہوتا ہے فراست اور الہام ہوتا ہے۔ اور اگر اسکی قوت عملیہ کو قوت عقلیہ پر سبقت ہوتی ہے تو وہ علم جو اس پر فائض ہوتا ہے تو وہ علم ارادہ واقبال یا نفرت ہوتا ہے۔ اسکی مثال وہ ہے جو بدر کے قصہ میں مروی ہے کہ نبی صلعم نے دعا میں نہایت مبالغہ کیا یہانتک کہ یہ کہا اے اللہ میں تجھ کو تیرا عہد اور وعدہ یاد دلاتا ہوں الٰہی! اگر تو چاہے تو تیری عبادت نہ کیجائے تب ابوبکرؓ نے آپکا ہاتھ تھام کر یہ کہا کہ بس کیجئے یا رسول اللہ آپ رسول اللہ صلعم آیت پڑھتے ہوئے خیمہ سے باہر نکلے عنقریب کفار کی جماعت کو شکست دیدی جائیگی، وہ پیٹھ پھیر دینگے۔ اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دل میں خدا کی طرف سے خواہش پیدا ہوئی کہ نبی صلعم کو الحاح سے روکیں اور اس سے باز رہنے کی رغبت دلائیں۔ اور نبی صلعم نے بھی اپنی فراست سے اس بات کو معلوم کرلیا کہ یہ خواہش خدا کی ہے۔ تب خدا تعالیٰ کی مدد سے فتح کے طالب ہوکر آپ گھر سے باہر نکلے۔ اور اسکی مثال وہ بھی ہے جو عبداللہ بن ابی کی موت کے بارے میں مروی ہے کہ جب نبی صلعم نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھنے کا ارادہ کیا۔ تو حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں لوٹ کر نبی صلعم کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم آپ اسکی نماز پڑھتے ہیں حالانکہ اسنے اسدن ایسا کہا تھا اور اسدن ایسا کہا تھا حتی کہ میں نے اسکے دنوں کو گنایا۔ آپ نے فرمایا اے عمر! میرے پاس سے ہٹ جاؤ مجھے اختیار دیا گیا ہے پس میں نے اس بات کو اختیار کیا اور اگر میں جانتا کہ اگر میں ستر سے زیادہ مرتبہ استغفار کرونگا تو اسکی مغفرت ہوجائیگی تو میں ستر سے زیادہ مرتبہ استغفار کرتا۔ پھر آپ پر یہ آیت نازل ہوئی انمیں سے کوئی مرجائے تو کبھی اسکی نماز پڑھو۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں مجھ کو اپنے اوپر اور نبی صلعم پر تعجب ہوا اپنی جرأت کرنے سے تعجب تھا، حالانکہ میں اللہ سے زیادہ واقف تھا، اور حضرت عمرؓ نے ان دونوں غلبوں کے درمیان فرق کو خوب اچھی طرح سے بیان کردیا ہے۔ پس غلبۂ اولی میں فرماتے ہیں میں روزے رکھتا رہا، صدقہ دیتا رہا اور آزاد کرتا رہا اور غلبۂ ثانیہ میں فرمایا کہ مجھے اپنے حال اور اپنی جرأت پر تعجب ہوا۔ پس ان دونوں کلمات میں جو فرق ہے اسکو دیکھنا چاہیئے۔ پس ان میں حمد خدا تعالیٰ کی طاعت

۱؎ ماسوا پر اختیار کرنا اور اسکے مواقع کا دور کرنا، اور ہر چیز میں اسکی طاعت الٰہی سے روکتی ہیں اللہ سے بیزار ہونا۔ منہ

فی حائطه فطرد نفسی و هفق یتردد و لا
یجد مخرجا من کثرة الاغصان و التفافها
فاعجبه ذلك فصار ذلك کفارة لما کان تصدق
بحائطه ؛

ومنها حلیة الخوف حتی یظهر لها زفیر و نعاد
لغرائص، وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی
بالليل ازیز کازیز المرجل وقال صلی اللہ علیہ
وسلم فی سبعة یظلهم اللہ تعالی فی ظله یوم
لا ظل الا ظله، ورجل ذکر اللہ تعالی خالیا ففاضت
عیناه، وقال لا یلج النار رجل بکی من خشیة
اللہ حتی یعود اللبن فی الضرع، وکان ابوبکر
رجلا بکاء لا یملك دمعه جید القرآن
وقال جبیر بن مطعم سمعت النبی صلی اللہ
علیه وسلم یقرء الطور حتی بلغ ام هم
الخالقون، فکأنما صدعت قلبی ؛

واما المقامات الحاصلة للنفس من بعد
تسلط نور الایمان علی القلب و تنوره
به فی جمیع [illegible]
فاولها ان ینزل نور الایمان من العقل
المستنور بالعقائد الحقة الی القلب فیرد
یجلی القلب فیتولد بینهما ازجر ینهر النفس
یزجرها عن الخائنات [illegible]
ینهر النفس و یرد علیها و یخذ تبلا بینهما فحر
یتولد بینهما العزم علی ترك المعاصی فی
المستقبل من الزمان فیقهر النفس فیحدث
محاسبة یاوامر الشرع و نواهیه
قال اللہ تبارك و تعالی
و اما من خاف مقام ربه و نهی
النفس عن الهوی فان الجنة هی المأوی

یہ [illegible] رہے تھے کہ اچانک ایک جنگلی کبوتر نر اور مادہ میں اڑ
دوسرے اڑنا شروع کیا اور درختوں کی ٹہنیاں رہنے گمان ہوتی
رہنے کو ہر جانیکا راستہ نہیں ملتا تھا بہت انکو بہت قلق معلوم
ہوں اور اس خیال میں انکو رکعتوں کی تعداد یاد نہیں رہی تو انہوں نے
اس باغ کو صدقہ کر دیا،

اور ازانجملہ غلبۂ خوف ہے جس کے سبب سے آدمی کو رونا آئے اور
اسکا بدن کانپنے لگے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب رات میں نماز
پڑھتے تھے تو آپ کے سینہ سے بہ سبب گریہ کے ہانڈی کے جوش کی
طرح آواز محسوس ہوتی تھی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سات
اشخاص کے بارے میں فرمایا جن کو خدا تعالیٰ اس روز اپنے سایہ
میں رکھے گا جس روز اس کے سایہ کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہوگا اور
وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کو تنہائی میں یاد کیا اور اس کی آنکھیں
بھر آئیں، اور آپ نے فرمایا "جو شخص خوف الٰہی سے رویا ہے وہ
آگ میں نہیں جائیگا جبتک کہ دودھ پستان میں لوٹ کر نہ آئے
اور حضرت ابوبکر صدیقؓ بہت رونے والے شخص تھے قرآن شریف
پڑھتے تھے تو انکی آنکھیں اپنے اختیار میں نہیں رہتی تھیں، جبیر بن مطعم
کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت پڑھتے سنا
ام خلقوا من غیر شیء ام هم الخالقون، اس کے سنتے
ہی میرا دل دہل گیا،

اور وہ مقامات جو نفس کو قوت ایمان کے اوپر غالب ہونے اور
اس کی صفات حسیہ کو صفات فاضلہ کے بدلنے کے اعتبار سے
حاصل ہوتے ہیں ان میں سے پہلا مقام یہ ہے کہ ایمان کا
نور جو عقائد حقہ منورہ سے حاصل ہو کر قلب پر آئے اور
حسن نبی کے ساتھ اتصال پیدا کرے جب ان سے ایک
زاجر پیدا ہو جو نفس کو سوء کے برا کام کی خواہشات سے روکے
پھر ان سے ایک ملامت پیدا ہو جو نفس کو مقہور کرے اور اس کو
اپنے قابو میں کرے اور اس کی باگیں پکڑے تاکہ ان کو زمانہ آئندہ
میں گناہ ترک کرنے کا عزم پیدا ہو اور وہ نفس مرتب ہو کر شروع
کرے اوامر و نواہی کی سزا اس کو مطمئن کرے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اور لیکن

اقول اما قول من خاف فبيان لاستنارة العقل بنور الايمان و نزول النور منه الى القلب وذلك لان الخوف له مبتدأ ومنتهى، فمبتدأه معرفة الخوف منه وسلطونه، وهذا محله العقل ومنتهاه فزع وقلق ودهش، وهذا محله القلب، واما قوله وهي النفس فبيان نزول النور المحاط لوكاسة القلب الى النفس وقهرها اياها وزجره لها ثم انقهارها وانجذابها تحت حكمه، ثم ينزل من العقل نور الايمان مرة اخرى ويزدوج بجبلة القلب فيتولد بينهما الالتجا الى الله، ويقضي ذلك الى الاستغفار والانابة، والاستغفار يفضي الى الصقالة، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان المؤمن اذا اذنب كانت نكتة سوداء في قلبه فان تاب و استغفر صقل قلبه فان زاد زادت حتى يعلو قلبه ذلك الران الذي ذكر الله تعالى كلا بل ران على قلوبهم ما كانوا يكسبون ؛

اقول اما النكتة السوداء فظهور ظلمة من الظلمات البهيمية واستنارة نور من الانوار الملكية، و اما الصقالة فضوء يقع على النفس من نور الايمان، واما الران فحجاب من الصفات البهيمية وكسوف الصفات الملكية زمانا، ثم يتكرر نزول نور الايمان ودفعه الهجس للنفساني فكلما هجس خاطر المعصية من النفس نزل نور الله نور قذف الباطل ومحاه، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ضرب الله مثلا صراطا مستقيما وعن جنبتي

جس شخص نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا اور نفس کو خواہش سے روکا پس بلاشبہ اس کا ٹھکانا جنت میں ہوگیا

میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کا یہ قول "من خاف" عقل کے نور ایمان کے ساتھ منور ہونے کا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خوف کے لئے ایک ابتدا ہے اور ایک انتہا ہے پس اس کی ابتدا خدا تعالیٰ کا خوف اور اس کے غلبہ کا معلوم کرنا ہے اور اس کا محل عقل ہے اور اس کی انتہا پریشانی اور اضطراب اور دہشت ہے اور اس کا محل قلب ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول "ونهى النفس" اس بات کا بیان ہے کہ یہ نور جو قوت قلب سے مخلوط ہے نفس کی طرف نازل ہوتا ہے اور اس پر غالب ہوتا ہے اور اس کو روکتا ہے پھر نفس اس کا فرمانبردار اور مطیع ہو جاتا ہے پھر عقل سے نور ایمان دوسری مرتبہ قلب کی طرف نازل ہوتا ہے اور جبلت قلب کے ساتھ اتصال پیدا کرتا ہے پھر ان دونوں سے خدا تعالیٰ کی طرف التجا پیدا ہوتی ہے اور وہ استغفار اور توجہ کا سبب بنتی ہے اور استغفار سے دل کے زنگ کی صفائی ہوتی ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ نقطہ ہو جاتا ہے پس اگر وہ توبہ اور استغفار کرتا ہے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر وہ گناہ کرتا ہے تو [illegible] ہو جاتی ہے یہاں تک کہ تمام دل پر غالب آجاتی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذکر فرمایا ہے کلا بل ران علی قلوبهم ما كانوا يكسبون ؛

[illegible]

الصراط سوى ان لهما ابواب مفتحة و على
الابواب الستور مرخاة و على راس الصراط
داع يقول استقيموا على الصراط ولا تعوجوا
وفوق ذلك داع يدعو كلما هم عبد ان يفتح
شيئا من تلك الابواب قال ويحك لا تفتحه
فانك ان تفتحه تلج . ثم تفسيره فاخبران
الصراط هو الاسلام وان الابواب المفتحة
محارم الله والله وان الستور المرخاة حدود
الله وان الداعي على راس الصراط هو واعظ الله في
قلب كل مؤمن ؛

اقول بين النبي صلى الله عليه وسلم
ان هناك داعيين داعيا على راس الصراط
وهو القرآن، والشريعة الا بزان يدعوان العباد
الى الصراط المستقيم يفسق و الحدود واسب
فوق راس الصراط مرقبة على جهنم
كما انذر به صلى الله عليه وسلم
المتبجس من القلب المتولد من بين
شعبة القلب وانور الذي فوق عليه من
العقل المستنير بنور القرآن
وهو بها لو لا ان رأى برهان ربه
التوبة وصار ملكا راسخة
الشمس

ایک مثال بیان فرمائی کہ ایک سیدھا راستہ ہے اور اس راستہ
کے دونوں جانب اور دیواریں ہیں جن میں کھلے ہوئے دروازے
ہیں اور ان دروازوں پر پردے لٹکے ہوئے ہیں اور اس راستہ
کے سر پر ایک پکارنے والا کہہ رہا ہے کہ راستہ پر سیدھے چلو
اور دائیں بائیں مڑو اور اس پکارنے والے کے اوپر ایک اور پکارنے
والا ہے جو کہ جب کوئی بندہ ان دروازوں میں سے کسی دروازہ
کو کھولنے کا قصد کرتا ہے تو وہ پکارتا ہے کہ تجھ پر افسوس ہے
تو اس دروازہ کو مت کھول اگر تو اس کو کھولے گا تو اس میں گھس جائے گا
پس یہ راستہ تو اللہ کی کتاب ہے اور دیواریں اللہ کی حدود ہیں
اور کھلے ہوئے دروازے اللہ کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں اور
راستہ کے سر پر جو پکارنے والا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے واعظ ہے
جو ہر مومن کے دل میں موجود ہے ؛

میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ
دو پکارنے والے ہیں ایک پکارنے والا راستہ پر ہے اور وہ قرآن کریم ہے
اور شریعت ہے جو بندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلا رہے ہیں اور
راستہ کے سر پر جو پکارنے والا ہے وہ واعظ اللہ ہے جو ہر مومن
کے دل میں موجود ہے ؛

[illegible]
[illegible]
[illegible]

رجلال الله لا يغيرها مغير سميت حيا
والحياء في اللغة انحجام للنفس
عما يعيبه الناس في العادة فنقل
الشرع الى ملكة راسخة في النفس
تمنع بها بين يدي الله كما يمنع
بالملح في الماء ولا يتقاعد بسببها للخواط
السائلة الى المخالفات ؛

قال صلے الله عليه وسلم الحياء
من الايمان . ثم فسر الحياء فقال
من استحيا من الله حق الحياء فليحفظ
الرأس وما وعى وليحفظ البطن وما
حوى وليذكر الموت والبلى ومن
اراد الاخرة ترك زينة الدنيا فمن
فعل ذلك فقد استحيا من الله حق
الحياء ؛

اقول قد يقال في العرف للانسان المحترس
عن بعض الافعال لضعف في جبلته او
خوف وقد يقال للرجل صاحب المروءة
يرتكب ما يفتضح لاجله وكلا
له حياء . وليسا من
الحياء في شيء . والحياء الذي
النبي صلے الله عليه وسلم
اراد بتعبيره
السبب الذي يجتنبه
الذي يلازمه في العادة
لمحفظ الراس الخ يجب
لمنجسة من ملكة الحياء
عن ترك المخالفات

کہ وہ ایسا انفعال پیدا ہوتا ہے جس کو کوئی تبدیل کرنیوالی
چیز بدل نہیں سکتی اور اس کا نام حیا ہے اور لغت میں عیب کے
معنی نفس کا ان چیزوں سے باز رہنا ہے جن کو لوگ عادۃً معیب
سمجھتے ہیں پھر شریعت نے لغت سے نقل کر کے حیا، اس ملکہ
کا نام رکھا ہے جو نفس کے اندر راسخ ہوتا ہے جس کی وجہ سے
انسان خدا تعالے کے سامنے اس طرح گھلتا ہے جس طرح نمک
پانی میں گھلتا ہے اور اس کی وجہ سے انسان ان خواطر کا پابند
نہیں ہوتا جو مخالف شرع چیزوں کی طرف مائل ہیں، نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا "حیا، ایمان ہے" پھر حیا، کی تفسیر کی اور
فرمایا جو شخص اللہ تعالے سے کامل حیا، کرتا ہے تو اس کو لازم
ہے کہ سر کو اور جو چیزیں سر کے اندر ہیں، ان کی حفاظت
کرے اور پیٹ کی، اور ان چیزوں کی جو اس کے اندر ہیں حفاظت کرے اور موت
اور جو ہونی کو یاد کرے اور جو آخرت کا ارادہ کرے وہ زینت دنیا کو ترک کر دے
پس جس نے ایسا کیا اس نے خدا تعالے سے حق حیا، کی ؛

میں کہتا ہوں عرف میں کبھی اس شخص کو جو اپنی ضعف
کی وجہ سے بعض افعال سے باز رہتا ہے حیادار کہدیتے ہیں
اور کبھی اس آدمی کو جو ایسی باتوں سے بچتا ہے جن سے
اس کا رب مناسب نہیں سمجھتا اور کبھی اس شخص کو جو اپنی
مروت کی وجہ سے ایسا کام کرتا ہے جس کی وجہ سے
وہ رسوا ہوتا ہے حالانکہ یہ سب حیا، نہیں ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جس
حیا، کا ارادہ کیا ہے اور جس کی تعبیر فرمائی ہے وہ ایسا سبب ہے
جو ہمیشہ لازم رہتا ہے اور اس کا سبب ان چیزوں کا بچانا ہے
جن کا لازم رہنا عادۃً ضروری ہے مثلاً سر کی حفاظت کرنا
اور پیٹ کی حفاظت کرنا اور ان چیزوں کی حفاظت کرنا جو
منجاسۃ سے ملکہ حیا، کے حصول کے سبب کو بیان کرنا ہے
اور ترک مخالفات کا جو اس کا ارادہ کرے یا کے، اس کے سبب کو
موت کا یاد رکھنا سبب ہے اور دنیا کی زینت کا ترک کرنا اس کے سبب

وقوله من اراد الاخرة بباب بجاورة الذى هو الزهد فان الحياء لا ينفك عن الزهد، فاذا تمكن الحياء من الانسان نزل نور الايمان الصافى خالطه جبلة القلب، ثم انشرح الصدر فصدها عن الشبهات، وهذا هو الورع، قال صلى الله عليه وآله وسلم الحلال بين والحرام بين وبينهما امور مشتبهات لا يعلمها كثير من الناس فمن اتقى الشبهات استبرأ لعرضه ودينه ومن وقع فى المشتبهات وقع فى الحرام وقال دع ما يريبك الى ما لا يريبك فان الصدق طمانينة وان الكذب ريبة، وقال لا يبلغ العبد ان يكون من المتقين حتى يدع ما لا بأس به حذرا لما به بأس ؛

اقول تتعارض فى المسئلة وجهان جيدان اباحة ووجه تحريمها فى اصل ما خذ المسئلة من الشريعة كحديثين متعارضين تاسيسا متخالفين، واما فى تطبيق صورة الحادثة بما تقرر فى الشريعة من حكمى الاباحة والتحريم فلا حرج فى اى الامرين، لعدم تبين الله [illegible] فيه فاذا تحقق نور من الايمان قلب صاحبه القلب، فكشف له حقيقة الاشياء قال بما يزيل به الحجاب الا ترى ان يصدها عما هو بسبيله، وخلى النفس فكها عن طلبه، قال صلى الله عليه وسلم من حسن اسلام المرء تركه ما لا يعنيه ؛

اقول كل شغل بما سوى الله نكتة

ہوتی ہیں جب حیا انسان کے اندر جڑ پکڑ جاتی ہے تو نور ایمان بھی عقل سے قلب پر نازل ہوتا ہے اور جبلت قلب کے ساتھ خلوط ہو جاتا ہے پھر نفس کی طرف اتر کر اس کو شبہات سے روک دیتا ہے اور اسی کو ورع کہتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان کے درمیان مشتبہ امور ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے پس جو شخص شبہات سے بچ گیا اس نے اپنی آبرو اور دین کو بچا لیا اور جو شبہات میں پڑا وہ حرام میں پڑ گیا" اور آپ نے فرمایا "شک والی چیز کو چھوڑ کر غیر شک والی چیز کو اختیار کر کیونکہ صدق اطمینان ہے اور کذب شک ہے" اور آپ نے فرمایا "بندہ متقین کے درجے کو نہیں پہنچتا جب تک کہ ان چیزوں کو جن میں کوئی مضائقہ نہیں ان چیزوں کے خوف سے جن میں مضائقہ ہے نہ چھوڑ دے"

میں کہتا ہوں کبھی ایک مسئلہ میں دو وجہ متعارض ہو جاتی ہیں ایک وجہ اباحت کی ہوتی ہے اور ایک وجہ تحریم کی، یا وہ ہے جیسے دو حدیثیں متعارض یا دو قیاس مخالف ہوتے ہیں، یا وہ تعارض حادثہ کی نسبت کے اس اباحت و تحریم کے حکم کے جو شریعت میں مقرر ہے مطابق کرنے میں ہوتا ہے پس ایسے وقت میں خدا تعالیٰ اور بندہ میں بغیر اس چیز کے ترک کرنے کے جس میں اشتباہ ہے بیں اس کے اختیار کرنے کے صفائی نہیں ہوتی، پس جب ورع پایا جاتا ہے تو نور ایمان بھی نازل ہوتا ہے جبلت قلب اس کو مخلوط ہو جاتی ہے پھر جو چیز حاجت کے ہیں اس پر منکشف ہو جاتی ہے کیونکہ وہ چیزیں اس کو مقصود اصل سے روکتی ہیں پھر نور نفس کی طرف نازل ہوتا ہے اور ایسی چیزوں کی طلب سے نفس کو باز رکھتا ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی خوبی اس میں ہے کہ بیفائدہ چیزوں کو چھوڑ دے۔ میں کہتا ہوں خدا تعالیٰ کے علاوہ ہر مشغل نفس

سوداء فی مزاۃ النفس لان مالا بد لہ منہ فی حیاتہ ذا کان بیبۃ البلاغ معفو عنہ واما سوی ذلک فوعظ اللہ فی قلب المؤمن یامر بالکف عنہ، قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الزھادۃ فی الدنیا لیست بتحریم الحلال ولا اضاعۃ المال ولکن الزھادۃ فی الدنیا ان لا تکون بما فی یدک اوثق منک بما فی ید اللہ، وان تکون لی ثواب المصیبۃ اذا انت اصبت بھا ارغب منک فیھا لو انھا ابقیت لک ۔

اقول قد یحصل للزاھد فی الدنیا غلبۃ تحملہ علی عقائد وافعال ما ھی محمودۃ فی الشرع فمالیس بمحمود، فبین النبی صلی اللہ علیہ وسلم من محال الزھد ما ھو محمود فی الشرع وما لیس بمحمود، فالرجل اذا انکشف علیہ قبح الاشتغال بالزاھد علی الحاجۃ فکرھہ کما یکرہ الاشیاء الحقارۃ بالطبع ربما یؤدیہ ذلک الی التعمق فیہ فیعتقد مؤاخذۃ اللہ علیہ فی صرح الشریعۃ وھذہ عقیدۃ باطلۃ لان الشرع نازل علی دستور الطبع البشریۃ، والزھد نوع انسلاخ عن الطبیعۃ البشریۃ وانما ذلک امر اللہ فی خاصۃ نفسہ تکمیلا لمقامہ ولیس بتکلیف شرعی، وربما یؤدیہ الی اضاعۃ المال والرمی بہ فی البحار والجبال، وھذہ غلبۃ لم یعتبرھا الشرع ولم یعتبرھا منصۃ لظھور احکام

آمیز پرسیدہ وعجب ہے بجز ان اشخاص کے جو زندگی میں ضروری ہیں جبکہ اس رت سے ان میں مشغول ہو کہ وہ منزل مقصود تک پہنچانے والی ہیں تو ان کے لئے سعی ہے اور ان کے علاوہ جتنی چیزیں ہیں تو اللہ تعالیٰ کا واعظ ہر مومن کے قلب میں ہوتا ہے ان سے منع کرتا ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کا زہد حلال کو حرام کرنے میں اور مال کو ضائع کرنے میں نہیں ہے بلکہ دنیا کا زہد یہ ہے کہ جو چیز تیرے ہاتھ میں ہے اس کا تجھ کو اس چیز سے زیادہ بھروسہ نہ ہو جو خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور یہ کہ جب تجھ کو کوئی مصیبت پہنچے تو اس مصیبت کے ثواب میں اگر وہ مصیبت تیرے لئے باقی رکھی جائے تو تجھ کو زیادہ رغبت ہو۔

میں کہتا ہوں زاہد کو کبھی دنیا میں ایک ایسا غلبہ حال ہوتا ہے جس سے وہ ان عقائد وافعال پر آمادہ ہوتا ہے جو شریعت میں محمود ہیں اور ان عقائد وافعال کو ترک کرتا ہے جو محمود نہیں ہیں پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے زہد کا موقع بیان کر دیا کہ یہ شریعت میں محمود ہے اور یہ غیر محمود ہے پس جب کسی شخص پر حاجت سے زیادہ چیزوں میں مشغول ہونے کی قباحت منکشف ہو جاتی ہے اور وہ ان چیزوں کو ایسا برا سمجھتا ہے جیسے اپنے مقتضاء طبع کے اعتبار سے عمر رسیدہ لوگ بعض اشیاء کو برا سمجھتا ہے تو بسا اوقات وہ شخص ان چیزوں میں تعمق کرتا ہے یہاں تک کہ اس کو اس بات کا اعتقاد ہو جاتا ہے کہ ظاہر شرع کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ اس سے مواخذہ کرے گا حالانکہ یہ عقیدہ باطل ہے کیونکہ شرع طبائع بشری کے دستور کے موافق نازل ہوئی ہے اور زہد ایک قسم کا طبیعت بشری سے الگ ہونا ہے اور وہ خاص اسکے نفس کے لئے بہ نظر اسکے مقام کی تکمیل کے حکم الٰہی ہے اور وہ تکلیف شرعی نہیں ہے اور کبھی کبھی وہ مال کے ضائع کرنے پر آمادہ کر دیتا ہے اور وہ دریاؤں اور پہاڑوں میں اس مال کو پھینک دیتا ہے اور یہ ایسا غلبہ ہے جس کو شریعت صحیح نہیں کہتی اور نہ ہی شرع نے اس غلبہ کو احکام شرع کے ظاہر ہونے کا سبب قرار دیا ہے کیونکہ شرع نے جس کو احکام شرع کے

الرهط بل لكل واحد منهم شغل يعنيه
شيئان احدهما الزاهد الذي يحصل
بعد فراغه في طلبه اعتمادا على ما وعد
الله من الثواب في الآخرة وفي كليهما الغنى لذي
من يعلم ان ما يفوته لنفسه ولا يتأسف
عليه ايما تأسف والصابرين انفقوا
واعلم ان النفس مجبولة على اتباع
الشهوات فلا تزال على ذلك الا ان يقهرها
نور الايمان وشوقول يوسف عليه
السلام وما ابرئ نفسي ان النفس لامارة
بالسوء الا ما رحم ربي فلا يزال المؤمن
يجاهد نفسه في هذه الخصلة يستفتي
قلبه والله يكفيه حتى راقبة نفسه تقف
في الله وتذكر جبلال الله وعظمته وما
اعد للمطيعين من الثواب والمعاصين من
العقاب فانفتح من قلبه وعقله خاطر
حق بان مع خاطر الباطل فتصور كان لم
يكن شيئا مذكورا الان يقذف بين
الخاطرين والمسئلة فيه غير قديمين وقد
بين النبي صلى الله عليه وسلم مثل
بين الخاطرين فقال خاطر من الحق
خاطر الباطل وهيهات نفس لدنية اذا
كانت مصممة متادبة باداب الدين
منورة بنور الايمان ويقين عرفت ان
من ذكرت عصمة بيته بما صورت
في هذه الخصلة والجود من مثل
جنتين من حديد احداهما سابغة تقي
الاخرى ضيقة قال صلى الله عليه وسلم

ظاہر ہونے کا مقام گردانا ہے وہ دو چیزوں میں ایک اور
کو جو حاجت سے زیادہ ہے اور اس شخص کو جو
حاصل نہیں ہوئی تو وہ شخص اس کے طلب کرنے کی
کوشش نہ کرے اللہ اس کے وعدہ ثواب پر اعتماد کرکے اور
دنیا میں جو تکلیف پہنچی آخرت میں اس کا ثواب ملنا، دوسرا
یہ ہے کہ جو چیز اس کے ہاتھ سے جاتی رہے تو اپنے دل کو اس
کے پیچھے نہ لگائے اور نہ اس پر افسوس کرے بلکہ اس وعدہ
الٰہی پر یقین کرے جو صابروں اور فقیروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
واضح ہو کہ نفس کی یہ جبلی بات ہے کہ وہ خواہشات کی پیروی
کرتا رہتا ہے یہانتک کہ نور ایمان اس میں ظاہر ہو جیسا کہ حضرت
یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں ہیں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا
بیشک نفس برائی کا حکم دیتا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے
پس مؤمن تمام عمر نور ایمانی کا نزول طلب کرنے میں نفس سے مجاہدہ
کرتا رہتا ہے پس جب کوئی نفسانی خواہش جوش میں آتی ہے تو
اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے جلال اور اس کی
عظمت کو اور فرمانبرداروں کے لئے ثواب اور نافرمانوں کے
لئے جو عذاب مقرر کیا ہے اس کو یاد کرتا ہے پس اس کے قلب
اور نفس سے یک بیک خیال حق پیدا ہوتا ہے جو باطل خیال کو دفع
دیتا ہے اور وہ باطل خیال گویا کبھی تھا ہی نہیں اور معدوم ہو جاتا
ہے مگر یہ کہ صاحب ہوش اس کے سرے سے غور کرنے والے ہیں
بڑا فرق ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دونوں خاطروں
کی باہم مختلف مثال دی خیال حق کا خیال باطل پر غلبہ اور نفس کا
حق کے لئے فرمانبردار ہونا جبکہ نفس مطمئنہ ہو اور اس عقل کے
آداب سے مؤدب ہو جو نور ایمانی سے منور ہو رہی ہے
اور نفس کا حق سے بغاوت کرنا اور اس سے سرکشی
اور جبکہ نفس امارہ سرکش ہو جائے اور حدود شرع
میں نہ رہے کی دو مثالوں کی مثال دیگر کہ ان میں سے
ایک ٹھیک ٹھیک اور دوسری تنگ ہے بیان فرمایا ہے
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخیل اور صدقہ دینے والے

مثل البخیل والمتصدق کمثل رجلین علیہما جبتان من حدید وقد اضطرت ایدیہما الی ثدیہما وتراقیہما فجعل المتصدق کلما تصدق بصدقۃ انبسطت عنہ وحتی تعفو اثرہ والبخیل کلما ہم بصدقۃ قلصت واخذ کل حلقۃ بمکانہا۔

اقول الرجل الذی اطمأنت نفسہ وجبت، وکسبا لخاطر الحق بمنک نفسہ، یظہر ہا ازل ما یرید وہو الرجل الذی عصت نفسہ وانت لخاطر الحق تروضہا بل ینبو، وتدبیر اللہ تعالی فی القرن الاعظم تنویر العقل سرور الدین وتوجہ علی النفس حیث قال ان الذین اتقوا اذا مسہم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ہم مبصرون۔

اقول الشیطان لیتشرف علی باطن الانسان من قبل کوۃ شہوۃ النفس فیدخل علیہ داعیۃ المعصیۃ فان تذکر جلال ربہ وخشع لہ تولد منہ نور فی العقل وہو الابصار ثم یتعدی الی القلب والنفس فیدفع داعیۃ ویطرد الشیطان وقال اللہ تعالی فی اولیاء الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ وہم المہتدون۔

اقول قولہ تعالی ان الذین اتقوا اشارۃ الی نزول خاطر الحق، وقول صاحب الشرع رحمۃ اشارۃ الی برکات یبصر بہا بصیرۃ من نور اللہ نفس وتشبہ

مثال ان دو شخصوں کی سی ہے جو لوہے کی زرہیں پہنے ہوئے ہیں اور ان دونوں نے ہاتھ سینے اور ٹخنے کی طرف جکڑے ہوئے ہیں پس صدقہ کرنے والا جب کچھ صدقہ کرتا ہے تو وہ زرہ پھیل جاتی ہے، اور بخیل جب صدقہ کرنے کا قصد کرتا ہے تو وہ زرہ تنگ ہو جاتی ہے اور ہر کڑی اپنی جگہ پکڑ لیتی ہے،

میں کہتا ہوں جس شخص کا نفس کسی طرح سے یا کسی طرح سے مطمئن ہو جاتا ہے تو خاطر حق ظاہر ہوتے ہی، اس کے نفس کا مالک ہو جاتا ہے اور [illegible] رغبت ہو جاتا ہے اور جس شخص کا نفس خاص اور [illegible] ہے تو خاطر حق [illegible] بلکہ اس سے دور ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے [illegible] میں حق کا نور بیان سے منور ہونے اور [illegible] کا نفس پر فیضان ہونے کو [illegible] فرمایا ہے، فرمایا ہے [illegible] لوگوں کی جب شیطان کی طرف سے پھرنے والی [illegible] ہوشیار ہو جاتے ہیں تو [illegible] ان کی بصیرت کھل جاتی ہے

میں کہتا ہوں شہوت نفس کے [illegible] باطن پر جھانکتا ہے اور [illegible] میں معصیت کی [illegible] پھر [illegible] بندہ جلال کو یاد کرکے ڈر جاتا ہے اس سے [illegible] پیدا ہوتا ہے [illegible] نور عقل اور بصارت ہے پس اس خواہش کو [illegible] اور نفس کی [illegible] پس [illegible] شیطان کو دفع کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے [illegible] اور خدا کی خوشنودی [illegible]

میں کہتا ہوں [illegible] کا قول [illegible] کے نزول خاطر حق کی طرف اشارہ ہے اور [illegible] کا قول [illegible] برکات کی طرف اشارہ ہے [illegible] نور اللہ سے بصیرت نفس [illegible]

بالملكوت، وقال تعالى ما اصاب من مصيبة الا باذن الله ومن يؤمن بالله يهد قلبه، اقول قول باذن الله اشارة الى معرفة القلب، وقوله ومن يؤمن بالله اشارة الى تردد الخاطر من العقل الى القلب والنفس، ومن احوال النفس الغيبة وهي ان تغيب عن شهواتها كما قال عامر ابن عبد الله ما ابالي امرأة رأيت ام حائطا وقيل للاوزاعي رأيتك اليوم في السوق، فقال افزرتاهم، ومن احوالها الحق، ومنها التعجب عن الاكل والشرب، ومنها الاعراض عن الشهوات، ومنها ان لا تغيب شيئا من الاشياء الا احبت نفسها الى جانب العقل ومتلاء العقل بنور الله تعالى، واجل من هذا واتم ان ينزل نور الله الى النفس فيقوم مقام الاكل والشرب، وهو قول صلى الله عليه وسلم اني لست كهيئتكم اني ابيت عند ربي يطعمني ويسقيني.

واعلم ان النفس متوسط بين العقل والنفس فقد ينسب اليه جميع المقامات او اكثرها اليه، وقد ورد على هذا الاستعمال آيات واحاديث كثيرة فلا تغفل عن هذه النكتة.

واعلم ان مدافعة نور الايمان لكل نوع من دواعي النفس البهيمية والقلب السبعي بيسر وقد يعسر، فمن يحب الله سبحانه ويسعى بسعي كل ذلك ووصفه في واحصل للعقل ملكة في انقاد الخواطر الحق منه وللنفس ملكة في قبول تلك

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور کوئی مصیبت نہیں پہنچتی مگر خدا تعالیٰ کے حکم سے اور جو شخص خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے خدا تعالیٰ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے" الآیہ۔

میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کا قول "باذن اللہ" تقدیر کی معرفت کی طرف اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول "ومن یؤمن باللہ" عقل سے قلب اور نفس کی طرف خاطر حق کے مائل ہونے کی طرف اشارہ ہے اور منجملہ احوال نفس کے غیبت ہے اور اس کے یہ معنی ہیں کہ نفس اپنی خواہشات سے غائب ہو جائے جیسا کہ عامر بن عبداللہ کہتے ہیں مجھے کچھ تو نہیں ہوا میں نے عورت کو دیکھا یا دیوار کو اور اوزاعی سے کسی نے کہا کہ ہم نے تمہاری بازار میں دیکھا انہوں نے فرمایا کیا وہ رستہ تھی؟ اور منجملہ احوال نفس کے کھانے پینے سے اس کا بے پروا ہو جانا ایک وقت تک جس میں عادۃً کھانے پینے کی بے خبر نہیں رہ سکتا اس وجہ سے کہ اس کا نفس عقل کی جانب متوجہ ہو گیا ہے اور اس کی عقل نور الٰہی سے لبریز ہو گئی ہے اور اس سے بڑھکر اور کامل یہ ہے کہ نور الٰہی نفس کی طرف نازل ہو کر کھانے اور پینے کے قائم مقام ہو جائے چنانچہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہاری مانند نہیں ہوں میرا پروردگار میرے پاس شب بسر کرتا ہوں وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے"

واضح ہو کہ قلب عقل اور نفس کے مابین ہے پس کبھی عقل کے طور پر جمیع مقامات یا اکثر مقامات کو قلب کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور اس استعمال پر آیات اور احادیث کثیرہ وارد ہیں پس اس نکتہ سے تو غافل نہیں ہونا چاہئے۔

اور واضح ہو کہ نفس میں اور قلب میں نور کی خواہش ہونا ان سب سے ہر قسم کی خواہش کے لئے نور ایمانی کا جذب ہونا ہے اسکا نام جذبہ ہوتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کا نام [illegible] فرمایا پس جب عقل کو خواطر حق کے رد قبول ہونے میں مدد اور نفس کو ان خواطر کے قبول کرنے میں مدد

عو حركان ذلك مقاما، فملكة مدافعة
اعية الجزع تسمى صبرا على المصيبة، و
ذا استقرت بالقلب، وملكة مدافعة
دعة والفزع تسمى جهادا وصبرا على
شجاعة، وملكة مدافعة داعية مخالفة
حدود الشريعة تسمى ظلما وميلا الى
عتداء، وهاتان تسميان تقوى وقد تطلق التقوى
على جميع مقامات مطلق الشدائد
على اعمال تنبعث منها بعض، وعلى
ن الاستعمال الاخير قوله تعالى هدى
متقين الذين يؤمنون بالغيب، وملكة
دافعة داعية الحرص تسمى عفة و
ملكة مدافعة داعية الجمود تسمى قناعة
وملكة مدافعة داعية الغضب تسمى حمية
فرة ومستقرها القلب، وملكة مدافعة
داعية شهوة البطن تسمى عفة، وملكة
دافعة داعية التشدق والبذاء تسمى
حتاء وحياء، وملكة مدافعة داعية
فلتة الظهور تسمى خمولا وملكة
دافعة داعية التلون في الحب والبغض
يرهما تسمى استقامة ودراء ذلك
ر كثيرة ولعل فيما ذكرنا تنبيها
دلالة على الاخلاق التي هي كتاب الله تعالى

حاصل ہوجاتا ہے تو اس کو ایک مقام کہا جاتا ہے پس پریشانی کو دفع کرنے کے ملکہ کا نام مصیبت پر صبر ہے اور اس کی جگہ قلب ہے اور اگر اس دراغت کے مدافعت کے ملکہ کا نام جہاد ہے اور صبر بہادری ہے، اور حد و شرع کی مخالفت کی خواہش کو دفع کرنے کے ملکہ کا نام تقویٰ ہے خواہ وہ مخالفت بطور کاہلی کے ہو، ان حدود کے اضداد کی طرف میلان کے اعتبار سے ہو، اور کبھی تقویٰ کا اطلاق لطائف ثلاثہ کے تمام مقامات پر ہوتا ہے اور کبھی اعمال پر بھی ہوتا ہے جو ان مقامات سے پیدا ہوتے ہیں، اور اسی تفسیر کے موجب اللہ تعالیٰ کی یہ آیت ہے۔ هدى للمتقين الذين يؤمنون بالغيب۔ اور غصہ کی خواہش کو دفع کرنے کے ملکہ کا نام تحمل اور حلم ہے اور شہوت کی خواہش کو دفع کرنے کے ملکہ کا نام عفت ہے اور [illegible] خواہش کو دفع کرنے کے ملکہ کا نام صمت اور سکوت ہے اور غلبہ کی خواہش کو دفع کرنے کے ملکہ کا نام تحمل ہے اور تحمت وعدت وغیرہ میں تلون کی خواہش کو دفع کرنے کے ملکہ کا نام استقامت ہے اور ان کے علاوہ بہت سی خوبیاں ہیں جن کو ان مذکورہ اقسام کے ماتحت داخل کیا جاسکتا ہے، انشاء اللہ تعالیٰ اس سبب کی وجہ سے اس کتاب کے فن خلق میں رکھے گئے ہیں۔

رزق کے اسباب کا بیان

من الاسباب المتيسرة للرزق

[illegible] ان يجعل الله تعالى [illegible] في الارض وانبت فيها [illegible] ليتوصل بها الى [illegible] وقعت بتيسير الله تعالى [illegible] ان حكم الله على [illegible] لمحرك ان يتحرك [illegible]

اللہ تعالیٰ نے جو [illegible] روزی زمین میں مقرر کی اور زمین کی چیزوں سے [illegible] کرکے نفع حاصل کرنے [illegible] ہوا اس وقت اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہوا کہ کسی شخص کا دوسرے

الانسان صاحبه فيما اختص به لسبق يد اليه، او يد مورثه او وجه من الوجوه المعتبرة عندهم الا بمبادلة او تراض معتد على علم من غير غبن ليس وركوب غرر، وايضا لما كان الناس مدنيين بالطبع لا تستقيم معايشهم الا بتعاون بينهم نزل الاستيناء بايجاب التعاون وان يخلو احد منهم لم يدخل في التمدن الا عند حاجة يجد منها بد، وايضا فاصل التسبب حيازة الاموال المباحة اذا استثناء ما اختص به بما يستتم من الاموال المباحة كالتلصص بالرعي، او الزراعة باصلاح الارض وسقي الماء، ويشترط في ذلك ان لا يضيق بعضهم على بعض بحيث يفضي الى فساد، ثم الاستيناء في اموال الناس بمعونة في المعاش يتعذر او يتعسر استقامة حال المدينة بدونها كالذي يجلب التجارة من بلد الى بلد ويعتنى بحفظ جلبات الى اجل معلوم او ييسر لبيع وعمل، او يصلح مال الناس بايجاد صفة موضية فيه، امثال ذلك، فان كان الاستيناء فيما لا يمس الحاجة داخلا في الاصل كالرعي وحفر الآبار يشبه الاغتصاب كالزراعة فان المقاس يضطر الى التزام ما لا بد منه ولا يأبى ولا يرضاه ورضا في حقيقة الامر من العقود المرضية ولا الاسباب الصالحة وانما هو باطل وسحت بامر حكمه الذي بنته قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من احيا ارضا ميتة فهي له

شخص سے اس چیز میں مزاحم ہونا جو اس کے ساتھ خاص ہو
ہے بلزام ہے خواہ وہ استحقاق اس بنا پر ہو کہ وہ دوسروں سے پیشتر
شخص نے یا اس کے مورث نے اس چیز پر قبضہ کیا ہے یا کسی اور
وجہ سے ہو جسکا لوگوں میں اعتبار ہے بجز تبادلہ یا باہمی رضامندی کے
جسکی خبر ہو اور اس میں کوئی مکر و فریب نہ ہو، اور چونکہ انسان
بطبع کرانکی زندگی خیر باہمی تعاون کو قائم نہیں ہوتی اسی واسطے اللہ
کا یہ تعاون کے جذبے کا حکم نازل ہوا اور کوئی شخص
سے جس کو تمدن میں دخل ہے بغیر حاجت ضروری کے خالی نہ رہے
اور نیز اصل ذریعہ اموال مباحہ کو قبضہ میں کرنا یا اموال مباحہ
کی مدد سے اپنی مخصوص چیز سے نفع حاصل کرنا ہے جیسے چرا گاہ
کی نسل کو بڑھانا اور زمین کی اصلاح کرنے اور پانی دینے سے کھیتی کرنا
اس میں یہ شرط ہے کہ کوئی شخص کسی پر تنگی نہ کرے جس سے تمدن میں
لازم آئے پھر لوگوں کے اموال کا معاش میں مدد کرنے کے لئے
اسی چیز سے جس کے بغیر شہر کی حالت کا قائم رہنا یا قوی تر
یا درست ہونا ہے مثلاً ایک شخص مال تجارت ایک جگہ
دوسرے شہر میں لیجاتا ہے اور ایک مدت معلوم تک
اس لیجانے کی حفاظت کی مسئلت بھیلتا ہے، یا ایک شخص
اپنی کوشش اور عمل سے دلان کرتا ہے یا مال کے اندر ایک
صفت پیدا کرکے لوگوں کے مال کی اصلاح کرتا ہے اور
اس طرح پس اگر مال میں زیادتی ہو سا ایسے کام کے ذریعہ
جس کو لوگوں کی معاونت میں دخل نہیں ہے جیسے قمار بازی
یا جوا یا رضامندی نہ ہے جو زبردستی کے ساتھ
ہو جیسے سود چونکہ ناخدرست آدمی مجبور ہو کر ایسی چیز کو اپنے
لازم کر لیتا ہے جس کا اختیار نہیں کرتا اور اس کی رضامندی
حقیقت میں رضامندی نہیں ہوتی پس معقود علیہ معقود
میں داخل نہیں ہے بلکہ اصل حقیقت مدینہ کے اعتبار سے باطل
باطل اور حرام ہیں۔ جس کو اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جس نے بے آباد زمین کو آباد کیا پس وہ اسی کی ہے

اقول لاصل فيه ما ذكرناه ان الكل
ان الله ليس فيه حق لاحد في الحقيقة
لكن الله تعالى لما اباح لهم الانتفاع
الارض وما فيها وقعت المشاحة فكان
حكم حينئذ ان يكون احد احق بما سبق
يه من غير مضارة، فالارض الميتة التي
ست في البلد ولا في قربه اذا عمرها
جل فقد سبقت يده اليها من
ير مضارة فمن حكمه ان يكون
ها، والارض كلها في الحقيقة بمنزلة
سجد او رباط جعل وقفا على ابناء السبيل
هم شركاء فيه ليقدم الاسبق فالاسبق
عنى الملك في حق الآدمي كونه احق
لانتفاع من غيره ؛

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
دي الارض لله ثم لرسوله ثم هي لكم مني
ها ان عادي الارض هي التي باد عنها
لها ولم يبق من يديها بخاصم
ها ويحتج بسبيق يد مورثه عليه فاذا
ت الارض على هذه الصفة فقط
ه ملك الآدميين وخلصت لملك الله
كمها حكم بالمحيي فقد لما ذكرنا من
نى الحديث ؛

قال صلى الله عليه وسلم لا حمى الا لله
سوله، اقول لما كان الحمى تضييقا على
س وضررا عليهم واضرارا بهم
ما استثنى الرسول لانه اعطاه الله
يزان وعصمه من ان يفرط منه ما لا
ر، وقد ذكرنا ان الامور التي مبناها

میں کہتا ہوں اس میں اصل وہ بات ہے جس کی طرف
ہم اشارہ کر چکے ہیں کہ سب اللہ تعالیٰ کا مال ہے اور درحقیقت
اس میں کسی کا حق نہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ نے زمین کی چیزوں
سے نفع حاصل کرنے کی اباحت کی تو باہم جھگڑا پیدا ہوا پس اس
وقت یہ حکم ہوا کہ جس نے کسی کو ملاحظہ پہنچائے کسی چیز پر قبضہ
کر لیا ہے اس چیز میں کوئی اس سے تعرض نہ کرے پس بنجر زمین
جو نہ شہر میں ہے اور نہ شہر کے آس پاس ہے پس جب کوئی شخص اس
کو آباد کرے گا تو بغرض کسی کو مدد پہنچانے کے سبب سے پیشتر وہ اس پر
قابض ہوا پس اس کا حکم یہ ہے کہ کوئی شخص اس سے اس زمین
کو نہ چھینے اور تمام زمین اور حقیقت بمنزلہ مسجد یا مسافر کے ہے
جو سب فردوں کے لئے وقف ہے، اور وہ سب اس میں شریک ہیں
پس جو پہلے ہے وہی زیادہ حقدار ہے، اور آدمی کے حق میں ملک
کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے کی بہ نسبت وہ نفع حاصل کرنے کا
زیادہ حقدار ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قدیم زمین اللہ اور اس
کے رسول کی ہے پھر وہ میری طرف سے تمہارے لئے ہے"
واضح ہو کہ عادی زمین اس زمین کو کہتے ہیں جس کے
باشندے ہلاک ہو گئے ہوں اور اب کوئی مدعی اور حقدار نہ ہو
کہ اپنے مورث کے پیشتر قبضہ کے ساتھ دعوی کرنے والا باقی
نہ رہا ہو پس جو زمین ایسی ہیں ان سے بنی آدم کی ملکیت تو
ہو گئی اور وہ خاص اللہ تعالیٰ کی ملک ہو گئیں اور ان کا حکم
اس وجہ سے جو ملک کے معنی میں ہم بیان کر چکے ہیں اس زمین
کا سا ہے جو کسی آباد دیہ کے پاس ہو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حمی اللہ
تعالیٰ اور اس کے رسول کے چراگاہ کسی کی نہیں"
میں کہتا ہوں چونکہ گھاس کے روکنے میں لوگوں پر تنگی اور ان
پر ظلم اور ان کا نقصان ہے اس لئے آپ نے اس سے منع فرمایا اور رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے اس لئے مستثنیٰ کئے گئے کہ اللہ تعالیٰ
نے آپ کو میزان عدل عطا فرمائی تھی اور اس بات سے آپ
کو محفوظ رکھا تھا کہ کوئی ناجائز بات آپ سے صادر ہو، ہم بیان کر چکے ہیں

على المكان الخالية بستثنى منه النبي صلى
الله عليه وسلم، وان لامور التي مبناها
على تهذيب النفس وما يشبه ذلك
فالامر لازم فيها للنبي وغيره سواء قضى
صلى الله عليه وآله وسلم في سيل
المرفق ان يمسك حتى يبلغ الكعبين
ثم يرسل الاعلى على الاسفل، وفي قصة
محمد بن مسلمة الزبير رضي الله عنه سق يا
زبير ثم احبس حتى يرجع الى الجدر ثم ارسل
الماء الى جارك؛

اقول الاصل فيه انه لما توجه الناس
في شئ مباح حقوق مترتبة وجب ان
يراعى الترتيب في قدر ما يحصل لكل
واحد فائدة هي ادنى ما يعتد بها في ذلك
لو لم يقدم الاقرب كان فيه التحكم و
المضارة ولو لم يستوف الاول ثم الاول
الفائدة لم يحصل الحق، فلهذا الاصل
قضى ان يمسك حتى يبلغ الكعبين وهو
قريب من قوله الى الجدر لانه اول حد
بلوغ الجدر وانما يكون تبين متصاص
الارض من غير ان يصادم الجدار واقطع
صلى الله عليه وسلم الابيض بن حمال
المأربي الملح الذي بمأرب، يقبل الماء
اذا قطعت له لماء العد قال فرجعه منه،

اقول لا شك ان معدن الظاهر
الذي لا يحتاج الى كثير عمل انتفاع به
لواحد من المسلمين اضرارا بهم وتضييق
عليهم، وسئل صلى الله عليه وسلم عن
اللقطة فقال اعرف عفاصها ووكاءها

جس امر کا جس کا ان غالب پر ہے ان سے جن کو اللہ علیہ وسلم نے
ہیں اسی طرح امور کا بھی ہے جو ہیں جن کا مشابہ امور ہیں
امور نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور دوسروں پر برابر لازم ہیں
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مجرور کے بارے میں یہ فیصلہ فرمایا کہ اس کو
دیوار تک پانی کو روکے رکھے یہاں تک کہ ٹخنوں تک پہنچ جائے چر دوسرے
والا پہلے والے کے لئے چھوڑ دے، اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ
کی خصومت کے قصہ میں یہ فیصلہ فرمایا کہ زبیر تو پانی
دے پھر اس کو روکے رکھے یہاں تک کہ پانی دیوار کی جڑ تک
پہنچ جائے پھر اپنے پڑوسی کی طرف پانی کو چھوڑ دے"

میں کہتا ہوں اس میں اصل یہ ہے کہ جب ایک مباح
چیز میں لوگوں کے حقوق یکے بعد دیگرے متعلق ہوئے تو
ضروری ہوا کہ ہر شخص کے لئے کم از کم معتد بہ فائدہ حاصل ہو
کی مقدار میں بھی ترتیب کی رعایت کی جائے کیونکہ اگر قریب
کو مقدم نہ کیا جائیگا تو یہ اس کے حق میں زبردستی اور
مزاحمت سمجھی جائیگی اور اگر دوسرے درجہ کے شخص پورا فائدہ حاصل
نہ کر سکا تو اس کا حق حاصل نہیں ہوگا پس اس قاعدہ کے
موافق آپ نے پانی کے روکنے کا حکم دیا یہاں تک کہ وہ ٹخنوں
تک پہنچ جائے اور یہ بن جائے اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے قریب
ہے کہ پانی دیوار کی جڑ تک پہنچ جائے کیونکہ وہ دیوار تک پہنچنے
شروع حد ہے، اور ٹخنوں تک پہنچنے سے پہلے پہلے اس کو زمین جذب
کر سکتی ہے اور پانی دیوار کی جڑ تک نہیں پہنچ سکتا، اور ایک قوم
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض بن حمال مأربی کو نمک جو مأرب میں
دیا دیا پس کسی نے آپ سے عرض کیا کہ آپ نے تو اسکو ایک چشمہ
دیدیا، راوی کہتا ہے کہ پھر آپ نے اس سے واپس لے لیا

میں کہتا ہوں اس میں شک نہیں کہ جس کھلی ہوئی کان
زیادہ منتفت نہ ہو اس کو مسلمانوں میں سے کسی ایک کو عطا
کر دینا دیگر مسلمانوں کو ضرر پہنچانا اور ان پر تنگی کرنا ہے کسی
نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گری ہوئی چیز کے بارے میں
کیا آپ نے فرمایا" اسکے ظرف اور اس کے دہانہ کو

ثم عرفها سنة فان جاء صاحبها والا فشانك بها، قال فضالة الغنم؟ قال هي لك او لاخيك او للذئب، قال فضالة الابل؟ قال مالك ولها معها سقاؤها وحذاؤها ترد الماء وتاكل الشجر حتى يلقاها ربها، وقال جابر رضي الله عنه رخص لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم في العصا والسوط والحبل واشباهه يلتقطه الرجل ينتفع به،

اقول اعلم ان حكم اللقطة مستنبط من تلك الكلية التي ذكرناها فما استغنى عنه صاحبه ولا يرجع اليه بعد ما فارقه وهو التافه يجوز تملكه اذا ظن ان المالك غاب ولم يرجع وامتنع عوده اليه لانه رجع الى مال الله وصار مباحا، واما ما كان له بال يطلب ويرجع له الطالب فيجب تعريفه على ما جرت العادة بتعريف مثله حتى يظن ان مالكه لم يرجع، ويستحب التقاط مثل الغلام لانه يضيع ان لم يلتقط، ويكره التقاط مثل الابل،

واعلم انه يجب في كل مبادلة من اشياء عاقدين وعوضين، والشئ الذي يكون مظنة ظاهرة لرضا العاقدين بالمبادلة، وشئ يكون قاطعا لمنازعتهما موجبا للعقد عليهما، ويشترط في العاقدين كونهما حرين عاقلين يعرفان النفع والضرر ويباشران العقد على بصيرة وتثبت، وفي العوضين كونهما مما لا ينتفع به ويرغب فيه ويشح به غير مباح ولا ملاقائدة معتدا بها فيه والا لم يكن

شناخت کرے پھر ایک برس تک اس کو لوگوں میں مشہور کرے پس اگر اس کا مالک آجائے تو بہتر ہے ورنہ پھر اپنے کام میں لاوے، سائل نے عرض کیا کہ گم شدہ بکری کا کیا حکم ہے، آپ نے فرمایا وہ تیرے لئے ہے یا تیرے بھائی مسلمان کے لئے ہے یا بھیڑیے کے لئے ہے پھر اس نے عرض کیا کہ گم شدہ اونٹ کا کیا حکم ہے، آپ نے فرمایا تجھ کو اس سے کیا کام ہے اس کے ساتھ اس کی مشک اور اس کے قدم ہیں پانی پیئے گا اور گھاس کھائیگا یہاں تک کہ اس کا مالک اسکو پائے گا، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کی لکڑی اور کوڑے اور رسی اور انکے مثل چیزوں کی اجازت دی ہے کہ کوئی شخص ان کو اٹھا کر نفع حاصل کر سکتا ہے،

میں کہتا ہوں واضح ہو کہ پڑی ہوئی چیز کا حکم اسی قاعدہ کلیہ سے مستنبط ہے جس کو ہم ذکر کر چکے ہیں پس جن چیزوں سے ان کا مالک مستغنی ہو اور ان کے گم ہونے کے بعد وہ لوٹ کر نہ آئے یعنی حقیر چیز ہو تو اس کا مالک بننا جائز ہے بشرطیکہ گمان ہو کہ اسکا مالک وہاں موجود نہیں ہے اور وہ لوٹ کر وہاں واپس نہیں سکتا کیونکہ وہ چیز خدا تعالیٰ کا مال ہو کر مباح ہو گئی اور جو چیز کسی قدر قیمتی ہے جسکو انسان ڈھونڈتا ہے اور غائب اس کی تلاش میں واپس آتا ہے تو ایسی چیز کا اعلان کرنا جس قدر مدت تک ایسی چیز کے اعلان کرنے کا دستور ہو واجب ہے یہاں تک کہ اسکے مالک کو واپس نہ آنیکا گمان غالب ہو جائے اور بکری جیسی چیزوں کا پکڑ لینا مستحب ہے کیونکہ اگر اس کو نہ پکڑا تو وہ ضائع ہو جائیگی اور اونٹ جیسی چیز کو پکڑنا مکروہ ہے،

واضح ہو کہ ہر مبادلہ میں چند چیزوں کا ہونا ضروری ہے ایک تو عاقدین اور عوضین دوسرا اس چیز کا ہونا جس سے عاقدین کے مبادلہ کرنے سے ضائع ہونے کا گمان غالب ہوتا ہے اور اس چیز کا ہونا بھی ضروری ہے جو انکی منازعت کو قطع کرنیوالی اور عاقدین پر عقد کو لازم کرنے والی ہوتی ہے اور عاقدین میں یہ شرط ہے کہ وہ دونوں آزاد ہوں، عاقل ہوں، نفع نقصان کو پہچانتے ہوں اور اس عقد کو سمجھ بوجھ کے ساتھ اور ثبات کے ساتھ عمل میں لانیوالے ہوں، اور عوضین میں شرط ہے کہ

۱؎ دونوں مال قابل تملک اور قابل رغبت ہوں اور وہ مال ان چیزوں سے نہ ہوں جو ہر شخص کیلئے مباح ہیں اور نہ ان چیزوں سے

معاشر عباد الله لخلقه وكان عبثا او موعيا فيه فائدة ضمنية لا يذكر هاتى لظاهر وهذا احدى المفاسد لان صاحبها على شرف ان لا يجد ما يريده فيسكت على خيبة او يخاصم بغير حق توجه له عند الناس وفيما يعرف به رضا العاقدين ان يكون مراد المحالوا خذ به على عيون الناس ولا يستطيع ان يحيف الا بحجة عليه، وضح الاشياء فى مثل ذلك العبارة. اللسان ثم استعاضى يوجه لا يبقى فيه ريب قال رسول الله صلى الله عليه وسلم المتبايعان كل واحد منهما بالخيار على صاحبه ما لم يتفرقا الا بيع الخيار۔

اقول اعلم انه لابد من قاطع يميز حق كل واحد من صاحبه ويرفع خيارهما فى رد البيع، ولولا ذلك لاضر احدهما بصاحبه ولتوقف كل من التصرف فيما بيده خوفا ان يستقيلها الاخر، وههنا شئ اخر وهو اللفظ المعبر عن رضا العاقدين بالعقد وعزمها عليه، ولا جائز ان يجعل لفظ ذلك لان مثل هذه الالفاظ يستعمل عند التراوض والمساومة اذ لا يمكن ان يتراوضا الا باظهار الجزم بهذا القدر، وايضا فان العامة فى مثل هذا تشتاق الرغبة من تلويحهم وتعرق بين لفظ ولفظ حرج عظيم وكذلك التعاطى فانه لابد لكل واحد ان يأخذ ما يطلبه على انه يشتريه ليتأمل فيه ويتأمل، والفرق بين اخذ

جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لئے مقرر فرمایا ہے اور وہ عقد عبث ہو جائے گا اور نہ اس عقد میں ضمنی فائدہ کی رعایت ہو (شغل سودا جس کو ظاہر میں ذکر نہیں کیا جاتا اور یہ بھی مفاسد سے ایک فساد ہے کیونکہ اس عقد کا کرنے والا اس خیال میں ہوتا ہے کہ جس چیز کا اس نے ارادہ کیا وہ اس کو نہ ملے گی پس وہ مایوسی کے ساتھ سکوت کرتا ہے یا بغیر کسی حق کے جو لوگوں کے ساتھ متعلق ہوا ہو وہ شخص جھگڑا کرتا ہے، اور جس چیز سے عاقدین کی رضامندی پائی جاتی ہے اس میں یہ شرط ہے کہ وہ واضح امر ہو جس سے اس کا اخذ کیا جا سکے اور وہ شخص بلا دلیل قائم کئے ظلم نہ کر سکے، اس باب میں سب سے زیادہ واضح چیز زبان سے صاف بیان کرنا ہے پھر اس طرح سے لین دین کرنا جس میں شک باقی نہ رہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بائع اور مشتری میں سے ہر ایک کو دوسرے پر اختیار ہے جبتک وہ دونوں جدا نہ ہوں سوائے بیع خیار کے"۔

میں کہتا ہوں واضح ہو کہ ایک ایسے امر کا ہونا ضرور ہے جو ایک کے حق کو دوسرے کے حق سے جدا کرے اور بیع کے رد کرنے میں ان دونوں کے اختیار کو دور کر دے کیونکہ اگر ایسا امر نہ پایا جائے گا تو ایک دوسرے کو نقصان پہنچا سکتا ہے اور اس قبضہ میں آئی ہوئی چیز میں تصرف کرنے سے ہر شخص متردد رہیگا، اس خوف سے کہ اس بیع کو دوسرا شخص فسخ نہ کر دے، اور اس جگہ ایک امر ہے یعنی وہ لفظ بھی ضروری ہے جس سے عاقدین کی اس عقد سے رضامندی اور ان کے تصمیم کا بیان ہو اور یہ درست نہیں ہے کہ لفظ کو قاطع قرار دیا جائے کیونکہ ایسے الفاظ ترغیب دلانے اور ترخ کرنے کے وقت مستعمل ہوتے ہیں اس لئے کہ جبتک ایک عقد کے ساتھ یقین نہ ظاہر کیا جائے ان دونوں کا راضی ہونا نامکمل اور نیز لوگوں کی زبان ایسے وقت میں دلی رغبت کی تصویر ہوتی اور الفاظ کے درمیان باہم فرق کرنے میں بڑا حرج ہے اور ایسے ہی عادتاً لین دین کرنا ہے کیونکہ ہر ایک کے لئے ضروری ہے کہ جس چیز کو طلب کرتا ہے اس طور سے لیوے کہ اس کو خرید تو نہیں ہے تاکہ اس میں نظر و تامل کرے اور ایک لینے کو دوسرے لینے سے

د خذ غير ليسير، ولا جائز ان يكون القاطع
شيئا غير ظاهر ولا اجلا بعيد ايوما فما
وقه اذ كثير من السلع انما يطلب لينتفع
به في يومه فوجب ان يجعل ذلك التفرق
ن مجلس العقد لان العادة جارية بان
قاقدين يجتمعان للعقد ويتفرقان بعد
تمامه، ولو تفحصت طبقات الناس من
عرب والعجم رأيت اكثرهم يرون رد
بيع بعد التفرق جورا وظلما لا قبله اللهم
من غير نظرته، وكذلك الشرائع
الهية لا تنزل الا بما تقبله نفوس
عامة قبولا اوليا، ولما كان من الناس
ن يتسلل بعد العقد يرى انه قد رضي
يكره ان يستقيله صاحبه. وفي ذلك قلب
وضوع سجل النبي صلى الله عليه وسلم
نهى عن ذلك فقال ولا يحل لمسلم ان يفارق
احبه خشية ان يستقيله، فوظيفهما
ن يكون على رسلهما وتيقن كل واحد
ن عين صاحبه؛

واعلم انه اذا اجتمع عشرة آلاف
سان مثلا في بلدة فالسياسة المدنية
حث عن مكاسبهم فانهم ان كان اكثرهم
تسببين بالصناعات وسياسة البلدة
لقليل منهم مكتسبين بالرعي والزراعة
صلح حالهم في الدنيا، وان تحسبر
صارة الخمر وصناعة الاصنام كان
رغبا للناس في استعمالها على الوجه
ي شاء بليهم فكان سببا لهلاكهم
لدين، فان وزعت المكاسب واصحابها

فرق کرنا آسان نہیں ہے اور یہ بھی جائز نہیں کہ وہ قاطع پوشیدہ شئی ہو اور نہ یہ درست ہے کہ قاطع ایک مدت ہو جو ایک روز یا اس سے زیادہ ہو کیونکہ بہت سی چیزیں اس لئے مطلوب ہوتی ہیں کہ ان سے اسی دن میں نفع حاصل کیا جائے لہذا ضروری ہوا کہ وہ قاطع مجلس عقد سے جدا ہونا قرار دیا جائے کیونکہ دستور ایسا جاری ہے کہ عاقدین عقد کے لئے جمع ہوتے ہیں اور اس کے تمام ہونے کے بعد جدا ہو جاتے ہیں اور اگر عرب وعجم کے ہر قسم کے لوگوں کا تتبع کروگے تو تم کو یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ ان میں اکثر لوگ جدا ہو جانے کے بعد بیع کے رد کرنے کو جور وظلم سمجھتے ہیں اور جدا ہونے سے قبل یہ خیال نہیں کرتے سوائے چند لوگوں کے جنہوں نے اپنی فطرت ہی بدل ڈالی ہو اور شرائع الٰہیہ انہیں احکام کے ساتھ نازل ہوتے ہیں جن کو عام لوگ اول ہی بار تسلیم کرلیں اور چونکہ بعض لوگ عقد کے بعد اس خیال سے کہ ان کو اس عقد میں نفع ہوا ہے پوشیدہ طور پر جلد دیتے ہیں اور دوسرے شخص کو اس بیع کے فسخ کو ناگوار سمجھتے ہیں اور اس میں قلب موضوع لازم آتا ہے اس واسطے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے نہی فرمائی اور آپ نے فرمایا "اس کیلئے جائز نہیں ہے کہ فسخ کے خوف سے اپنے ساتھی کو چھوڑ کر چلا جائے پس ان دونوں پر لازم ہے کہ وہ دونوں اپنے حال پر قائم رہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کے سامنے بدا ہو"

واضح ہو کہ جب کسی شہر میں مثلاً دس ہزار آدمی ہوں گے تو سیاست مدینہ کو ان کے پیشوں سے بحث کرنا پڑیگی کیونکہ اگر ان میں سے اکثر صنعت اور سیاست شہری میں مشغول ہو کر کسب کریں اور ان میں سے تھوڑے لوگ مویشیوں کے چرانے اور زراعت کے پیشہ میں مشغول ہوں تو دنیا میں ان کی حالت خراب ہو جائے گی اور اگر شراب کشی اور بت تراشی کا پیشہ اختیار کریں تو اس سے لوگوں کو اس طور پر ان کے استعمال کرنے کی ترغیب ہوگی جو ان کے درمیان مروج ہے پس اس سے دین میں ان کی ہلاکت ہے، اور اگر پیشہ وروں پر پیشوں کی اس دستور کے موافق تقسیم کی جائے جو حکمت کا مقتضی ہے

على الوجه المعروف الذى تعطيه الحكمة و
تقبض على ايدى المتكسبين بالاكتساب القبيح
صلح حالهم، وكذلك من مفاسد المدن
ان ترغب عظماؤهم فى دقائق الحلى و
اللباس والبناء والمطعم وغيد النساء
ونحو ذلك زيادة على ما تعطيه الارتفاقات
الضرورية التى لابد للناس منها واجتمع
عليها عرب الناس وعجمهم فيكتسب الناس
بالتصرف فى الامور الطبيعية لتتأتى منه
شهواتهم فينتصب قوم الى تعليم الجوارى
للغناء والرقص والحركات المتناسبة
اللذيذة، واخرون الى الالوان المطربة
فى الثياب وتصوير صور الحيوانات و
الاشجار العجيبة والتخاطيط الغريبة فيها
واخرون الى الصناعات البديعة فى
الذهب والجواهر الرفيعة، واخرون الى
الابنية الشامخة وتخطيطها وتصويرها
فاذا اقبل جم غفير منهم الى هذا الاكساب
اهملوا مثلها من الزراعات والتجارات
واذا انفق عظماء المدينة فيها الاموال
اهملوا مثلها من مصالح المدينة وجر
ذلك الى التضايق على نقاتهم بالاكساب
الضرورية كالزراع والتجار والصناع
وتضاعف الضرائب عليهم وذلك ضرر
بين كما المدينة يتعدى من عضو منها
الى عضو حتى يعم الكل ويتجارى فيها
كما يتجارى الكلب فى بدن المكلوب
وهذا اشوح نظرى هم فى الدنيا، واما
نظرى هم بحسب الخروج الى الكمال

در بڑے پیشہ کرنے والوں کو ان بڑے پیشوں سے
روکا جائے تو لوگوں کی حالت درست ہوگی اور اسی
طرح شہروں کی خرابیوں میں سے یہ بھی ہے کہ بڑے بڑے
لوگوں کو زیورات اور لباس اور کھانوں کے دقائق کی طرف
اور عورتوں کے حسن کی طرف اور انہی کے مثل اور چیزوں کی
طرف اس ضرورت سے زیادہ رغبت دلائی جائے جس کی تدبیر
ضروریہ اقتضا کرتی ہیں اور جو لوگوں کے لئے ضروری ہیں اور
جن پر عرب وعجم کا اتفاق ہے اور لوگ امور طبعیہ میں تصرف کرکے
ایسے پیشے اختیار کریں جن سے رؤسا کی خواہشات پوری ہوں
پس ایک قوم لڑکیوں کو ناچنا گانا اور حرکات متناسبہ لذیذہ
کے سکھانے کی طرف متوجہ ہو اور کچھ لوگ کپڑوں کے اندر قسم
قسم کے خوش رنگ اور طرح طرح کی حیوانات اور درختوں کی
صورتیں اور عجیب عجیب نقش ونگار بنانے کی طرف متوجہ ہوں
اور کچھ لوگ سونے اور قیمتی جواہرات میں عجیب وغریب صنعتیں
نکالنے کی طرف متوجہ ہوں اور کچھ لوگ بلند بلند مکان بنانے اور ان کے
نقش ونگار کرنے کا پیشہ اختیار کریں پس جب لوگوں کی ایک جماعت
کثیر ان پیشوں کی طرف متوجہ ہوگی تو ضرور ہے کہ اسی قدر زراعت
وتجارت لوگوں سے متروک ہوجائیگی اور جب شہر کے امراء ان
چیزوں میں روپیہ صرف کریں گے تو اسی قدر شہر کی دیگر مصلحتیں
کوتاہی ہوجائیگی اور اس سے یہ بات پیدا ہوگی کہ جو لوگ ضروری
پیشے کرتے ہیں تنگدستی اور اہل صنعت پر تنگی ہوگی اور
ان پر زیادہ ٹیکس لگائے جائیں گے اور یہ شہر کے لئے بڑا ضرر ہے
جو اسکے ایک حصہ سے دوسرے حصہ تک پہنچ کر سارے شہر کو
گھیرے گا اور اس میں اس طرح بھیل جائے گا جس طرح دیوانے
کتے کے کاٹنے کا اثر اس شخص کے تمام جسم میں پھیل جاتا ہے جس کو
اس نے کاٹ لیا ہے،

یہ جو کچھ بیان ہوا یہ ان کے دنیاوی ضرر کا
بیان ہے اور کمال اخروی کی طرف پہنچنے میں جو
ضرر ان کو پہنچتا ہے وہ بیان کا محتاج

لاخروی فغنی عن البیان، وکان هذا المرض قد استولی علی مدن العجم فنفث الله فی قلب نبیه صلی الله علیه وسلم ان یداوی هذا المرض بقطع مادته، فنظر رسول الله صلی الله علیه وسلم فی مظان غالبیة لهذه الاشیاء کالقینات والحریر والقسی وبیع الذهب بالذهب متفاضلا لاجل الصیاغات او طیقات صناعه ونحو ذلك فنهی عنها ؛

البیوع المنهی عنها

اعلم ان المیسر سحت باطل لانه اختطاف لاموال الناس عنهم معتمد علی اتباع جهل وحرص ومنیة باطلة ورکوب غرر تبعثه هذه علی الشره، ولیس له دخل فی التمدن والتعاون فان سکت لمجنون سکت علی غبیط وخیبة، وان تشاحا خاصم فیما التزمه بنفسه واتحرفیه بفضل والغابن یستدرك ویدعوه قلیلا الی کبیر ولا یدعه حرصه ان یقلع عنه، وعسی ان تکون لذة علیه، وفی الاعتیاد بذلك افساد للاموال ومنا تشاحات طویلة واهواء للارتفاقات المطلوبة واعراض عن التعاون المبنی علیه التمدن، والمعاینة تغنیك عن الخبر هل رایت من اهل القمار الا ماذکرناه، وکذلك الربا وهو القرض علی ان یؤدی الیه اکثرا وافضل مما اخذ سحت باطل فان عامة المقترضین لهذا النوع هم المفالیس المضطرون وکثیرا

نہیں ہے اور یہ مرض عجم کے شہروں میں پورے طور پر پھیل چکا تھا پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس بات کا القا کیا کہ اس مرض کے مادہ کو قطع کر کے اس کا علاج کیا جائے پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان اشیاء کے مظان غالبہ کی طرف نظر فرمائی جیسے مزین چیزیں اور ریشم اور قسی اور سونے کی بیع زیادہ سونے کے عوض میں لہذا آپ نے ان تمام چیزوں سے منع فرمایا،

بیع کی ان اقسام کا بیان جو ممنوع ہیں

واضح ہو کہ جوا حرام اور باطل ہے کیونکہ وہ لوگوں سے ان کے اموال کا چھین لینا ہے جس کا مدار اتباع جہل و حرص اور باطل آرزو اور فریب پر ہے جو اس کو شرط پر آمادہ کرتی ہیں، اور اس کو تمدن و تعاون میں کچھ دخل نہیں ہے اور خسارہ پانے والا اگر سکوت کرتا ہے تو غصہ اور ناامیدی کی حالت میں کرتا ہے اور اگر جھگڑا کرتا ہے تو وہ ایسی چیز میں جھگڑا کرتا ہے جس کو اس نے خود اپنے اوپر لازم کیا ہے اور قصداً اس میں پڑا خاص ہے اور یہ بیع و شراء کے لئے کو لذت حاصل ہوتی ہے اور تھوڑے سے بہت کی طرف اس کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور اس کی حرص اس غیبہ سے اس کو علیحدہ نہیں ہونے دیتی اور چند روز کے بعد اس کو بھی خسارہ ہوتا ہے اور جوئے کی عادت ڈالنے میں اموال کا برباد کرنا اور بڑے بڑے جھگڑوں کا پیدا کرنا اور جائز مطلوبہ کا ترک کرنا اور اس تعاون سے اعراض کرنا جس پر تمدن مبنی ہے ثابت ہوتا ہے اور معائنہ کرنے کے بعد ہمارے بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے تم نے جس قمار باز کو دیکھا ہوگا اس کو ایسا ہی پایا ہوگا جیسا کہ ہم نے بیان کیا، اور اسی طرح سود ہے اور سود ایک قرض ہے کہ جتنا مقروض نے لیا ہے اس سے زیادہ یا اس سے افضل ادا کرے اور یہ بھی حرام اور باطل ہے کیونکہ اس طرح سے [illegible] لینے والے

مفلس لوگ ہوتے ہیں جو لاچاری کی وجہ سے لیتے ہیں اور ایسا اوقات ؛

ما لا یجب وفی الوفاء عند الاجل فیصیر انتفاء مضاعفة لا یمکن التخلص منہا ابدا وھو مظنة لمناقشات عظیمة وخصومات مستطیرة، واذا جری الرسم باستنماء المال بھذا الوجہ افضی الی ترک الزراعات والصناعات التی ھی صول المکاسب ولا شئ فی العقود اشد تدقیقا وعتناء بالقلیل وخصومة من الربا، وھذان الکسبان بمنزلة السکر مناقضان لاصل ما شرع اللہ لعبادہ من المکاسب، وفیہما قبح ومناقشة، والامر فی مثل ذلک الی الشارع اما ان یضرب لہ حدا یرخص فیما دونہ ویغلظ النہی عما فوقہ او یصد عنہ رأسا، وکان المیسر والربا شائعین فی العرب وکان قد حدث بسببہما مناقشات عظیمة لانہم کانوا محاربات وکان قلیلہما یدعو الی کثیرھما فلم یکن بد ولا احق من ان یراعی حکم القبح والفساد موثرا فینہی عنہما بالکلیة؛

واعلم ان الربا علی وجھین حقیقی ومجموب سلیہ، اما الحقیقی فھو فی الدیون وقد ذکرنا ان فیہ قلبا موضوعا للمعاملات وان الناس کانوا منہمکین فیہ فی الجاھلیة اشد انہماک وکان حدیثا لاحبد مستطیرة وکان قلیلہ یدعو الی کثیرہ، فوجب ان یسد بابہ بالکلیة ولذلک نزل فی القرآن فی شانہ ما نزل، واما فی الفضل، ولا اصل فیہ لحدیث المصنف ہذا

وقت پر ادا نہیں کر سکے پس وہ دوچند سے چند ہوتا چلا جاتا ہے جس سے خلاصی کبھی ممکن نہیں ہوتی اور وہ بڑے بڑے جھگڑوں اور سخت دشمنیوں کا منشا ہے، اور جبکہ مال کے بڑھانے کا اس طرح سے طریقہ رسم ہو جائیگا تو اس کی وجہ سے کھیتیاں اور وہ صنعتیں جو تمام پیشوں کی جڑ ہیں متروک ہو جائیں گی اور تمام عقود میں کوئی ایسا عقد نہیں جو دشمنی پیدا کرنے میں اور ذرا سی چیز پر بھی بخل کرنے میں سود سے زیادہ ہو اور یہ دونوں چیزیں نزول فتنہ کے ہیں کہ جو کمانے کے طریقے خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے مقرر فرمائے ہیں انکی اصل کو یہ قطع کرنے والے ہیں اور ان دونوں میں سخت قباحت اور باہمی نزاع ہے اور ایسی امور میں شارع کو اختیار ہے یا تو ان کے لئے کوئی حد مقرر فرمائے کہ اس سے کم مقدار میں رخصت عطا فرمائے اور اس سے زیادہ میں سخت ممانعت فرما کر دیا بالکل ہی منع فرما دے، اور جو اور سود عرب میں بہت مروج تھا اور ان کی وجہ سے ایسے جھگڑے اور قصے پیدا ہوتے تھے جن کی انتہا نہ تھی اور ان دونوں میں تھوڑے سے بہت کی طرف نوبت پہنچتی تھی پس اس سے زیادہ مناسب یہ صورت اور کوئی نہ تھی کہ ان میں بڑائی اور فساد کے حکم کو [illegible] کرتے ہوئے ان دونوں سے بالکل منع کر دیا جائے

اور واضح ہو کہ سود کی دو قسمیں ہیں ایک تو سود حقیقی ہے اور دوسرا وہ ہے جو حقیقی پر محمول ہے پس سود حقیقی قرضوں میں پایا جاتا ہے اور ہم اس بات کو بیان کر چکے ہیں کہ اس میں معاملات کے موضوع کا قلب ہے اور زمانہ جاہلیت میں لوگ اس کے اندر نہایت گرفتار تھے اور اس کی وجہ سے بڑے بڑے جھگڑے پھیل گئے تھے اور تھوڑا سا سود بہت کی خواہش پیدا کرتا تھا اس واسطے ضروری ہوا کہ اس کا دروازہ بالکل بند کر دیا جائے اسی واسطے قرآن کریم میں اس کے بارے میں نازل ہوا جو کچھ نازل ہوا، اور دوسری قسم ربوا الفضل ہے اور اس [illegible] حدیث مشہور ہے کہ "سونا سونے کے ساتھ

الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر
بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر
والملح بالملح مثلا بمثل سواء بسواء
يدا بيد، فاذا اختلفت هذه الاصناف
فبيعوا كيف شئتم اذا كان يدا بيد وهو
مسمى بربا بغلبظا وتشبيها له بالربا
الحقيقي على حد قوله عليه السلام المنجم
كاهن، وبه يفهم معنى قول صلى الله
عليه واله وسلم لا ربا الا في النسيئة
ثم كثر في الشرع استعمال الربا في هذا
المعنى حتى صار حقيقة شرعية فيه
ايضا والله اعلم. ومن المحرمات ان الله
تعالى يكره المناهية البالغة كالحرير و
الارتفاقات المحوجة الى الامعان في
طلب الدنيا كآنية الذهب والفضة،
وحلي غير مقطع من الذهب كالسوار و
الخلخال والطوق والقلادة في اعناقهن
والتعمق فيها لان ذلك مردلهن سفها
وسفلين صارف لافكارهن الى الوان
مظلمة، وحقيقة المرافقية طلب الخير
من كل ارتفاق، والاعراض عن رديه
والمرافقية البالغة اعتبار الجودة والرداءة
في الجنس الواحد، وتفصيل ذلك انه
لابد من التعيش بقوت ما من الاقوات
والتمسك بنقد ما من النقود، والحاجة
الى الاقوات جميعها واحدة والحاجة
الى النقود جميعها واحدة ومعاملة
احدى القبيلتين بالاخرى من اصول
الارتفاقات التي لابد للناس منها،

اور چاندی چاندی کے ساتھ اور گیہوں گیہوں کے ساتھ
اور جو جو کے ساتھ اور چھوارہ چھوارہ کے ساتھ اور نمک
نمک کے ساتھ مثل کو مثل کے ساتھ برابر دست بدست
فروخت کرو پس جب یہ اجناس مختلف ہوں تو جیسے
چاہو فروخت کرو بشرطیکہ دست بدست ہو، اور
اس کو ربوا ہدید کہتے ہیں اور اس لئے کہتے ہیں کہ وہ سود
حقیقی کے ساتھ مشابہ ہے جیسا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے
ایک حدیث میں منجم کو کاہن فرمایا ہے اور اسی سے نبی صلے اللہ
علیہ وسلم کے اس قول کے معنی بھی سمجھ میں آسکتے ہیں کہ نہیں ہے
سود مگر قرض میں، پھر شریعت کے اندر کثرت سے سود کا استعمال
اس معنی میں آیا ہے حتی کہ اس معنی میں بھی حقیقت شرعیہ ہو
گیا۔ واللہ اعلم

اور اس کے حرام ہونے میں سے یہ راز ہے کہ خدا تعالیٰ کو
نہایت درجہ کی عیش پسندی ناپسند ہے جیسے ریشم پہننا اور
وہ ارتفاقات بھی ناپسند ہیں جن میں طلب دنیا کے اندر انہماک
ہونے کی حاجت پڑتی ہے جیسے سونے چاندی کے برتن
استعمال کرنا، ایسے زیورات پہننا جو گھڑ کر بنائے جاتے
ہیں جیسے کنگن اور پازیب اور ہنسلی، اور کھانے پینے میں
زیادہ تکلف کرنا بھی ناپسند ہے کیونکہ یہ امور لوگوں کو اسفل
السافلین میں گرانے والے اور ان کے افکار کو تاریک رنگوں
کی طرف کھینچ دینے والے ہوتے ہیں اور عیش پسندی کی حقیقت
ہر چیز میں سے عمدہ چیز کی اختیار کرنا اور ناقص چیز سے احتراز
کرنا ہے، اور ہر ایک درجہ کی عیش پسندی یہ ہے کہ ایک ہی
جنس میں اچھی اور بری کا لحاظ کیا جائے اور اس کی تفصیل
یہ ہے کہ انسان کو زندگی بسر کرنے میں کسی نہ کسی کھانے اور
کسی قدر نقد کی ضرورت پڑتی ہے اور سب کھانوں کی
طرف اور سب نقدوں کی طرف ایک ہی حاجت ہے
اور دونوں میں سے ایک کا دوسرے سے مبادلہ کرنا ان
ارتفاقات کے اصول میں سے ہے جن کے بغیر چارہ نہیں ہے،

ولا ضرورة الى مبادلة شئ بشئ يكفي كفايتهم
ومع ذلك فاوجب اختلاف امزجتهم و
عاداتهم ان تتفاوت مراتبهم في التعيش
وهو قوله تعالى نحن قسمنا بينهم معيشتهم
في الحياة الدنيا ورفعنا بعضهم فوق بعض
درجات ليتخذ بعضهم بعضا سخريا فيكون
منهم من يأكل الارز والحنطة، ومنهم
من يأكل الشعير والذرة، ويكون منهم
من يتحلى بالفضة؛

وما تميز الناس نسبا بينهم بالتسافل
الارز والحنطة مثلا واعتبار
فضل بعضها على بعض، وكذلك اعتبار
الصناعات الدقيقة في الذهب وطبقات
عياره، فمن عادة المسرفين والاعاجم
والامعان في ذلك تعمق في الدنيا،
فالمصلحة حاكمة بسد هذا الباب تفطن
الفقهاء ان الربا المحرم يجري في غير
الاعيان الستة المنصوص عليها، وان
الحكم متعد منها الى كل ما الحق بشئ منها
ثم اختلفوا في العلة؛

والاوفق بقوانين الشرع ان تكون
في النقدين ثمنية وتختص بهما، وفي
الاربعة المقتات المدخر، لان الملح لا
يقام عليه الدواء والتوابل لان الطعام
اليه حاجة ليست الى غيره ولا عشر تلك
الحاجة، فهو جزء القوت وبمنزلة نفسه
دون سائر الاشياء، وانما ذهبنا الى ذلك
لان الشرع اعتبر الثمنية في كثير من
الاحكام كوجوب التقابض في المجلس

اور کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ جو اس کی جگہ کافی ہو سکے مبادلہ
کی ضرورت نہیں ہے لیکن اس کے باوجود لوگوں کے مزاج اور
عادات کا اختلاف اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ تعیش میں
ان کے درجے متفاوت ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم
نے ان میں ان کی معیشت کو دنیا کی زندگی میں تقسیم کر دیا
اور ایک کے دوسرے پر درجے بلند کئے تاکہ ایک دوسرے سے
خدمت لے، پس ان میں سے بعض گیہوں اور چاول کھاتے
ہیں اور ان میں سے بعض جو اور جوار کھاتے ہیں اور بعض
چاندی کے زیور پہنتے ہیں۔

اور لوگوں کا باہم چاول اور گیہوں کے قسموں میں ممیز
ہونا اور بعض کی بعض پر فضیلت کا اعتبار کرنا اور اسی طرح
سونے میں باریک باریک صنعتوں کا اعتبار کرنا اور اس کی
عمدگی کے درجات کا اعتبار کرنا اسراف اور عجمی لوگوں کی
عادات سے ہے اور ان امور میں غور و فکر کرنا دنیا میں غرق
ہونا ہے پس مصلحت شرعی کا یہی حکم ہے کہ اس دروازہ کو بند
کر دیا جائے اور فقہاء نے سمجھ لیا کہ علاوہ ان چھ چیزوں کے
جن کی حدیث میں تصریح ہے اور چیزوں میں بھی سود جو حرام ہے
جاری ہوتا ہے اور ان سے اور چیزوں کی طرف جو ان کے مشابہ
ہیں حکم متعدی ہوتا ہے پھر اس کی علت دریافت کرنے میں
فقہاء کا باہم اختلاف ہے

اور قوانین شرعیہ کے ساتھ زیادہ تر موافق یہ ہے کہ
سونے چاندی میں اس کی علت ثمنیت ہو اور انہی دونوں
کے ساتھ مخصوص ہو اور باقی چاروں میں قوت اور ذخیرہ ہونا
اس کی علت ہو، اور نمک پر دوا اور مصلحات کو قیاس نہیں کیا
کیونکہ کھانے کو جسقدر نمک کی طرف حاجت ہے وہ حاجت کسی چیز کی
نہیں ہے بلکہ اس حاجت کا دسواں حصہ بھی نہیں ہے پس نمک تو
کالجزء اور بمنزلہ قوت کے ہے نہ کہ اور چیزیں، اور ہم اس علت کی
طرف اس لئے گئے ہیں کہ شریعت نے بہت سے احکام میں ثمنیت کا
اعتبار کیا ہے جیسے مجلس عقد میں تقابض البدلین کا ضروری ہونا

ان الحديث ورد بلفظ الطعام، والطعام
خلق في العرف على معنيين احدهما البر
ليس بمراد، والثاني المقتات المدخور لل
بعض تسمية اللفاكهة والتوابل، وانما اج
تقابض في المجلس معنيين، احدهما
ن الطعام والنقد الحاجة اليهما اشد
ا حاجات واكثرها وقوعا والانتفاع بهما
يتحقق الا بالافناء والاخراج من
ملك وربما ذهبت خصومه عند القبض و
ون البدل قد فني، وذمة القابض الماقتة
جب ان يسد هذا الباب بان لا يتفرقا
لا عن قبض ولا يبقى بينهما شئ، وقد
تبر الشرع هذه العلة في النهي عن بيع
طعام قبل ان يستوفى، وجعلها في
عقود بعضها من بعض في
ينكما الخ، وانما في
حانب والطعام
ن في كلا
كم بدل
عقد كان
ضه مقابل
ا تفرقا الا عن قبض، وانما خص
ر والنقد لانهما اصلا
ربا النساء ولا ينتفع
كم فان الا
ها انما

اور اس لئے کہ حدیث میں طعام کا لفظ
میں طعام کے دو معنی ہیں ایک تو طعام گیہوں کا نام ہے سو یہ
اس جگہ مراد نہیں ہے اور دوسرے طعام اس کو کہا جاتا ہے
جو قوت کے لئے ذخیرہ کیا جائے یہی وجہ ہے کہ طعام کا لفظ
میوہ جات اور مصلحات کے مقابل بولا جاتا ہے اور مجلس عقد
میں قبضہ کے واجب کرنے کے دو سبب ہیں ایک تو یہ ہے
کہ طعام اور نقد کی طرف سب چیزوں سے زیادہ حاجت ہوتی
ہے اور ان دونوں سے نفع غیر ان کو معدوم اور ملک سے خارج
کئے حاصل نہیں ہو سکتا اور بسا اوقات قبضہ کرتے وقت جھگڑا
ہو جاتا ہے اور بدل فنا ہو چکا ہوتا ہے اور یہ سب جھگڑے
سے زیادہ برا ہوتا ہے اس لئے ضروری ہوا کہ اس دروازہ کو
اس طور سے بند کیا جائے کہ عاقدین بغیر قبضہ کئے جدا نہ ہوں
اور ان دونوں میں کوئی قبضہ باقی نہ رہے اور شریعت نے قبض
کرنے سے پیشتر طعام کی بیع کی ممانعت میں اسی علت کا اعتبار
کیا ہے، [illegible] کو سونے سے بدلنے میں جو یہ [illegible]
[illegible] وقت تک جدا نہ ہو جب تک کہ تم میں کوئی بات
[illegible] کے بعد [illegible] چونکہ اس کو خرچ کیا جائے
[illegible] جو ایک کو پہلے دینے
[illegible] کا حکم ہو تو وہ قرض
[illegible] اور ایسا اوقات بائع اور مشتری میں سے
[illegible] میں خلل کرتا ہے سو اسلئے عدل کا مقتضی یہی ہو
[illegible] دونوں کو سونا یا چاندی کا نقد
[illegible] کیا جائے [illegible]

المنازعة والمنع فيهما ارد ع عن تدقيق المعاملة

واعلم ان مثل هذا الحكم انما يراد به ان لا يجري الرسم به وان لا يعتاد تكسب ذلك الناس لان لا يفعل شئ منه اصلا وبذلك قال عليه الصلاة والسلام لبلال بع التمر بجمع ثم اشتر به

واعلم ان من البيوع ما يجري فيه معنى الميسر وكان اهل الجاهلية يتعاملون بها فيما بينهم فنهى عنها النبي صلى الله عليه وسلم منها المزابنة ان يبيع الرجل الثمر في رءوس النخل بمائة فرق من التمر مثلا والمحاقلة ان يبيع الزرع بمائة فرق حنطة ورخص في العرايا خرصها من التمر فيما دون خمسة اوسق لانه عرف انهم لا يقصدون في ذلك تقدير الميسر وانما يقصدون اكلها رطبا وخمسة اوسق هو نصاب الزكاة وهي مقدار يتفكه به اهل البيوت وسئل بيع الصبرة من الثمر لا يعلم مكيلها بالكيل المسمى من التمر والسلامة ان يكون لمس الرجل ثوب الاخر بيعا والمنابذة ان يكون نبذ الرجل ثوبه بيعا من غير نظر وبيع الحصاة ان يكون نوع من اجناس بيعا فهذه البيوع فيها معنى الميسر وفيها تفويت موضوع المعاملة وهو استيفاء حاجته بنقد وتنقيد ونهى عن بيع العربان ان يقدم له شئ من الثمن فان اشترى حسب من الثمن والا فهو له مجانا وفيه معنى الميسر وسئل صلى

نزاع پیدا ہوتا ہے اور دونوں میں اس بات کے منع کرنے سے معاملہ کی وقت پورے طور پر دور ہو جاتا ہے۔

واضح ہو کہ ایسا حکم دینے سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ لوگوں میں یہ رسم جاری نہ ہو اور لوگ اسکے عادی نہ ہوں نہ یہ کہ بالکل اس قسم کے معاملہ کا وقوع نہ ہو اور اسی لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بلال سے فرمایا تھا دوسری بیع کے ساتھ کھجوروں کو فروخت کر پھر تو اس کو خرید لے" اور واضح ہو کہ بیع کی بعض اقسام ایسی ہیں جن میں قمار کے معنی پائے جاتے ہیں اور اہل جاہلیت آپس میں ایسی بیع کیا کرتے تھے سو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بیع سے منع فرمایا، ازاں جملہ بیع مزابنہ ہے کہ کوئی شخص مثلاً درخت پر لگے ہوئے پھل چھوارے کے سو فرق کے ساتھ بیع کرے، اور ازانجملہ بیع محاقلہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کھیتی کو گیہوں کے سو فرق کے ساتھ بیع کرے، اور عرایا میں آپ نے چھواروں کے ساتھ اندازہ کر کے بیع کرنے کی رخصت دی بشرطیکہ وہ پھل پانچ وسق سے کم ہوں کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ اتنی مقدار پر لوگ قمار کا قصد نہیں کرتے بلکہ کھجوریں کھانا چاہتے ہیں، اور پانچ وسق زکوٰۃ کا نصاب ہے اور یہ ایسی مقدار ہے جس کو ایک کنبہ کھا لیتا ہے، اور ازانجملہ کھجور وغیرہ کا ایک انبار جنکا وزن معلوم نہیں ہے ان کو ان چھواروں کے ساتھ بیع کرنا جن کا وزن معلوم ہے، اور ازانجملہ بیع ملامسہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کا کپڑا چھوئے تو بیع تام ہو جائے، اور ازاں جملہ بیع منابذہ ہے کہ بغیر دیکھے بھالے ایک شخص اپنا کپڑا بھینک دے تو بیع ثابت ہو جائے، اور ازانجملہ بیع حصاۃ ہے کہ کنکریاں ڈالدینے سے بیع قرار دیدی جائے پس بیع کے ان اقسام میں قمار کے معنی پائے جاتے ہیں اور ان میں معاملہ کا بدلنا لازم آتا ہے اور وہ دیکھ بھال کر استقلال سے اپنی ضرورت پوری کرنا ہے اور بیع عربان سے بھی آپ نے منع فرمایا اور وہ یہ ہے کہ خریدار فروخت کرنیوالے کو کچھ قبل از وقت رقم دیدے پس اگر اس نے خرید لی تو وہ قیمت میں سے منہا کر دی گئی ورنہ وہ اسکے لئے بغیر عوض کے ہو گئی اور اس میں قمار کے معنی پائے جاتے ہیں اور بیع میں

سے سو فرق کا ایک عرق ہوتا ہے ۱۲ منہ عرایا ان درختوں کو کہتے ہیں جو کسی کو ہبہ کر دیے جاتے تھے پس مالک میں اس موہوب لہ کا آنا جانا گھر رہتا تھا اس لئے ان کی بیع کو جائز قرار دیا، ۱۲۔

ہ اللہ علیہ وسلم عن اشتراء التمر بالرطب،
لقال اینقص اذا یبس ؟ فقال نعم فنہاہ
عن ذلک ؛

قول وذلک لانہ احد وجوہ المیسر
فیہ احتمال ربا الفضل، فان المعتبر حال
تمام الشیٔ، وقال صلی اللہ علیہ وسلم فی
لادۃ نیہا ذھب وخرز لاتبا ع حتی تفصل

اقول وذلک لانہ احد وجوہ المیسر
مظنۃ ان یغبن احدھما فیسکت علی
غبنہ ویخاصم فی غیر حق ؛

واعلم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
بعث فی العرب ولھم معاملات وبیوع
اوحی اللہ الیہ کراھیۃ بعضھا وجواز بعضھا
الکراھیۃ تدور علی معان منھا ان یکون
فی قد جرت العادۃ بان یقتنی لمعصیۃ
ویکون الانتفاع المقصود بہ عند الناس نوعا
ن المعصیۃ کالخمر، والاصنام والطنبور،
فی جریان الرسم ببیعھا واتخاذھا تنزیہ
لک المعاصی وحمل الناس علیھا وتقریب
ھم منھا، وفی تحریر بیعھا واقتنائھا احتمال
ہ وتقریبا لھم من ان لا یبا شروھا
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ن اللہ ورسولہ حرم بیع الخمر والمیتۃ
الخنزیر والاصنام، وقال صلی اللہ علیہ
سلم ان اللہ اذا حرم شیئا حرم ثمنہ،
ھی اذا کان وجہ الانتفاع بالشیٔ متعینا
الخمر یتخذ للشرب، والصنم للعبادۃ
حرمہ اللہ اقتضی ذلک فی حکمۃ اللہ
تحریر بیعھا، قال صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ وسلم سے کسی نے تازہ چھوارہ کو خشک چھوارہ سے بیع کرنے کی نسبت
دریافت کیا پس آپ نے فرمایا کیا خشک ہوکر کھجور کم ہو جاتی ہیں؟
لوگوں نے عرض کیا ہاں، تب اس قسم کی بیع سے آپ نے منع فرمایا،
میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں بھی ایک قسم کا قمار پایا
جاتا ہے اور اس میں سود حکمی کا احتمال ہے کیونکہ شئی کے پورے حال
کا اعتبار ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس ہار میں سونا
اور کوڑیاں ہوں اس کی بیع نہ کیجائے جب تک انکو جدا نہ کر لیا جائے
میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں بھی ایک قسم کا قمار ہے اور
ان میں سے ایک کے نقصان کا مظنہ ہے اگر سکوت کریگا تو غصہ
کی حالت میں کریگا اور اگر جھگڑا کریگا تو غیر حق میں کریگا،

واضح ہو کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایسے وقت عرب میں پیدا ہوئے
تھے کہ ان کے اندر معاملات اور خرید و فروخت پائی جاتی تھی پس
خدا تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف بعض بیوع کے جواز اور
بعض کی کراہت کی وحی نازل فرمائی اور کراہت کا مدار حسب
چیز دل پر ہے از آں جملہ یہ ہے کہ وہ اس قسم کی چیز ہو کہ اس کی عادت
ڈالنے سے معصیت پیدا ہوتی ہو یا وہ نفع جو اس سے مقصود ہو کہ
وہ لوگوں کے نزدیک قسم کی معصیت ہو جیسے شراب اور بت اور طنبور
پس ان چیزوں کی بیع کا دستور جاری کرنے میں اور ان کے بنانے میں
ان معاصی کی عظمت اور لوگوں کو ان پر آمادہ کرنا ہے اور ان چیزوں
کی خرید و فروخت کو اور گھروں میں رکھنے کو حرام کرنے میں معاصی
کا دور کرنا اور لوگوں کو اس بات کی طرف متوجہ کرنا ہے کہ وہ ان
چیزوں سے اجتناب کریں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو اللہ تعالیٰ
اور اس کے رسول نے شراب اور مردار اور سؤر اور بتوں کی خرید
و فروخت کو حرام کیا ہے اور نیز نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
خدا تعالیٰ جب کسی چیز کو حرام کرتا ہے تو اس کی قیمت کو بھی حرام
کر دیتا ہے، یعنی جب کسی شئی سے نفع حاصل کرنے کی وجہ متعین
ہو جیسے شراب پینے کے لئے بنائی جاتی ہے اور جب مجسمے بت
بنائے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو حرام کیا اور اس کی
وجہ سے حکمت الٰہی کا مقتضی ہوا اور اس چیز کو بھی حرام کر دیا جائے جس

عن حلوان الكاهن. وانما عن كسب الحجام وقوله الخبيث الذي يحتجم من مخدومه المعصية لا يحل الاستئجار لاحد الامرين احدهما ان تحريم هذا السؤال وترجيح الانتفاع به زاجر عن تلك المعصية وذلك يسم بتلك المعاملة جانب نفسه ما لهم عليه، وثانيهما ان الثمن ما بذل في مقابلة المبيع في مدارك الناس وعرفهم فكان عند الاداء داخلا في الثمن وجود تشبيهي انه المبيع، والاجرة وجود تشبيهي انه العمل فاتجه الخبث اليه في عقد البيع الذي هو المعاوضة الحقيقية الا ترى نفوس الناس ومعنى رسول الله صلى الله عليه وسلم الخبث عادتها ومعتبرها وتأثيرها في حاملها والمحمولة اليه ؛

اقول الاجارة في المعصية وتركيبها وتقريب الناس لها معصية وفساد في الارض، ومنها ان مخالطة النجاسة كالدم والسرقين والخمر لها فيه صناعة وسخط ويحصل بها مشاهدة الشيطان واللعنة وهجر الرجز من اصول ما بعث النبي صلى الله عليه وسلم لاقامته ولا تحصل مشاهدة الملائكة والله يحب المتطهرين ؛

وسالم بين بل من اوكد الخبث المخالطة اذ في سد باب المكسبة حرجا. وجب ان ينهى عن التكسب بمعالجته والنجاسة فيه وفي معنى النجاسة الرث الذي يستقذر

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ... کی کمائی خبیث ہے میں صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھنے لگانے والے کی کمائی سے منع فرمایا ہے

... جس کو ... ہے ... حاصل کرنے ... اور ان کے ... مستور ... کرنے ... ہے ... کرنے ... پیدا ... کھانے والے پر ... میں کہتا ہوں کہ ... لوگوں کو ... مشابہت ... کرنے ... مشابہت ... ہے اور ... کو ... ہے ... کرنے ... کرنے ... کرن

کالسفاد ولذا حرم بيع الملقيح ونهى عن كسب الحجام، وقال عند نضج ورقة اطعمه ناضحك، ونهى عن عسب الفحل ويروى ضراب الجمل. ورخص في الكراهة، وهي بيع معلوم من غير شرط، ومنها ان لا تنقطع المنازعة بين العاقدين لابهام في العوضين او باحدهما العقد بيعة في بيعتين او ليكن تحقق الرضا الا بروية البيع والمبيع او بكونه في البيع شرط يحتاج به من بعد، ونهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع المضامين والملاقيح، فالمضامين في اصلاب الفحول، والملاقيح ما في بطون الامهات، وعن بيع حبل الحبلة، وعن بيع الكالي بالكالي، وعن بيعتين في بيعة ان يكون البيع بات نقد او نقدين بنسيئة لانه لا يدخل تحت حد الامر بن خلد الا ان قيل ان يقول يعني هذا بالف على ان تبيعني ذاك بكذا، وهذا شرط يحتاج به لشارط من بعد ليخاصمه في البيع لبتره ان اراد اسقاط حق له قال فيه عمر رضي الله عنه ولا اقوله ان يكون في البيع شرط لا يقتضيه البيع ولا يلائمه ولا يؤكده ولا يكون فيه اسوة لاحد. ونهى عن بيع ما لم يقبض وعن بيع ما ليس عندك وعن بيع ما لم يضمن وعن ربح ما لم يضمن وعن بيع العربان وعن بيع الغرر وعن بيع الحصاة وعن بيع المجر وعن بيع الثنيا حتى يرى ما يستثنى منه وعن بيع السنين وعن بيع الشيء قبل ان يملك وعن شرطين في بيع وعن بيع وسلف وعن بيع ما ليس في ملكك ليس لك منه شيء الا ما ولاك منه المشتري وعن بيع الطعام حتى يجري فيه الصاعان صاع البائع وصاع المشتري وعن بيع الطعام حتى يستوفى وعن بيع الطعام حتى يحول وعن بيع الطعام مثلا بمثل وعن بيع الطعام قبل ان يباع وعن بيع الطعام بالطعام الا يدا بيد وعن بيع الطعام بالطعام نسيئة وعن بيع الطعام بالطعام متفاضلا وعن بيع الطعام بالطعام جزافا وعن بيع الطعام بالطعام كيلا بكيل وعن بيع الطعام بالطعام وزنا بوزن وعن بيع الطعام بالطعام مجازفة وعن بيع الطعام بالطعام مكايلة وعن بيع الطعام بالطعام مكايس

یترقبها فی ضمنه او معه لانه ان نقد المطلوب لم یکن له ان یطالب ولا ان یمسکت، و مثل هذا حقیق بان یکون سببا للخصومة بغیر حق ولا یقضی فیها بشئ فصل :

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یحل بیع وسلف ولا شرطان فی بیع، مثل ان یقول بعت هذا علی ان تقرضنی کذا، ومعنی الشرطین ان یشترط حقوق البیع و یشترط شیئا خارجا منها مثل ان یهبه کذا او یشفع له الی فلان او ان احتاج الی بیعه لم یبع الا منه ونحو ذلک فهذا شرطان فی صفقة واحدة ؛

و منها ان لا یکون التسلیم بید العاقد کمبیع لیس بید البائع وانما هو حق توجه له علی غیره او شئ لا یجده الا برفع قضیة او اقامة بینة او سعی واحتیال او استیفاء واکتیال او نحو ذلک فانه مظنة ان یکون قضیة فی قضیة، او یحصل غرور و تخییب وکل ما لیس عندک فلا تأمن ان تجده الا بجهد النفس، وربما نقایل المشتری بالقبض فلا یکون عنده فیطالب الذی توجه علیه حقه او یذهب لیصطاد من البریة او لیشتری من السوق ولیستوهب من صدیقه، ولهذا اشد المنا نشاة قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تبع ما لیس عندک، ونهی عن بیع الغرر، و هو الذی لا یتیقن انه موجود ولا وهل یجده ولا، قال صلی الله علیه وسلم من ابتاع طعاما فلا یبعه حتی یستوفیه

جس کا وہ ضمناً یا اس بیع کے ساتھ امید وار ہے کیونکہ اگر مطلوب نہ ہو جائے گا تو وہ نہ اس کا مطالبہ کر سکتا ہے اور نہ سکوت کر سکتا ہے اور ایسی بات خواہ مخواہ بغیر کسی حق کے خصومت کا سبب ہوتی ہے اور اس میں پورا پورا کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بیع اور قرض درست نہیں اور نہ ایک بیع میں دو شرطیں حلال ہیں" مثلاً یہ کہے کہ میں نے تجھ سے اس شرط پر بیع کی کہ تو مجھے اسقدر قرض دے اور دو شرطوں کے معنی یہ ہیں کہ حقوق بیع کو اور اس کے سوا کسی خارج چیز کو شرط کرے مثلاً یہ شرط لگائے کہ مجھکو فلاں چیز ہبہ کر دے یا کسی سے میری سفارش کر دے یا اگر تجھ کو فروخت کرنے کی ضرورت ہو تو میرے ہی ہاتھ فروخت کرنا وعلی ہذا القیاس پس ان سے صورتوں میں ایک بیع میں دو شرطیں پائی گئیں۔

اور ان اسباب کراہت کے یہ ہے کہ عاقد کے ہاتھ سے تسلیم نہ پائی جائے مثلاً بیع ایسی چیز ہے جو بائع کے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ وہ ایک حق ہے جو کسی غیر پر ہے یا وہ ایسی چیز ہے کہ جبتک وہ اپنے مقدمہ کو قاضی کے پاس پیش نہ کرے یا گواہ قائم نہ کرے یا اسکے حاصل کرنے میں کوشش نہ کرے یا اس پر قبضہ نہ کرلے اور اسکی تول نہ کرائے وہ اس چیز کو حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ اس میں ایک قضیہ کے اندر دوسرے قضیہ کے پیدا ہونیکا احتمال ہے یا دھوکے پائے جانیکا اور اس چیز کے حاصل نہ ہونیکا احتمال ہے اور بیع ہر اس چیز کی بیع ہے جو تیرے پاس موجود نہیں ہے پس تو اسکو بیع کر کے حاصل نہیں کر سکتا اور ایسا اوقات خریدار بیچنے والے سے اس شئ کے قبضہ کا مطالبہ کرتا ہے پس وہ اس کے پاس نہیں ہوتی سو یہ اس سے مطالبہ کرتا ہے جس پر اسکا حق ہے یا جنگل میں تماشا کرنے جاتا ہے یا بازار سے خریدنے کا قصد کرتا ہے یا اپنے کسی دوست سے ہبہ کے طور پر لینا چاہتا ہے اور یہ بڑے بڑے جھگڑوں کا پیدا کرتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو چیز تیرے پاس نہیں ہے اس کی بیع نہ کر" اور بیع غرر سے آپ نے منع فرمایا اور وہ بیع ہے کہ بیع کے موجود ہونے یا نہ ہونے اور اس کے مثل یا نہ مثل کا یقین نہ ہو

* جو صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اناج خریدے تو قبضہ کرنے سے پیشتر اس کو فروخت نہ کرے

قيل مخصوص بالطعام لانه اكثر الاموال تعاوناً وحاجة ولا ينتفع به الا بالهلاك فاذا لم يستوفه فربما تصرف فيه البائع فيكون قضية في قضية، وقيل يجري في المنقول لانه مظنة ان يتغير ويتعيب فتحصل الخصومة، وقال ابن عباس رضي الله عنهما ولا احسب كل شئ الا مثله وهو الاقيس بما ذكرنا من العلة، ومنها ما هو مظنة لما قلناه وقعت في زمانه صلى الله عليه وسلم وعرف انه حقيق بان تكون فيه المنازعة كما ذكر زيد بن ثابت رضي الله عنه انهم كانوا يختصمون بعاهات تصيب الثمار يقولون اصابها قشام دمان فنهى النبي صلى الله عليه وسلم عن بيع الثمار حتى يبدو صلاحها اللهم الا ان يشترط القطع في الحال، وعن السنبل حتى يبيض ويأمن العاهة، وقال ارأيت اذا منع الله الثمرة بم يأخذ احدكم مال اخيه، يعني انه غرر لانه على خطران يهلك فلا يجب المعقود عليه وقد لزمه الثمن، وكذا في بيع السنين، ومنها ما يكون سببا لسوء انتظام المدينة واضرارا بعضهم ببعض فرحب اخماسها وتصل عنها، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تلقوا الركبان للبيع ولا يبع بعضكم على بيع بعض ولا تسم الرجل على سوم اخيه ولا تناجشوا ولا يبع حاضر لباد ؛

اقول اما تلقي الركبان فهو ان يقدم

بعض نے کہا ہے کہ یہ حکم اناج کے ساتھ ہی مخصوص ہے کیونکہ زیادہ تر غلہ کا بیوپار رہتا ہے اور اس کی زیادہ حاجت پڑتی ہے اور جبتک اسکو صرف نہ کیا جائے آدمی اس سے منتفع نہیں ہو سکتا اور جبتک خریدار نے اس پر قبضہ نہیں کیا ہے تو اکثر بیچنے والا بیکا اس اناج میں تصرف کرنے اور جھگڑے میں جھگڑا پیدا ہونے کا احتمال ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ حکم تمام منقولات میں جاری ہے کیونکہ ان میں تغیر اور نقصان کے پیدا ہونیکا احتمال ہے پس اس سے خصومت پیدا ہوتی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ہر چیز کو مثل اناج کے سمجھتا ہوں اور ہم نے جو علت ذکر کی ہے اسکے اعتبار سے یہی زیادہ قیاس کے موافق ہے، اور از آں جملہ کراہت کے وہ چیزیں ہیں جن میں منازعت کا زیادہ گمان ہو جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں واقع ہوئے اور آپ نے معلوم کر لیا کہ ان میں جھگڑے پیدا ہوتے ہیں جیسے زید بن ثابتؓ نے بیان کیا کہ اہل جاہلیت ان آفات پر جو پھلوں کو عارض ہوتی تھیں جھگڑا کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے پھل گل گئے اور گر پڑے لہذا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کی خرید فروخت سے جبتک انکا کارآمد ہونا ظاہر نہ ہو جائے منع فرمایا مگر اس صورت میں جبکہ کل پھلوں کا بول پھلوں کا نام شرط کر لیا جائے تو جائز ہے اور اناج کی بالوں سے جبتک سفید نہ ہو جائیں اور آفت سے محفوظ نہ ہو جائیں بیع کرنے سے منع فرمایا ہے اور آپنے فرمایا "دیکھو! خدا جب کسی کے پھلوں کو خراب کر دے تو پھر وہ کس چیز کے عوض میں اپنے بھائی کا مال لیتا ہے" یعنی اس میں دھوکہ ہے کیونکہ ایسی صورت میں مبیع کے ہلاک ہونیکا خطرہ ہے پس خریدار کو مبیع حاصل نہ ہو سکے اور ثمن اس کے ذمہ لازم ہو چکی ہے اور اسی طرح سالہا سال کیلئے بیع کرنا منع ہے، اور از آنجملہ اسباب کراہت سے یہ ہے کہ وہ شہر کی بدانتظامی کا باعث ہو بعض کو بعض سے ضرر پہنچتا ہو پس ایسی چیز سے منع کرنا واجب ہے تاکہ لوگوں کو ضرر سے دور رکھنا واجب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیع کے لیے بنجاروں سے باہر جا کر نہ ملا کرو اور نہ ایک شخص دوسرے کی بیع پر بیع کرے اور نہ کوئی شخص اپنے بھائی کے سودا کرنے وقت سودا کرے اور نہ تم آپس میں ایک دوسرے پر

نرخ بڑھاؤ اور نہ کوئی شہر والا باہر والے کے لیے بیع کرے، میں کہتا ہوں بنجاروں سے ملنا یہ ہے کہ جب سوداگر لوگ باہر سے

ركب بتجارة فتلقاها دون جبل قبل ان يدخلها
البلد ويعرفوا السعر فيشتري منهم رخص
من سعر البلد، و هذا مضة ضرر بالغ
لانه ان نزل بالسوق كان اغلى له. ولذلك
كان لهم الخيار اذا غبن على الصحيح. وصار
بالعامة لانه توجه في قلة التجارة على
اهل البلد جميعا، والمصلحة العامة
تقتضي ان يقدم الاجير فالاجير ان
استووا سوى بينهم في القرعة. فان استبقى
واحد منهم بالقرعة لو ع من الظلم وليس
لهم الخيار ولانه لم يفسد عليهم ما لهم
انما منع ما كان لو يرجوه، واما البيع على
البيع فهو تضييق على اصحابه من التجار
سوء معاملة مع اهله، وان لو حصل
على سوم غيره
والاستام
والتحفل
والنجش هو زيادة الثمن بلا رغبة
البيع تغرير المسترسلين
ما لا يخفى
البلد
يسعر يوما
متاعك
قال
اهل البلد

حاجة يستقل في جنبه مدبر ذل، وان
سيعوا بربح يسير ثم يأتوا بتجارة خرى
من قريب ليربحوا ايضا ولهم اجرا، وهذا
لانتفاع او فق بالمصلحة المدنية واكثر
بركة، وقال صلى الله عليه وسلم من
حتكر فهو خاطئ، وقال عليه السلام
لجالب مرزوق والمحتكر ملعون،
اقول وذلك لان حبس المتاع مع
حاجة اهل البلد اليه لمجرد طلب الغلاء
زيادة الثمن اضرار بهم بتوقع نفع
وهو سوء انتظام المدينة، ومبنى ما
كون فيه التدليس على المشتري، وقال
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
صروا الابل والغنم فمن ابتاعها بعد
فهو بخير النظرين بعد ان يحلبها ان شاء
ن يمسكها وان شاء ردها وصاعا من تمر، وفي رواية صاعا من طعام
اقول التصرية جمع اللبن في الضرع
تخيل المشتري غزارته فيمتنع
ان، فرب شبهه بخيار المجلس او الشرط
نه عقد البيع كانه مشروط بغزارة اللبن
يجعل من باب الضمان بالخراج، فقد
ما كان قدر اللبن وقيمته بعد اهلاك
فلانه متعذر المعرفة جدا لا سيما
عند تشاكس الشركاء وفي مثل ابن و
حب ان يضرب له حد معتدل حسب
مطنة الغالبية يقطع به النزاع، واللبن
ترد فيه نر هومة ويوجد رخيصا والبر
سمر طيب ويوجد غاليا فيجعل حكم

کے مقابلہ میں کم محسوس کرتا ہے، اور دوسرا کم نفع پر اس مال کو فروخت کریں، اور پھر صدق سے تجارت کریں اور مال لاکر اس میں کچھ نفع اٹھالیں اور یہ سلسلہ اس طرح جاری رہے اور اس طرح نفع حاصل کرنا مصلحت شہر کے زیادہ مناسب ہے اور زیادہ برکت والا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو تجارت کے مال کو روکے رکھے وہ گنہگار ہے" اور آپ نے فرمایا "باہر سے غلہ لانے والا مرزوق ہے اور روکنے والا ملعون ہے"

میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ باوجود اہل شہر کی احتیاج کے، بغیر کسی قدر نفع کی توقع پر سامان کو روکنا اہل شہر کو ضرر پہنچاتا ہے اور وہ شہر کی بدنظمی کا سبب ہے، اور ازاں جملہ وہ بیع ہے جس میں خریدار کو فریب دینا ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اونٹنی اور بکری کو اس کا دودھ روک کر بیچنے نہ کرو پس جو کوئی خریدے تو وہ دوہنے کے بعد دو باتوں میں سے بہتر کرے گا، اس کو اختیار ہے اگر وہ اس کو پسند ہو اس کو رکھے اور اگر ناپسند ہو تو وہ جانور اور اس کے ساتھ دودھ کے عوض میں ایک صاع چھوارے واپس کر دے اور ایک روایت میں گیہوں کے عوض ایک صاع اناج کا لفظ آیا ہے"

پس کہا ہوں تصریہ کے معنی یہ ہیں کہ دودھ جمع کرنے کے لیے تھن باندھ دیے یا دودھ کو روک کر دھو کر بیچنے آیا ہے اور جبکہ اس کو خیار مجلس یا خیار شرط ہو تو یہ زیادہ مشابہت رکھتا ہے کیونکہ عقد بیع گویا کثرت دودھ کے ساتھ مشروط ہے اس لیے اسکو ضمان بالخراج کے باب سے نہیں کیا گیا، اور جبکہ دودھ کا وزن اور اس کی قیمت کا اندازہ کرنا اس کے ہلاک اور تلف ہونے کے بعد بہت مشکل تھا بالخصوص شریکوں کے جھگڑے کے وقت جنگل میں اس واسطے ضروری ہوا کہ اس کے لیے کوئی ایسا اندازہ معتدل جو قریب قریب ہو مقرر کر دیا جائے جس سے نزاع منقطع ہو جائے اور دودھ میں گیہوں کے دانے میں نزاع کی جگہ ہوتی ہے اور گیہوں میں دودھ اور گیہوں کا حکم

واحدا فتعين ان يكون حد ما من ذلك يقتاتون به كالتمر في الحجاز والحنطة في العراق والاقوات تختلف باختلاف البلاد والاعصار فلهذا اختلفت في تقديره عبارات العلماء واعتبر بعضهم الاقوات واعتبر بعضهم الكفاية وهو الاوفق لمعنى هذا الحديث بضرب من الاجتهاد فمقدار الكفاية يختلف باختلاف عدد الناس في انفسهم وقلة الحاجة وكثرتها وهذا الحديث لا يعارض حديث النهي عن بيع الطعام حتى يستوفيه لان ذلك في الطعام الذي يقتات ويتداوى به وهذا في الكلاء الذي ينبت في الارض بغير صنع احد فيباح الانتفاع به قبل الاحراز وبعده وقد يحتج بهذا الحديث من يرى جواز بيع الكلاء قبل القبض وان لم يكن مرئيا وهو قول ابن عباس وابن مسعود ايضا وهو قول مالك والشافعي وقال ابو حنيفة لا يجوز بيعه الا بعد القبض لانه مبيع لم يحصل في ملك البائع فلم يجز بيعه كالطعام وقد روي عن ابن عباس ايضا ما يدل على هذا وهو ان النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن بيع الطعام حتى يجري فيه الصاعان صاع البائع وصاع المشتري وهذا يدل على ان الطعام لا يجوز بيعه قبل القبض لان الصاع انما يجري فيما يكال او يوزن والكلاء لا يكال ولا يوزن فدل على ان النهي انما ورد في الطعام خاصة وقد احتج بعض اصحابنا بهذا الحديث في

وقيل يجوم بيع الماء لنفس عن حاجتها
اراد الشرب او سقي الدواب، قال صلى
الله عليه وسلم المسلمون شركاء في ثلاث
في الماء والكلأ والنار ؛

اقول بنا كذا استحب به المواساة في
هذه فيما كان مملوكا وما ليس بمملوك
هو ظاهر ؛

اور بعض نے کہا ضرورت سے زاید پانی کا اس شخص کے ہاتھ فروخت
کرنا جو خود پینا چاہتا ہو یا مویشی کو پلانا چاہتا ہو حرام ہے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا "تین چیزوں میں سب مسلمان شریک
ہیں: پانی اور گھاس اور آگ میں"

میں کہتا ہوں جبکہ یہ چیزیں کسی کی ملک ہوں تب بھی ان چیزوں
میں ہمدردی نہایت مستحب ہے اور اگر کسی کی ملک نہیں ہیں تب
تو ان کا حال شرکت میں ظاہر ہے ؛

احكام البيع

بیع کے احکام

قال صلى الله عليه وسلم رحم الله
رجلا سمحا اذا باع واذا اشترى واذا
اقتضى ؛

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ سہولت
والے آدمی پر رحم کرے جب وہ فروخت کرے اور جب وہ
خریدے اور جب وہ تقاضا کرے"

اقول السماحة من اصول الاخلاق
التي تتهذب بها النفس وتتخلص به
من حطة الخطيئة، وقضاء الطاعم
عليه وعليها [illegible]
وسلم الحلف منفقة للسلعة ممحقة للبركة

میں کہتا ہوں سماحت ان اصول اخلاق میں سے ہے
جس سے نفس مہذب ہو گیا ہوں گے، خاطی سے نجات پاتا ہے
[illegible] اور اس پر حاکم
[illegible] اور بیع و شرا وغیرہ معاملات میں جہاں
سماحت کے خلاف امور کا گمان ہوتا ہے اس لئے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے اس کے مستحب ہونے کی تاکید فرمائی اور آپ نے فرمایا
"قسم کھا کر سودا بیچنے سے اگرچہ جلدی اسباب فروخت ہوتا ہے
لیکن برکت نہیں رہتی"

اقول مكره اكثار الحالف في البيع
لشيئين كونه مظنة لمغرر الذي يبين
ركوده سبب لنزول نحو [illegible]
[illegible] وكونه سببا لان يمحق
ان يسمى الانفاق في قول المشتري
ممحقة للبركة لان معنى البركة كما يوجه
من الملائكة اليه، وقد تباعدت بالمعصية
وقد دعت عليه، وقال عليه السلام يا
معشر التجار ان البيع [illegible]

میں کہتا ہوں بیع کے اندر زیادہ قسمیں کھانا دو وجہ سے
مکروہ ہے ایک تو یہ ہے کہ یہ اہل معاملہ کو دھوکہ میں ڈالنے کا محل
ہے دوسرا یہ ہے کہ اس کی تعظیم کے زائل ہونے کا سبب ہے
[illegible] خریدار کو فریب دینے پر ہے لیکن اس کی
[illegible] کیونکہ برکت [illegible] فرشتوں کی دعا رحمت سے
اور معصیت کے سبب سے انکی دعا کو لعنت ہو جاتا ہے بلکہ [illegible]
[illegible] اور نبی صلی اللہ

الحلف تشوبه بالصدقة ؛

اقول فيه تكفير الخطيئة وجبر ما فرط من خلواء النفس ، وقال عليه الصلاة والسلام لبيت باع بالدينار دينارين مكانها الدراهم لا بأس ان تأخذه بسعر يومها مالم تفترقا وبينكما شيء :

قول لانهما ان تفرقا وبينهما شيء مثل ان يحضرا تمام صرف الدينار الدراهم صح وفق على ما يا مر به البصير فيبون ، او على ان نزنه الدينار او مثل ذلك كان مطلقا يحتمله المجلس وينتفي فيه الفساد لتصرفهما ، وان صلى الله عليه وآله وسلم امر بعدما فعلا بعد ان نهاهما ان يفترقا بينهما شيء لمعنى ؛

اقول ذلك لانه عمل زائد على اصل الشجرة ، وقد ظهرت الثمرة على ملكه وهو يتبعه ، وقد وضع في بيت فيجب له ، وقد لا حقته الا ان يصرح بخلافه ، وقال صلى الله عليه وسلم من كان من شرط ليس في كتاب الله فهو باطل ؛

اقول المراد كل شرط ليس في معنى ما ذكر في كتاب الله لا النفي البسيط ونهى عليه السلام عن بيع الولاء وعن هبته لان الولاء ليس بمال حاضر مضبوط انما هو حق كالولاية والنسب لا يليق الولاء ، وقال صلى الله عليه وسلم

قسم دفن ہو جاتی ہیں اس سے تم اس کے سائر صدقہ تلافی کرو۔

میں کہتا ہوں اس میں کفارہ بدنفس کے صدمے کے سبب ہونے اس شخص سے کچھ تصور ہو جاتا ہے اس کا ادراک ہو جانے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ اس شخص کے بارے میں جس نے دینار کو دینار کی چیز کو درخت کر کے ان کے عوض میں بیع لے لیے فرمایا: اگر کا روز کی قیمت پر درہم کرلے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ تم دونوں کے جدا ہونے سے پیشتر معاملہ تمام ہو گیا ہو۔

میں کہتا ہوں کیونکہ اگر وہ دونوں معاملہ تمام کے لیے جمع ہو جائیں شاہد وہ دونوں دینار کے دراہم سے بدلنے کو صرف کے بیان کرنے یا وزن کرنے پر موقوف رکھیں یا اسی طرح کسی اور چیز پر موقوف رکھیں تو اس میں صحت اور جواز کرنے کے لیے صحت اور جواز کرنے کی گنجائش ہے اور معاملہ صاف نہیں ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو شخص کھجور کے درخت کو گابہ کھنے کے بعد خرید لے تو اس درخت کا پھل بیچنے والے کے لیے ہے مگر جس صورت میں خریدار شرط کرے تو اس کے لیے ہے"

میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ گابہ لگانا اصل درخت کی زیادہ ایک فعل ہے اور اس کی ملکیت میں بھی ظاہر ہو چکا ہے یہ ایسا کا حال اس کپڑے کا سا ہے جو ایک مکان میں رکھی ہوئی ہو اس سے خریدنے والے کا حق اس کو دیدیا جائے مگر جس صورت میں شرط کے خلاف کی تصریح ہو جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شرط کتاب اللہ میں نہیں ہے وہ باطل ہے"

میں کہتا ہوں اس سے وہ شرط مراد ہے جس کی سنت میں ممانعت نہیں ہے اور حکم ان میں اس کی نفی مذکور ہے یہ خطبہ نہیں ہے اس سے کابا شیخ اور نبی علیہ السلام نے ولاء کی بیع اور اس کے ہبہ کرنے سے منع فرمایا کیونکہ ولاء حاضر اور اس کا مال نہیں ہے بلکہ وہ ایک حق ہے جو نسب کے بیع ہی جس طرح نسب کی بیع نہیں ہوتی ہے اسی طرح ولاء کی بیع نہیں ہو جانے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" صاع

بالضمان ؛

اقول لاتنقطع المنازعة الا بان يجعل الغنم بالغرم ، فمن رد المبيع بالعيب ان طولب بخراجه كان فى اثبات مقدار الخراج حرج عظيم فقطع المنازعة بهذا الحكم كما قطع المنازعة فى القضاء بان ميراث الجاهلية على ما قسم ، قال صلى الله عليه وسلم البيعان اذا اختلفا والمبيع قائم ليس بينهما بينة فالقول ما قال البائع او يترادان ؛

اقول وانما قطع به المنازعة لان الاصل ان لايخرج شئ عن ملك احد الا بعقد صحيح و تراض ، فاذا وقعت المشاحة وجب الرد الى الاصل والمبيع ملك بيقين وهو يطالب بالفعل او قبل العقد الذى لم تتقرر صحته ، والقول قول صاحب المال لكن ابتداء بالخيار لان البيع مبنى على التراضى قال صلى الله عليه وسلم الشفعة فيما لم يقسم فاذا وقعت الحدود وعرفت الطرق فلا شفعة ، وقال عليه السلام الجار احق بصقبه ؛

قول الاصل فى الشفعة دفع الضرر من الجيران والشركاء ، وانما ان كانت شفعتان شفعة يجب بسبب الملك او بجوار كالتى نحن بصددها وهى التى بينها رسول الله ، وان لم يتضرر على حدة ولا يحتمل عليه فى القضاء ، وهى الجار الذى ليس بشريك وشفعة بسبب الشركة فى الارض ، وهى المشاع الذى لم يقسم ، وهذا وجه الجمع بين الاحاديث المختلفة فى هذا الباب فان رسول الله صلى الله عليه وسلم

تاوان کے ساتھ ہیں ، یعنی جو تاوان دیگا وہی نفع لیگا ؛

میں کہتا ہوں نزاع ختم کرنے کی یہی صورت ہے کہ منافع کا مدار مشقت پر رکھا جائے پس جو شخص مبیع کو کسی عیب کے سبب رد کردے اور اس سے مبیع کے منافع طلب کئے جائیں تو آمدنی کی مقدار کے ثابت کرنے میں حرج عظیم ہے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم سے منازعت کو ختم کردیا جس طرح قضا میراث کے بارے میں آپ نے منازعت کو اس طرح ختم کیا کہ جاہلیت کی میراث اسی حالت پر رکھی جائے جس حالت پر تقسیم کی گئی ہے ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خریدار اور بائع کا جب اختلاف ہو اور مبیع موجود ہو اور کسی کے پاس بینہ نہ ہو تو بائع کا قول معتبر ہے یا ہر دونوں بیع کو رد کردیں گے ؛

میں کہتا ہوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے قطع منازعت اس سے کی رسول ہے کہ کوئی شئی بغیر عقد صحیح کے اور باہمی رضا مندی کے اپنی ملک سے خارج نہ ہو پس جب منازعت واقع ہوئی تو اصل کی طرف رد کرنا واجب ہوا اور مبیع قطعی طور پر بائع کا مال ہے اور وہ اس وقت اس پر قابض ہے یا قبل اس عقد کے جس کی صحت ثابت نہیں ہوئی اور معتبر قول صاحب مال کا قول ہے لیکن اختیار کرنا رد کا اس لئے کہ بیع کا دارومدار رضا مندی پر ہے اور اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شفعہ اس چیز میں ہے جو تقسیم نہ کی گئی ہو پھر جب حدیں پہچان لی جائیں اور راستے ہموار ہوجائیں تو پھر شفعہ نہیں ، اور اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمسایہ اپنے قریب ہونے کی وجہ سے زیادہ حقدار ہے ؛

میں کہتا ہوں شفعہ میں اصل ہمسایوں کو ضرر سے بچانا ہے اور میرے نزدیک شفعہ کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ شفعہ جو سبب ملک کی وجہ سے ہے کہ ہر شریک شفیع کو اس شفعہ کی حاجت ہے ہر خیر کے مفاد میں اس کو ترجیح دے سکیں عدالت کے ذریعہ اس کو پیش کریں اور دوسرا وہ شفعہ جو ہمسایہ کیلئے ہے کہ اس کا شفعہ اس وقت ہے جو شریک نہیں ہے اور ایک وہ شفعہ ہے جو ہمسایہ کیلئے ہے

ہے ، اور احادیث جو اس باب میں وارد ہوئی ان کی تطبیق اسی صورت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے

اقول اخاه المسلم صفقة كره لها قال الله عشرته يوم القيامة ؛

اقول يستحب اقالة النادم في صفقته دفعا للضرر عنه ولا يجب لان المدعى خيار باقراره لا يلزم عليه ما التزمه. وحديث جابر رضي الله عنه لعنه واستدلاله حملا له على الكل

اقول فيه جواز الاستثناء فيما لم يكن محل المناقشة وكان متعددا متباينا ذليلين لان المنع انما هو لكون المبيع المناقشة. قال صلى الله عليه وسلم من فرق بين والدة وولدها فرق الله بينه وبين احبته يوم القيامة وقال رضي الله عنه من باع

ترجمہ

اقول اخاه المسلم صفقة كره لها قال الله عشرته يوم القيامة ؛

میں کہتا ہوں جس شخص کو عقد کرنے کے بعد افسوس ہو تو اس سے رفع ضرر کے لیے اس بیع کا فسخ کرنا مستحب ہے اور واجب نہیں ہے کیونکہ انسان اپنے اقرار سے ساتھ مأخوذ ہوتا ہے

اقول يستحب اقالة النادم في صفقته دفعا للضرر عنه ولا يجب لان المدعى خيار باقراره لا يلزم عليه ما التزمه. وحديث جابر رضي الله عنه لعنه واستدلاله حملا له على الكل

اقول فيه جواز الاستثناء فيما لم يكن محل المناقشة وكان متعددا متباينا ذليلين لان المنع انما هو لكون المبيع محل المناقشة. قال صلى الله عليه وسلم من فرق بين والدة وولدها فرق الله بينه وبين احبته يوم القيامة وقال رضي الله عنه من باع

میں کہتا ہوں اس کا ان چیزوں کے اندر استثناء کرنا جائز ہے جو بیع میں مناقشہ کا موقع نہ ہو اور دونوں متعاقدین کو سہولت کرنیوالے اور فراخ دل ہوں کیونکہ مستثنیٰ کرنے کی ممانعت اس وجہ سے ہے کہ اس میں مناقشہ کا احتمال ہوتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ماں اور اسکے بچے میں جدائی ڈالی

اقول يستحب اقالة النادم في صفقته دفعا للضرر عنه ولا يجب لان المدعى خيار باقراره لا يلزم عليه ما التزمه. وحديث جابر رضي الله عنه لعنه واستدلاله حملا له على الكل

اقول فيه جواز الاستثناء فيما لم يكن محل المناقشة وكان متعددا متباينا ذليلين لان المنع انما هو لكون المبيع محل المناقشة. قال صلى الله عليه وسلم من فرق بين والدة وولدها فرق الله بينه وبين احبته يوم القيامة وقال رضي الله عنه من باع

اتوب لما كان الحكم العدل بين المشترين
و مي بالسلع الذي لا يتضرر به احدهما ا
ويكون تضررهما سواء في غاية الصعوبة
توب منه النبي صلى الله عليه وسلم لئلا
يتخذها الامراء من بعده سنة، و مع
ذلك فان رؤي منهم جور ظاهر لا يمتنع
منه الناس جاز تغييره فانه من الافساد
في الارض، قال الله تعالى يا ايها الذين
منوا اذا تداينتم بدين الى اجل مسمى
فاكتبوه الآية ؛

اعلم ان الذين اعظم المعاملات
مناقشة واكثرها جدلا ولا بد له
حجة فلذلك ان نتكلم في الكتابة
الاستشهاد والرهن والكفالة و
بين انه كتمان شهادة وارجحيتها الكفاية
تقديم بالكتابة والشهادة وهو من مقصود
نفيه بزيادة، وتقديم رسول الله صلى الله
عليه وسلم المدينة وهم يسلفون في
ثمار السنة والسنتين والثلاث فقال
من اسلف في شئ ففي كيل معلوم
وزن معلوم الى اجل معلوم

قول ذلك لقرب تسليم المبيع
زمان، وقاسوا عليه الارصاد
ما استثنى من غير تضييق
قرض على التبرع من اول الامر
جعل الاجارة فلذلك جازت النسيئة
حرم الفضل، ومعنى الرهن على
شرط فلان شرط انه

میں کہتا ہوں جبکہ خریداروں اور فروخت کرنے والوں کو عدل
کا حکم جس سے کسی کو ضرر نہ پہنچے یا دونوں کو برابر ضرر پہنچے نہایت مشکل
تھا اس لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے اعتناب فرمایا تاکہ آپ
کے بعد حکام لوگ دستور و طریقہ مقرر کر لیں لیکن اس کے باوجود اگر
تاجر کی طرف سے عدیہ ظلم معلوم ہو جس میں لوگوں کو شک نہ ہو
تو اس کو بدلنا جائز ہے کیونکہ اس میں ملک کی بربادی ہے اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے اے ایمان والو جب تم کسی وقت مقرر تک قرض
کا لین دین کرو تو اس کو لکھ لو الآیہ ؛

واضح ہو کہ بعض معاملات کے اعتبار سے بعض معاملات میں بڑھکر
ہے اور اس کے اعتبار سے بعض معاملات میں زیادہ ہے اور بعض
وقت میں سے چارہ کار بھی نہیں ہے پس اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کہ
[illegible] کی تاکید فرمائی اور رہن اور کفالت کو مشروع
[illegible] کے کافی ہونے کو واجب کیا اور وہ مقبوضہ ذریعہ
[illegible] صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو لوگ
[illegible] پیشگی قرض کی بیع السلم کرتے
[illegible] فرمایا جو کوئی بیع السلم کرے تو کیل معلوم اور وزن
[illegible] وقت تک کے۔

[illegible] کہتا ہوں [illegible]
[illegible] اور احسان کو
[illegible] میں درکنار
[illegible] مضبوطی
[illegible] ثابت ہوتی ہے
[illegible] اور میرے نزدیک
[illegible] ہیں۔ پہلی حدیث

الرهن الرهن من صاحبه الذی رهنه عنده وعلیه غرمه وحدثت الظهر بترکب بنفقته اذا کان مرهونا ولبن الدر یشرب بنفقته اذا کان مرهونا وعلی الذی یرکب ویشرب النفقة لان الاول هو الوظیفة لکن اذا امتنع الراهن من النفقة علیه وخیف الهلاک وجب ان للمرتهن ان ینفق لیسلم له ما له ویرجع به بقدر ما یراه انه لا یضر به ولا یحتاج الی استیذان القاضی وقال صلی الله علیه وسلم لاصحاب الکیل والمیزان انکم قد ولیتم امرین هلکت فیهما الامم السابقة قبلکم ۔

اقول یحرم التطفیف لانه خیانة وسوء معاملة، وقد سبق فی قوم شعیب علیه السلام ما قص الله تعالی فی کتابه وقال ایما رجل افلس فادرک رجل ماله بعینه فهو احق به ۔

اقول وذلک لانه کان فی الاصل ماله من غیر مزاحمة، ثم باعه ولم یرض فی بیعه بخروجه من یده الا لیتوفر الثمن فاذا لم یؤد کان له فسخه ما دام المبیع قائما بعینه واذا فات المبیع لم یمکن ان یرد المبیع فیصیر دینا کسائر الدیون، وقال صلی الله علیه وآله وسلم من سره ان ینجیه الله من کرب یوم القیامة فلینفس عن معسر او یضع عنه ۔

اقول هذا ندب الی سماحة التی هی من اصول ما یرتفع فی اسواق المعاملات وقد ذکر انه علیه السلام مطل

تو یہ ہے کہ رہن کرنیوالی چیز کو رہن لینے والے کے ہاتھ نہ بیچ سکتا جو کچھ اس سے منافع ہیں وہ سب اسکے لئے ہیں اور جو کچھ اسکا خسارہ ہو وہ بھی اسی پر ہے، اور دوسری حدیث یہ ہے کہ سواری کا خرچ اٹھانے کی وجہ سے اس کی سواری کیجا سکتی ہے جبکہ وہ مرہون ہو اور دودھ دینے جانور کا دودھ اس کا خرچ اٹھانے کے سبب پیا جاسکتا ہے جبکہ وہ مرہون ہے اور سوار ہونیوالے اور دودھ پینے والے کو اس کا خرچ برداشت کرنا پڑیگا، وہ اسلئے کہ نہ ہونیکا سبب یہ ہو کہ پہلی حدیث کا حکم دستور کے موافق ہے لیکن جب راس کا خرچ نہ دے اور اس چیز کے ہلاک ہونیکا خوف ہو تو اللہ مرتہن اس کا خرچ اٹھائے تو اس وقت جس قدر لوگ انصاف سمجھتے ہوں اس سے مرتہن نفع حاصل کر سکتا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپنے والوں اور وزن کرنیوالوں کو فرمایا ہے تم کو ایسی دو چیزوں کے سپرد کی گئی ہیں جن میں تم سے قبل امم سابقہ ہلاک ہو چکی ہیں

میں کہتا ہوں کم تولنا حرام ہے کیونکہ اس میں خیانت اور بدمعاملگی ہے، اور حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا حال جو کچھ ہوچکا ہے خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں اس کا ذکر فرمایا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو کوئی شخص مفلس ہو جائے پھر کوئی شخص اس مفلس کے پاس بعینہ اپنے مال کو پائے تو وہی اس کا مستحق ہے

میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دراصل اسی کا مال تھا اور اس میں کوئی اس کا شریک نہ تھا پھر اس نے اس کو بیچ دیا اور وہ اسکو پھر اپنے قبضہ سے نکالنے پر بغیر قیمت کے راضی نہ تھا پس بیع قیمت ادا کرنے کے ساتھ مشروط تھی پس جب اس نے قیمت ادا نہ کی تو بائع کو بیع کے فسخ کا اختیار ہے بشرطیکہ مبیع موجود ہو لیکن جب مبیع ضائع ہو جائے تو مشتری کیلئے مبیع کا لوٹانا ممکن نہیں رہا پس وہ دوسرے قرضوں کی طرح اس کا بھی قرض ہو جائیگا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ پسند کرے کہ اللہ تعالیٰ اسکو روز قیامت کی سختیوں سے نجات دے تو اسکو چاہیئے کہ وہ تنگدست کو مہلت دے یا اسکو معاف کر دے

میں کہتا ہوں یہ نرمی کی طرف ترغیب جو اس چیزوں کے اصولوں سے ہے جو انسان کو تجارت میں نفع دیتی ہیں اور ہم انکا ذکر کر چکے ہیں، اور

۴ نبی علیہ السلام نے فرمایا تاجر اور بائع

مغنى ظلم واذا اتبع احدكم على ملئ فليتبع
قول هذا يدل على استحباب لزوم قبول
طع المتنشة، قال صلى الله عليه وسلم
الواجد يحل عرضه وعقوبته
قول هو ان يغلظ له فى القول ويعيبه
يجبر على البيع ان لم يكن له مال غيره
قال صلى الله عليه وآله وسلم
مصلح جائز بين المسلمين الا صلحا
حلالا او احل حراما والمسلمون
شروطهم الا شرطا حرم حلالا او احل
حراما، فمنه وضع جزء من الدين كقوله
بن ابى حدرد، وهذا الحديث احد
اصول فى باب المعاملات

التبرع والتعاون

التبرع اقسامه، صدقة ان
رحمه الله، ويجب ان يكون
اذكر الله تعالى فى قوله
فقراء لاية وهدية
سهدى له، قال صلى الله عليه وسلم
عطاء انواعها فليجزه
سيئن قال من اثنى
عليكم ومن تحلى بما لم يعطا كان كلابس
ولى زور
علم ان الهدية
لالفة فيما بين الناس
المقصود لا بان يرد اليه مثله
حيث لهدى الى المهدى له

کا قرض دار کرے میں دیر نہ ظلم ہے اور جب تم میں سے
کسی کا قرض کسی مالدار کے

میں کہتا ہوں اگر یہ اور اس قسم کی حدیثوں کا مطلب یہ کہا جائے
کہ اس کا کبھی قرض خواہ کو ٹال دیا جائے، بیچ پر
مجبور کیا جائے تو پاس کچھ اور کوئی مال نہیں ہوتا
اور اس لئے اس نے کہا ہے کہ اس کو حلال کرنے
اور اس کے ساتھ صلح کرنے کا حکم
اور اس کے ساتھ صلح کرنے کا حکم

تبرع اور تعاون کا بیان

ف چاہئے اس کو یہ حدیث

عکس. و بینهما فان الید العلیا خیر من ید
السفلی. و لمن اعطی الطول علی من حدثان
جیز فلیشکره و لیظهر نعمته فان الثناء
بالنعمة شکر و اظهار المحبة و انه
افضل فی ایراث الحب مما تفعل الهدیة. و
من کتم فقد خالف علیه ما اراده، و ناقض
مصلحة الایثار و غلط حتفه. و من اظهر
ما لیس فی الحقیقة فذلک کذب، و قوله
علیه السلام کلابس ثوبی زور، و شمل
لزور جمیع بدنه، قال صلی الله علیه وسلم
من صنع الیه معروف فقال لفاعله جزاک
الله خیرا فقد ابلغ فی الثناء.

اقول انما حذین النبی صلی الله علیه و
سلم هذه اللفظة لان الکلام لغو فی مثل
هذا المقام اطراء و مدح و ذلک مما لا یحسن
یتعاطه، و احسن ما یجزی به المحسن للمسلم
بعضا ما یذکر المعاد و یجیل الامر علی الله
و هذه اللفظة تصلح بجمیع ما ذکر،
و قال صلی الله علیه وسلم تهادوا فان
الهدیة تذهب الضغائن و فی روایة
تذهب وحر الصدر.

اقول الهدیة و ان قلت تدل علی
تعظیم المهدی له و کونه منه علی بال و
انه یحبه و یرغب فیه. و فیه الاشارة
الی حدیث لا تحقرن جارة لجارتها و لو
فرسن شاة فلذلک کان طریقا صالحا
لدوام الصحبة و عدم قطعها تمام الاسفة فی
المدینة و لهی. قال صلی الله علیه وسلم

محبت ظاہر نہیں ہوتی اور میرے نزدیک یہ ہدیہ لینے والے
ہاتھ سے بہتر ہے اور جو کوئی کسی کو کچھ دے تو بھی کچھ دے کر اس
دے سکتا ہو تو اسکا شکریہ ادا کرے اور جس کی طرف سے کوئی احسان
کرے کیونکہ اسکی مدح کرنا اسکی نعمت کو دل میں رکھنا اور اسکی
اس کی محبت کو دل میں رکھنا ہے اور مدح کرنے نعمت بیان کرنے
میں وہی کام انجام دیتا ہے جو ہدیہ دینے سے ہوتا ہے اور جس نے
نعمت کو چھپایا تو اس نے اس پہلی نعمت کی ناشکری
کیا اور کہا ہے اور اس نے اس نعمت کی مصلحت کا خون کیا
اور اس کی نیت کی اور جس نے اس چیز کا اظہار کیا جو حقیقت میں
اس کے پاس نہیں ہے تو یہ ایک جھوٹ ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا
قول کہ وہ شخص ایسا ہے جیسے جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والا ان
کے یہ معنی ہیں کہ اسکا حال اس شخص کا سا ہے جس نے جھوٹ
اوڑھی اور فریب و دغا بازی کو اپنے اوپر لپیٹ لیا اور نبی صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا جس کے ساتھ کوئی بھلائی کی جائے اور
وہ بدلہ نہ دے سکے تو اس کی تعریف کرے کیونکہ تعریف
حقیقت میں اسکی تشہیر کرنی ہے۔

میں کہتا ہوں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لفظ تو اس
کرنے کے مقام میں اس کو یاد کرنا اور اس کا بدلہ چکانا ہے اور
کرنا احسان کا کتمان اور اس کو حقیر سمجھنا ہے اور بعض مسلمان بعض کی
جو ہدیہ پیش کرے اس سب کو بیان کرنا ہے تو خدا تعالیٰ کو
تمام امور کو خدا تعالیٰ کے سپرد کرنا اور یہ لفظ اس تمام
نے ذکر کیا کا مقتضی ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہدیہ
تحفے دو کیونکہ تحفے دشمنیوں کو دور کرتے ہیں اور ہدیہ دینے
عداوت ان سے دل کو صاف کر دیتا ہے

میں کہتا ہوں ہدیہ خواہ کم قیمت نہ ہو اس میں
ہے کہ بھیجنے والے کے دل میں ہدیہ لینے والے کی تعظیم اور اس کی محبت
ہے اور اس کی طرف رغبت کرنا ہے اور اس کی جانب میلان اور رغبت کا
ہے اور اس حدیث میں اس کی ترغیب دلائی ہے کہ کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن
کو حقیر سمجھے اگرچہ بکری کے کھر کا ٹکڑا ہی ہو اور اس حدیث میں اس
عورت کی تشریف کرنی ہے

م کریمکا عمدہ خلیفہ حزلیہ پاشا اور کئی شہر یا قصبہ میں پوری کی پوری [illegible]

من عرض عليه ريحان فلا يرده فانه خفيف المحمل طيب الريح ؛

اقول انما كره رد الريحان ونحوه لخفة مؤنته وتعاطي الناس اياه فلا يلحق هذا كثير حرج في قبوله ولا ذل كثير حرج في اهدائه ، وفي التعاطي بذرك ثلاث وفي رده فساد ذات البين واضمار الشر وقال صلى الله عليه وسلم العائد في هبته كالكلب يعود في قيئه فليس لنا مثل السوء ؛

قول انما كره الرجوع في الهبة لان منشاء العود فيما افرزه من ماله وقطع طمعه عنه اما شيء بما اعطى او تضجر منه لاضراره له ، وكل ذلك من الاخلاق المذمومة ، وايضا ففي نقض الهبة بعد الحكم وامضاء وحز ضغينة بخلاف ما لو اعطاه من اول الامر ، فشبه النبي صلى الله عليه وسلم العود فيما فرزه من ملكه برد الكلب في قيئه يمثل لهم المعنى بادي الرأي ويبين لهم قبح تلك الحالة بما يلوح لهم انهم لو اذا كان بينهما سياسة تزع تلك النفسة كالوالد والولد وهو قوله عليه السلام الا الوالد من ولده ، وقال صلى الله عليه وسلم فيمن نحل بعض ولده ولم ينحل الاخر ابسرك ان يكونوا اليك في البر سواء ؟ قال بلى ، قال فلا اذا ؛

قول انما كره تفضيل بعض الاولاد على بعض في العطية لانه يورث التحاسد والتباغض والتقاطع بالنسبة الى الوالد

"جو کوئی کسی کو خوشبو دے تو اس کو رد نہ کرے کیونکہ یہ ہلکی چیز اور خود خوشبو دار شئی ہے"

میں کہتا ہوں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خوشبو وغیرہ رد کرنے کو اس لیے ناپسند فرمایا کہ اس کے قبول کر لینے میں زیادہ بار نہیں ہوتا اور لوگوں میں اس کے ہدیہ دینے کا رواج بھی ہے سو اسے اس کے قبول کر لینے میں لینے والے کو زیادہ عار نہیں ہوتی اور نہ اسکے ہدیہ دینے میں زیادہ حرج ہوتا ہے اور اس کو باہم رواج دینے میں آپس کی الفت ہوتی ہے اور اس کے واپس کرنے میں باہمی فساد اور رنجش کا دل میں ہونا ظاہر ہوتا ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اپنی ہبہ کی ہوئی چیز کو واپس لینے والا اس کتے کے مانند ہے جو اپنی قے کو پھر کھا جاتا ہے ایسی بری مثال ہمارے مناسب نہیں ہے"

میں کہتا ہوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہبہ کی ہوئی چیز کے واپس لینے کو اسواسطے ناپسند فرمایا کہ اس کے واپس لینے کا منشاء جس کو وہ اپنے مال سے علیحدہ کر چکا تھا اور اس سے قطع تعلق کر لیا تھا یا تو اس دی ہوئی چیز کے ساتھ حرص کا پیدا ہونا یا اس شخص کی ناخوشی یا اس کی ضرر رسانی ہے اور یہ سب اخلاق مذمومہ میں داخل ہیں اور نیز ہبہ کے پورا کر دینے اور مضبوط کر دینے کے بعد اس کے واپس لینے میں عداوت اور رنجش کا پیدا کرنا ہے بخلاف اسکے کہ پہلے ہی سے کچھ نہ دیا ہوتا اس واسطے ہی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز کے واپس لینے کو جس کو وہ اپنی ملک سے علیحدہ کر چکا تھا کتے کا قے کر کے کھا لینے کیساتھ تشبیہ دی تاکہ لوگوں کے لئے ظاہر میں اس کے معنی متمثل ہو جائیں اور لوگوں کے لئے اس حالت کی قباحت کو خوب طرح سے بیان کر دیا مگر جب ان دونوں کے درمیان کوئی ایسا واسطہ ہو جو اس قضیہ کو رد کر دے تو وہاں واپس لینے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسے باپ کا بیٹے کو واپس لینا، چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بیٹا باپ کے [illegible]

لهم الثلثين ولغيرهما الثلث، وقال صلى الله عليه وسلم ان الله اعطى لكل ذى حق حقه فلا وصية لوارث ؛

اقول لما كان الناس فى الجاهلية يضارون فى الوصية ولا يتبعون فى ذلك لحكمة الواجبة، فمنهم من ترك الحق و الواجب مواساته، واختار الابعد برا به الاقرب وجب ان ليس هذا الباب وجب عند ذلك ان يعتبر الصنفان بالكلية بحسب القرابات دون الخصوصيات الطارئة بحسب الاشخاص، فلما تقرر امر المواريث تطعا للمنازعة بينهم وسدا لضغائنهم كان من حكمه ان لا يسوغ الوصية لوارث اذ فى ذلك مناقضة للحد المضروب، وقال صلى الله عليه وسلم ما حق امرئ مسلم له شئ يوصى فيه يبيت ليلا الا ووصيته مكتوبة عنده ؛

اقول استحب تعجيل الوصية احترازا من ان يهجم الموت او يحدث حادث بغتة فتفوت المصلحة التى يجب اقامتها عند ؛ فيتحسر، قال صلى الله عليه وسلم ايما رجل اعمر عمرى الحديث

اقول كان فى زمان النبى صلى الله عليه وسلم منافسات لا تكاد تنقطع فكان قطعها احدى المصالح التى بعث النبى صلى الله عليه وسلم لها كالرباء الثارات وغيرها، وكان قوم اعمروا القوم ثم انقرض هؤلاء وهؤلاء فجاء القرن الاخر فما شتبه عليهم الحال فتى عد

ان کے لئے دو تہائی اور ان کے علاوہ دوسروں کے لئے ایک تہائی مقرر کیا گیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تحقیق اللہ تعالیٰ نے حق دار کو اس کا حق عطا فرمایا ہے لہذا کسی وارث کے لئے وصیت نہیں ہے"

میں کہتا ہوں جبکہ وصیت کے اندر ایام جاہلیت میں لوگ ضرر رسانی کرتے تھے اور وصیت کرنے میں حکمت واجبہ کا اتباع نہیں کرتے تھے اور بعض لوگ حق کو چھوڑ کر اور اس شخص کو ترک کر کے جسکے ساتھ سلوک کرنا واجب تر ہے اپنی ناقص رائے سے بعید تر لوگوں کو اختیار کرتے تھے اس واسطے ضروری ہوا کہ اس دروازہ کو بند کر دیا جائے اور یہ بات واجب ہوئی کہ ایسی حالت میں قرابتوں کے اعتبار سے قواعد کلیہ کا لحاظ کیا جائے اور اشخاص کے اعتبار سے خصوصیات کا لحاظ نہ کیا جائے پس جب ان کی منازعت کو ختم کرنے کے لئے اور ان کی دل کی رنجشوں کو دور کرنے کے لئے وراثت کے احکام مقرر ہوئے تو یہ حکم بھی ضروری ہوا کہ کسی وارث کے لئے وصیت جائز نہ ہو کیونکہ ایسے جائز کرنے میں اس حد مقرر کو توڑنا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان شخص کے لئے درست نہیں ہے کہ اس کے پاس وصیت کرنے کیلئے کوئی چیز موجود ہو اور وہ اس حال میں رات بسر کرے کہ اس کے پاس اس کی وصیت لکھی ہوئی نہ ہو"

میں کہتا ہوں وصیت میں جلدی کرنا بہتر ہے تاکہ وہ اس بات سے بچ جائے کہ اچانک سکو موت آگھیرے یا فوری طور پر کوئی حادثہ پیش آجائے پس اس سے وہ مصلحت فوت ہو جائے جس کا قائم کرنا اس کے نزدیک ضروری تھا اور اس وقت وہ حسرت کرنے لگے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص کو کوئی مکان عمر بھر رہنے کو دیا گیا، الحدیث،

میں کہتا ہوں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بہت سے ایسے جھگڑے تھے جو منقطع نہ ہو سکتے تھے لہذا ان کا قطع کرنا مہمات مصلحتوں کے ہوا جن کے قائم کرنے کے لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے، مثلاً سود اور قتل وغیرہ، اور کچھ لوگ دوسروں کو عمر بھر رہنے کے لئے مکان دیدیا کرتے تھے پھر یہ دونوں مر جاتے اور انکے بعد دوسرا قرن پیدا ہوتا تو ان پر حالات مشتبہ ہو جاتے اور باہم جھگڑا شروع ہو جاتا،

هبين النبي صلى الله عليه وسلم انه ان كان نص الواهب هي لك ولعقبك فهي هبة لا رجوع فيها لانه لا يكون من حق الهبة الخالصة، وان قال هي لك ما عشت فهي للاعمار في مدة حياته لانه قيده بقيد ينافي الهبة ؛

ومن التبرعات الوقف وكان اهل الجاهلية لا يعرفونه فاستنبطه النبي صلى الله عليه وسلم لعلمه بما توجد في سائر الصدقات، فان الانسان ربما يحبس في سبيل الله مالا كثيرا ثم يفتقر فيحتاج اولئك الفقراء تارة اخرى فيجيء هو واهله اخرون من الفقراء فيبقون محرومين فلا احسن ولا انفع للعامة من ان يكون شيء حبسا للفقراء وبناء السبيل تصرف عليهم منافعه وريعه صلى الله عليه وسلم الواقف، وهو قوله صلى الله عليه وسلم لعمر رضي الله عنه ان شئت حبست اصلها وتصدقت بها، فتصدق عمر انه لا يباع اصلها، ولا يوهب ولا يورث، وتصدق بها في الفقراء وفي القربى وفي الرقاب وفي سبيل الله وابن السبيل والضعيف لا جناح على من وليها ان يأكل منها بالمعروف ويطعم غير متمول ؛

اما المعاوضة فهي انواع ايضا، منها المصارفة وهي ان يكون المال من الاثمان والعمل في الذمة من غير تعيين بل يلتزم على ما يستأنفه، و

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ اگر ہبہ کرنے والے نے تصریح کردی ہے کہ یہ چیز تیرے لئے ہے اور تیرے بعد تیرے وارثوں کے لئے ہے تو یہ ہبہ ہے کیونکہ اس نے دو ٹوک بیان کردی جو خالص ہبہ کا تقاضا ہے اور اگر اس نے یہ بات کہی کہ جب تک تو زندہ ہے یہ چیز تیری ہے تو وہ اس کی عمر بھر کے لئے عاریت ہے کیونکہ اس نے ہبہ کے منافی مقید کیا ہے جو ہبہ کے منافی ہے ؛

اور یہ تبرعات کے قسم سے وقف ہے اور اہل جاہلیت اس سے واقف نہ تھے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مصلحتوں کی وجہ سے جو دوسرے صدقات میں نہیں پائی جاتیں وقف کا استنباط کیا کیونکہ انسان بسا اوقات اللہ تعالیٰ کی راہ میں بہت سا مال خرچ کر دیتا ہے پھر وہ مال فنا ہو جاتا ہے اور وہ فقیر کو دوبارہ ضرورت پڑتی ہے اور دوسرے فقراء جو آتے ہیں تو وہ بھی فروماندہ ہی ہیں پس عوام کے لئے اس سے بہتر اور نافع کوئی بات نہیں ہے کہ ایک شئی فقراء اور مسافروں کے لئے روک لی جائے جس کے منافع ان پر تقسیم ہوا کریں اور اصل مال وقف کر دیا جائے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا اگر تو چاہے تو اس کی اصل کو روک لے اور اس کے ساتھ صدقہ دیا کرے، پس حضرت عمرؓ نے اس طرح اس کا صدقہ کیا یا اس کی اصل کو نہ بیچا جائے اور نہ اس کو ہبہ کیا جائے اور نہ اس کو وراثت میں تقسیم کیا جائے اور اس کو فقراء میں اور اہل قرابت میں اللہ کے راستوں میں اور مسافروں کے لئے اور مہمانوں کے لئے صدقہ کر دیا، اور جو شخص اس کا متولی ہو اس کے لئے جائز ہے کہ اس میں سے کھائے اور غیر متمول لوگوں کو کھلائے۔

اور معاوضات کی بھی چند قسمیں ہیں، ان میں سے ایک مصارفت ہے اور وہ یہ ہے کہ تجارت کرنے والے کے پاس کچھ مال ہو اور دوسرے کی محنت ہو اور فقہ جس طرح وہ اس کو مقرر کریں ان کے

ن يعقد رجلان بمالهما سواء اشتركتا في
جميع ما يشتريانه ويبيعانه والربح
بينهما وكل واحد كفيل الآخر ووكيله
ويجوز ان يعقدا الشركة في مال معين
بينهما ويكون كل واحد وكيلا للآخر فيه
ولا يكون كفيلا يطالب بما على الآخر، و
شركة الصنائع كخياطين وصباغين
يشتركان على ان يتقبلا كل واحد ويكون
الكسب بينهما، وشركة الوجوه ان
يشتركا ولا مال لهما على ان يشتريا
بوجوههما ويبيعا والربح بينهما، و
وكالة ان يكون حق هذا العقد
صاحبه، ويصح قولنا ان تكون الأرض
لشجر بين فيكفي مؤنة بها ارادوعلى ان
الثمر بينهما، والمزارعة ان تكون
الأرض لواحد والعمل والبقر
من الآخر، والمعاجرة ان تكري الأرض
من الدار والبقر والعمل من
آخر، ونوع آخر يكون العمل من
واحد والباقي من الآخر، و
هذا معنى العبادة، ومعنى
كان المطلوب نفس المنفعة فهذه
بة، وان كان خصوص العمل مقصو
في المعاونة غالب، وهذه خصوص
س بتعاملون بها فيما بين الناس
صلى الله عليه وسلم فما لم يكن منها معارضا
لسنة عامة ولم يرد عنه
صلى الله عليه وسلم نهي صريح
في ولله صلى الله عليه

اور دوسرا یہ ہے کہ دو شخص برابر سرمایہ سے شرکت کریں اور
دونوں تمام خرید و فروخت میں شریک ہوں اور باہم نفع
تقسیم کر لیا کریں اور ہر ایک دوسرے کا کفیل و وکیل ہو اور
ایک شرکت عنان ہے اور وہ یہ ہے کہ اس تاجر مال معین میں شریک ہو کر
[illegible] ہر ایک اس میں دوسرے کا کفیل ہوتا ہے
[illegible] سو دوسرے کے قرضہ کا مطالبہ کیا جائے، اور
ایک شرکت صنائع ہے جیسے دو [illegible] دونگر یہ شرکت اس طرح
ہوتی ہے کہ دونوں اس کے شریک محنت کریں اور اجرت دونوں میں
تقسیم ہو، اور ایک شرکت الوجوہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ایسے
دو شخص جن کے پاس مال نہیں ہے سرمایہ پر شریک ہو جائیں
کہ [illegible] خرید و فروخت کریں اور نفع باہم تقسیم
کر لیں، اور وکالت یہ ہے کہ ہر ایک اپنے ساتھی کے
[illegible] کرے اور ایک [illegible] کہنا صحیح ہے کہ اصل زمین
[illegible] دوسرے کی ہو اور ایک شخص کی ہو [illegible] اور
[illegible] تو ایک شخص کی ہو [illegible] اور ہیں اور
[illegible] دوسرے کی جانب سے ہو، اور ایک صورت
[illegible] اور ہے کہ ایک کی طرف محنت ہو اور باقی سب دوسرے
[illegible] سے ہو، اور ایک اجارہ ہے اور اس میں معاملہ
[illegible] جاتے ہیں [illegible] کرتے
[illegible] مطلوب ہے [illegible] اور [illegible] کرنے
[illegible] کی خصوصیت مطلوب ہے تو
[illegible] غالب ہے اور [illegible]

[illegible] سے پہلے [illegible] جو
[illegible] سے [illegible] ہیں
[illegible] سے [illegible] ہیں
[illegible] سے [illegible] ہیں
[illegible] سے [illegible] ہیں

على شروطهم؛

وقد اختلف الرواة في حديث رافع ابن خديج اختلافا فاحشا، وكان وجوه امتنا يعيشون يتعاملون بالمزارعة، ويدل على الجواز حديث معاملة اهل خيبر، واحاديث النهي عنها محمولة على الاجارة بما على الماذيانات او قطعة معينة، وهو قول رافع رضي الله عنه، او على التنزيه والارشاد، وهو قول ابن عباس رضي الله عنهما، او على مصلحة خاصة بذلك الوقت من جهة كثرة منازعتهم في هذه المعاملة حينئذ، وهو قول زيد رضي الله عنه والله اعلم؛

ایسی شروط پر ہیں۔

اور رافع بن خدیج کی حدیث میں راویوں کا سخت اختلاف ہے اور بڑے بڑے تابعین شرکت مزارعت کیا کرتے تھے اور اس کے جواز پر اہل خیبر کے معاملہ کی حدیث دلالت کرتی ہے اور جن احادیث میں اس سے نہی پائی جاتی ہے وہ احادیث نہروں کے اوپر پیداوار یا کسی خاص قطعہ کے پر کرایہ دینے پر محمول ہے اور رافع رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے، یا وہ نہی تنزیہ اور ارشاد پر محمول ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے یا اس وقت اس معاملہ میں منازعات کی کثرت کی وجہ سے اس وقت کی مصلحت خاصہ پر محمول ہے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے واللہ اعلم؛

الفرائض

اعلم انه اوجبت الحكمة ان تكون لسنة بينهم ان يتعاون اهل الحي فيما بينهم دينا ظاهرا او يتواسوا، وان يجعل كل واحد ضرر الاخر نفعه بمنزلة ضرر نفسه ونفعه ولا يمكن اقامة ذلك الا بسبب، ولكن هذا اسباب ظاهرة ويسجل عليها سمة متوارثة بينهم، فاحبلة هي ما بين الوالد والولد، والاخوة وغير ذلك من المودة والاسباب الظاهرة هي التآلف والوراثة والتعاون والمواساة فان كل ذلك يجيب الواحد الى الاخر ويشجع على النصر والمعاونة على الكريهات، واما السنة فهي من

فرائض کا بیان

واضح ہو کہ حکمت الٰہی نے لوگوں کے درمیان اس طریقہ کو فروغ کی ہے اور چاہا کہ اہل قبیلہ باہم ایک دوسرے کی مدد اور حمایت اور غم خواری کریں اور ہر شخص دوسرے کے نفع و نقصان کو اپنا نفع و نقصان سمجھے اور یہ طریقہ بغیر اسباب کے قائم نہیں رہ سکتا کہ ان کی جبلت میں یہ بات داخل ہو تو بسبب عارضہ اس کی تائید کریں اور ان کا قدیمی طریقہ بھی اس کو مضبوط کرے پس جبلت تو وہ محبت ہے جو ماں باپ اور اولاد اور بھائی وغیرہ میں پائی جاتی ہے اور اس عارضہ لوگوں کے آپس میں الفت و مدارات اور تحفہ تحائف اور غم خواری کا معاملہ ہے جو کہ ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کا دوست بنا دیتی ہے اور مصائب کے وقت مدد اور معاونت پر ہمت دلاتی ہے اور قدیمی طریقہ وہ ہے جس کو تمام شرائع نے بیان کیا ہے

لطفت به الشرائع من وجوب صلة
الارحام واقامة الملامة على اهمالها
ثم لما كان من الناس من يتبع ذكرا فاسدا
ولا يقيم صلة الرحم كما ينبغي وبعد ما
دون الواجب كثيرا مست الحاجة الى
ان يجاب بعض ذلك عليهم اشاء وابوا
نو امثل عيادة المريض وفك العاني و
العقل واعتاق ما ملكه من ذي رحم
وغير ذلك، واحق هذا الصنف ما استغنى
عنه بالانتراف على الموت فانه بحسب
ما مثل ذلك ان يصرف ماله على عينة
فيما هو نافع في السعادات المنزلية
او يصرف ماله من بعد كما في اقاربه؛

واعلم ان الاصل في الفرائض ان
الناس جميعهم عربهم وعجمهم اتفقوا
على ان احق الناس بمال الميت اقاربه
ذوي رحمه، ثم كان لهم بعد ذلك اختلاف
شديد، وكان اهل الجاهلية يورثون
الرجال دون النساء يرون ان الرجال هم
القائمون بالبيضة وهم الذابون عن الذمار
فهم احق بما يكون شبه المجان، وكان
اول ما نزل على النبي صلى الله عليه وسلم
وجوب الوصية للاقربين من غير تعيين
ولا توقيت لان الناس احوالهم مختلفة
منهم من ينصره احد اخويه دون الاخر
ومنهم من ينصره والده، وعلى هذا القياس
كانت المصلحة ان يفوض الامر اليهم
يحكم كل واحد ما يرى من المصلحة
حتى ذا ظهر من موص جنف او اثم كان

کا حکم اور اس کے ترک پر ملامت کرنا، پھر جبکہ بعض لوگ ایسے تھے جو اپنی ناقص فکر کی پیروی کرتے تھے اور کما حقہ صلہ رحمی نہیں کرتے تھے اور غیر ضروری چیزوں کو زیادہ اہمیت دیتے تھے، اس واسطے ان پر ان میں سے بعض چیزوں کے واجب کرنے کی حاجت پڑی خواہ وہ اس کو چاہیں یا نہ چاہیں جیسے مریض کی عیادت اور قیدی کا رہا کرانا اور دیت کا لینا، اور جو شخص اپنے ذی رحم کا مالک ہوا سکو آزاد کرنا وغیر ذالک، اور ان سب سے زیادہ بہتر قسم ہے جس سے یہ سبب قریب موت کے مالک کو استغنا حاصل ہو جائے کیونکہ ایسے وقت میں ضروری ہے کہ اس کا مال اس کے سامنے والی چیزوں میں صرف کیا جائے جو معاونات خاتمہ میں نافع ہو یا اس کے بعد اس کے اقارب میں خرچ کیا جائے۔

واضح ہو کہ فرائض میں اصل یہ بات ہے کہ عرب و عجم کے سب لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ میت کے مال کے حق دار سب لوگوں سے زیادہ اس کے اقارب اور ذوی الارحام ہیں پھر اس اصل قرار دادکے بعد اس کی تعیین میں انکا بڑا اختلاف ہے اہل جاہلیت تو صرف مردوں کو ہی وارث دیا کرتے تھے عورتوں کو وارث نہیں گردانتے تھے کہ مرد ہی اصل ہیں اور وہی مصیبت کے وقت کام آتے ہیں اس واسطے تو چیز بمنزلہ سنت کے ہے۔ اس کے وہی مستحق ہیں، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر اول بار جو نازل ہوا ہے وہ بلا تعلق تو نیت اقارب کے لئے مزدار باسفر وصیت کرنا نازل ہوا ہے کیونکہ لوگوں کے مختلف حالات ہیں پس ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ کسی کا ایک بھائی ناصر و مددگار ہوتا ہے اور دوسرا نہیں ہوتا، اور بعض ایسے ہیں کہ ان میں سے باپ اولاد کے کام آتا ہے اور اولاد کام نہیں آتی اور علی ہذا القیاس پس مصلحت اسی میں تھی کہ اس بات کا اختیار لوگوں کے سپرد کیا جائے تاکہ ہر شخص جو مصلحت مناسب سمجھے اسی کے موافق وصیت کا حکم دے پھر جب موصی سے کوئی ظلم اور زیادتی ظاہر ہو تو

لمقتضاة ان يصلحوا وصيته و يعدلوا
فكان الحكم على ذلك مدة، ثم اتاه لما
ظهرت احكام الخلافة الكبرى وزوى
للنبي صلى الله عليه وسلم مشارق الارض
ومغاربها و تتتابعت انوار البعثة العامة
ارحمت المصلحة ان لا يجعل امرهم
اليهم ولا الى المقتضاة من بعدهم بل
يجعل عن المظان الغالبة فى علم الله من
عادات العرب والعجم وغيرهم مما
يكون كالامر الطبيعي، ويكون مخالفه
كالنساء الفاسد وكالبهيمة المخدجة اتتي
بولد حسن عاد او عرجاء خرقا للعادة استقر
وهو قوله تعالى لا تدرون ايهم اقرب
لكم نفعا ؛

و مسائل لمواريث تبتنى على اصول
منها ان المعتبر فى هذا الباب هو المصاحبة
الطبيعية والمناصرة والموادة التى هى
كمذهب جبلى دون الاتفاقات لعارضة
فانها غير مضبوطة ولا يمكن ان يبنى
عليها النوامیس الكلية، وهو قوله تعالى
واولوا الارحام بعضهم اولى ببعض فى
كتاب الله. فان لك لم يجعل الميراث
الا لاولى الارحام غير الزوجين فانهما
لاحقان باولى الارحام داخلان فى
قضاعيفهم لوجوه. منها تاكيد التعاون
فى تدبير المنزل والحث على ادب يعرف
كل واحد منهما ضرر الاخر ونفعه راجعا
الى نفسه، ومنها ان الزوج يبقو عليها
ويستودع منها مالا ويا منها على ذات

قاضیوں کو اختیار تھا کہ اس کی وصیت کی اصلاح کریں اور اس
کو بدل دیں پس ایک مدت تک یہی حکم رہا پھر جب خلافت کبریٰ
کے احکام ظاہر ہونے لگے اور مشرق سے مغرب تک کی زمین نبی
صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دی گئی اور بعثت عامہ کے
انوار چمکنے لگے تو مصلحت کا مقتضی ہوا کہ ان کی اس بات کا فیصلہ
نہ ان کے سپرد کیا جائے اور نہ ان کے بعد قاضیوں کے ہاتھ میں
دیا جائے بلکہ اس کا مدار ان مظان غالبہ پر رکھا جائے جو عرب
و عجم وغیرہ کے عادات کے متعلق علم الٰہی میں ہے اور جو بمنزلہ
امر طبعی کے ہے اور جو شخص اس کے خلاف ہے وہ بمنزلہ فاسد
و نادر کے ہے اور اس جانور کے مانند ہے جو عادت مستمرہ کے
خلاف بغیر ناک کان کے یا لنگڑا پیدا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے "تم نہیں جانتے کہ ان میں سے تمہارے لئے نفع
میں کون زیادہ قریب ہے"

اور میراث کے مسائل چند اصول پر مبنی ہیں، از آں جملہ
یہ ہے کہ اس باب میں مصاحبت طبعیہ اور باہمی ہمدردی
اور محبت کا اعتبار ہے جو بمنزلہ مذہب جبلی کے ہے امور عارضہ
کا اعتبار نہیں ہے کیونکہ وہ غیر منضبط ہیں اور ان پر شرائع
کا مبنی نہیں ہو سکتے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور رشتہ
دار آپس میں کتاب اللہ کی رو سے ایک دوسرے کے ترکہ
کے زیادہ حق دار ہیں"، اسی واسطے اولی الارحام کے علاوہ بجز
زوجین کے کسی کے لئے میراث مقرر نہیں کی گئی کیونکہ وہ اولی الارحام
کے ساتھ ملحق ہیں اور چند وجوہ سے اولوالارحام میں داخل
ہیں،

از آں جملہ خانگی معاملات میں ایک دوسرے کی مدد
کرنے کی تاکید اور اس بات کی ترغیب دینا کہ ہر شخص دوسرے
کے نفع و نقصان کو اپنا نفع و نقصان سمجھے،

اور از آں جملہ یہ ہے کہ خاوند عورت کا خرچ اٹھاتا ہے
اور اپنا مال اس کے سپرد کرتا ہے اور اپنی چیزوں کو اس کے

یہ وحتی یتخیل ان جمیع ماترکہ او بعض ذلک ھو حقہ فی الحقیقۃ، وتلک خصومۃ لاتکاد تنصرم فعالج الشرع ھذا الداء بان جعل لہ الربع او النصف لیکون جابرا لقلبہ وکاسر السورۃ خصومتہ، ومنھا ان الزوجۃ ربما تلد من زوجھا اولادا ھم من قوم الرجل لا محالۃ واھل نسبہ ومنصبہ، واتصال الانسان بامہ لاینقطع ابدا، فمن ھذا الجھۃ تدخل الزوجۃ فی تضاعیف من لاینفک عن قومہ و تصیر بمنزلۃ ذوی الارحام، ومنھا انہ یجب علیھا بعدہ ان تعتد فی بیتہ لمصالح لاتخفی ولا متکفل لمعیشتھا من قومہ فوجب ان تجعل کفایتھا فی مال الزوج ولا یمکن ان یجعل قدرا معلوما لانہ لایدری کم یترک، فوجب جزء شائع کالثمن والربع، ومنھا ان القرابۃ نوعان احدھما ما یقتضی المشارکۃ فی الحسب والمنصب وان یکونا من قوم واحد وفی منزلۃ واحدۃ وثانیھما ما لا یقتضی المشارکۃ فی الحسب والمنزلۃ و لکنہ مظنۃ الود والرفق، وانہ لو کان امر قسمۃ الترکۃ الی المیت لساجاری تلک القرابۃ، ویجب ان یفضل النوع الاول علی الثانی لان الناس عربھم وعجمھم یرون اخراج منصب الرجل وثروتہ من قومہ الی قوم آخرین جورا وھضما ویتسخطون علی ذلک، واذا اعطی مال الرجل ومنصبہ لمن یقوم مقامہ من قومہ رأوا ذلک

امانت رکھتا ہے یہانتک کہ اس کا یہ خیال ہو جاتا ہے کہ عورت کا کل مال متروکہ یا بعض مال اس کا حق ہے اور یہ خصومت منقطع نہ ہو سکتی تھی پس شریعت نے اس مرض کا اس طرح پر علاج کیا کہ عورت کے مال متروکہ میں سے چوتھائی یا نصف خاوند کے لیے مقرر کر دیا تاکہ اس کے دل کو تسکین رہے اور خصومت کی شدت نہ بڑھے، اور از آں جملہ یہ ہے کہ بسا اوقات عورت کی اپنے خاوند سے اولاد ہوتی ہے جو لا محالہ خاوند کی قوم اور اس کے نسب اور مرتبہ کے ہوتی ہے اور انسان کا اتصال اپنی ماں سے کبھی منقطع نہیں ہوتا پس اس لحاظ سے بیوی بھی ان لوگوں میں شمار ہو جاتی ہے جو خاوند کی قوم سے جدا نہیں ہوتے اور وہ بمنزلہ ذوی الارحام کے ہو جاتی ہے، اور از آں جملہ یہ ہے کہ عورت کو خاوند کے مرنے کے بعد اس کے گھر میں ان مصالح کی بنا پر جو مخفی نہیں ہیں عدت گذارنا واجب ہے، اور خاوند کی قوم میں سے کوئی اس کی معاش کا کفیل نہیں ہوتا اس واسطے ضروری ہے کہ اس کی معاش کا تقرر خاوند کے مال میں سے کیا جائے اور اس کی کوئی خاص مقدار مقرر کرنا ناممکن تھا کیونکہ یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ خاوند کس قدر مال چھوڑے پس ایک عام حصہ مقرر کرنا ضروری ہوا جو ہر جگہ جاری ہو سکتا ہے مثلاً آٹھواں حصہ اور چوتھائی حصہ، اور از آں جملہ یہ ہے کہ قرابت کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ قرابت ہے جو حسب اور منصب میں مشارکت کو چاہتی ہے اور اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ وہ دونوں ایک ہی قوم اور ایک ہی مرتبہ کے ہوں، اور دوسری وہ قرابت ہے جو حسب نسب اور مرتبہ میں مشارکت کو نہیں چاہتی ولیکن اس میں بہت شفقت پائی جاتی ہے اور اگر مال تقسیم کرنے کا اختیار میت کو ہوتا تو وہ اس قرابت سے تجاوز نہ کرتا اور یہ بات ضروری ہوئی کہ قسم اول کو دوسری قسم پر فضیلت دی جائے کیونکہ عرب و عجم کے تمام لوگ اس بات کو ظلم سمجھتے ہیں کہ کسی شخص کا منصب اور مال اس کی قوم سے باہر دوسرے شخص کو دیا جائے اور اس کو ناپسند کرتے ہیں اور جب کسی شخص کا مال اور منصب ایسے شخص کو دیا جائے جو اس کی قوم میں اس کا قائم مقام ہے تو اس کو

عدل لا یرضونه ویذلك كالجبلة التي رانفطر
عليها البهائم الا ان تقطع قلوبهم الا في زمان
حين اختلت الانساب ولم يكن تناصرهم
بنسبهم ولا يجوز ان يهمل حق النوع
الثاني ايضا بعد ذلك ، ولذلك كان نصيب
الام مع ان بره اوجب وصلتها اوكد
بقل من نصيب البنت والاخت وانها
ليست من قوم ابنها ولا من اصل حسبه
ومنصبه وشرفه ، ولا ممن يقوم مقامهم
الا ترى ان الابن ربما يكون
هاشميا والام حبشية والابن قرشيا
والام عجمية والابن من بيت الخلافة
والام مغصوبا عليها يهرودية ، اما
البنت والاخت فهما من قوم المرء و
اهل منصبه وكذلك الاب والاخ ليرثوا
حين يرثوا الاثلثا لا يراد لهم عليه البتة
الا ترى ان الرجل يكون من قوبش و
اخوه لامه من تميم ، وقد يكون بين
القبيلتين خصومة فيصير كل رجل من قوم
على قوم الآخر ، ولا يرى الناس ان يقيمه
مقام اخيه عدلا ، وكذلك الزوجة
التي هي لاحقة بذوي الارحام داخلة
في نصف عيقه ، ولا يرى الناس ذلك عدلا
واذا اجتمعت جماعة منهن استوين
في ذلك النصيب ولم يورثن سائر
الورثة البتة الا ترى انها تتزوج بعد
بعلها او حافرة فتنقطع العلاقة بينهم

وبالجملة فالتوارث يدور على معان
ثلاثة ، القيام مقام الميت في

عدل سمجھتے ہیں اور اس کو پسند کرتے ہیں اور یہ بات بمنزلہ اس جبلت
کے ہوگئی ہے جو ان کے دلوں کو فکڑنے فکڑنے کئے بغیر نہ
نہیں نکل سکتی ہاں! مگر ہمارے اس زمانہ میں جبکہ نسبوں کے سبب
ضائع ہوگئے ہیں اور ان کے نسب کی وجہ سے باہم معاونت نہیں
نہیں ہے اور یہ بھی درست نہیں ہے کہ دوسری قسم کا حق بھی قسم
کے بعد چھوڑ دیا جائے اور اسی سبب سے ماں کا حصہ بیٹی اور
بہن کے حصہ سے کم ہے باوجودیکہ اس کے ساتھ نہایت درجہ نیکی
کرنا اور صلہ رحمی کرنا زیادہ ضروری اور زیادہ مؤکد ہے اور اس کم
ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ماں نہ تو بیٹے کی قوم سے ہوتی ہے اور نہ اس کے
حسب اور اس کے مرتبہ اور شرافت میں شریک ہوتی ہے اور نہ ان
لوگوں میں سے ہوتی ہے جو اس کے قائم مقام ہوتے ہیں، دیکھو
بیٹا کبھی ہاشمی ہوتا ہے اور ماں حبشیہ ہوتی ہے، اور بیٹا قریشی
ہوتا ہے اور ماں عجمی ہوتی ہے، اور بیٹا خاندان خلافت سے ہوتا ہے
اور ماں بدکاری اور رذالت کے ساتھ ملوث ہوتی ہے۔ ہے لیکن
بیٹی اور بہن آدمی کی قوم اور اس کے منصب سے ہوتے ہیں اور اسی
طرح ماں کی اولاد جب وہ وارث ہوتی ہے تو کسی حال میں ان
کو تہائی مال سے زیادہ نہیں ملتا، دیکھو! آدمی کبھی قریشی ہوتا ہے
اور اس کا اخیافی[1] بھائی کبھی ہوتا ہے اور کبھی دونوں قبیلوں میں
سے کوئی ہوتا ہے پس ہر شخص دوسرے کی قوم کے مقابلہ میں اپنی قوم
کی مدد کرتا ہے اور لوگ اس کو اس کے بھائی کے قائم مقام ہونا
عدل نہیں سمجھتے اور اسی طرح زوجہ جو ذوی الارحام کے ساتھ ملحق
ہوکر ان کے شمار میں داخل ہے سب سے کم حصہ پاتی ہے اور
جب ایک جماعت کئی عورتیں ہوتی ہیں تو اسی حصہ میں سب
شریک ہوتی ہیں اور باقی ورثہ ہرگز ان کو نہیں ملتا، دیکھو
بیوی خاوند کے مرنے کے بعد دوسرے شخص سے نکاح
کرلیتی ہے پھر پہلے خاوند کے ورثہ کو اس سے تعلق
نہیں رہتا۔

الحاصل توارث کا مدار تین امور پر ہے ایک یہ کہ میت
کے طرف اور مرتبہ میں اور جو باتیں اسی قبیل سے ہیں

[1] جو بھائی ماں کی طرف سے ہو ۱۲

مقارنه ومصاحبة وما هو من هذا الباب
فان الانسان ليسعى كل لسعى ليبقى له خلف
يقوم مقامه والخدمة والمواساة، و
لرفق والحدب عليه من هذا الباب،
ثالث القرابة المتضمنة لهذين المعنيين
جميعا والاقدام بالاعتبار هو الثالث
يظنها جميعا على وجه، لكان من
يدخل فى عمود النسب كالاب والجد
والابن وابن الابن فهؤلاء احق الورثة
بالميراث غير ان قيام الابن مقام ابيه
هو الوضع الطبيعى الذى عليه بناء العالم
من انقراض قرن وقيام القرن الثانى
مقامهم، وهو الذى يورثه ويتوقعونه
يحصلون الاولاد والاحفاد لاجله، اما
قيام الاب بعد ابنه فكأنه ليس بوضع
طبيعى ولا مما يطلبونه ويتوقعونه، ولو ان
رجل خير فى ماله لكانت مواساة ولده
اقرب لقلبه من مواساة والده، فلذلك
عدت السنة الفاشية فى طوائف الناس
تقديم الاولاد على الآباء، اما القيام
بالمعنى الثانى فمعلوم مما ذكرنا الاخوة
داخلون فى معناهم، وهم كالعصبة
المنسوبون من قوم الرجل واهل نسبه
الادنى فالادنى، واما الخدمة والرفق فمظنة
القرابة القريبة، فالاحق به الاقرب
فالاقرب فى معناهم من دخل فى
عمود النسب ولا خير البدء
ثم تمامه، ثم الاخت ولا يخفى
غيرها من تقاسيم ما مقدمنا، ثم من بعد

ان میں اس کا قائم مقام ہونا کیونکہ انسان اس بات کی
نہایت کوشش کرتا ہے کہ اس کے بعد اس کا کوئی قائم مقام
ہو، دوسرے خدمت اور غم خواری اور شفقت اور نرمی اور
دیگر امور جو اسی قسم سے ہیں، اور تیسرے قرابت ہے جس میں یہ
دونوں امر بھی پائے جاتے ہیں اور تینوں میں زیادہ اعتبار
اسی تیسرے کا ہے اور پورے طور پر ان سب کا محل وہ
لوگ ہیں جو سلسلۂ نسب میں داخل ہیں جیسے باپ اور دادا
اور بیٹا اور پوتا یہ لوگ سب سے زیادہ ورثہ کے حق دار ہیں
مگر باپ کی جگہ بیٹے کا قائم ہونا وہ وضع طبعی ہے جس پر
قرنا بعد قرن عالم کی بنیاد ہے اور اسی کی لوگوں کو امید
اور آرزو ہوتی ہے اور اسی کی خاطر بیٹے اور پوتے پیدا
ہونے کی کوشش کرتے ہیں لیکن بیٹے کے بعد اس
کے باپ کا قائم مقام ہونا وضع طبعی نہیں ہے
اور نہ لوگ اس کے طالب اور آرزو مند ہوتے
ہیں ۔۔۔

اور اگر کسی شخص کو اس کے مال میں، خبیار
دیا جائے تو اس کے دل پر اولاد کے ساتھ
سلوک کرنے پر
ہوگا پس اس
ہے کہ اولاد کو باپ پر مقدم سمجھتے ہیں اور ان کے
کے قائم مقامی کا
کو
کے
اور
لیکن
قرب
اور
ہے

علاقة التزوج، ثم اولاد الام، والنساء لا يوجد فيهن معنى الحماية والقيام بمقامه كيف والنساء ربما تزوجن في قوم آخرين ويدخلن فيهم اللهم الا البنت والاخت على ضعف فيهما، وقد يوجد في النساء معنى الرفق والحدب كاملا موفرا، وانما مظنة القرابة القريبة جدا الكلام والبنت ثم الاخت دون، لبعيد كالعمة وعمة الاب، والاب الاول يوجد في الاب والابن كاملا، ثم الاخوة، ثم الاعمام، والمعنى الثاني يوجد في الاب كاملا، ثم الابن ثم الاخ لاب وام اولاد وانما مظنة القرابة القريبة دون البعيد فمن ثم لم يجعل للعمة شيء مما جعل للعم لانها لا تذب عنه كما يذب العم وليست كالاخت في القرب ومنها ان الذكر يفضل على انثى اذا كانا في منزلة واحدة اية الاختصاص الذكور بحماية البيضة والذب عن الذمار ولان الرجال عليهم انفاقات كثيرة فهم احق بما يكون متبعة للمجان بخلاف النساء فانهن كل على ازواجهن وآبائهن وبنائهن، وهو قول تعالى الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض وبما انفقوا، وفي مال ابن مسعود رضي الله عنه في مسألة ثلث الباقي، ما كان الله ليرى ان افضل امة على اب غير ان الوالد بما اعتبر فضيلة مرة بجمعه بين العصوبة والفرض لم

زوجیت کا علاقہ ہے، پھر اخیافی بھائی بہن ہیں اور عورتوں کے اندر حمایت اور قائم مقامی کے معنی نہیں پائے جاتے کیونکہ عورتیں بسا اوقات غیر قوم میں نکاح کر لیتی ہیں اور اسی قوم میں داخل ہو جاتی ہیں ہاں! کسی قدر بیٹی اس میں یہ معنی پائے جاتے ہیں اور عورتوں کے اندر شفقت و محبت کے معنی کامل اور وافر پائے جاتے ہیں اور اس کا مظنہ بہت ہی قریب کی قرابت ہے جیسے ماں اور بیٹی اس کے بعد بہن مذکر بعید کی جیسے پھوپھی اور باپ کی پھوپھی، اور باپ اول باپ اور بیٹے میں کامل پایا جاتا ہے اور ان کے بعد بھائی چچا میں، اور دوسرے معنی سب سے زیادہ باپ میں اور اس کے بعد بیٹے میں پھر عینی بھائی یا اخیافی بھائی میں پائے جاتے ہیں اور قرابت قریبہ کا مظنہ ہے نہ بعیدہ کا اسی لئے جو حق کے لئے حکم ہے وہ پھوپھی کے لئے نہیں ہے کیونکہ جس طرح چچا اس کی مدد کرتا ہے وہ نہیں کر سکتی، اور پھوپھی قرابت میں چچا کے برابر بھی نہیں ہے،

ان آں جملہ یہ ہے کہ مرد کو عورت پر فضیلت دی گئی جبکہ دونوں ایک ہی درجہ کے ہوں کیونکہ مرد ہی حمایت اور مدد کرنے کے ساتھ خاص ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مردوں پر بڑے مصارف پڑتے ہیں پس یہی اس چیز کے زیادہ مستحق ہیں جو بمنزلہ مفت کے ہے بخلاف عورتوں کے کہ وہ خود اپنے خاوندوں یا باپوں یا بھائیوں پر بوجھ ہوا ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "مرد عورتوں پر حاکم ہیں بسبب اس بات کے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے اور اس سبب سے کہ انہوں نے خرچ کیا" اور حضرت عبداللہ بن مسعود نے ثلث باقی کے مسئلہ میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے ماں کو باپ پر فضیلت دینے کا سبب اس کے سوا کچھ نہیں سمجھایا کہ جب باپ مرتبہ باپ کی فضیلت کا اعتبار کیا گیا اس کو عصوبت اور فرض میں جمع کیا

يعتبر ثانيا بتضاعف نصيبه ايضا فانه
نصا لحق سائر الورثة واولاد الام ليس
للذكر منهم حماية للبيضة ولا ذب عن
لدار فانهم من قوم اخرين فلم يفضل
على الانثى، وايضا فان قرابتهم منشعبة
من قرابة الام فكانهم جميعا اناث ؛

ومنها انه اذا اجتمع جماعة من الورثة
فان كانوا في مرتبة واحدة وجب ان يوزع
عليهم لعدم تقدم واحد منهم على الآخرين
وان كانوا في منازل شتى فذلك على وجهين
اما ان يعمهما اسم واحد او جهة واحدة
والاصل فيه ان الاقرب يحجب الابعد
وانما قلنا ان التوارث انما شرع حثا على
التعاون ولكل قرابة وتعاون كالرجل
فيمن يعمهما اسم الام والتيم مقام
الرجل فيمن يعمهما اسم الابن والذب
عنه فيمن يعمهما اسم العصوبة، ولا
تتحقق هذه المصلحة الا بان يتعين
من يؤاخذ نفسه بذلك ويلام على تركه
ويتميز من سائر من هناك بالنسبة اما
فضل سهم على سهم فلا يجدي وذلك كثير
الا او تكون اسماؤهم وجهاتهم مختلفة
والاصل فيه ان الاقرب والاقوى فيما
بينه الله من علم المظان الغالبية يحجب
الابعد تقصانا به

ومنها ان السهام التي تعين بها
الانصباء يجب ان تكون اجزاءها طاهرة
مميزها بادي الرأي المحاسب وغيره
بامارات النبي صلى الله عليه وسلم في قوله

دوبارہ اس کا حصہ زیادہ کرنے کے لئے اس کی فضیلت کا اعتبار
نہیں کیا گیا کیونکہ اس میں اور ورثاء کی حق تلفی ہے اور ماں کی
اولاد میں سے ذکور کی اس شخص کے لئے حمایت اور مدد نہیں
ہوتی کیونکہ یہ اولاد دوسری قوم کی ہوتی ہے اس واسطے ان
کو انثیٰ پر فضیلت نہیں دی گئی اور نیز ان کی قرابت ماں کی
قرابت سے پیدا ہوتی ہے اس واسطے وہ تمام اولاد گویا اناث ہیں

اور از آں جملہ یہ ہے کہ جب وارثوں کی ایک جماعت پائی
جائے پس اگر وہ ایک مرتبہ کے ہوں تو ان سب پر برابر تقسیم کرنا
ضروری ہے کیونکہ ایک کو دوسری پر تقدم نہیں ہے اور اگر وہ
مختلف مراتب کے ہیں تو اس کی دو صورتیں ہیں یا تو وہ سب
ایک نام اور ایک جہت میں شریک ہیں اور اس میں قاعدہ یہ
ہے کہ قریب بعید کو بالکل خارج کر دیتا ہے کیونکہ وراثت اس لئے
مشروع ہوئی ہے کہ لوگ اعانت کرنے پر آمادہ رہیں اور یہ
قرابت اور تعاون ہر ایک میں پایا جاتا ہے مثلاً شفقت ان
سب میں پائی جاتی ہے جن میں ماں کا نام شامل ہے اور جن
میں بیٹے کا نام شامل ہے ان میں قائم مقامی پائی جاتی ہے اور جن
میں عصبہ کا نام شامل ہے ان میں حمایت کے معنی پائے جاتے ہیں
اور یہ مصلحت بغیر اس کے متحقق نہیں ہوتی کہ ایک شخص معین
ہو جائے جو ان باتوں کا التزام کرے اور ان کے ترک پر سرزنش
ملامت کیجائے اور سب لوگوں میں وہ شخص مال کے ملنے
کے ساتھ متمیز ہو لیکن کسی کے حصہ کا کسی سے زیادہ ہونا پس
اس کی ان کو چنداں پرواہ نہیں ہوتی یا ان کے نام اور
ان کی جہات مختلف ہوں؛ اور اس میں قاعدہ یہ ہے کہ جو
شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک مظان غالبیہ میں اقرب
اور زیادہ کام آنے والا ہے بعید کے لئے حاجب ہو کر اس
کے حصہ کو کم کر دیتا ہے،

اور از آں جملہ یہ ہے کہ سہام جن سے حصے معین ہوتے ہیں
ایسے ہوں کہ ان کے اجزاء ظاہر ہوں کہ ہر سرسری غیر محاسب ظاہر میں انکی تمیز
کر سکیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فرمان میں کہ "ہم امی

انا امة امية لا نكتب ولا نحسب ... الشهر هكذا وهكذا
الذي يليق ان يخاطب به جمهور المكلفين
هو مالا يحتاج الى تعمق في الحساب
ان يكون بحيث يظهر فيها ترتيب الفرض
والنقصان بادنى امعان فاقول السهام
السهام نصفين، فالاول للنصف والسدس
والسدس، والثاني النصف والربع والثمن
فان مخرجهما اثنان، واثنان اضعاف
يتحقق فيهما تلاث مراتب من كل منها
نسبة الثنى او ضعفه ترتفع بالنصف
وذلك اذا ان نظرنا الى النصف والنقصان
محسوسا مثلا، ثم اذا ضعفنا النصف
بقصد ضعفت نسبته الى الربع، فان السهام
الثمانية كانت اثنين وثلاثين، والنصف لا
يبلغ التمام وهو اربعة عشر، والثلث الذي
ينقص عن النصف ولا يبلغ الربع وهو
ثلث، ولم يعتبر الخمس والسبع لان
تخريج مخرجهما ادق وانزع، ونتنزل
فيهما يحتاج الى تعمق في الحساب، قال
الله تعالى يوصيكم الله في اولادكم للذكر
مثل حظ الانثيين فان كن نساء فوق
اثنتين فلهن ثلثا ما ترك وان كانت
واحدة فلها النصف ؛

اقول يضعف نصيب الذكر على الانثى
وهو قوله تعالى الرجال قوامون على
النساء بما فضل الله وللبنت المنفردة
النصف لانه ان كان ابن واحد احاط
المال فمن حق البنت الواحدة ان تأخذ
نصفه تعصيبا فتضعف، وابنتان فكم

لوگ ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں" اس بات کی طرف اشارہ
کر دیا کہ جس بات سے تمام مکلفین کو خطاب کیا جائے وہ ایسی
ہونی چاہیئے کہ حساب کرنے میں دقت پیش نہ آئے، اور ایسا
ہونا جبھی ہو کہ اس میں کمی بیشی کی ترتیب ظاہر نظر میں معلوم ہو جائے
اس شدید نے سہام کو دو قالب سے لیا ایک تو دو تہائی، جیسے
آدھی اور تہائی حصہ اور دوسرے نصف اور چوتھائی اور آٹھواں
حصہ کیونکہ ان دونوں کا مخرج اصلی اول مرتبہ میں اعداد میں
اور ان دونوں میں تین مرتبے پائے جاتے ہیں جس میں سے
ہر ایک کو زیادتی کے اعتبار سے دوسرے سے دوچند کرنے میں
دوسرے کے اعتبار سے نصف کرنے میں ایک نسبت ہے
جس سے یہ دونوں اور کمی خوب طرح سے محسوس ہو جاتی ہے
پھر جب ایک زیادتی کا دوسری زیادتی کے ساتھ اعتبار
کیا جائے تو اور صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں جو وراثت کے باب
میں ضروری ہیں مثلاً نصف پر کچھ زیادہ کیا جائے اور دوچند
زیادہ ہونے تک نہ پہنچے اور وہ دو تہائی ہیں اور جو چیز کہ نصف
سے کم کی جائے اور ربع کو نہ پہنچے اور وہ ثلث ہے اور خمس
اور سبع کا اعتبار نہیں کیا گیا کیونکہ ان کے مخرج کا نکالنا
مشکل ہے اور ان میں کم کرنا اور زیادہ کرنا حساب میں
تعمق کرنے کا محتاج ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ تم
کو تمہاری اولاد کے بارے میں بتلاتا ہے کہ مرد کے لئے
عورتوں کے برابر حصہ ہے پس اگر عورتیں دو سے زیادہ
ہوں تو ان کے لئے میت کے ترکہ کا دو ثلث ہے اور
اگر عورت ایک ہے تو اس کے لئے ترکہ کا نصف ہے"
میں کہتا ہوں مرد کے حصہ کا عورت کے حصہ سے
دوچند ہونا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ثابت ہوتا ہے
"مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس لئے کہ خدا نے بعض کو بعض
سے افضل بنایا ہے" اور اکیلی بیٹی کے لئے نصف ترکہ
ہے کیونکہ اگر کسی بیٹا ہوتا ہے تو تمام مال لیتا ہے پس
اکیلی بیٹی نصف کی مستحق ہے تاکہ دوچند کا حکم پورا ہو جائے

حکم الثلاث بالاجماع، وانما اعطیت العشیر لانه لو کان مع البنت ابن لوجد ت الثلث فالبنت الاخری اولی ان لا تنزع النصیبها من الثلث وانما افضل للعصبیة لثلث لان للبنات معونة وللعصبات معونة فلم تسقط احدهما الاخری لکن کانت الحکمة ان یفضل من فی عمود النسب علی من یحیط به من جوانبه، وذلک نسبة الثلثین من الثلث، وکذلک جاء الوالدین مع البنتین فی السنة، وقال الله تعالی ولابویه لکل واحد منهما السدس مما ترک ان کان له ولد فان لم یکن له ولد وورثه ابواه فلامه الثلث فان کان له اخوة فلامه السدس الایة ۔

اقول قد علمت ان الاولاد احق بالمیراث من الوالدین وذلک بان یکون لهم الثلثان ولهما الثلث، وانما لم یجعل نصیب الوالد اکثر من نصیب الام لانه اعتبر فضله من جهة قیامه مقام الولد وذبه عنه مرة واحدة بالعصوبة فلا یعتبر ذلک الفضل الا فی حق التضعیف ایضا، وعند عدم الولد لا احق من الوالدین فحاط تمام المیراث، وفضل الاب علی الام وقد علمت ان الفضل انما تتفرع کثر هذه المسائل فضل التضعیف، ثم ان کان المیراث للام والاخوة وهم اکثر من واحد وحب ان ینقص سهمها الی

بالاجماع تین کا ہے اور دو بیٹیوں کو دو ثلث اس لئے دیا گیا کہ اگر بیٹی کے ساتھ بیٹا ہوتو اس بیٹی کو ثلث ملتا ہے، سو سطے دوسری بیٹی کا حصہ بطریق اولیٰ ثلث سے کم نہیں ہونا چاہیے اور عصبہ کے لئے ثلث زیادہ کیا گیا کیونکہ بیٹیوں سے بھی معاونت ہوتی ہے اور عصبات سے بھی معاونت ہوتی ہے پس ایک دوسرے کو ساقط نہیں کر سکتا لیکن حکمت کی بات یہ ہے کہ جو سلسلہ نسب میں داخل ہے اس کو ان لوگوں پر فضیلت دیجائے جو سلسلہ نسب سے ادھر ادھر ہیں اور یہ دو ثلث کی نسبت ایک ثلث سے ہے اور ایسے ہی بیٹوں اور بیٹیوں کے ساتھ والدین کا حال ہے، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور اس کے والدین کے لئے دونوں میں سے ہر ایک کے لئے اس کے ترکہ میں سے چھٹا حصہ ہے اگر اس کے اولاد ہو پس اگر اس کے اولاد نہیں ہے، اور اس کے ماں باپ اس کے وارث ہوتے ہیں تو اس کی ماں کے لئے ثلث ہے پس اگر اس کے بھائی ہیں تو اس کی ماں کے لئے چھٹا حصہ ہے" الآیۃ۔

میں کہتا ہوں تم کو یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ والدین سے زیادہ اولاد وارث کی مستحق ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ اولاد کے لئے دو ثلث اور والدین کیلئے ایک ثلث ہو اور باپ کا حصہ ماں کے حصہ سے اس وجہ سے زیادہ نہیں مقرر کیا گیا کیونکہ باپ کی فضیلت کا ایک رتبہ اعتبار کیا گیا ہے کہ اس کو بیٹے کے قائم مقام اور مدافع اور دیگر عصبہ بنایا گیا اس واسطے بعینہ یہ فضیلت تضعیف کے بارے میں معتبر ہوئی اور جب بیٹے کے اولاد نہ ہوگی تو والد ماں سے زیادہ کوئی حق دار نہیں ہے اس واسطے تمام ترکہ انہی کو ملے گا اور باپ کو ماں پر فضیلت دی جائے گی اور تم جان چکے ہو کہ اکثر مسائل میں جس فضیلت کا اعتبار ہے وہ اوسید کرنے کی نسبت ہے، پھر اگر وارث ماں اور بھائی ہیں اور بھائی ایک سے زیادہ ہیں تو ضروری ہے کہ ماں کا حصہ کم کر کے اس کو چھٹا حصہ دیا جائے

السدس لانه ان لم تكن الاخوة عصبة وكانت العصبات اقعد من ذلك ، تعصيبة والرقيق والمردة على السواء فيجعل النصف لهؤلاء والنصف لهؤلاء ثم تقسم النصف التي لام واولادها فيجعل السدس لها لعبة لا ينقص سهمها منه ، ثم في لهم جميعا. وان كانت الاخوة عصبات فقد اجتمع فيهم القرابة القريبة والحماية فيكون لهؤلاء مع ذلك دون ما للاخوين كالاب والابن والزوج فلو لم يجعل لها السدس حصل التضييق عليها.

وقال تعالى ولكم نصف ما ترك ازواجكم ان لم يكن لهن ولد فان كان لهن ولد فلكم الربع مما تركن من بعد وصية يوصين بها او دين ولهن الربع مما تركتم ان لم يكن لكم ولد فان كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم من بعد وصية توصون بها او دين ،

قول الزوج يأخذ الميراث لانه ذو اليد عليها وعلى مالها فخرج لسان من بيده يسوقه ولانه يعود نفعه اليها من حيث انها تتخير ان لحقا تويم في يدها او الزوجة تأخذ حق خدمة والمواساة وبر لو تقصر لزوجها على زوجته تعالى الرجال قوامون على النساء ثم عنبون لا يصيب على الولد ، علمت ان الفضل المعتبر في اكثر الاحوال فضل التضعيف قال تعالى وان كانت رجل يورث كلالة او امرأة ولد اخ

کیونکہ اگر کمالی معصبہ نہ ہوں اور عصبات اس سے بعید ہوں تو عصوبت اور شفقت اور قربت زیادہ ہے پس نصف ان کو ملیگا اور نصف ان کو اور وہ نصف ماں اور اس کی اولاد میں تقسیم ہوگا تو ماں کو بلا شک چھٹا حصہ ملے گا اور اس میں کم نہ ہوگا اور باقی ان سب کے لئے ہوگا اور اگر وہ اصل عصبات ہیں تو ان میں قرابت قریبہ اور حمایت دونوں پائی جاتی ہیں اور الگ ان کے ساتھ اور دوسرے بھی ہوتے ہیں مثلاً بیٹا اور بیٹے اور داد، پس اگر ماں کے لئے چھٹا حصہ مقرر نہ ہو تو اس کو بڑی تنگی ہو جائے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور تمہارے لئے تمہاری بیویوں کے ترکہ کا نصف ہے اگر ان کے اولاد نہ ہو پس اگر ان بیویوں کی اولاد ہو تو تمہارے لئے ان کے ترکہ میں سے ربع ہے بعد وصیت کے جس کی انہوں نے وصیت کی ہو یا بعد قرض کے، اور بیویوں کے لئے تمہارے ترکہ میں سے ربع ہے اگر تمہارے اولاد نہیں ہے پس اگر تمہارے اولاد ہے تو ان بیویوں کے لئے تمہارے ترکہ میں سے ثمن ہے بعد وصیت کے جس کی تم نے وصیت کی ہو یا بعد قرض میں کہتا ہوں خاوند کو ورثہ اس لئے ملتا ہے کہ وہ بیوی اور اس کے مال پر قابض ہوتا ہے پس اس کے قبضہ سے مال نکالنا اور غیر کو دینا اور غیر کا حق خاوند اپنا مال بیوی کے پاس رکھتا ہے اور اپنے مال میں جانتا ہے یہاں تک کہ اس کو خیال ہو جاتا ہے کہ جو کچھ بیوی کے قبضہ میں ہے اس میں سے کچھ حق ہے اور بیوی خاوند سے اپنی خدمت اور سلوک اور محبت کا حق نہیں ہے سوا بسبب خاوند کو بیوی پر فضیلت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مردوں کو عورتوں پر اس بات کا بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ ان پر خرچ کریں اور حصہ کیا ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ اکثر احوال میں اس کو بڑی فضیلت حاصل ہے وہ فضیلت حصہ کا دوگنا ہونا ہے اور اگر ایسے مرد یا عورت کی میراث ہو جس کے ماں باپ نہ ہوں

ولكل واحد منهما السدس فان كانوا اكثر من ذلك فهم شركاء في الثلث ؛

اقول هذه الآية في اولاد الام للاجماع وسالم يكن له والد ولا ولد جعل لحق الفرق اذا كانت فيهم الا النصف، ولحق النصرة والحماية النصف فان لم تكن ام جعل لهم الثلثان ولهولاء الثلث، قال الله تعالى يستفتونك قل الله يفتيكم في الكلالة ان امرؤ هلك ليس له ولد وله اخت فلها نصف ما ترك وهو يرثها ان لم يكن لها ولد فان كانتا اثنتين فلهما الثلثان مما ترك وان كانوا اخوة رجالا ونساء فللذكر مثل حظ الانثيين الآية

اقول هذه الآية في اولاد الاب مبنى الاعيان وفي العلات بالاجماع والكلالة من لا والد له ولا ولد، وقوله ليس له ولد كشف لبعض حقيقة الكلالة، والجملة في ذلك انه اذا لم يوجد من يدخل في عمود النسب مثل ان لا يشبه الا اولادهم الاخوة والاخوات وبنو الاولاد ؛

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اقرؤا الفرائض وعلموها فانه نصف العلم وهو ينسى واول شيء ينزع من امتي

اقول قد علمت ان الاصل في التوارث العينان، وقد ذكرنا هما وان المودة والرفق لا تعتبر الا في القرابة القريبة جدا كالام والاخوة دون ما سوى ذلك فاذا كان هو الامر تعين ان يجعل القيام

بھائی یا بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ، اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے۔

میں کہتا ہوں یہ آیت بالاجماع ماں کی اولاد کے بارے میں ہے اور چونکہ ہر شخص کا نہ باپ ہے نہ اولاد ہی اسواسطے اگر ان میں ماں ہے تو شفقت کی وجہ سے ان کو نصف ملے گا اور نصف معاونت اور حمایت کی وجہ سے ملے گا اور اگر ماں نہیں ہے تو دو ثلث ان کا ہے اور ایک ثلث ان کا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اے پیغمبر! لوگ تم سے فتویٰ طلب کرتے ہیں کہدو کہ خدا تم کو کلالہ کے بارے میں بیان کرتا ہے اگر کوئی مرد مر جائے جس کی اولاد نہ ہو اور اس کی بہن ہو تو اس کیلئے اس مرد کے ترکہ کا نصف ہے اور وہ مرد اس کا وارث ہوگا اگر اس کے اولاد نہیں ہے پس اگر دو بہنیں ہوں تو ان دونوں کیلئے اس کے ترکہ میں سے دو ثلث ہے اور اگر کئی بھائی اور بہنیں ہوں تو مرد کے لئے عورت سے دو چند ہے" الآیۃ،

میں کہتا ہوں یہ آیت بالاجماع باپ کی اولاد کے بارے میں ہے خواہ وہ علاتی ہوں یا عینی العلات ہوں اس کو کلالہ اس کو کہتے ہیں جس کا نہ باپ ہو اور نہ اولاد ہو، اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول "ان لیس لہ ولد" کلالہ کی بعض حقیقت کو ظاہر کرتا ہے

خلاصہ یہ کہ جب کوئی ایسا شخص نہ ہو جو سلسلہ نسب میں داخل ہے تو وہ لوگ جو سب سے زیادہ قریب اور اولاد کے مشابہ ہیں وہ [illegible] اور رسول اللہ [illegible] تمام چیزوں کی جن کو لوگ [illegible] سے زیادہ قریب ہے"

میں کہتا ہوں [illegible] معلوم ہو چکی ہے کہ توارث کا اصل [illegible] ہم بیان کر چکے ہیں اور یہ کہ [illegible] شفقت کا مرجع [illegible] جاتا ہے جب کہ [illegible]

مقام المیت والنصرۃ لہ وذلک قوم المیت واھل نسبہ وشرلہ الاقرب فالاقرب ؛ قال صلے اللہ علیہ وسلم لا یرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم ؛

اقول : انما شرع ذلک لیکون طریقا الی قطع المواساۃ بینھما فان اختلاط المسلم بالکافر یفسد علیہ دینہ ، وھو قولہ تعالی فی حکم النکاح اولئک یدعون الی النار ؛

وقال صلے اللہ علیہ وسلم القاتل لا یرث ؛

اقول اشار بذلک لان من الحوادث الکثیرۃ ان یقتل الوارث مورثہ لیحرز مالہ لا سیما فی اھل البدو ونحوھم فیجب ان تکون سنۃ بینھم تایئس من فعل ذلک عما عھدہ لتقطع عنھم تلک المفسدۃ ، وجوت السنۃ ان لا یرث العمد ولا یورث وذلک لان مالہ لسیدہ والسید اجنبی عنہ وقد قال صلے اللہ علیہ وسلم ان اعیان بنی الاعمام یتوارثون دون بنی العلات ؛

اقول وذلک لما ذکرت من ان القیام مقام المیت صفۃ علی اختصاص وحجب وقرب الرحم بالمحرمیۃ اجمعت الصحابۃ رضی اللہ عنھم فی زوج وابوین وامرأۃ وابوین ان للام ثلث الباقی ، وقد بین ابن مسعود رضی اللہ عنہ وبث بمقالہ مرارا عصبۃ حریث وما کان اللہ لیرینی ان افضل ما عن ا۔

ہوں تو جب ورثہ میت کے قائم مقام ہوئے اور اسکی معاونت کرنے والے ہوئے تو وہ میت کی قوم اور اس کے نسب کے قریب کے لوگ ہیں پس ان میں درجہ بدرجہ ترجیح کی راہ ہوگی ، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مسلمان کافر کا اور کوئی کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا

میں کہتا ہوں یہ حکم اس لئے دیا گیا ہے تاکہ کافر و مسلمان میں باہمی محبت منقطع ہو جائے کیونکہ کافر کے ساتھ مسلمان کا میل جول رکھنا اس کے دین کے فساد کا باعث ہوگا چنانچہ اللہ تعالے نکاح کے حکم میں فرماتا ہے وہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قاتل کو ورثہ نہیں پہنچتا ۔

میں کہتا ہوں یہ حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ بہت سے حوادث ایسے واقع ہوتے ہیں کہ وارث سارا مال لینے کی خاطر اپنے مورث کو قتل کر دیتا ہے جیسکہ دیہاتی اور اعرابی وغیرہ ، پس لوگوں کے لئے ضرور ہے کہ جو شخص ایسے فعل کا ارتکاب کرے اس کو اس کی امید سے ناامید کیا جائے تاکہ لوگ اس سے منسدہ رہیں ، اور یہ بھی دستور ہے کہ غلام کسی کا وارث ہوتا ہے اور نہ اس کا کوئی وارث ہوتا ہے کیونکہ غلام کا مال اس کے آقا کا ہوتا ہے اور اس کی موت کے بعد بھی وہ اسی کا ہوتا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک وہ چچا زاد بھائی وارث ہوتے ہیں جو علاتی بھائی وارث نہیں ہوتے ۔

میں کہتا ہوں اس کا سبب وہی ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں کہ میت کی قائم مقامی خصوصیت پر مبنی ہے اور قریب ہونے کے سبب ہر ایک کو محروم کر دیتا ہے اور اس بات پر سب کا اجماع ہے کہ خاوند اور ماں باپ اور بیوی اور ماں باپ کی صورت میں ماں کو تہائی کا ثلث ملتا ہے

اور ابن مسعود رضی اللہ تعالے عنہ نے اس کو خوب واضح کر کے بیان کر دیا جب کہ فرمایا خدا تعالے نے مجھ کو یہ نہیں بھتایا کہ میں ماں کو باپ پر فضیلت دوں ۔

وقضى رسول الله صلى الله عليه وسلم في بنت و بنة ابن واخت لاب وام للابنة النصف وللابنة الابن السدس وما بقي فللاخت

اقول وذلك لان الاقرب فالاقرب احق فيما يحوزه فما بقي فان الابعد احق به حتى يستوفي ما جعل الله له لذلك النصف، فالابنة تأخذ النصف كملا وابنة الابن في حكم البنات فلم تزاحم البنت الحقيقية واستوفت ما بقي من نصيب البنات، ثم كانت الاخت عصبة لان فيها معنى من القبيل فقدم البنت وهي من اهل سهمه

وقال عمر رضي الله عنه في زوج وام واخوة لاب وام واخوة لام لم يزدهم الاب الا قربا، وتابع عليه ابن مسعود وشريح رضي الله عنهم وبه اخذ بعض فقهائنا وخلائق، وهذا القول وفق لاقوال بقوانين سهم وبقي للاخت لسدس اقامة لها مقام الام عند عدمها وكان ابو بكر وعثمان وابن عباس رضي الله عنهم يجعلون الاب كسائر الاولى الا قوال عندي:

واما الولاء فلسرفيه النصرة والحماية السيفية، فالاحق به مولى نعمة، ثم بعده الاسن من قومه الاقرب فالاقرب۔

واللہ اعلم۔

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک بیٹی اور ایک پوتی اور ایک علاتی بہن کے بارے میں فیصلہ فرمایا کہ بیٹی کو نصف اور پوتی کو چھٹا حصہ اور جو کچھ باقی رہے وہ بہن کو دیا جائے،

میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ بعید قریب کے اس حصہ میں جو اس کو ملتا ہے مزاحم نہیں ہوتا ہے پس جو باقی بچے بعید اس کا حق دار ہے تاکہ خدا تعالیٰ نے جو کچھ اس صنف کے لئے مقرر کیا ہے وہ اس کو پالے پس بیٹی پورا نصف لیگی اور پوتی بیٹیوں کے حکم میں ہے پس وہ حقیقی بیٹی کے مزاحم نہیں ہو سکتی اور بیٹیوں کے حصہ میں سے جو باقی رہ گیا ہے وہ اس کو لے لیگی پھر بہن عصبہ ہوتی ہے کیونکہ اس میں بیٹی کے قائم مقام ہونے کے معنی پائے جاتے ہیں اور وہ میراث کے مرتبہ کی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خاوند اور ماں اور حقیقی بھائیوں اور اخیافی بھائیوں کے بارے میں فرمایا کہ باپ نے محض ان کی قرابت ہی کو زیادہ کیا ہے، اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور زید اور شریح رضی اللہ عنہم اور ربیعت سے اشخاص نے اسی حکم پر تفاقت کیا ہے اور یہ قول فوائد شرع کے ساتھ زیادہ موافق ہے اور ماں کے نہ ہونے کی صورت میں دادا کو اس کے قائم مقام کرنے سے سہم کا حکم دیا اور حضرت ابوبکر، حضرت عثمان اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم دادا کو باپ کا حکم دیتے تھے اور میرے نزدیک یہ قول سب سے بہتر ہے

لیکن ولاء میں اس میں حکمت معاونت اور حمایت کا پایا جانا ہے پس اس امر میں زیادہ مستحق مولے نعمت ہے پھر اس کے بعد اس کی قوم میں سے مرد درجہ بدرجہ اقرب فالاقرب۔ واللہ اعلم۔

من ابواب تدبیر المنزل

اعلم ان اصول فن تدبیر المنازل مستنبطة من طرائق العرب والعجم لهم اختلافات فی اشباحها وصورها وبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی العرب واقتضت الحکمة ان یکون طریق ظهور کلمة اللہ فی الارض علیتهم صلی الاذان ونسخ عاداتهم اولئك بعاداتهم وسیاستهم اولئك بسیاساتهم فوجب ان لا یتعین من تدبیر المنازل الا ما فی العادات للعرب وان تعتبر تلك الصور والاشباح باعیانها وقد ذکرنا کثیرا مما یجب ذکره فی هذه الابواب فی الارتفاقات وغیرها فواجع

الخطبة وما یتعلق بها

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءة فلیتزوج فانه اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیه بالصوم فانه له وجاء علماء اذا کثر تولده فی البدن صعد بخاره الی الدماغ فحبب الیه النظر الی المرأة الجمیلة وشعف قلبه حبها فتنزل منه الی الفرج فحصل استلذاذ واشتدت الغمة واکثر ما یکون ذلك فی وقت الشباب وعلی جهات مختلفة من حصب الجمعة بعدده من الرجال

تدبیر منزل کے ابواب کا بیان

واضح ہو کہ فن تدبیر منازل کے اصول تمام عرب و عجم میں مسلم ہیں لیکن ان کی اشباح اور صورتوں میں اختلاف ہے اور جب صلے اللہ علیہ وسلم عرب میں مبعوث ہوئے تو حکمت الٰہی کا یہ مقتضی ہوا کہ تمام دنیا میں کلمۃ اللہ کا اس طریق پر ظہور ہو کہ عرب کا تمام ادیان پر غلبہ ہو جائے اور تمام دنیا کی عادات و سیاسات ان عادات سے منسوخ ہو جائیں جو عرب کی عادت سے ان کی سیاستیں برپا ہوئی ہیں پس اس سے یہ بات ضروری ہوئی کہ تدبیر المنازل عرب کی عادات میں ہی منحصر کیجائیں اور خاص ان ہی اشباح اور صورتوں کا اعتبار کیا جائے اور جن باتوں کا ذکر کرنا ضروری ہے ان میں سے اکثر کو متقدمہ ابواب میں ارتفاقات وغیرہ کے ذیل میں ذکر کیا ہے اس باب دیکھنا چاہئے۔

پیغام نکاح اور اس کے متعلقات کا بیان

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جوانوں کے گروہ تم میں سے جو شخص نکاح کرنے کی طاقت رکھے تو اس کو نکاح کرنا چاہئے کیونکہ وہ نگاہ کو پست کرتا ہے اور شرم کو محفوظ رکھتا ہے اور نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھے تو اس کو روزہ رکھنا چاہئے کیونکہ روزہ سے شہوت کم ہو جاتی ہے

جب ہوکر [illegible] ہے تو اس نے خون کی طرف چڑھتے ہیں [illegible] عورت کی طرف دیکھنا اچھا معلوم ہوتا ہے اور اس کی محبت اس کے دل میں گھر جاتی ہے اور اس منی کا ایک حصہ پیشاب گاہ کی طرف اترتا ہے جس سے استرخاء پیدا ہوتا ہے اور شدت کے ساتھ جماع کی خواہش ہوتی ہے اور اکثر یہ بات جوانی کے وقت میں ہوتی ہے اور [illegible] لوگوں میں سے ایک ہی جماع جو سکوت میں غوطہ

فی الاحسان ویهیجه الی الزنا ویفسد
علیه الاخلاق ویوقعه فی مهالک عظیمة
من فساد ذات البین، فوجب اماطة
هذا الحجاب فمن استطاع الجماع و
قدر علیه بان تیسرت له مثلا امرأة
علی ما تامر به الحکمة و قدر علی نفقها
فلا احسن له من ان یتزوج. فان
لتزوج اغض للبصر و احصن للفرج من
حیث انه سبب لکثرة الاستغراء
منی ومن لم یستطع ذلک فعلیه بالصو
ن صرد الصوم له حاصیة فی کسر
سورة الطبیعة وکبح جماح شیا
لما فیه من تقلیل مادتها فیتعذر ب
ل خلق فی بعض منا من کثرة الاخلاط
رد صلے اللہ علیه وسلم علی عثمان بن
ظعون لتبتل. فقال اما واللہ انی
لاخشاکم للہ واتقاکم له لکنی اصوم و
فطر واصلی وارقد واتزوج النساء
فمن رغب عن سنتی فلیس منی.

اعلم انه کانت النصاری ومن ضاهاهم
ن النصاری یتقربون الی اللہ بترک
هذا باطل لان طریقة
سلام التی ارتضاها اللہ للناس هی
صلاح الطبیعة ودفع اعوجاجها لا
سخها عن مقتضیاتها. وقد ذکرنا
ستراعب فراجع، ثم لا بد من ان ی
المراة التی یکون نکاحها اوفق بالحکمة
وفر علیه مقاصد ت
صحبة بین الزوجین لان

یہ مانع ہوتا ہے اور اس کو زنا کی طرف برانگیختہ کرتا ہے اور اس
کے اخلاق کو خراب کرتا ہے اور اس کو باہمی فساد کی بڑی بڑی
ہلاکتوں میں ڈالتا ہے لہٰذا اس حجاب کا دور کرنا ضروری ہو
پس جو شخص نکاح کی استطاعت رکھتا ہو اور اس پر قادر ہو
اس طور سے کہ مقتضاء حکمت کے موافق کوئی عورت اس کو میسر
آئے اور اس کے نان ونفقہ پر قادر ہو تو اس کے لئے نکاح سے
بہتر کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ نکاح کرنے سے نگاہ پست ہو جاتی
ہے اور آدمی کی شرمگاہ محفوظ رہتی ہے کیونکہ اس کے سبب سے
منی کثرت سے خارج ہوتی رہتی ہے اور جو شخص نکاح کرنے
کی قدرت نہ رکھتا ہو تو اس کو روزہ رکھنا چاہیے کیونکہ روزے
روزہ رکھنے کو طبیعت کی تیزی کے رفع کرنے میں اور
اس کے جوش سے باز رکھنے میں بڑا دخل ہے کیونکہ اس میں منی
کے مادہ کو کم کرنا ہے پس تمام اعضاء میں جو کثرت اختلاط
سے پیدا ہو گئے ہیں وہ روزہ کے سبب سے ہٹ جاتے ہیں۔ اور
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون کو منع سے
منع فرمایا پس آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں تم سب سے زیادہ خدا
تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ میں اللہ تعالیٰ سے
خوف کرتا ہوں لیکن میں روزہ رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا ہوں
اور نماز پڑھتا ہوں اور سوتا ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی
کرتا ہوں پس جو شخص میری سنت سے اعراض کرتا ہے وہ مجھ میں
سے نہیں ہے

جاننا چاہیے کہ نصاریٰ اور جو نصاریٰ میں سے
ہیں وہ تجرد کو اللہ تعالیٰ سے نزدیک ہونے کا ذریعہ
سمجھتے ہیں یہ طریقہ باطل ہے کیونکہ
علیہم السلام کا طریقہ جس کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کیلئے پسند
فرمایا ہے وہ طبیعت کی صلاح اور اس کی کجی کا دور کرنا ہے
اس کو نکالنا مقتضیات سے
اور ہم سلوک کے
اس مقام کو
عورت
موافق ہو اور
سکے

من الجانبين ما كذه فلو كان لها جبلت
سوء في خلقها وعادتها وقلة دين
لسانها بذاءة صاقت عليه الارض برحبها
وانقلبت عليه المصلحة مفسدة. ولو
كانت صالحة صلح. لمعزل كل الصلاح و
تهيأ الاسباب الخير من كل جانب. وهو
قوله صلى الله عليه وآله وسلم الدنيا متاع
وخير متاع الدنيا المرأة الصالحة، قال
صلى الله عليه وسلم تنكح المرأة لاربع
لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها، فاظفر
بذات الدين تربت يداك.

فالمراد بالحسب ان يقصد من
يناسب في بيت عراقة ورفعة حصان
بنانيا بنكحه لان الناس يرغبون في مصاهرة
ويرجون صواب المرجع في ولدها ان يكون
اولاده اغنياء لا يحتقرون من قبل
اعمامهم، وخالهم بحسبها بحي مفاخر بها المرأة
بان التزوج في الاشراف نشرف وجاه،
وخسة في بطيعة، لان الطبيعة الرديئة
في الجمال وكثير من الناس تغلب عليهم
بطيعة، ولذلك ترى لعلقة خوا اصحاب
وبعدها عن اريبها وتفرد الاب برعونة
بانها عائلة، فالجمال وحده منتصب من
غلب عليه حجاب الرسوم والجمال و
ما يشبهه من الشباب مقصود من غلب
عليه حجاب الطبيعة، والدين مقصد
من تهذب بالفطرة فاحب ان تعاونه
امرأة في دينه ويرغب في صحبة اهل
الخير، قال صلى الله عليه وسلم خيرنساء

حاجتیں ضروری ہیں پس اگر عورت بدطینت ہو اس
اس کی عادت میں سختی ہو اور اس کی زبان میں لکنت داخل ہو
تو اس شخص زمین باوجود اپنی فراخی کے تنگ ہو جائیگی اور اس کی
معاش کی طرف سے اسباب ہو جائیں گی اور اگر وہ عورت نیک تو ہو
خانہ داری کی خوب اچھی بات سے اصلاح ہو سکتی ہو اور اس کے
ہر طرف سے اسباب خیر دستیاب ہو جائیں گے چنانچہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا "دنیا ایک پونجی ہے اور دنیا کی سب سے بہتر پونجی
نیک بیوی ہے" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "چار باتوں کی
وجہ سے عورت سے نکاح کیا جاتا ہے ۔۔۔ کے مال کی وجہ سے"
اس کے حسب کی وجہ سے اور اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اور اس
دین کی وجہ سے پس دیندار کو حاصل کر خاک میں مل جائیں
تیرے دونوں ہاتھ"

واضح ہو کہ وہ مقاصد جو بیوی پسند کرنے میں مقصود ہوتے
ہیں وہ چار چیزیں ہیں۔ ایک یہ ہے کہ نکاح مال کی وجہ سے
کیا جائے کہ اس شخص کو اس کے مال میں رغبت ہوتی ہے اور اس سے
امید ہوتی ہے کہ عورت اپنے مال سے اس کی مدد کرے گی اور
کمائی اور مال کے مالدار ہونے کی وجہ سے غنی ہو جائیگی کیونکہ
مال کے ترکہ میں ان کو یہ مال ملیگا، اور ایک یہ کہ نکاح عورت کے
حسب کی وجہ سے کیا جاتا ہے یعنی اس عورت کے باپ دادا کے
خاندانی ہونے کی وجہ سے کیونکہ سر پرستوں میں نکاح کرنا عزت کی
بات ہے، اور ایک یہ ہے کہ عورت کی خوبصورتی کی وجہ سے نکاح کیا جاتا
ہے کیونکہ خوبصورت عورت کی طرف مال کی ان مردوں کو رغبت ہوتی ہے اور بہت
لوگ طبیعت کے تابع ہوتے ہیں، اور ایک اس کے دین کی وجہ
سے نکاح کیا جاتا ہے یعنی اس وجہ سے کہ وہ عورت عفیف ہو
صاحب ایمان اور اچھی عبادات کے ذریعہ اپنے خاوند کے ساتھ
سعادت پس وہ اور عزت ان لوگوں کا مقصد ہوتا ہے جن پر
کا غلبہ ہے ۔۔۔ اور جوانی ان لوگوں کا مقصد ہوتا ہے جن پر
طبیعت غالب ہے اور دینداری ان لوگوں کا مقصد ہوتا ہے جن
نجات کے اعتبار سے مذہب ہوتے ہیں اور اس بات کو جانتے ہیں

ركين الا بين نساء قريش احناه على ولد
في صغره وارعاه على زوج في ذات يده و
اقول يستحب ان تكون المرأة من
كورة وقبيلة عادات نسائها صالحة
كان، لان من معادن كمعادن الذهب
والفضة، وعادات القوم ورسومهم
غالبة على الانسان ومنزلة الامر المجبول
هو عليه وبين ان نساء قريش خير
نساء من جهة انهن احنى انسان على
ولد في صغره وارعاه على زوجها في ذات
يده وتحوطه وتحوطه، وهذا ان من اعظم
مقاصد النكاح وبها انتظام تدبير المنزل
وان انت فتشت حال الناس اليوم في
بلادنا وبلاد ما وراء النهر وغيرها لم
تجد من تحوطه في الاخلاق الصالحة كما
شد لزوما لها من نساء قريش،

وقال صلى الله عليه وسلم تزوجوا
الولود الودود فاني مكاثر بكم الامم،
اقول تواد الزوجين به تنتظم
المصلحة المنزلية، وكثرة النسل به
تتم المصلحة المدنية والملية، ودود
المرأة لزوجها دال على صحة مزاجها و
قوة طبيعتها مما لم لها من ان تطمح بصرها
الى غيره باعث من جبلتها بازاء ذلك،
وفيه تحصين لوجه المرأة،

قال صلى الله عليه وسلم ادا خطب
اليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه
ان لا تفعلوه تكن فتنة في الارض و
فساد عريض،

وہ بڑے بڑے حق ہیں سب میں بہتر قریش کی عورتیں ہیں جو بچے پر
نہایت مہربان اور خاوند کے مال کی بڑی پاسبانی کرتی ہیں۔

میں کہتا ہوں مستحب یہ ہے کہ عورت اس قوم قبیلہ سے ہو جن کی
عورتوں کی عادت نیک ہو کیونکہ سونے اور چاندی کے کانوں کی
طرح آدمیوں کی بھی کانیں ہیں اور ہر آدمی پر اس کی قوم کی رسمیں
اور عادات اس پر اس قدر غالب ہوتی ہیں گویا وہ اس کی سرشت
میں داخل ہیں، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو بیان
فرمایا کہ سب عورتوں سے بہتر قریش کی عورتیں ہیں اس وجہ سے
کہ وہ بچوں پر بڑی مہربان اور خاوند کے مال اور اس کی گھر
وغیرہ کی بڑی نگہداشت کرنے والی ہیں یہ دونوں خصلتیں نکاح کے
مقاصد [illegible] ہیں اور انہیں سے خانہ داری کا انتظام
ہوتا ہے اگر تم ان زمانہ میں ہمارے ملک اور ماوراء
النہر وغیرہ ملکوں کے لوگوں کا حال معلوم کرو گے تو اچھی طرح
یہ سمجھ لو گے کہ اچھے اخلاق میں مستقل قریش کی
عورتوں کے برابر [illegible]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ایسی عورتوں سے
نکاح کرو جو زیادہ بچے جننے والی اور زیادہ محبت کرنے والی ہوں کیونکہ
میں تمہارے امتیوں سے کثرت میں ہوں گا۔

[illegible] کی باہمی محبت کی وجہ سے خانہ داری
[illegible] اور کثرت نسل سے مصلحت
[illegible] ہے اور بیوی کا اپنے خاوند سے محبت کرنا
[illegible] اس بات کی دلیل ہے اور اس کی
[illegible] کہ وہ عورت کسی اور طرف آنکھ اٹھا
[illegible]

[illegible] صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تمہارے
ایسا شخص جس کا پیغام [illegible] اس کا
[illegible] تو اسکے ساتھ [illegible]
[illegible] ہوگا؟

اقول ليس في هذا الحديث ان النكاح غير معتبرة كيف وهي مما حث عليه جوالف الناس وكاد يكون معدوما فيها اشد من القتل، والناس على مراتبهم في النسوان لا تهمل مثل ذلك وعلى ذلك كان عمر رضي الله عنه لا منعن لنساء الا من اكفائهن، ولكنه اراد ان لا يتبع احد محقرات الامور نحو قلة المال ورثاثة الحال ونحو مقابلهما من يكون ابن ثلاثة وبحو ذلك من الاسباب التي يرضى بها وليه وخلفه، وان يعلم ان صلاح المعاشرة للاصطحاب في حق حسن ويكون ذلك الاصطحاب سببا لصلاح الدين فان النبي صلى الله عليه وسلم يستوهب المرائم والمدار والنفوس.

قول: تفسير الصحيح الذي يوهم مورد الحديث ان هنالك سببا خفيا [illegible] صعوبة الاخلاق وقلة [illegible]

[illegible] نفسه بترك تزوجها وان كانت حسنة او ذات مال، والحكمة تحكم [illegible] ان تكون عاقلة بالغة [illegible] لقنة خباثتها وتقو [illegible] تأمره الحكمة ويلزم عليها واحسن للفرج والنظر بخلاف الشابات ناشئ [illegible] صعوبة الاخلاق وقلة [illegible]

جس کا نتیجہ اس حدیث سے یہ ثابت کرنا کہ نکاح معتبر نہیں ہے کیونکر ہو سکتا ہے بلکہ ایسا کہنے سے تو سخت خرابیاں پیدا ہوں گی۔ اس لئے کہ لڑکوں کی نسبت میں کفو کا ہونا ضروری ہے اور کسی کفو میں عیب لگانا قتل سے زیادہ ہوتا ہے اور ایسے مضمون کے ہوتے ہیں۔ شریعت اس قسم کی باتوں کو ہرگز اندر نہیں کرتی۔ اس وجہ سے حضرت عمر نے فرمایا تھا میں عورتوں کو ان کے کفو کے لوگوں کے سوا سے منع کروں گا۔ علاوہ اس حدیث سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی [illegible] علی نسبت کرنے کے بعد اس کی [illegible] توڑ کر کچھ زیادہ قیمتی مال اور پیشکش [illegible] ہے اور یہ صورت ہوتا ہے کہ اس نے دوسرا سبب کچھ [illegible] اختیار کیا ہے اور صلاح حاصل ہونے میں موقوف اور اس کی نسبت دین کی صلاح کا ہوتا ہے،

جیسا کہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تحوست عورت اور گھوڑے اور گھر میں ہوتی ہے"

[illegible] کہا ہوں اس کی تحقیق اس طرح ہے کہ حدیث کا مقصود صاحب شریعت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ [illegible] ہوتا ہے اکثر اس [illegible] جو [illegible] ہیں اور [illegible] عورت سے نکاح کرتے ہیں جو [illegible] عورت کی حکومت پر کوئی [illegible] ہوتا ہے [illegible] عورت سے ترک نکاح کرنے پر جس کو سکون و آرام دے خواہ وہ خوبصورت اور دولتمند ہی ہو اور حکمت کا مقتضی یہ ہے۔ باکرہ سے نکاح کرے [illegible] عاقل اور بالغ ہو کیونکہ اس کے اندر فریب کے [illegible] ہوتا ہے [illegible] وہ اپنی زوجہ کی طرف سے راضی ہو جاتا [illegible] تو اس کی [illegible] سے اور وہ [illegible] کرے گا۔ زیادہ قابل [illegible] ہے اور [illegible] کی [illegible] تو اس پر ہمیشہ [illegible] ہوتا ہے اور اس [illegible] ہوتی ہے اور اس سے [illegible] اور [illegible] کو نہ پاوے محفوظ [illegible] اس [illegible] ہو [illegible] کرے گا۔ اور [illegible] اس سے خوب واقف ہو

ہیں اور بداخلاق اور قلیل الاولاد ہوتی ہیں اور وہ مثل الواں کے ہوتی ہیں

يكاد يؤثر فيهن التأديب الهم اذا كان
تدبير المنزل لا ينتظم الا بذات التجربة
كما ذكره جابر بن عبد الله رضي الله عنهما
قال صلى الله عليه وسلم اذا خطب احدكم
المرأة فان استطاع ان ينظر الى ما
يدعوه الى نكاحها فليفعل، وقال
في رواية اخرى ان يؤدم بينهما، وقال
في رواية اخرى فان في اعين الانصار شيئا.

اقول السبب في استحباب النظر
الى المخطوبة ان يكون التزوج على وجه
لا يكون ابعث من الندم الذي يلزم
اذا تتحمل في النكاح ولم يوافقه
يرده، واسهل للمتزوج ان يرد اذا
يكون تزوجها على مشورة ونشاط
افعل، والرجل لحكم الايجاب
على يقين خيره وشره قل ان يوفق

وقال صلى الله عليه وسلم ان
المرأة تقبل في صورة شيطان وتدبر
في صورة شيطان اذا احدكم اعجبته
المرأة فوقعت في قلبه فليعمد الى
امرأته فليواقعها فان ذلك يرد ما في
نفسه.

اعلم ان شهوة النظر عظم اسبوا
وقعها للقلب موقعة في حوادث كثيرة
نظر الى النساء بغير وهو قوله عليه
السلام المرأة تقبل في صورة شيطان
فمن نظر امرأة وقعت في قلبه
شهوة فليعمد الى امرأته فليواقعها فان
ذلك يرد ما في نفسه

جس میں تادیب بہت کم اثر کرتی ہے الا جب تدبیر خانہ داری
بغیر تجربہ کار عورت کے انجام نہ پاتی ہو تو کوئی مضائقہ نہیں
جیسا کہ جابر بن عبداللہ نے ذکر کیا ہے، نبی صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کسی عورت کے لئے نکاح کا پیغام
بھیجے تو اگر وہ شخص اس چیز کو جو اس عورت کے ساتھ نکاح کرنے
کا باعث ہو دیکھ سکے تو دیکھ لے اور آپ نے فرمایا کہ
یہ بات تم دونوں میں الفت قائم رکھنے کے لئے مناسب ہے،
اور آپ نے ایک دوسری روایت میں فرمایا تھا۔ کیا تو نے اس عورت
کو دیکھ لیا ہے کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کچھ عیب ہوتا ہے"
میں کہتا ہوں مخطوبہ کو دیکھنا اس لئے مستحب ہوا کہ نکاح
کرنے کے بعد کہا جائے اور اس سے پیچھا چھڑانا چاہے جو
دیکھ بھال کر نکاح کر لینے اور پسند کے موافق نہ ہونے اور
اس کے رد نہ کرنے سے پیدا ہوتی ہے اور اگر دیکھنے کے بعد رد
کر دے تو اس کی تلافی آسان ہوتی ہے، اور دیکھنے کے بعد اگر نکاح
کرنا طبیعت کے موافق ہو تو عورت کے ساتھ شادی کرنا شوق
زیادہ کرتا ہے ہو۔ عقلمند کسی چیز کی طلب اور
برائی کو سمجھے بغیر (دیکھے بھالے) اس کا قدم نہیں کرتا۔ اور نبی صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت شیطان کی صورت میں آتی ہے
اور شیطان کی صورت میں جاتی ہے جب تم میں سے کسی کو کوئی عورت
اچھی معلوم ہو اور اس کے دل میں وسوسہ پیدا ہو تو اس کو چاہئے کہ اپنی
بیوی کی طرف قصد کرے اور اس سے صحبت کرے کیونکہ اس سے اس کا
وسوسہ دور ہو جائے گا۔

[illegible] کی خواہش خواہشات میں سب سے زیادہ قوی خواہش
ہے اور سب سے زیادہ دل پر اس کا غلبہ ہوتا ہے جو انسان کو
بڑی بڑی ہلاکتوں میں مبتلا کرتی ہے اور عورتوں کی طرف دیکھنے
کی خواہش کو پیدا کرتا ہے اور اس حدیث سے یہ ہے۔ وہ عورت
شیطان کی صورت میں آتی ہے اس سے جو شخص کسی عورت کو دیکھ
[illegible] کے دل میں شوق پیدا
ہو اس کو چاہئے کہ اپنی بیوی سے صحبت کرے تو اس کی جان سے [illegible]

حتی سلک ویصرف قلبه، والثالث قوی
الغوی به قد یصرف بعقله، فیعدد
للولد للنساء متلاً وسیلة الی سلک
المقصود بجاره الی الله تعالی، والثالث
یستفرغ ثلث الاوعیة، والرابع لا
یجمع ویشغل قلبه ویسلبه عما یجده
ویصرف قلبه عما هو متوجه الیه
الی الخوض فی تفکیره فی الله والی
سعی، قال صلی الله علیه وآله وسلم
لایخطب الرجل علی خطبة اخیه حتی
یذر او یترک۔

اقول [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] قال صلی الله علیه
وآله وسلم لا تسأل المرأة طلاق اختها
لتستفرغ صحفتها ولتنکح فان لها ما
قدر لها۔

اقول السرفیه ان طلب طلاقها
فتضارب علیه وسعی فی ابطال معیشتها
وهو من اعظم اسباب فساد المدینة ان
یتصارب واحد من [illegible]
والله اعلم عند الله [illegible] کل واحد
معینة وما یسر الله [illegible]
السعی فی [illegible]

ذکر [illegible]

اعلم انه لما کان الرجال یحتاجهم

یہاں تک کہ اسکے دل پر [illegible] کا دل اس میں مشغول ہو جائیگا
اور ہر چیز کے لیے عادت ہوتی ہے جس سے اس کو قوت حاصل ہوتی
ہے اور ایک تدبیر ایسی ہوتی ہے جس سے وہ کم ہو جاتی ہے پس عورت
کی طرف رغبت کی مدافعت کے عارف کا پڑ ہو جانا اور اس کے
خیالات کا دماغ کی طرف چڑھنا، اور اس سے کم کرنے کی
تدبیر [illegible] کا اس سے خالی کر دینا ہے۔ اور چوتھے کا دل
بضاع کی طرف مشغول ہو جائیگا، اور وہ وسوسہ اس کے دل سے
نکل جائیگا [illegible] چیز کی طرف اس کی توجہ ہے تضاع کرنا اس
[illegible] کرنا، پھر یہ بیماری جڑ سے جاتی رہتی ہے نبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر
پیغام نہ بھیجے [illegible] نکاح کرے یا ترک کر دے۔

میں کہتا ہوں اس کا سبب یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی عورت
[illegible] چاہتا ہے اور اس کی [illegible] اس کی طرف میلان
[illegible] اس سے [illegible] جس سے وہ [illegible]
ہے اور اس کی [illegible] دے محروم کرنا، اس کے ساتھ برائی [illegible]
سلوک کرنا ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کوئی عورت
اپنی بہن کا [illegible] کی خواہش نہ کرے کہ اس کے برتن کو خالی کر کے
اپنا نکاح اس شخص [illegible] کر لے کیونکہ ہر کو وہ ملے گا جو
اس کے لیے مقدر ہے۔

میں کہتا ہوں اس میں یہ نہ ہے کہ اس کی طلاق کا چاہنا
[illegible] کرنا اور [illegible] کے برباد کرنے میں کوشش کرنا ہے اور
اس کی [illegible] ہے کہ ایک دوسرے کے روپیہ کا
[illegible] اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے ہر [illegible]
[illegible] طرف سے [illegible] ہے جو [illegible] کے لیے
[illegible] کوشش [illegible]

[illegible] کا بیان

[illegible] عورتوں کی طرف [illegible] مردوں [illegible]

النظر الی النساء علی عشقهن والتولہ بهن، ویفعل بالنساء مثل ذلک وکان کثیرا ما یکون ذلک سببا لان یفتی قضاء الشهوة متهتن علی غیر السنة الراشدة کاتباع من هی فی عصمة غیره او بلا نکاح ومن غیر اعتبار کفاءة والذی شهدهن من هذا الباب یغنی عن سطر ذالک فاقتضت الحکمة ان لا سد هذا الباب، ولما کانت الحاجات متفارعة مفروحة الی المخالطة وجب ان یجعل ذلک علی مراتب بحسب الحاجات فشرع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوها من السنن. احدها ان لا تخرج امرأة من بیتها الا لحاجة لا تجد منها بدا: قال صلی اللہ علیہ وسلم المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشیطان اقول معناه استشرف حزبه او هو کنایة عن تهیئ اسباب الفتنة، وقال اللہ تعالی: وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلیة الاولی وکان عمر رضی اللہ عنہ لسالوتی من علم اسرار الدین حریصا علی ان ینزل هذا الحجاب فکان یقول یا سودة انک لا تخفین علینا فانظری کیف تخرجین فبلغ ذلک النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ان ذلک الباب بالکلیة حرج عظیم ومذهب فاسد فاذن لهن ان یخرجن الی حوائجهن بالنهار وامرهن ان لا یتبرجن تبرجا ولا یتطیبن تطیبا یهیج الرجال ولا یلبسن لباسا یشهر ولا یمشین مشیا یحرک الرجال ولا یخرجن الا بإذن ازواجهن وذوی رحم محرم منهن ان لم یکن لهن ازواج وامرهن ان یخضعن من اصواتهن

اور اس کا عشق اور اس کے ساتھ محبت پیدا ہوتی ہے اور اسی طرح عورتوں کا بھی مردوں کے دیکھنے سے عشق و محبت پیدا ہوتی ہے اور بسا اوقات یہ بات اس کا سبب ہو جاتی ہے کہ بغیر طریقہ راشدہ کے ان سے قضاء شہوت کی جائے مثلاً اس عورت کا پیچھا کرنا جو دوسرے کی عصمت میں ہے یا بغیر نکاح کے یا بغیر کفو کے اعتبار کئے اس کو تصرف میں لانا۔ اور اس باب میں جو کچھ مشاہدہ میں آیا ہے وہ اس بیان سے مستغنی کرتا ہے جو دفتروں میں مذکور ہے اس واسطے حکمت کا مقتضی یہ ہوا کہ یہ دروازہ بند کیا جائے اور چونکہ لوگوں کی حاجتیں مختلف ہیں اس واسطے ان میں مخالطت کی ضرورت پڑتی ہے سو اس طرح ضرور ہوا کہ حاجات کے اعتبار سے ممانعت نظر کے کئی مراتب مقرر کئے جائیں پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی طریقے مشروع فرمائے ان میں سے ایک یہ ہے کہ عورت بغیر ایسی ضرورت کے جس کے بغیر چارہ نہ ہو اپنے گھر سے باہر نہ نکلے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت ستر کی چیز ہے پس جب گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس پر نگاہ ڈالتا ہے۔

میں کہتا ہوں اس کے معنی یہ ہیں کہ شیطان کا گروہ اس پر نگاہ ڈالتا ہے یا اس سے فتنہ کے اسباب کا مہیا ہونا مراد ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور اپنے گھروں میں رہو، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چونکہ اسرار دین کا علم عطا ہوا تھا اس لئے وہ ہمیشہ اس امر کی آرزو رکھتے تھے کہ پردہ کا حکم نازل ہو حتیٰ کہ ایک دن ایک روز حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے یکایک کہا کہ ہم سے پوشیدہ نہیں ہو، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اس باب کے بالکل مسدود کر دینے میں حرج عظیم ہے اس لئے آپ نے گھر میں رہنا ان کے لئے مستحب کیا، واجب نہیں کیا اور رفع حاجات کے لئے باہر نکلنے کی اجازت دی دوسرے یہ کہ عورت اپنے اوپر عیاں نہ کرے اور خوشبو نہ لگائے اور ایسا لباس نہ پہنے جس کے ساتھ رہنے سے مرد کی شہوت ابھرے اور نہ ایسی چال چلے جس سے مرد کی شہوت ابھرے اور نہ گھر سے نکلے مگر اپنے شوہر یا محرم رشتہ دار کے ساتھ۔ آپ مومنین کو حکم کرتے تھے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں

ويحفظوا فروجهم ذلك [illegible] كى يهم ان الله
خبير بما يصنعون وقل للمؤمنات
يغضضن من ابصارهن ويحفظن
وزاد ابن ماجة فيهن ولا يظهرن
ليضربن بخمرهن على جيوبهن وزاد ابن
ماجة ان لا يضربن بارجلهن فيعلم ما
يخفين من زينتهن والزينة ما يظهر
منها والخمر ما تغطى به الرأس
وسميت خمارا لانها تخمر وجه المرأة
اى تستره والجيب موضع القطع من
الثوب والجمع جيوب والمعنى ان
يضربن بخمرهن على جيوبهن ليغطين
بها نحورهن وصدورهن وما ملكت
ايمانهن من العبيد والاماء وهو عام
في الاماء والعبيد وخص بعض الناس
العبيد لقوله تعالى او ما ملكت
ايمانهن وليس للمرأة ان تنظر من
الاجنبي الا الى وجهه وكفيه
وقال صلى الله عليه وسلم لا يخلون رجل
بامرأة الا مع ذي محرم منها
وقال صلى الله عليه وسلم لا يخلون
بامرأة فان الشيطان ثالثهما
وقال صلى الله عليه وسلم لا تلجوا
على المغيبات فان الشيطان يجري من
ابن آدم مجرى الدم، الرابع ان لا ينظر
احد امرأة كان او رجلا الى عورة الاخر
امرأة كان او رجلا الا ان رجلين قال
صلى الله عليه وسلم لا ينظر الرجل الى
عورة الرجل ولا المرأة الى عورة المرأة
اقول وذلك لان النظر الى العورة
يهيج الشهوة وليست عورة بل ستة وستين

ان حفاظت کریں یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ ہے بے شک اللہ
تعالیٰ ان کے کاموں سے خبردار ہے اور آپ مومن عورتوں سے
کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت
کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں جو اس میں سے ظاہر
ہو وہ ظاہر ہونے دیا کریں اپنے سینوں پر اوڑھنیاں اوڑھا کریں
اور اپنی زینت کو بجز اپنے خاوند کے اور باپ کے اور سسر کے اور
اپنے بیٹوں کے اور اپنے خاوند کے بیٹوں کے اور اپنے بھائیوں
کے یا بھتیجوں پر ظاہر ہونے دیا کریں الخ

پس خدا تعالیٰ نے ان حصوں کے چھپانے کی رخصت دی
ہے جس سے شناخت ہو سکتی ہے یعنی منہ اور جن حصوں سے اکثر
تر میں لانا دی جاتی ہے اور وہ دونوں ہاتھ ہیں اور ان کے
علاوہ تمام حصوں کا چھپانا واجب کیا گیا ہے اور اس
دلیل سے عورت کے سوا اور تو سب میں گھروں یا میلے
اور ایسی عمر رسیدہ عورت ان کو اپنے کپڑے اتارنے کی اجازت ہے
جس سے یہ ہے کہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے
جب تک کوئی قریب رشتہ دار ان کے ساتھ موجود نہ ہو جس کو دیکھ کر
خوف ہو جیسا کہ اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خبردار کوئی مرد کسی
عورت کے پاس رات بسر نہ کرے بجز اس کے کہ وہ
کے ساتھ ہو اور فرمایا اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مرد کسی عورت
کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے کیونکہ تیسرا ان میں شیطان ہوتا ہے
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان عورتوں کے پاس نہ جاؤ جو
کے خاوند پر ہیں کیونکہ شیطان کسی کے بدن میں خون کے ماند
شیطان پھرتا ہے اس سے یہ ہے کہ کوئی شخص خواہ عورت ہو یا مرد
دوسرے کے ستر کو نہ دیکھے عام ہے کہ وہ عورت ہو یا مرد بجز میاں
بیوی کے۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ کوئی مرد کسی مرد کا ستر دیکھے
نہ کوئی عورت عورت کا ستر دیکھے۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ ستر دیکھنے سے شہوت
ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ عورتوں میں باہم عشق ہو جاتا ہے

فيما بينهن وكذلك الرجال فيما بينهم
ولاحرج فى ترك النظر الى العورة، وانما
ستر العورة من اصول ارتفاقات
لابد منها. الخامس ان لايكام احد
احدا فى ثوب واحد، وفى معناه ان
يبيتا على سرير واحد مثلا. قال صلى
الله عليه وسلم لايفضى الرجل الى
الرجل فى ثوب واحد ولا تفضى المرأة
الى المرأة فى ثوب واحد. وقال صلى الله
عليه وسلم لاتباشر المرأة المرأة فتنعتها
لزوجها كانه ينظر اليها.

اقول لسبب انه اشد شئ فى تهييج
شهوة والرغبة بورث شهوة الاستمتاع
بالمواقعة. وقوله كانه ينظر اليها معناه
انها شاهدت المرأة رأى العين كانت سببا
لتصاوير خيالها فيجرى على لسانها ذكر ما
يثبت من اللذة عند زوجها او ذى
محرمها فيكون سببا لتوجه نفسه
فاسدة ان تمتعت امرأة عند رجل
من رجالها، وهو سبب اخر مهيب
لثلث من البيوتة.

واعلم ان ستر العورة اعنى الاعضاء
يحصل العار بانكشافها بمعنى ان من
العادات المتوسطة كما مر كانت
مثلا بوشئ من اصل الارتفاقات
بحيث عند كل من سمى لشئ ازهو مهيا
به الانسان من ستر العورات
ادعية الشرع، وهو قال
ان وجعان

اور اسی طرح مردوں میں بھی اور عورتوں کے دیکھنے میں کوئی وقت
بھی ہوتا ہے اور نیز شرعاً ستر ارتفاقات کے ان اصولوں
میں سے ہے جو نہایت ضروری ہیں پانچواں مسئلہ ہے کہ ایک کپڑے میں
کوئی کسی کے ساتھ لپٹ کر نہ سوئے اور اسی حکم میں دو کا استلا
یک بستر پر سونا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مرد
دوسرے کے ساتھ ایک کپڑے میں نہ لیٹے اور نہ عورت عورت
کے ساتھ ایک کپڑے میں لیٹے اور نیز صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کوئی عورت کسی عورت کے ساتھ برہنہ ہو کر نہ سوئے کہ پھر وہ
اپنے خاوند سے اس کا حال اس طرح بیان کرے کہ گویا وہ اس
کو دیکھ رہا ہے۔

اس کی وجہ تو اس کا سبب یہ ہے کہ یک ساتھ سونے سے
شہوت اور رغبت پورے جوش میں آتی ہے جس سے تعلق
ملاطفت اور مواقعات کی خواہش پیدا ہوتی ہے، اور نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ گویا وہ اس کی طرف دیکھ رہا ہے اسکا
مطلب یہ ہے کہ عورت کا دوسری عورت کے ساتھ رہنے
کا باعث ہو جاتا ہے پس وہ اپنے شوہر کو اس کے سامنے
اس لذت کو بیان کرنے سے اس کا عاشق ہونے لگتی ہے
ان کے خاوند نہیں کا ان سے اور ان کا اپنے اللہ علیہ
وسلم کا بہت ادب کرتے اور ان کی خواہشوں کے کھودینے
کا عار دلاتے تھے۔

واضح ہو کہ ستر عورت یعنی وہ اعضاء جن کے کھلنے سے لوگوں
میں عار آتی ہے جیسا کہ ان ارتفاقات میں سے ہے جو متوسط
ہیں ہر شریعت میں ان ارتفاقات کے امور میں سے ہے
جن کو تمام عقلاء اچھا سمجھتے ہیں اور شریعتوں نے ان کو
مستحسن کر لیا ہے اور کہا ہے جاتا ہے
ہیں اور ان کے

اصول الفخذين من جملة بديهيات الدين
انها من العورة لاحاجة الى استدلال
فى ذلك، ودل قوله صلى الله عليه وسلم
اذا ان زوج احدكم عبده امته فلا ينظرن
عورة تحتها، وفى رواية فلا ينظرن ما دون
السرة وفوق الركبة، وقوله صلى الله عليه وسلم
اما علمت ان الفخذ عورة على ان الفخذين
عورة وقد تعارضت الاحاديث فى المسألة
لكن الاخذ بهذا احوط واقرب من توخى
الشر، وقال صلى الله عليه وسلم ايا كم
والتعرى فان معكم من لا يفارقكم الا
عند الغائط وحين يفضى الرجل الى
اهله فاستحيوهم واكرموهم، وقد
قالوا احق ان يستحيا منه؛
اقول التعرى لا يجوز وان كان حالا
الا عند ضرورة لا يخلو منها بد، وانه كثيرا
ما يهجم الانسان عليه، والاعمال انما
تعتبر بالاخلاق التى تنشأ منها، ومنشأ
الستر الحياء وان يغلب على النفس صيغة
التحفظ والتقيد وان يأنف اللوذعى ان
ان لا يستر سل، واذا امر الشارع احدا
بشئ اقتضى ذلك ان يؤمر الآخر ان
يفعل معه حسب ذلك، فلما امرت
النساء بالتستر وجب ان يرغب للرجال
فى غض البصر، وايضا فتهذيب نفوس
الرجال لا يتحقق الا ببعض الابصار
عن عورة انفسهم لذلك قال صلى الله
عليه وسلم احفظ عورتك الا من زوجتك او
ما ملكت يمينك قلت فاذا كان القوم
بعضهم فى بعض قال ان استطعت ان

دونوں رانوں کا اوپر کا حصہ ان سب حصوں کا ستر ہونا دین
میں داخل بدیہیات میں سے ہے جس پر دلیل پیش کرنے کی کوئی
حاجت نہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے جب تم میں سے
کوئی شخص اپنے خادم کا نکاح اپنی باندی سے کردے تو پھر اس کی
ستر کو نہ دیکھے، اور ایک روایت میں ہے کہ ناف سے نیچے اور
گھٹنے سے اوپر نہ دیکھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول
سے کیا تو نہیں جانتا کہ ران ستر ہے" یہ بات ثابت ہوتی کہ دونوں
رانیں ستر ہیں اور اس مسئلہ میں احادیث متعارض ہیں لیکن
ان پر عمل کرنے میں زیادہ احتیاط ہے اور وہ قوانین شریعت کے
موافق ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص
اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ
اپنی ران کو نہ کھولے اور نہ مردوں کے ساتھ وہ مرد جو عورتوں
کے ساتھ ہوتے ہیں کیونکہ تمہارے ساتھ وہ فرشتے ہیں جو تم سے
کبھی جدا نہیں ہوتے سوائے قضائے حاجت کے وقت یا جب
کوئی شخص اپنی بیوی سے صحبت کے لئے جاتا ہے پس تم ان سے حیا کرو
اور ان کی عزت کرو، اور آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ اس بات
سے زیادہ مستحق ہے کہ اس سے حیا کیجائے"

میں کہتا ہوں برہنہ ہونا اگرچہ تنہائی میں ہی ہو بغیر ایسی
ضرورت کے جس سے چارہ نہ ہو جائز نہیں ہے کیونکہ ایسا اوقات
اس پر اقدام کرتا ہے، اور اعمال کا اعتبار ان اخلاق کے ساتھ
ہوتا ہے جن سے یہ اعمال پیدا ہوتے ہیں اور ستر کا منشا حیا
اور اس پر تحفظ اور تقید کی کیفیت کا غالب کرنا ہے اور یہ بات
کو ترک دینا ہے اور اس کا عادی نہ ہو جائے، اور جب شارع کسی
ایک شئی کا حکم دیتا ہے تو اس کا مقتضی یہ ہوتا ہے کہ دوسرے کو
بات کا حکم دیا جائے کہ اس حکم کے موافق اس شخص کے ساتھ وہ
کرے پس جب عورتوں کو پردہ کا حکم دیا گیا تو مردوں کے لئے
کو پسند رکھنا واجب ہوا اور نیز مردوں کے نفوس کی تہذیب
ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی نگاہوں کو پست کریں اور اپنے نفوس
اس پر مجبور کریں،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا ستر نہ کھلے مگر
اپنی بیوی سے اور لونڈی سے، دوسرے کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے:

میں کہتا ہوں [illegible] اس میں اس طرف اشارہ [illegible]

الاث، وحين دخل اعمى، وحين دخل
هو اعمى لا يبصرنا؟ قال صلى الله عليه
انعميان انتما الستما تبصرانه۔

اقول السر في ذلك ان النساء يرغبن
في الرجال كما يرغب الرجال فيهن
قال صلى الله عليه وسلم لفاطمة رضي الله
عنها انه ليس عليك بأس انما هو ابوك
وغلامك۔

اقول، لما كان العبد بمنزلة الجزء
لا لا رغبة له في سيدته بخلاف
لا السيدة فانه لحقارته عندها
لتتربيهما وهذه الصفة كالجزء
محرم فان القرابة القريبة
سطة قلت الرغبة، والياس احد
طمع الطمع، وطول الصحبة يكون
من النشاط وحسن التستر وعدم الالف
لذلك جرت السنة الى الستر عن
دون الستر عن غيرهم۔

صفۃ النکاح

قال صلى الله عليه وسلم لا
سفاحا لا يجوز ان يحكم في النكاح
خاصة لنقصان عقلهن وسوء فكرهن
لمثيرا ما لاحتلبن المصلحة
حمايه الحسب منهن غالبا فرم
على الكل، وفي ذلك عار على
لم يجعل للاولياء شيء من
به تنتفي المفسدة، والصحة
ثبتة في الـ

حالت انسان کے ہے، اور ایک مرتبہ جس وقت ایک نابینا شخص
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آ گئے ہوئے اور حضرت ام سلمہ
و حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو پردہ کرنے کا حکم دیا گیا اور
فرمایا کیا وہ اندھا نہیں ہے جو ہم کو نہیں دیکھ سکتا
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بھی نابینا ہو
جو اس کو نہیں دیکھ سکتیں۔

اقول اس میں راز یہ ہے کہ عورتوں کو بھی مردوں
سے رغبت ہوتی ہے جیسا کہ مردوں کو عورتوں میں رغبت ہوتی
ہے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا
سے فرمایا تھا کہ تجھ پر کوئی حرج کی بات نہیں، سو تیرا باپ تیرا
غلام ہے۔

اقول، چونکہ غلام کو مخارم کا درجہ اس سے دیا گیا کہ
اس کو مالک کی طرف سے رغبت نہیں ہوتی کہ وہ اسکی نظر
کو برداشت کرے بلکہ غلام کی طرف رغبت ہوتی ہے
اور اس کناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے تو درمیان پردہ کا حکم
دیا گیا، یہ مسئلہ بھی ہم کے اندر معتبر ہیں کیونکہ قرابت قریبہ
میں رغبت نہ ہونے کا باعث ہوا اور تا ابدی طمع کے منقطع ہونے
کا باعث ہوا اور طویل مدت تک ساتھ رہنے سے
ایک سکینت اور طویل مدت تک ساتھ رہنے
کا سبب ہے
کا سبب ہے

نکاح کا بیان

قال صلى الله عليه وسلم لا
سفاحا لا يجوز ان يحكم في النكاح
خاصة لنقصان عقلهن وسوء فكرهن
لمثيرا ما لاحتلبن المصلحة
حمايه الحسب منهن غالبا فرم
على الكل، وفي ذلك عار على
لم يجعل للاولياء شيء من
به تنتفي المفسدة، والصحة
ثبتة في الـ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا
نکاح کے بارے میں بہا عورتوں کو مختار بنانا درست
نہیں کیونکہ ان میں عقلیں ناقص ہوتی ہیں اور انکا فکر بھی کمزور ہوتا
ہے اور اکثر انکو شرافت کا
خیال نہیں ہوتا اور اکثر انکو شرافت کا
خیال نہیں ہوتا اور اکثر انکو شرافت کا
خیال نہیں ہوتا

ان يكون الرجال قوامين على النساء ويكون
بيدهم الحل والعقد وعليهم النفقات وأما
النساء حوان بايديهم، وهو قوله تعالى
الرجال قوامون على النساء بما فضل الله
بعضهم لابتة، وفي شرائطها كون الكاح
تنويها امرهم واستبدادهم النساء بالنكاح
وفاتحة ممن مستثنوها قالوا الحياء واقتصاب
على الاولياء وعدم الكفاءة لهم، وبعضها
يجب ان يعتبر النكاح من الاستئمار والتشهير
والحق التشهير دون حضرة الشهود وقال
صلى الله عليه وسلم لا تنكح البكر حتى
تستأمر ولا الثيب حتى تستأذن وإذنها
الصموت، وفي رواية البكر تستحيي، هو
اقول لا يجوز الحمل ان يحكم الانبياء
فقط لانهم لا يعرفون ما تعرف المرأة من
نفسها ولان حضار العقد وشهود اجتماعهم
اليها، والاستئمار طلب ان تكون هي الآمرة
صريحا. والاستئذان طلب ان تأذن ولا
تنكر بدناءة السكوت، وانما المراد استئمار
البكر البالغة دون الصغيرة كيف والزنى
لها، وزوج ابو بكر الصديق رضي الله
عنه عائشة رضي الله عنها من رسول الله
صلى الله عليه وسلم وهي بنت ست
سنين فاين صلى الله عليه وسلم ايما عبد
تزوج بغير اذن سيده فهو عاهر

اقول ما كان العبد مشغولا بخدمة
مولاه والنكاح وما يتفرع عليه من الموانع
لمنافعها ولتخلي بها ربما ينقص من خدمته
وحب ان تكون السنة ان توقف نكاح

ہوتا ہے [illegible] عورتیں [illegible] ہوتے ہیں [illegible] عورتیں [illegible] ہیں اس سبب کہ [illegible] بعض [illegible] اور نکاح کے [illegible] مردوں کی عظمت [illegible] نکاح میں [illegible] اور [illegible] اور [illegible] ہے کہ [illegible] نکاح [illegible] اور [illegible] نکاح [illegible] اور [illegible] نکاح [illegible] اور

الشهد على اذن مولاه، واما خاف الامة فاولى
ان يتوقف نكاحها على اذن مولاها، وهو
قوله تعالى فانكحوهن باذن اهلهن قال
ابن مسعود رضى الله عنه علمنا رسول الله
صلى الله عليه وسلم التشهد في الحاجة ان
الحمد لله نستعينه ونستغفره ونعوذ
بالله من شرور انفسنا من يهد الله فلا مضل
له ومن يضلل فلا هادي له واشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله
ويقرأ ثلاث آيات، يايها الذين امنوا اتقوا
الله حق تقاته ولا تموتن الا وانتم مسلمون،
اتقوا الله الذي تساءلون به والارحام ان الله كان عليكم
رقيبا، يايها الذين امنوا اتقوا الله
امنوا اتقوا الله . . وقولوا قولا سديدا يصلح
لكم اعمالكم ويغفر لكم ذنوبكم ومن يطع
الله ورسوله فقد فاز فوزا
عظيما،

اقول كان اهل الجاهلية يخطبون
لاجل ما يرونه من ذكر مفاخرهم
وجودة بيانهم فاراد ذكر ما يصلح
لتزويجه وكان جريان ذكر مصيبة
مصلحة، فان الخطبة مبناها على التشهير
وجعل التي بسمع ومرأى من الجمهور
والتشهير ما يراد وجوده في الكمال يتميز
من السفاح، وايضا فالخطبة لاتستعمل
الا في الامور المهمة والداعي هو بكاء و
جعلها مرتبا عليها من اعظم المقصود
في نبي صلى الله عليه وسلم اصلا
وعمرو صفها وذلك انه مصرح به في
مصلحة ملتبسة وهي انه ينبغي ان يصمم

موقوف رہے اور باندی کا نکاح اپنے مولی کی اجازت پر
موقوف ہونا چاہیئے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پس ان کے
ساتھ مولوں کی اجازت لیکر نکاح کرو، حضرت عبداللہ بن مسعود
فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حاجت یعنی
نکاح وغیرہ کے وقت یہ تشہد پڑھنا تعلیم فرمایا ہے، الحمد
للہ نستعینہ ونستغفرہ ونعوذ باللہ من شرور
انفسنا من یہد اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا
ہادی لہ واشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان
محمدا عبدہ ورسولہ، اور اس کے بعد یہ تین آیتیں
پڑھے یایہا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ و
لا تموتن الا وانتم مسلمون، واتقوا اللہ الذی
تساءلون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم
رقیبا، یایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وقولوا
قولا سدیدا یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم
ذنوبکم ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا
عظیما،

میں کہتا ہوں اہل جاہلیت نکاح سے قبل خطبہ میں اپنی
قوم کے مفاخر وغیرہ کا ذکر اور اپنی زبان دانی کا اظہار کرتے تھے جس کو دیکھ کر دوسرے
لوگ بھی ویسا ہی کرتے تھے اور اس رسم کے جاری ہونے میں مصلحت تھی کیونکہ خطبہ کی بنیاد تشہیر
اور ایک چیز کو سب کے سامنے کر دینے پر ہے اور
تشہیر نکاح میں مقصود ہے تاکہ حرام سے ممیز
ہو جائے،

اور نیز خطبہ بڑے بڑے امور میں پڑھا جاتا ہے اور
نکاح کا اہتمام کرنا اور اس کو عظیم الشان بنانا عظیم مقاصد سے
ہے اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ
کی جس کو بڑا رکن قرار دیا ہے اور اس میں یہ بھی
داخل ہے کہ اس موقع سے نکاح کے ساتھ مصلحت
ملتبسہ کو شامل کر دے

كل الرفاق دل على ... على بشاشة الله ليكون الزين ... اعلم مذورا انه ظاهر افتتاح ... فس فيها انواعا من الذكر كالحمد ... والاستغفار والصلوة ... وياد من سؤال ... تقول كل خطبة ليس ... البتة ... قول كل كلام لا يبدء ... لله فهو اجذم، وقال صلى الله ... فصل ما بين الحلال والحرام الصوت ... الدف في النكاح، وقال صلى الله عليه ... علنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد ... واضربوا عليه الدفوف

الغول كانوا يستعملون الدف والصوت في النكاح وكانت تلك عادة فاشية بينهم لا يكادون يتركونها وان ... ابقاه النبي صلى الله عليه وسلم لامته ... الاربعة على ما بينته عائشة رضي الله عنها ... في ذلك مصلحة رهي ... والفرق بين هذا النكاح ... الذي اراد عمر ... ان لا يتزوج ... الا بشاهدين ... الرأي يحسن ... كلهم ... مرتهن في منعه ... اولا لذلك ... عباس رضي الله ... ليسر بها اهلك، وامثال ... عنه ... البغوي ...

... ہے ... ہے ... ہے

من باب ندبير المنزل كيف والاستدلال
مجرد البصع انسلاخ عن الطبيعة الانسانية
ووقاحة يمجها الباطن السليم، ولهذا
لنهى عنها فلان انتفاع تلك الحاجة في
الاوقات، وايضا ففي جريان الرسم
تلاط الانساب لا يخفى
تخرج من
الابن من ماء تصبع
الزوج لصحيح الذي بلوه على
غاية العسر، فاظنك بالمتعة و
نكاح الصحيح المعتبر في الشرع
كثر رغبين في النكاح، فما عالجوا
قضاء شهوة الفرج، وايضا من
ان يتميز به النكاح من سفاح
على المعاونة المرأة وان كان
لم يسارعه فيه على اعين الناس وكانت
انما يكون الا صداق لامور بعثتهم
اذا كان فيه مصالح منها ان نكاح
زوجة الابن يوطن نفس
معاونة
مرة فردا، وهذا من يده اولاد
عمر، وايضا من يده اولاد
الطلاق، كان اسبابه في يد
نية بيده، وكان الاصل ان يكون
النساء ولا جائزا ان يجعل
قضاة، وان موانعة القضية
وهم لا يعرفون ما يعرف
امر فتعين ان يكون بيد
سال ان اراد ذلك النظم

علم ہوتا تھا اور ایسا ہو بھی نہیں سکتا
کیونکہ محض جماع پر اجرت دینا طبیعت انسانی سے بالکل باہر ہے
ہے اور بڑی بے حیائی ہے جس کو قلب سلیم دفع کرتا ہے اور متعہ
سے کا سبب یہ ہوا کہ اکثر اوقات میں یہ حاجت رفع
ہے انعقاد کی رسم کے جاری رکھنے میں، اسباب کا اختلاط
ہے ہے مدت کے کی رکھے ہوئے عورت حاملہ ہے
ہوتی ہے اور اس کو اس کا اعتبار ہوتا ہے
پتہ معلوم ہوتا کہ وہ کیا رہے گی اور عدت کا نسب
نکاح صحیح میں جس کی بنا دوام پر ہوتی ہے نہایت مشکل سے ہوتا ہے
چہ جائیکہ متعہ میں اور متعہ کے جاری رکھنے میں نکاح صحیح کو جو
شرع میں معتبر ہے برباد کرنا ہے کیونکہ اکثر نکاح کرنے والوں کی
غرض ثبوت نسب کا پورا کرنا ہوتا ہے۔ اور نیز مسلمان مرد
کے حق میں نکاح اور زنا میں امتیاز ہوتا ہے دنیا اعلانیہ کا قائم
رکھنا ہے اس میں لوگوں کے سامنے مشارکت قطع
ہے اور اہل عرب غیر کے نکاح نہیں کرتے تھے ان پڑھے لکھوں
کی ہے جو ان کو سپرد کرتی ہے اس میں خیانتیں بھی ہیں
ہے ہمدیہ ہے کہ نکاح کا فائدہ بغیر اس بات کے تمام نہیں ہوتا
کہ ہر شخص معاشرت دائمی پر اپنے آپ کو قائم رکھے اور عورت کی بنا
ہے کی صورت یہ ہے کہ اس کو پیدا ہونا اور یہ بات
نہیں ہوتی کہ مرد کے قبضہ کی میں اس کا رہے اب جدا ہونا
طلاق کا دروازہ بند ہو جاتا اور وہ عورت ہاتھ میں مقید ہو جاتا
جس طرح عورت مرد کے ہاتھ میں مقید ہے اور اصل بات یہ تھی کہ
عورتوں کا یہ حاکم رہیں اور یہ بھی درست نہیں تھا کہ
لوگوں کا خصوصاً قاضیوں کے سپرد کیا جاتا کیونکہ ان کی
طرف سے ہے میں لوگوں کو سزا کی دقت ہوتی اور
خصومت میں بات کو جس قدر چاہتا ہے قاضی
نہیں ہوتے پس ہوتے متعین ہوں کہ خاوند کو
مال کا مقصد ان نظر سے گرا دے اس نظم کو توڑ
ہے ہے

على ذلك الاستحباب لاجل [illegible]
هذا فرعان التوابين وابتغاء
الاهتمام بالنكاح لان [illegible]
قال الناس [illegible] ال شم الن
يشاحرايه في [illegible]
يبذلها بالاهتمام [illegible]
يتملك هو فتنة [illegible] ويتحقق التمييز
بينه النكاح والسفاح، وهو قوله تعالى
ان تبتغوا باموالكم محصنين غير مسافحين
ذلك النفي النبي صلى الله عليه وسلم
وحرص [illegible]
صلى الله عليه وسلم [illegible]
[illegible]
الوغياف لها مراتب شتى ولهم في
[illegible]
كما لا يمكن [illegible]
بحد مخصوص [illegible]
خاتما من [illegible]
ن سلمة [illegible]
سوفقاو [illegible]
في صداق [illegible]
وقبة [illegible]
راتخاذ اني [illegible]
مكرمة في [illegible]
وبشكم [illegible]
لحن به
اتو [illegible]
يكون [illegible]
يسقى ان [illegible]

ہوسکتا ہے اور اس کے منہ [illegible]
کھس جبکہ وہ اس نفس کو اپنے جگر گوشہ کا مالک ہوسے
یکھس نفذ و ہو علق ہی اور [illegible]
کے درمیان تمیز ہوتی ہے چنانچہ اللہ [illegible]
مالوں کے عوض تلاش کرو حفاظت کرنیوالی [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنی [illegible]
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج اور اپنی صاحبزادیوں کے
[illegible] مقرر کر رکھے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے
[illegible] قم دونوں کے مہر زیادہ مقرر کرو کیونکہ اگر
[illegible] میں دنیا میں عزت یا اس [illegible] کی بات ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ
وسلم [illegible] ان کا کہا فرمانے
میں کہتا ہوں اس دستور میں کہ مہر اس قدر ہونا چاہیے
جو دل پر [illegible]
مناسب یہ ہے کہ اس کی اتنی مقدار نہیں ہوتی
[illegible]

بحسب ما علیہ یومئذ، وھذا التنزیل نصا
ما بحسبما کان علیہ الناس فی زمانہ
صلی اللہ علیہ وسلم، ولکن لما کثر الناس بعدہ
بہم الناس اغنیٰ وھم بمنزلۃ الملوک علی
سرۃ، وکان اھل الجاھلیۃ یظلمون
نساء فی صداقاتھن بمطل او تقص
نزل اللہ تعالیٰ واٰتوا النساء صدقاتھن
حلۃ فان طبن لکم الایۃ، وقال اللہ تعالیٰ
جناح علیکم ان طلقتم النساء ما لم
تمسوھن او تفرضوا لھن فریضۃ الایۃ
قول لا اصل فی ذلک ان النکاح
سبب الملک والدخول بھا اثرہ، والنبی
یرید بہ اثرہ وانما یترتب الحکم علی
بہ لذلک کان من حقھما ان یتورع
صدق علمھما وبالموت تستقر المھور
ت حیث لم یردہ حتی مات وھا
ضی عنہ حتی حال دینہ وبعد موت
طلاق یرتفع الامر ویصیر ما
بہ المھر لا قائما اذ تعین
ون کانت فی ید علیہ من نفقۃ
الدھر وکانوا یتشاجرون بالیدین
ون میراثی للہ تعالیٰ فھاھنا
دل علی ھذا الاصل قال
قل لھا فیھا المھر کاملا سواء
او طلقھا لانہ تم لہ سبب اللہ
رہ واعنی الزوج لھا
سی بعضکم الی بعض
قا غلیظا. وان سمی لھا وسمہ
و عنھا المھر کاملا لانہ

وہ یہ عقد جس سے بارہ اونٹنی سے زیادہ جو نبی صلی
اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں کی تھی اسی طرح آپ کے بعد بھی
کثر لوگوں نے عادت بنا لی اور کافی مقدار رہے مگر وہ
لوگ جن سے غنی منزلہ بادشاہوں کے ہیں، اور اہل جاہلیت
مہر کے
اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور عورتوں کو ان کے مہر
ما نگنے
اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم پر کچھ حرج نہیں اگر تم
عورتوں کو بدون اللہ لگانے یا بدون مقرر کئے طلاق دیدو
ہوں
ملک کا سبب ہے
اور عورت کو حلال کرنا مرد کی
اس کا اثر ہے اور حکم اس کے سبب پر مرتب ہوتا ہے پس
دونوں اس بات کے مستحق ہیں کہ ان دونوں
بھرا جائے اور مرد کی وجہ سے نکاح کا مرتبہ اللہ متحقق ہو
ہے کہ
موت تک زکاح کو دخیل کیا، اور اس سے
کی حق
موت تک
ہوں
کے ساتھ نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے جب یہ تعدد کی قوم کہتی
زمانہ کے بڑے جھگڑے پیدا ہوئے
تھے
کیا کرتے تھے اور
تمام بالغ شدہ حالت
نصاف
کے لئے
ہے اور
کھو
ہو
اور طلاق
ہو
سکم و بعض
ہو
ہو
ہو

بالسوت تقرر الامر وعدم الحرج عند
ضاره والحالة هذه لانه بسبب سماوي فأ
خلقها فلها نصف المهر على هذه الآية تحقق
حد الامرين دون الآخر، فخصص شبهة
شبهة بالخطبة من غير نكاح، وشبهة بالنكاح
لم يتم، وان لم يسم لها شيئا ودخل بها
فلها مثل صداق نسائها لا وكس ولا
شطط، وعليها العدة ولها الميراث لانه
تم لها العقد بتسليمه وانتهى بخلوته ان
يكون لها مهر، وانما يقدر ما يستحق بعقده
وشبهه، وصداق نسائها اقرب ما يقدر
به في ذلك ان لم يسم لها شيئا ولم
يدخل بها فلها المتعة لانه لا يجوز ان
يكون عقد نكاح خاليا عن المال، وهو
قوله تعالى ان تمتعوا بأموالكم، ولا سبيل
الى ايجاب المهر بعدم تقوم المملك ولا
التسمية فتقدر دون ذلك بالمتعة وجعل النبي
صلى الله عليه وسلم سورا من القرآن مهرا
لان تعليمها امر دوبال يرغب فيه ويطلب
كما نرغب ونطلب الاموال لجاز ان يقوم
مقامها، وكان الناس يتعاونون اوليمة
قبل الدخول بها، وفي ذلك مصالح كثيرة
منها التلطف باشاعة النكاح وانه على
شرف الدخول بها فلا بد من الاشاعة
لئلا يبقى محل لوهم الواهم في النسب
وليتميز النكاح عن السفاح بادنى الوجوه
ويتحقق اختصاصه به على عين الناس
ومنها شكر ما اولاه الله تعالى من انتظام
تدبير المنزل بما يحرزه الى عدده و

ہیں ہے کیونکہ موت آسمانی حکومت سے آتی ہے اور یہ قتل زدوکوب سے
ت طلاق دی ہے تو عورت کو اس ایب کے موافق نصف مہر ملے گا
یونکہ اس صورت میں دو باتوں سے ایک پائی جاتی ہے دوسری نہیں پائی
جاتی لیکن اس میں دو مشابہتیں پائی جاتی ہیں ایک تو منگنی کے
ساتھ جو قبل نکاح ہوتی ہے اور دوسری نکاح کے ساتھ اس
گر اس عورت کے لئے کچھ مہر مقرر نہیں کیا گیا ہے کے ساتھ
صحبت کی ہے تو اس نے کہا کہ کچھ نہیں
ملیگا نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ اور اس پر عدت واجب
ہوگی اور اس کو میراث ملے گی کیونکہ اس کے حق میں عقد پورے
سبب یعنی مہر کے ساتھ پورا ہو چکا اس واسطے اس کے لئے
مہر کا ہونا ضروری ہوا اور مہر کا اندازہ اس کی نظیر اور مثل سے
ہوتا ہے اور اس کے کنبہ کی عورتوں کا مہر اس اندازہ کیلئے مناسب
معلوم ہوتا ہے اور اگر نہ اس کا مہر مقرر کیا اور نہ اس سے صحبت کی
تو اس عورت کو متعہ یعنی جوڑہ وغیرہ دینا پڑے گا کیونکہ عقد نکاح
بغیر مال کے ہونا ممنوع ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان تبتغوا
باموالکم اور اس میں مہر واجب کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے
کیونکہ نہ ملک پائی گئی اور نہ اس کی طلب ہے پس مہر سے کم متعہ کے ساتھ
اسکا اندازہ کیا گیا اور ایک مرتبہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی چند
سورتوں کو مہر مقرر کیا تھا کیونکہ ان کا سکھانا بھی ایک ذی شان
کام ہے جس میں رغبت اور طلب ہوتی ہے جس طرح اموال مطلوب و مرغوب
ہوتے ہیں پس ان کا ان کے قائم مقام ہونا جائز ہوا اور نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں کا یہ دستور تھا کہ صحبت سے پیشتر ولیمہ کیا کرتے
تھے اور اس میں بہت سی مصلحتیں ہیں، از آنجملہ یہ کہ اس میں نہایت کی
کے ساتھ نکاح کی اشاعت ہوتی ہے اور یہ کہ زوجہ بیوی سے دخول
کرنا چاہتا ہے کیونکہ یہ اشاعت ضروری ہے تاکہ نسب میں کسی کو وہم
کرنے کی بھی گنجائش نہ رہے اور بادی الرائے میں نکاح اور زنا میں
فرق ہو جائے اور اس عورت کی خصوصیت اس مرد کے ساتھ سب
لوگوں کے سامنے ثابت ہو جائے، اور از انجملہ یہ ہے کہ اس میں خدا
تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرنا ہے کہ اس نے تدبیر منزل کے انتظام

ہ میں وہ چیز عطا کی جو کارآمد اور مانع ہے۔

ینفقهم به، ومنها البر بالمرأة وتوطنها فان
صرف المال لها وجمع الناس فی امرها یدل
علی کرمتها علیه وکونها ذات بال عنده، و
مثل هذه الامور لا بد منها فی اقامة التالیف
فیما بین اهل المنزل لاسیما فی اول الجمع
منها ان تجد النعمة حیث ملك ما لم یکن
ملکا له یورث الفرح والنشاط والسرور
یهیج علی صرف المال، وفی اتباع تلك
الداعیة التمرن علی السخاوة وعصیان
داعیة الشح الی غیر ذلك من الفوائد و
المصالح، فلما کان فیها جملة صالحة من
فوائد السیاسة المدنیة والمنزلیة و
تهذیب النفس والاحسان وجب ان یبقیها
النبی صلی الله علیه وسلم ویرغب فیها و
یحث علیها ویعمل هو بها، ولم یضبطه
النبی صلی الله علیه وسلم بحد مثل ما
کرنا فی الهدی والاضحیة، وولیمة
صلی الله علیه وسلم علی بعض نسائه بمدین من
شعیر،

قال اذا دعی احدکم الی الولیمة فلیأتها وفی
روایة فان شاء طعم وان شاء ترك،

اقول لما کان من اصول التشریعیة
ان اذا امر واحد ان یصنع بالناس شیئا
لمصلحة فمن موجب ذلك ان یحث الناس
علی ان ینقادوا له فیما یریدون ویمتثلوا له
یطاوعوه والا لما تحققت المصلحة المقصودة
من امره فلما امر هذا ان یشیع امر النکاح
بولیمة تصنع للناس وجب ان یؤمر اولئك

اور از آنجملہ یہ ہے کہ اس میں بیوی اور اس کے کنبے کے ساتھ
نیکی کرنا ہے کیونکہ اس کے لئے مال کا خرچ کرنا اور اس کی خاطر
لوگوں کو جمع کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خاوند کے نزدیک
بیوی کی عزت اور حرمت ہے، اور میاں بیوی کے مابین الفت
قائم کرنے میں اس قسم کے امور ضروری ہیں خاصکر ان کے اول
اجتماع میں، اور از آں جملہ ایک جدید نعمت کا مالک ہونا ہے یعنی
وہ ایک ایسی چیز کا مالک ہوا جو اس کے ملک میں نہ تھی اور جو سرور
اور خوشی کا سبب ہے اور مال کے خرچ کرنے پر آدمی کو آمادہ کرتا
ہے اور اس خواہش کے پورا کرنے میں سخاوت کا عادی ہونا اور
خواہش بخل سے بری ہوتا ہے اور اس کے علاوہ بہت سے فوائد
اور مصالح ہیں پس جبکہ اس کے اندر سیاست مدنیہ اور منزلیہ
اور تہذیب نفس اور احسان کے متعلق بہت سے فوائد پائے
جاتے تھے، اس واسطے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا اس کو باقی رکھنا
اور اس کی طرف رغبت اور حرص دلانا اور خود بھی اس کو عمل میں
لانا ضروری ہوا، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا جس طرح
سے انضباط نہیں فرمایا جس کو ہم مہر میں ذکر کر چکے ہیں اور
ولیمہ میں ایک بکری کا ذبح کرنا ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت [illegible] لوگوں کو بلایا،

اور آپ نے بعض بیویوں کا ولیمہ دو مد جو سے کیا ہے،
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے جب کوئی شخص ولیمہ کی
بلایا جائے تو اس کو جانا چاہیئے" اور ایک روایت میں آیا ہے
"پس اگر چاہے تو کھائے اور اگر چاہے تو نہ کھائے"

میں کہتا ہوں جب اصول تشریعیہ میں سے یہ بات ہے کہ جب
کسی شخص کو کسی مصلحت سے لوگوں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم
گیا تو یہ بات ضروری ہو جاتی ہے کہ لوگوں کو بھی اس کی
اور فرمانبرداری اور بجا آوری کرنے کی طرف رغبت دلائی جائے ورنہ
وہ مصلحت جو اس حکم سے مقصود ہے نہیں پائی جائیگی پس جب
خاوند کو اس بات کا حکم دیا گیا کہ نکاح کی شہرت لوگوں کو کھانا دے
کرے تو لوگوں کے لئے اس حکم کا دینا ضروری ہوا کہ

ن تجیبوه الی طعامه فان کان صائما فلیصل، ہم کی دعوت کو قبول کریں پس اگر روزہ دار ہے

یطعم فلا باس بذلک فانہ حصلت الاشاعۃ المقصودۃ، و ایضا فمن التحمل ان یجیبہ اذا دعی، و فی جریان السنۃ بذلک انتظام امر المدینۃ و نحی، و قال صلی اللہ علیہ وسلم انہ لیس لی او لنبی ان یدخل بیتا مزوقا۔

اقول لما کانت الصور یحرم صنعہا و یحرم استعمال الثوب المصنوعۃ ھی فیہ کان من مقتضی ذلک ان یہجر البیت الذی فیہ تلک الصور، وان تقام اللائمۃ فی ذلک لا سیما للانبیاء علیہم السلام فانہم بعثوا آمرین بالمعروف وناھین عن المنکر، و ایضا فلما کان استحسان التجمل البالغ سببا لشدۃ خوضہم فی طلب الدنیا، وقد وقع ذلک فی الاعاجم حتی انساہم ذکر الاخرۃ وجب ان تکون فی الشرع ناھیۃ عن ذلک و اظہار نفرۃ منہ، ونہی صلے اللہ علیہ وسلم عن طعام المتباریین ان یؤکل ؛

اقول کان اھل الجاھلیۃ یتفاخرون بریدکل واحد ان یغلب الاخر فیصرف المال لذلک الغرض دون سائر النیات، وفیہ الحقد ونساد ذات البین واضاعۃ المال من غیر مصلحۃ دینیۃ او مدنیۃ وانما ھو اتباع داعیۃ نفسانیۃ فلذلک وجب ان یہجر امرہ ویہان ولہذا نہی عن احسن ما یجیبہ ان لا یؤکل طعامہ ؛

وقال صلی اللہ علیہ وسلم اذا اجتمع داعیان فاجب اقربہما بابا وان سبق احدھما فاجب الذی سبق ؛

اقول لما تعارضا طلب الترجیح و

درکی نا نہ کھاتے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے کیونکہ اشاعت جو مقصود تھی وہ حاصل ہو گئی، اور نیز صلہ رحمی کا تقاضا یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان کو دوسرا مسلمان بلائے تو اس کو ضرور قبول کرے اور اس دستور کے جاری رہنے میں شہر اور قبیلہ کا انتظام ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرے لئے یا کسی نبی کیلئے یہ درست نہیں ہے کہ کسی منقش گھر میں داخل ہو"

میں کہتا ہوں چونکہ صورتوں کا بنانا اور اس کپڑے کا استعمال کرنا جس میں تصویریں بنی ہوئی ہوں استعمال کرنا حرام ہے تو اسکا مقتضی یہ ہے کہ جس گھر میں تصویریں ہوں اس گھر کو چھوڑ دینا چاہیئے اور اس بارے میں ملامت کرنا چاہیئے خاصکر انبیاء علیہم السلام کیلئے کیونکہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے ہی بھیجے گئے ہیں اور نیز نہایت درجہ تجمل کو اچھا سمجھنا دنیا کی طلب میں ہمہ تن درجہ غرق ہونے کا سبب ہے اور عجمیوں کو یہی چیز پیش آئی یہانتک کہ وہ ذکر آخرت بھی اس کی وجہ سے بھول گئے لہذا یہ بات ضروری ہوئی کہ شرع میں اس سے منع کیا جائے اور اس سے نفرت اظہار کیا جائے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فخر کرنے والوں کا کھانا کھانے سے منع فرمایا،

میں کہتا ہوں کہ اہل جاہلیت باہم فخر کیا کرتے تھے اور ہر ایک دوسرے پر غالب ہونا چاہتا تھا پس ہر ایک اسی غرض کیلئے مال کو خرچ کیا کرتا تھا اور کوئی دوسری نیت اس میں نہیں ہوتی تھی اور اس میں رنجش اور باہمی فساد اور بغیر کسی مصلحت دینی یا دنیوی کے مال کا ضائع کرنا پایا جاتا ہے اور وہ محض خواہش نفس کی پیروی ہے پس اسواسطے ضروری ہوا کہ ایسے کام سے احتراز کیا جائے اس کی اہانت کیجائے اور اس دروازہ کو بند کر دیا جائے، اور اس سے روکنے کی عمدہ صورت یہ ہے کہ اسکا کھانا نہ کھایا جائے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب دو دعوت کرنے والے ساتھ ساتھ دعوت کریں تو جس کا گھر قریب ہے اس کی دعوت قبول کرو اور اگر ان دونوں میں سے ایک پہلے آیا ہے تو جو پہلے آیا ہے اسکی دعوت قبول کرو"

میں کہتا ہوں جب دونوں کا تعارض ہوا تو ترجیح کی طرف

لك اما بالسبق او بقربه ۔

المحرمات

الاصل فيها قوله تعالى ولا تنكحوا ما نكح اٰباؤكم الى قوله والله غفور رحيم، وقوله صلى الله عليه وسلم امسك اربعا وفارق سائرهن، وقوله صلى الله عليه وسلم لا تنكح المرأة على عمتها الحديث، وقوله تعالى الزانى لا ينكح الا زانية الآية، اعلم ان تحريم المحرمات المذكورة فى هذه الآيات كان امرا شائعا فى اهل الجاهلية مسلما عندهم لا يكادون يتركون منها الا اشياء يسيرة كانوا ابتدعوها من عند انفسهم بغيا وعدوانا كنكاح امهاتهم بعد ابائهم والجمع بين الاختين وكانوا توارثوا توارثا توجبها بقية عن طبقة حتى صار لا يخرج من نفوسهم الا ان تمر عوكان فى تحريمها مصالح جليلة فابقى الله تعالى عز وجل امر المحرمات على ما كان وسجل عليها كانوا عليه زيادة فى التحريم سوى ما استثنى لحكم خاصة بالاصطحاب والارتباط وعدم تمكن النفرة فيما بينهم والارتباط لاجل الاصطحاب والمجانبين على الوجه الطبيعى دون الصناعى فانه لو لم تجر السنة بقطع الطمع عنهن والاعراض عن الرغبة فيهن لهاجت مفاسد لا تخفى، وانت ترى الرجل يقع بصره على محاسن امرأة اجنبية فيأتى لها ويفتضحها ويهلك لاجلها فما ظنك فيمن يخوض معها بنظر الى محاسنها ليلا ونهارا وابضا لو

ہو لی اور وہ ترجیح دعوت میں سبقت کرنے سے یا گھر کے قرب ذی ہونے سے

ان عورتوں کا بیان جن سے نکاح کرنا حرام ہے

اصل اس میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے "اور ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے آباء نے نکاح کیا ہے" اللہ تعالیٰ کے قول "واللہ غفور رحیم" تک، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے "چار کو رہنے دے اور باقی کو چھوڑ دے" اور آپ کا یہ قول ہے "کسی عورت سے اس کی پھوپھی پر نکاح نہ کیا جائے" الحدیث، اللہ تعالیٰ کا یہ قول "زانی زانیہ ہی سے نکاح کرے" الآیۃ،

واضح مرکہ جو محرمات ان آیات میں مذکور ہیں ان کی حرمت اہل جاہلیت میں مشہور اور مسلم تھی جس کو وہ ترک نہیں کر سکتے تھے مگر تھوڑی سی باتیں جن کو انہوں نے سرکشی اور فسق کی وجہ سے از خود پیدا کر لیا تھا مثلاً باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا اور دو بہنوں کو جمع کرنا، اور ان محرمات کی تحریم، ان میں پشت در پشت برابر چلی آتی تھی یہ ترک کر ان کے دلوں میں بسی پیوست ہو گئی تھی جس کا کالعدم ناممکن تھا اور ان کی تحریم میں بڑی بڑی مصلحتیں بھی تھیں پس اللہ تعالیٰ نے محرمات کا حکم اسی طرح باقی رکھا اور جن باتوں میں وہ سنتی رفتہ رفتہ ان کی تاکید فرما دی، اور تحریم کے اندر جتنے امور اصل ہیں، از انجملہ باہم ارتباط اور صحبت کی عادت کا جاری ہونا اور انکے درمیان پردہ کا اٹھ جانا ناممکن ہونا اور دونوں جانب سے طبعی اور مباحات کا ارتباط نہ مصنوعی طور سے، پس اگر ان عورتوں سے تمتع کو قطع کرے گا اور ان میں رغبت کو اعراض کرنے کا طریقہ جاری نہ ہوتا تو بے شمار خرابیاں پیدا ہو جاتیں، اور تم دیکھتے ہو کہ جب کسی شخص کی نگاہ اجنبی عورت کی خوبیوں پر پڑتی ہے تو وہ اس پر فریفتہ ہو جاتا ہے اور اس کی وجہ سے اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال دیتا ہے پس اس شخص کے بارے میں تم کیا کچھ اندازہ لگا سکتے ہو جو تنہائی میں اس کے ساتھ رہتا ہے اور رات دن اس کی خوبیاں دیکھتا رہتا ہے اور نیز اگر ان عورتوں کی طرف رغبت کا دروازہ [illegible] یا جائے اور

فتح باب الرغبة فيهن و لم يسد ولم تقم اللائمة عليهم فيه افضى ذلك الى ضرر عظيم عليهن فانه سبب عضلهم ايا هن عمن يرغبن فيه لا نفسهم فانه بيد هم امرهن والبهم انكاحهن وان لا يكون لهن ان ينكحوهن من يطالبهم عنهن حقوق الزوجية مع شدة احتياجهن الى من يخاصم عنهن ونظير ما وقع في اليتامى كان الاولياء يرغبون في مال اليتيمة وجمالها ولا يؤدون حقوق الزوجية قال الله تعالى وان خفتم الا تقسطوا في اليتمى فانكحوا ما طاب لكم من النساء الاية. بينت ذلك عائشة رضي الله عنها، وهذا الارتباط على الوجه الطبيعي واقع بين الرجال والامهات وبينهم وبين الاخوات والعمات والخالات وبنات الاخ وبنات الاخت، ومنها الرضاعة فان التي ثبت لتنبيه الام من حيث انها سبب مباشر بنيته وقيام هيكل غيران ما جعلت خلقة في بطنها وهذه مادته عليه سد رمقه في اول نشأته ثم ام بعد الام والد وما اخوة بعد الاخوة، وقد قامت في حضانته ما قامت، وقد ثبت في ذمته من حقوق ما ثبت، وقد رأت منه في صغره ما رأت فيكون سكنها والوثوب عليها مما تنجه نفرته السيئة، وكم من مهيمة عجماء لا تلتفت الى امها والى مرضعتها هذه اللفتة فما ظنك بالرجال وبها قال العرب كانوا يسترضعون ولادهم في حي من الاحياء ويستحب فيهم لولين وخلطهم كمخالطة المحارم ويكون عندهم لرضاعة لحمة

سو نہ بند نہ کیا جائے اور اس امر میں عورتوں پر کوئی ملامت نہ کیجائے تو اس سے عورتوں کو بڑا ضرر عظیم پیش آتا ہے کیونکہ وہ اس بات کا سبب ہو جاتا ہے کہ وہ لوگ ان عورتوں کو اپنے پاس رکھکر دوسرے لوگوں سے مانع ہوں گے جن سے نکاح کرنے کی ان عورتوں کو رغبت ہوتی ہے اور انکے نکاح کا اختیار ان ہی لوگوں کے ہاتھ میں ہے اور اگر وہ ان عورتوں سے نکاح کرلیں تو کوئی شخص ان عورتوں کا واسطے نہیں ہوگا جو ان کی جانب سے حقوق زوجیت کا ان سے مطالبہ کرسکے باوجودیکہ عورتوں کو اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ کوئی شخص ان کی طرف سے حقوق زوجیت کا ان کے خاوندوں سے مطالبہ کرتا رہے اور اس کی نظیر وہ ہے جو یتیم لڑکیوں میں ہوتا ہے کہ اولیاء یتیم لڑکیوں کے جمال اور مال میں رغبت کرکے خود ہی کرلیا کرتے تھے اور حقوق زوجیت کو ادا نہیں کرتے تھے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کرسکو تو جو عورتوں میں تم کو پسند آئیں ان سے نکاح کرلو اسکو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا اور یہ ارتباط طبعی پر مردوں کے درمیان اور انکی ماؤں اور انکی بیٹیوں اور بہنوں پھوپھیوں اور خالوں اور بھتیجیوں اور بھانجیوں کے درمیان ہوتا ہے اور انمیں سے رضاعت ہے کیونکہ جو عورت دودھ پلانے میں ماں کی ہو جاتی ہے کیونکہ اسکے اعضاء بدن کے جماع کا اور اس کی صورت اور جسم کے قائم ہونیکا وہ عورت ہی سبب ہے نیز قرابت ماں نے اپنے شکم میں اسکی پیدائش کو جمع کیا ہے اور اس نے پیدا ہوکر اسکو دودھ پلاکر پالا ہے پس درحقیقت ماں کے بعد وہ ماں ہے دودھ پلانیوالی کی اولاد سگے بھائیوں کے بعد سگے بھائی ہیں اس نے اسکی پرورش میں بہت کچھ تکلیف اٹھائی ہے اور بچے کے وہ حقوق اس عورت کے ثابت ہوئے ہیں اور اس کے بچپن میں وہ باتیں اس بچہ کیطرف سے سکو میں آئی ہیں وہ ظاہر ہیں پس اسکا ہو جانا اور اسکے ساتھ جماع کرنا ایسی چیز ہے جس سے نفرت سیر نفرت کرتی ہے اور بہت سے جانور بھی ایسے ہیں جو اپنی ماں کی طرف اور جنکا دودھ پیتے ہیں انکی طرف اسقدر التفات نہیں کرتے جس قدر اجنبی مادہ کی طرف

۱۔ یعنی عورتوں سے نکاح کرنا اور لڑکی کیساتھ اور لڑکے لوگوں کو اپنی اولاد کو اور نسائی میں دودھ پلوانے کیلئے بھیجا کرتے تھے کہ وہ عورتیں ہے

کلحمة النسب فوجب ان یحمل علی النسب
وهو قوله صلے الله علیه وسلم یحرم من
الرضاعة ما یحرم من الولادة، ولما کان
الرضاعة انما صار سببا للتحریم (یعنی المتا
الام فی کونها سببا لقیام بنیة الولود و
ترکیب هیکله وجب ان یعتبر فی الارضاع
شیآن احدهما القدر الذی یتحقق به هذا
المعنی فکان نیبما انزل من القرآن عشر
رضعات معلومات یحرمن ثم نسخن
بخمس معلومات فتوفی رسول الله صلی الله
علیه وسلم وهن مما یقرأ فی القرآن، اما
التقدیر فلانه لما کان المعنی موجودا فی
الکثیر دون القلیل وجب عند التشریع ان
یضرب بینهما حد یرجع الیه عند الاشتباه
واما التقدیر بعشر فلان العشر اول حد
مجاوزة العدد من الاحاد وتدریه فی العشرات
وارل حد یستعمل فیه جمع الکثرة ولا یستعمل
فیه جمع القلة فکان فصلا صالحا لفصل
الکثرة المعتبر بها المؤثرة فی بدن الانسان
اما النسخ بخمس فللاحتیاط لان الطفل اذا
ارضع خمس رضعات غزیرات یظهر الرونق
والنضارة علی وجهه وبدنه واذا صارت
عوز اللبن فی هذه الرضعات وکانت
المرضع غیر ذات لبن ظهر علی بدنه التحول
والهزال وهذه آیة انها سبب التنمیة
وقیام الهیکل وما دون ذلک لا یظهر اثره.

قال صلی الله علیه وآله وسلم لا تحرم
الرضعة والرضعتان ولا تحرم المصة و
المصتان ولا تحرم الاملاجة ولا الاملاجتان

ہو جاتا تھا اور انکے سوا اسطرح اختلاط رکھتا تھا جسطرح اپنے محارم میں کیا جاتا ہے اور عرب کی نزدیک نسب کے علاقہ کے مانند شیر خواری کا بھی علاقہ ہے پس نسب کی اس کا ممون کرنا ضروری ہے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو حرمت ولادت سے ہوتی ہے وہی حرمت دودھ کے ذریعہ سے بھی ہوتی ہے اور جسکہ رضاعت سے حرمت کا باعث تھی کہ اس میں ماں کے سوا مولود کی بنیاد قائم ہونے اور اسکی صورت کی ترکیب ہونے میں مشابہت پائی جاتی ہے اسلئے ارضاع میں دو وجہوں کا اعتبار کرنا ضروری ہوا ایک تو اندازہ جس سے تحریم کے معنی ثابت ہوتے ہیں پس قرآن شریف کے اندر اول بار یہ نازل ہوا کہ دس گھونٹ معلوم سے حرمت ثابت ہوتی ہے پھر پانچ گھونٹ معلوم سے وہ منسوخ ہو گئے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک قرآن میں انکی تلاوت ہوتی تھی لیکن اندازہ بڑھانا دوسری وجہ ہے کہ جو چیز کہ معنی حرمت کے کثیر میں پائے جاتے ہیں قلیل میں اس واسطے اس حکم کے مقرر کرتے وقت ان دونوں کے درمیان ایک حد کا بیان کرنا بھی ضروری ہوا جس کی طرف بوقت اشتباہ رجوع کیا جائے اور دس کے سوا اندازہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عدد میں حد سے تجاوز کرنے کی دہائی پہلی مرتبہ اور دودھ پلانے کی عشرات کے اعتبار سے ہی دودھ پلانی ہو اور تیسرا درجہ کثرت کی حد اول ہو اور رضع قلت کا صیغہ اس کو شامل نہیں ہوتا پس کثرت معتدبہا کے انضباط کیلئے جو بدن انسانی میں موثر ہے کافی مقدار ہے اور پانچ کے ساتھ منسوخ ہونیکی وجہ یہ ہے کہ اس میں احتیاط ہے کیونکہ جب بچے کو پانچ غزیر گھونٹ پلائے جاتے ہیں تو اسکے چہرہ اور بدن پر رونق اور تازگی ظاہر ہو جاتی ہے اور جب اس گھونٹ دودھ کم ہو کر بچہ کو ملتا ہے تو اسکے بدن پر کمزوری ظاہر ہوتی ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ پانچ گھونٹ کے نشو و نما کا سبب ہونے میں اور اس سے اسکا بدن قائم رہ سکتا ہے اور اس سے کم میں ایسا نہیں ہو سکتا پس حرمت اور بدن کا قیام نہیں ہو سکتا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک گھونٹ اور دو گھونٹ حرام کرتے ہیں اور نہ ایک چسکی اور دو چسکیاں حرام کرتی ہیں اور نہ ایک دھار اور دو دھاریں حرام کرتی ہیں۔

ستہ ہے ہراط ہے جس کو کہ زبان سے ۔ کل حد اور وضع قرار دیا ہے

ولما على قول من قال يحرم الكثير والقليل فالسبب تعظيم امر الرضاع وجعله كالمؤثر بالخاصية كسنة الله تعالى في سائر ما لا يدرك منا حكمه، والثاني ان يكون الرضاع في اول قيام الهيكل وتشبح صورة الولد والالف هو غذاء بمنزلة سائر الاغذية الكائنة بعد التشبح وقيام الهيكل كالتفاح يأكل الخبز، قال صلى الله عليه وسلم ان الرضاعة من المجاعة، وقال صلى الله عليه وسلم لا يحرم من الرضاع الا ما فتق الامعاء في الثدي وكان قبل الفطام: ومنها الاحتراز عن قطع الرحم بين الاقارب فان الضرتين تتحاسدان ويجر البغض الى اقرب الناس منهما والحسد بين الاخ والاخت شنيع، وقد كره جماعات من السلف ان يتزوج الرجل امرأتين اختين، وقد اعتبر النبي صلى الله عليه وآله وسلم هذا الاصل في تحريم الجمع بين بنت النبي صلى الله عليه وسلم وبنت غيره فان الحسد من الضرة واستتارها من الزوج كثيرا ما يجران الى بغضها وبغض اهلها وبغض النبي صلى الله عليه وآله وسلم لو يجسب الامور المعاشية تفضي الى الكفر، والاصل في هذا الاختان، ونبه النبي صلى الله عليه وآله وسلم بقوله لا يجمع بين المرأة وعمتها الحديث على وجه المسألة: ومنها المصاهرة فانه لو جرت

اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ کثیر اور قلیل دونوں سے حرمت ثابت ہوتی ہے تو اس کا سبب امر رضاع کی تعظیم اور اس کو بالخاصہ موثر گردانتا ہے جس طرح خدا تعالیٰ کی عادت ان چیزوں میں جاری ہے جن کے حکم کا مدار معلوم نہیں ہوتا، دوسرے یہ ہے کہ رضاعت بچہ کی شکل وصورت کے قائم ہونے کی ابتدائی حالت میں پالی جائے اور وہ دودھ دیگر غذاؤں کے مانند ہوگا جو صورت اور شکل قائم ہونے کے بعد کھائی جاتی ہیں جیسے حیوان آدمی روٹی کھاتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق رضاعت بوقت شیر خوارگی ہے اور آپ نے فرمایا وہی رضاعت حرمت ثابت کرتی ہے جو پستان میں سے نکل کر آنتوں کو پر کرے اور دودھ چھڑانے سے پہلے ہو:

اور از انجملہ اقارب میں قطع رحم ہونے سے بچنا ہے کیونکہ دو سوکنوں میں باہم حسد ہوتا ہے اور انکا باہمی بغض ان کے اقارب تک پہنچ جاتا ہے اور اقارب میں حسد کا ہونا نہایت قبیح اور برا ہے اور اسی وجہ سے سلف کی چند جماعتوں نے دو چچا زاد بہنوں سے ایک وقت میں نکاح کرنا ناپسند کیا ہے چہ جائیکہ ان دو عورتوں کے ساتھ نکاح کیا جائے کہ اگر ان میں سے ایک کو مرد فرض کیا جائے تو دوسری اس پر حرام ہو جیسے دو بہنیں اور بھتیجی اور پھوپھی اور بھانجی اور خالہ، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی اور دوسرے کی بیٹی کو جمع کرنیکو حرام فرمایا ہے تو اس میں اسی اصل کا اعتبار کیا ہے کیونکہ سوکن کا حسد اور شوہر کا اس کو پسند کرنا بسا اوقات سوکن اور اس کے اقارب سے بغض کرنے کا سبب ہو جاتا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھنا اگرچہ معاشی امور کے اعتبار سے ہو منتہی الی الکفر ہے،

اور اصل اس امر میں دو بہنوں کا جمع کرنا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وجہ مسئلہ پر اپنے اس فرمان سے تنبیہ فرما دی کہ بھتیجی اور اس کی پھوپھی کو جمع نہ کیا جائے" الحدیث،

اور از انجملہ مصاہرت ہے پس اگر لوگوں میں یہ دستور ہوتا کہ ماں کو اپنی بیٹی کے خاوند کے ساتھ

السنة بين الناس ان يكون للامام رغبة فى زوج بنتها وللرجال فى حلائل الابناء وبنات نسائهم لا نفضى الى السعى فى تلك ذلك الربط او قتل من يشح به وان انت تسمعت الى قصص قدماء الفارسيين واستقرات حال اهل زمانك من الذين لم يتقيدوا بهذه السنة الراشدة وجدت امورا عظاما ومهالك ومظالم لا تحصى، وايضا فان الاصطحاب فى هذه القرابة لازم والستر متعذر والتحاسد شنيع والحاجات من الجانبين متنازعة، فكان امرها بمنزلة الامهات والبنات او بمنزلة الاختين ؛

ومنها العدد الذى لا يمكن الاحسان اليه فى العشرة الزوجية فان الناس كثيرا ما يرغبون فى جمال النساء ويتزوجون منهن ذوات عدد وربما تزوج منهن ثلاث فيتركون منهن حظية ويتركون الاخر كالمعلقة فلا هى مزوجة حظية تقر عينها ولا هى ايم يكون امرها بيدها ولا يمكن ان يضيق فى ذلك كل تضييق فان من الناس من لا يحصنه فوج واحد واعظم المقاصد التناسل والرجل يكفى لتلقيح عدد كثير من النساء وايضا فالاكثار من النساء شيمة الرجال وربما يحصل به المباهاة فقدر الشارع بالربع وذلك ان لاربع عدد يمكن لصاحبه ان يرجع الى كل واحدة بعد ثلاث ليال وما دون ليلة لا يفيد فائدة يقسم، ولا يقال فى ذلك بات عندها، وثلاث

اور مردوں کو اپنے بیٹوں کی بیویوں اور اپنی بیویوں کی بیٹیوں کے ساتھ رغبت ہوتی تو اس سے یہ بات لازم آتی کہ اس تعلق کے توڑنے میں کوشش کی جاتی یا اس شخص کے قتل کرنے میں کوشش کیجاتی جس کی طرف سے خواہش پائی جاتی ہے، اور اگر تو ایران کے قدماء کے قصہ سنے یا اپنے زمانہ کے ان لوگوں کا حال معلوم کرے جو اس سنت راشدہ کے پابند نہیں ہیں تو تو بڑی بڑی باتیں اور بے شمار جور وظلم دیکھے گا اور نیز اس قرابت میں مصاحبت لازم ہے اور پردہ کرنا دشوار ہے اور باہم حسد کرنا ایک قبیح امر ہے اور دونوں جانب سے حاجات پیش آتی رہتی ہیں پس ان عورتوں کو بھی بمنزلہ ماں اور بیٹی کے یا بمنزلہ دو بہنوں کے سمجھا گیا ۔

اور ازاں جملہ وہ عدد ہے کہ اس کے ساتھ معاملہ زوجیت میں حسن سلوک نہیں ہو سکتا کیونکہ بسا اوقات لوگوں کو عورتوں کے حسن سے رغبت ہوتی ہے اور بہت سی عورتوں سے نکاح کر لیتے ہیں پھر ان میں سے جو زیادہ پسندیدہ ہوتی ہے اس کو اختیار کرتے ہیں اور باقی کو ادھر میں پھوڑ دیتے ہیں پس نہ تو وہ پورے طور سے بیوی ہے کہ اس کو اطمینان حاصل ہو اور نہ وہ بیوہ ہے جس کو اپنا اختیار حاصل ہو اور نہ اس امر میں بالکل تنگی بھی نہیں ہونی چاہئے کیونکہ بعض ایسے لوگ ہیں جو ایک بیوی سے سیر نہیں ہو سکتے، اور نکاح کی غایت مقصود تناسل ہے اور ایک مرد بہت سی عورتوں سے اولاد پیدا کرا سکتا ہے، اور تیسرے زیادہ بیویاں کرنا مردوں کو خصلت ہے اور بسا اوقات اسکی وجہ سے فخر بھی حاصل ہوتا ہے اس واسطے شریعت نے چار کے ساتھ اندازہ کیا کیونکہ چار ایسا عدد ہے کہ تین راتوں کے بعد پھر ہر ایک کی طرف وہ رجوع کر سکتا ہے، اور ایک رات سے کم میں کسی طرح کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور اس صورت میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس

ف کسی کے پاس رات گذاری، اور تین کثرت کی ف

اول حد کثرة وما فوقها زيادة الكثرة، وكان للنبي صلى الله عليه وسلم ان ينكح ما شاء، وذلك لا يدل على ان ضرب هذا الحد انما هو لدفع مفسدة غالبة دائرة على مظنة لا لدفع مفسدة عينية حقيقية، والنبي صلى الله عليه وسلم قد عرف المئنة فلا حاجة له الى المظنة وهو مامون في طاعة الله وامتثال امره ودون سائر الناس، ومنها اختلاف الدين، وهو قوله تعالى ولا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا الآية، وقد بين في هذه الآية ان المصلحة المرعية في هذا الحكم هو ان محبة المسلمين مع الكفار وجريان المواسلة فيما بين المسلمين وبينهم لا سيما على الوجه الذي يوجب مفسدة الدين سبب لان يدان في زيه لكفره حيث يشعر ومن حيث لا يشعر، ولان اليهود والنصارى يتقيدون بشريعة سماوية قانون باصوص [illegible] وكتبا تدرس بخلاف المشركين فمفسدة صحبتهم خفيفة بالنسبة الى غيرهم، فان الزوج قاهر على سريرة قيم عليها، وانما الزوجات عوان بايديهن فاذا تزوج المسلم الكتابية خف الضرر حتى هذا ان يرخص فيه ولا نبيح ذلك في سائر نعم ان لم [illegible] امة لاخرى فلا بأس بتزوجها بالنسبة الى سيدها ولا خصاصة به بالنسبة اليه لا من جهة التفويض الى دينه وامانته ولا جائز ان تستسعدها عن استخدامه

پہلی حد ہے اور تین سے اوپر کثرت کی زیادتی ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خیار تھا کہ جس قدر عورتوں سے چاہیں نکاح کریں کیونکہ اس حد کا مقرر کرنا اس فساد کے دفع کرنے کے لئے ہے جو اکثر واقع ہوتا ہے اور جس کا مدار احتمال غالب پر ہے فساد حقیقی کے دفع کرنے کے لئے نہیں ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم حقیقت سے واقف تھے پس آپ کو مظنہ کی حاجت نہیں تھی اور اللہ تعالیٰ کی طاعت اور اس کے حکم کی تعمیل میں آپ معصوم تھے نہ کہ باقی لوگ۔

اور ازاں جملہ اختلاف دین ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "مشرکین سے نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں" الآیۃ، اور اس آیت میں یہ بیان کر دیا کہ اس حکم میں جو مصلحت پیش نظر ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا کفار سے صحبت رکھنا اور ان کے اور مسلمانوں کے مابین میل جول ہونا بالخصوص بیاہ شادی کرنا دین کی بربادی کا باعث اور دل میں کفر کی طرف حرکت کے پیدا ہونے کا سبب ہے خواہ اس کو اس کا شعور ہو یا نہ ہو اور یہود و نصاریٰ آسمانی شریعت کے پابند اور قوانین شریعہ [illegible] اور ان کی کلیات کے قائل ہیں بخلاف مجوس اور [illegible] کے ان کی صحبت کا نفس کی نسبت اور دوں کے حق میں ہے کیونکہ عورت خاوند کے تابع ہوتی ہے اور اس کا خاوند بیوی پر غالب ہوتا ہے اور بیویاں خاوندوں کی قید میں ہوتی ہیں پس جب کوئی مسلمان اہل کتاب سے نکاح کرے گا تو اس میں فساد کا خطرہ کم ظاہر ہوگا، مسامحہ اسطے اس امر میں رخصت دینا مناسب ہے اور دیگر مسائل کی طرح اس میں سختی نہیں کرنا چاہیئے،

اور اسی جملہ عورت کا دوسرے کی باندی ہونا ہے کیونکہ [illegible] کے آقا سے اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھنا ممکن ہے اور آقا کی باندی کے ساتھ بھی خصوصیت ہے کہ اس کے دین اور اس کی امانت کی طرف تفویض ہوتی ہے [illegible] یہ مناسب نہیں ہے کہ مالک کو باندی سے خدمت لینے

والتخلي بها فان ذلك ترجيح اضعف الملكين
على اقواهما فان هنالك ملكين، ملك الرقبة
وملك البضع، والاول هو الاقوى المشتمل
على الآخر المستتبع له، والثاني هو الضعيف
المندمج. وفي اقتضاب الاولى للاولى على قلب
الموضوع وعدم الاختصاص بها، وعدم
امكان ذب الطامع فيها هو اصل الزنا، و
قد اعتبر النبي صلى الله عليه وسلم هذا
الاصل في تحريم الانكحة التي كان اهل
الجاهلية يتعاملونها كالاستبضاع وغيره
على ما بينته عائشة رضي الله عنها، فاذا
كانت فتاة مؤمنة بالله محصنة فرجها و
اشتدت الحاجة الى نكاحها لمخافة العنت
وعدم طول لخوف الفساد وغلبة
الظهور وقلة الصبر ورياضة تبيح المحظورات
ومنها كون المرأة مشغولة بنكاح مسلم
او كافر ومن اهل الزنا هو ازدحام على
الموطوءة من غير اختصاص احدهما
بها وغير قطع طمع الآخر فيها. ولذلك قال
عمر رضي الله عنه ولو جب ذلك
الى ان الله تعالى حرم الزنا. واصاب الصحابة
رضي الله عنهم سبايا وخرجوا من عشيائهم
من جل زوجهن من المشركين فانزل
الله تعالى والمحصنات من النساء الا ما
ملكت ايمانكم اي فهن حلال من جهة
ان السبي قاطع لطمعه. واختلاف الدار
مانع من ازدحام عليها وتوقعها في
سهمة مختص لها به. ومنها كون المرأة
زانية مكتسبة بالزنا فلا يجوز نكاحها حتى

اور اسکے ساتھ تخلیہ کرنے سے روکا جائے کیونکہ اس میں ضعیف
ملک کو قوی ملک پر ترجیح دینا ہے کیونکہ یہاں دو ملک ہیں۔
ملک رقبہ، ملک بضع، اور یہی ملک قوی ہے جو دوسرے کو بھی
شامل ہے اور دوسری ملک ضعیف اور پہلی میں مندرج ہے
اور ادنیٰ کو اعلیٰ پر غالب کرنے میں قلب موضوع ہے اور شوہر
کے ساتھ خصوصیت کا نہ ہونا اور جو شخص اس سے طمع رکھے اصل
مدافعت کا ممکن نہ ہونا زنا کی اصل ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس اصل کا اعتبار کیا ہے ان نکاحوں میں جن کو اہل جاہلیت
باہم کیا کرتے تھے مثلاً استبضاع وغیرہ جیسا کہ حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے پس جب ایک باندی اللہ تعالیٰ
پر ایمان رکھتی ہو اور پارسا ہو اور اس کے ساتھ نکاح کرنے
کی ضرورت پڑے کیونکہ زنا کا خوف ہے اور آزاد عورت سے
نکاح کرنے کی قدرت نہیں ہے تو فساد کم ہے اور ضرورت ہے
اور مجبوریوں کی وجہ سے ممنوعہ چیزیں جائز ہو جاتی ہیں۔
اور ازاں جملہ کسی عورت کا کسی مسلمان یا کافر کے نکاح
میں پابند ہونا ہے کیونکہ زنا کی اصل یہ ہے کہ کئی آدمی ایک عورت
پر بلا خصوصیت کے جمع ہوں اور ایک دوسرے کی طمع کو
اس عورت سے دور نہ کر سکے اور اسی لئے زہری رحمہ اللہ فرماتے
ہیں کہ یہ اس طرف رجوع کرتا ہے کہ خدا نے زنا کو حرام کیا اور
کچھ جنگ کی قیدی عورتیں صحابہ کے ہاتھ لگیں اور چونکہ ان کے
شوہر مشرکین موجود تھے اس واسطے ان کے ساتھ صحبت کرنے
سے صحابہ نے حرج سمجھا پس خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی
[illegible] جو
تمہارے ہاتھ میں مملوک ہیں یعنی یہ مملوکہ عورتیں حلال
ہیں کیونکہ قید سے غیر کی طمع منقطع ہو جاتی ہے اور اختلاف
دارین اس عورت پر کئی شخصوں کے ازدحام سے مانع ہے
اور اس عورت کا ایک مسلمان کے حصہ میں آنا اس کے لئے
خصوصیت پیدا کرتا ہے، اور ازاں جملہ عورت کا زانیہ ہونا
[illegible] زنا کا

تتوب وتقلع من فعلها ذلك، وهو قوله تعالى والزانية لاينكحها الا زان او مشرك والسر فيه ان كون الزانية في عصمته وتحت يده وهي باقية على عادتها من الزنا ريوثية وانسلاخ عن الفطرة السليمة وايضا فانه لا يأمن من ان تلحق به ولد غيره ؛

ولما كانت المصلحة من تحريم المحرمات لاتتم الا بجعل التحريم امرا لازما وخلقا جبليا بمنزلة الاشياء التي يستنكف منها طبعا وجب ان يؤكد شهرتها وشيوعها وقبول الناس لها باقامة لائمة شديدة على اهمال تحريمها، وذلك ان تكون السنة قتل من وقع على ذات رحم محرم منه بنكاح او غيره، ولذلك بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم الى من تزوج بامرأة ابيه ان يؤتى برأسه ؛

ادابُ المباشرة

علم ان الله تعالى لما خلق الانسان مدنيا بالطبع وتعلقت ارادته ببقاء النوع بالتناسل وجب ان يرغب الشرع في التناسل اشد رغبة وينهى عن قطع النسل وعن الاسباب المفضية اليه اشد نهي، وكان اعظم اسباب النسل واكثرها وجودا وافضاه اليه واحثها عليه هو شهوة الفرج فانها المسلط عليهم منهم يقهرهم على ابتغاء النسل اشاءوا ام ابوا، وفي جريان الرسم

اور توبہ نہ کرے اس وقت تک اس سے نکاح درست نہیں ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "زانی عورت سے وہی نکاح کرتا ہے جو زانی یا مشرک ہے" اور اس میں حکمت یہ ہے کہ زانی عورت کا شوہر کی عصمت اور قبضہ میں آکر پھر وہی زنا کاری کرنا دیوثی اور فطرت سلیمہ سے دور ہونا ہے اور نیز اس میں اختلاط نسب کا اندیشہ ہے اور چونکہ محرمات کے حرام کرنے کی مصلحت بغیر اسکے تمام نہیں ہوتی تھی کہ اس تحریم کو امر لازم اور عادت جبلیہ کے بمنزلہ ان اشیاء کے گردانا جائے جن سے لوگ طبعاً باز رہتے ہیں اس واسطے ضروری ہوا کہ اس کی شہرت اور شیوع کی تاکید کیجائے اور لوگ اس کو اس طرح پر قبول کرلیں کہ اگر محرمات کی تحریم میں کوئی شخص اعتراض کرے تو اس پر سخت ملامت کیجائے اور اسکا طریقہ یہ ہونا چاہیے کہ جو شخص اپنے محرم سے صحبت کرے خواہ نکاح سے ہو یا بغیر نکاح کے وہ شخص قتل کر دیا جائے اور اسی وجہ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو اس شخص کا سر لانے کے لئے بھیجا تھا جس نے اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح کیا تھا ؛

اداب مباشرت کا بیان

واضح ہو کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو مدنی الطبع پیدا کیا اور تناسل سے اس کی نوع کا باقی رکھنا چاہا تو ضروری ہوا کہ شرع میں نہایت رغبت دلائی جائے اور قطع نسل اور ان اسباب سے جو اس کی طرف مفضی ہوں سخت ممانعت کی جائے اور نسل کا سب سے بڑا سبب اور جو کثرت سے پایا جاتا ہے اور جو نسل کی طرف سب سے زیادہ مفضی ہے اور جو نسل پر برانگیختہ کرتا ہے وہ شرمگاہ کی شہوت ہے کیونکہ وہ ایسی چیز ہے کہ گویا وہ انسانوں میں سے ان پر مسلط ہے جو ان کو نسل لینے پر مجبور کرتی ہے خواہ وہ چاہیں یا نہ چاہیں اور لڑکوں سے اغلام کرنے اور عورتوں سے

باتیان الغلمان وطا النساء فی ادبارھن تغییر خلق اللہ حیث منع المسلط علی شئی من انفاذہ الی ما قصد لہ، واشد ذلک کلہ وطو الغلمان فانہ تغییر لخلق اللہ من الجانبین وتانث الرجال اقبح الخصال وکذلک جریان الرسم بقطع اعضاء النسل واستعمال الادویۃ القامعۃ للباہ والتبتل وغیرھا تغییر لخلق اللہ عزوجل وھمال لطلب النسل، فنھی النبی صلے اللہ علیہ وسلم عن کل ذلک. قال لاتاتوا النساء فی ادبارھن ملعون من اتی امرأۃ فی دبرھا، وکذلک نھی عن الخصاء والتبتل فی احادیث کثیرۃ، قال اللہ تعالیٰ نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم ؛

اقول کان الیھود یضعون فی ھیئۃ المباشرۃ من غیر حکم سماوی، وکان الانصار ومن ولیھم یاخذون من سنتھم وکانوا یقولون اذا اتی الرجل امرأتہ من دبرھا فی قبلھا کان الولد احول فانزلت ھذہ الاٰیۃ ای اقبل وادبر ما کان فی صمام واحد وذلک لانہ ھیئۃ لایتعلق بہ المصلحۃ المدنیۃ والملیۃ، والانسان احرص بمصلحۃ خاصۃ نفسہ، وانما کان ذلک من تعمقات الیھود فکان من حقہ ان ینسخ وسئل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن العزل فقال ما علیکم ان لاتفعلوا، ما من نسمۃ کائنۃ الی یوم القیامۃ الا ھی کائنۃ ؛

اقول یشیر الی کراھیۃ العزل من

دبر میں صحبت کرنے کا طریقہ جاری رکھنے میں خلق اللہ کی تبدیلی لازم آتی ہے اسواسطے کہ یہ طریقہ اس شہوت سے جو اللہ نے پر مسلط کی ہے مقصود حاصل ہونیکا مانع ہے اور ان دونوں میں زیادہ برا لڑکوں سے اغلام کرنا ہے کیونکہ اس میں دونوں جانب سے خلق اللہ کی تبدیلی ہے اور مردوں کا زنانہ بن جانا بدترین خصائل میں سے ہے، اور اسی طرح اعضاء تناسل کے قطع کرنے کا طریق جاری ہونا اور ان دواؤں کا استعمال کرنا جو باہ کو قطع کرتی ہیں اور ترک دنیا وغیرہ امور خلق اللہ عزوجل کا بدلنا اور طلب نسل کو ترک کرنا ہے اس واسطے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ہر ایک سے ممانعت فرمائی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں سے ان کی دبر میں جماع نہ کرو جو شخص اپنی عورت کی دبر میں جماع کرے وہ ملعون ہے" اور اسی طرح خصی بننے سے اور بیکار رہنے سے بیت کی احادیث میں نہی فرمائی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں پس جیسے چاہو اپنی کھیتوں پر آؤ"

میں کہتا ہوں مباشرت کی ہیئت میں یہود بغیر کسی آسمانی حکم کے تنگی کرتے تھے اور انصار اور ان کے ساتھی انہیں کے طریق کو اختیار کرتے تھے اور کہا کرتے تھے جب کوئی اپنی بیوی کی فرج میں پیچھے کی جانب سے جماع کرتا ہے تو بچہ احول پیدا ہوتا ہے پس یہ آیت نازل ہوئی یعنی جب ایک ہی مقام یعنی فرج میں مباشرت ہو تو اختیار ہے آگے سے کرے یا پیچھے سے کرے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک ایسی چیز ہے جس سے نہ مصلحت مدنیہ متعلق ہے اور نہ مصلحت ملیہ اور ہر شخص اپنی ذات کی مصلحت خود خوب جانتا ہے اور یہ بات صرف یہود کے تکلفات میں سے تھی اس واسطے اسکا منسوخ ہونا مناسب تھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی شخص نے عزل یعنی عورت کی فرج سے آلہ باہر نکال کر نزال کرنے کے متعلق پوچھا آپ نے فرمایا "اگر تم نہ کرو تو تم کو کوئی نقصان نہیں ہے کیونکہ جو روح قیامت تک آنے والی ہے وہ آکر ہی رہے گی"

میں کہتا ہوں اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ

غير تحريم، والسبب في ذلك ان المصالح
متعارضة، والمصلحة الخاصة بنفسه
في السبي مثلا ان يعزل والمصلحة النوعية
ان لا يعزل ليتحقق كثرة الاولاد وقيام
النسل، والنظر الى المصلحة النوعية ارجح
من النظر الى المصلحة الشخصية في عامة
احكام الله تعالى التشريعية والتكوينية
على ان العزل ليس فيه ما في اتيان الدبر
من تغيير خلق الله ولا الاعراض عن
الاعراض للتسل، فنبه صلى الله عليه و
سلم بقوله ما عليكم ان لا تفعلوا على
ان الحوادث مقدرة قبل وجود هذا و
ان الشيء اذا قدر و لم يكن له في الارض
الا سبب ضعيف فمن سنة الله عز و
جل ان يبسط ذلك السبب الضعيف
حتى يفضي الى النتائج التامة، والانسان اذا
قرب الانزال وارادان يلقح حرثه
كثيرا ما ينتفاظر من خليل قطرات تكفي
في مادة ولده وهو لا يدري، وهو سر
قول عمر رضي الله عنه يلحق الولد بمن
اقر انه منها لا يمنع من ذلك العزل، و
قال صلى الله عليه وسلم لقد هممت
ان انهى عن الغيلة فنظرت في الروم و
فارس فاذا هم يغيلون اولادهم فلا تضر
اولادهم، وقال لا تقتلوا اولادكم سرا
فان الغيل يدرك الفارس فيدعثره.

اقول هذا اشارة الى كراهية الغيلة
من غير تحريم، والسبب ان جماع المرضع
يفسد اللبن، ويتلفه الولد، وهذه قد في

ہے کہ عزل مکروہ ہو اور حرام نہیں ہے، اور اسکا سبب یہ ہے کہ مصالح
مختلف ہوتے ہیں پس باندی کے بارے میں مثلاً مصلحت خاصہ اپنی
ذات کے اعتبار سے یہ ہوتی ہے کہ عزل کرے اور مصلحت نوعیہ یہ
ہوتی ہے کہ عزل نہ کرے تاکہ کثرت سے اولاد ہو اور نسل ظاہر رہے اور
مصلحت نوعیہ کا لحاظ کرنا خدا تعالیٰ کے عام احکام تشریعیہ اور
تکوینیہ میں مصلحت خصیہ کے لحاظ کرنے کی بہ نسبت زیادہ رائج ہے
اس کے علاوہ عزل میں خلق اللہ کا تغیر اور اعراض عن نسل جو رجاء
حمل کرنے میں پایا جاتا ہے نہیں پایا جاتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنے اس قول میں "اگر یہ نہ کرو تو کوئی مضائقہ نہیں" اس بات پر
تنبیہ کرائی کہ حوادث اپنے پائے جانے سے پہلے مقدر ہو چکے ہیں
اور جب کوئی چیز مقدر ہو چکی ہے اور زمین پر اس کا سبب ضعیف
پایا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی عادت اس طور پر جاری ہے کہ وہ اس
سبب ضعیف کو پھیلاتا ہے یہاں تک کہ وہ پورا فائدہ دیتا ہے پس
جب انسان انزال کے قریب ہوتا ہے اور اپنے عضو کو باہر نکالنا
چاہتا ہے تو بسا وقت چند قطرے اس کے عضو کے سوراخ سے
نکل پڑتے ہیں جو بچہ کے مادہ کو کافی ہو جاتے ہیں اور اس شخص کو
اسکا علم بھی نہیں ہوتا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ کا یہ
فیصلہ جو انہوں نے اس شخص کے ساتھ متعلق کرتے ہوئے جس نے
اس عورت کے ساتھ مس کرنے کا اقرار کیا تھا فرمایا تھا عزل ہر
سے مانع نہیں ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
آدمی نے قصد کیا تھا کہ دودھ پلانے والی کے ساتھ جماع کرنے
سے منع کروں پھر میں نے روم اور فارس میں نظر کی کہ دودھ
پلانیوالی عورتوں کے ساتھ اس حالت میں جماع کرتے ہیں اور
ان کی اولاد کو کچھ ضرر نہیں ہوتا، اور آپ نے فرمایا خفیہ طور
پر اپنی اولاد کو قتل نہ کرو کیونکہ صحبت کی ہوئی عورت کا دودھ
گھوڑے سوار کو قتل کر ڈالتا ہے تو گھوڑا اس کو گرا دیتا ہے:

میں کہتا ہوں یہ غیلہ کی کراہیت کی طرف اشارہ وارد
حرام نہیں ہے، اور اس کا سبب یہ ہے کہ دودھ پلانیوالی عورت
جماع کرنے سے دودھ بگڑ جاتا ہے اور بچہ کو ضرر ہوتا ہے

ول نمائه يدخل في جزء مزاجه، وبين
النبي صلى الله عليه وسلم انه اراد التحريم
لكونه مظنة الغالب للضرر، ثم انه لما
استقرا وجد ان الضرر غير مطرد انه لا
يصلح للمظنة حتى يدار عليه التحريم
وهذا الحديث احد دلائل ما اثبتنا له
من ان النبي صلى الله عليه وسلم كان
يجتهد وكان اجتهاده معرفة المصالح
المظان واوارة التحريم والكراهية عليها
قال صلى الله عليه وسلم ان من اشر
الناس عند الله منزلة الرجل يفضي الى
امرأته وتفضي اليه ثم ينشر سرها:
اقول لما كان الستر واجبا واظهار
ما امر عليه الستر تبديل الموضوع و
نقضا للغرض كان من مقتضاه ان
نهى عنه، وايضا فاظهار مثل هذه الحالة
وقاحة واتباع مثل هذه الدواعي يه
النفس لتشبه الالوان الظلمانية فيها،
كانت الملل مختلفة فيما يفعل بالحائض
من متعمق كاليهود يمنع مواكلتها و
مضاجعتها ومن متهاون كالمجوس يجوز
الجماع وغيره ولا يجتنب الحيض بالكلية
فذلك افراط وتفريط، فراعت الملة
المصطفوية التوسط فقال اصنعوا كل
شيء الا النكاح وذلك لمعان:
منها ان جماع الحائض لا سيما في
وقت حيضتها ضار اتفق الاطباء على ذلك
ومنها ان مخالفة النجاسة حتى تمس
مجة الطبيعة السليمة وتقرب من

اور اول نمو میں ضعف ہونا اسکے اصل مزاج میں داخل ہو جاتا ہے
اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو بیان فرمادیا کہ آپ کا
ارادہ نقصان کے احتمال کے غالب ہونے سے اس کے حرام
کرنے کا تھا مگر پھر جب آپ نے تتبع فرمایا تو آپ کو معلوم ہوا کہ
یہ ضرر ہر جگہ نہیں پایا جاتا اور اس میں احتمال غالب ہونیکی بھی
صلاحیت نہیں ہوتا کہ اس پر حرمت کا حکم دائر کیا جائے اور یہ
حدیث منجملہ ان احادیث کے ہے جن سے ہم نے یہ ثابت کیا ہے
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد کیا کرتے تھے اور آپ کا اجتہاد مصالح
ومظنات کو معلوم کر کے عزیمت اور کراہت کا ان پر دائر کرنا ہوتا
تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا تعالیٰ کے نزدیک سب سے بدتر
اس شخص کا درجہ ہے جو اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے اور وہ اسکے
پاس آتی ہے پھر وہ شخص اس کا راز کھولتا ہے!

میں کہتا ہوں چونکہ ستر واجب ہے اور جس چیز کا ستر کیا
گیا ہے اس کا ظاہر کرنا پردہ کے مقصود کا بدل دینا اور اس کی
تالفت کرنا ہے اسواسطے کہ اظہار سے بھی ضرر ہوتی اور نیز
ایسی باتوں کا اظہار کرنا بیہودگی اور بے حیائی ہے اور ایسی خواہشوں
کے اتباع سے نفس میں تاریکیوں کے متمثل ہونے کی قابلیت پیدا ہوتی
ہے اور حائض کے معاملہ میں مذاہب مختلف تھے پس جو بہت زیادہ
متعمق تھے جیسے یہود تو وہ اس کے ساتھ کھانے اور ایک جگہ
سونے سے بھی منع کرتے تھے اور جو سستی برتتے تھے جیسے مجوس
تو وہ اس کے ساتھ جماع وغیرہ جائز کہتے تھے اور حیض کی
کچھ پرواہ نہیں کرتے تھے اور ان سب میں افراط تفریط ہے
پس ملت مصطفویہ نے توسط کی رعایت کی اور یہ فرمایا کہ سوائے
جماع کے سب کچھ کیا کرو، اور اس کی کئی وجوہات ہیں، ایک تو یہ
ہے کہ حائضہ سے جماع کرنا خاص کر جبکہ حیض کی ترقی ہو نہایت
مضر ہے اس پر اطباء کا اتفاق ہے۔

اور دوسرے یہ ہے کہ نجاست میں آلودہ ہونا
مذموم عادت ہے جس سے طبیعت سلیمہ نفرت
کرتی ہے اور یہ فعل شیاطین کے قریب کرتا ہے اور

الشياطين وفي مثل الاستنجاء حاجة، و
انما المقصود من ذلك ازالتها، وفي حيا
الحائض الخمس في النجاسة، وهو قوله
تعالى قل هو اذى فاعتزلوا النساء في المحيض
واختلفت الرواية فيما دون الجماع
فقيل يتقي شعار الدم، وقيل يتقي ما تحت
الازار، وعلى الوجهين هو سد الذرائع، و
جاء الامر لمن عصى الله فجامع الحائض ان
يتصدق بدينار او نصف دينار رهن ا
ليس بمجمع عليه، وسر الكفارة ماذكرنا
مرارا ؛

حقوق الزوجية

اعلم ان الارتباط الواقع بين الزوجين
اعظم الارتباطات المنزلية باسرها و
اكثرها نفعا واتمها حاجة اذا لسنة
عند طوائف امتنا من عربهم وعجمهم ان تعا
المرأة في استيفاء الارتفاقات، وان تتكفل
بتهيئة المطعم والمشرب والملبس،
وان تخزن ماله وتحصن ولده وتقوم
في بيته مقامه عند غيبته الى غير
ذلك مما الحاجة الى شرحه وبيانه،
فلذلك كان اكثر توجه الشرائع الى
ابقائه ما امكن وتوفير مقاصده و
كراهية تنغيصه وابطاله، وكل ارتباط
لا يمكن استيفاء مقاصده الا بادامة
الالفة ولا الفة الا بخصال يقيدان
انفسهما عليها كالمواساة وهو ما يقرب
من سوء الادب والاحتراز عما يكون

استنجاء وغیرہ میں یہ بات ہے کہ وہ ایک ضرورت کی چیز ہے
اور استنجاء میں نجاست کا دور کرنا مقصود ہوتا ہے
اور حائض سے جماع کرنا نجاست میں ڈوبنا ہے چنانچہ اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے "آپ فرما دیجئے وہ ناپاک ہے پس حیض کی حالت
میں عورتوں سے بچتے رہو" اور جماع کے علاوہ میں روایتیں
مختلف ہیں بعض یہ کہتے ہیں کہ خون آلودہ بالوں سے بچے اور
یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ماتحت الازار ہے اس سے بچے اور دونوں صورتوں
میں ذرائع جماع کا بند کرنا مقصود ہے، اور جو شخص خدا تعالیٰ
کے حکم کی نافرمانی کر کے حائضہ سے جماع کرلے تو اس کیلئے یہ
حکم ہے کہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے اور یہ مسئلہ متفق
علیہ نہیں ہے اور کفارہ کی حکمت وہی ہے جو ہم کئی مرتبہ بیان
کر چکے ہیں ؛

زوجیت کے حقوق کا بیان

واضح ہو کہ وہ ارتباط جو میاں بیوی کے درمیان ہوتا
ہے خانہ داری کے تمام تعلقات سے بڑھ کر ہے اور سب سے زیا
نافع ہے اور سب سے زیادہ اس کی طرف ضرورت ہوتی ہے
اس واسطے کہ تمام عرب و عجم کے قبائل کا یہ دستور ہے کہ عورت
تمام کاروبار میں مرد کی مددگار ہوتی ہے اور اس کے لئے کھانا پ
اور لباس کی تیاری میں اس کی تکفل ہوتی ہے اور اس کے ما
کی حفاظت اور اس کی اولاد کی پرورش کرتی ہے اور جب وہ کہیں
جاتا ہے تو گھر میں اس کی قائم مقامی کرتی ہے اور ان کے علا
بہت سے امور ہیں جن کی شرح اور بیان کی ہم کو حاجت نہیں
اور اسی لئے اکثر توجہ شرائع کی اسی طرف ہوئی کہ حتی الامکا
اس کا باقی رکھنا اور اس کے مقاصد کا پورا کرنا اور اس کے
نکدر کرنے اور باطل کرنے سے بیزاری چاہنا ہے اور کسی الفت
کے مقاصد کا پورا کرنا بغیر الفت کے ممکن نہیں ہو سکتا اور الفت
بغیر اس خصلت کے جس پر وہ خاوند اور بیوی اپنے آپ
مجبور نہ کریں نہیں حاصل ہو سکتی جیسے غم خواری کرنا اور
ادبی وغیرہ کو معاف کرنا اور رنجش اور دل سوزی

سیما للضعائن و وحر الصدور و اقامة المفاکرة و طلاقة الوجه ونحو ذلک فاقتضت الحکمة ان یرغب فی هذه الخصال ویحث علیها، قال صلی اللہ علیه وسلم استوصوا بالنساء خیرا فانهن خلقن من ضلع فان ذهبت تقیمه کسرته و ان ترکته لم یزل اعوج ۔

اقول معناه اقبلوا وصیتی واعملوا بها فی النساء وان فی خلقهن عوجا وعوجه هو کالامر اللازم بمنزلة ما یتوارثه التی من مادته، وان الانسان اذا اراد استیفاء مقاصد المنزل منها لابد ان یجاوز عن محقرات الامور ویکظم الغیظ فیما یجد خلاف هواه الا ما یکون من باب الغیرة محمودة وتدارکا لجور ونحو ذلک، وقال صلے اللہ علیه وسلم لا یفرک مؤمن مؤمنة ان کره منها خلقا رضی منها الاخر ۔

اقول الانسان اذا کره منها خلقا ینبغی ان لا یبادر الی الطلاق فانه کثیرا ما یکون فیها خلق اخر یستطاب منها ویحسن بعشرتها لذلک، قال صلی اللہ علیه وسلم اتقوا اللہ فی النساء فانکم اخذتموهن بامان اللہ واستحللتم فروجهن بکلمة اللہ ولکم علیهن ان لا یوطئن فرشکم احدا تکرهونه فان فعلن فاضربوهن ضربا غیر مبرح ولهن علیکم رزقهن وکسوتهن بالمعروف

اعلم ان الواجب الاصلی هو المعاشرة بالمعروف، وهو قوله تعالی وعاشروهن

باتوں سے پرہیز کرتا اور خوش خلقی اور خندہ پیشانی سے پیش آنا وغیر ذالک، اس واسطے حکمت کا یہ مقتضی ہوا کہ ان خصائل کی ترغیب و توجہ دلائی جائے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عورتوں کے حق میں بھلائی کی وصیت قبول کرو کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اگر تو اس کو سیدھا کرنیکا قصد کریگا تو اس کو توڑ دیگا اور اگر تو اس کو اسی حالت پر چھوڑ دیگا تو وہ ٹیڑھی کی ٹیڑھی رہیگی"۔

میں کہتا ہوں اس کے یہ معنی ہیں کہ میری وصیت کو قبول کرو اور عورتوں کے معاملہ میں اس پر عمل کرو اور انکی پیدائش میں کجی اور برائی ہے اور وہ مثل امر لازم کے ہو کر بمنزلہ اس چیز کے ہے جو اس کے مادہ سے حاصل ہوتی ہے، اور جب انسان خانہ داری کے تمام مقاصد اس سے حاصل کرنا چاہے تو ضروری ہے کہ ادنیٰ ادنیٰ باتوں سے درگذر کرے اور جو بات اپنی مرضی کے خلاف پائے تو اس کو معاف کرے مگر جو غیرت محمودہ کے قبیل سے ہو یا ظلم وغیرہ، مور کا بدلہ لینا ہو تو اس سے درگذر نہ کرے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کسی مسلمان مرد کو کسی مسلمان عورت سے بغض رکھنا نہیں چاہیئے اگر اس کی ایک عادت سے ناراض ہو تو اس کی دوسری عادت سے خوش بھی ہے"۔

میں کہتا ہوں جب انسان کو بیوی کی کوئی عادت ناپسند آئے تو اسکو مناسب ہے کہ طلاق دینے میں جلدی نہ کرے کیونکہ بسا اوقات اس میں ایسی خوبیاں ہوتی ہیں جن سے وہ خوش ہوتا ہے اور ان کی وجہ سے اس کی بدخلقی سے تحمل کیا جاتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عورتوں کے بارے میں خدا سے ڈرو کیونکہ خدا کی امان پر تم نے انکو اپنے قبضہ میں لیا ہے اور حکم الٰہی کی وجہ سے تم نے انکی شرمگاہوں کو حلال کیا ہے اور تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو پھر اگر وہ ایسا کریں تو انکو ہلکی مار مارو اور ان پر انکا کھانا اور پہنا حسب دستور ہے"۔

واضح ہو کہ واجب اصلی وہ حسب دستور گذران کرنا ہے جیسا

بالمعروف، فبينها النبي صلى الله عليه وسلم بالرزق والكسوة وحسن المعاملة ولا يمكن في الشرائع المستنبطة بالوحي ان يعين جنس الطعوم وقدره مثلا فانه لا يكاد يتفق اهل الارض على شئ واحد ولذلك انما امر امرا مطلقا، قال صلى الله عليه وسلم اذا دعا الرجل امرأته الى فراشه فابت فبات غضبان لعنتها الملائكة حتى تصبح

اقول لما كانت المصلحة المرعية في النكاح تحصين فرجه وجب ان تحقق تلك المصلحة، فان من اصول الشرائع انها اذا ضربت مظنة لشئ محل بما يحقق وجود المصلحة عند المظنة، وذلك ان تؤمر المرأة بمطاوعته اذا اراد منها ذلك ولو لا هذا لم يتحقق تحصين فرجه كما ابت وقد سعت في رد المصلحة التي اراها الله في عباده فتوجه عليها لعن الملائكة على كل من سعى في فسادها، قال صلى الله عليه وسلم ان من الغيرة ما يحب الله ومنها ما يبغض الله فاما التي يحبها الله فالغيرة في الريبة واما التي يبغضها الله فالغيرة في غير الريبة

اقول فرق بين اقامة المصلحة والسياسة التي لابد لها منها وبين سوء الخلق والضجر والضيق من غير موجب قال الله تعالى الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض وان لله كان عليا كبيرا

اقول يجب ان يجعل الزوج قواما على امرأته وان يكون له التطول عليها بالجملة

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وعاشروهن بالمعروف" پس اسکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھلانے اور لباس دینے اور اچھا برتاؤ کرنیکے ساتھ بیان فرمایا ہے اور ان شریعتوں میں جو وحی کی طرف مستند ہیں یہ ممکن نہیں کہ کھانے کی جنس اور اسکی مقدار مثلاً مقرر کر دیجائے کیونکہ یہ بات ناممکن ہے کہ تمام زمین پر رہنے والے ایک شی پر اتفاق کریں اس لیے مطلق امر کیا گیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص اپنی عورت کو اپنے بستر کی طرف بلائے پھر وہ آنے سے انکار کرے اور وہ شخص غصہ کی حالت میں سو جائے تو صبح تک ملائکہ اس عورت کو لعنت کرتے رہتے ہیں"

میں کہتا ہوں چونکہ جس مصلحت کی نکاح میں رعایت کی گئی ہے وہ شرمگاہ کی حفاظت ہے اسواسطے اس مصلحت کا پایا جانا ضروری ہوا کیونکہ شرائع کے اصول میں سے یہ بات ہے کہ جب وہ کسی شی کو کسی شی کا مظنہ قرار دیتی ہے تو وہ اس چیز کی تاکید کرتی ہے جو اس مظنہ کے وقت اس مصلحت کے وجود کو ثابت کرے اور اس لیے یہ لازم کہ عورت کو مرد کی فرمانبرداری کا حکم دیا جائے جبکہ وہ اس سے صحبت کرنا چاہے اگر ایسا نہ ہوا تو اسکی شرمگاہ کی حفاظت نہیں پائی گئی پس اگر اس عورت نے انکار کیا تو اس نے امر معروف کو ترک کر دیا اور فساد کی کوشش کی جسکو خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کے اندر قائم کیا تھا پس اسکی طرف فرشتوں کی وہ لعنت متوجہ ہوئی جو اس شخص پر ہوتی ہے جو اس مصلحت کے فاسد کرنے میں کوشش کرتا ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بعض غیرت ایسی ہے جو خدا تعالیٰ کو پسند ہے اور بعض غیرت ایسی ہے جس کو خدا تعالیٰ کو نفرت ہے پس وہ غیرت جو خدا تعالیٰ کو پسند ہے وہ غیرت ہے جو ریبہ کے اندر ہو اور وہ غیرت جو خدا تعالیٰ کو ناپسند ہے وہ غیرت ہے جو ریبہ کے اندر غیرت ہے"

میں کہتا ہوں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مصلحت اور سیاست جو قائم کرنے میں جس کے بغیر چارہ نہیں ہے اور بدخلقی اور ظلم اور بغیر سبب کے تنگ دل ہونے میں فرق کر دیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض وبما انفقوا من اموالهم فالصالحات قانتات حافظات للغيب بما حفظ الله واللاتي تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن في المضاجع واضربوهن فان اطعنكم فلا تبغوا عليهن سبيلا ان الله كان عليا كبيرا"

میں کہتا ہوں یہ بات ضروری ہے کہ جبلی طور سے خاوند کو

ہ یعنی برا کام سمجھا جائے اور اس کا عورت پر زیادہ وجوب ہو

فان الزوج اتم عقلا واوفر سياسة و
كد حماية وذب باللسان وبالمال حيث انفق
عليها رزقه وكسوتها وكون السياسة بيده
يقتضي ان يكون له تعزيرها وتاديبها
اذا بغت وليأخذ بالاسهل فالاسهل،
فالملاطفة بالوعظ، ثم الهجر بالمضجع يعني
ترك مضاجعتها ولا يخرجها من بيته، ثم
الضرب غير المبرح اي الشديد فان اشتد
الشقاق وادعى كل نشوز الآخر وظلمه ولم
يكن قطع المنازعة الا بحكمين، حكم من
اهله وحكم من اهلها يحكمان عليهما
من النفقة وغيرها مما يريان من المصلحة
وذلك لان اقامة نسبة على ما جرى
بين الزوجين مستنكرة فلا احق من ان
يجعل الامر الى اقرب الناس اليهما ان
اشفقوا عليهما، قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم لبريرة حين خيرت زوجها وعبدا اعلى سببك؟

اقول اصل سبب فساد ذات البين
ان يحب انسان المرأة او العبد وذلك
سعي في تنقيص هذا النظم وهو ظلم
للمصلحة الواجب اقامتها

واعلم ان من باب فساد ذات البين
خصالا فاشية في الناس كثيرا مبتلون
بها فلا بد ان يتعرض الشرع لها ويبحث
عنها، ومنها ان يحتمع عند رجل من
مروءة فيقضي حق من
يلحق بالآخرين
ومن يستطيع

کیونکہ خاوند عقل میں کامل اور سیاست میں پورا اور حمایت کرنے
میں اور مار کے دفع کرنے میں خوب مضبوط ہوتا ہے اور مال کی وجہ سے
بھی اسکو حاکم بنایا جائے کیونکہ وہ اسکے روٹی کپڑے کا خرچ اٹھاتا
ہے اور مرد کے ہاتھ میں انتظام کا ہونا اس بات کا مقتضی ہے کہ جب
عورت سرکشی کرے تو خاوند اس کی تعزیر و تادیب کرے اور تادیب
کے طریقہ کو بدرجہ کے اختیار کرے پس اولاً زبان سے نصیحت کرے اسکے
بعد اسکو یا تو بستر ترک کر دے مگر اسکو گھر سے نہ نکالے پھر اگر نہ مانے
تو ہلکی مار لگائے پس اگر مخالفت بڑھتی جائے اور ہر ایک دوسرے کی
نافرمانی اور ظلم کرنے پر اتر آئے تو قطع منازعت کی یہ صورت ہے کہ دو حکم
مقرر کیے جائیں ایک خاوند کے کنبہ میں سے ہو اور ایک بیوی کے کنبہ
میں سے ہو اور وہ دونوں نفقہ وغیرہ کے متعلق خاوند بیوی میں جو
کچھ معاملات دیکھیں فیصلہ کر دیں اس واسطے کہ خاوند بیوی کے
امور میں بینہ قائم کرنا ناممکن ہے پس اس کو زیادہ مناسب کسی عورت
بین الزوجین مستنکرة فلا احق من ان
یجعل الامر الى اقرب الناس اليهما ان
اشفقوا عليهما، قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم لبريرة حين خيرت زوجها وعبدا اعلى سببك؟

اقول اصل سبب فساد ذات البين
ان يحب انسان المرأة او العبد وذلك
سعي في تنقيص هذا النظم وهو ظلم
للمصلحة الواجب اقامتها

واعلم ان من باب فساد ذات البين
خصالا فاشية في الناس كثيرا مبتلون
بها فلا بد ان يتعرض الشرع لها ويبحث
عنها، ومنها ان يجتمع عند رجل من
مروءة فيقضي حق من
يلحق بالآخرين
ومن يستطيع

ہیں کہتا ہوں خاوند داری میں بگاڑ پڑنے کے جہاں اور
اسباب ہیں ان میں سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ کوئی شخص بیوی کو خاوند سے
غلام کو مولا سے برگشتہ کرے اور یہ اس انتظام کے توڑنے اور اسکے
کارندوں کو شکستہ دل کرنا اور اس مصلحت کی مخالفت کرنا ہے جسکا
قائم کرنا ضروری ہے۔

واضح ہو کہ خاوند داری کے بگاڑنے کی بہت سی خصلتیں ہیں جو
لوگوں میں پائی جاتی ہیں اور بہت سے لوگ ان میں مبتلا ہیں پس
واسطے شرع کو ان کا ذکر کرنا اور اس سے بحث کرنا ضروری ہو

زلوحرصتم فلا تميلوا كل الميل فتذروها كالمعلقة وان تصلحوا وتتقوا فان الله كان غفورا رحيما، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كانت عند الرجل امرأتان فلم يعدل بينهما جاء يوم القيامة وشقه ساقط ؛

اقول قد مران المجازاة انما تظهر فى صورة العمل فلا نعيده، ومنها ان يعضلهن الاولياء عمن يرغبن فيه من الاكفاء اتباعا لداعية نفسانية من حقد وغضب ونحوهما، وفى ذلك من المفسدة ما لا يخفى فنزل قوله تعالى واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا تعضلوهن ان ينكحن ازواجهن، ومنها ان يتزوج اليتامى اللاتى فى حجره ان كن ذوات مال وجمال ولا يقسط بحقوقهن مثل ما يصنع بذوات الاباء ويتركهن ان كن على غير ذلك قال الله تعالى وان خفتم الا تقسطوا فى اليتامى فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنى وثلاث ورباع فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدة او ما ملكت ايمانكم فنهى الانسان ان حشى الجور ان ينكح اليتامى او ينكح ذوات عدد من النساء ومن الستة اذا تزوج البكر على امرأة اقام عندها سبعا ثم قسم واذا تزوج الثيب اقام عندها ثلاثا ثم قسم ؛

اقول السر فى هذا انه لا يجوز ان يضيق فى هذا الباب كل التضييق فانه لا يطيقه اكثر افراد الانسان وهو قولہ

اگر تم اس کی تمنا کرو پس تم بالکل جھک نہ پڑو کہ اس کو ایسا چھوڑ دو جیسے بیچ اد معر میں اور اگر صلح کرو اور خدا تعالیٰ سے ڈرو تو بیشک خدا تعالیٰ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ایک شخص کے پاس دو بیویاں ہوں اور وہ انہیں انصاف نہ کرتا ہو تو قیامت کے روز اس حال میں آئیگا کہ اس کی ایک طرف جھکی ہوئی ہوگی ؛

میں کہتا ہوں یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ قیامت کے روز جزا اور سزا عمل کی صورت میں ظاہر ہوگی پس اب ہم اسکا اعادہ نہیں کرتے، اور از آں جملہ یہ ہے کہ عورتوں کے اولیاء ان کو ان مردوں کے ساتھ نکاح کرنے سے روکیں جو ان کے کفو کے ہیں اور جن کی طرف انکو رغبت ہے اور اس کا منشاء کوئی مصلحت نہ ہو بلکہ خواہش نفسانی مثلاً حسد اور بغض وغیرہ کا اتباع ہو اور اس میں ایسی خرابیاں ہیں جو ظاہر ہیں پس یہ آیت نازل ہوئی واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا تعضلوهن ان ينكحن ازواجهن اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی مدت کو پورا کرلیں تو ان کو اپنے خاوندوں کے ساتھ نکاح کرنے سے مت روکو، اور از آں جملہ یہ ہے کہ کوئی شخص یتیم لڑکیوں سے جو اس کی پرورش میں ہیں ان کے مال اور جمال کی وجہ سے نکاح کرے اور ان کے اس طرح سے حقوق ادا نہ کرے جیسے باپ والی عورتوں کے ادا کئے جاتے ہیں اور اگر وہ یتیم لڑکیاں ایسی نہیں ہیں تو ان سے نکاح نہ کرے، پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور اگر تم کو خوف ہو کہ یتیم عورتوں میں انصاف نہ کروگے تو عورتوں میں سے جنکے ساتھ نکاح کرو جو تمکو پسند ہوں دو دو تین تین اور چار چار، پس اگر تمکو خوف ہو کہ تم برابری نہ کروگے تو ایک سے یا جس پر تمہارے ہاتھوں نے قبضہ کیا ہے، پس اگر ظلم کا ڈر ہو تو انسان کیلئے منع ہے کہ وہ یتیم لڑکیوں سے یا ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرے اور جب کوئی شخص ایک بیوی موجود ہوتی پر کسی کنواری عورت سے نکاح کرے تو مسنون طریقہ یہ ہے کہ سات دن تک اس کے پاس رہے پھر باری باری رہا کرے اور اگر شوہر رسیدہ سے نکاح کرے تو تین روز اس کے پاس رہے پھر باری باری رہا کرے ؛

میں کہتا ہوں اس میں یہ راز ہے کہ اس امر میں زیادہ تنگی نہ کیجائے کیونکہ انسان کے اکثر افراد اس پر قادر نہیں رکھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

تعالی ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النسا
ولو حرصتم نبه علی انه لما لم یمکن اقامة
العدل الصراح وجب ان یدار الحکم علی
ترک الجور الصریح، فاذا رغب رجل فی
امرأة واعجبه حسنها وشغف قلبه جمالها
وکان له رغبة وثروة الیها ولکن ان
یصد عن ذلک بالکلیة لانه کالتکلیف
بالممتنع فقدر له مقدار استئثاره لها
بلا تزیین فیقتحم فی الجور، وایضا فمن
المصالحة المعتبرة تالیف قلب الجدیدة
اکرامها ولا یحصل الابان یستأثر، وهو
ایماء قول صلے اللہ علیه وسلم لام سلمة
رضی اللہ عنها لیس لک علی اهلک هوان ان
شئت سبعت الحدیث، واما کسر قلب
القدیمة فقد عولج بجبر بان السنة بالزیادة
الجدیدة فانه اذا جرت السنة بشئ ولم
یکن مما قصد به ایذاء واحد او مما خص
به هان وقعه علیه، وهو ایماء قوله تعالی
لک، دنی ان تقر اعینهن ولا یحزن ویرضین
بما اتیتهن کلهن یعنی نزول القرآن بالخیرة
حقهن سبب زوال السخطة بالنسبة
الیه صلی اللہ علیه وسلم، واکبر الرغبة
فیها اتم والحاجة الی تالیف قلبها اکثر
فجعل قدرها السبع وقدر الثیب الثلاث
کان صلی اللہ علیه وسلم یقسم بین
نسائه ؛
اقول وذلک فعا لو حرا لصدر، و
ظهر ان ذلک منه صلے اللہ علیه وسلم
تبرعا واحسانا من غیر وجوب علیه

اور تم خواہ کتنا ہی چاہو عورتوں میں ہرگز برابری نہیں کر سکو گے ۔ اس
بات پر تنبیہ ہے کہ جب عدل قائم کرنا ناممکن تھا تو ضروری ہوا کہ حکم
کا مدار صریح ظلم کے ترک پر رکھا جائے پس جب کسی مرد کو کسی عورت کی
طرف رغبت ہو اور اسکا حسن اسکو پسند آئے اور اس کے حسن پر اسکا
دل فریفتہ ہو جائے اور اس کی طرف کثرت سے اسکو اشتیاق ہو تو یہ ناممکن
ہے کہ اسکو اس کو بالکل روک دیا جائے کیونکہ یہ قبیل تکلیف بالمحال کے ہے
اس واسطے اسکے ترجیح دینے کی ایک مقدار مقرر کر دی تاکہ وہ اس سے
آگے نہ بڑھے اور جور و ظلم نہ کرے اور نیز شریعت نے اس مصلحت کا
اعتبار کیا ہے کہ نئی عورت کے قلب کی تالیف ہو اور اس کی عزت کیجائے
اور یہ بات اسی طرح پر حاصل ہو سکتی ہے کہ اس کو ترجیح دیجائے ۔ اور نبی صلی
اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں اسی کی طرف اشارہ ہے جو آپ نے حضرت ام سلمہ
رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا "تو اپنے خاوند کے نزدیک بے قدر نہیں ہے اگر تیری
مرضی ہو تو میں سات رات تیرے پاس رہا کروں" الحدیث ۔ اور پہلی بیوی کے دل شکستہ
ہونیکا آپ نے، طریق علاج کیا کہ جدید کے لئے چند روز زیادہ کرنیکا دستور
مقرر کر دیا کیونکہ جب کسی بات کا دستور مقرر ہو جاتا ہے اور اس سے کسی کی
ایذاء یا خصوصیت مقصود نہیں ہوتی تو اس سے چنداں رنج نہیں ہوتا
اور اللہ کے اس قول میں اسی طرف اشارہ ہے "اس میں امید ہے کہ
ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں، اور غم نہ کریں اور جو تو نے انکو دیا ہے اس
سے وہ سب کی سب راضی ہو جائیں" یعنی اُن کے حق میں خیار کے
ساتھ قرآن کا نازل ہونا اس بات کا سبب ہے کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ
وسلم سے ناخوش نہیں ہوں گی اور کنواری عورت کی طرف مرد کو زیادہ
رغبت ہوتی ہے اور نیز اس کو تالیف قلب کی زیادہ ضرورت ہے
اس لئے اس کے واسطے سات روز کی مقدار مقرر کی اور شوہر دیدہ
کیلئے تین روز کی مقدار مقرر کی ۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم ازواج
مطہرات کے پاس باری باری سے رہا کرتے تھے اور جب آپ
سفر کا قصد فرماتے تھے تو ان میں قرعہ ڈالکر ایک کو ساتھ لیجاتے تھے
میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ بھی کہ کسی کو رنجش نہ ہو اور ظاہر یہ
ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ بطور تبرع اور احسان کی
ہوتا تھا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر باری واجب نہیں تھی ۔

لقوله تعالى ترجي من تشاء منهن وتؤوي
اليك من تشاء الاية، واما في حاضرة فموضع
تامل واجتهاد، ولكن جمهور الفقهاء
اوجبوا القسم واختلفوا في القرعة ؛

اقول وفيه ان قوله تعالى لم يعدل لمجمل
لايدري اي عدل رتبه، وقوله تعالى
فتذروها كالمعلقة مبين ان المراد نفي
الجور الفاحش، واهمال امرها بالكلية و
سوء العشرة معها، واعتقت بريرة وكان
زوجها عبدا فخيرها رسول الله صلى الله
عليه وسلم فاختارت نفسها ؛

اقول السبب في ذلك ان كون الحرة
تحت العبد عارا ما توجب دفع دواعث
العار عنها الا ان ترضى به، وايضا فالامة
تحت من مولاها ليس برضاه رضا حقيقة
وانما السكوت مالترضي لئلا يكون امره
سببا لهوانه وجب ما لا حظ له في رواية
ان قربك فلا خيار لك، وذلك لانه لا بد
من تقريب حد ينتهي اليه لخيار ولا كان
لها خيار طول عمرها، وفي ذلك قلب
الموضوع، النكاح ولا يصلح اختصارها
ابدا، وبالجملة حد ينتهي اليه لا يهتدى
تتشاور اهلها وتقلب الامر في نفسها
وكثيرا ما يجري مثل ذلك في سيئة الاخيار
وان لم تجزم به، وفي الجملة ان لا
تتكلم بمثله حرج لا احق من الغرور
اذ هو فائدة العلم والمعنى الذي لاجله
منه والحوالي

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان میں سے جس کو تو چاہے مؤخر کرے اور
جس کو اپنے پاس جگہ دے۔ لیکن نص صریح
کے سوا دوسروں میں قائلین اجتہاد کا موقع ہے مگر جمہور علماء
نے باری مقرر کرنے کو واجب کہا ہے اور قرعہ اندازی میں اختلاف کیا ہے

میں کہتا ہوں اس میں یہ بات ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ
فرمان مجمل ہے، نہیں معلوم کہ اس سے کونسا عدل
مراد ہے اور یہ آیت فتذروها كالمعلقة اس کی تبیین
کرتی ہے یعنی ظلم کرنا اور بالکل اس سے بے پروائی کرلینا اور
بداخلاقی کے ساتھ اس سے برتاؤ کرنا ممنوع ہے اور بریرہ مسلم
اور کافر تھا اور وقت کا حال غلام تھا جس رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے اسکو اختیار دیا جبکہ اس نے آزاد ہونے پر
تو اس نے غلام کے نکاح میں رہنا پسند نہیں کیا اور یہ اختیار دینا
میں کہتا ہوں اس کا سبب یہ ہے کہ غلام کے نکاح میں رہنا اس
کے لئے باعث عار ہے پس جب تک اس عار کا دفع کرنا ضروری ہے
ہاں اگر وہ راضی ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں اور لونڈی کا
مالک کے نکاح میں ہونا اس کی رضامندی کی حقیقی رضامندی
نہیں ہوتا ہے پس جب کہ لونڈی کو اختیار نہ دیا جائے تو ممکن
ہے کہ وہ شرم کی وجہ سے اس کا اظہار نہ کرے اور اس کی
نوبت کو طویل نہ کرے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک مدت کا مقرر
کرنا ضروری ہے جس کے بعد اختیار ساقط ہو جائے اور
اس مقرر کرنے میں جو بات بھی کہی جائے گی
اس کے مقصود کے

الطلاق

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما امرأۃ سألت زوجہا طلاقا من غیر بأس فحرام علیہا رائحۃ الجنۃ، وقال صلی اللہ علیہ وسلم ابغض الحلال الی اللہ الطلاق

اعلم ان فی الاکثار من الطلاق وجریان الرسم بعدم المبالاۃ بہ مفاسد کثیرۃ، ذلک ان الناس ینقادون لشہوۃ الفرج ولا یقصدون باقامۃ تدبیر المنزل والتعاون فی الارتفاقات والتحصین الفرج، وانما مطمح ابصارہم التلذذ بالنساء وذوق لذۃ کل امرأۃ فیہیجہم ذلک الی ان یکثروا الطلاق والنکاح ولا فرق بینہم وبین الزناۃ من جہۃ ما یوجع الی نفوسہم، وان تمیزوا عنہم باقامۃ سنۃ النکاح والموافقۃ لسیرۃ المدینۃ، وہو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ الذواقین والذواقات وایضا ففی جریان الرسم بذلک ہدم لتوطین النفس علی المعاونۃ الدائمۃ وتشبہ الذمیمۃ، وعسی ان تفتح ہذہ الباب ان یضیق صدرہ او صدرہا فتنی من محقرات الامور فیئول فعلہا الی تفرق وابین ذلک من احتمال اعتداء الصحبۃ والاجماع علی دامۃ ہذا النظام، وبالجملۃ فان عتیادہن بذلک وعدم مبالاۃ الناس بہ وعدم حزنہم علیہ یفتح بابا لوتاحۃ ان لا یجعل کل منہما ظہرا لاخیہ لیسہ وان تخون کل واحد الاخری بہ لیسہ

طلاق کا بیان

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت بغیر کسی ضرورت شدیدہ کے اپنے خاوند سے طلاق چاہے تو اس پر جنت کی بو حرام ہے اور آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسند طلاق ہے۔

واضح ہو! طلاق کی کثرت میں اور بے پروائی کے ساتھ طلاق کا طریقہ جاری ہونے میں بڑی خرابیاں ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ لوگ شہوت نفس کے پابند ہوتے ہیں اور انکو امور خانہ داری کا قائم کرنا مقصود نہیں ہوتا اور نہ ہی ارتفاقات ضروریہ میں تعاون مقصود ہوتا ہے اور نہ عورت کا مقصود عفت نگاہ کی حفاظت ہوتی ہے بلکہ انکا مطمح نظر عورتوں سے لذت حاصل کرنا اور ہر عورت کا مزہ چکھنا ہوتا ہے پس یہ بات کثرت سے نکاح کرنے اور طلاق دینے پر انکو آمادہ کرتی ہے پس ان میں اور زنا کرنیوالوں میں اس امر میں جو ان کے دلوں کی طرف غور کرتا ہے کوئی فرق نہیں ہے اگرچہ سنت نکاح کے قائم کرنے اور سنت مدینہ کی موافقت میں زنا کرنیوالوں سے علیحدہ معلوم ہوتے ہیں چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مزہ چکھنے والیوں پر خدا کی لعنت ہے اور نیز اس رسم کا جاری ہونا ہر معاونت دائمی یا قریب دائمی پر نفس کے پابند کرنے کو زک کرتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اگر اس باب میں وسعت دی جائے تو خاوند یا بیوی کا دل ادنیٰ ادنیٰ باتوں میں تنگ آکر ایک دوسرے سے علیحدگی کا قصد کرے اور اس بات کو صحبت کا بوجھ اٹھانے اور ہمیشہ کے لئے نظام منزل کے قائم رکھنے سے کیا نسبت ہے اور نیز عورتوں کا ان باتوں کے ساتھ عادی ہو جانا اور مردوں کا ان باتوں کی پروا نہ کرنا اور ان پر کچھ افسوس نہ کرنا بے حیائی کے دروازہ کو کھولنا ہے اور ہر ان میں سے ہر ایک دوسرے کی خیانت کرنے کا ہے اور ان میں سے کوئی بھی اس کو برا نہیں سمجھے گا اور جدائی کا خیال نہ کرے گا

ان وقع الافتراق . وفی ذلك مالایخفی ، ف
مع ذلك لایمكن سد هذا الباب التضییق
فیه فانه قد یهیر الزوجان متناشزین
اما لسوء خلقهما او لطموح عین احدهما
الی حسن انسان آخر او لضیق معیشتهما
او لخرق واحد منهما ونحو ذلك من الاسباب
فیكون ادامة هذا النظم مع ذلك بلاء
عظیما وحرجا ، قال صلے اللہ علیه وسلم
رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتی یستیقظ
وعن الصبی حتی یبلغ وعن المعتوه حتی
یعقل ؛

اقول السر فی ذلك ان مبنی جواز
الطلاق بل العقود كلها علی المصالح
المقتضیة لها والنائم والصبی والمعتوه
بمعزل عن معرفة تلك المصالح ، قال
صلے اللہ علیه وسلم لا طلاق ولا اعتاق
فی اغلاق معناه فی اكراه ، اعلم ان السبب
فی هدر طلاق المكره شیئان ، احدهما
انه لم یرض به ولم یرد فیه مصلحة
منزلیة وانما هو لحادثة لم یجد منها
بدا فصار بمنزلة النائم ، وثانیهما انه
لو اعتبر طلاقه طلاقا لكان ذلك فتحا
لباب الاكراه یعنی ان یختطف الجبار
الضعیف من حیث لا یعلم الناس و
یخیفه بالسیف و یكرهه علی الطلاق
اذا رغب فی امرأته فلو خیبنا رجاءه
وقلبنا علیه مراده كان ذلك سببا لترك
تظالم الناس فیما بینهم بالاكراه ، و
نظیره ما ذكرنا فی قول صلے اللہ علیه و

باوجود اس باب کا بالکل بند کرنا اور اس میں تنگی کرنا بھی ممکن
نہیں ہے کیونکہ کبھی خاوند بیوی میں مخالفت پیدا ہوجاتی ہے
جو یا تو ان دونوں کی بدخلقی سے یا ان دونوں میں سے کسی ایک کا
اجنبی انسان کے حسن کی طرف رغبت کرنے سے یا رزق کی تنگی کی وجہ
سے یا دونوں میں سے کسی کی حماقت اور اسی قسم کے دیگر اسباب کی
وجہ سے ہوجاتی ہے پس ان قباحتوں کے ساتھ ساتھ اس جوڑے
کے نظم کا ہمیشہ باقی رکھنا بلائے عظیم اور حرج ہے ، نبی صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا "تین اشخاص سے قلم اٹھا لیا ہے ، سونے والے
سے جبتک بیدار ہو ، لڑکے سے جب تک بالغ ہو ، اور ناقص العقل
سے جبتک عاقل ہو" ؛

میں کہتا ہوں اس میں راز یہ ہے کہ طلاق کا جواز بلکہ تمام
معاملات کی بنیاد ان مصالح پر ہے جو ان کا تقاضا کرتے ہیں
اور سونے والا اور لڑکا اور بے عقل ان مصالح کے جاننے سے
بالکل عاری ہیں ، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "طلاق
اور عتاق اغلاق میں نہیں ہوتا" یعنی حالت اکراہ میں
نہیں ہوتا" ؛

واضح ہو کہ حالت اکراہ کی طلاق کے باطل ہونے کی دو وجہ ہیں
ایک یہ ہے کہ وہ اس طلاق سے راضی نہیں ہے اور اس نے کسی
مصلحت منزلیہ کا ارادہ نہیں کیا بلکہ لاچاری کی حالت میں یہ امر
واقع ہوا ہے پس اس کی حالت سونے والے کی سی ہے ، دوسرے
یہ ہے کہ اگر اس کی طلاق کا اعتبار کر لیا جائے تو اس سے اکراہ
کا دروازہ کھلتا ہے پس ہو سکتا ہے کہ زبردست آدمی کمزور کو
لوگوں سے خفیہ طور پر پکڑ کر لیجائے اور اس کو تلوار سے ڈرا کر
طلاق پر مجبور کر دے جس وقت کہ اس کو اس کی بیوی کی طرف
رغبت ہو ، پس اگر ہم اس کی امید کو منقطع کر دیں اور اس
کی مراد کو اس پر واپس کر دیں تو وہ لوگوں کے درمیان
بذریعہ اکراہ باہم ظلم کے ترک کا سبب ہو جائے گا
اور اس کی نظیر وہ ہے جو ہم نبی صلے اللہ علیہ
وسلم کے اس قول میں بیان کر چکے ہیں ؛

وسلم القاتل لا یرث، وقال صلی اللہ علیہ وسلم لا طلاق فیما لا یملک وقال علیہ السلام لا طلاق قبل النکاح ؛

اقول الظاھر انہ یعم الطلاق المنجز والمعلق بنکاح وغیرہ، والسبب فی ذلک ان الطلاق انما یجوز للمصلحۃ والمصلحۃ لا تتمثل عندہ قبل ان یملکھا ویری منھا سیرتھا فکان طلاقھا قبل ذلک بمنزلۃ نیۃ المسافر الاقامۃ فی المفازۃ او الغازی فی دار الحرب مما تکذبہ دلائل الحال، وکان اھل الجاھلیۃ یطلقون ویراجعون الی متی شاء وان کان فی ذلک من الاضرار ما لا یخفی، فنزل قولہ تعالی الطلاق مرتان الآیۃ معناہ ان الطلاق المعقب للرجعۃ مرتان فان طلقھا الثالثۃ فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ، والحقت السنۃ ذوق العسیلۃ بالنکاح، والسر فی جعل الطلاق ثلاثا لا یزید علیھا انھا اول حد کثرۃ وانہ لا بد من تردد، ومن الناس من لا یتبین لہ المصلحۃ حتی یذوق فقدا، وصل التجربۃ واحدۃ ویکملھا اثنتان واما اشتراط النکاح بعد الثالثۃ فلتحقیق معنی التجدید والانتھاء، وذلک انہ لو جاز رجوعھا الیہ من غیر تخلل نکاح الآخر کان ذلک بمنزلۃ الرجعۃ فان نکاح مطلقۃ احدی الرجعتین، وان المرأۃ ما دامت فی بیتہ وتحت یدہ وبین ظھراني اقاربہ یمکن ان یغلب علی رأیھا

"قاتل وارث نہیں ہوتا" اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس کا انسان مالک نہیں اس میں طلاق نہیں ہو سکتی" اور آپ نے فرمایا "نکاح سے قبل طلاق نہیں ہوتی"؛

میں کہتا ہوں یہ قول بظاہر طلاق منجز اور معلق جو نکاح کے ساتھ معلق ہو یا کسی اور چیز کے ساتھ معلق ہو دونوں کو شامل ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ طلاق مصلحت کی وجہ سے جائز کی گئی ہے اور اس شخص کو اس عورت کا مالک بننے سے پہلے اس کی سیرت دیکھنے سے پہلے مصلحت معلوم نہیں ہو سکتی پس مالک بننے سے پہلے اسکو طلاق دینا ایسا ہے جیسے کوئی مسافر کسی جنگل میں اقامت کی نیت کرے یا کوئی مجاہد دار الحرب میں کہ قرائن حالیہ خود ان کی تکذیب کر رہے ہیں، اور اہل جاہلیت جس قدر چاہتے تھے طلاقیں دیکر رجوع کر لیا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ اس میں عورت پر بہت بڑا ظلم تھا پس اللہ تعالیٰ کا یہ قول نازل ہوا "طلاق دو مرتبہ ہے"، الآیۃ، اس کے معنی یہ ہیں کہ طلاقیں جن کے بعد رجعت ہو سکتی ہے دو ہیں پس اگر وہ اس عورت کو تیسری طلاق دیدے تو وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں ہوتی یہانتک کہ وہ کسی اور خاوند سے نکاح کرے اور سنت نے اس چیز کو زیادہ کیا کہ تنہا نکاح کافی نہیں ہے بلکہ شوہر جدید کا جماع کرنا بھی شرط ہے، اور تین کے اندر طلاق کے محدود ہونے میں کہ اس پر زیادتی نہیں ہے یہ راز ہے کہ وہ کثرت کی شروع حد ہے اور نیز اس میں غور و فکر بھی ضروری ہے اور بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کو کچھ مصلحت معلوم نہیں ہوتی حتی کہ وہ قبضہ سے عورت کے نکلنے کا مزہ چکھ لیتے ہیں اور تجربہ کی تکمیل ایک مرتبہ ایک چیز کو عمل میں لانے اور دو مرتبہ کی تکمیل ہو جاتی ہے اور تیسری طلاق کو نکاح کا شرط ہونا اس پر کہ کہ تجدید اور انتہاء کے لئے کیونکہ اگر بغیر دوسرے نکاح کے اس عورت کا خاوند کیلئے لوٹنا درست قرار دیا جاتا تو وہ بمنزلہ رجعت کے ہوتا اسواسطے کہ مطلقہ سے نکاح کرنا بھی ایک قسم کی رجعت ہے اور عورت جبتک اپنے خاوند کے گھر میں اپنے قبضہ میں اور اس کے اقارب کے سامنے رہتی ہے ممکن ہے کہ خاوند عورت کی رائے پر غالب ہو جائے

وتنظر الى رضا ما يسؤلون لها وذا ما رأيتهم
وذاقت نحرير القرشي رضيت بعد ذلك نهلة
حقيقة ارضا، وايضا نفيه اذاقة الفقد
ومعاقبة على اتباع داعية الصبر من غير
نوري مصلحة مهمة وايضا نفيه اعطاء
المطلقات الثلاث بين اعينهم وجعلها
بحيث لا يبادر اليها الا من وطن نفسه على
ترك الطمع فيها الا بعد ذل وارغام انف
لا مزيد عليه، وقال صلى الله عليه وسلم
لامرأة رفاعة حين طلقها فبت طلاقها
فنكحت زوجا غيره اتريدين ان ترجعي
الى رفاعة؟ قالت نعم، قال لا حتى تذوقي
عسيلته و يذوق عسيلتك:

اقول انما شرط تمام النكاح بذوق
العسيلة ليتحقق معنى التحديد الذي
ضرب عليهم، فان لولا ذلك لاحتال رجل
باجراء صيغة النكاح على اللسان، ثم يطلق
في المجلس وهذا مناقضة لهذه الثلاثة التي
لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم
المحلل والمحلل له:

اقول لما كان من الناس من ينكح
[illegible] يقصد منها
[illegible] المعيشة [illegible]
مقصودة [illegible]
غيرة ونسويه ازدحام على الموطوءة
غير ان يدخل في قضاء عقد النكاح [illegible]

[illegible] راضی ہو کر اس چیز کو پسند کرے جس کو وہ لوگ اس عورت
سامنے بیان کرتے ہیں لیکن جب وہ ان سے جدا ہو کر گرمی سردی
مزہ چکھتی ہے پھر اس کے بعد اس شخص سے راضی ہوتی ہے تو
حقیقی رضامندی ہے اور نیز اس میں جدائی کا مزہ چکھانا اور
کسی ضروری مصلحت کو سوچے سمجھے خواہش نفسانی کی پیروی
کی سزا دینا ہے اور نیز اس میں تین طلاق دی ہوئی عورتوں کا
کی نظروں میں عزت دینا ہے اور اس بات کا جتلانا ہوکہ تین طلاقو
کی طرف وہی شخص جرأت کر سکتا ہے جو ذلت اور حد سے زیادہ بے
کے بعد اپنے نفس کو اس کے بارے میں ترک طمع پر قائم کرلے اور
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے رفاعہ کی بیوی سے فرمایا تھا جس وقت
رفاعہ نے اس کو طلاق دیدی تھی اور اس کو طلاق مغلظہ کردی
تھا اور اس نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا تھا کیا تو رفاعہ
پاس پھر آنا چاہتی ہے تو اس نے عرض کیا کہ ہاں، آپ نے فرما
نہیں یہاں تک کہ تو اس کا اور وہ تیرا مزہ چکھ لے۔

میں کہتا ہوں نکاح کے تمام ہونے کے لیے لذت حاصل کرنے
اس شارع نے ضرور کیا تاکہ اس تحدید کے معنی جس کو خدا تعا
نے زبان کے لیے مقرر کیا ہے متحقق ہو جائیں کیونکہ اگر یہ نہ ہوتا تو کوئی
شخص حیلہ کر سکتا ہے کہ زبان سے نکاح کرے اس مجلس میں دوسرے
طلاق دے دے اور یہ تحدید کے فائدہ کو ساقط
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے والے پر اور اس شخص پر جس
سے وہ حلالہ کرتا ہے لعنت کی ہے۔

میں کہتا ہوں چونکہ بہت سے لوگ محض حلالہ کی غرض
نکاح کرتے ہیں اس نکاح سے ان کی غرض معیشت میں
[illegible] مصلحت پوری نہیں ہوتی جو کہ
مقصود ہے اور نیز اس میں بے حیائی اور بے غیرتی ہے وہ
ات کے کہ معاوضہ میں کچھ زیادتی ہو، ایک عورت پر کئی مرد
[illegible]
[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ بہت ناراض ہوئے

مراجعتہا حتی تطهر ثم تحیض حیضة اخری ثم تطهر ثم ان شاء امسکها بعد وان شاء طلقها قبل ان یمسها فتلک العدة التی امر الله ان تطلق لها النساء

وقال الشافعی رحمه الله اذا طلق امرأته واحدة او اثنتین فی حال حیضها او بعد ما جامعها فی طهر لم یتبین حملها فله ان یراجعها متی شاء حتی تحیض ثلاث حیض وتغتسل من الحیضة الثالثة لقوله تعالی والمطلقات یتربصن بانفسهن ثلاثة قروء والقرء عندنا الطهر وعنده الحیض لان العدة تجب بالطلاق او بالفرقة فتعتد عقیب السبب بالاطهار او بالحیض والطلاق فی الحیض بدعی لانه یطول العدة علیها لان ما بقی من الطهر محسوب من العدة عندنا وعنده لا یحسب وقد یشتبه الامر علی کثیر من الناس فلا بد من ضرب حد یتحرز به عن الخرق تحصیلا لما هو المقصود بالسنة

جلد دوم

تو اس سے رجوع کر لے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے پھر حیض آئے اور پھر وہ پاک ہو پس اگر اس کو طلاق دینے کی ضرورت ہو تو ہاتھ لگانے سے پیشتر پاکی کی حالت میں طلاق دے،

یہ طلاق ہوئی جس میں شریعت نے یہ حکم دیا ہے کہ آدمی کو کبھی اپنی عورت سے بری طور پر نفرت ہو جاتی ہے اور ایسی نفرت مانے کے قابل نہیں ہوتی جیسے اس کا حائضہ ہونا اور گرد و غبار میں آلودہ رہنا، اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ شوہر اپنی عورت سے نفرت کرتا ہے جس کی خاطر کرنے کا اس نے حکم کر رکھا ہے باوجود یکہ وہ باوضع بھی ہوتی ہے اور پاکیزگی کی حالت میں ہوتی ہے اور کبھی پہلی صورت میں ندامت ہوتی ہے اور رجوع کر لینے کا اتفاق ہوتا ہے اور یہی خواہش ہے جس کے ترک کرنے پر تہذیب نفس موقوف ہے اور کبھی یہ دونوں قسم کی نفرتیں بہت سے لوگوں پر مستیعب ہو جاتی ہیں اس واسطے ایسی حد کا مقرر کرنا ضروری ہوا جس سے فرق ثابت ہو جائے پس طہر کو غلبہ طبع کا مظنہ جس کو نفرت طبعی کا مظنہ اور باوجود غلبہ طبعی

اور نیز اگر وہ عورت کو حیض میں طلاق دے پس اگر یہ طلاق مدخولہ ہے جس سے ہم بستری کی جا چکی ہے تو عدت کی مدت کم ہوتی ہے اور اگر ایسی عورت کا باوجود لوگوں کے زیادہ ہونے کی وجہ سے عورت کو ضرر صحیح ہے خواہ قرء سے طہر مراد لیا جائے یا حیض پس ہر صورت میں

يكون الطلاق في الطهر [illegible]

احدهما بقاء الوحيد الطبيعي [illegible]

تفتر سورة الرغبة وثانيهما ان يكون [illegible]

بعد من اشتباه الاسباب [illegible]

تعالى باشهاد شاهدين على [illegible]

احدهما الاهتمام بامر [illegible]

لنظم تدبير المنزل [illegible]

النفس، والثاني [illegible]

ان لا ينواضع [illegible]

الطلاق، والله اعلم

ذكروا ايضا جميع [illegible]

في طهر واحد، وزاد [illegible]

السنية في تفريق [illegible]

ليتدارك [illegible]

تعرض للندامة [illegible]

اظهار قبائح [illegible]

انها اخف من [illegible] اس میں غور کرنے کا موقع اور آشنا عصہ [illegible] جاتا ہے جب

والمدة التي تنقضي [illegible] صبر بدتی، جنی ذہنا اور بہت سے لوگوں کی صحبت [illegible]

تكون مصلحة في [illegible]

[illegible] الخلع والطلاق على [illegible]

اعلم ان الخلع فيه شائبة معاوضة

الذي اعطاها من المال قد وقع في مقابلة

[illegible]

وقد افضى [illegible]

مبتاة فهو [illegible]

وسلم [illegible]

ان صحت [illegible]

توجيهها، [illegible]

ذلك من ذلك قول الله ... عليه
بما فقدت به ولا ... شرعه
راحته وضحاه ... كظهار لازم ...
عن لو هلن بعد ذلك لاذن له في ذلك
ن المفسدة ما لا يخفى وهو هي خطيئة
... كما ... النساء ...
ز امهن ... لا ... يكن ...
د ما انما وقعت هذه الواقعة في
ان النبي صلى الله عليه وسلم
... انها نزل ...
... يال ...
... و ...
ربجل ... لهم
ر ... نفسه
ر ... سائر لبيد و ...
ع ... الجاهلية و فعالهم
... شعره وجعل مؤ ... مارة
ن الاعمار ... عيشت و ...
يد ... المعاش
كون ... تقوى ...
سن ... حفظ ...
معار ...
الاخرين ... كان خير ... طوعا
... ر ...

خاوند سے رجوع پانے کے بارے میں کچھ دیر ... ائے ؟

... ر ... کر ... رہے تھے اور ان کو
... ر ... رہے تھے جس سے اس نے
... پھر کر ... کے ... تھے اور اس میں جس قدر خرابی
... ہ ... رت سے نفرت ہو گئی کہ خاوند سے
... ر ... حورتیں ... ہ ... دوں سے منع اٹھا تی
ہیں اور ... ہ ... تھی کہ اس کو ... جس کا فیصلہ ... نا مشکل ہو
... ملیہ وسلم کے زمانہ میں پیش آیا
... ف کیا کہ تو ... تعالیٰ نے ...
... س عورت کی ... نسبت
... غضب ... یم ... اور
... ہو ... قتل ہو ... ں
... پر لازم کیا ہے اور
... میں ہوا کرتی ہے
... ج اہل عاجیت کیا کرتے
... اور کفارہ ...
... کفارہ گناہوں کے دور کرنے کے لئے
... کنے کے لئے جو مکاتی کے دل میں پیدا
... ہونا سو اس کی تو
... ہے اور یہ ان دونوں میں
... ت ... طاقت ور ...
... عقد
... اپنی شہیتوں
... ن کے ... مند
... ل سو کہا جائے لیکن اسکا
... کا ظاہر اور ...
... ا کا کہنا
... ما ... ایدت

صسكيبا وصيامهم شهرين متتابعين لان
متعذر الكفارة ان يكون بين تكفيره
ما يكفره عن الاقتحام في
ان يلزمه ذلك ولا يعذر
طاعة متتابعة تجب على النفس
صفة كونها بان مال يشتري به اوصى
رقبة مقامة جبر وعظمت مصيبته
قال الله تعالى للذين يؤلون من
تربص اربعة اشهر الآية
اعلم ان اهل الجاهلية كانوا يطلقون
ان لا يطأ زوجها بل ادمة طويلة
وفي ذلك جور وضرر فقضى الله تعالى
بتربص اربعة اشهر فان فاء وراجع
[illegible]
حتى دخيل يوقف [illegible]
[illegible] بالمعروف وقيل يجبر
[illegible] بالسيف فيه هذه
[illegible]
[illegible]
[illegible]
به من نصف والنصف يعدل
كفارة قال الله تعالى والذين يرمون
ازواجهم ولم يكن لهم شهداء الا
واستفاض حديث عويمر العجلاني
هلال بن امية
اعلم ان اهل الجاهلية كانوا
قذف الرجل امراته وكان بينهما في ذلك
مشاقة ورجعوا الى الكهان كما كان في قصة

ميه بدنة وليس مما يجب
من الايمان المؤكدة وجب
تذكره المرأة تصديق
الايمان، وجرت السنة ان لا تعود
بتوافقان ولا يتوادان غالبا. والنكاح
متازبه من سائر الحيوان وهو

[illegible] کا بیان

[illegible] عورت [illegible] ضرور تدبیر جانور
[illegible] ہے جو [illegible]
[illegible] مصالح ہیں، ازاں جملہ مرد کے پانی سے رحم عورت کے
پاک و صاف ہونے کی معرفت ہے تاکہ نسبوں میں اختلاط نہ ہو
[illegible] کو نسب ایسی چیز ہے جس کی لوگوں کو خواہش ہوتی
[illegible] انسان تمام
[illegible] کی مصلحت
[illegible] عقل
[illegible] کا ہو سکے اور

ولاينفذ الا بامضاء جديد ولولا ذلك لكان
كان ينبغي ان يقضي بانقضاء
يفذ في الساعة، ومنها ان مصالح النكاح
تتحقق بوطئا انفسهما على دوامه
هذا التعقيد ظهر بنا
يوجد نذ نظام
تحقيق صورة الزامة
اقرب من مدة متحد
الواحد، او عدة المطلقة
هي الرجعي، وقيل هي الجنين على
فالسنة فيه ان
كما ذكرنا فجعل تكرارها
لزمة ليترتب المترتب، وهو
الله عليه وسلم في صفة الطلاق
ثلاث الجمعة الى الصواب الطلاق
على
حين
هو
ما
الى
تحقق
ان
الا
تين اربعة اشهر وعشر، وهذا
الحرار في
حول
ان
لسنة
الى

کو اپنے رکھنے کی وجہ سے کسی قدر
طلاق، دی ہوئی عورت کی مدت تین
قروء سے اطہار مراد ہیں اور بعض کے
تین اربعة اشهر وعشر، وهذا
او جیسے اور اس کی گئی

كانوا لزينة لان الزينة مشهورة
من لك نه من شيعانها في مثل هذه
الحال مفسدة وخطيئة. وايضا كان
نصيب نقلة سعته وان يحد عليه
من خمس وثلاثين تعطيل معنى
بطرها عليه في هذا له تؤ مرا مطلقة
بذلك لا يريد بحثا الى ان تتزين لزوجها
ويحرها فيها ويكون ذلك معوضة
جميع ما افترن من شهرها، ولذلك
اختلف العلماء في المطلقة ثلاثا على
تتزين ام لا، فمن ذهب الى الحكمة
ومن ذهب الى عموم لفظ المطلقة
[illegible]
[illegible]
[illegible]

لایعرف باطن امرها ولا یعرف مکایدها کما یعرف هو فوجب ان یجعل عدتها امرا ظاهرا یتساوی فی تحقیقه القریب والبعید ویحقق بالحیض لانه لا یمتد الیه الظهر غالبا ودائما، قال صلی اللہ علیه وسلم لا توطأ حامل حتی تضع ولا غیر ذات حمل حتی تحیض حیضة، وقال صلی اللہ علیه وسلم کیف یستخدمه وهو لا یحل له کیف یورثه وهو لا یحل له؟

اقول السر فی الاستبراء معرفة براءة الرحم وان لا تختلط الانساب فاذا کانت حاملا فقد دلت التجربة علی ان الولد فی هذه الصورة یأخذ شبهین شبهة من خلق من مائه، وشبهة من جامع فی ایام حملها، بین ذلک اثر عمر رضی اللہ عنه وهو بناء قوله صلی اللہ علیه وسلم لا یحل لامرئ یؤمن باللہ والیوم الآخر ان یسقی ماءه زرع غیره، وقوله صلی اللہ علیه وسلم کیف یستخدمه الخ معناه ان الولد الحاصل بعد جماع الحبلی فیه شبهان لکل شبه حکم بنا نقض حکم الشبه الاخر فشبه الاول یجعل الولد عبدا، وشبه الثانی یجعله ابنا، وحکم الاول الرق ووجوب الخدمة علیه للمولاه وحکم الثانی الحریة واستحقاق المیراث فاذا کان الجماع سببا لثبوت احکام الشرع فی الولد صار کانه منه، واللہ اعلم.

اس کے باطن کا حال اور اس کا فریب نہیں پہچان سکتا جس طرح خاوند پہچان سکتا ہے اس واسطے ضروری ہوا کہ اس کی عدت ایسا ظاہری امر مقرر کیا جائے جس کے معلوم کرنے میں سب قریب و بعید برابر ہوں اور حیض کو بھی وہ ثابت کر دے کیونکہ غالبًا یا دائمًا ظہر اس قدر بڑا نہیں ہوتا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حاملہ عورت سے جماع نہ کیا جائے یہانتک کہ بچہ ہو جائے اور نہ غیر حاملہ سے جماع کیا جائے یہانتک کہ اس کو حیض آجائے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حالانکہ وہ حاملہ عورت اس کے لئے حلال نہیں ہے پھر کس طرح وہ اس سے خدمت لیتا ہے یا کس طرح اسکو وارث بنا سکتا ہے جبکہ وہ اس کے لئے حلال نہیں ہے:

میں کہتا ہوں استبراء کے اندر یہ راز ہے کہ اس سے رحم کا پاک ہونا معلوم ہو جائے اور انساب میں اختلاط نہ ہونے پائے پس جب عورت حاملہ ہو تو تجربہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایسی صورت میں بچہ کے اندر دو مشابہتیں ہوتی ہیں ایک تو اس شخص کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے جس کے نطفہ سے وہ بچہ پیدا ہوا ہے اور دوسری اس کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے جس نے ایام حمل میں اسکی ماں سے جماع کیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے یہ بات معلوم ہوتی اور یہی بات نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے سمجھی جاتی ہے جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے یہ حلال نہیں کہ اپنے پانی سے کسی اور کی کھیتی کو سیراب کرے" اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قول: "کیف یستخدمه الخ" تو اس کے یہ معنی ہیں کہ حاملہ کے ساتھ جماع کرنے کے بعد جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس میں دو شخصوں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے اور ہر مشابہت کا حکم دوسری مشابہت کے خلاف ہوتا ہے پس پہلے شخص کی مشابہت بچہ کو غلام بناتی ہے اور دوسرے کی مشابہت چاہتی ہے کہ وہ اس کا بیٹا ہو، اور پہلی مشابہت کا حکم غلام ہونا اور مولیٰ کی خدمت کا اس پر واجب ہونا ہے اور دوسری مشابہت کا حکم حریت اور میراث کا مستحق ہونا ہے، پس چونکہ بچہ کے اندر جماع کے سبب سے احکام شرعیہ کا التباس لازم آتا ہے اس [illegible] کی گئی، واللہ علم.

تربیۃ الاولاد والمماليك

اعلم ان النسب احد الامور التي جبل
على محافظتها البشر فلن ترى انسانا في
اقليم من الاقاليم الصالحة لنشوء الناس
الا وهو يحب ان ينسب الى ابيه وجده و
يكره ان يقدح في نسبته اليهما القادح لا
لعارض من دناءة النسب او غرض من
دفع ضرر او جلب نفع ونحو ذلك ويجب
ايضا ان يكون له اولاد ينسبون اليه و
يقومون بعده مقامه فربما اجتهدوا و
اشد الاجتهاد وبذلوا طاقتهم في طلب الولد
كما اتفق طوائف الناس على هذه الخصلة
الا لمعنى من جبلتهم وصنع شرائع الله في
ابقاء هذه المقاصد التي تجري مجرى الجبلة
وتجري فيها المناقشة والمشاحة كالاستيفاء
لكل ذي حق حقه منها والمطالبة
فيها، فلذلك وجب ان يبحث الشارع عن
النسب، قال صلى الله عليه وسلم الولد
فراش وللعاهر الحجر، وبين محمد
الرحيم وقبل الخبيثة

اول كان اهل الجاهلية يستحسنون
الولد ويودون كثرة التصرف فيه
الدرع ذلك بيت بعض ذلك ما كنت
رضي الله عنها بعد، فنسخ صلى الله
عليه وسلم من هذا الباب وغيره
ما ظاهر، وذلك لان من المصالح الكبرى
التي لا يمكن بقاء بني نوع الانسان الا
بها اختصاص الرجل بامرأته حتى لا يشاركه

اولاد اور غلاموں کی پرورش کا بیان

واضح ہو کہ نسب ان امور کے ہے جن کی محافظت کرنے پر
سرشت بنی داخل ہے پس تم ملکوں میں سے کسی ملک کے شہر
بہاں لوگ پیدا ہوتے ہیں تم کسی انسان کو بھی نہ دیکھو گے مگر وہ
اپنے باپ دادا کی طرف منسوب ہونا محبوب رکھے گا اور وہ اس بات کو
ناپسند کرے گا کہ ان کی طرف اس کو منسوب کرنے میں کوئی عیب لگا
یا اس کے ہاں نسب کی رذالت یا ضرر کے دفع کرنے کی غرض سے یا
نفع و فائدہ حاصل کرنے کی غرض سے کچھ ہو یہ بات ہے اور ہر
شخص یہ بھی چاہتا ہے کہ اس کے اولاد ہو جو اس کی طرف منسوب
ہو اور اس کے بعد اس کے قائم مقام ہو پس بسا اوقات اولاد
کے طلب کرنے میں لوگ بڑی کوشش کرتے ہیں اور اپنی تمام طاقت
خرچ کرتے ہیں [illegible] لوگوں کا اتفاق اس خصلت پر انکی جبلت
کے سبب سے ہے اور احکام الٰہی کی بنیاد ان مقاصد کے باقی رکھنے پر
ہے جو لوگوں کی جبلت میں داخل ہیں اور جن کے اندر نزاع اور
حرص پیدا ہوتا ہے اور ان مقاصد سے ہر صاحب حق کو اس
کا حق دلانا ہے اور ان مقاصد میں باہم ظلم کرنے سے منع
ثابت کرے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا [illegible]
کے لئے ہے اور زانی کے لئے پتھر ہے پس جو [illegible]
[illegible]
[illegible]
[

باب الانسان حرام على الموطوءة من آبائه وأبنائه ومن
مقتضى ذلك ان يخيب من عصى هذه
السنة الراشدة ويفتقد الولد من غير
اختصاص اذا علما لا نفقة له ان دعا وابا من
وزجرا ان يقصد مثل ذلك، والى
هذا الاشارة في قوله عليه السلام
للعاهر الحجر اريد معنى الخيبة كما
يقال بيده التراب وبيده الحجر، و
ايضا فاذا تزاحمت الحقوق واداء كل
لنفسه وجب ان يرجح من يتمسك
بالحجة الظاهرة المسموعة عند جميع
الناس والذي يتمسك بما يزيد الرتبة
عليه ويفتح باب ضرب المثل، ان
يعترف فيه بانه عصى الله وكان
مع ذلك امرا خفيا لا يعلم الا من
جهة قوله فمن حق ذلك ان يهجر،
ويجتنب، وقد اعتبر النبي صلى الله
عليه وسلم مثل هذا المعنى حيث قال
في قصة اللعان ان كذبت عليه فهو بما
لك والبعد الا شارة في قوله: للعاهر
الحجر ان اريد معنى الرجم بالحجارة
قال صلى الله عليه وسلم من ادعى الى
غير ابيه وهو يعلم انه غير ابيه
فالجنة عليه حرام.

اقول من الناس من يقصد
مقاصد دنيئة فيرغب عن ابيه و
ينتسب الى غيره وهو ظلم وعقوق
لانه تخييب ابيه فانه طلب بقاء
نسبه المنسوب اليه المنفرد بذلك

ایک عورت پر کئی مردوں کے جمع ہونے کا باب بالکل بند ہو جائے
اور یہ اس کا یہ مقتضی ہے کہ جو شخص اس سنت راشدہ کی نافرمانی کرے
اور بغیر اس خصوصیت کے اولاد حاصل کرنا چاہے اس کو محروم کیا
جائے تاکہ اس کی ذلت ہو اور اس کا کوئی اختیار نہ رہے اور آئندہ
کبھی ایسا قصد نہ کرے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں کہ
زانی کے لئے پتھر ہے" اسی طرف اشارہ ہے اگر پتھر سے نقصان مراد
لیا جائے جیسا کہ بولا کرتے ہیں کہ اس شخص کے ہاتھ میں خاک ہے
اور اس کے ہاتھ میں پتھر ہے، اور نیز جب حقوق متزاحم ہوں اور ہر
ایک شخص اپنے لئے اس کے حقدار ہونے کا دعویٰ کرے تو عزت دی ہے
کہ اس شخص کو ترجیح دیجائے جو ایسی حجت ظاہرہ پیش کرے جو
تمام لوگوں کے نزدیک قابل سماعت ہو اور جس کے پاس ایسی
حجت ہو جو اس پر ملامت زیادہ کرے اور اس کے سبب سے
کے ماریہ کا دروازہ مفتوح ہوتا ہو وہ اس بات کا اقرار کرے
اس نے خدا کی نافرمانی کی ہے اور باوجود اس کے وہ ایسا پوشیدہ امر ہو
صرف اس کے اقرار کرنے سے معلوم ہو" ہو تو اس صورت میں مناسب
یہ ہے کہ اس شخص پر تہدید و توبیخ ہونی چاہیئے، اور نبی صلے اللہ علیہ
وسلم نے ایسے ہی معنی کا اعتبار فرما کر لعان کے قصہ میں فرمایا ہے:
اگر تو اس پر تہمت لگاتا ہے تو مہر کا میری طرف کوئی تجھ کو بہت
دور ہے" اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں کہ زانی کے
لئے پتھر ہے" اسی کی طرف اشارہ ہے اگر پتھر سے سنگسار کرنا مراد
لیا جائے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو شخص اپنے باپ
کے سوا کسی اور کی طرف نسبت کرے اور وہ یہ بات
جانتا ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو ایسے شخص پر جنت
حرام ہے"

میں کہتا ہوں بعض لوگ گھٹیا مقاصد کی وجہ سے اپنے
باپ سے اعراض کر کے دوسرے شخص کی طرف اپنی نسبت کرتے
ہیں اور یہ بڑا ظلم اور نافرمانی ہے کیونکہ اس میں اپنے باپ کی
محبت کو قطع کرنا ہے سوا سبب کے [illegible] کی غرض
[illegible] جاتا ہے

وتترك شكر نعمته واساءة معه، وايضا
فان المصيرة والمعاونة لابد منها فى
نظام الحى والمدينة، ولو فتح باب
الانتفاء من الاب لاهملت هذه المصلحة
ولاختلطت انساب القبائل. وقال
صلى الله عليه وسلم ايما امرأة ادخلت
على قوم من ليس منهم فليست من
الله فى شئ ولن يدخلها الله الجنة وايما
رجل جحد ولده وهو ينظر اليه احتجب
الله منه وفضحه على رؤوس الخلائق
اقول ما كانت المرأة مؤتمنة فى
العدة ونحوها مما مر مخافة ان لا تلبس
عليهم انسابهم وجب ان تؤدب على
ذلك وانما عوتبت على هذا الا نسئة
سعى فى ابطال مصلحة العالم وما فى
جبلة النوع وذلك جالب بغض
لملأ الاعلى حيث امروا بالسعى لاصلاح
النوع، وايضا ففى ذلك تخليب لوالده
وتضييق وحمل لقلب الولد على حزن
والرجل اذا انكر ولده فقد عرضه
للذل الدائم والعار الباقى
حيث نسب له واضاع نسبته حيث
لا منفوق عليه، وهو نسبه قتل لاولاد
من وجه، وعرضه والدته للذل الدائم
والعار الباقى طول الدهور۔

العقيقة

وعلى ان العرب كانوا يعقون
عن اولادهم وكانت العقيقة اما

اور اس میں ماپ کی نعمت کی ناشکری ہے یہ سب ساتھ رہنے کی
ہے اور غیر باپ کی نصرت اور اعانت شہر اور قبیلے کے نظام کے لئے
ضروری چیز ہے اور اگر باپ سے نسبت کی نفی کا دروازہ
کر دیا جائے تو یہ مصلحت سرے سے ہی ہو جائے اور تمام قبیلے
خلط ملط ہو جائیں۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس عورت
نے کسی قوم میں اس شخص کو ملایا کہ وہ اس میں نہیں ہے تو خدا
تعالیٰ کے ہاں اس کا کچھ حصہ نہیں اور نہ کبھی خدا تعالیٰ اس کو
جنت میں داخل کرے گا اور جو شخص اپنے بیٹے سے انکار کرے
حالانکہ وہ اس کی طرف دیکھ رہا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو خدا تعالیٰ
اپنے دیدار سے محروم کرے گا اور تمام مخلوق کے سامنے رسوا
کو رسوا کریگا"

میں کہتا ہوں حیلہ عورت عدت وغیرہ میں جس کی وجہ سے
یہ حکم تھا کہ انساب کو محفوظ کیا جائے تو یہ بات ضروری ہوئی
کہ اس کو اس امر میں ڈرایا جائے اور اس کو اس امر میں
عذاب کی وجہ سے ڈرایا گیا کہ اس فعل میں مصلحت عالم سے مزاحمت
کوشش اور جبلت نوع کے ساتھ مناقضت ہے اور یہ ملاء اعلیٰ کے بغض کو جذب
کیونکہ وہ اصلاح نوع کی دعا کرنے پر مامور ہیں اور اسکے علاوہ اس میں
کے لڑکے کی بے مرادی اور تنگی ہے اور دوسروں پر اپنی اولاد کا
بوجھ ڈالنا ہے، اور جب کوئی شخص اپنی اولاد کا انکار کرتا ہے تو
ہمیشہ کے لیے ان کو ذلیل کرتا ہے اور بے اصل نسب میں گرفتار کرتا ہے
کیونکہ اس نے اس کا نسب نہیں رکھا اور اس کو ایسے نسب کو ضائع کیا
کیونکہ کوئی اس پر خرچ کرنے والا نہیں رہا اور یہ فعل ایسا خرچ
سے بچا کے قتل کر دینے کے مشابہ ہے اور اس کی ماں کو بھی
ہمیشہ کی ذلت اور ایسی عار میں ڈالنا جو ہمیشہ قائم رہنے والی ہے:

عقیقہ کا بیان

واضح ہو کہ عرب اپنی اولاد کا عقیقہ کرتے تھے
اور ان کے نزدیک عقیقہ کے امر ہونے میں

ان ما عندهم سنة مؤكدة وكان
فيها مصالح كثيرة راجعة الى المصلحة
المنزلية والمدنية والنفسية فابقاها
النبي صلى الله عليه وسلم وعمل بها
ورغب الناس فيها. فمن تلك المصالح
التلطف باشاعة نسب الولد اذ لابد
من اشاعته لئلا يقال فيه مالا يحبه
ولا يحسن ان يدور في السمك فينادى
انه ولد زنى ولد فتعين التلطف بمثل
ذلك، ومنها اتباع داعية السخاوة
وعصيان داعية الشح، ومنها ان القصاي
كان اذا ولد لاحدهم ولد صبغوه بماء اصفر
يسمونه المعمودية وكانوا يقولون
بصير ولده نصرانيا، وفي مشاكلة
هذا الاسم نزل قول تعالى صبغة
الله ومن احسن من الله صبغة،
فاستحب ان يكون ذا حنيفيتين تعلن
بالماء تعلمهم ذلك فيشعر بكون الولد
حنيفيا فابقا لملة ابراهيم اسماعيل
عليهما السلام، واشهارا لنحل المحتفنة
بها المتوارثة في ذريتهما وتحول
عليه السلام من الاجماع فيه
لديه، ثم نعمة الله عليه ان ولده
ذبح عظيم، وشهر شرائعهما
حج الذي فيه الحلق والذبح فيكون
لتشبيه بهما في هذا تنويها بالملة
حنيفية وندب ان الولد قد يفعل به
ليكون من اعمال هذه الملة، ومنها
ان هذا الفعل في ابتداء ولادته يحبل

سنت مؤکدہ تھا اور اس میں بہت سی مصلحتیں تھیں جنکا رجوع
مصلحت منزلیہ اور مدنیہ اور نفسیہ کی طرف تھا پس نبی صلے اللہ علیہ
وسلم نے اس دستور کو باقی رکھا اور خود اس پر عمل کیا اور لوگوں
کو اس کی رغبت دلائی۔ پس منجملہ مصلحتوں کے ایک یہ ہے کہ عقیقہ
میں نہایت خوبی کے ساتھ اولاد کے نسب کی اشاعت ہے کیونکہ
اشاعت نسب ایک ضروری امر ہے تاکہ کوئی شخص اسکے حق میں کوئی
ناپسندیدہ بات نہ کہہ سکے اور یہ بات نامناسب تھی کہ اس کا باپ گلیوں
پکارتا پھرے کہ میرے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے پس اشاعت کے لئے یہی
طریقہ بہت مناسب ہوا

اور ازاں جملہ عقیقہ کے نذر سخاوت کے معنی کا اتباع اور
بخل کی صفت کی نافرمانی کرنا پایا جاتا ہے اور ازاں جملہ یہ ہے
کہ جاہلیت کے ہاں جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو اس کو زرد پانی کو
رنگا کرتے تھے اور اس کا نام معمودیہ رکھتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ
اس سے وہ بچہ نصرانی ہو جاتا ہے اور اس مشاکلت میں
اللہ تعالیٰ کا یہ قول نازل ہوا صبغۃ اللہ ومن احسن من
اللہ صبغۃ۔ پس مستحب ہوا کہ اہل اسلام کے لئے بھی ان کے اس
فعل کے مقابلہ میں کوئی ایسا فعل پایا جائے جس سے لڑکے کا
اسلامی اور ملت ابراہیمی پر ہونا معلوم
ہو جائے اور جس قدر افعال حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل
علیہما السلام کے ساتھ خاص تھے ان کو اس کے بعد آنے والوں
میں سے ہر ایک
ایک بڑی فرضی چیز ہے
حج ہے جس کے اندر سر منڈانا اور ذبح کرنا پایا جاتا ہے پس ان امور
میں ان کے ساتھ مشابہت
اس فعل کی تعظیم کرنا اور
اس بات پر آگاہ کرنا ہے کہ اس فرزند کے ساتھ ایسا برتاؤ
کیا گیا ہے جو اس ملت کے اعمال میں سے ہے،

اور ازاں جملہ یہ ہے کہ ابتداء ولادت میں اس فعل
کے کرنے سے اس سے حیا

لیه انه بذل ولده فی سبیل الله کما نحر ابراهیم علیه السلام وفی ذلك تحریك سلسلة الاحسان والانقیاد کما دکرنا فی السعی بین الصفا والمروة، قال صلی الله علیه وسلم مع الغلام عقیقة فاهریقوا عنه دما وامیطوا عنه الاذی، وقال صلی الله علیه وسلم الغلام مرتهن بعقیقته یذبح عنه یوم السابع ویسمی ویحلق ؛

اقول اما سبب الامر بالعقیقة فقد ذکرنا، واما تخصیص الیوم السابع فلانه لا بد من مضی زمن بین الولادة والعقیقة فاذا تصور مشغولون باصلاح الولادة فلو نیط بهم امر فلا یکلفون حینئذ بل یضاعف شغلهم ایضا فرب انسان لا یجد شاة الا بسعی، فلو جعل کونها فی اول یوم لضاق امر السبعة ایام مدة صالحة للفصل، ولا یعتد بما قبل الکبیر، واما مائة الاذی فللمسنبة والحاجة، وقد ذکرنا، واما التسمیة فلان الطفل قبل ذلك لا یحتاج ان یسمی، وعق رسول الله صلی الله علیه وسلم عن الحسن بشاة، وقال بان دمها حقی راسه وتصدقی بوزن شعره فضة ؛

اقول السبب فی تعلق التصدق بالفضة ان الولد لما انتقل من الحبسة الی الطفلیة کان ذلك نعمة یجب شکرها واحسن ما یقع به الشکر ما یؤذن انه عوضه فلما کان شعر الجنین اذیة للنساة

کہ اس شخص نے اپنے فرزند کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیدیا ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا، اور اس میں سلسلہ احسان اور فرمانبرداری کو حرکت دینا ہے جیسا کہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے میں ہم نے بیان کیا ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے پس اس کی طرف سے خون بہاؤ، اور اس کے بال دور کرو" اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لڑکا اپنے عقیقہ کے عوض میں رہن ہوتا ہے ساتویں روز اسکی طرف سے قربانی کیجائے اور اس کا نام رکھا جائے اور اس کا سر منڈایا جائے"

میں کہتا ہوں عقیقہ کے حکم دینے کی وجہ وہی ہے جو ہم ذکر کر چکے ہیں لیکن ساتویں دن کی تخصیص تو اس کی وجہ یہ ہے کہ پیدائش اور عقیقہ میں کسی قدر فاصلہ ہونا ضروری ہے کیونکہ گھر کے تمام آدمی فرزند اور اس کی ماں کی خبر گیری میں اور اول مصروف رہتے ہیں پس ایسے وقت میں ان کو عقیقہ کا حکم دیکر ان کے شغل کو اور زیادہ نہیں کرنا چاہئے اور پھر بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کو بہت کوشش سے بکری دستیاب ہوتی ہے پس اگر عقیقہ پہلے ہی دن مسنون ہوتا تو لوگوں کو دقت ہوتی اور سات روز کا فاصلہ ایک کافی اور معتد بہ مدت ہے جو زیادہ بھی نہیں ہے، لیکن سر منڈانا سو وہ حجامت کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے کی وجہ سے ہے اور اس کو ہم بیان کر چکے ہیں اور نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کو بچے کے نام رکھنے کی حاجت نہیں ہے اور رسول اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن کی طرف سے ایک بکری عقیقہ میں ذبح کی اور فرمایا "اے فاطمہ ان کے سر کو منڈوا دو اور ان کے بالوں کے ہموزن چاندی خیرات کر دو"

میں کہتا ہوں چاندی خیرات کرنے کا سبب یہ ہے کہ بچہ کا جنین کی حالت سے منتقل ہو کر طفلیت کی حالت میں آنا خدا تعالیٰ کی نعمت ہے جس پر شکر واجب ہے اور شکر ادا کرنے میں بہتر چیز وہ ہے جس سے عوض میں ہونا سمجھا جائے پس جبکہ لڑکے کے بال حالت جنینیت کی نشانی ہے اور

الحنفية وان المته امارة للاستقلال بالنشاة الطفلية وجب ان يؤمر بوزن لشعر فضة، واما تخصيص الفضة فلان الذهب اغلى ولا يجد الاغنى وسائر المتاع ليس له بال بزنة شعر مولود، واذن رسول الله صلى الله عليه وسلم في اذن الحسن ابن علي حين ولدته امه بالصلاة ؛

اقول السر في ذلك ما ذكرنا في حقيقة من المصلحة الملية فان الاذان من شعائر الاسلام، واعلام الدين المحمدي، ثم لابد من تخصيص مولود بذلك الاذان ولا يكون الا ان يصوت به في اذنه، وايضا فقد علمت من خاصية الاذان ان يفر منه الشيطان فالشيطان يؤذي المولود في اول نشاته فورده في الحديث ان استهلاله لذلك صلى الله عليه وسلم عن الغلام شاة والجارية شاة ؛

اقول يستحب لمن وجد الشاتين ينسك بهما عن الغلام وذلك لما هما ان الذكران انفع لهم من الاناث فسب زيادة الشكر وزيادة النلويه قال صلى الله عليه وسلم احب الاسماء الى الله عبد الله وعبد الرحمن ؛

اعلم ان اعظم المقاصد الشرعية يدخل ذكر الله في تضاعيف ارتفاقاته الدنيوية ليكون كل ذلك السنة تذكر الحق وفي تسمية المولود بذلك اشعار

ان کا مولود نہ حالت طفلیت میں مستقلال پانے کی علامت ہے تو ضروری ہوا کہ بالوں کی چاندی کے ساتھ وزن کرنے کا حکم دیا جائے اور چاندی کو اس وجہ سے خاص کیا کہ سونا گراں ہوتا ہے اور دولتمند کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتا اور چاندی کے علاوہ باقی چیزیں ایسی نہیں ہیں جن سے بچہ کے بالوں کو وزن کیا جا سکے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن ابن علی کے کان میں جب حضرت فاطمہ نے ان کو جنا تھا اذان پڑھی تھی،

میں کہتا ہوں اس میں وہی راز ہے جو ہم نے عقیقہ میں مصلحت ملیہ ذکر کی ہے کیونکہ اذان شعائر اسلام اور دین محمدی کی علامات میں سے ہے پھر اس اذان کے ساتھ مولود کو مخصوص کرنا چاہیے اور یہ خصوصیت اس کے بغیر نہیں ہو سکتی، اذان اس کے کان میں پڑنی چاہیے، اور تم جان چکے ہو کہ اذان میں خاصیت ہے کہ شیطان اس سے بھاگتا ہے، شیطان ابتدا ولادت میں بچے کو ایذا دیتا ہے اسی کی طرف حدیث میں آیا ہے کہ مولود کا چلانا اسی سبب سے ہوتا ہے

[illegible] جو بکریاں [illegible] کے لئے [illegible] کیونکہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سبب [illegible] کے زیادہ ناج [illegible] زیادہ مناسب ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نام عبد اللہ اور عبد الرحمن ہیں

[illegible] کہ مقاصد [illegible] سے ہے کہ ذکر اللہ [illegible] کرنا [illegible] کہ ہر [illegible] کے ساتھ [illegible]

بالتوحید، وایضا فکان العرب وغیرھم یسمون الاولاد بمن یعبدونہ، ولما بعث النبی صلے اللہ علیہ وسلم مقیما لمراسم التوحید وجب ان یسن فی التسمیۃ ایضا مثل ذلک، وانما کان ھذان الاسمان احب من سائرھا ایضا فی العبد الی اسم من اسماء اللہ تعالی لانھما اشھر الاسماء ولا یطلقان علی غیرہ تعالی بخلاف غیرھما، وانت تستطیع ان تعلم من ھذا سر استحباب تسمیۃ المولود بمحمد واحمد، فان عوائف الناس الزموا بتسمیۃ اولادھم باسماء اسلافھم المعظمین عندھم وکاد یکون ذلک تنویھا بالدین وبمنزلۃ الاقرار بانہ من اھلہ، وقال صلے اللہ علیہ وسلم اخنی الاسماء یوم القیامۃ عند اللہ رجل یسمی ملک الاملاک۔

اقول السبب فیہ ان اصل اصول الدین ھو تعظیم اللہ وان لا یسوی بہ غیرہ وتعظیم الشئ مساوق لتعظیم اسمہ، ولذلک وجب ان لا یسمی باسمہ لا سیما ھذا الاسم الدال علی اعظم التعظیم، قال اللہ تعالی والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین الآیۃ۔

اقول لما توجھت ارادۃ اللہ تعالی الی ابقاء نوع الانسان بالتناسل وجری ذلک قھاؤہ وکان الولد لا یحبش فی انعادۃ الا بتعاون من ابوی

عرب وغیرہ اپنی اولاد کا نام اپنے معبودوں کے نام پر رکھتے تھے جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم توحید کے قائم کرنے کے لئے مبعوث کیے گئے تھے اسواسطے یہ بات واجب ہوئی کہ نام رکھنے میں بھی یہ مثل دستور جاری کیا جائے اور یہی دونوں نام ان تمام ناموں میں جن میں لفظ عبد کسی اسم الٰہی کی طرف مضاف ہوتا ہے اس لئے محبوب ہیں کہ یہ دونوں نام خدا تعالیٰ کے ناموں میں سب سے مشہور ہیں اور یہ دونوں نام سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی پر نہیں بولے جاتے بخلاف اور ناموں کے، اور ہمارے اس بیان سے تم لڑکے کا نام محمد اور احمد رکھنے کے استحباب کی حکمت کو سمجھ کر سکتے ہو کیونکہ تمام لوگ اس بات کی بڑی حرص رکھتے ہیں کہ اپنی اولاد کا نام اپنے بزرگوں کے نام پر رکھیں اور یہ دین پر آگاہ کرنا اور گویا اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ وہ بھی دین میں داخل ہے،

اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین نام کا وہ شخص ہوگا جس کا نام شہنشاہ ہو"

میں کہتا ہوں اس کا سبب یہ ہے کہ اصول دین کی اصل تعظیم الٰہی ہے اور یہ ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو برابر نہ کیا جائے اور کسی شئ کی تعظیم کرنا اس کے نام کی تعظیم کرنے کے برابر ہے اس واسطے واجب ہوا کہ خدا کے نام پر کسی کا نام نہ رکھا جائے خاصکر یہ نام جو بڑی تعظیم اور عظمت پر دلالت کرتا ہے،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دو برس دودھ پلائیں"

میں کہتا ہوں جب خدا تعالیٰ کا ارادہ تناسل کے ذریعہ نوع انسان کے باقی رکھنے کی طرف متوجہ ہوا اور اس کا حکم بقاء کے اندر جاری ہوا، اور بمقتضیٰ عادۃ جب تک اس کے ماں باپ اس کی زندگی کے اسباب میں مدد نہ کریں زندہ نہیں رہ سکتا

والولدة فی اسباب حیاته وذلك امر
جبلی خلق الناس علیه بحیث یکون
عصیانه و مخالفته تغییر لخلق الله و
سعیا فی نقض ما اوجبته الحکمة الالهیة
وجب ان یبحث الشرع عن ذلك و
یراعیهما ما یتیسر و یتأتی منهما
المتیسر من الوالدة ان تتوضح و
حضن فیجب علیها ذلك والمتیسر
ن الوالد ان ینفق علیه من طول و یتفق
یها لانه حبسها عن المکاسب شغلها
حضانة ولده ومعاناة التعب فیها
ن العدل ان تکون کفایتها علیه، و
ا کان من الناس من یستعجل لفظة
بما یکون ذلك ضارا بالولد حد الله
حد تغلب السلامة عنده و هو
ولان کاملان، ورخص فیما دون
لك بشرط تشاور منهما اذ کثیرا ما یکون
ولد بحیث یقدر علی التغذی قبلها
نه یحتاج الی اجتهاد وتحرر وهما ارفق
اس به واعلمهم بسر بر ته، ثم حرم
ضارة من الجانبین لانه تضییع
عنی الی نقصان التعاون فان احتاجوا
الاسترضاع لضعف الوالدة او مرضها
تکرن قد وقعت بینهما فرقة لاتلائه
حو ذلك من الاسباب فلا جناح فیه
جب عند ذلك ابقاء الحق من الجانبین
یا یا رسول الله ما یذهب عنی مذمة
رضاع؟ قال النبی صلی الله علیه وسلم
ة عبد او امة ۔

اور یہ ایک جبلی امر ہے جو سب لوگوں کی صفت میں داخل ہو یہانتک کہ
اس کی مخالفت کرنا خدا کی خلق میں تغیر کرنا اور اس چیز کے بگاڑنے
میں کوشش کرنا ہے جس کو حکمت الٰہی نے واجب کیا ہے اسواسطے
ضروری ہوا کہ شرع اس سے بحث کرے اور ان دونوں خاوند
بیوی پر ان چیزوں کو تقسیم کرے جو ان دونوں سے بسہولت ادا
ہوسکیں پس ماں کے لئے یہ آسان ہے کہ بچہ کو دودھ پلائے اور
اس کی پرورش کرے پس اس پر یہی واجب کیا گیا اور باپ
کے لئے لڑکے پر عرف کرنا اور اس کی ماں پر صرف کرنا اور اپنی
استطاعت کے موافق کھانا کپڑا دینا آسان ہے کیونکہ خاوند نے
اس کو تمام مشغل اور مکاسب سے روک کر اپنا بچہ اس کی
پرورش میں دیا ہے اور وہ اس کی پرورش میں محنت کرتی ہے پس
انصاف اس بات کو چاہتا ہے کہ عورت کے اخراجات بھی اسی
پر ہوں اور چونکہ بعض لوگ جلدی سے دودھ چھڑا دیتے
ہیں اور کبھی اوقات اس میں بچہ کو ضرر پہنچتا ہے اسواسطے
اللہ تعالیٰ نے اس کی ایک ایسی حد مقرر کر دی جس کے بعد
دودھ چھڑانے سے بچہ غالباً صحیح وسالم رہتا ہے اور وہ
پورے دو سال ہیں اور اس سے کم میں بھی دودھ چھڑانے کی
اجازت دی ہے بشرطیکہ وہ دونوں اس میں مصلحت سمجھ کر
اس بات کو تجویز کریں کیونکہ بسا اوقات اس مدت سے پہلے بچہ
کھانے پینے کے قابل ہو جاتا ہے مگر یہ بات اجتہاد اور فکر کی
محتاج ہے اور اس امر میں ماں باپ ہی سب سے زیادہ مناسب
ہیں اور اس بچہ کی خصلت سے وہ دونوں ہی خوب
پھر خدا تعالیٰ نے جانبین سے ضرر رسانی کو بھی حرام کر
واسطے کہ اس میں وقت تھی جس سے تعاون میں نقصان
اگر ان کو ماں کے ضعف یا مرض یا باہمی جدائی اور
سے اور عورت کے دودھ پلوانے کی ضرورت پڑے تو اس میں کچھ
نہیں اور ایسے وقت میں دونوں جانب سے حق
کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ کس چیز
سے دور ہو سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا ایک غلام یا ایک

اعلم ان المرضع اذا لعب الام الحضنة
وبرها واحب بعد بر الام حتى ان النبي
صلى الله عليه وسلم بسط رداءه لمرضعة
اكراما لها، وربما لا ترضى بما يهدى اليها
وان كثر، وربما يستكثر الذي رضع اقليلا
الذي يمنحها ويكون في ذلك الاشتباه
فسئل النبي صلى الله عليه وسلم عن حد
يضربه فضرب الغرة حدا، وذلك ان
الموضع انما اثبتت حقا في ذمته لاجل
اقامة بنيته، تصييرها اياه انسانا
كاملا ولاجل حصانته ومقاساة التعب
فيه فيكون الجزاء الوفاق ان يمنحها انسانا
يكون بمنزلة جوارحه فيما يريد من ارتفاق
ويتحمل عنها مؤنة حملها وهو حدا سحيح
لاضرورى، وقالت هذان ابو صفيان
رجل شحيح لا يعطيني الا ان آخذ من ماله
بغير علمه، فقال صلى الله عليه وسلم
خذي ما يكفيك وولدك بالمعروف
اقول لما ان نفقة الولد والزوجة
ميسرة مظنة وصولها اليهم من الله سبحانه
وتعالى اليها واكى اشتراط اخذها بالمعروف
وهمل ارجوع في نفقاة مثلا ان
تعسر عنه ذلك ؛

قال صلى الله عليه وآله وسلم
من اراد ان يبارك له في ماله
ومن ان يزاد في رزقه فليصل رحمه
فانه اذا وصل رحمه زاد الله في ماله
وبارك له في رزقه وان اتقى الله
عند انسان جزاه منه الا انه اعطاه
الا انفق بالوالدين، ولا بد لي من

اور اس کا سبب یہ ہے کہ دودھ پلانے والی نے اس پر بڑا ایک حق
قائم کرایا ہے اس وجہ سے کہ اس نے اس کی بار بار کی ورزش کی
کامل انسان بنایا، اور اس کی پرورش کی اور اس میں مشقت برداشت
کی ہے، اس کی پوری جزا یہ ہے کہ دودھ پلانے والی کو اس کا
آدمی دے جو اس کے سب کاموں میں اس کے ارادہ کرنے پر
بمنزلہ اعضا رسنے والے ہو، اور یہ نے اس صورت کے ذکر
کا ارادہ کیا ہے اور یہ ایک ایسی بات ہے جس کی نظیر نہیں ملتی
صلی اللہ علیہ وسلم نے رضاعی ماں کے لئے اپنی چادر بچھا دی
تیرے کہ کبھی کبھی دستور کا ہو سکتا اس قدر سے زیادہ کر
میں کہتا ہوں کہ دودھ پلانے والی کے حق کی حفاظت کرنا کیونکہ
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے اپنی چادر بچھا دی
کی موجودگی میں اس کا نفقہ مثلاً ساقط ہو جائے
پہلے بیان ہو چکے ہیں اور یہ بیان کرنے میں کہ دودھ پلانے
ہیں کیونکہ یہ ان باتوں کا لحاظ کیا جو کہ اور سکتے ہیں

اور آگے اس کی دلیل بیان فرمائی۔

یرید المضارۃ ولا یلتفت الی المصلحۃ
فان الحسد والضرر غیر متوقع فجاءت امرأۃ، وقالت یا رسول اللہ ان ابنی ھذا
کان بطنی لہ وعاء وثدیی لہ سقاء وحجری
لہ حواء وان اباہ طلقنی واراد ان ینتزعہ
منی، قال صلے اللہ علیہ وسلم انت احق
بہ مالم تنکحی ؛

اقول وذلک لان الام اھدی للحفظ انہ
وارفق بہ فاذا نکحت کانت کالمملوکۃ
تحتہ وانما ھو اجنبی لا یحسن الیہ، و
خیر غلاما بین ابیہ وامہ وذلک اذا
کان ممیزا ؛

علم ان الانسان مدنی بالطبع
ولا یستقیم معاشہ لہ بتعاون بینھم
ولا تعاون الا بالالفۃ والرحمۃ فبینھم
الفۃ الا بالمواساۃ ومراعاۃ الخواطر
من الجانبین، ولیس التعاون علی عونۃ
واحدۃ بل لہ مراتب یختلف باختلافھا
البر والصلۃ فادناھا الارتباط الواقع
بین المسلمین، وحد رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم البر فیما بینھم بخمس
فقال حق المسلم علی المسلم خمس رد
السلام وعیادۃ المریض واتباع الجنائز
واجابۃ الدعوۃ وتشمیت العاطس
فی روایۃ ستۃ الساد سۃ اذا استنصحک
فانصح لہ، وقال صلے اللہ علیہ وسلم
طعام الواحد یکفی الاثنین وطعام
الاثنین یکفی الاربعۃ، والسر
فی ذلک ان ھذہ الخمس او الست
خفیفۃ المؤنۃ موروثۃ الالفۃ، ثم

جو حضرت کا ارادہ کرے اور مصلحت کا قصد نہ کرے کیونکہ حسد اور
ضرر رسانی اتباع کے قابل نہیں ہوتی چنانچہ ایک عورت آپ کی
خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا یہ
بیٹا میرے پیٹ میں رہا ہے اور میرے پستان کا اس نے دودھ پیا
ہے اور میری گود میں اس نے پرورش پائی ہے اور اس کے باپ نے
مجھے طلاق دیدی ہے اب وہ اس بچہ کو مجھ سے چھیننا چاہتا ہے تو
آپ نے اس سے فرمایا تو ہی اسکی مستحق ہے جبتک تو نکاح نہ کرے،

میں کہتا ہوں اس کا سبب یہ ہے کہ پرورش کے طریقے ماں
ہی خوب جانتی ہے اور اس کو بچہ پر نہایت شفقت ہوتی ہے پس جب
وہ نکاح کرلیتی ہے تو وہ دوسرے کے ہاتھ میں بمنزلہ باندی کے ہوجاتی
ہے اور وہ شخص اس بچہ کے حق میں محض اجنبی ہے اور بھلائی کرنے
کی اس سے امید نہیں، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکے کو
اختیار دیا کہ وہ خواہ باپ کے پاس رہے یا ماں کے پاس اور
یہ اس وقت ہے جبکہ وہ برا بھلا کی تمیز کرنے لگے،

واضح ہو کہ انسان مدنی الطبع پیدا کیا گیا ہے اور اسکی زندگی باہمی
تعاون کے بغیر قائم نہیں ہوسکتی اور تعاون بغیر باہمی الفت و شفقت
کے نہیں ہوسکتی اور الفت غم خواری اور رعایت خاطر داری کے بغیر
نہیں پیدا ہوتی، اور معاونت کا ایک مرتبہ مقرر نہیں بلکہ اسکے مختلف
مراتب ہیں جن کے اختلاف سے صدر رحمی اور بھلائی بھی مختلف ہوتی ہے
پس ان مراتب میں ادنیٰ مرتبہ مسلمانوں کے اندر ارتباط ہے اور رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے اندر باہم سلوک کرنے کو پانچ
چیزوں میں محدود کیا اور فرمایا کہ ہر مسلمان کو دوسرے مسلمان پر
پانچ حق ہیں، سلام کا جواب دینا، بیمار کی عیادت کرنا جنازہ
کے پیچھے چلنا، جو کوئی بلائے تو اس کو قبول کرنا اور چھینکنے والے
کو جواب دینا، اور ایک روایت میں چھ حق ہیں اور وہ یہ کہ جب
کوئی تجھ سے نصیحت طلب کرے تو اس کو نصیحت کرے اور نبی صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قید کے چھڑانے
کی کوشش کرو اور اس میں راز یہ ہے کہ ان پانچ یا چھ چیزوں میں
[illegible] کم ہے اور ان سے محبت پیدا ہوتی ہے اور

الارتباط الواقع بين اهل الحي والجيران والارحام نتناكد هذه الاشياء فيما بينهم وتتاكد للتعزية والتهنئة والزيارة والهداية، واوجب النبي صلى الله عليه وسلم امور ايتقبل ون بها شاء وابى ام لو كقوله صلى الله عليه وسلم من ملك ذا رحم محرم فهو حر وكتاب الديات، ثم الارتباط الواقع بين اهل المنزل من الزوجة وما ملكت يمينه فالزوجة قد ذكرنا البر معها، واما ملك اليمين فحث النبي صلى الله عليه وسلم بره على مرتبتين احداهما واجبة يلزمهما شاء وابى والثانية تدب اليها وحث عليها من غير ايجاب بما الاولى فقال صلى الله عليه وسلم للمملوك طعامه وكسوته ولا يكلف من العمل ما لا يطيق، وذلك انه مشغول بخدمته عن الاكتساب فوجب ان تكون كفايته عليه، وقال صلى الله عليه وسلم من قذف مملوكه وبرئ مما قال جلد يوم القيامة، وقال عليه الصلاة والسلام من جدع عبده فالعبد حر عليه

اقول وذلك ان افساد ملكه عليه مزجرة عن ان يفعل ما فعل، وقال صلى الله عليه وآله وسلم لا يجلد فوق عشر جلدات الا في حد من حدود الله

اقول وذلك سد لباب الظلم و الاسعاف في التعزير زيادة على الحد المراد النهي عن ان يجاوز في حق نفسه

سوا ارتباط کے بعد وہ ارتباط ہے جو اہل محلہ اور ہمسایہ اور اقارب کے اندر پایا جاتا ہے پس وہ ارتباط ان کے درمیان ان چیزوں سے مستحکم ہوتا ہے اور تعزیت اور تہنیت اور آمد و رفت اور ہدایا وغیرہ تحائف بھی اس کو مستحکم کرتے ہیں، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جن امور کو واجب کیا جن کے وہ پابند ہیں خواہ وہ چاہیں یا نہ چاہیں جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اپنے رحم محرم کا مالک ہو جائے تو وہ آزاد ہے"، اور جیسا کہ دیت میں ہے، اس کے بعد وہ ارتباط ہے جو گھر والوں میں پایا جاتا ہے جیسا کہ بیوی اور غلام باندی وغیرہ، لیکن بیوی کے ساتھ حسن سلوک کرنا سو ہم اس کو بیان کر چکے ہیں لیکن غلام اور باندی سو ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مرتبے مقرر فرمائے ہیں ایک واجب ہے جس کی پابندی ضرور ہے خواہ وہ چاہیں یا نہ چاہیں، اور دوسرا مستحب ہے اور اس کی ترغیب دلائی ہے واجب نہیں کیا ہے پس پہلے مرتبہ کے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "غلام کے لئے اس کا کھانا اور کپڑا ہے اور اس کی طاقت سے زیادہ، اس سے کام نہ لیا جائے"، اور اس کا کپڑا اور کھانا اس وجہ سے ہے کہ وہ مالک کی خدمت کے سبب سے اپنے لئے کسب نہیں کر سکتا اس واسطے ضروری ہوا کہ اس کی ضروریات مالک کے ذمہ ہوں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے اپنے غلام پر تہمت لگائی حالانکہ وہ اس قول سے بری ہے تو قیامت کے روز اسکے کوڑے لگائے جائیں گے"، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے غلام کے ناک یا کان کاٹے تو اس پر وہ غلام آزاد ہے:

میں کہتا ہوں اس میں یہ بات ہے کہ اس کے اوپر ملکیت جاری رہنے سے مالک کے اس فعل پر جو اس نے کیا ہے اس کو سزا دینا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دس کوڑوں سے زیادہ اس کو کوڑے نہ لگائے جائیں بجز اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد میں":

میں کہتا ہوں اس میں ظلم کا دروازہ بند کرنا اور تعزیر میں حد سے باز رکھنا ہے، حد سے زیادہ نہ ہو، یا اس سے مراد

* کہ اپنی ذات سے متعلق امر میں دس کوڑوں سے ...

اکثر من عشر جلدات کترک ما امر به و نحو ذلک، والمراد بالحد الذنب الذی عنه لحق الشرع، وهو قول القائل اصبت حدا واری ان هذا الوجه قریب فان الخلفاء لم یزالوا یعزرون اکثر من عشر فی حقوق الشرع، واما الثانیة نقول صلی اللہ علیه وسلم اذا صنع احدکم خادمه طعامه ثم جاء به وقد ولی حره ودخانه فلیقعده معه فلیاکل فان کان الطعام مشفوها قلیلا فلیضع فی یده منه اکلة او اکلتین، وقوله صلی اللہ علیه وسلم من ضرب غلاما له حدا لم یاته او لطمه فان کفارته ان یعتقه، وقوله صلی اللہ علیه وسلم اذا ضرب احدکم خادمه فذکر اسم اللہ فلیمسک، قال صلی اللہ علیه وسلم من اعتق رقبة مسلمة اعتق اللہ بکل عضو منها عضوا منه من النار

اقول، لعتق فیه جمع شمل المسلمین وفک عانیهم فجوزی بجزاء وفاقا قال صلی اللہ علیه وسلم من اعتق شقصا فی عبد اعتق کله ان کان له مال

اقول سببه ما وقع التصریح به فی نفس الحدیث حیث قال علیه السلام لیس للہ شریک یرید ان العتق جعل للہ وللیس من الادب ان یبقی محله لاحد، قال صلی اللہ علیه وسلم من ملک ذا رحم محرم فهو حر

اقول السبب فیه صلة الرحم

زیادہ سزا دینے سے منع فرمایا ہے جیسا کہ اس کام کو ترک کرنا جس کا ان کو حکم کیا گیا ہے اور اسی جیسی باتیں، اور مراد حد سے وہ گناہ ہے جس کی شریعت کے حق میں ممانعت آئی ہے اور جیسا کہ کسی قائل کا یہ قول ہے کہ تو حد کو پہنچ گیا، اور یہ ہے نزدیک یہ توجیہ صواب کے قریب ہے کیونکہ خلفاء راشدین حقوق شرع کے اندر دس سے زیادہ تعزیر کیا کرتے تھے، اور دوسرا درجہ بھلائی کا وہ ہے جس کی بابت نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "جب تم میں سے کسی کا خادم کھانا پکائے پھر وہ اس کے پاس کھانا، ایسی حالت میں لائے کہ اس کو دھواں اور گرمی لگی ہے پس، سکو مناسب ہے کہ اس کو اپنے پاس بٹھالے، اور اس کے ساتھ کھانا کھائے اور اگر کھانا کم ہو تو اس میں سے ایک یا دو لقمہ اس کے ہاتھ پر رکھ دے" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اپنے غلام کو حد سے زیادہ مارے، اور اس کا مرتکب نہیں تھا یا اس کے طمانچہ لگائے تو اس کا یہ کفارہ ہے کہ اس کو آزاد کر دے" اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم میں سے کوئی شخص اپنے خادم کو مارے اور وہ خدا تعالیٰ کی یاد کرے تو وہ رک جائے" اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص کسی مسلمان باندی غلام کو آزاد کرے تو خدا تعالیٰ اس کے ہر عضو کے بدلہ میں اس کے عضو کو آزاد کر دے گا"

میں کہتا ہوں آزاد کرنے میں مسلمانوں کا اتفاق دوران قید ہونے کو قید سے چھڑانا ہے پس اس کو اس کی پوری جزا دیجائے گی نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص ایک غلام کے اندر اپنا حصہ آزاد کرے تو وہ سب آزاد ہو جائیگا اگر اسکے پاس مال ہو"

میں کہتا ہوں اس کا سبب وہی ہے جس کی نفس حدیث میں تصریح واقع ہوئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے، اس سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ مراد ہے کہ آزاد کرنا خدا تعالیٰ کے لئے ہوا ہے اور یہ خلاف ادب ہے کہ خدا کو سوا اس کے کسی اور کی بھی ملک باقی رہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص کسی ذی رحم محرم کا مالک ہو تو وہ آزاد ہے"

میں کہتا ہوں اس کا سبب صلہ رحمی ہے

فاوجب الله تعالى نوعا منها على جهة الشكر و
ام الوالد، وانما خص هذا الامر بمنزلة لتعبيد
التصرف فيه، واستخدامه بمنزلة تعبيد
جفاء عظيم، قال صلى الله عليه وسلم
اذا ولدت امة الرجل منه فهي معتقة
عن دبر منه ؛

اقول السر فيه الاحسان الى الولد
لا يملك الا خيرا به فيكون عدة عار
من هذه الجهة ، واوجب على العبد
خدمة المولى وحرم عليه الاباق، قال
صلى الله عليه وسلم اثما عبد اق فقد
برئ من
ن يوالي غير مو
حرمة حق والد
وسلم من
وبرهما ينفرد
والخدمة ان احتاجا واذا دعاه لبوا
جاب واذا امره بالخروج من معصية
ويكثرن بارا وسلم معهما
للين والا يقول
ويمشي خلفه
اذا
بالمغفرة

بعض ابواب سیاست مدن

اعلم انه يجب ان يكون في جماعة
المسلمين خليفة يصالح
يوجد
اصلاح

ہو تو خدمت کرے اور جب وہ بلائیں تو ان کو جواب دینا
چاہیے، بشرطیکہ وہ معصیت کے
قبیل سے نہ ہو، بکثرت ان کے پاس آمد و رفت رکھے اور نرم
کلامی کے ساتھ ان سے بات کرے، اور ان کے آگے نہ بیٹھے اور نام لیکر
نہ پکارے اور ان کے آگے آگے چلنے اور جو انکی برائی کرے یا تکلیف
پہنچائے تو اسکی ان کو مدافعت کرنا اور زندگی اور مرنے میں
انکی مغفرت کرنا اور انکے حق میں مغفرت کی دعا کرنا، واللہ اعلم ؛

شہروں کی سیاست سے متعلق چند ابواب

واضح ہو کہ مسلمانوں کی جماعت کے اندر جن مصالح کی وجہ
ایک خلیفہ کا ہونا ضروری ہو سکتا وہ مصالح بدون اسکے پورے نہیں ہو سکتے
ضروری مصلحتیں رہتی ہیں لیکن وہ دو قسموں میں منحصر ہیں،
ان میں سے ایک وہ مصالح ہیں جو سیاست شہر سے متعلق ہیں

من ذب الجنود التي تغزوهم وتقهرهم
وكف الظالم عن المظلوم وفصل القضاء
وغير ذلك، وقد شرحنا هذه الحاجات
من قبل، وثانيهما ما يرجع الى الملة و
ذلك ان تنويه دين الاسلام على سائر
الاديان لا يتصور الا بان يكون في المسلمين
خليفة ينكر على من خرج من الملة و
رتب ما نصت على تحريمه او ترك
ما نصت على اقتراضه استدل الانكار وبدت
من سائر الاديان ويأخذ منهم الجزية
عن يد وهم صاغرون ولا كانوا متساوين
في المرتبة لا يظهر فيهم حجات
على الاخرى ولم يكن كابح يكبحهم عن
عداوتهم، والنبي صلى الله عليه وسلم
جمع تلك الحاجات في ابواب
باب السنة لحدود وباب
القضاء وباب الجهاد، ثم وقعت
الحاجة الى ضبط كليات هذه الابواب
وترك الجزئيات التي يراى الائمة
وصيتهم بالجماعة خيرا، وذلك لوجوه
منها ان متولي الخلافة كثيرا ما يكون
جائرا ظالما يتبع هواه ولا يتبع الحق
فيفسدهم وتكون مفسدته
عند ما يرجى من مصلحته
بحماية اهل الله تابعا للحق وانه رأى
المصلحة في ذلك فلا بد من كليات
ينكر على من خالفها ويؤاخذ بها
حتى امنهم عليه الملا، وهم
الخليفة بحسب ان يصحح على الناس

یعنی ان [illegible] سے ممانعت کرنا جو ان کو مغلوب اور قہور کرے
آئے اس [illegible] ظالم کو مظلوم سے روکنا اور مقدمات کا فیصلہ کرنا
وغیر ذلک [illegible] جن کی ہم پہلے تشریح کر چکے ہیں، اور دوسری قسم کی
مصلحتیں جو ملت کی صلاح سے متعلق ہیں اور اس کا بیان یہ ہے کہ
دین اسلام کا تمام ادیان پر غالب ہونا اس کے بغیر متصور نہیں ہو سکتا
کہ مسلمان کے امر میں کوئی خلیفہ ہو جو اس شخص کو سختی سے روکے جو
ملت سے نکلے اور اس چیز کا ارتکاب کرے جس کی حرمت پر نص وارد ہے
یا اس چیز کو ترک کرے جس کی فرضیت نص سے ثابت ہے اور وہ
باقی تمام ادیان کے لوگوں کو مطیع کرے اور ان سے جزیہ وصول
کرے اس حال میں کہ ان سب پر [illegible] ہو اور نہ وہ مرتبہ میں برابر
ہوں [illegible] دلائل دین کا دوسرے پر غلبہ نہ ہو اور کوئی
[illegible] ان کو روکنے والا نہ ہو، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
[illegible] تمام [illegible] کو جامع باب کے اندر جمع فرمایا ہے: باب نظام
[illegible] باب السنۃ لحدود باب
القضاء وباب الجہاد، پھر وقعت
[illegible] کی حاجت ہوئی کہ ان کلیات کی ضبط کیا جائے اور ان کے
[illegible] چھوڑ دیا جائے جن کی رائے ائمہ
[illegible] نقصان کا تابع ہوتا ہے اور
[illegible] لوگوں کے اندر فساد ڈالتا ہے اور
[illegible] اس کا یہ فساد اس مصلحت
[illegible] کی
[illegible] اس سے اب کیجئے ہے اور
[illegible]

ظلم الظالم وان العقوبة ليست زائدة على قدر الحاجة، ويصح في فصل القضايا انه قضى بالحق والا كان سببا لاختلافهم عليه ومن يجد الذي كان الضرر عليه واولياؤه في انفسهم وحراس اجحا الى غد ويضمروا عليه حقدا ويرون فيه ان الحق بايديهم وذلك مفسدة شديدة ومنها ان كثيرا من الناس لا يدركون ما هو الحق في سياسة المدينة فيجتهدون فيخطئون يمينا وشمالا فمن صلب شديد يرى البالغ في المزجرة قليلا ومن سهل لين يرى القليل كثيرا ومن اذن أسعة يرى كل ما انهمى اليه المدعي حقا ومن متمنع كؤود يظن بالناس ظنونا فاسدة ولا يمكن الاستقصاء فانه كالتكليف بالمحال فيجب ان تكون الاصول مضبوطة فان اختلافهم في الفروع اخف من اختلافهم في الاصول ومنها ان القوانين اذا كانت فاشية من الشرع كانت بمنزلة الصلاة والصيام في كونها قربة الى الحق والسنة تذكر الحق عند القوم، وبالجملة فلا يمكن ان يفوض الامر بالكلية الى اهواء النفس شهوية او سبعية ولا يمكن معرفة العصمة والحفظ عن الجور في الخلفاء والمصالح التي ذكرناها في التشريع وضبط المقادير كلها متأتية ههنا، والله اعلم.

سامنے ظالم کے ظلم ہوتا ہے کہ سزا حاجت سے زیادہ ہے اور صحیح ہے فیصلوں میں یہ بات کہ اس نے انصاف سے فیصلہ کیا ہے اگر یہ بات نہ ہوگی تو لوگ اس کی خلافت میں اختلاف کریں گے اور جس کو ضرر پہنچا ہے اس کے اور اس کے اقارب کے دل میں خلیفہ کی طرف سے غصہ اور جوش پیدا ہوگا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ بدلہ کے منتظر رہیں گے اور ان کے دلوں میں خلیفہ کی طرف سے بغض پیدا ہو جائیگا اور اپنے آپ کو حق پر سمجھیں گے اور یہ ٹرافساد ہے۔ راز آں جملہ یہ ہے کہ بہت سے لوگوں کو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ سیاست مدینہ میں حق کیا ہوتا ہے پس وہ اجتہاد کرتے ہیں اور غلطی کرکے حق کے رستہ کو دائیں بائیں پھر جاتے ہیں پس بعض آدمی ایسا سخت اور شدید ہوتا ہے کہ بڑی سخت سزا کو بھی ہلکا سمجھتا ہے اور بعض آدمی ایسا نرم دل ہوتا ہے کہ تھوڑی سزا کو بھی بہت سمجھتا ہے اور بعض ایسے کانوں کے کچے ہوتے ہیں کہ مدعی نے جو کچھ کہدیا اس کو حق سمجھتے ہیں اور بعض ایسے سخت اور ضدی ہوتے ہیں کہ خواہ مخواہ لوگوں کی نسبت بدگمانی کرتے ہیں، اور ہر بات کا احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ یہ بمنزلہ تکلیف بالمحال کے ہے اس واسطے ضروری ہے کہ اصول کا انضباط کیا جائے کیونکہ لوگوں کا فروع میں اختلاف کرنا اصول میں اختلاف کرنے سے بہتر ہے۔

اور از آں جملہ یہ ہے کہ قوانین جبکہ شرع سے پیدا ہوتے ہیں تو تقرب الٰہی کے پیدا کرنے میں اور زبان بند قوم کے اندر ذکر حق کرنے میں وہ بمنزلہ نماز اور روزہ کے ہوتے ہیں، حاصل کلام یہ ہے کہ جو لوگ قوت شہوانیہ یا سبعیہ کے تابع ہوتے ہیں تمام اختیارات ان کے سپرد کر دینا ممکن نہیں ہوتا ہے اور خلفاء کے اندر عصمت اور ظلم کو معلوم کرنا بھی ناممکن ہے۔ اور تشریع اور ضبط مقادیر میں جن مصلحتوں کا ہم نے ذکر کیا ہے وہ تمام ... موجود ہیں واللہ اعلم

الخلافة

اعلم انه يشترط في الخليفة ان يكون عاقلا بالغا حرا ذكرا اشجى عاذا راى و سمع و بصر و نطق و مسلما لنا سر عارفه و شرف قومه و لا يستنكفون ن طاعته قل عرفه منه انه يتبع الحق سياسة المدينة هذا كله يدل عليه عقل، و اجتمعت امم بني آدم على تباعد لدانهم و اختلاف اديانهم على اشتراطها سار أو ان هذه الامور لا تتم المصلحة مقصودة من نصب الخليفة الا بها و اذا فقد شئ من اهمان هذه الامور أو خلاف ينبغي و كرهه قلوبهم و سكتوا على ذ، و هو قوله صلى الله عليه وسلم في رمن لما ولى عليهم امرأة ان يفلح قوم و اعليهم امرأة، و السنة المصطفوية ثبت في خلافة النبوة امورا اخرى هالاسلام و العلم و العدالة، و ذلك ن المصالح السلية لا تتم بدونها فاضرورة جع المسلمون عليه، و الاصل في ذلك له تعالى و عد الله الذين منوا منكم و راوا الصالحت ليستخلفنهم في الارض ستخلف الذين من قبلهم الى قوله لفسقون، و منها كونه ن قريش، قال النبي صلى الله عليه وسلم ئمة من قريش و السبب المقتضي لهذا لهو الذي اظهره الله على لسان نبيه صلى الله عليه وسلم [illegible]

خلافت کا بیان

واضح ہو کہ خلیفہ کے اندر عاقل بالغ آزاد و تجاع صاحب رائے سننے والا اچھا دیکھنے والا اور گویا ہونا شرط ہے اور اسکا ایسا شخص ہونا شرط ہے کہ لوگ اسکی اور اس کے نسب کی شرافت کو تسلیم کرتے ہوں اور اس کی زبردستی سے اطاعت کرتے ہوں اور اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہو کہ وہ سیاست مدینہ میں حق کا اتباع کرنے والا ہے یہ سب باتیں ایسی ہیں جن پر عقل دلالت کرتی ہے، اور بنی آدم کے اور دینوں کے اختلاف کے تمام بنی آدم کا خلیفہ کے اندر ان تمام باتوں کی شرط ہونے کا اتفاق ہے اس لئے کہ سب لوگ اس بات کو جانتے ہیں کہ خلیفہ کے مقرر کرنے سے جو مصلحت مقصود ہے وہ بغیر ان امور کے تمام نہیں ہو سکتی، اور ان امور میں سے جب کبھی کوئی امر رہ گیا ہے تو لوگوں نے اسکو نامناسب خیال کیا ہے اور اس کا خلیفہ ہونا انکے دلوں کو ناگوار گذرا ہے اور غصہ کی حالت میں بظاہر سکوت کیا ہے چنانچہ جب اہل فارس نے ایک عورت کو اپنا بادشاہ بنایا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس قوم نے عورت کو اپنے اوپر حاکم بنایا اس کو ہرگز فلاح نہ ہوگی"، اور ملت مصطفویہ میں بنی کے خلیفہ ہونے میں ان امور کے علاوہ اور باتیں بھی معتبر ہیں،

مرد کا ہونا اسلام اور علم اور عدالت ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مصالح بغیر ان امور کے تمام نہیں ہوتے اور اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے [illegible] اس میں اصل اللہ تعالیٰ کا قول ہے [illegible] نے وعدہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں حاکم بنائے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا [illegible] قولہ تعالیٰ [illegible] ہم فاسقون ہیں،

اور قریش ہونا ہے یعنی وہ قریش ہو، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "امام قریش میں سے ہونا چاہیے"، اور اس کا سبب یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے [illegible]

قریش وفی عاداتهم، وکان اکثر ما تعین من السفادیر والحدود ما هو منهم، وکان المعد لکثیر من الاحکام ما هو فیهم فهم اقوم به واکثر الناس تمسکا بذلک وایضا فان قریشا قوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وحزبه ولا مخرج لهما الا بعلو دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم وقد اجتمع فیهم حمیة دینیة وحمیة نسبیة فکانوا مظنة القیام بالشرائع والتمسک بها، وایضا فانه یجب ان یکون الخلیفة من لا یستنکف الناس من طاعته لجلالة نسبه وحسبه فان من لا نسب له یراه الناس حقیرا قلیلا، فان یکون ممن عرف منهم الریاسات والشرف وسار سیر قومه جمع الرجال ونصب القتال، وان یکون لقومه اقویاء یحمونه وینصرونه ویبذلون دونه الانفس وبهذا صار امر الامور الا فی قریش لا سیما بعد ما بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونبه علی امر قریش:

وقد اشار ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ الی هذا فقال ولن یعرف هذا الامر الا بقریش هم اوسط العرب دارا والخ وانما لم یشترط کونها هاشمیا مثلا لوجهین احدهما ان لا یقع الناس فی الشک فیقولوا انما اراد ملک اهل بیته کسائر الملوک فیکون سببا للارتیاب، والثانی لهذه العلة لم یعط النبی صلی اللہ علیہ وسلم المفتاح لعباس بن عبد المطلب حتی

ان کی عادت کے موافق نازل ہوا ہے اور تعاد یر اور حدود کی تعیین انہی چیزوں کے ساتھ کی گئی ہے جو ان میں موجود اور بہت سے احکام انہیں کے معاملات کے متعلق نازل ہوئے پس سب سے زیادہ وہی ان احکام کو قائم کرنے والے اور ان پر چلنے والے ہیں اور نیز قریش نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم اور گروہ ہیں اور ان کافر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے بلند کے سوا اور کسی چیز میں نہیں ہے اور ان میں غیرت دینی اور غیرت نسبی دونوں پائی جاتی ہیں پس وہی لوگ شرائع کے قائم کرنے سے استدلال کرنے کے قابل ہیں، اور نیز خلیفہ ایسا شخص ہو کہ اس کے جلالت نسب اور حسب کی وجہ سے اس کی فرمانبرداری سے لوگ عار نہ کریں کیونکہ جس شخص کا نسب عمدہ نہیں ہوتا اس کو ذلیل و حقیر سمجھتے ہیں اور نیز خلیفہ ان لوگوں میں سے چاہیئے جن میں ریاست اور شرافت ہو اور اسکی قوم لوگوں کے ساتھ میدان دیکھے ہوئے ہو اور نیز اس کی قوم کے لوگ قوی ہوں جو حمایت اور مدد کر سکیں اور اس کی خاطر جان دے سکیں، اور یہ امور بجز قریش کے کسی قوم کے نہ مجتمع نہیں تھے خاصکر جب سے اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور آپ کی وجہ کر کی عزت اور شوکت۔ بادہ ہو گئی اور اسی بات کی طر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اشارہ کیا تھا اور کہا "خلافت کا امر سوائے قریش کے ہرگز کسی کے لئے معلوم ہوتا وہ تمام عرب میں باعتبار کے اوسط ہیں"

اور خلیفہ کا ہاشمی ہونا دو وجہ سے شرط نہیں کیا گیا تو یہ کہ لوگوں کو اس سے شک واقع نہ ہو اور وہ یہ نہ کہہ سکیں اپنے گھرانے کی بادشاہت مقصود ہے جس طرح کہ بادشاہ کو ہوتی ہے اور یہ بات ان کے ارتداد کا سبب بن جائے اور اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس بن عبد المطلب کو خانہ کعبہ کی کنجی عطا نہ فرمائی۔

لله عنه، والثانی ان المهم فی الخلافة رضا
ناس به واجتماعهم علیه وتوقیرهم
اه وان یقیم الحدود ویناضل دون
ملة وینفذ الاحکام واجتماع هذه الامور
یکون الا فی واحد بعد واحد، وفی
شتراط ان یکون من قبیلة خاصة
غیبتی حرج فربما لم یکن فی هذه
قبیلة من تجتمع فیه الشروط وکان
غیرها، ولهذه العلة ذهب الفقهاء
، المنع عن اشتراط کون المسلم فیه
ن قریة صغیرة وجوز واکونه من قریة
بیرة وتنعقد الخلافة بوجوه بیعة
ل الحل والعقد من العلماء والرؤساء
مراء الاجناد ممن یکون لدیه امی و
بیعة للمسلمین کما انعقدت خلافة
بکر رضی الله عنه وبان یوصی الخلیفة
ناس به کما انعقدت خلافة عمر رضی الله
نه ویجعل شوری بین قوم کما کان
نه انعقاد خلافة عثمان بل علی ایضا
رضی الله عنهما، واستیلاء رجل جامع
شروط علی الناس وتسلطه علیهم کسلطان
لفاء بعد خلافة النبوة. ثم ان
سلوی من لم یجمع الشروط لا ینبغی
، یبادر الی المخالفة لان خلعه لا یتصور
با الا بجروب ومضایقات وفیها من
مفسدة اشد مما یرجی من المصلحة
سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم
حرتقتل انا ننابذهم؟ قال لا ما
اموا فیکم الصلاة. وقال الا من ترد

اور دوسری وجہ یہ ہو کہ خلافت کے انعقد ہونا ضروری امر خلیفہ سے
لوگوں کا راضی ہونا اور اس پر ان کا متفق ہونا اور خلیفہ کے لئے
ان کا توقیر سے پیش آنا اور خلیفہ کا حدود قائم کرنا اور ملت کے
لئے قتال کرنا اور احکام نافذ کرنا ہے اور ان سب امور کا جمع ہونا کسی
کسی شخص میں ہوتا ہے اور اس بات کے شرط کرنے میں کہ خلیفہ خاص قبیلہ کا ہو
لوگوں کیلئے باعث دقت اور حرج ہے کیونکہ بسا اوقات اس قبیلہ
میں ایسا شخص نہیں ہوتا جس کے اندر یہ تمام شرائط مجتمع ہوں بلکہ دوسرے
قبیلہ میں ایسا شخص موجود ہوتا ہے اور اسی وجہ سے فقہاء نے کہا ہے کہ
مسلم فیہ کا چھوٹی بستی سے ہونے کو شرط ٹھیرانا درست نہیں ہے بلکہ
انہوں نے اس کا بڑی بستی سے ہونا جائز قرار دیا ہے،

اور خلافت چند طرح سے منعقد ہوتی ہے ایک تو ان لوگوں
کے بیعت کر لینے سے جو حل وعقد کے مالک ہیں جیسے علماء اور رؤسا
اور سردار لشکر جو صاحب الرائے اور قوم کے خیر خواہ ہوں جس طرح
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت منعقد ہوئی تھی اور ایک
صورت یہ ہے کہ خود خلیفہ وصیت کرے کہ فلاں شخص کو خلیفہ بناؤ جس
طرح حضرت عمرؓ کی خلافت منعقد ہوئی تھی، اور ایک صورت یہ
ہے کہ کسی خاص شخص کے لئے قوم کے اندر مشورہ ہو جس طرح
حضرت عثمان بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہما کی خلافت کا انعقاد
ہوا، اور ایک صورت یہ ہے کہ کوئی شخص جس میں یہ شرائط پائی
جائیں لوگوں پر قادر اور مسلط ہو جائے جس طرح خلافت نبوت
کے بعد امراء خلفاء کی خلافت ہے،

پھر اگر کوئی ایسا شخص جو ان اوصاف کا جامع نہ ہو لوگوں
پر غلبہ حاصل کرلے تو اس کی مخالفت پر فوراً کمر بستہ نہیں ہونا
چاہئے کیونکہ اسکو معزول کرنا غالباً لڑائیوں اور جھگڑوں کے بغیر
ممکن نہیں ہے اور اس میں جس قدر فساد ہے اس مصلحت سے زیادہ تر
ہے جو خلافت سے مقصود ہوتی ہے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم سے کسی نے عرض کیا کیا ہم ایسے برے بادشاہوں سے نہ
لڑیں؟ تو آپ نے فرمایا "نہیں" جب تک وہ تمہارے اندر
نماز کو قائم رکھیں" اور فرمایا "مگر جب کہ تم ان سے

كفرا نواحا عندكم من الله فيه برهان، والحمد لله فذا كفر الخليفة بانكار ضروري من ضروريات الدين حل قتاله بل وجب والا لا، وذلك لانه حيث فاتت مصلحة نصبه بل جاء مفسدة تعلقت على القوم فصار قتاله من الجهاد في سبيل الله قال صلى الله عليه وسلم السمع والطاعة على المرء المسلم فيما احب وكره مالم يؤمر بمعصية فاذا امر بمعصية فلا سمع ولا طاعة ؛

اقول لما كان الامام منصوبا لتنفيذ احكام الدين ومصالح المسلمين وانتظام الملة والمدن، وانما بعث النبي صلى الله عليه وسلم لاجل ذلك ولا عاصم الا هو ومنف امره كانت طاعته طاعة رسول الله ومعصيته معصية ومعصية رسول الله الا ان يامر بالمعصية فحينئذ ظهر ان طاعته ليست بطاعة الله وانه ليس بنائب رسول الله صلى الله عليه وسلم ولذلك قال عليه السلام ومن يطع الامير فقد اطاعني ومن عصى الامير فقد عصاني قال صلى الله عليه وآله وسلم انما الامام جنة يقاتل من ورائه ويتقى به فان امر بتقوى الله وعدل فان له بذلك اجرا وان قال بغيره فان عليه منه ؛

اقول انما جعل منزلة الجنة لانه سبب لحفظ كلمة المسلمين وانتظام امرهم وقال صلى الله عليه وآله

وطاعت کرنا تم پر لازم ہے خوشی سے یا ناخوشی سے کوئی بھی حکم ہو۔

اور حاصل کلام یہ ہے کہ امام جب تک دین میں سے کسی ضروری حکم کا منکر ہو کر کافر ہو جائے تو اس کے ساتھ قتال کرنا درست بلکہ واجب ہے رہا یہ کہ کبھی کبھی وقت ایسا ہوتا ہے کہ امام کے خلیفہ بنانے سے مقصود کبھی وہ فوت ہوتا ہے بلکہ لوگوں کے اندر اس کے فساد پھیلانے کا اندیشہ ہے پس اس کے ساتھ قتال کرنا خدا تعالیٰ کی وہ حکم جہاد کرنا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امام کی اطاعت کرنا ہر پسند سے خواہ وہ بات ناگوار گذے یا بھلی جب تک کہ خلیفہ گناہ کا حکم نہ دے پس جب وہ گناہ کا حکم دے تو اس وقت نہ اس کی سنو نہ اطاعت کرو تاب

میں کہتا ہوں جب امام دین کے مصلحتوں کے لئے منصوب ہے جن سے دین اور ملت کا انتظام ہوتا ہے خود اپنی ذات سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہیں بلکہ دین کے مصلحتوں کے لئے بھیجے گئے تھے اور امام آپ کا نائب ہے اللہ اور آپ کے حکم کرنے سے تو اس کی فرمانبرداری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری ہے اور اس کی نافرمانی آپ کی نافرمانی ہے۔ مگر جب امام گناہ کا حکم دے تو اس وقت یہ معلوم ہوگا کہ اس کی فرمانبرداری اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری نہیں ہے اور وہ شخص آپ کا نائب نہیں ہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام ایک سپر ہے جس کی پناہ لیکر قتال کیا جاتا ہے اور جس کے سبب سے لوگوں کو بچاؤ ہوتا ہے پھر اگر امام خدا تعالیٰ کے خوف و ہدایت کا حکم کرے تو اس کیلئے اجر ہے اور اگر اس کے علاوہ کچھ اور کہے تو اس کا وبال اسی پر ہوگا۔

میں کہتا ہوں امام کو ڈھال بنانے کے لئے فرمایا کہ امام کے سبب سے قتال ایسے مکان ہو جاتے ہیں اور ان کو کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

وسلم من رای من امیرہ شیئا یکرھہ فلیصبر فانہ لیس احد یفارق الجماعۃ شبرا فیموت الا مات میتۃ جاھلیۃ؛

اقول وذلک لان الاسلام انما امتاز من الجاھلیۃ بھذا بین النوعین من المصالح والخلیفۃ نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم فیھما فاذا فارق منفذ ھما و مقیمھما اشبہ الجاھلیۃ، قال صلی اللہ علیہ وسلم ما من عبد یسترعیہ اللہ رعیۃ فلم یحطھا بنصیحۃ الا لم یجد رائحۃ الجنۃ.

اقول ما کان نصب الخلیفۃ لمصالح وجب ان یؤمر الخلیفۃ بایالۃ ھذا السبیل کما مر الناس ان ینقادوا لہ لتتم المصالح من الجانبین، فان الامام نما کان لا یستقیم بنقد الا بمباشرۃ جباۃ لصدقات واخذ الصدقات و فصل القضاء فی کل ناحیۃ وجب بعث العمال والقضاۃ، ولما کان اولئک مشغولین بامور من مصالح العامۃ وجب ان تکون کفایتھم فی بیت المال والیہ الاشارۃ فی قول ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ لما استخلف لقد علم قومی ان حرفتی لم تکن تعجز عن مؤنۃ اھلی وشغلت بامر المسلمین فسیاکل ال ابی بکر من ھذا المال ویحترف للمسلمین ثم وجب ان یؤمر العامل بالتیسیر وینھی عن الغلول والرشوۃ، وان یؤمر القوم بالانقیاد لہ لتتم المصالح المقصودۃ

جو شخص اپنے امیر سے کوئی ناپسند بات دیکھے تو اس کو صبر کرنا چاہیئے کیونکہ جو شخص جماعت سے بالشت بھر بھی جدا ہو کر مرا تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا؛

میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کو جاہلیت سے جو امتیاز ہے وہ انہیں دونوں مصلحتوں کے قائم کرنے کے سبب سے ہے اور ان دونوں مصلحتوں کے قائم کرنے میں خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہے پس جب کسی شخص نے ان مصلحتوں کے نافذ کرنے والے اور ان کے قائم رکھنے والے سے مخالفت کی تو وہ جاہلیت کے مسلک پر ہو گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس بندہ کو اللہ تعالیٰ کسی رعیت کا مالک بنائے اور خیر خواہی کے ساتھ وہ اس کی محافظت نہ کرے تو وہ جنت کی بو بھی نہ پائیگا؛

میں کہتا ہوں چونکہ خلیفہ کا مقرر کرنا مصلحتوں کے قائم کرنے کے لئے تھا اس لئے ضروری ہوا کہ خلیفہ اور اس کے قائم کردہ حکام کا حکم نافذ کیا جائے حتیٰ لوگوں کو اس کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے تاکہ جانبین سے مصلحتیں پوری ہو جائیں، پھر چونکہ امام تنہا صدقات اور عشور کو وصول نہیں کر سکتا اور نہ تمام جھگڑوں کے فیصلہ کر سکتا ہے بواسطے عمال اور قاضیوں کا مقرر کرنا ضروری ہوا اور چونکہ وہ سب کام ترک رعیت کے مصالح عامہ سے ہیں اس کام میں مشغول ہو گئے اس واسطے بیت المال میں ان کے مصارف کا مقرر کرنا ضروری ہوا چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ ہوئے تو آپ نے اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "تحقیق میری قوم جانتی ہے کہ میری تجارت میرے گھر والوں کے لئے کچھ کم نہ تھی اور اب میں مسلمانوں کے کام میں مشغول ہوں پس ابوبکر کا کنبہ بیت المال سے کھائے گا اور وہ مسلمانوں کے لئے محنت کرے گا

پھر ضروری ہوا کہ عامل کو نرمی کرنے کا حکم دیا جائے اور خیانت اور رشوت سے اس کو منع کیا جائے اور لوگوں کو عامل کی اطاعت کا حکم دیا جائے تاکہ مصلحتیں مقصودہ پوری ہو جائیں

وھذا قولہ صلے اللہ علیہ وسلم ان رجالا یتخرصون فی مال اللہ بغیر حق فلھم النار یوم القیامۃ، وقال صلے اللہ علیہ وسلم من استعملناہ علی عمل فرزقناہ رزقا فما اخذ بعد ذلک فھو غلول، ولعن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الراشی والمرتشی، والسر فی ذلک انہ بنا فی المصلحۃ المقصودۃ ویفتح باب المفاسد، وقال صلی اللہ علیہ وسلم لا نستعمل من طلب العمل اقول وذلک لانہ قلما یخلو طلبہ من داعیۃ نفسانیۃ، وقال صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا جاءکم العامل فلیصدر وھو عنکم راض، ثم وجب ان یقدر المقدر الذی یعطی العمال فی عملھم لئلا یجاوزہ الامام فیفرط او یفرط ولا یعد العامل بنفسہ، وھو قولہ صلے اللہ علیہ وسلم من کان لنا عاملا فلیکتسب زوجۃ فان لم یکن لہ خادم فلیکتسب خادما فان لم یکن لہ مسکن فلیکتسب مسکنا فاذا بعث الامام العامل فی صدقات سنۃ فلیجعل ما فیھا ما یکفی مؤنتہ ویفضل فضل یقدر بہ علی حاجۃ من ھذہ الحوائج فان الزائد لا حد لہ والمؤنۃ بدون زیادۃ لا یتحاشی لھا العامل ولا یرغب فیھا:

جائے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بعض لوگ خدا تعالیٰ کے مال میں بغیر حق کے تصرف کرتے ہیں پس قیامت کے روز ان کے لئے آگ ہے" اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس کو ہم کسی کام پر مقرر کریں اور اس کو تنخواہ بھی دیں پھر اس کے بعد جو کچھ وہ لیگا تو وہ خیانت ہے" اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے اور لینے والے پر لعنت کی ہے اور اس میں راز یہ ہے کہ رشوت کا لینا اور دینا مصلحت مقصود کے منافی ہے اور اس سے فساد کا دروازہ کھلتا ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہم اس شخص کو عامل مقرر نہ کریں گے جو خود عامل بننا چاہے"

میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ عامل بننے کی طلب اکثر حوصلہ نفسانی سے خالی نہیں ہوتی، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تمہارے پاس کوئی عامل آئے تو مناسب ہے کہ وہ تم سے خوش ہو کر واپس جائے" پھر یہ ضروری ہوا کہ عمال کو ان کے عمل کے بدلہ میں جو کچھ دیا جائے اس کا اندازہ معین کیا جائے تاکہ امام کمی زیادتی نہ کرے اور نہ خود عامل اس میں کچھ زیادتی کر سکے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص ہمارا عامل ہو تو اس کو چاہئے کہ اگر بیوی نہیں ہے تو بیوی کرے پھر اگر اس کے پاس خادم نہ ہو تو خادم بھی مقرر کرے اور اگر گھر نہ ہو تو گھر بھی لے لے"

پس جب امام عامل کو سال بھر کے صدقات وصول کرنے کو بھیجے تو اس کو چاہئے کہ اس کے لئے اس قدر مقرر کر دے جو اس کے اخراجات کو کافی ہو کر دیگے جو بقدر ضرورت کے لئے بھی بکار رہے کیونکہ زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے اور بغیر کسی قدر زاید کے عامل مشقت کو گوارہ نہ کریگا اور نہ اس کی طرف توجہ کرے گا:

المظالم

اعلم ان من اعظم المقاصد التی قصدت ببعثۃ الانبیاء علیھم السلام

مظالم کا بیان

واضح ہو کہ جن مقاصد کے لئے انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے ہیں ان میں سے سب سے بڑا مقصد لوگوں کی

رفع المظالم من بين الناس فان تظالمهم يفسد حالهم و يضيق عليهم و لا حاجة الى شرح ذلك، والمظالم على ثلاثة اقسام تعدٍ على النفس، وتعدٍ على اعضاء الناس وتعدٍ على اموال الناس فاقتضت حكمة الله ان يزجر عن كل نوع من هذه الانواع بزواجر تردع الناس عن ان يفعلوا ذلك مرة اخرى ولا ينبغي ان يجعل هذه الزواجر على مرتبة واحدة فان القتل ليس كقطع الطرف ولا قطع الطرف كاستهلاك المال، وان الدواعي التي تنبعث منها هذه المظالم بها مراتب فمن البديهي ان تعمد القتل ليس كالتساهل المنجر الى الخطاء فاعظم المظالم القتل وهو اكبر الكبائر اجمع عليه اهل الملل في طبقاتهم وذلك لان طاعة النفس في داعية الغضب، وهو اعظم وجوه الفساد فيما بين الناس وهو تغيير خلق الله وهدم بنيان الله ومناقضة ما اراد الحق في عباده من انتشار نوع الانسان، والقتل على ثلاثة اقسام عمد وخطأ وشبه عمد فالعمد هو القتل الذي يقصد به ازهاق روحه بما يقتل غالبا جارحا او مثقلا، والخطاء لا يقصد فيه اصابته فيصيبه فيقتله كما اذا رمى شجرة فاصاب به فساطا و شبه العمد ان يقصد الشخص بما لا يقتل غالبا فيقتله كما اذا ضرب بسوط

باہمی ظلم و ظلم کا دور کرنا ہے کیونکہ ان کا باہم ایک دوسرے پر ظلم کرنا ان کی حالت کو خراب کرتا ہے اور ان پر تنگی پیدا کرتا ہے جس کی تشریح کی ضرورت نہیں، اور مظالم کی تین قسمیں ہیں ایک جان پر تعدی کرنا دوسرے لوگوں کے اعضاء پر تعدی کرنا تیسرے لوگوں کے مالوں پر تعدی کرنا، پس حکمت الٰہی کا مقتضی ہوا کہ ان اقسام میں سے ہر قسم کو ایسی سخت سزاؤں سے بند کیا جائے جو لوگوں کو دوبارہ ان کے ارتکاب سے باز رکھیں اور یہ مناسب نہیں تھا کہ سب سزائیں ایک ہی مرتبہ کی ہوں اس لئے کہ قتل کرنا ہاتھ پاؤں کاٹنے کے برابر نہیں ہو سکتا اور نہ ہاتھ پاؤں کاٹنا تلف مال کے برابر ہو سکتا ہے اور یہ کہ جن خواہشات سے یہ مظالم سرزد ہوتے ہیں ان کے مراتب بھی مختلف ہوں اس واسطے کہ یہ بدیہی بات ہے کہ عمداً قتل کرنا ایسا نہیں ہے جیسے تساہل جو خطاء کا سبب ہوتا ہے پس سب سے بڑا ظلم قتل ہے اور وہ سب گناہوں میں بڑھ کر گناہ ہے تمام اہل مذہب کا اس پر اتفاق ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اندر خواہش غضب میں نفس کی اطاعت کرنا ہے اور وہ لوگوں میں فساد پھیلانے کی [illegible] ہے بڑھکر صورت ہے اور اس میں مخلوق [illegible] کا تعرض، بنیاد الٰہی کا منہدم کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے جو نوع انسانی کا پھیلانا چاہا ہے اس کی بھی یہ برخلاف ہے اور قتل کی تین قسمیں ہیں، عمداً، خطاء اور شبہ عمد پس قتل عمد، قتل کا نام ہے جس میں کسی دھار والے [illegible] سے روح کا نکالنا مقصود ہو اور قتل خطاء اس قتل کا نام ہے جس میں انسان کا مارنا مقصود نہیں ہوتا مگر وہ اس کو لگ جائے اور اس کو قتل کر دے مثلاً کوئی شخص درخت پر کر پڑے اور وہ مر جائے یا کسی درخت کی طرف تیر چلائے اور کسی آدمی کے لگ جائے اور وہ مر جائے اور شبہ عمد کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص کو ایسی چیز سے [illegible] جو غالباً کسی نہیں کرتی مگر وہ شخص اس سے ہلاک ہو جائے جیسے کوئی شخص کسی کو کوڑے [illegible] مارے اور وہ مر جائے اور قتل کی تین قسمیں ہیں،

او عصا فمات، وانما جعل على ثلاثة اقسام لما اشرنا من قبل ان الزاجر ينبغي ان يكون بحيث يقاوم الداعية والمقصد ولهما مراتب، فلما كان العمد اكثر فسادا واشد داعية وجب ان يغلظ فيه بما يحصل به زيادة الزجر، ولما كان الخطأ اقل فسادا واخف داعية وجب ان يخفف في جزائه، واستنبط النبي صلى الله عليه وسلم بين العمد والخطأ نوعا اخر لمتانا سبة منهما وكونه بين خابيهما فلا ينبغي ان يدخل في احدهما، فالحمد فيه قوله تعالى ومن يقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤه جهنم خالدا فيها وغضب الله عليه ولعنه واعد له عذابا عظيما ظاهره انه لا يغفر له، والبه ذهب ابن عباس رضي الله عنهما لكن الجمهور وظاهر السنة على انه بمنزلة سائر الذنوب وان هذه التشديدات للزجر وانها تشبيه لطول مكثه بالخلود، واختلفوا في الكفارة فان الله تعالى لم ينص عليها في مسألة العمد قال الله تعالى يا ايها الذين امنوا كتب عليكم القصاص في القتلى الحر بالحر والعبد بالعبد والانثى بالانثى الاية نزلت في حيين من احياء العرب احدهما اشرف من الاخر فقتل الاوضع من الاشرف قتيلا فقال الاشرف لنقتلن الحر بالعبد والذكر بالانثى وننضا عن الجراح، ومعنى الاية والله اعلم ان خصوص الصفات لا يعتبر في

سے قرار پایا کہ ہم میں سے اشارہ کر چکے ہیں کہ سزا ایسی ہونی چاہیئے جو داعیہ نفس اور مقصد کے مقابل ہو اور عمد و مقصد کے جرم سے بیش ہے چونکہ قتل عمد میں بڑا فساد اور سخت داعیہ تھا اس واسطے اس میں سخت سزا دینا ضرور ہوا تاکہ پورے طور پر اس کے ارتکاب سے روکے، اور چونکہ قتل خطا میں کم فساد اور کم داعیہ تھا، اس واسطے اس کی سزا میں بھی تخفیف ضروری ہوئی اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قتل عمد اور قتل خطا کے درمیان ایک اور مرتبہ کا استنباط کیا ہے کیونکہ اس کو دونوں سے مناسبت ہے اور ان دونوں کے درمیان واسطہ ہے پھر ان دونوں میں سے کسی میں اس کا داخل ہونا مناسب نہیں ہے پس قتل عمد کے باب میں یہ آیت نازل ہوئی ہے "جو کوئی کسی مومن کو عمداً قتل کر ڈالے تو اس کی جزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب، اور اس کی لعنت ہوگی، اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے" اس آیت کا ظاہر یہ ہے کہ اس قاتل کی کبھی مغفرت نہ ہوگی اور حضرت ابن عباس کا یہی مذہب ہے لیکن جمہور اور ظاہر سنت اس پر ہیں کہ یہ گناہ بھی اور گناہوں جیسا ہے اور یہ تشدیدات زجر کے طور پر ہیں اور جہنم میں اس کے ہمیشہ رہنے کو خلود کے ساتھ مشابہت ہے اور اس کفارہ میں اختلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قتل عمد کے مسئلہ کفارہ کی تصریح نہیں فرمائی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ایمان والو۔

[illegible] کے بارے میں ہر قسم پر قصاص لکھ گیا ہے آزاد کے بدلہ میں غلام اور عورت کے بدلہ میں عورت" یہ آیت عرب کے قبائل میں سے دو قبیلوں کے باب میں نازل ہوئی ہے ان میں سے ایک بہ نسبت دوسرے کے زیادہ شریف تھے پس کم درجہ قبیلہ کے لوگوں نے اشرف قبیلے کے کچھ لوگوں کو مارڈالا تو اشرف قبیلہ نے کہا کہ ہم غلام کے عوض میں حر کو اور عورت کے عوض میں مرد کو قتل کریں گے اور بڑے رئیسوں کے بدلہ میں دوسرے بھی کریں گے، اور آیت کے معنی اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، یہ ہیں کہ مقتولین کے اندر صفات خاصہ مثلاً

لكنه كالعقل والجمال والصغر والكبر وكونه شريفا اوذا مال ونحو ذلك، وانما المعتبر الاسامي والمظان الكلية فكل امرأة كانت لكل امرأة ولذلك كانت ديات النساء واحدة وان تفاوتت الاقصاص ولذلك الحر يكافئ الحر والعبد يكافئ العبد فمعنى اقتصاص التكافؤ وان يجعل اثنان في درجة واحدة من الحكم لا يفضل احدهما على الآخر لا القتل مكان القتل، ثم ثبتت السنة ان المسلم لا يقتل بالكافر، وان الحر لا يقتل بالعبد والذكر يقتل بالانثى لان النبي صلى الله عليه وسلم قتل اليهودي بجارية، وفي كتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم الى اليمن ان الرجل يقتل بالمرأة، ويقتل الذكر بالانثى وبهذا قال فقهاء الامصار الا ما شذ فيه مختلف، فضل الذكور على الاناث، وكون الحر قد اتلف على من يقتص ان لا يقاد به وان الجنس واحد، وانما الفرق بمنزلة فرق الصغير والكبير عظم الجثة وحقيرها وفي غاية مثل ذلك عسيرة جدا، وفرق المرأة هي التي ان الرجال في محاسن القياس وصوبه تعمل بهما ان اعتبار المقاصة في القود وعدم المقاصة في الدية. وانما فعل ذلك لان صاحب العمد قصد ما يضر المتعدي عليها والمتعمد المتعدي ينبغي ان يذب عنها المتذب فانها ليست بذات سوكة وقتلها ليس فيه حرج بخلاف قتل

عقل، جمال، صغر اور کبر اور اس کا شریف یا مالدار ہونے کا کچھ اعتبار نہیں ہے بلکہ نام اور مظان کلیہ کا اعتبار ہے پس ہر عورت دوسری عورت کے برابر ہے اور اسی لئے سب عورتوں کی دیت برابر ہے اگرچہ اوصاف مختلف ہوں اور اسی طرح ہر حُر دوسرے حُر کا مثل اور ہر غلام دوسرے غلام کا مثل ہے پس قصاص کے معنی برابری اور اس بات کے ہیں کہ دو شخص ایک درجہ کے حکم میں سمجھے جائیں اور کسی کو دوسرے پر فضیلت نہ دی جائے نہ قتل اس جگہ ضروری ہو، پھر سنت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مسلمان کافر کے بدلہ نہ قتل کیا جائے اور حر غلام کے بدلہ نہ قتل کیا جائے اور مرد عورت کے بدلہ قتل کیا جائے گا کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک باندی کے بدلہ یہودی کو قتل کیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس خط میں جو ہمدان کے حکام کے نائبوں کو روانہ کیا تھا اس میں یہ بھی تھا کہ عورت کے بدلہ مرد قتل کیا جائے،

اور اس کا راز یہ ہے کہ اس امر میں قیاس مختلف ہے پس مردوں کو عورتوں پر فضیلت اور ان پر حاکم ہونے کا تو یہ مقتضی ہے کہ عورتوں کے بدلہ مردوں سے قصاص نہ لیا جائے اور دونوں کی جنس ایک ہی ہے اور جو کچھ فرق ہے وہ صغیر و کبیر اور فربہ الجثہ اور ضعیف ہونے میں ہے ان کی رعایت کرنا نہایت مشکل ہے، اور بہت سی عورتیں خوبیوں میں مردوں سے زیادہ ہوتی ہیں ان امور کا مقتضی یہ ہے کہ عورتوں کے بدلہ ان سے قصاص لیا جائے پس ضروری ہوا کہ دونوں قیاسوں پر عمل کیا جائے اور دونوں پر عمل کرنے کی صورت یہ ہے کہ نفس میں قصاص کا اعتبار کیا جائے اور دیت میں نہ کیا جائے اور یہ اس لئے کہ گویا قتل کرنے والے نے اس کی جان کا قصد کیا اور اس پر حملہ کا ارادہ کیا اور جو شخص قصداً ظلم کرنے والا ہو تو جہاں تک ممکن ہو اس کو خوب دفع کیا جائے کیونکہ عورت صاحب شوکت نہیں ہوتی اور نہ اس کے قتل کرنے میں کوئی دقت پیش آتی ہے بخلاف مردوں کے قتل کرنے

الرجال فان الرجل يقاتل الرجل فكانت هذه الصورة احق بايجاب القود ليكون ردعا وزجرا عن مثله، وقال صلى الله عليه وسلم لا يقتل مسلم بكافر؛

اقول والسر في ذلك ان المقصود الاعظم في الشرع تنوير الملة الحنيفية ولا يحصل الايمان بفضل المسلم على الكافر ولا يسوى بينهما، وقال صلى الله عليه وسلم لا يقاد الوالد بالولد؛

اقول السبب في ذلك ان الوالد شفقته وافرة وحمل به عظيم فقد اقدامه على القتل مظنة انه لم يتعمد، وان ظهرت مخايل العمد ان كان لمعنى اباح قتله، وليست دلالة هذه اقل من دلالة استعمال ما لا يقتل غالبا على انه لم يقصد ازهاق الروح، واما اذا قتل ولده عمدا فقال قد صيلي الله عليه وسلم من قتل ولده قتلناه رواه بكور بن بهر بالحجارة او حذفه بالسيف او نحو ذلك فهو محض عقله حسا لختل.

اقول معناه انه يشبه الخطاء اذ ليس من شيمة الوالد ان يقصد قتل فلذة كبده في الاعم الاغلب فلا تغلظ الدية المغلظة بخلاف الاجنبي وفي حديث ابن مسعود رضي الله عنه كانوا يقولون ... حقة وخمسا وعشرين خلفة ...

ہیں کیونکہ ایک مرد دوسرے کا مقابلہ کرتا ہے اس واسطے صورت قصاص واجب کرنے کے لیے زیادہ مناسب ہو تاکہ وہ اس کو دوبارہ ایسی حرکت کرنے سے روکنے والا ہو اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کافر کے بدلہ مسلمان نہ قتل کیا جائے؛

میں کہتا ہوں اس میں حکمت یہ ہے کہ شریعت کا مقصود ملت حنیفہ کی تنظیم ہے اور وہ اس کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی مسلمان کو کافر پر فضیلت دینے اور ان کے برابر نہ سمجھنے کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹے کے عوض میں باپ کو نہ قتل کیا جائے۔

میں کہتا ہوں اس کا سبب یہ ہے کہ والد کی شفقت اور محبت اولاد پر بہت زیادہ ہوتی ہے پس والد کا قتل ارادہ کرنے میں غلطی کا شبہ ہے کہ اس نے قتل کرنے کا قصد نہیں کیا اور قصد کرنے کی علامات پائی جائیں یا وہ قتل ایسے سبب سے ہو جس نے قتل کو مباح کر دیا اور جس طرح ایسے ہتھیار کا استعمال جو عادتاً جان نہیں لیتا اس بات پر دلالت کرتا کہ قاتل نے جان سے مارنے کا قصد نہیں کیا والد کا قتل بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ والد نے قتل کا قصد نہیں کیا اور یہی وجہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کو کوڑے یا پتھر یا لاٹھی سے مارے جو عادتاً جان لیوا نہیں ہوتے تو وہ قتل خطا ہے اور اس کی دیت سو اونٹ ہے جو قتل خطا میں ہوتی ہے؛

میں کہتا ہوں اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ خطاء کے مشابہ ہے ورنہ قتل عمد نہیں ہے اور اس کی دیت اصل میں حد کی دیت کے برابر ہے اور ان کی عرف صفت کے ساتھ ہے یہ نہیں کہ قتل خطاء اور اس میں سو اونٹ کی مقدار سے کچھ فرق نہیں ... حدیث میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ... چار قسم کے اونٹ دینے حاملہ ... پچیس دو سال ... پچیس

وعشرين بنت لبون وخمس وعشرين بنت مخاض، وعنه صلى الله عليه وسلم الا ان فى قتل العمد الخطاء السوط او العصا مائة من الابل منها اربعون خلفة فى بطونها اولادها، وفى رواية ثلاثون حقة وثلاثون جذعة واربعون خلفة وما صولحوا عليه فهو لهم، واما القتل خطأ ففيه الدية المخففة، خمسة عشرون بنت مخاض وعشرون ابن مخاض وخمسون بنت لبون وعشرون حقة وعشرون جذعة، وفى هذين القسمين انما يجب الدية على العاقلة فى ثلاث سنين، لما كانت هذه الانواع مختلفة المراتب وفى ذلك التخفيف والتغليظ معنى، منها ان سفك دم القاتل لم يحكم به الا فى العمد وجعل فى باقين الاقسام الدية، وكان فى شرع يهود القصاص لا غير فخفف الله على هذه الامة فجعل جزاء القتل العمل على احد الامرين، القتل والمال فوجدنا ان المال انفع للاولياء من اشاعة دم القاتل فى غيره توخذ من عاقلته فتكون مزجرة شديدة وابتلاء عظيما فقد يهلك ماله اشد من هلاكه، وانما يؤخذ فى غير العمد من العاقلة لان دم المسلم مصونة عظيمة وجبر قتله مصابين مقصود والساهى من الدنيا

سو سالہ اور بیس چہار سالہ، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے "اس قتل عمد خطا میں جو کوڑے یا لاٹھی سے واقع ہوئے سو اونٹ دیت ہیں جن میں سے چالیس حاملہ اونٹنیاں ہیں" اور ایک روایت میں یہ ہے کہ تیس دو سالہ اور تیس سہ سالہ اور چالیس حاملہ اونٹنیاں دیجائیں اور جس کی دیت پر وہ مصالحت کرلیں وہ ان کو ملنا چاہیئے لیکن قتل خطاء کی دیت میں تخفیف ہے اور اس میں پانچ قسم کے اونٹ دینے آئے ہیں۔ بیس بنت مخاض، بیس ابن مخاض، بیس بنت لبون، بیس حقہ اور بیس جذعہ، اور ان دونوں قسموں میں عاقلہ یعنی محلہ والوں پر تین سال کے اندر اندر دیت کا ادا کرنا واجب ہے، اور چونکہ ان اقسام کے مراتب مختلف تھے اس واسطے کئی وجہ سے تخفیف اور تغلیظ کا نمبر کے اندر لحاظ رکھا گیا ہے۔

از آں جملہ یہ ہے کہ قاتل کو مار ڈالنے کا حکم صرف قتل عمد میں دیا گیا اور باقی دو قسموں میں دیت کا حکم دیا گیا اور یہود کی شریعت میں سوائے قصاص کے کوئی دوسرا حکم نہ تھا پس حق تعالیٰ نے اس امت پر تخفیف کی اور قتل عمد کی سزا دو باتوں میں سے ایک مقرر کی قتل یا مال، کیونکہ بسا اوقات مقتول کے ورثاء کو انتقام لینے سے مال میں زیادہ فائدہ ہوتا ہے اور نیز اس میں ایک مسلمان کی جان بچتی ہے۔

اور از آں جملہ یہ ہے کہ قتل عمد میں قاتل سے دیت لحاظ کی ہے اور اس کے علاوہ دونوں قسموں میں عاقلہ سے دیت لی جاتی ہے تاکہ اس میں سخت ممانعت پائی جائے اور قاتل کو پوری سزا ملے جو اس نے خود اس کے مال کو ضائع کرنے،

اور قتل غیر عمد میں عاقلہ یعنی محلہ والوں سے اس لئے دیت لیجاتی ہے کہ کسی کا خون کرنا نہایت فساد عظیم ہے اور مصیبت [illegible] خوب کی تسلی نہ ہوتے اور یوں بھی [illegible]

فی مثل هذا الامر العظیم ذنب یستحق
التضییق علیه، ثم لما کانت الصلة
واجبة علی ذوی الارحام اقتضت الحکمة
الالهیة ان یوجب شئ من ذلك علیهم
شاءوا ام ابوا وانما تعین هذا المعنیین
احدهما ان الخطا وان کان ماخوذا
به لمعنی التساهل فلا ینبغی ان یبلغ
به اقصی المبالغ فکان احق ما یوجب
علیهم من ذی رحمهم ما یکون الواجب
فیه التخفیف علیه، والثانی ان العرب
کانوا یقومون بنصرة صاحبهم بالنفس
والمال عند ما یضیق علیه الحال فیرون
ذلك سهلة واجبة وحقا مؤکدا فیرون
ترکه عقوقا وقطعا رحم فاستوجبت
عادتهم تلك ان یعین لهم ذلك، وصیها
ان جعل دیة العمد معجلة فی سنة
واحدة ودیة غیره مؤجلة فی ثلاث
سنین لما ذکرنا من معنی التخفیف
والاصل فی الدیة انها یجب ان تکون
مالا عظیما یغلبهم وینقص من مالهم
ویجدون له بالا عندهم ویکون بحیث
یؤدونه بعد مقاساة الضیق لیحصل
الزجر، وهذا القدر یختلف باختلاف
الاشخاص، وکان اهل الجاهلیة قدرها
بمائة من الابل فلما رأی عبد المطلب
انهم لا یتزجرون بها ندبهم الی مائة، و
ابقاها النبی صلی الله علیه وسلم علی ذلك
لان العرب یومئذ کانوا اهل ابل غیر
ان النبی صلی الله علیه وسلم علم ان

سے تساہل کرنا گناہ عظیم ہے جس پر اس سے مواخذہ ہونا مناسب ہے
پھر جیسا اہل قرابت پر صلہ رحمی واجب تھی تو حکمت کا مقتضی یہ ہوا
اس میں سے کچھ ان پر بھی واجب کیا جائے خواہ وہ خوش ہو کر
دیں یا ناخوش ہو کر اور یہ بات دو وجہ سے متعین ہوئی ایک تو
خطاء اگرچہ تساہل کی وجہ سے قابل مواخذہ ہے لیکن اس میں
درجہ کا مبالغہ بھی نہ کرنا چاہیئے پس لوگوں پر ان کے ذی رحم
طرف سے جو چیز واجب کیا جائے وہ ایسی چیز ہونی چاہیئے جس میں
پر تخفیف ضرور ہے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ عرب کے لوگ
تنگی کے وقت جان و مال سے اپنے آدمی کی مدد کیا کرتے تھے
اور اسکو وہ صلہ واجب اور حق مؤکد سمجھتے تھے اور اس کے
ترک کو بڑی نافرمانی اور قطع رحم خیال کرتے تھے پس ا
کی اس عادت کا یہ مقتضی ہوا کہ یہ امر ان کے لیے مقرر کیا جائے
اور از آں جملہ یہ ہے کہ قتل عمد کی دیت کو معجل قرار د
کہ ایک سال میں ادا کیا جائے اور غیر عمد کی دیت مہلت د
کہ تین برس میں ادا کرے تاکہ اس میں ایک قسم کی تخفیف پا
جائے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں اور دیت میں اصل یہ ہے
کہ اس میں بہت سا مال واجب ہونا چاہیئے جو لوگوں پر بڑا
ہو اور ان کے مال میں کمی ڈالے اور لوگوں کے نزدیک اس کا
قدر ہو اور وہ مال اتنا ہو کہ محنت برداشت کر کے اس کو ادا
کر سکیں تاکہ زجر کے معنی حاصل ہوں اور یہ مقدار ہر شخص کے
اعتبار سے جداگانہ ہے۔

اور اہل جاہلیت نے دیت کے اندازہ میں دس اونٹ
مقرر کئے تھے پس جب عبد المطلب نے یہ دیکھا کہ لوگ
اتنا مال ادا کرنے پر بھی قتل سے باز نہیں
آتے تو انہوں نے دیت میں سو اونٹ
مقرر کر دیئے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی
اس کو برقرار رکھا کیونکہ اس زمانہ میں اہل عرب
کے پاس اونٹ ہی تھے لیکن نبی صلے اللہ علیہ
وسلم کو یہ معلوم تھا کہ آپ کی شریعت تمام

تعرعه لازم للعرب والعجم وسائر الناس
ولیسوا کلهم اهل ابل فقدر من الذهب
الف دینار ومن الفضة اثنی عشر الف
درهم ومن البقر مائتی بقرة ومن
الشاء الفی شاة، والسبب فی هذا ان
مائة رجل اذا دفع علیهم الف دینار
فی ثلاث سنین اصاب کل واحد منهم
فی سنة ثلاثة دنانیر وشئ ومن
لدراهم ثلاثون درهما وشئ، فی
هذا شئ لا یجدون لا قل منه بالا، و
لمسائل اختلفت فیما بینها یکون منها
کبیرة ومنها الصغیرة، وصفة
الصغیرة بخمسین فانهم ادنی ما تنقسم
بهم القریة. ولذلك جعل القسامة خمسین
یمینا متوزعة علی خمسین رجلا، والکبیرة
ضعف خمسین فجعلت الدیة مائة
لیصیب کل واحد بعیرا او بعیرین و
بعیر وشئ فی اکثر القبائل عند استواء
حالهم، والاحادیث التی تدل علی ان
النبی صلی الله علیه وسلم کان فرض
الابل خمس من الدیة واغلب ما
منها بعدها خمسی ان کان یفضی بذلك
علی اهل الابل خاصة، وانت ان تتشبث
عامة البلاد وجدتهم ینقسمون الی
اهل تجارات واموال وهم اهل الحضر
واهل رعی، وهم اهل البدو ولا یجاوز
حال الاکثرین. قال الله تعالی ومن
قتل مؤمنا خطأ فتحریر رقبة مؤمنة
الآیة.

عرب اور عجم بلکہ تمام دنیا پر لازم ہو گی، اور سب کے پاس اونٹ
نہیں ہوتے اس واسطے آپ نے سونے ہزار دینار اور چاندی
سے بارہ ہزار درہم دیت میں مقرر فرمائے اور گائے بیل میں سے
دو سو اور بکریوں میں سے دو ہزار دیت میں مقرر فرمائے
اور اس کا سبب یہ ہے کہ تین سال کے اندر سو مردوں پر اگر ہزار
دینار تقسیم کئے جائیں تو ایک سال میں فی آدمی تین دینار سے
کچھ زیادہ ہوتے ہیں، اور دراہم سے بیس درہم اور کچھ زیادہ ہوتا ہے
یہ اتنی مقدار ہے کہ اس سے کم کے ادا کرنے میں لوگوں کو کچھ پرواہ نہیں ہوتی
اور دیتیں مختلف ہوتی ہیں تو کوئی غلبہ بڑا ہوتا ہے اور کوئی
چھوٹا ہوتا ہے اور چھوٹے کا اندازہ پچاس آدمیوں سے
کیا گیا ہے کیونکہ کم از کم اتنے آدمیوں سے گاؤں آباد ہوتا
ہے اور اسی لئے قسامت میں پچاس قسمیں مقرر ہوئیں جو
پچاس قسموں سے دی جاتی ہیں اور بڑے غلبہ میں ان سے دو چند ہوا ہیں
اس واسطے دیت میں سو اونٹ مقرر کئے تاکہ ہر آدمی ایک یا دو اونٹ
یا ایک سے کچھ زیادہ کثیر قبائل میں اگر وہ مساوی حال
ہوں اور اکثر احادیث اس بات پر دلالت کرتی
ہیں کہ جب اونٹ گراں ہوتے تھے تو آپ دیت میں کمی
زیادتی کرتے تھے، اور اگر وہ سستے ہوتے تھے تو آپ دیت میں
زیادتی کرتے تھے،

میرے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ کا یہ ارشاد
ہیں لوگوں کے ساتھ خاص تھا جہاں اونٹوں کی پیداوار
تھی اور ارقم گزشتہ کی تحقیق کرنے سے لوگوں کی
معلوم ہوتا ہے کہ بعض کو سونا اور مالدار ہونے کے ذریعہ ملوک
شہری ہوتے ہیں، اور بعض کو مویشی چرانے والے یا وہ گے
اور وہ دیہاتی ہوتے ہیں، اور اکثر لوگوں کا حال اس کے
درمیان ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص خطاءً مومن
کو قتل کر ڈالے تو اس کو ایک غلام باندی مومن آزاد
کرنا چاہیے الآیۃ،

اقول انما وجب فی الکفارۃ تحریر رقبۃ مؤمنۃ او اطعام ستین مسکینا لیکون طاعۃ مکفرۃ لما فیما بینہ وبین اللہ فان الدیۃ مزجرۃ تورث فیہ ندما بحسب تصامق الناس علیہ والکفارۃ فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ ۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایحل دم امرئ مسلم یشہد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ الا باحدی ثلاث النفس بالنفس والثیب الزانی والمفارق لدینہ التارک للجماعۃ ۔

اقول الاصل المجمع علیہ فی جمیع الادیان انہ انما یجوز القتل لمصلحۃ کلیۃ تتأتی بدونہ ویکون ترکہا اشد افسادا منہ، وھو قولہ تعالیٰ والفتنۃ اشد من القتل، وعند ما تصدی النبی صلے اللہ علیہ وسلم للتشریع وضرب الحدود وجب ان یضبط المصلحۃ الکلیۃ المسوغۃ للقتل ولو لم یضبط ونزل سدی لقتل منہم قاتل من لیس قتلہ من المصلحۃ الکلیۃ ظنا انہ منہا فضبط ثلاث القصاص فانہ مزجرۃ رفیعۃ مصالح کثیرۃ قد عنا اللہ تعالیٰ الیہا بقولہ ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب، والثیب الزانی لان الزنا من اکبر الکبائر فی جمیع الادیان وھو من اصول تقتضیہ الجبلۃ الانسانیۃ فان الانسان عند سلامۃ مزاجہ یخلق علی الغیرۃ ان یزاحمہ احد علی موطوءتہ

میں کہتا ہوں کفارہ میں مسلمان غلام آزاد کرنا یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا، اس لئے واجب ہوا تاکہ قتل کا وہ کام جو شکے، اور خدا کے درمیان سے مٹ جائے کیونکہ دنیا میں ایک سزا ہے جس سے لوگوں کو عبرت ہوتی ہے، اس طرح سے کہ اس پر لوگوں کو ندامت ہوتی ہے اور کفارہ سے بندہ اور خدا تعالیٰ کے مابین گناہ دور ہو جاتے ہیں،

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان شخص اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس کا رسول ہوں تو اس کا خون کرنا بغیر ان تین باتوں میں سے ایک کے حلال نہیں ہے یا وہ کسی کو قتل کرے یا نکاح کرنے کے بعد پھر کسی سے زنا کرے یا دین سے برگشتہ ہو کر جماعت اسلام کو ترک کرے،

میں کہتا ہوں تمام مذاہب میں یہ قاعدہ متفق علیہ ہے کہ قتل اسی مصلحت کلیہ کے سبب سے جائز ہوتا ہے جو بدون قتل کے حاصل نہیں ہوتی اور اس مصلحت کا ترک کرنا قتل سے بھی زیادہ فساد کا سبب ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "فتنہ قتل سے زیادہ برا ہے" اور جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم احکام حدود مقرر کرنے کے لئے آمادہ ہوئے تو ضروری ہوا کہ اس مصلحت کلیہ کا جو قتل کو جائز کر دیتی ہے انضباط کریں اور اگر مصلحت کلیہ کا انضباط نہ کیا جاتا اور اس کو ایسے ہی چھوڑ دیا جاتا تو قتل کرنے والا ایسے شخص کو مصلحت کلیہ سمجھ کر قتل کر دیتا جس کے قتل میں مصلحت کلیہ نہ ہوتی پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں سے قصاص کا انضباط فرمایا، ایک تو قصاص ہے کیونکہ اس میں سزا اور ان شمار مصلحتیں ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے "اے عقلمندو! تمہارے لئے قصاص کے اندر زندگی ہے"

دوسرے نکاح کرنے کے بعد زنا کرنا ہے کیونکہ تمام مذاہب میں زنا سب سے بڑا گناہ ہے اور وہ جبلت انسانی کا اصلی مقتضی ہے کیونکہ انسان جبکہ اس کا مزاج سالم ہو اس کی خلقت میں اس بات کی غیرت ہوتی ہے کہ کوئی شخص اس کی بیوی پر مداخلت کرے

كسائر الجهاد، الا ان الانسان استوجب ان يعلم ما به اصلاح النظام فيما بينهم ويجب عليهم ذلك، والمرتد اجترأ على الله ودينه وناقض المصلحة المرعية في نصب الدين وبعث الرسل، واما ما سوى هؤلاء الثلاث مما ذهبت اليه لامة مثل الصائل، ومثل المحارب من غير ان يقتل احدا عند من يقول بالتخيير بين اجزية المحارب فيمكن ارجاعه الى احد هذه الاصول ؛

واعلم انه كان اهل الجاهلية يحكمون بالقسامة وكان اول من قضى بها ابو طالب كما بين ذلك ابن عباس رضوان الله عنهما وكان فيها مصلحة عظيمة، وان القتل ربما يكون في المواضع الخفية في الظلمة حيث لا تكون البينة فلو جعل مثل هذا القتل هدرا لاجترأ كل من علم به وعجز الفساد ولواخذ بدعوى الاولياء المستغرق بداهة لاوشك ان يفتات على كل من يعاديه ويجب ان يؤاخذ بايمان جماعة يظهر بقرائن بها قرية وهم خمسون رجلا نشأ هذا النبي صلى الله عليه وسلم واقتدى واختلف الخبر في [illegible] عليها القسامة، فقبل وجوده استدل به اثر جراحة من ضرب او نحوه فوجد مطروحا في محفة او نحوها وعليه دماء، وهذا ما خوذ من [illegible] ابن سهل وحكى الاجماع [illegible]

جیسا کہ تمام بہادروں میں ہوتا ہے مگر فرق یہ ہے کہ انسان کو ان چیزوں کا جاننا ضروری تھا جن سے ان کے درمیان باہمی انتظام درست ہو سکے اس واسطے ان پر یہ بات واجب کی گئی کیونکہ مرتد ہے جس نے خدا تعالیٰ اور دین کی بے ادبی کی اور اس مصلحت کی مخالفت کی جو دین کو قائم کرنے اور رسولوں کے بھیجنے میں ملحوظ تھی، اور ان تینوں کے علاوہ وہ ہے جس کی امت قاتل ہے جیسے حملہ آور کا قتل کرنا اور اس محارب کا قتل کرنا جس نے ہنوز کسی کو قتل نہیں کیا ان کے نزدیک جو محارب کی سزا میں اختیار کے قائل ہیں پس ان کا بھی انہیں اصول کی طرف رجوع کرنا ممکن ہے،

واضح ہو کہ اہل جاہلیت بھی قسامت کے ساتھ حکم کرتے تھے اور سب سے پہلے ابو طالب نے قسامت کا حکم دیا ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے اور اس میں بڑی مصلحت تھی اس لئے کہ قتل بسا اوقات ایسے پوشیدہ مقامات اور تاریک راتوں میں ہوتا ہے جہاں اس پر گواہ نہیں ہو سکتے پس اگر ایسے قتل پر باز پرس نہ کی جائے تو لوگ قتل پر جرأت کریں گے [illegible] اور اگر مقتول کے تمام دشمنوں کا نام لے دیا کریں اس واسطے ضروری ہوا کہ گاؤں کی ایک بڑی تعداد سے قسم لیجائے اور [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم کیا اور اس کو برقرار رکھا اور [illegible] جس پر قسامت ہے پس بعض کہتے ہیں [illegible]

لی وما، وقیل وجود قتیل وقیام لوث علی احد انه القتل باخبار المقتول او شهادة دون النصاب ونحوه، وهذا ماخوذ من قصة القسامة التی قضی بها ابوطالب، قال صلے الله علیه وسلم دیة الکافر نصف دیة المسلم؛

اقول السبب فی ذلک ما ذکرنا قیل انه یجب ان ینوه بالملة الاسلامیة و ان یفضل المسلم علی الکافر ولان قتل الکافر اقل افسادا بین المسلمین واقل معصیة فانه کافر مباح الاصل یندفع بقتله شعبة من الکفر وهو مع ذلک ذنب وخطیئة وافساد فی الارض، فنسبات تخفف دینه، وقضی صلے الله علیه وسلم فی الاملاص بغرة عبد او امة؛

اعلم ان الجنین فیه وجهان کونه نفسا من النفوس البشریة وسقطها ان یقع فی عوضه النفس، وکونه طرفا وعضوا من امه لا یستقل بذاته ومفقته ان یجعل بمنزلة سائر اعضائها فی حکم المال فروعی وجهاه، فجعل دیته ما هو ادنی وذلک غایة الحذر؛

واما التعدی علی اطراف الانسان فحکمه مبنی علی ما ذکرنا ان منها عمدا فیه القصاص الا ان یکون القصاص فیه مفوتا للمماثلة فی الاهلاک فی الاتلاف ما تم من القصاص، وفیه قول تعالی النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن

و بعض کہتے ہیں کہ اس کی علت یہ ہے کہ مقتول کا ولی کسی پر قتل کے شبہ کا قائم ہونا مثلاً مقتول کے سوال کرنے سے یا کسی ناقص شہادت وغیرہ سے اور یہ اس قسامت کے قصہ سے ماخوذ ہے جس کا ابوطالب نے حکم دیا تھا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کافر کا خون بہا مسلمان کے خون بہا سے نصف ہے"

میں کہتا ہوں اس کا سبب وہی ہے جس کو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ ملت اسلامیہ کی عظمت اور مسلمان کی کافر پر فضیلت ضروری ہے اور یہ کافر کے قتل کرنے سے مسلمانوں کے اندر کم فساد ہوتا ہے اور اس کا گناہ بھی کم تر ہے اس لئے کہ کافر مباح الاصل ہے، اور اس کو قتل کرنے سے کفر میں کچھ کمی ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود اس کا قتل کرنا گناہ اور خطاء اور زمین میں فساد پھیلانا ہے پس مناسب ہوا کہ دیت مقرر ہو اور اس میں تخفیف ہو، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کا حمل گرانے کی صورت میں ایک غلام یا باندی کے آزاد کرنے کا حکم دیا ہے

واضح ہو کہ جنین میں دو وجہیں پائی جاتی ہیں ایک یہ کہ وہ نفوس میں سے ایک نفس ہے اور اس کا تعلق ہے کہ ماں کے پیٹ میں بھی ایک شخص واجب ہوا اور دوسرے یہ کہ وہ ماں کے اعضاء میں سے ایک عضو ہے جو اعضاء کے بمنزلہ ہے پس شارع نے اس کا حکم دیتے میں ان دونوں وجہوں کا لحاظ رکھا گیا اور اس کی دیت ایک مال جو آدمی ہے گروانی گئی اور یہ نہایت تخفیف ہے

لیکن انسان کے اعضاء پر تعدی کرنا سو اس کا حکم کئی اصول پر مبنی ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ جس صورت میں برابر بدلہ لینے سے ہلاکت کا اندیشہ ہو وہاں قصاص نہیں ہے جس صورت میں برابر بدلہ لینے سے ہلاکت کا اندیشہ ہو تو وہ برابر بدلہ لینے سے مانع ہوگا اور اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے "جان کے بدلے جان ..... اس کے بدلے آنکھ اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت"

والجروح قصاص، فالعين بالعين والسن بالسن والجروح قصاص، فالعين بعوراء او حمقاء او
لسن بالمبرد ولا تقلع لان فى القلع خوف
زيادة الاذى، فى الجروح اذا كان كالموضحة
القصاص يقبض على السكين بقدر عمق
الموضحة فان كان كسر العظم فلا قصاص
لانه يخاف منه الهلاك، وجاء عن بعض
التابعين لطمة بلطمة وتوضية بقرصة،
لنا فى ان ما كان ازالة لقوة نافعة فى
الانسان كالبطش والمشى والبصر والسمع و
العقل والباءة ويكون بحيث يصير الانسان
به كلا على الناس ولا يقدر على الاستقلال
بامر معيشته ويلحق به عار فيما بين
الناس ويكون مثلة بتغيير خلق الله
ويبقى اثرها فى بدنه طول الدهر فيها
يجب الدية كاملة، وذلك لانه ظلم عظيم
وتغيير لخلقه ومثلة به والحاق عار دائم به
وكان الناس لا يقومون بنصرة المظلوم
بامثال ذلك كما يقومون فى باب القتل
ويحقرون امره الظالم والى كم وعصبة
الظالم وعصبة المظلوم فاستوجب
ذلك ان يؤكد الامر فيه ويبالغ موجبته
اقصى المبالغ، والاصل فيه قول صلى الله
عليه وآله وسلم فى كتابه الى اهل اليمن
فى الانف اذا اوعب جدعه الدية وفى
الاسنان الدية وفى الشفتان الدية
وفى البيضتين الدية وفى الذكر الدية وفى
الصلب الدية وفى العينين الدية، وقال
عليه السلام فى العقل الدية ثم ما كان
اتلافا لنصف هذه المنافع ففيه نصف

بدلہ دانت اور زخم بہ برابر، پس آنکھ کے بدلہ میں آنکھ گرم آلہ سے
زائل کرنی چاہیئے اور دانت کے بدلہ میں دانت ریتی سے تراشنا
چاہیئے اور اس کو اکھاڑنا نہیں چاہیئے کیونکہ اکھاڑنے میں زیادہ
ایذاء کا خوف ہے، اور زخموں میں جبکہ وہ گہرا زخم ہو بدلہ ہے،
زخم کی گہرائی کے بقدر ناپ کر اس کے بدن میں اسی جگہ پر چھری
سے زخم کریں اور اگر ہڈی ٹوٹ جائے تو اس میں قصاص نہیں
ہے بلکہ دیت ہے کیونکہ اسکا بدلہ لینے میں ہلاکت کا خوف ہے،
اور بعض تابعین سے منقول ہے کہ طمانچہ کے بدلہ میں طمانچہ مارا
جائے اور چٹکی کے بدلہ میں چٹکی لیجائے اور دوسرے یہ کہ
جس چیز میں انسان کے کسی نفع پہنچانے والی قوت کا ازالہ
جیسے پکڑنا اور چلنا اور دیکھنا اور سننا اور سمجھنا اور جماع کرنا اور
بسر اوقات کرنے انسان لوگوں پر بار ہو جائے اور اپنی معاش
میں دوسرے کی مدد کے نادار نہ ہو اور اس کی وجہ سے لوگوں
میں اس کو عار لاحق ہوتی ہو اور نقشہ کرنا ہو جس سے اللہ تعالیٰ
کی بناوٹ میں تبدیلی لازم آتی ہے اور تمام عمر تک اس کا اثر
جسم پر باقی رہے تو اس میں پوری دیت واجب ہوتی ہے
کیونکہ اس میں بڑا ظلم اور اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت
کو بگاڑنا اور مثلہ کرنا اور اس کے ساتھ عار کا لاحق کرنا ہوتا ہے
اور لوگ ان امور میں مظلوم کی مدد اس طرح سے نہ کرتے تھے جس طرح
قتل کے بارے میں اس کی مدد کرتے تھے بلکہ ایسی باتوں کو خود
ظالم اور حاکم اور ظالم کی قوم اور مظلوم کی قوم کوئی بڑا امر نہیں
سمجھتے تھے اس واسطے ضروری ہوا کہ شارع اس میں تاکید
کرے اور اس کی سزا انتہا درجہ کی مقرر کرے اور اس میں آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کا قول ہے جو اہل یمن کو نامہ مبارک میں
لکھا تھا ناک جب جڑ سے کاٹ لی جائے تو اس کے بدلہ میں
دیت ہے اور دانتوں میں دیت ہے، اور لبوں میں دیت ہے اور
بیضوں میں دیت ہے اور ذکر میں دیت ہے اور پشت میں دیت ہے اور
آنکھوں میں دیت ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
عقل جہاں ہو وہیں دیت ہے پھر جبکہ اعضاء میں سے کوئی منفعت نصف

الدية فى الرجل الواحدة نصف الدية، و
فى اليد الواحدة نصف الدية، وما كان
اقل من العشر ط كاصبع من اصابع اليدين
والرجلين ففيه عشر الدية، وفى كل سن
نصف عشر الدية، ودليلنا ان الانسان
تكون ثمانية وعشرين وستة وعشرين
والكسر الذى يكون بازاء نسبة الواحد من
ذلك العدد دخلى بحثنا عن الى التعمق فى
حساب فاخذ العشرين واوجب نصف
عشر الدية، والثالث ان الجروح انما لا
تكون ابدا لا لقوة مستقلة ولا لضعف
ولا تكون مثلثة وانما هى ثلاثة او اثنان فما
لا ينبغى ان تجعل بمنزلة النفس لا بمنزلة
اليد والرجل فيحكم بنصف الدية، ولا ينبغى
ان يهدر ولا يجعل بازاء ثلث فاضلها
الموضحة وما كان دون ذلك الثلاثة حرش
وخمس لاجوح، والموضحة ما يوضح
العظم فقيه نصف العشر، لان نصف
العشر اقل حصة يقوم من غير امعان
فى الحساب، وانما سمى لاموى اشتراك
السهام المعلوم منذ ازمان عند الحاسب
وغيره، والمنقلة فيها خمسة عشر بعيرا
لانها ايضا تكسر وتنقل، فصار بمنزلة
ثلاثة اضعافها، والجائفة والآمة والاذن
وعظم الجراحات فمن حقهما ان يجعل
فى كل واحدة منهما ثلث الدية لان الثلث
يقدر به ما دون النصف، قال رسول
الله صلى الله عليه وسلم فى الجائفة
سواء يعنى الجائفة والآمة، وقال الشافعى

فتح ہو جائے تو نصف دیت آئے گی، اور ہاتھ پیر میں نصف دیت
ہے ایک ہاتھ میں نصف ہے اور جس میں اس سے کم ہے جیسے
حصہ کا قوت ہوتا یا ہاتھ جیسے ہاتھ یا پاؤں کی ایک انگلی کا کان
کٹ جانا ہو تو اس میں دسواں حصہ ہے ہر دانت میں کہ
اس کا بیسواں حصہ اس لئے کہ دانت اٹھائیس یا تیس ہوتے
ہیں، اور وہ کسر جو اس سے مقابلہ میں اس عدد کے
ہے کہ پورا سمجھا جاتا ہے جس میں حساب کرنے والے
ہیں اس سے ہم نے تین کا عدد مقرر کیا اور اس کے
دسویں حصہ کو واجب کر دیا
اور تیسرا یہ ہے کہ زخم جس سے کسی عضو قوت کا بطلان نہ ہو
اور نہ اس کے نقص کا ہو اور نہ اس میں صدر کرنا ہو بلکہ صرف
زخم ہو تو جنایتوں میں کچھ جاتا ہو، یہ اچھا ہو جانا ہو تو ہمارے نزدیک
اس کو ہم جس کے گزانا سنا سنا نہیں ہے اور نہ یہ مناسب ہے کہ اس کو
منزلہ ہاتھ پاؤں کے برابر بنا کر پورے نفس کا حکم دیا جائے
اور یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ اس کو ایسے ہی چھوڑ دیا جائے اور اس کے
عوض میں کچھ مقرر نہ کیا جائے، پس زخم کا کم سے کم مقرر ہونا ضروری ہے
کیونکہ اس سے کہ زخم نہیں کہتے ہیں اس کو جھلنا اور خراش کہتے
ہیں، اور موضحہ اس زخم کو کہتے ہیں جس میں ہڈی نظر آنے لگے پس
اس میں دیت کا بیسواں حصہ ہے اس لئے کہ بیسواں حصہ کم سے
کم حصہ ہے جو حساب میں بلا غور کئے معلوم ہو جاتا ہے اور حکام
میں سے بعض نے تخمینہ کا معاملہ بھی ہے جس کی مقدار کو سب
اور غیری بھی سب جانتے ہیں، اور جو زخم ایسا ہو جس میں ہڈی
ٹوٹ کر اپنے مقام سے ہٹ جائے تو اس کے لئے پندرہ اونٹ
ہیں کیونکہ اس میں ہڈی تک پہنچنے اور اس کا اپنی جگہ سے ہٹ
جانا پایا جاتا ہے پس وہ زخم جس میں گوشت رگوں کے ہے اور وہ
اور کمر یعنی وہ زخم جو پیٹ کے اندر تک پہنچ جائے اور زخم دماغ
جبل تک پہنچ جائے تو یہ دونوں زخم ایسے زخموں میں سے ہیں
کے بارے میں یہ سنت ہے کہ اس سے ہر ایک میں ثلث دیت لازم

ص اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور یہ بیس اونٹ ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

والنفس سواء؛

اقول والسبب ان المنافع الخاصة بكل عضو عضو لما صعب ضبطها وجب ان يدار الحكم على الاساسي والنوع، واعلم ان من القتل والجرح ما يكون هدرا وذلك لاحد وجهين اما ان يكون دفعا لشر ملحق به، والاصل فيه قوله صلى الله عليه وسلم في جواب من قال يا رسول الله ارأيت ان جاء رجل يريد خذ مالي قال فلا تعطه مالك قال ارأيت ان قاتلني؟ قال قاتله، قال ارأيت ان قتلني؟ قال فانت شهيد، قال ارأيت ان قتلته؟ قال هو في النار، وعض نسان انسانا فانتزع المعضوض يده من فمه فاندر ثنيته فاهدر صلى الله عليه وسلم؛

فالحاصل ان الصائل على نفس الانسان او طرفه او ماله يجوز دفعه بما امكن فان ادى الامر الى القتل لا اثم به فان لانفس السبعية كثيرا ما تغلبون في الارض فلو لم يبح دفعوا ضاق الحال، وقال صلى الله عليه وسلم لو اطلع في بيتك احد ولم تاذن له فخذفته بحصاة ففقأت عينه ما كان عليك من جناح، واما ان يكون سبب ليس فيه تعد لاحد وانما هو بمنزلة الآفات السماوية، والاصل فيه قوله صلى الله عليه وسلم لجبار العجماء جرحها جبار والمعدن جبار والبئر جبار،

اور بڑھ دونوں برابر ہیں؛

میں کہتا ہوں اس کا سبب یہ ہے کہ ان کے منافع کا انضباط کرنا جو ہر ہر عضو کے ساتھ مخصوص ہیں چونکہ مشکل ہے اسی لیے ان کے ناموس اور نوع پر حکم کا مدار کرنا ضروری ہو،

دافع ہو کہ بعض قتل اور زخم ایسے ہیں جن کا کچھ معاوضہ نہیں ہے اور اس کی دو صورتیں ہیں یا تو وہ قتل اور زخم کسی شر کے دفع کرنے کی وجہ سے ہو جو انسان کو لاحق ہوتا ہو اور اس میں اصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے کہ ایک شخص نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ اگر کوئی شخص میرا مال چھیننے کے ارادہ سے آئے تو آپ اس میں کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا تو اس کو اپنا مال نہ دے، پھر اس نے عرض کیا اگر وہ مجھ سے لڑائی کرے تو آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا تو اس سے مقاتلہ کر پھر اس نے عرض کیا اگر وہ مجھ کو قتل کر ڈالے تو آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا پس تو شہید ہے سننے عرض کیا اگر میں اس کو قتل کر ڈالوں تو آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ دوزخ میں جائے گا

اور ایک شخص نے ایک شخص کے کاٹا یہاں تک کہ اس نے کاٹنے والے کے منہ سے جبراً سے، اپنا ہاتھ کھینچا تو اس کا ایک دانت بھی اس کے ساتھ کھینچ گیا پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا کچھ عوض نہیں دلایا؛

حاصل کلام یہ ہے کہ جو کوئی شخص کسی انسان کی جان یا اعضا یا اس کے مال پر حملہ کرے تو حتی الامکان اس کا دفع کرنا جائز ہے اگر حملہ آور کو قتل کرنے تک بھی نوبت پہنچے تو کچھ گناہ نہیں اس لئے کہ دنیا میں خصلت لوگ اس قسم کی حالت میں غلبہ حاصل کر لیا کرتے ہیں اگر ان کو دفع نہ کیا جائے تو لوگوں کی حالت بہت تنگ ہو جائے، جیسے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی شخص تیرے گھر میں جھانکے اور تو نے سنگریزہ مار دی ہو پس تو اس کو کنکری مارنے سے اس کی آنکھ پھوٹ جائے تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں ہے اور یہ ایک صورت قصاص نہ لینے کی یہ ہے کہ وہ قتل اور زخم ایسے سبب ہو جس میں کسی پر طرف سے تعدی نہ پائی جاتی ہو اور وہ بمنزلہ آفات سماوی کے ہو اور اس کا اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے کہ چوپایہ کے نقصان کا کچھ

اقول وذلك لان البهائم تسرح للمرعى
فاذا اصابت احدا لم يكن ذلك من صنع
مالكها، وكذلك اذا وقع في البئر او
انطبق عليه المعدن، ثم ان النبي صلى
الله عليه وسلم سجل عليهم ان يحتاطوا
لئلا يصاب احد منهم بخطأ فان من
القرون التلف. وصح انه صلى الله عليه
وسلم عن الحذف وقال انه لا يصاد به
صيد ولا ينكأ به عدو ولكنه قد يكسر
السن ويفقأ العين، وقال صلى الله عليه
وسلم اذا مر احدكم في مسجدنا او في سوقنا
ومعه نبل فليمسك على نصالها ان يصيب
احدا من المسلمين منها منكر وقال صلى
الله عليه وسلم لا يشير احدكم الى اخيه
بالسلاح فانه لا يدري لعل الشيطان
ينزغ من يده فيقع في حفرة من النار،
وقال صلى الله عليه وسلم من حمل علينا
السلاح فليس منا، نهى عليه السلام
ان يتعاطى السيف مسلولا ونهى ان يقف
السيربين اصبعين واما التعدي على
اموال الناس فاخذ عصا انسان
بغير حق وذهب به فانه سرقة وذهب
فتصرف فيه، واما الغصب فانما هو
تسلط على مال الغير بقهر معتمدا على سطوة
وهيبة لا يشتبه فيها الشر، والاعتماد على
ان لا يظهر على حكاية حاله ونحو
ذلك فكان حراما ان يحل مال انسان
ولا يبتنى عليه الحدود، ولان الحاكم
غصب الف درهم لا يوجب القطع و

میں کہتا ہوں اس کا سبب یہ ہے کہ چوپائے جنگل میں چرنے کے لئے چھوڑ دیئے جاتے ہیں پس اگر وہ کسی کو زخمی کر دیں تو یہ مالک کے فعل سے نہیں ہوا ہے اور اسی طرح جب کوئی کنویں میں گر پڑے یا کان کے نیچے دب جائے تو اس میں بھی اس کے مالک کا فعل نہیں ہے پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس میں احتیاط کرنے والوں کو بڑی تاکید کر دی تاکہ خطا سے کسی کو کوئی ضرر نہ پہنچے کیونکہ ضرر کے قریب ہونے سے جان کے تلف ہونے کا خطرہ ہے اور اسی وجہ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کنکریاں پھینکنے سے منع کیا اور آپ نے فرمایا کہ اس سے شکار مرتا ہے اور نہ دشمن زخمی ہوتا ہے ہاں! اس کا دانت ٹوٹ جاتا ہے اور آنکھ پھوٹ جاتی ہے۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص ہماری مسجد یا بازار میں تیر لیکر گذرے تو اسکو چاہیئے کہ اس سے نوکدار حصہ کو تھامے تاکہ مسلمانوں میں سے کسی کو اس سے ضرر نہ پہنچے۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی کسی اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ شاید شیطان اس کے ہاتھ سے اڑا دے پس وہ جہنم کے کسی گڑھے میں جا پڑے۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ہم پر ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں۔ اور آپ نے ننگی تلوار دینے سے منع فرمایا۔ اور دو انگلیوں کے بیچ میں کھڑا کرنے سے منع فرمایا

لیکن انسان کے مال پر تعدی کرنا سو اس کی تین قسمیں ہیں غصب کرنا اور جان کر چوری کرنا اور دھوکا دیکر چوری لینا غصب کے معنی یہ ہیں کہ مغلوب کو معلوم ہو جائے کہ غاصب نے غصب اپنے غلبہ اور قہر کے ساتھ کیا ہے اور اسی شبہہ پر اعتماد کرکے جس کا شریعت میں اعتبار نہ ہو پس جبر اور قہر پر حکام کو اطلاع حال نہیں ہوگی یا اسی طرح کسی اور شبہہ پر تعبیر کر لیا ہے پس غصب اسی کا نام ہے کہ جس کو معلوم ہو جائے کہ غصب کیا جانے والا مال پر حد واجب نہ کیا جائے اور اسی وجہ سے ہزار درہم کے غصب کرنے سے ہاتھ کا کاٹنا واجب نہیں ہوتا

سرقة ثلاثة دراهم توجبه، واما الاتلاف فيكون عمدا وشبه عمد وخطأ لكن الاصول لما كانت دون الانفس لم يجعل لكل احد منها حكما وكفى الضمان عن جميعها تراجوا، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اخذ شبرا من الارض ظلما طوقه يوم القيامة من سبع ارضين ؛

اقول قد علمت مرارا ان الفعل الذى ينقض المصلحة المدنية ويجب فيه الايذاء والتعدى يستوجب لعن الملأ الاعلى ويتصور العذاب بصورة العمل ويجاور به وقال صلى الله عليه وسلم على اليد ما اخذت

اقول هذا هو الاصل فى باب الغصب والعارية يجب رد عينه ان تعذر فمثله ودفع عليه السلام صحفة فى مصر صحفة كسرت واسلك المكسورة ؛

قول هذا هو الاصل فى باب الاتلاف والظ من السنة انه يجوز ان يغرم فى المتقومات بما يحكم به العامة والخاصة انه مثلها كالصحفة مكان الصحفة، وقضى عثمان رضى الله عنه بحضرة من الصحابة رضى الله عنهم على المغرور ان يفدى بمثل اولاده، قال صلى الله عليه وآله وسلم من وجد عين ماله عند رجل فهو احق به يتبع البيوع ؛

اقول السبب الذى يقتضى مهل الحكم انه اذا وقعت هذه الصورة فلا بد ان يكون فى كل جانب الضرر والجور، اذا وجد متاعه عند رجل فان باعت السنة

تیس درہم کی چوری سے ہاتھ کا کاٹنا واجب ہو جاتا ہے، لیکن مال کا تلف کرنا کبھی عمداً اور کبھی شبہ عمد سے اور کبھی خطاء سے ہوتا ہے مگر چونکہ اموال کا درجہ جان سے کم ہے، اس واسطے تمام اموال کے لئے ایک حکم نہیں دیا گیا اور سب کی سزا میں تاوان دلانا کافی سمجھا گیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ظلم سے ایک بالشت برابر کسی کی زمین لے گا تو خدا تعالے قیامت کے روز سات زمین کا طوق بنا کر اس کو پہنائیگا ؛

میں کہتا ہوں کئی بار تم کو یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ جو فعل مصلحت شہر کے خلاف ہو، اور اس میں ایذا اور ظلم پایا جائے وہ فعل ملاء اعلیٰ کی لعنت کا سبب ہوتا ہے اور عذاب عمل کی صورت میں یا اس کے قریب قریب صورت میں منتشر ہوتا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو ہاتھ کوئی چیز لے تو اس کا ادا کرنا ضرور ہے" ؛

میں کہتا ہوں غصب اور عاریت کے باب میں یہ حدیث اصل ہے یعنی اس چیز کا واپس کرنا واجب ہے اور عینا اس کا واپس کرنا متعذر ہو تو اس کے مثل کا دینا واجب ہوتا ہے اور پیغمبر اللہ علیہ السلام نے ایک ٹوٹی ہوئی رکابی کے عوض میں ایک [illegible]

[illegible] تلف کرنے کے باب میں یہ حدیث [illegible] اور [illegible] کے [illegible] کا [illegible] [illegible] [illegible]

ان يهمل حتى يجن بائعه ففيه ضرر عظيم
لصاحب المتاع فان الغاصب اذا السارق
اذا عثر على خيانته ربما يجئ بائعه اشترى
من انسان يذب بذلك عن نفسه. وربما
يكون السارق والغاصب وكل بعض
الناس بالبيع لئلا يؤاخذ هو ولا بائعه
وفي ذلك فتح باب ضياع حقوق الناس
وبهم لا يجد البائع الا عند غيبة هذا
المشتري فيؤاخذه فلا يجد سبيلا سبيلا
فيسكت على خيبة، وان كانت السنة
ان يقبضه في الحال ففيه ضرر للمشتري
لانه يبتاع من السوق لا يدري من البائع
وابن محله ثم ليس حق ماله واعلم انه
فيسكت على خيبة اذ ربما لا يكون له متاع
الى المتاع ويكون في تمكن من حق اياه
حوالته على البائع فوت حاجته تماما او
الامر بين الضررين ولم يكن بد من ترجيح
احدهما وجب ان يرجح الى الامر الظاهر
الذي تقتضيه افهام الناس من غير وبرهان
وهو هنا ان الحق تعلق بهذه العين
عين خمس في بحر المتاع
لينة وان نفعه لا تمكن، وعلى هذا
ينبغي ان تعتبر اقضايا، وقضى صلى الله
عليه وسلم ان على اهل الخ انظ حديث
بالظاهر وان ما اختص به السواسي ظهر ضياعه
على اهلها؛

اقول السبب المقتضي لهذا القضاء
انه اذا فسدت المواشي حوائط الناس
كان الضرر واقعا على كل واحد، فلصاحب

کیا جاتا کہ جب تک وہ بائع وہ نہ بالے یہ شخص اس کو نہ لیوے تو یہ ضرر
سپاہ ہے، اصل مالک کا نہ یہ ہے کیونکہ غاصب یا چور کی خیانت
معلوم ہوتی تو بسا اوقات وہ بھاگ جاتا ہے کہ اس سے
ملاں خرید کر لیا ہے تاکہ اپنی جان بچا لے اور اس
خاصت اور چور اس مال کے فروخت کرنے پر کسی کو بھیں بنا دیتا
تاکہ خود ماخوذ نہ ہوں اور نہ بائع ماخوذ ہو پس اس میں لوگوں
کی حق تلفی کے باب کو کھولنا تھا اور اکثر اوقات بائع اس وقت
ملتا جبکہ وہ مشتری موجود نہیں ہوتا پس وہ مالک اسکو کچھ نہ
اسکے پاس کچھ نہیں جاتا پس خسارہ پاکر سکوت کرنا پڑتا، اور اگر یہ
قاعدہ مقرر کیا جاتا کہ جس نے اپنی جنس پر قبضہ کرلیا تو اس میں
مشتری کا ضرر تھا کیونکہ بسا اوقات خریدنے والا بازار میں
کوئی چیز خریدتا ہے اور نہ وہ بیچنے والے کو جانتا ہے اور نہ اس
کا گھر اس کو معلوم ہوتا ہے پھر یہ مال کسی اور کا نکل آتا ہے اور
بائع کا پتہ نہیں لگتا تو خسارہ کی حالت میں اس کو سکوت
کرنا پڑتا ہے اور بسا اوقات اس کو کسی چیز کی حاجت ہوتی ہے
حق دار سے اس پر قبضہ کرنے میں دینے والے پر اس کے حوالہ کرنے
میں عمل حاجت فوت ہوتی ہے پس جبکہ دونوں طرف ضرر تھا
اور دونوں میں سے ایک کا ظاہر ضرر ہونا تو ناگزیر تھا ضرور کی جو اگر
اسی طرح بات کیا جائے جس کو بلا شبہ لوگوں کی عقل قبول کرے
اور وہ یہ ہے کہ حق اس شخص کے ساتھ متعلق ہوتا ہے
اور جس کے قبضہ میں اس کے ساتھ متعین ہے
دیا جائے جبکہ میں قائم مقام ہو جاوے تاکہ مال مرتہن ہو جائے اس کی
قیمت کے بدلہ یا کا اعتبار کرنا مناسب ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ
وسلم نے جو یہ فیصلہ فرمایا کہ حکم دیا کہ وہ دن میں، جن کی کھیتیاں رات
اور رات میں جو مویشی نقصان کر جائیں تو اس کا معاوضہ مویشی
والوں پر ہے

یہ فیصلہ ہوں [illegible] کا سبب اور باعث یہ ہے
کہ جب مویشی لوگوں کے باغ کا کچھ نقصان کیا تو ظلم اور
[illegible] سے ہے پس مویشی والا ذمہ

الماشية يحتج بانه لا بد ان يسرح ماشيته
في المرعى والا هلكت جوعا واتباع كل
بهيمة يحفظها نفسه عليهم الا بتفاوت
المقصود، وانه ليس لصاحب الحائط هو الذي
قصر في حفظ ماله وتركه بمضيعة، و
صاحب الحائط يحتج بان الحائط لا تكون
لا خارج البلاد فيحفظها والذئب يحتاج
الاقامة عليها فيهمل حالها، وان صاحب
الماشية هو الذي سرحها في حائط
قصر في حفظها، فلما دار الامر بينهما و
كان لكل واحد حجة وعذر، وجب ان
يرجع الى عادة امثالهم في
يبقى البحر بحر ما دامت سواء، وان عادة
يكون في كل حائط في النهار من يعمل
فيه ويصلح امره ويحفظه، واما في الليل
فيتركونه ويبيتون في القرى والبلد
وان اهل الماشية يحمعون ماشيتهم
الليل في بيوتهم ثم يسرحونها
نهارا للرعي فاعتبر بحيرات
الماشية بينهم، وسئل صلى الله
سلم عن الثمر المعلق، فقال من اصاب
فيه من ذي حاجة غير متخذ خبنة
ثوبه ..

سلمان دفع التظلم بين
فوان يقبض على يد من
عدى عليها لان يتسع
وسعها فهو صورة الاكل من الثمر
المعلق الذي نبه عليه

عذر کر سکتا ہے کہ مویشی کو جنگل میں چرنے کے لئے چھوڑنا اسکو ضرور ہے ورنہ وہ بھوک سے مرجائیگا اور ہر مویشی کے پیچھے پیچھے رہنا اور اس کی نگہبانی کرنا ایسے ضرر میں خرابی پیدا کرتا ہے اور مویشی کو چرنے نہ چھوڑنا ہے، اس کا اس میں کوئی بس نہیں ہے بلکہ باغ والے نے خود اپنے مال کی حفاظت میں کوتاہی کی اور اس کو غیر محفوظ چھوڑ دیا، اور باغ والا یہ حجت کر سکتا ہے کہ باغ شہر سے باہر ہوتا ہے پس اس کی حفاظت کرنا اور اس میں کسی کو آنے سے روکنا اور اس پر پہرا دینا اس کی حالت کو خراب کر دینے کا سبب ہے اور مویشی کے مالک نے یا تو خود اس میں مویشی کو چھوڑا ہے یا اپنے خود اس کی نگران میں کوتاہی کی ہے پس جب یہ امر دونوں میں ظاہر ہوا اور ہر ایک کی طرف سے قابل اور عذر لنگ ہوا تو ضرور ہوا کہ [illegible] پس اس عادت سے قیاس کرکے [illegible] قائم رہنا ہے [illegible] لوگ [illegible] اور اس کی حفاظت رہے اور رات کو اسے چھوڑ کر اپنے گھروں [illegible] پس لوگوں کی اس عام عادت سے تمیز کرکے [illegible] کا حکم ہوگا اور [illegible]

انسان محتاجا اذا لم یکن هناك مجاوزة حد
المعروف ولا اتخاذ خبئة ولا رمی الاشجار
بالحجارة فان العرف یوجب المسامحة
فی مثله، فمن ادعی فی مثل ذلك فانه اتبع
الشح و قصد الضرار فلا یجاب، واما اذا كان
من ثمر مشهوره او اتخاذ خبئة او رمی الاشجار
او مجاوزة الحد فی الاتلاف یوجب الیسوه
ففیه التعزیر والغرامة، واما لبن الماشیة
فالاقیسة فیه متعارضة، وقد بینها النبی
صلی الله علیه وسلم فقاس واتاره علی
المتاع المخزون فی البیوت فهی غیر
جلیة، واتاره علی الثمر المعلق الاشیاء
غیر المحرزة فانما اخذ بقدر الحاجة
لمن لم یجد صاحب المال لیستأذنه
والاصل فیما اختلف فیه الاحادیث
والظهر ان العلل ان یجمع باعیان تلك
العلل وحیثما جرت العادة یعدل مثله
ولیس هناك شح و تضییق و كانت
حاجة جاز والا فلا، وعلی مثل ذلك ینبغی ان
یعتبر تصرف الزوجة فی مال الزوج و
العبد فی مال سیده ؛

الحدود

اعلم ان من المعاصی ما شرع الله
فیه الحد وذلك كل معصیة جمعت
وجوها من المفسدة بان كانت فسادا
فی الارض واقتضاها علی حسب فیه المسیل
وكانت الداعیة فی نفوس الناس لا تزال
تبعث فیها الا شهرة تزیل شعور الاشخاص

حلال جس نہیں ہوتا جبکہ کھانے والا حد سے تجاوز نہ کرے اور نہ عمدہ پھل
بھرے اور درختوں پر پتھر پھینکے تو اس صورت میں عورت
پر تعزیر کرنے کا تقاضا کرتا ہے پس ایسی حالت میں جو شخص اس
حاجتمند پر دعوی کرتا ہے تو وہ پہلی طرح سے تباعد کرتا ہے
اور ضرر پہنچانا چاہتا ہے پس اسکا دعوی مسموع نہ ہوگا البتہ جس
صورت میں تھوڑے پھل ہوں یا وہ جھول بھرے یا پتھر پھینکے یا کسی
اور طرح سے ضرر پہنچانے میں حد سے تجاوز کرے تو اس میں تعزیر اور
تاوان آتا ہے، درختی کا دودھ دوہنے میں قیاسات متعارض ہیں
اور نکوئی صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان کر دیا ہے پس کہی نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس مال پر قیاس کیا جو گھر میں حفاظت کر رکھا
ہو پھر ضرورت کے وقت سے منع فرمایا اور کبھی درختوں کے پھلوں
غیر محفوظ چیزوں پر اسکو قیاس فرمایا اس شخص کے لئے جسکو مویشی کا
مالک نہ ملے تاکہ اس سے اجازت لے بقدر ضرورت دودھ لینے کو
مباح فرمایا اور جن احادیث میں اختلاف ہے اور انکی علتیں ظاہر
ہوگئی ہیں ان میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ان علتوں کے اعتبار سے
ان کو جمع کیا جائے پس جہاں ایسی چیزوں کے صرف کرنے کی عادت
ہو اور وہاں لوگوں کو بخل اور تنگی نہ ہو اور حاجت بھی ہو تو
اس کا لینا جائز ہے اور اگر ایسی بات نہ ہو تو جائز نہیں ہے
اور اسی پر بیوی کا خاوند کے مال میں اور غلام کا آقا کے مال
میں تصرف کرنے کو قیاس کر لینا چاہیئے ؛

حدود کا بیان

واضح ہو کہ بعض معاصی ایسے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے
حد مقرر فرمائی ہے اور وہ ایسے معاصی ہیں جن میں فساد کی
بہت سی صورتیں ہیں کہ ان سے زمین میں فساد ہوتا ہے اور
انسانوں کے امن و امان کو ختم کرنا ہوتا ہے اور ان کے لئے نفس
کے اندر داعیہ ہوتا ہے جو ہمیشہ ان کے اندر جوش مارتا رہتا
ہے اور ان کی عادت ہو جاتی ہے کہ جس وہ معاصی

مها بعد ان استتر ت قلو بهم ر الله كا دعه
فور لا يستطيعه الله ظلوم د فعه عن نفسه
ل كثير من الاحيان وكان كثر الوقوع
نسا بين الناس، فمثل هذا السعي
ر يكفي فيه الذر عيب بعذاب الآخرة بل
رابد من اقامة ما دمة شديدة عليها
ايلام ليكون بليه عليهم ذلك فيردعهم
حما يريد منه كالزنا وانما تشتهي من
شبق والرغبة في جمال النساء ولها
شهوة وبها تتار تشتد بين اهل
مزاحمة الرجال على موطوأة المشتركة
لانسانية وهي مظنة الاقدام على المحاربة
نيما بينهم ولا يكون غالب الا في الزنا
الزاني، وفي الخلوات حيث لا يطلع عليه
د البعض فلو لم يشرع فيها حد رجر
مر يحصل الردع، وكالسرقة فان
نيرا مما لا يعد كسبا لها فيفضي الى
سرقة والها غراوة في نفوسهم
ون الاخذ، وبخلاف الجناية
حصب فانه يكون بقصد
يثبته الشرع، وفي تصاعب بين معاملاتهم
نهما وعلى اعراض الناس فصار وقوعها من
ن المعاملات، وكقطع الطريق فانه لا
ستطيع المظلوم ذبه عن نفسه وماله
يكون في بلاد المسلمين
دفعه، فلابد من سلطان يزدع
عقوبة، وكشرب الخمر فان
بها فسادا في الارض دون
وطء التي بها دون سلاح معاد

دل میں پیوست ہو جاتے ہیں تو دل کسی سے باز نہیں رکھ سکتے اور ان
میں نہ عقل مؤثر ہے جس کو کسی سے نفس کو روکنے کی
کی وجہ نہیں ہوتی اور یہ بات اکثر واقع ہوتی
رہتی ہے پس ایسے گناہوں میں عذاب آخرت سے ڈرانا کافی نہیں
بلکہ اس قسم کے معاصی پر نہایت درجہ ملامت اور تکلیف کا پہنچانا
ضروری ہے تاکہ موت والوں کی آنکھوں کے سامنے رہے اور
جس کو اس کام کے کرنے سے روکے اور زنا میں طبیعت
کو شہوت اور عورتوں کے جمال میں رغبت کرنے کی حرص
ہے اور ان کا گھر میں ہونا ہے اور ہر ایک کی
عورت کی طرف طبیعت کے میلان کی وجہ سے
آدمیوں میں مقابلہ ہوتا ہے اور
کے بیچ میں حائل ہوتی ہے اور ان کا کسی
ہونا بہت ہی برا ہے اور
ہونا اکثر زنا کی وجہ سے ہوتا ہے
ہوتا ہے
ہو سکتی ہے اگر ان میں سخت سزا مقرر نہ کی جائے تو
ہوں کیونکہ حاصل ہو سکتی ہے اور جیسے چور کی
انسان کسی کا مال اچھا سمجھتا ہے
ہو جاتا ہے
ہوتی ہے

معاشهم، وكالقذف فان القذف يفيت اذى
اذى شديدا ولا يقدر على دفعه بالقتل
ونحوه لانه ان كان قتال يذهب
ضرب به فوجب فى القتل
عظيم فى المعاش، وهو بخلاف الجر
فانه وان قطع فهو الاسلام شديد و
تفويت قوة لازمة الاستقلال معيشة
دونها طول عمره ومثلة وعار ظاهر
اثره بمرأى الناس لا يقضى فان النفس
سامحة ترضى بجنسها دون نفس لو قلة
... بجميعه بجميعها، والاسلام كالمقود الجامع
فى صاحب جاه يورثه الاسلام
له اشد من الاسلام، فوجب جمعهذين
الوجهين فى الحدود، ودون ذلك اسلام
يضرب بضمه معه عاره ظهر
اثره كالتغريب وعدم قبول الشهادة
والتبكيت

واعلم انه كان من شريعة من قبلنا
القصاص فى القتل، والرجم فى الزنا
والقطع فى السرقة، فهذه الحدود
كانت منوارثة فى الشرائع السماوية و
اطبق عليها جماهير
مثل هذا، حيث ان
والزنا
بها
على طائفتين احدهما
اقصى العالم ومن
المعصية الشديدة
من حقها ان تجعل فيما كانت المعصية

اور جیسے کسی کو زنا کی تہمت لگانا ہے اس واسطے کہ جس
تہمت لگائی جاتی ہے اس کو سخت ایذا ہوتی ہے اور دفع
غیر سے اس کی مدافعت جس نہیں کر سکتا ہے کیونکہ وہ
قتل کرتا ہے تو خود بھی اس سے سخت مار کھاتا ہے،
تلوار کو پہنچتا ہے تو اس کی ضرب خود بھی پڑتی ہے سو ایسے
ایسے جرم میں کوئی سخت سزا کا ہونا ضروری ہے پھر یا تو قتل
ہے اور وہ ایسی سزا ہے کہ اس سے زیادہ اور کوئی سزا نہیں ہو
یا کسی عضو کا کاٹ دینا ہے اور اس میں نہایت درجہ کی
تکلیف پہنچانا اور ایسی قوت کا زایل کر دینا ہے کہ جس کے
بغیر ساری عمر خود معاش حاصل کرنے کے قابل نہیں رہتا
اور بدنامی کرنا اور عار ہے جسکا ہر سب لوگوں کے روبرو
دکھائی دیتا ہے جو زایل نہیں ہوتا اس واسطے کہ نفس دو سبب
سے متاثر ہوتا ہے جو نفس کہ بہیمیت میں غرق ہوتا ہے اس کو
تکلیف دینا بڑی چیز سے باز رکھتا ہے جیسے بیل اور اونٹ
اور جس نفس میں جب جاہ غالب ہوتی ہے اس کو ذلت عار
تکلیف جسمانی سے بھی زیادہ ایک کام سے روک دیتی ہے اس
واسطے ان دونوں وجہوں کا حدود کے ارتکاب کرنا ضروری
ہوا اور قطع سے کم ایک عضو مار پیٹ کے ساتھ تکلیف پہنچانا
ہے جس میں عار ہو اور اس کا اثر ظاہر ہو جیسے جلا وطن کرنا اور
شہادت کا قبول نہ کرنا اور گوشمالی کرنا،

اور واضح ہو کہ سابقہ شریعتوں میں قتل کی سزا میں قصاص
سنگسار کرنا اور چوری کی سزا میں ہاتھ کاٹنا
یہ سزائیں آسمانی شریعتوں میں ہمیشہ سے چلی آئی
ہیں جن کو ہر امت محمدیہ میں سے بڑے بڑے اور بڑے
کو ضرور جاری کرنا چاہیے لیکن تہ یعنی مصطفوی نے ان
ہلکا اور آسان کیا ہے پس ہر ایک کی سزا کے دو درجہ
کے ایک تو بڑی بھاری سزا ہے کہ اس سے بڑھکر سزا نہیں
اور وہ سزا نہایت بھاری گناہ میں دینی چاہیئے، اور دوسری سزا

ف اس سے کم ہے اور یہ ان معاصی میں ہونا چاہیئے جو ایسے

(دیہا) ففی القتل العمد والدیۃ والاصل فیہ قولہ تعالیٰ ذلک تخفیف من ربکم۔ قال ابن عباس رضی عنہما کان فیہم القصاص ولم یکن الدیۃ فقال اللہ تعالیٰ لہذہ الامۃ العفو فی العمد فی قبول الدیۃ فی العمد ان شاؤا او القصاص ان شاؤا وکان الیہود لما ذہبت شریعتہم وحرفوا التوراۃ رجعوا الی الرجم فتداعوا التحکیم الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاتی بہ فی صورۃ التحمیم فصار ذلک تحریفا لتبدیلہم فحمت لنا بین شریعتی من قبلنا بسماویۃ والابتداعیۃ۔ وذلک غایۃ رحمۃ اللہ بالنسبۃ الینا، وفی السرقۃ العقوبۃ بغرامۃ متلیہ علی ما جاء فی الحدیث ان حملت انواعا من الطعام فظہر علیہا کانت لغیر فجعلت لہا حدا ان ہذہ ایضا منزلۃ تلک المعاصی وان تزاد فی عقوبۃ قطاع الطریق۔

واعلم ان الناس علی طبقتین، وسیاسۃ کل طبقۃ وجہ خاص، طبقۃ مستقلون امرہم بیدیہم وسیاسۃ ہؤلاء ان یؤاخذوا علی ما بین الناس ویوجعوا ویلزم علیہم شدید ویہانوا ویحقروا، وطبقۃ مرتبطون بغیرہم اخرین امراءہم وسیاسۃ ہؤلاء ان یؤمر ساداتہم بحفظہم عن الشر فانہ یظہر منہم فیہ حبسہم عن فعلہ ذلک، وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا زنت احدکم فلیضربہا الحدیث، وقولہ السلام اذا سرق عبد احدکم فبعہ ولو بنش وضبطت لطشتان، ہو

جلد دوم

سے کم درجہ کے جرم کی سزا میں قصاص اور دیت ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے تخفیف ہے۔

[illegible] کی وجہ سے [illegible] میں قتل کی سزا قصاص تھی اور دیت ساقط تھی اور زنا میں کوڑے مارنا تھا اور یہود [illegible] شوکت جاتی رہی اور وہ سنگسار کرنے لگے اور [illegible] نے خود ایک سزا کو بدل دیا اور [illegible] کے بدلے [illegible] کی سزا کو تحریف کہا جاتا ہے [illegible] کی شریعت کو [illegible] شریعت سماویہ و ابتداعیہ کو اور اس میں [illegible] جرمانہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں [illegible] کیا کہ ظلم کی بہت سی قسموں کو [illegible] نہیں معاصی پر مثل کے اور ان کے لئے حد [illegible] کیونکہ یہ بھی معاصی کے [illegible] کی سزا [illegible]

اور [illegible] ہو کہ لوگوں کے [illegible] سیاست کا ایک طریقہ ہے ایک لوگوں کا وہ طبقہ جو خود مستقل اور مختار ہیں ان کی سیاست کا یہ طریقہ ہے کہ ان کو پکڑ کر سزا دی جائے اور ان کو سخت مار دی جائے اور ان کی توہین کی جائے اور ذلیل کیا جائے، اور ایک لوگوں کا وہ طبقہ ہے جو دوسروں کے تابع ہیں تو ان کے [illegible] کا حکم ہے کہ ان کے سرداروں کو [illegible] ہونگے وہ ان کو [illegible] جاں سکتے ہیں جو ان کے [illegible] بار کر سکتا ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی باندی زنا کرے تو اس کو مارنا چاہئے الحدیث، اور آپ نے فرمایا جب غلام چوری کرے تو اس کو فروخت کر ڈالو اگرچہ نصف نش [illegible] ظاہری

[illegible] واجب فی مثلہ [illegible]
[illegible] الحر ولیقعد علی [illegible]
[illegible] ولا تقطعوا [illegible]
[illegible] لا حد یکون کفارۃ لما حد
[illegible] ان ابعاضہ، ما ان یکون میتہ
[illegible] وحکمہ مسلما وجھہ [illegible]
[illegible] توبۃ خصمہ [illegible]
[illegible] لو سمعت علی امۃ [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible]

ينبغي ان تتفاوت العقوبة المترتبة على
التكليف باتمية الرجل وهو زوجه وحده
كاملا مستقلا بامره مستبدا برأيه،
لان المحصن كامل وغير المحصن ناقص،
فصار واسطة بين الاحرار الكاملين و
بين العبيد، ولم يعتبروا ذلك الا في الرجم
خاصة، لانه اشد عقوبة شرعت في حق
الله، واما القصاص لحق الناس وهم
محتاجون فلا يضيع حقوقهم، واما حد
السرقة وغيرها فليس بمنزلة الرجم
ولان المعصية من العبد اذا تغلظت
فصار كثير من فقهائنا يجعلها
شد كفرت فكان من حقها ان يزاد في
العقوبة لها، وانما جعل حد البكر مائة
جلدة لانها حد كثير مضبوط يحصل به
الزجر والايلام، وانما عوقب بالتغريب
لان العقوبة المؤثرة تكون على وجهين
الايلام في الحد والحياء وقد مر
وتفقد ما لوفي النفس، والاول عقوبة
جسمانية، والثانية عقوبة نفسانية
ولا تتم العقوبة الا ان يجمع الوجهين
قال الله تعالى فاذا احصن فان اتين
بفاحشة فعليهن نصف ما على المحصنات
من العذاب ؛

اقول السر في تنصيف العقوبة على
الارقاء انهم يفوض امرهم الى مواليهم
فلو لم يشرع فيهم مزجرة بالنسبة المحتشمة
لفتح ذلك باب الفساد والاخلال بالمقصود من
عمله ويحتقر مالكه بالكلية

طرح [illegible] سے ہوجانا چاہئے جو کامل عقل اور [illegible]
کے [illegible] ہو [illegible] و مستقل بالکل کسی وجہ سے مکلف
ہونے [illegible] ہوں ہے اس لئے کہ خصی کامل ہے اور غیر خصی ناقص
ہے پس غیر محصن احرار کاملین اور غلاموں کے مابین واسطہ ہوا
اور [illegible] ہونے میں اس واسطہ کا اعتبار کیا گیا کیونکہ
سزاؤں میں سنگسار زیادہ سخت سزا ہے جو حق اللہ میں مشروع
ہوئی ہے اور قصاص جو کہ حق العبد میں سے ہے اور لوگوں کو
اپنے حقوق کے لینے کی حاجت ہے اس واسطے ان کے حقوق ضائع
نہیں کئے جاتے اور حد سرقہ وغیرہ بمنزلہ سنگساری کے نہیں اور نیز
اس شخص نے گناہ کا ارتکاب کیا ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے انعام
[illegible] کو اپنی جہت کی محبوبیت کی خصوصیت دی ہے [illegible]
[illegible] کہ [illegible] کی تاکید ہے پس ان میں سزا کا
[illegible] ہے [illegible] کوڑے کی حد سو درے
اس لئے مقرر [illegible] ضبط ہے جس سے زجر اور تکلیف
بخوبی حاصل ہو سکتی ہے اور جلاوطنی کی سزا اس لئے دی گئی کہ
[illegible] ہے ایک تو بدن کو تکلیف پہنچانا اور ایک حیا
[illegible] اور [illegible] محبوب چیز کا علیحدہ کرنا پہلی
[illegible] اور [illegible] اور یہ دونوں سزا
[illegible]

[illegible] جب [illegible] کے بعد ان سے
[illegible] ان کو [illegible] سے نصف
عذاب دیا جائے گا

پس [illegible] ہوں عدموں پر نصف سزا مقرر
کرنے کی یہ حکمت ہے [illegible] کا حکم ان کے
[illegible] علم کا [illegible]
[illegible] قتل کر ڈالے
[illegible]

السوء حدة عليه فنقص من حدها وجلد ما لا يفضي الى الهلاك، والذي ذكرناه في الفرق بين المحصن وغيره بيانٌ لها.

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خذوا عني خذوا عني قد جعل الله لهن سبيلا البكر بالبكر جلد مائة وتغريب عام والثيب بالثيب جلد مائة والرجم. عمل به علي رضي الله عنه.

اقول اشتبه هذا على الناس من ظنوه منا قضاء مع رجمه الثيب وعدم جلده وعندي انه ليس من قضائه وان الآية عامة لكن بينت للامام الاقتصار على الرجم عند وجوبهما، وانما مثله مثل القصر في السفر فانه لو اتم جاز لكن ليس له القصر. وانما شرع ذلك لان الرجم عقوبة عظيمة فنقصت عادونها ولا يجمع بين قوله صلى الله عليه وسلم هذا، وعمل علي رضي الله عنه، وبين عمله صلى الله عليه وسلم، وأكثر خلفائه في الاقتصار على الرجم، وحديث جابر امر بالجلد ثم اخبر انه محصن فامر به فرجم يدل عليه فانه ما اقدم على الجلد الا لجواز ان يكون معه كل زان وعندنا ان التعريب يحتمل ان يكون مفوضا الى رأي الامام لما في الآثار لما قال ماعز بن مالك زنيت فطهرني، قال صلى الله عليه وسلم لعلك قبلت او غمزت او نظرت؟ قال لا يا رسول الله قال انكتها؟ قال نعم وعند ذلك امر برجمه.

ہم کی کسی اور ایسی سزا کی طرف جس سے ہلاکت کی نوبت نہیں آتی، پھر محصن اور غیر محصن کا فرق جو ہم نے بیان کیا ہے وہ بیان کیا جاتا ہے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خذ سے سیکھو مجھ سے سیکھو اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لئے ایک راہ نکالی ہے کنوارا کنواری کے ساتھ زنا کرے تو اس کی سزا سو درے مرد اور عورت دونوں کے لئے علاوہ ازیں ایک سال جلا وطن رہنا ہے، اور شادی شدہ مرد کی سزا شادی شدہ عورت کے ساتھ زنا کرنے پر سنگسار کرنا ہے، یہ سزا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمل کیا ہے، اس حدیث پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمل کیا ہے۔

میں [illegible] لوگوں پر مشتبہ ہوئی اور حدیث کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے قضا کی مشروحہ کو مسترد کرنے [illegible] کے ساتھ مخالف سمجھا اور میرے نزدیک یہ [illegible] آپ کے فعل کے مخالف نہیں ہے اور آیت عام ہے لیکن آپ دونوں یعنی رجم اور سو درے مارنا واجب ہونے تو امام کو تعزیر کا اختیار ہے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے سفر میں قصر کرنا افضل ہے اور اگر کوئی شخص پوری نماز پڑھے تو بھی جائز ہے مگر قصر کرنا سنت ہے اور یہ اس واسطے مقرر کیا گیا کہ رجم بڑی سخت سزا ہے اور اس سے جو کم سزا ہے وہ اس میں آجاتی ہے اور اس بیان سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عمل میں اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے عمل میں، اور آپ کے اکثر خلفاء کے عمل میں تطبیق ہو سکتی ہے کہ انہوں نے رجم پر اقتصار کیا ہے اور حضرت جابرؓ کی حدیث کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے درے لگانے کا حکم دیا پھر کسی سے آپکو بتلایا کہ وہ محصن ہے تو آپ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا پس اسکو سنگسار کر دیا گیا۔ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے درے لگانے کا حکم دینے پر اقدام جب ہی کیا جبکہ آپ ہر زنا کرنے والے کو یہی سزا سمجھتے تھے۔ اور میرے نزدیک جلاوطنی کرنے میں معنی کا احتمال ہے جسکو عورت مالک نے کہا کہ میں ضرور کرا ہی بھیجو مالک کہ دیتے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید تو نے بوسہ لیا ہوگا یا ہاتھ

[illegible] دیکھا ہوگا یا عورت نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ آپ نے پوچھ کیا دیکھا ہے کنایہ کیا ہے اور عورت نے صاف صاف [illegible] وسلم نے ماعز کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔

اقول الحد موضع الاحتياط، وقد يطلق
الزنا على ما دون الفرج كقوله صلى الله عليه
وسلم فزنا اللسان كثرة الكلام، فوجب التثبت والتحقق في مثل ذلك،
واعلم ان المقر على نفسه بالزنا المسلم
نفسه لاقامة الحد تائب، والتائب كمن لا ذنب
له فمن حقه ان لا يحد لكن هنا وجوه
مقتضية لاقامة الحد عليه منها انه لو
كان اظهار التوبة والاقرار مسقطا للحد
لتجرأ كل من اراد ان يرتكب الفاحشة ثم
لا يتم له ان يعترف ليندرئ عنه الحد،
وذلك مناقضة للمصلحة، ومنها ان التوبة
لا تتم الا ان يعتضد بفعل شاق عظيم
لا يتأتى الا من مخلص، ولذلك قال النبي
صلى الله عليه وسلم في ماعز لما اسلم
نفسه للرجم لقد تاب توبة لو قسمت
بين امة محمد لوسعتهم، وقال عليه
السلام في الغامدية لقد تابت توبة
لو تابها صاحب مكس لغفر له، وهذه
فيستحب الستر عليه، وهو قوله صلى
الله عليه وسلم لهزال لو سترته بثوبك
كان خيرا لك، وان كان مرتكبو الفاحشة
فيما بينه وبين الله وان كان في
الحد، قال رسول الله صلى
ذا زنت امة احدكم فتبين
الحد ولا يثرب عليها ثم ان زنت
الحد ولا يثرب عليها
اقول السوط ذلك
ما مور شرعا ان يذب عن حريمنا

میں کہتا ہوں حد مارنے میں احتیاط کا مقام ہے اور کبھی زنا کا اطلاق شرمگاہ کے سوا پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زبان کا زنا یہ ہے اور پاؤں کا زنا یہ ہے اس واسطے ایسی صورت میں اس کا ثابت کرنا اور اسکی تحقیق کرنا ضروری ہے۔

واضح ہو کہ جو شخص تو زنا کا اقرار کرنا اور حد قائم کرنے سے اپنے نفس کو بچاتا ہے تو وہ توبہ کرنے والا اور توبہ کرنیوالا بمنزلہ اس شخص کے ہے جس نے گناہ نہیں کیا پس ایسے شخص کو چاہیئے کہ مارنا چاہیئے لیکن یہاں اس پر حد قائم کرنے کے لیے کئی سبب مقتضی ہیں ان میں سے ایک اگر اظہار توبہ اور اس کے اقرار سے حد ساقط ہو جاتی تو ہر زانی کو یہ الہام کی موجودگی میں جبر پائے گا اس کے روبرو واقع ہونے سے جو حد سے چھوٹ جاتا اور یہ مصلحت کی مخالفت ہے اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ توبہ ایسے سخت عمل کے تمام ہونے پر موقوف ہے جس فعل کو توڑ سکے اور جو مخلص کے سوا کسی سے نہ ہو سکے اور اسی واسطے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ماعز کے بارے میں جس وقت کہ وہ آزاد ہونے سے پھر گیا تھا البتہ اس نے توبہ کی اگر محمد کی امت پر تقسیم کیجئے تو سب کو کافی ہو اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے غامدیہ عورت کے بارے فرمایا اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ٹیکس لینے والا بھی یہ توبہ کرتا تو بخشا جاتا، لیکن اس کے باوجود گناہ کا ایسا [illegible] صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا [illegible] کے ساتھ [illegible] ہونے کے [illegible]

ومجبول على ذلك خلقة، ولو لم يشرع الحد
الا عند الامام لما استطاع السيد ان يمتهن
في كثير من الصور حرية تحقق الزجر على
الدوام ولو لم يحد سعد الا معلنين بحد يتجاوز
المتجاوز الى حد الاهلاك او الايلام الدائم
عن الحد، فلذلك قال النبي صلى الله عليه وسلم
لا يقرب، قال صلى الله عليه وسلم اقيلوا
ذوي الهيئات عثراتهم الا الحدود.

اقول المراد بذوي الهيئات اهل المروءة
اما ان يعلم من رجل صلاح في الدين و
كانت العثرة امرا فرط منه على خلاف
عادته ثم ندم فمثل هذا ينبغي ان يتجاوز
عنه او يكونوا اهل محلة وسياسة وكثر
في الناس فلو اقيمت العقوبة عليهم في
كل ذنب قليل او كثير لكان في ذلك شر
باب التشاحن والاختلاف على الامام و
بغي عليه، فان الدفوس كثيرة لا تخلص
ذلك، واما الحدود فلا ينبغي ان تهمل
الا اذا وجد لها سبب شرعي تندرئ
به ولو هملت لتناقضت المصلحة وبطلت
فائدة الحدود، وقال صلى الله عليه وسلم
في مخدج يزني خذوا الحد منكم لا فيه سائة
شمراخ فاضربوه به ضربة.

اعلم ان من لا يستطيع ان يقاسي
الحدود لضعف في جبلته فان تركه
كان مناقضا لتاكد الحدود في نفسها الا ترى
بالشرائع اللازمة التي جعلها الله تعالى
بمنزلة الامور الجبلية ان يجعل لها بتوابع
بالخاصية ان يحض عليها بالوجوب، وليها جاء

اور یہ بات انسان کی سرشت میں داخل ہے اور اگر امام ہی کے
سامنے حد مقرر ہوتی تو بہت سی صورتوں میں مالک کو قائم نہ
کیا جا سکتا اور بیل حرم کی حفاظت نہ ہو سکتی اور نہ حد کی کوئی مقدار
مقرر ہوتی نہ باقی کر دینے والا ہلاکت کی حد تک پہنچا سکتا تھا یا حد سے
زیادہ تکلیف دے سکتا تھا اس لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ تم حدود کو معاف کرو۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذی عزت لوگوں کا قصور
کے سوا اور لغزشوں کو معاف کرو۔

میں کہتا ہوں ذی عزت لوگوں سے مراد اہل مروت ہیں
تو اس طور سے کہ کوئی شخص متقی و دیندار ہو جس سے خلاف عادت
[illegible] پر ملوم ہو تو ایسے شخص سے
درگذر کرنا چاہیے یا وہ شخص لوگوں میں حاکم ہو معزز اور سردار ہو پس
اگر ہر چھوٹے بڑے گناہ میں اس کو سزا دیجائے تو اس میں امام سے
عداوت اور اختلاف اور اس سے بغاوت کا دروازہ کھولنا ہے
کیونکہ نفوس کثیر ان باتوں کے متحمل نہیں ہوتے لیکن حدود
کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کو ترک کر دیا جائے بجز اس
صورت کے کوئی سبب شرعی جس سے حد ساقط ہوتی ہے پایا جائے
کیونکہ اگر حدود کو چھوڑ دیا جائے تو وہ ملت کے خلاف ہے اور
حدود کا فائدہ فوت ہوتا ہے۔

اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں
جو بدکاری کا مرتکب ہوا اور زنا کرے فرمایا ہے اس کے لئے
ایک چھڑی کا ڈالی لو جس میں سو شاخیں ہوں پس اس سے
اس کو ایک بار مارو۔

اور یہ صحیح ہے کہ جو شخص ایسی سخت کمزوری کا ہو جس کی
طاقت نہیں رکھتا کہ اس پر حد قائم کیجائے پس اگر اس شخص کو بالکل
چھوڑ دیا جائے تو حدود کے مستحکم کے خلاف ہوتا ہے کیونکہ
شرائع لازمی جس کو اللہ تعالیٰ نے بندوں کی مصلحت کے لئے مقرر کیا ہے
ان کی شان اس سے یہ بات ہے کہ وہ مؤثر بالخاصیت کی طرح بھی
ہیں اور نیز [illegible] ہیں اور لوگ بہایت مصلحتوں سے ان کو تسلیم کرتے ہیں اور نیز

فان فيه بعض الالم والمعسور لا ضرورة في
تركه، واختلف في حد اللواطة، فقيل هي
من الزنا، وقيل يقتل لحديث من وجدتموه
يعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول
به، قال الله تعالى والذين يرمون المحصنات
ثم لم يأتوا باربعة شهداء فاجلدوهم
ثمانين جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا
واولئك هم الفاسقون الا الذين تابوا
من بعد ذلك واصلحوا فان الله غفور
رحيم، وفي حكم المحصنات المحصنون
بالاحصان والمحصن حر مكلف مسلم
عفيف عن وطء يحد به،

واعلم ان ههنا وجهين متعارضين
وذلك ان الزنا معصية كبيرة يجب
اخفاؤها وذمة الحد عليها والمؤاخذة
بها، وكذلك القذف معصية كبيرة
فيه لحاق شر عظيم يجب ان مدة الحد
عليها ويستتبعه القذف بالشهادة على الزنا
فلو اخذنا القاذف بمقتضى عدم الحد بقيد
اذ شهد على الزنا وقبلنا شهادته لحد
القاذف والذي هو شاهد على الزنا بناء
على نفسه المشهود عليه بالزنا وقد
يستحق الحد، فلما تعارض الحدان في هذه
الحملة عند سياسة لامة وجب ان
يفرق بينهما بامر ظاهر وذلك كثرة
المخبرين فانهم اذا كثروا قوي ظن
الشهادة والصدق وضعف ظن القذف
فان القذف يستدعي جمع وصفين ضعف
في الدين غلبا بسبب

جس چیز میں تھوڑی سی تکلیف اور آسانی ہے اس کے چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے، لواطت کی حد میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ وہ زنا کی قسم ہے اور بعض نے کہا کہ اس کو قتل کیا جائے گا اس لئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے" جس کسی کو تم قوم لوط کا کام کرتے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو" اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اور جو لوگ پرہیزگار عورتوں کو بدکاری کا الزام لگائیں اور پھر چار گواہ نہ لائیں تو ان کو اسی درے مارو اور کبھی ان کی شہادت قبول نہ کرو اور یہی بدکار ہیں ہاں جو اس کے بعد توبہ کریں اور اپنی حالت سنوار لیں تو خدا بھی بخشنے والا اور مہربان ہے"۔ اور اس پر اجماع ہے کہ محصن مرد محصن عورتوں کے حکم میں ہیں، اور محصن اس کو کہتے ہیں جو آزاد مکلف اور مسلمان ہو اور ایسے جماع سے پاک ہو جس پر حد قائم کی جاتی ہے،

واضح ہو کہ یہاں دو باتیں متعارض پائی جاتی ہیں اور وہ یہ ہے کہ زنا گناہ کبیرہ ہے اس کا مٹانا اور اس پر حد قائم کرنا اور اس پر مواخذہ کرنا ضروری ہے اور اسی طرح زنا کی تہمت لگانا بھی بڑا گناہ ہے اور اس میں ایک بڑی عار کا لاحق کرنا ہوتا ہے جس پر حد کا قائم کرنا ضروری ہے، اور زنا کی تہمت لگانے کو زنا پر تہمت دینے کے ساتھ مشابہت ہے پس اگر ہم کسی قاذف کو حد مارنے کے لئے گرفتار کریں تو وہ کہہ سکتا ہے کہ میں زنا کا گواہ ہوں اس میں حد ساقط ہو جاتی ہے اور جو زنا پر گواہ ہے مشہود علیہ کیونکہ اب وہ بچا سکتا ہے کہ زنا کی تہمت لگانے کی وجہ سے حد کا مستحق ہے، پس جب سیاست کے وقت اس امر میں ان دونوں حدوں میں تعارض ہوا تو ایک ظاہری امر سے ان دونوں میں تمیز ضروری ہوئی اور وہ امر خبر دینے والوں کی کثرت ہے کیونکہ جب خبر دینے والے کثرت تعداد میں ہوئے تو گواہی اور راست گوئی کا گمان قوی ہوا اور تہمت کا گمان ضعیف ہوگیا اس واسطے کہ تہمت [illegible]

يجتمعا في جماعة من المسلمين، وانما لم يكتف بعدالة الشاهدين لان العدالة ماخوذة في جميع الحقوق فلا يظهر للتعارض اثر، وضبطت الكثرة بضعف نصاب الشهادة، وانما جعل حد القذف ثمانين لانه ينبغي ان يكون اغلظ من الزنا لان اشاعة الفاحشة ليست كمثل زنا واحد، وضبط النقصان بمقدار ظاهر وهو عشرون فانه خمس لمائة، وانما جعل من تمام حد القذف عدم قبول الشهادة لما ذكرنا ان الايلام قسمان جسماني ونفساني وقد اعتبر الشرع جنسهما في جميع الحدود لكن جمع مع حد الزنا التغريب لان الزنا عند سياسة ولاة الامور وغيرة الاولياء لا يتصور الا بعد مخالطة ممازجة وطول صحبة واختلاف فجزاؤه الذي يسبب لان يجلى عن محل الفتنة، وجمع مع حد القذف عدم قبول الشهادة لانه اخبار او شهادة اخبار فجوزي بعار من جنس المعصية فان عدم قبول الشهادة في القاذف عقوبة وعدم قبولها من سائر المعصاة لفوات العدالة والرضا والنص، فقد ذكرنا ان القاذف لا يعجز ان يقول ناشاهد فيكون سد هذا الباب ان يعاقب بمثل ما اجتنبه، وجمع في حد الخمر النبكيت، واختلفوا في قوله تعالى الا الذين هل الاستثناء راجع الى عدم قبول الشهادة ام لا؟ والظاهر هو ما عهدنا ان الفسق لما انتهى وجب ان ينتهي

مسلمانوں کی جماعت میں جمع ہونا لکھا ہے اور شاہدین کی عدالت کے ساتھ اکتفا نہیں کیا گیا کیونکہ عدالت تمام حقوق میں معتبر ہے پس اس تعارض کا کوئی اثر ظاہر نہ ہوگا اور اس کثرت کا نصاب شہادت کی دو تعداد کے ساتھ کیا گیا ہے، اور حد قذف اسی واسطے، اس لئے مقرر کیا گیا کہ اس کی معصیت بہت بڑی ہے۔ تاسے کہ ہے کیونکہ ایک گناہ کا مرتکب ہونا اس کو عمل میں لانے کے برابر نہیں ہے اور اس کمی کو ایک مقدار ظاہر سے منضبط کیا گیا اور وہ بیس کا عدد ہے کیونکہ وہ عدد سو کا پانچواں حصہ ہے اور اس حد کا تمام ہونا یہ ہے کہ گواہی قبول نہ کرنا اس لئے مقرر کیا گیا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ تکلیف کی دو قسمیں ہیں ایک جسمانی اور دوسری نفسانی اور شریعت نے تمام حدود میں ان دونوں کا اعتبار کیا ہے لیکن حد زنا میں جلاوطنی کو شامل کیا گیا کیونکہ حکام کی سیاست اور اولیاء کی غیرت کے وقت میں زنا اسی وقت متصور ہو سکتا ہے کہ ان دونوں میں باہم میل جول اور اتحاد اور الفت ہو پس اس کے مناسب یہی سزا ہے کہ اس فتنہ کے مقام سے زانی کو نکال دیا جائے،

اور حد قذف میں عدم قبول شہادت کو شامل کیا گیا کیونکہ قاذف نے خبر دینا ہوتا ہے اور شہادت میں بھی خبر دینا ہوتا ہے پس قاذف کو اسی عار کے ساتھ سزا دی گئی جو اس کی معصیت کی جنس سے ہے کیونکہ قاذف سے شہادت کا قبول نہ کرنا اس کے لئے ایک سزا ہے اور دوسرے گنہگاروں کی شہادت کا قبول نہ کرنا عدالت اور رضا کے فوت ہونے کے سبب سے ہے، اور نیز ہم ذکر کر چکے ہیں کہ قاذف یہ کہہ سکتا ہے کہ میں شہادت دینے والا ہوں پس اس باب کا سد کرنا اس طرح ہو سکتا ہے کہ جس چیز سے اس نے قحبہ کی تہمت اسی چیز سے اس کو سزا دی جائے۔ وہ حد خمر میں توبیخ کو شامل ہوا، واللہ تعالیٰ کے قول "اِلَّا الَّذِیْنَ" میں اختلاف ہے کہ استثناء عدم قبول شہادت کی طرف راجع ہے یا نہیں، اور جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب فسق کی انتہا ہو جائے تو اس کا اثر اور اس کی سزا بھی ختم ہو جاتی

امرہ وعقوبتہ، وقد اعتبرہ الخلفاء لحد الزنا فی تنصیف العقوبۃ علی الارقاء، قال تعالی السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما جزاء بما کسبا نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم واعلم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث مبینا لما انزل الیہ، وھو قولہ تعالی لتبین للناس وکان فی مال الغیر اقسام منہ السرقۃ، ومنہ قطع الطریق، ومنہ الاختلاس، ومنہ الخیانۃ، ومنہ الالتقاط، ومنہ الغصب ومنہ ما یقال لہ قلۃ المبالاۃ والورع فوجب ان یبین النبی صلی اللہ علیہ وسلم حقیقۃ السرقۃ متمیزۃ عن ھذہ الامور وطریق التمیز ان ینظر الی ذاتیات ھذہ الاسامی التی لا توجد فی السرقۃ، ویقع بھا التفرق فی عرف الناس، ثم تضبط السرقۃ بامور مضبوطۃ معلومۃ یحصل بھا التمییز منھا والاحتراز عنھا، فقطع الطریق والنھب والحرابۃ اسماء تنبئ عن اعتماد القوۃ بالنسبۃ الی المظلومین واختیار مکان وزمان لا یلحق فیہ الغوث من جماعۃ المسلمین والاختلاس ینبئ عن اختطاف علی اعین الناس، وفی مرأی منھم ومسمع، والخیانۃ تنبئ عن تقدم شرکۃ او بسطۃ واذن بالتصرف فیہ وتخریبہ، والالتقاط ینبئ عن وجدان شئ فی غیر حرز، والغصب ینبئ عن علبۃ بالنسبۃ الی المظلوم لا معتمدا علی الحرب والھرب ولکن علی الجدل وظن ان لا یرفع قضیتہ الی ولی

چاہیئے، اور خلفا نے غلاموں پر حد زنا کے لیے سزا کے نصف کرنے میں اس کا اعتبار کیا ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "چرانے والا اور چرانے والی کا ہاتھ کاٹ دو یہی جزا ہے ان کے کئے کی عذاب خدا تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے"

واضح ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس چیز کے بیان کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے جو کچھ کہ آپ پر نازل ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "تاکہ آپ اس کو لوگوں کے لئے بیان کریں" اور غیر کا مال لینے کی چند صورتیں ہیں از آنجملہ چوری ڈاکہ رہزنی ہے اور اچکنا ہے اور خیانت کرنا ہے اور کسی کی پڑی ہوئی چیز کا اٹھا لینا ہے اور غصب کرنا ہے، اور ایک وہ ہے جسکو بے پرواہی اور بے حیائی کہتے ہیں پس ضرور تھا ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم چوری کی حقیقت اس طرح بیان فرما دیں کہ وہ ان سب امور سے ممتاز ہو جائے اور تمیز کا طریقہ یہ ہے کہ ان تمام چیزوں کی ذاتی صفات کی طرف نظر کی جائے جو چوری میں نہیں پائی جاتیں اور لوگوں کے عرف میں ان کی وجہ سے فرق واقع ہوتا ہے، پھر چوری کو چند امور مضبوطہ معلومہ سے منضبط کیا جائے جن کے سبب اس کو سب سے تمیز ہو جائے پس رہزنی اور غارت گری اور جنگ جوئی ایسے امور ہیں جو بہ نسبت مظلوم کے ظالم کو اپنی قوت پر اعتماد اور ایسے مکان یا زمانہ کے اختیار کرنے کی خبر دیتے ہیں جہاں مسلمانوں کی جماعت سے فریاد اور امداد کی راہ نہیں پہنچ سکتی، اور اچک لینا لوگوں کے روبرو اور ان کے دیکھتے اور سنتے کسی چیز کے لیجانے کی خبر دیتا ہے، اور خیانت میں پہلے سے کوئی شرکت یا معاملہ اور اس میں تصرف کا اذن وغیرہ پایا جاتا ہے، اور گری پڑی چیز کے اٹھا لینے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی کی حفاظت میں نہ تھی، اور غصب میں مظلوم پر ظالم کا ایسا غلبہ معلوم ہوتا ہے جو بھاگنے یا لڑنے پر موقوف نہیں ہوتا لیکن زبان زدگی اور اس بات کے گمان پر اس کا مدار ہوتا ہے کہ یہ مقدمہ حکام تک نہیں پہنچے گا اور وہاں پر

ولا ينكشف عليهم جليلة الحال وقلة لصباغة، والورق يقال في الشيء التافه الذي جرى العرف ببذله والمسامحة به بين الناس كالماء والحطب، فضبط النبي صلى الله عليه وسلم الاحتراز عن ذاتيات هذه، الاسامي، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تقطع يد السارق الا في ربع دينار، وروي اقطع فيما بلغ ثمن المجن وروي انه قطع في مجن ثمنه ثلاثة دراهم وقطع عثمان رضي الله عنه في اترجة ثمنها ثلاثة دراهم من صرف اثني عشر درهما والحاصل ان هذه التقديرات الثلاث كانت منطبقة على شيء واحد في زمان صلى الله عليه وسلم، ثم اختلفت بعده ولم يصلح المجن للاعتبار بعدم انضباطه فاختلف المسلمون في الحد بين الاخيرين فقيل ربع دينار، وقيل ثلاثة دراهم وقيل بلوغ المال الى احد النقدين وهو الاظهر عندي، وهذا شرعه النبي صلى الله عليه وسلم فرقا بين التافه وغيره لانه لا يصلح للتقدير جنس دون جنس لاختلاف الاسعار في البلدان، واختلاف الاجناس نفاسة وخساسة بحسب اختلاف البلاد فمباح قوم وتافههم مال عزيز عند آخرين، فوجب ان يعتبر التقدير في الثمن، وقيل يعتبر فيهما، وان الحلبة ان كان قيمته عشرة دراهم لا يقطع فيه، وقال صلى الله عليه وسلم لا تقطع في ثمر معلق ولا في حريسة الجبل فاذا

حال منكشف ہوگا، اور لاپروائی اور سہل انگاری کا اطلاق ان ادنیٰ ادنیٰ چیزوں میں ہوتا ہے جن کے صرف کرنے اور ان کے ساتھ باہمی معاوضت کرنے کا لوگوں میں دستور جاری ہے جیسے پانی اور ایندھن، پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سب کی ذاتیات سے احتیاط کا انضباط فرمایا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے مگر ربع دینار میں"، اور ایک روایت میں ہے جس چیز کی قیمت ڈھال کی قیمت کے برابر ہو اس کے چرانے سے چور کا ہاتھ کاٹا جائے، اور مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال کی چوری میں جس کی قیمت تین درہم تھی چور کا ہاتھ قطع کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک اترج کی چوری میں جس کی قیمت تین درہم تھی ہاتھ قطع کر دیا تھا۔

اور حاصل یہ ہے کہ یہ تینوں مقداریں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک ہی چیز پر منطبق تھیں پھر آپ کے بعد اختلاف ہوا اور ڈھال کی قیمت چونکہ منضبط نہیں ہے اس لئے وہ قابل اعتبار نہیں، پس باقی دونوں حدیثوں میں امت مسلمہ کا اختلاف ہے بعض ربع دینار کے قائل اور بعض تین درہم کے اور بعض نے کہا کہ ان دونوں مقداروں میں سے کسی مقدار تک مال پہنچ جائے اور یہ سب سے زیادہ ظاہر ہے اور رسول اللہ علیہ وسلم نے ادنیٰ و اعلیٰ چیز میں فرق کرنے کیلئے اس مقدار کو مقرر فرمایا کیونکہ کوئی خاص جنس اس اندازہ کی صلاحیت نہیں رکھتی کیونکہ مختلف شہروں میں ایک چیز کا نرخ مختلف رہتا ہے اور نیز شہروں کے اختلاف کے ساتھ نفاست اور خساست میں چیزیں مختلف ہوتی ہیں پس جو چیز ایک قوم کے نزدیک مباح و ادنیٰ چیز ہوتی ہے وہی دوسری قوم کے نزدیک ایک قابل قدر مال ہوتا ہے پس مدار کا اعتبار کرنا قیمت کے اندر ضروری ہوا اور بعض نے کہا دونوں کے اندر اندازہ کا اعتبار کرنا چاہیئے۔

اور کٹڑی میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا اگرچہ اس کی قیمت ... ہو، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لٹکے ہوئے پھل میں قطع نہیں ہے اور وہ جو کسی ہوئی جگہ یا کھلیان کے اندر ... پس جب

اوہ الشمار والجرین فالقطع فیما بلغ ثمن المجن، وسئل عن الثمر المعلق فقال علیہ السلام من سرق منہ شیئا بعد ان یؤدیہ الجرین فبلغ ثمن المجن فعلیہ القطع

اقول افہم النبی صلے اللہ علیہ وسلم ان الحرز شرط القطع و سبب ذلک ان غیر المحرز یقال فیہ الالتقاط فیجب الاحتراز عنہ، قال صلے اللہ علیہ وسلم لیس علی خائن ولا منتہب ولا مختلس قطع ؛

اقول افہم النبی صلے اللہ علیہ وسلم انہ لا بد فی السرقۃ من اخذ المال مختفیا والا کان نہبۃ او خطفۃ وان لا یتقہ فیہا شرکۃ لزوم حق والا کان خیانۃ او استیفاء الحقہ ؛

وفی الآثار فی العبد یسرق مال سیدہ انما ہو مال لک بعضہ فی بعض، وقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی السارق اقطعوہ ثم احسموہ ؛

اقول انما امر بالحسم لئلا یسری بہلکہ، فان الحسم سبب عدم السرایۃ وامر علیہ السلام بالید فعلقت فی عنق لسارق ؛

اقول انما فعل ہذا للتشہیر ویعلم الناس انہ سارق وفرق بین ما یقطع لید ظلما و بین ما یقطع حدا، وقال صلے اللہ علیہ وسلم فی سرقۃ ما دون النصاب، علیہ العقوبۃ وغرامۃ مثلیہ

اقول انما امر بغرامۃ المثلین لانہ

مویشی باڑے میں آجائیں اور پھلوں کا ڈھیر لگا دیا جائے تو ان میں قطع ہے جبکہ ان کی قیمت ڈھال کی قیمت کے برابر ہو، اور کسی شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے لٹکے ہوئے پھلوں کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: جس نے ڈھیر لگ جانے کے بعد، اس میں سے کچھ چرایا تو اس میں قطع ہے جبکہ اس کی قیمت ڈھال کی قیمت کے برابر ہو"

میں کہتا ہوں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو سمجھا دیا کہ حفاظت قطع ید میں شرط ہے، اور اس کا سبب یہ ہے کہ جو چیز غیر محفوظ ہے اس کے لینے کو اٹھا لینا کہتے ہیں چوری نہیں کہتے پس اس سے بچنا بھی ضروری ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خائن لوٹنے والے پر اور چھیننے والے پر قطع ید نہیں ہے"

میں کہتا ہوں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو سمجھا دیا کہ چوری کے اندر مال کا پوشیدہ طور پر لینا شرط ہے ورنہ اس کو لوٹ لینا، جھپٹ لینا کہا جائے گا اور تیسری یہ شرط ہے کہ پہلے سے اس میں شرکت در کسی کا حق ہو ورنہ اس لینے کو خیانت یا استیفاء حق کہا جائے گا

اور اس غلام کے بارے میں جو اپنے مالک کا مال چوری کرے احادیث میں آیا ہے کہ وہ تیرا ہی مال ہے جو بعض بعض کے اندر مخلوط ہو گیا ہے اور رسول اللہ علیہ وسلم نے چور کے متعلق فرمایا اس کا ہاتھ کاٹ دو پھر اس کو تیل میں داغ دو"

میں کہتا ہوں داغ دینے کا حکم اس لئے ہے کہ قطع سرایت نہ کرے اور وہ ہلاک نہ ہو کیونکہ داغ دینے سے زخم سرایت نہیں کرتا اندریں صورت اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ چور کا ہاتھ کاٹ کر اسکی گردن میں لٹکا دیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا

میں کہتا ہوں شہرت دینے کے لئے کیا گیا تاکہ لوگ اس کا چور ہونا معلوم کر لیں اور اس سے [illegible] ہو جائے [illegible] سے نہیں کاٹا گیا بلکہ حد میں کاٹا گیا ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس چوری میں جو نصف دینار کی تھی ہو فرمایا کہ اس کو تکلیف دیجائے اور دو چند تاوان لیا جائے ؛

میں کہتا ہوں [illegible] دو چند تاوان لینے کا حکم اس لئے فرمایا [illegible]

فان الانسان ربما يرتدع بالمال اكثر من الجلد وربما يكون الامر بالعكس فيجمع بين ذلك. ثم غرامة مثلي بجحدان لم يكن سرق وليس فيه عقوبة، ولذلك زيدت غرامة اخرى لكون من قصته يقصد به في السرقة. واتى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بلص قد اعترف اعترافا ولم يوجد معه متاع، فقال ما اخالك سرقت قال بلى فاعاد عليه مرتين او ثلاثا فامر به فقطع، وجئ به فقال قل استغفر الله واتوب اليه، فقال استغفر الله واتوب اليه قال اللهم تب عليه ثلاثا ؛

اقول السبب في ذلك ان العاصي المعترف بذنبه الذي هم عليه يستحق ان يحتال في درء الحد عنه، وقد ذكرنا قال الله تعالى انما جزاؤا الذين يحاربون الله ورسوله الآية ؛

اقول لحرابة لا تكون الا بعد التعمد على القتال بالشوكة في الجماعة التي دفع الحد وان عليها، والسبب في مشروعية هذا الحد اشد من حد السرقة ان الاجتماع الكثير من بني ادم لا يخلو من النفس تغلب عليهم الخصلات السبعية لهم جراءة شديدة وقتال واجتماع فلا يبالون بالقتل والنهب. وفي ذلك مفسدة اعظم من السرقة لانه يتمكن اقل الاموال من حفظ اموالهم من السراق، ولا يتمكن اهل الطريق من التمنع من قطاع الطريق، ولا يتيسر

مرد کی، اس واسطے کہ انسان بسا اوقات جسمانی تکلیف کی بہ نسبت مال کی تکلیف کی وجہ سے زیادہ تر باز رہتا ہے اور بسا اوقات اس کے برعکس ہوتا ہے اس واسطے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دونوں تکلیفوں کو جمع کر دیا ہے مال مسروقہ کے برابر تاوان کا حکم کرنا ایسا ہے گویا اس نے چوری نہیں کی اور نہ اس میں کچھ سزا ہے اس وجہ سے دوسرا تاوان زیادہ کر دیا گیا تاکہ وہ ماوال آئندہ چوری کا قصد کرنے سے اسکو روکے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چور گرفتار ہو کر آیا جس نے چوری کا اقرار کیا لیکن اس کے پاس مال برآمد نہیں ہوا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا میرے خیال میں تو نے چوری نہیں کی اس نے کہا ہاں چوری کی ہے تو آپ نے دو مرتبہ یا تین مرتبہ اس کے سامنے اسی کلام کا اعادہ فرمایا تب آپ نے اسکا ہاتھ کاٹ دینے کا حکم فرمایا، اور ایک مرتبہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک مجرم کو لایا گیا تو آپ نے اس سے فرمایا تو کہہ کہ میں خدا تعالیٰ سے مغفرت چاہتا ہوں اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں، اس نے کہا میں خدا سے مغفرت چاہتا ہوں اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں، تو آپ نے تین مرتبہ یہ فرمایا اے اللہ تعالیٰ تو اس کی توبہ قبول کر،

میں کہتا ہوں اسکا سبب یہ ہے کہ جب گنہگار اپنے گناہ کا اقرار کر لیتا ہے اور اس پر نادم ہوتا ہے تو مناسب ہے کہ کسی حیلے سے اس سے دور کر دی جائے اور ہم اس کا حال پہلے بیان کر چکے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انما جزاؤا الذین یحاربون اللہ ورسولہ الآیۃ میں کہتا ہوں محاربہ کرنا بغیر جماعت مسلحہ کے جنگ واقع نہیں ہوتا اور چوری کی حد سے اس حد کو زیادہ مقرر کرنے کا سبب یہ ہے کہ بنی آدم کے اجتماع میں کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کے نفوس خصلت سبعیہ کے غلبہ سے خالی نہیں ہوتے اور ان لوگوں میں سخت جرأت اور قتال اور اجتماع کا مادہ ہوتا ہے پس وہ قتل کرنے اور لوٹنے میں کچھ پرواہ نہیں کرتے اور اس کا فساد چوری کے فساد سے زیادہ ہے کیونکہ لوگ چوروں سے مال محفوظ رکھ سکتے ہیں لیکن مسافر لوگ رہزنوں سے نہیں بچ سکتے اور حکام لوگ اور جماعت

ولاة الامور وجماعة المسلمين نصرتهم
في ذلك المكان والزمان، ولان داعية
الفعل من قطاع الطريق اشد واغلظ،
فان القاطع لايكون الاجرئ القلب قوى
الجنان ويكون فيما هنالك اجتماع واتفاق
بخلاف السراق، فوجب ان تكون عقوبته
اغلظ من عقوبته، والاكثرون على ان الجزاء
هي الترتيب وهو الموافق لقوله صلى الله
عليه وسلم لايقتل المؤمن الا لاحدى
ثلاث الحديث، وقيل على التخيير وهو
الموافق لكلمة او، وعندي ان قوله صلى
الله عليه وسلم امفارق للجماعة يحتمل
ان يكون قد جمع العلتين، والمراد ان
كل علة تفيد الحكم كما جمع النبي صلى
الله عليه وسلم بين العلتين. فقال يخرج
لرجلان يضربان الغائط كاشفين عن
عوراتهما يتحدثان. فكشف العورة سبب
اللعن والتحديث في مثل تلك الحالة
ايضا سبب اللعن:

قال الله تعالى يا ايها الذين امنوا
انما الخمر والميسر والانصاب والازلام
رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم
تفلحون انما يريد الشيطان ان
يوقع بينكم العداوة والبغضاء في الخمر و
الميسر ويصدكم عن ذكر الله وعن الصلاة
فهل انتم منتهون:

اقول بين الله تعالى ان في الخمر
مفسدتين مفسدة في الناس فانه
شاربها يلاحي القوم ويعربد وعليهم

مسلمین اس جگہ اور اس وقت میں ان کی مدد بہ سہولت نہیں
کر سکتے اور نیز رہزنوں کا ارادہ جو اس فعل پر آمادہ کرتا ہے
زیادہ سخت اور مضبوط ہوتا ہے کیونکہ رہزن وہی شخص ہوتا ہے جو بڑا دلیر اور
قوی الجثہ شخص ہو اور ان میں باہم اجتماع اور اتفاق بھی ہوتا ہے بخلاف
چوروں کے اس واسطے ضرور ہوا کہ رہزنی کی سزا چوری کی سزا
سے زیادہ سخت مقرر کیجائے اور اکثر علماء اس پر متفق ہیں کہ سزا آیت
کی ترتیب کے موافق ہے اور وہ قول نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اس
حدیث کے موافق ہے کہ "مومن تین امور میں سے کسی ایک کے
قتل نہ کیا جائے" الحدیث،

اور بعض علماء کہتے ہیں کہ امام کو سزا میں اختیار ہے اور یہ
قول لفظ او کے موافق ہے اور میرے نزدیک نبی صلے اللہ علیہ
وسلم کا یہ قول جماعت سے باہر ہونے والا" اس بات کا احتمال
رکھتا ہے کہ آپ نے اس میں دو علتوں کو جمع کیا ہے اور مراد یہ ہے
کہ ان دونوں علتوں میں سے ہر علت مفید حکم ہے جس طرح رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں دو علتوں کو جمع کیا ہے
پس آپ نے فرمایا دو شخص پاخانہ کے لئے اس حالت میں باہر
جائیں کہ اپنی شرمگاہوں کو کھولے ہوئے ہوں یا بیان کرتے ہوں، پس
ہونا لعنت کا سبب ہے، اور ایسی حالت میں باتیں کرنا بھی
لعنت کا سبب ہے،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اے ایمان والو شراب اور
جوا اور بت اور پانسے سب ناپاک شیطان کے
کام سے ہیں پس ان سے پرہیز کرو تاکہ نجات پاؤ شیطان
تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے سبب تمہارے
آپس میں دشمنی اور رنجش ڈالے اور تم کو خدا کی یاد
اور نماز سے روک دے پس کیا تم باز رہنے والے ہو"
میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ نے اس بات کا بیان فرمایا
کہ شراب کے اندر دو برائی ہے ایک تو لوگوں کے لئے
برائی ہے کہ شراب پینے والا لوگوں سے لڑتا جھگڑتا ہے
اور ان کو ستاتا ہے،

ومفسدة فيما يرجع الى تهذيب نفسه فان شاربها يغوص فى حالة بهيمية و يزول عقله الذى به قوام الانسان، و لما كان قليل الخمر يدعو الى كثيرة وجب عند سياسة الامة ان يدار التحريم على كونه مسكرة لا على وجود السكر فى الحال، ثم بين النبى صلى الله عليه وسلم ان الخمر ماهى، فقال كل مسكر خمر و كل مسكر حرام، وقال الخمر من هاتين الشجرتين النخلة و العنبة، وتخصيصهما بالذكر لما كان حال تلك البلاد، وسئل عليه السلام عن المزر والبتع فقال كل مسكر حرام، وقال صلى الله عليه وسلم ما اسكر كثيره فقليله حرام،

اقول هذه الاحاديث مستفيضة، ولا ادرى اى فرق بين العنبى وغيره لان التحريم ما نزل الا للمفاسد التى نص القرآن عليها وهى موجودة فيهما فيه سواهما سواء، قال صلى الله عليه وسلم من شرب الخمر فى الدنيا ثم مات وهو يدمنها لم يتب لم يشربها فى الاخرة

اقول وسبب ذلك ان الغائص فى الحالة البهيمية اسد بعدا عن الاحسان ليس له فى لذات الجنان نصيب فجعل شرب الخمر وادمانها وعدم التوبة منها عظمة للغوص وادير الحكم عليها، و خص من لذات الجنان الخمر ليظهر تخالف اللذتين بادنى الرأى، ويضاف ان النفس اذا انهمكت فى لذة البهيمية

اور ایک برائی کا انجام اس کی تہذیب نفس کی طرف سے جو عائد ہوتا ہے کیونکہ شراب کا پینے والا حالت بہیمیت میں غرق ہو جاتا ہے اور اس کی وہ عقل جس پر انسانی کا مدار ہے زایل ہو جاتی ہے اور چونکہ تھوڑی شراب پینے سے زیادہ شراب پینے کی خواہش ہوتی ہے اس لئے سیاست امت کے لحاظ سے ضرور ہوا کہ تحریم کا مدار اس کے نشہ آور ہونے پر کیا جائے اور فی الحال نشہ کے موجود ہونے پر۔ پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ شراب کی حقیقت کیا ہے۔ پس آپ نے فرمایا "ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے" اور آپ نے فرمایا شراب ان درختوں سے ہوتی ہے چھوارہ اور انگور اور ان دونوں درختوں کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کہ اس ملک عرب انہیں سے شراب بناتے تھے۔ اور کسی نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے مزر اور بتع کی بابت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا "ہر نشہ آور چیز حرام ہے" اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس کے زیادہ استعمال کرنے سے نشہ ہو وہ تھوڑی سی بھی حرام ہے"[1]

میں کہتا ہوں یہ سب احادیث مستفیضہ ہیں اور میں اس بات کو نہیں جانتا کہ انگوری شراب اور غیر انگوری شراب میں کوئی فرق ہے کیونکہ شراب کی حرمت صرف ان خرابیوں کی وجہ سے نازل ہوئی جنکی قرآن میں تصریح ہے اور وہ سب خرابیاں انگوری و غیر انگوری سب قسم کی شرابوں میں برابر پائی جاتی ہیں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے دنیا میں شراب پی اور اس کا عادی ہوا اور بغیر توبہ کئے مر گیا تو وہ آخرت میں شراب نہیں پئے گا"

میں کہتا ہوں اس کا سبب یہ ہے کہ حالت بہیمیت میں غرق ہونے والے اور صفت احسان سے پشت پھیرنے والے کے لئے جنت کی لذائذ میں کوئی حصہ نہیں ہے پس شراب کے پینے کو اور اس کے عادی ہونے کو اور اس سے تائب نہ ہونے کو حالت بہیمیت میں غرق ہونے کا قوی سبب قرار دیکر اس پر حکم و اثر کر دیا گیا اور جنت کے لذائذ میں سے شراب کو مخصوص کیا گیا تاکہ ظاہر ہو دونوں لذتوں کا فرق معلوم ہو جائے،

اور یہ بھی سبب کسی فعل کے ضمن میں نفس بدن بہیمیت میں منہمک ہونے

[1] مزر اہل یمن کی شراب ہے جو جوار سے بنتی ہے اور بتع ان کی وہ شراب ہے جو نبیذ عسل سے تیار کی جاتی ہے ۱۲

فمن فعل مثل هذا الفعل عندنا شيئا قبيحا
الذي يتذكر ما بدر منه فلا يستحق ان تتمثل
رؤية الاحسانية بصورتها، وبعضا فالمولى
على اساسه فمن عصى بالاقدام على شئ
نجزاؤه ان لو لم يفقد مثل تلك اللذة
عند ذلك، ستشرا فيها، قال صلى الله
عليه وسلم "ان على الله عهدا لمن شرب
مسكرا ان يسقيه من طينة الخبال وصديد
اهل النار"

(اقول) السر في ذلك ان القبيح والمذموم من
الاشياء انما يستقبح ويذم بالنظر الى
نظرة بالنسبة الى الطبع الذي هو ملائم
شئ سيال مناسب له بحيث لو فقد
بعض ذلك الشئ في صورة تلك الصورة
وذاك كما قالوا في الصفراء انها
انما كانت ازم قيئ لان المرء يكرهون
المرارة، وقد ذكرنا ان بعض الوقائع الغامضة
نزلت لعدم ذلك و ... صلى الله عليه
وسلم "من شرب مسكرا لم تقبل الله
له صلاة اربعين صباحا ... مات ..."

(اقول) السر في عدم قبول صلاته ان ظلمة
معصية وخبثها على افاعيله بالاقدام
على المعصية اجتراء على الله وهو في تلك
الحالة رؤيته ... في الاحسان ...

... الاحسان ...

وان تعاد ونفسه في حالة الاحسانية
وكان الشارب يؤتى به الى ... صلى الله عليه
وسلم ... يضربه ...

جس کو کوئی شخص بطور احسان کے کرے اس کی یاد کرنے سے لذت یا رحم آتی ہے پس وہ شخص اس بات کا مستحق نہیں ہے کہ اللہ کی طرف سے اس کی صورت میں ہر برائی پر اس کو سزا اس کی مماثلت سے ہوتی ہے پس جو شخص نے ایک چیز پر اقدام کیا ہے اسکی سزا یہ ہے کہ اسکی خواہش اور شوق کے وقت اس لذت کے حاصل کرنے سے اس کو تکلیف دی جائے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے اس بات کا عہد کیا ہے کہ جو شخص نشہ آور چیز پیئے گا اس کو اللہ تعالیٰ طینۃ الخبال کا پلائے گا اور طینۃ الخبال دوزخیوں کا خون اور پیپ ہے"

میں کہتا ہوں اس میں سر یہ ہے کہ پیپ اور خون سیال چیزوں میں سے ہے نزدیک طبائع سلیمہ کے قبیح اور مذموم ہے نہایت درجہ کا ... طبائع سلیمہ کو ... سے نفرت ہے اور ... کی صورت ... کو سر طینۃ الخبال کی صورت ... کے منہ سے نکلتا ہے کہ وہ ... کھانے میں ... ہیں کیونکہ وہ ... آنکھ کا پسند کرتے ہیں اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ ... میں بعض ... کی خرابی ... قبول نہیں کرتے ... کی حالت میں ... کی توبہ قبول کرے گا؟

... میں ... قبول ... ہوتے ... ہو ... اور کسی گناہ پر اقدام کرنے کی وجہ سے ... ہو ... اس کو ... اللہ تعالیٰ ... ذلیل حالت میں ... ہے جو احسان کے ... کا ... ہے ...

... نفس میں احسان کا نفع ہوتا تھا اور ... ہو جاتا ... ہے ... ہیں ... ہے ... ہیں ... ہیں ... ہیں

فاسلوا عليه يقولون ما انصفت الله ما
خستيت الله ما استحييت من رسول الله
صلى الله عليه وسلم؛ درود ہو آل محمد صلی اللہ
علیہ وسلم اچھی طرح پر ان کی طرف سے جو
رجمہ ہ

اقول السبب في انتصاب [illegible]
بالنسبة الى ما [illegible]
وجود مفسدة بالفعل او يكون سارق
متاعا او قطع لصرتي وزنى، وخلاف فيه
اما هذا فقد انتفى بمظنة الفساد وهو انتفاء
ذلك لا ينتفي عن العلة وانما كان النبي
صلى الله عليه وسلم يضرب ربعين لانه
مظنة القذف والمظنة ينبغي ان تكون
اقل من نفس الشئ بمنزلة نصفه، ثم
لما كثر الفساد جعل الصحابة رضي الله
عنهم ثمانين اما لانه اخف حد
في كتاب الله فلا يجاوز عن غير المنصوص عن
اقل الحدود، واما لان الخمار يقذف
غالبا ان لم يكن زنى او قتل، والغالب
حكمه حكم المتيقن، واما سر التكميل
فقد ذكرنا من قبل، قال النبي صلى
الله عليه وسلم انما اهلك الذين من
قبلكم انهم كانوا اذا سرق فيهم الشريف
تركوه واذا سرق فيهم الضعيف اقاموا
عليه الحد والله لو ان فاطمة بنت
محمد سرقت لقطعت يدها وقال صلى
الله عليه وسلم من حالت شفاعته دون
حد من حدود الله فقد ضاد الله؛

سلہ دوم

سان کہ جو لوگ مرد سے کو کہتے تھے پر آپ فرماتے تھے زیر
کرو۔ سنا اور ان کی بات نہیں پر سے تھے اور کہتے تھے کہ
ے اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں کہ تو اللہ سے مانگ کر تو رسول
آپ صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگتا ہے دوست کی طرف سے درود
صلے اللہ علیہ وسلم سے دشمن سے بھی اظہار اس کے سوا ہے

ہے

میں کہتا ہوں یہ سنت و حدود کے اس حد کے کم ہونے
اور حدات میں ان کے رتبہ کے ساتھ ہی ف
ہونا ہے جیسا کہ کسی کا دانہ چرانا یا بھرتی کرنا یا زنا کرنا یا
رنا کہ جب دکان یا سکین سفر میں ہو اس میں فساد اور احتمال
ہے اور وہ سنا موجود نہیں ہوتا اس واسطے کوڑے کم تر ایک
مقرر کی گئی۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بالبیس درے اس واسطے
لگواتے تھے کہ اس میں حد کا احتمال ہے اور جس چیز کا منصف
ہوتا ہے اس کا اصل شئی سے نصف کے برابر کم ہونا مناسب ہے
پھر جب فساد زیادہ پھیل گیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسی
سے شراب کی حد مقرر کی یا تو اس واسطے کہ کتاب اللہ میں
اس کی حد مذکور نہیں اسی کی مقدار میں سب سے ادنیٰ درجہ
کی ہے پس جس حد کی قرآن میں تصریح نہیں ہے وہ کم تر
سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے، یا اس واسطے کہ شراب پینے
والا اکثر تو مرد کو زنا کی تہمت لگاتا ہے اگرچہ خود نے
زنا یا قتل نہیں کیا ہے اور جو چیز غالب ہے اس کا حکم یقینی چیز
کا حکم ہوتا ہے، اور تکمیل کرنے کی حکمت ہم پہلے بیان کر چکے ہیں
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پیشتر لوگ اس واسطے
ہلاک ہو گئے کہ جب ان میں سے کوئی معزز شخص چوری کرتا تھا تو
اس کو چھوڑ دیتے تھے اور اگر کمزور آدمی چوری کرتا تھا تو اس
پر حد قائم کرتے تھے قسم ہے اللہ کی اگر فاطمہ بنت محمد چوری
کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ ڈالتا

اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے سفارش
کر کے حدود الٰہی میں سے کسی حد کو قائم نہ ہونے دیا تو اس نے

ے اللہ تعالیٰ سے مخالفت کی ہے

اقول علم النبی صلے اللہ علیہ وسلم ان حقنہ جاہ الشرفاء والصالحین بعضہم والذمہ بعضہم والشفاعۃ فی امورھم امر مرغب علیہ الا صرہ انقاد لہ الف الناس من الاولین والاخرین، فاکد فی ذلک وسہل فان الشفاعۃ والمسامحۃ بالشرفاء مناقضۃ لشرع اللہ الحدود، وھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن لعن المحدود والوقوف لئلا یکون سببا لامتناع الناس من اقامۃ الحدود، وان الحد کفارۃ والشفیع اذا نظر الی الکفارۃ صار کانہ یمنع من الکفارۃ، وشھد لہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لو ان فاطمۃ بنت محمد سرقت لقطعت یدھا والجنۃ مقدس یہا، لتلحس بالحدود مزجرتان اخرتان احدھما معنویۃ وھی حرمۃ الملۃ، والاصل فی الاولی قولہ صلے اللہ علیہ وسلم من بدل دینہ فاقتلوہ وذالک لان یجب ان یقام الحد علی کل من خرج من الملۃ ولا لافتقہ یا حرمۃ الملۃ وھو ان اللہ تعالی جعل الملۃ السماویۃ کمغزن الامر علیہ الذی یسعد بہ ویشقی الورد بقول بدل علی ھذا المعنی قولہ ان الذین یکذبون اللہ ورسولہ او ما اشبہ ذلک من الایات الکثیرۃ یجازیھا الذین، وکذلک قال اللہ تعالی ان الذین کانت یھود بنی قریظۃ والنضیر وبنو قینقاع وحلفاؤھم وکتموا ما انزل اللہ من البینات والھدی من بعد ما بینہ للناس فی الکتاب اولئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللاعنون

میں کہتا ہوں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم تھا کہ شرفاء کی عزت کا حق [illegible] اور ان کے ساتھ درگزر کرنا اور ان کے حق میں [illegible] ہے جو [illegible] میں چلا آتا ہے اور سب دلیل اور فریب اس بات پر پیرا ہیں اس واسطے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس امر میں تاکید فرمائی اور اہتمام کیا کیونکہ شرفاء کے حق میں سفارش کرنا اور ان سے درگذر کرنا ان حدود کی مخالفت کرنا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حدود پر لعنت کرنے اور اس کے پیچھے پڑنے سے منع کیا تاکہ وہ لوگوں کو حد قائم کرنے سے باز رکھنے کا باعث نہ ہو جائے اور جب حد گناہ کا کفارہ ہے اور جب ایک شخص کا گناہ [illegible] کفارہ ہو گیا تو [illegible] کا لحاظ نہ ہوگا چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ یعنی فاطمہ بنت محمد چوری کی نہروں میں ہاتھ کاٹ رہا ہے:

[illegible] کے ساتھ قسم کی [illegible] کی گئی ہیں ایک [illegible] کی حفاظت [illegible] کی وجہ سے [illegible] ہے کہ [illegible] ہونے پر کسی [illegible] ہے [illegible] کی جنگ کا دروازہ [illegible] ہے کہ [illegible] اور [illegible] اس قول [illegible] یا کسی رسول [illegible] فعل ہو جس سے دین کے [illegible] ضرور بات دین کے [illegible] ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے [illegible]

[illegible] کے ہوں کو پامال کر دینا کفر [illegible]

وذلك لانقطاع ذوبة الذمي بالطعن في
دين المسلمين والشتم والايذاء لهم
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
من برئت من كل مسلم مقيم بين ظهراني
لايتراءى نارا هما
اقول السبب في ذلك ان الاختلاط
بهم والكثير سوادهم احد النصرتين
لهم فضبط النبي صلى الله عليه وسلم
السبب من احياء الكفار بان يكون منهم
بحيث لو اقتدت نار ظهر مكان في
[illegible]
[illegible]
على الاخرى [illegible] حتى [illegible]
[illegible] وقد نهى الله عليه وسلم
[illegible]
اقول [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

اور کافر کی ایذا رسانی سے ذمی کا عہد منقطع ہو جاتا ہے۔
رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں ہر اس مسلمان سے
بری ہوں جو مشرکین میں سکونت پذیر ہے" وہ دونوں ایک دوسرے
کی آگ نہ دیکھنے پائیں:
میں کہتا ہوں اس کا سبب یہ ہے کہ کفار کے ساتھ اختلاط
کرنا اور ان کے گروہ کو بڑھانا ایک طرح سے ان کی مدد کرنا ہے
پھر جس صلے اللہ علیہ وسلم نے کفار کی بستیوں سے قریب رہنے
کو اس طرح منضبط کیا کہ ان سے اتنے فاصلہ پر ہے کہ اگر کسی
شہر یا منزل میں سے اونچی جگہ پر روشنی کی جائے تو دوسرے کو
دکھائی نہ دے اور دوسرے کی آگ اس کا یہ قول ہے
پس اگر ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے
والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے اور
نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے "جب دو خلیفہ کی بیعت
کی جائے تو ان میں سے دوسرے کو مار ڈالو"
میں کہتا ہوں اس کا سبب یہ ہے کہ امامت ایسی شے ہے
جس میں طبعی طور پر انسان کو رغبت ہوتی ہے اور مختلف گروہ
میں لوگوں کا اتفاق ایسے شخص پر ضرور ہوتا ہے جس کو امامت
کی تمام شرائط حاصل ہوتی ہوں اور لوگ اس کی مدد کرنے پر متفق ہوتے
ہیں پس اگر مقابل کو چھوڑ دیا جائے اور اس کو قتل نہ کیا جائے تو وہ
ضرور خلیفہ کو قتل کر دیگا پھر کوئی اور اس سے قتال کریگا اور وہ اس
کو قتل کر دیگا اور یونہی اس طرح سلسلہ جاری رہیگا اور اس میں مسلمانوں
کے لئے بڑی خرابی ہے پس اس فساد کے بند کرنے کی یہی صورت
ہے کہ مسلمانوں کے اندر ایک طریقہ مقرر کیا جائے اور جب ایک خلیفہ کی
بیعت منعقد ہو جائے پھر جو کوئی اس سے حکم کرنے کیلئے آمادہ ہو
تو اس کو قتل کرنا جائز ہو اور اس کے مقابل میں خلیفہ کی مدد کرنا
واجب ہو اسکے بعد وہ شخص ہے جو اپنی ذات یا خاندان سے
کسی تکلیف کے دفع کرنے کا ارادہ سے کسی تاویل سے خلیفہ کے خلاف
خروج کرے اور اس کے اندر کوئی نقص ثابت کرے اور اس دلیل
شرعی سے اس پر حجت کرے جو جمہور مسلمین کے نزدیک مسلم ہے

ولا يكون امرأ من الله فيه عند هم برهان
لا يستطيعون انكاره فامروا دون الامر الذي
خرج يفسد في الارض ويشهر السيف دون
الشرع فلا ينبغي ان يجعلا بمنزلة واحدة
لذلك كان الاولى ان يبعث الامام اليهم
فطناً ناصحاً عالماً يكشف شبهتهم
ويبين لهم عظيم ظلمتهم كما بعث امير
المؤمنين علي رضي الله عنه عبد الله
بن عباس رضي الله عنهما الى الخوارج فان
رجعوا الى الجماعة المسلمة
والا نابذهم وان تقاتلوا من
ولا يجهز على جريحهم
ويوقف ثم هم ويخلى
حصل ، واما الذي
وجمعه حكم المحارب

القضاء

اعلم ان من الحاجات التي
تشتد مفسدة في المنازعات
فانها تكون باعثة على
وفساد ذات البين وتهيج
الحق وان لا ينفاد
يبعث في كل ناحية من يفصل
بالحق ويقهر
انواء ولذلك كان
يقضي ببعث قضاة
ثم لم يزل
كان القضاء بين
الحيف وجب ان يرهب

اور شدہ خدا کی طرف سے ایسا حکم ہو جو لوگوں کے نزدیک
ہو جس کا وہ انکار نہ کر سکیں ہیں ایسے شخص کا حال اس شخص سے کم
درجہ کا ہے جو ملک میں فساد پھیلانے کی غرض سے کھڑا ہو اور شریعت
کو ترک کر کے تلوار کو حاکم قرار دے پس ان دونوں شخصوں کو ایک
درجہ میں نہیں رکھنا چاہئے اس واسطے مناسب یہ ہے کہ امام ان کی
طرف کسی دانا ناصح عالم کو بھیجے جو ان کے شبہ کو دور کرے یا ان کی
تاریکی کو ان سے دور کر دے جیسا کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے
عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو خوارج کی طرف بھیجا تھا پس اگر وہ جماعت
مسلمین کی طرف رجوع کریں تو بہتر ورنہ امام کو ان سے قتال کرنا چاہئے
[illegible] جو شخص پکڑا جائے یا قید ہو جائے تو ان کو قتل
[illegible] ان کے [illegible] کو ہلاک کرنا چاہئے کیونکہ مقصود
[illegible] دفع کرنا ہے اور
[illegible] اور
[illegible]

فیصلہ جات کا بیان

[illegible] ہو رہی ہیں حاجات کثیر الوقوع ہیں اور جن کا فساد سخت
ہے وہ [illegible] جھگڑوں میں کیونکہ وہ باہمی عداوت
[illegible] اور [illegible] حق تلفی اور
[illegible]
[illegible] منضبط [illegible] رجوع ہو

فی القضاء وان یضبط الکلیات التی یجری
علیہا الاحکام وقال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم من جعل قاضیا بین الناس
فقد ذبح بغیر سکین ؛

اقول ھذا بیان ان الاجتہاد وعمل
بقبول وبحسب الاتمام علیہ صلحۃ ما لا بد
الا ان یشاء اللہ، وقال صلی اللہ علیہ و
سلم من التمس القضاء وسئل وکل الی
نفسہ ومن اکرہ علیہ انزل اللہ ملکا
یسددہ ؛

اقول السر فیہ ان الطالب لا یخلو
غالبا من داعیۃ نفسانیۃ من مال او
جاہ او التمکن من انتقام عدو ونحو ذلک
فلا یتحقق منہ خلوص بالنیۃ التی ھی
سبب نزول البرکات، قال صلی اللہ علیہ
وسلم القضاۃ ثلاثۃ واحد فی الجنۃ و
اثنان فی النار فاما الذی فی الجنۃ فرجل
عرف الحق وقضی بہ، ورجل عرف الحق
فجار فی الحکم فھو فی النار، ورجل قضی
للناس علی جہل فھو فی النار ؛

اقول فی ھذا الحدیث انہ لا
[illegible] من الحوس والتمرین قد عرف منہ ذلک
وما لا یعرف الحق لا سیما فی مسائل
القضاء، والسر فی ذلک واللہ اعلم ان
حضور وجود المصلحۃ المقصودۃ الا
بہا، قال صلی اللہ علیہ وسلم انما اقضی بین
حکم بینا ثنین وھو غضبان ؛

اقول [illegible]

فیصلے کے بعد علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص لوگوں کے
اندر قاضی مقرر کیا گیا بلا شبہ [illegible] پھر چھری کے نیچے
کب گیا۔

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے [illegible] بڑا
بھاری بوجھ ہے اور اس پر اقدام کرنے میں ہلاک ہونے کا
خطرہ ہے ہاں لیکن جس کو خدا تعالیٰ بچانا چاہے [illegible] نبی
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قضا کے عہدے کا طالب
ہوا اور اس کو [illegible] اس کو اس کے حال پر چھوڑ
دیا جاتا ہے [illegible] اور جس کو قاضی مقرر کیا جائے تو خدا تعالیٰ
اس پر [illegible] بھیجتا ہے جو اس کو ثابت قدم رکھتا ہے

میں کہتا ہوں اس کا سبب یہ ہے کہ ہر شخص مہدہ قاضی
پر [illegible] حرص مال [illegible]
کی چوٹ ہوتا ہے [illegible] لینے کی غضب وغیرہ کا غلبہ
کم ہوتا ہے اس حلول [illegible] جو کہ ول برکات کا سبب ہے
اس کی جانب [illegible] صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
"قاضی تین ہیں ایک جنتی اور دو دوزخی ہیں، جنتی
وہ قاضی ہے جو حق کو پہچانے اور اسی کے موافق فیصلہ دے اور
جو قاضی حق کو پہچانے لیکن فیصلہ دینے میں ظلم کرے تو وہ دوزخی
ہے اور جو قاضی جاہل ہو اور لوگوں کا فیصلہ کرے تو وہ بھی دوزخی
ہے" میں کہتا ہوں اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ
قاضی جو کہ [illegible] وہ شخص ہے جو [illegible] ہو اور ظلم سے اور
کسی [illegible] سے [illegible] اس کی [illegible] لوگوں میں
[illegible] کے مسائل
[illegible] کو نہ جانتا ہو
[illegible] ان باتوں کے تصور سے
ہے کہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم لوگوں کے جھگڑوں
میں [illegible] فیصلہ کرتا ہوں

الذی اشتغل قلبه بالغضب لا یفکر من
یستحق فی الدلائل والقرائن ومن لیس
الحق وقال صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس
الحاکم کاحنہ فاصاب فلہ اجران واذا
حکم وجہد فاخطأ فلہ اجر واحد
اجتہد یعنی بذل طاقتہ فی
وذلک لان
وسع الانسان
ان یصیب الحق ابتدا
وسلم یعنی رضی اللہ عنہ اذا
وجلان
الآخر فانہ احری ان یتبین
اقول وذلک لانہ
الجھنین
وہذا
الحال التی
الفصل فی
یحتاج الیہما وقد
فقط فاذا
مثلا ملک
الفاظہ من جعل
جبلۃ المال، والقسمۃ التی
لی وزید وجعفر رضی اللہ عنہم
فضاۃ بلخ
علیہ
اموال متعرضۃ
حاجۃ اولا الی معرفۃ
ھنالک غصب اولا

غور کرنے کی معلوم نہ کر سکے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا
اور
حتہاد کرے فیصلہ کرنے میں اور وہ چوک جائے تو
اجتہاد اور جہاد کے معنی دلیل کے تلاش
کرنے کی طاقت لگانا ہے اور مراد کی وجہ
یہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب دو شخص
تیرے پاس کوئی مقدمہ لائیں تو جب تک تو دوسرے کی
بات نہ سن لے پہلے کی نسبت فیصلہ نہ کر تاکہ تجھ پر ظاہر ہو جائے کہ
اس کو فیصلہ کس طرح ظاہر ہو جائے گا۔
میں کہتا ہوں اس واسطے آپ نے فرمایا کہ دونوں کی
بات سننے سے پہلے ظاہر ہو جاتی ہے۔
واضح ہو کہ قضیہ کے دو جزو ہیں ایک تو یہ کہ
اور دوسرا اس کا انکار کرے تو اس حقیقت کو معلوم کرنے کی
ضرورت ہوگی کہ دراصل غصب ہوا ہے یا نہیں، اس کے بعد حکم دیا

هل يحكم برد عين المغصوب إلى قيمته، و
تر ضبط النبي صلى الله عليه وسلم كلا
المقامين بضوابط كلية. اما المقام الاول
فلا حق فيه من الشهادات والايمان
فانه لا يمكن معرفة الحال الا باخبار
من حضرها او باخبار صاحب الثوب
مؤكدا بما يظن انه لا يكذب معه، قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم: لو يعطى الناس
بدعواهم لادعى ناس دماء رجال واموالهم
ولكن البينة على المدعي واليمين على
المدعى عليه، فالمدعي هو الذي يدعي
خلاف الظاهر وشهادة الزور
المدعى عليه هو متمسك بالاصل و
المتمسك بالظاهر ولا تعدل الحجة
ان يعتبر قيمته يوم غصبه وقيمته
بالظاهر ويدرأ عن ذمة اليمين اذ لم
تقم حجة الآخر

وقد اشار رسول الله صلى الله عليه وسلم
الى سبب مشروعية هذا الاصل حيث
قال: لو يعطى الناس بدعواهم الخ يعني
سيما التظالم فلا بد من حامة ثم لا
يعتبر في الشهادة كل ما يصلح للاصدقة بل مرضيا
عنه لقوله تعالى ممن ترضون من
الشهداء وذلك بالعقل والدين و
الضبط، والنطق، والاسلام، والعدالة
والمروءة، وعدم التهمة، قال صلى الله
عليه وسلم لا تجوز شهادة خائن ولا
خائنة ولا زان ولا زانية ولا ذي غمر على
اخيه وهو شهادة الوالد لولده ولا ولد

کی مزدوری ہوگی۔ اس اصل مغصوب کو واپس کرنے کا حکم دیا
جائے یا اسکی قیمت دینے کا حکم دیا جائے اور نبی صلے اللہ علیہ
وسلم نے قضائے دونوں مقاموں کو قواعد کلیہ سے منضبط فرمایا
ہے پس مقام اول میں شہادت اور قسم سے زیادہ مناسب کوئی
چیز نہیں ہے کیونکہ حقوق کا حال کی معرفت بجز اس صورت
کے ممکن نہیں ہے کہ جو شخص اس واقعہ کا موجود تھا اس کی خبر دے یا
خود مدعی اس کی تائید سے اس کو بیان کرے کہ جس کے ساتھ
کذب کا گمان نہ ہو۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر لوگوں کو
صرف ان کے دعوے سے دلایا جاتا تو لوگ، خون اور اپنے
مال کے دعوے قائم کرتے لیکن مدعی پر گواہ اور مدعا علیہ پر
قسم لازم ہے پس مدعی وہ شخص ہے جو خلاف ظاہر کے
کرکے کسی زیادتی کا دعوی کرے اور مدعا علیہ وہ شخص ہے
جو اصل کا یا جو ہوا ظاہر کا دلیل پکڑے پس اگر مدعی
کے پاس گواہ نہ ہوں تو مدعا علیہ کو قسم دینا واجب ہے
اور ایک حجت دوسری حجت کو رد کر دیتی ہے
کیونکہ ظاہر کا ہونا یقین کے برابر نہیں

البيت" وقال الله تعالى في القذفة ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا واولئك هم الفاسقون الا الذين تابوا) الآية، وفي حكم القذف والزنا سائر الكبائر، وذلك لان الخبر يحتمل في نفسه الصدق والكذب وانما يترجح احد المحتملين بقرينة، وهي اما في المخبر او في المخبر عنه او غيرهما، وليس شيء من ذلك مضبوطا يحق ان يدار عليه الحكم الشرعي الا صفات المخبر غير ما ذكرنا من لفظ الاستصحاب، وقد اعتبر مرة حيث شرع للمدعي البينة والمدعى عليه اليمين ثم اعتبر عدد الشهود على اطوار وزنها على انواع الحقوق، فالزنا لا يثبت الا باربعة شهداء، والاصل فيه قوله تعالى: (والذين يرمون المحصنات ثم لم يأتوا باربعة شهداء) الآية، وقد دل على سبب مشروعية هذا من قبل، ولا يعتبر في القصاص والحدود الا شهادة رجلين، والاصل فيه قول الزهري رحمه الله تعالى: "جرت السنة من عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ان لا تقبل شهادة النساء في الحدود، ويعتبر في الحقوق المالية شهادة رجل وامرأتين، والاصل فيه قوله تعالى (فان لم يكونا رجلين فرجل وامرأتان) وقد نبه الله تعالى على سبب مشروعية ذكر المرأة في جانب النساء، فقال: (ان تضل احداهما فتذكر احداهما الاخرى) يعني هن ناقصات العقل، فلا بد من جبر هذا النقصان بزيادة العدد، وقضى رسول الله صلى الله عليه وسلم

اور نسبت کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" اور کبھی ان کی شہادت قبول نہ کرو اور یہی بدکردار ہیں ہاں جو اس کے بعد توبہ کرلیں" الآیۃ، اور دیگر کبائر بھی قذف اور زنا کے حکم میں ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خبر فی نفسہ صدق اور کذب دونوں کا احتمال رکھتی ہے اور ان دونوں میں سے ایک کو کسی قرینہ سے ترجیح ہوتی ہے اور وہ قرینہ یا تو مخبر میں ہوتا ہے یا اس میں جس سے خبر دیجاتی ہے یا کسی اور میں اور ان میں سے کوئی چیز ایسی منضبط نہیں ہے جس پر حکم شرعی دائر کیا جائے لہٰذا مخبر کی وہ صفات جن کو ہم نے ذکر کیا سوائے ظاہر حال اور استصحاب کے اس قابل ہیں اور ایک مرتبہ ان کا اعتبار کیا گیا ہے جبکہ آپ نے فرمایا مدعی کے لئے بینہ ہے اور مدعا علیہ کے لئے قسم ہے، پھر گواہوں کی تعداد ان اطوار مختلفہ کے، حسبا سے مقرر کی گئی جن کو شارع نے مختلف حقوق کے اندر رکھا ہے پس زنا کے ثبوت میں چار گواہ ضروری ہیں اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے" اور جو لوگ پرہیزگار عورتوں پر بدکاری کا الزام لگائیں اور پھر چار گواہ نہ لائیں" لہٰذا اور بیشتر اسکل متشرعیت کا سبب ہونا گزر چکے ہیں، اور قصاص اور حدود میں صرف دو آدمیوں کی شہادت کا اعتبار کیا گیا ہے اور اسکی دلیل زہری رحمۃ اللہ کا یہ قول ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے برابر یہ دستور جاری ہے کہ حدود میں عورتوں کی گواہی قبول نہیں کی جاتی اور حقوق مالیہ میں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی معتبر ہے، اور اس میں اصل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے پس اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیں" اور اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے بارے میں کمزوری کی وجہ سے اس قول میں بیان فرمادی" ان دونوں میں سے ایک بھول جائے تو ان میں سے ایک دوسرے کو یاد دلادے" یعنی عورتیں ناقص العقل ہیں پس عدد کی زیادتی سے اس کمی کو پورا کرنا ضروری ہوا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ایک گواہ اور ایک قسم سے فیصلہ دیدیا جبکہ مدعی کے پاس شاہد عدل کے ساتھ جب قسم مل جائے تو

اس کا حق اس کی حالت پر باقی رکھا

الشاهد العدل اذا لحق معه ايمين تاكد
الامر وامر الشهادة ولابد فيه من توسعة
وجرت السنة انه اذا كان ريب ذكر استظهر
وذلك ان شهادتهم انما اعتبرت من
جهة صفاتهم المرجحة للصدق على الكذب
فلابد من تبيينها. وجرت السنة انه اذا كان
ريب لحظت الايمان بالزمان والمكان
واللفظ، وذلك لان الايمان انما صارت
دليلا على صدق المخبر من جهة اقتران
قرينة تدل على انها لا يقدم على الكذب معها
فكان حقها اذا كان زيادة ريب طلب قوة
القرائن. فاللفظ زيادة الاسماء والصفات
الاصل فيه قول صلى الله عليه وسلم احلف
بالله الذي لا اله الا هو عالم الغيب والشهادة
وغير ذلك، والزمان ان يحلف بعد العصر
لقوله تعالى تحبسونهما من بعد الصلاة
والمكان ان يقام بين الركن والمقام ان
كان بمكة وعند منبر رسول الله صلى الله
عليه وسلم ان كان بالمدينة، وعند الله
في سائر البلدان لورود فضل هذه الامكنة
وتغليظ الكذب عندها، ثم وقعت الحاجة
ان يرهب الله مرهب من
استقبالها بعد العصر، وحاصل
في تلك الترهيبات ثلاثة اشياء احدها
ان لا يقدم من يعلم الله تعالى عنده
وشبت فيها ثم يحصل وهو

اگر شہادت پختہ ہو جاتا ہے اور شہادت کے باب میں وسعت ضروری
ہے اور یہ سنت جاری ہے کہ جب گواہوں میں کوئی شک پیدا ہو
ان کے چال چلن کو دریافت کر لیا جائے اس واسطے کہ ان کی گواہی
کا اعتبار ان کی صفات کی وجہ سے ہے جو ان کی راست گوئی کو کذب
پر ترجیح دینے کا باعث ہیں پس ان کے صفات کا ظاہر ہونا ضروری
ہے، اور یہ سنت بھی جاری ہے کہ جب کوئی شبہ ہو تو زمان اور مکان
اور لفظ سے قسم کو خوب مضبوط کیا جائے اس واسطے کہ قسم صدق
خبر پر دلیل اس قرینہ کی وجہ سے ہوئی ہے جو اس بات پر دلالت
کرتا ہے کہ خبر دینے والا کذب پر اقدام نہیں کر سکتا پس مناسب ہوا
کہ جب شبہ زیادہ ہو تو قرائن کو قوی کیا جائے پس لفظ کے اعتبار
مضبوط کرنا یہ ہے کہ اسماء اور صفات زیادہ بیان کئے جائیں اور
اسکی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے تو اس اللہ تعالیٰ کی قسم کھا
جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جو پوشیدہ اور ظاہر بات کو جانتا
ہے اور زمانہ کے اعتبار سے مضبوط کرنا یہ ہے کہ عصر کے بعد قسم لیجائے
سبب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اگر تم ان گواہوں کی نسبت کچھ شک میں
تو انکو عصر کی نماز کے بعد کھڑا کرو" اور جگہ کے اعتبار سے مضبوط
کرنا یہ ہے کہ اگر مکہ معظمہ میں ہو تو رکن اور مقام کے درمیان کھڑا
کر کے قسم لیجائے اور اگر مدینہ منورہ میں ہو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ
کے منبر کے پاس کھڑا کر کے اس سے گواہی لیں، اور دیگر شہروں میں مسجد
کے منبر کے پاس کھڑا کریں کیونکہ ان مقامات کی فضیلت شرع
سے ثابت ہے اور ان مقامات میں جھوٹ بولنا بہت گناہ سمجھا جاتا ہے
پھر یہ ضرورت پیش آئی کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے ان احکام کی
مخالفت کرنے سے ڈرائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلقات کے حاصل کرنے
اور حقیقت حال کے معلوم ہونے کیلئے مقرر فرمایا ہے نہایت خوف
دلایا جائے، اور ان ترہیبات میں اصل تین چیزیں ہیں ایک یہ کہ جس فعل
سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اس پر اقدام کرنا قلت
ورع اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ [illegible] کرنے کی دلیل ہے پس
[illegible]

وتحريم الجنة وغير ذلك، والثاني ان ذلك
في الظلم بمنزلة السرقة وقطع الطريق
او بمنزلة دلالة السارق على المال ليسرق
او رده القاطع فتوجهت لعنة الله والملائكة
والناس على السعاة في الارض بالفساد الى
هذا العاصي فاستحق النار، والثالث انه
مخالفة لما شرع الله لعباده وسعى في سد
جريانه على ما اراد الله في شرائعه فان
اليمين انما شرعت معرفة للحق، والبينة
انما شرعت مبينة لجلية الحال فان جرت
السنة بزور الشهادة والايمان افسدت
باب المصلحة الشرعية فمن ذلك كتمان
الشهادة لقوله تعالى ومن يكتمها فانه
آثم قلبه، ومنها شهادة الزور لقد عدلت
السلام من الكبائر شهادة الزور، ومنها
اليمين الكاذبة لقوله عليه الصلوٰة والسلام
من حلف على يمين صبر يقتطع بها فاجر
ليقتطع بها حق امرئ مسلم لقي الله تعالى
يوم القيامة وهو عليه غضبان،

ومنها الدعوى الكاذبة لقوله صلى
الله عليه وآله وسلم من ادعى ما ليس
له فليس منا وليتبوأ مقعده من النار:

ومنها الاخذ لقضاء القاضي وليس له
الحق لقوله صلى الله عليه وآله وسلم
انما انا بشر مثلكم وانكم تختصمون الي
ومنها الاعتداء بالمجادلة ورفع غضبة
ذلك لا يخلو من افساد ذات البين لقوله
صلى الله عليه وآله وسلم ان بغض الرجال
الى الله الالد الخصم، ورتب لمن ترك المحاكمة

اور تحریم جنت وغیرہ کے ثابت کیا گیا، دوسرے یہ کہ وہ ظلم کے مانند
کوشش کرنا ہے، اور اس کا حال ایسا ہے جیسے چوری کرنا اور رہزنی
کرنا، یا وہ ایسا ہے جیسے چور کو مال بتلانا تاکہ وہ چوری کرے یا
رہزن کو راہ چلتے پر آمادہ کرنا، پس اللہ تعالیٰ اور ملائکہ اور
لوگوں کی لعنت جو زمین میں فساد کرنے والوں پر ہوتی ہے
اس گناہ کرنے والے کی طرف متوجہ ہوتی ہے پس وہ نار کا مستحق
ہو جاتا ہے، اور تیسرے یہ کہ اس میں اس حکم کی مخالفت کرنا ہے جسکو اللہ
تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مقرر فرمایا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کو اپنی شرائع
میں مقصود ہے اس کے مطابق حکم کے جاری نہ ہونے میں کوشش کرنا ہے کیونکہ
قسم حق کی معرفت کے لئے اور گواہی حقیقت حال بیان کرنے کیلئے مشروع
ہوئی ہے پس اگر جھوٹی گواہی اور جھوٹی قسموں کا طریقہ جاری ہو جائے
وصحت مقصود کا دروازہ بند ہو جائے پس جو جان کے گواہی چھپانا
ہے اسکی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور جو شخص اسکو چھپائے تو بیشک اسکا دل گنہگار
اور جھوٹی گواہی کے کبیرہ گناہوں سے ہونے کی نسبت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
گواہی جھوٹی دینا شمار کیا اور جھوٹی قسم کھانے کی نسبت آپ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قسم کھائے کہ اس سے کسی مسلمان کا حق لازم کرے اور وہ اس میں
جھوٹا ہو اور اس کا مقصود اس سے اس مسلمان کا مال تلف کرنا ہو تو
وہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ سے ایسے حال میں ملیگا کہ اللہ تعالیٰ
اس پر غضبناک ہوگا،

اور جھوٹے دعوے کے جھوٹا دعویٰ ہونے کی نسبت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
فرماتے ہیں جس نے ایسی چیز کا دعویٰ کیا جو اس کی نہیں ہے تو وہ شخص
ہم میں سے نہیں ہے اور اسکو چاہیئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنائے،

اور منجملہ انکے بغیر حق کے حکم قاضی کی نسبت جو کہ قاضی کو ایسا کرنا
نہیں چاہیئے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں میں بھی تمہاری مانند بشر ہوں
اور تم میرے پاس جھگڑا پیش کرتے ہو الخ

اور جھگڑوں کے [illegible] عادت والے [illegible] عادت والے ہونے کی
نسبت [illegible] فرماتے [illegible]

[illegible] جو شخص جھگڑوں سے غالب [illegible] حکم [illegible] دیا [illegible]

فی الحق والباطل جمیعاً فان ذلک مطاوعۃ لداعۃ السماحۃ، وایضاً کثیراً مالا یکون الحق لہ، ویظن ان الحق لہ فلا یخرج عن العہدۃ بالیقین الا اذا وطن نفسہ علی ترک الخصومۃ فی الحق والباطل جمیعاً، فی الحدیث "ان رجلین تداعیا دابۃ فاقام کل واحد منہما البینۃ انہا دابتہ نتجہا فقضی بہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للذی فی یدہ"۔

اقول: والسر فی ذلک ان الحجتین لما تعارضتا تساقطتا فبقی المتاع فی ید من ہو فی یدہ، اونقول تعارضت حجتا البینتین بالدلیل الظاہر وہو القبض فرجحت، واما المقام الثانی فشرع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیہ. ہو لا یرجع الیہا، والحجۃ فی ذلک ان جلیۃ الحال اذا کانت معلومۃ فالنزاع یکون اما فی طلب کل واحد شیئاً ہو مباح فی الاصل وحکمۃ ابدا الترجیح اما بزیادۃ صفۃ یکون فیہا نفع للمسلمین وذلک الشیء اوسبق احدہما الیہا او بالقرعۃ، مثالہ قضیۃ زید وعلی وجعفر رضی اللہ عنہم فی حضانۃ بنت حمزۃ رضی اللہ عنہ نقضی بہا لجعفر رضی اللہ عنہ، وقال "الخالۃ ام"، وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الاذان: "لاستہموا" وکان صلی اللہ علیہ وسلم اذا اراد سفراً اقرع بین نسائہ، واما ان یکون ہنالک مابقۃ من عقد او عہد یدعی کل واحد انہ لہ، ویکون

کیونکہ اس میں صفت سماحت کی داعی ہے اور نیز بسا اوقات ایک شخص کا حق نہیں ہوتا اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ حق اس کا ہے پس یقینی طور پر ذمہ داری سے جب ہی بری ہو سکتا ہے کہ وہ حق و ناحق دونوں میں ترک مخاصمت کا عادی ہو جائے۔ اور حدیث میں وارد ہے کہ "دو شخصوں نے ایک چوپایہ پر دعوی کیا پس ان میں سے ہر ایک نے اس بات پر شہادت قائم کر دی کہ وہ چوپایہ اسی کے یہاں پیدا ہوا ہے پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ چوپایا اس کو دلایا جس کے قبضہ میں تھا"۔

میں کہتا ہوں اس میں یہ راز ہے کہ جب دونوں حجتوں میں تعارض ہوا تو دونوں ساقط اور بے اعتبار ہو گئیں پس جس کا قبضہ ہے اس کے ہاتھ میں وہ شے باقی رہی کیونکہ اس کے رد کرنے کا کوئی سبب نہیں پایا گیا۔ ہم کہتے ہیں کہ دونوں دلیلوں میں سے ایک دلیل کو قرینہ ظاہری یعنی قبضہ سے تائید حاصل ہو گئی اس واسطے اس کو ترجیح دی گئی لیکن قضا کا مقام تو اس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے چند اصول بیان کئے ہیں جن کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور اجمالاً اس کا بیان یہ ہے کہ جب حقیقت حال معلوم ہو تو اب نزاع ایسی شے میں ہو گا جو مباح الاصل ہے اور یہ شخص اس کو طلب کرتا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ ترجیح ظاہر ہو یا تو وہ ترجیح کسی ایسی صفت سے ہو جس میں مسلمانوں کو اور اس شے کو نفع ہو یا ترجیح کی یہ صورت ہو کہ ان دونوں میں سے ایک کا قبضہ بہ نسبت دوسرے کے پیشتر ہو یا قرعہ سے وہ ترجیح حاصل ہو اسکی مثال وہ قضیہ ہے جو زید اور علی اور جعفر رضی اللہ عنہم کے درمیان حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کی پرورش کے بارے میں ہوا تھا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ لڑکی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو دلائی اور فرمایا "خالہ بھی ماں ہوتی ہے" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کے بارے میں فرمایا تھا "اگر لوگوں کو اذان اور صف اول کی فضیلت معلوم ہو جائے تو بغیر قرعہ ڈالے چارہ نہ ہو" اور نیز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تھے تو ازواج مطہرات میں قرعہ اندازی کرتے تھے اور یا ترجیح کی یہ صورت ہو کہ کوئی سابقہ

عقد یا عہد ہے جدا آتا ہوا اور ہر شخص یہ دعوی کرتا ہو۔

لكل واحد شبهة وحكمة اتباع العرف و
العادة المسلسلة عند جمهور الناس يفسر
الاقارير والالفاظ العقود بما عند جمهورهم
من المعنى ويعرف الاظرار وغيره بما
عندهم، مثاله قضية البراء بن عازب ناقته
ناقته حائطا فافسدت فيه، وادعى كل
واحد انه معذور فقضى بما هو المعروف
من عادتهم من حفظ اهل الحوائط اموالهم
بالنهار وحفظ اهل المواشي مواشيهم بالليل
ومن القواعد المبنية عليها كثيرا
من الاحكام الغنم بالغرم، و
اصله ما قضى النبي صلى الله عليه
وسلم ان الخراج بالضمان وذلك
لان ضبط المنافع، وان تسلم المجاهدية
ودماءها وما كان فيها لا يعرض
بها، وان الامر مستانف بعدها، و
ان اليد لا تنقض الا بيد ليل آخر
وهو اصل الاستصحاب وانه ان
انسد باب التفتيش فالحكم ان يكون هو
يريده صاحب المال او باراده والا
فيه قوله صلى الله عليه وسلم البيعان
اذا اختلفا بينهما والسلعة قائمة، الحديث
وان الاصل في كل عقد ان يوفى لكل احد
على كل احد ما التزمه بعقده الا ان يكون
عقدا نهى الشرع عنه، وهو قوله صلى الله عليه
وسلم المسلمون على شروطهم الا شرطا
احل حراما او حرم حلالا، فهذا نبذ
مما شرع النبي صلى الله
عليه وسلم في المقام الثاني

کر وہ اس کا حقدار ہے اور اس میں ہر ایک کے لئے شبہ ہوتا ہے اس
کا حکم یہ ہے کہ لوگوں میں جو دستور و عرف جاری ہے اس کا اتباع کیا
جائے اقرارات اور عقود کے الفاظ کی تفسیر انہی معنی سے کیجائے
جو جمہور کے نزدیک ان کے معنی ہیں اور ضرر رسانی امور کو بھی انہی
کے دستور سے معلوم کیا جائے اس کی مثال براء بن عازب کا
قضیہ ہے کہ ان کی اونٹنی ایک باغ میں چلی گئی اور اس نے باغ کا
کچھ نقصان کر دیا اور فریقین میں سے ہر ایک نے یہ دعوی کیا کہ میں
مخذور ہوں، پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی عادت معروفہ
کے موافق فیصلہ کیا اور عادت معروفہ یہ ہے کہ باغ والے دن کو اپنے
باغ کی نگہبانی کیا کرتے ہیں اور مویشی پالنے والے رات میں اپنے مویشیوں
کو حفاظت میں رکھا کرتے تھے۔ اور منجملہ ان قواعد کے جن پر بہت سے
احکام مبنی ہیں ایک قاعدہ ہے کہ نفع تاوان کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کی
اصل وہ حدیث ہے جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خراج ضمان کے ساتھ
ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ منافع کا انضباط دشوار ہے اور یہ جائیداد
کی قسمیں اور خون اور جو کچھ اس وقت میں ہوا اس سے تعرض نہ کیا
جائیگا اور حالیہ کے بعد ہر امر نئے سرے سے معتبر ہوگا۔ اور یہ
کہ قبضہ بغیر کسی دلیل کے توڑا نہ جائے گا اور استصحاب کی اصل یہی
ہے۔ اور یہ کہ اگر تفتیش کا دروازہ بند ہو جائے تو حکم وہ ہوگا جو
مال والا چاہیگا یا اس معاملہ کو دونوں واپس لے لینگے اور اسکی
اصل یہ حدیث ہے کہ جب بائع اور مشتری اختلاف کریں اور
مال موجود ہو تو بائع کا قول معتبر ہوگا یا وہ دونوں بیع کو فسخ
کر دیں اور یہ کہ ہر حقدار کا اصل یہ ہے کہ ہر ایک کے لئے پورا
پورا حق دلایا جائے اور عقد سے جو شخص جس چیز کا التزام کرے وہ
اس پر لازم ہے بجز اس عقد کے جس سے شارع نے منع فرمایا ہو
چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کو اپنی شرطوں کا
پابند ہونا ضروری ہے بجز اس شرط کے جو اللہ تعالیٰ کی حرام کی
ہوئی چیز کو حلال کر دے یا حلال کی ہوئی چیز کو حرام کرے یہ ان
قواعد احکام کا بیان ہے جن کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم
نے مقام ثانی کے بارے میں بیان فرمایا ہے

لہ کسی شے کا اس کی حالت پر باقی رکھنا ۲

ومن القضايا التي قضى فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم قضية بنت حمزة رضي الله عنه في الحضانة حيث قال علي رضي الله عنه بنت عمي وانا اخذتها، وقال جعفر رضي الله عنه بنت عمي وخالتها تحتي، وقال زيد رضي الله عنه بنت اخي فقضى بها لجعفر رضي الله عنه وقال الخالة بمنزلة الام وقضيته ابن وليدة زمعة في الدعوة حيث قال سعد ان اخي قد عهد الي فيه، وقال عبد بن زمعة ابن وليدة ابي ولد على فراشه، فقضى صلى الله عليه وسلم هو لك يا عبد بن زمعة الولد للفراش وللعاهر الحجر، وقضية زبد رضي الله عنه والانصاري في شراج الحرة فقال صلى الله عليه وسلم للزبير اسق يا زبير ثم ارسل الى جارك فغضب الانصاري. فاستوعى للزبير حقه قال احبس الماء حتى يبلغ الجدر ثم قضى ناقة براء بن عازب رضي الله عنه وخلت حائطا لرجل من الانصار فافسدت فيه فقضى صلى الله عليه وسلم ان على اهل الاموال حفظها بالنهار وعلى اهل المواشي حفظها بالليل، وقضى صلى الله عليه وسلم بالشفعة فيما لم يقسم فاذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلا شفعة، وقد ذكرنا فيما سبق وجوه هذه القضايا وقال صلى الله عليه وسلم اذا اختلفتم في الطريق جعل عرضه سبعة اذرع قول وذلك ان الناس اذا اختصموا

اور جملہ ان فیصلوں کے جن میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے احکام صادر کئے ہیں وہ فیصلہ ہے جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کی پرورش کے باب میں واقع ہوا چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور میں نے اس کو لیا ہے اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میری بیوی ہے، اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ میرے بھائی کی بیٹی ہے، پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا فیصلہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا اور یہ فرمایا کہ "خالہ بمنزلہ ماں کے ہوتی ہے" اور ایک فیصلہ زمعہ کی باندی کے بچہ کا ہے جو دعوی نسب میں ہوا تھا چنانچہ سعد نے کہا کہ میرے بھائی نے اس کے بارے میں مجھ سے یہ عہد کیا ہے، اور عبد بن زمعہ نے کہا کہ وہ میرے باپ کی باندی ولیدہ کا بیٹا ہے جو اس کے بستر پر پیدا ہوا ہے تب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبد بن زمعہ یہ بچہ تیرے لئے ہے بچہ ماں کا ہے اور زانی کے لئے پتھر ہے، اور ایک فیصلہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری کا ہے جو باغ میں پانی دینے کی بابت ہوا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا حکم دیا تھا جس میں دونوں کے لئے آسانی تھی کہ لے زبیر تو پانی دے لے پھر مالک کو انصاری کے لئے چھوڑ دے، پس انصاری اس فیصلہ سے ناخوش ہوا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کو پورا حق دلایا اور فرمایا کہ اے زبیر تو اتنا پانی لے کہ باغ کی دیواروں کی جڑ تک پہنچ جائے" اور ایک فیصلہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اونٹنی کا ہے جو ایک انصاری کے باغ میں داخل ہو گئی اور اس کا نقصان کیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کیا کہ مال والے دن میں اپنے مال کی حفاظت کریں اور مویشیوں کے مالک رات میں اپنے مویشیوں کی حفاظت کریں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمین میں جو تقسیم نہیں ہوئی تھی شفعہ کا حکم فرمایا پس جب حدیں پڑ جائیں اور راستے علیحدہ علیحدہ ہو جائیں تو اس میں شفعہ نہیں، اور ان قضایا کے وجوہات ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب راستہ کے بارے میں تمہارا

۴ اختلاف ہو تو اس کی چوڑائی سات گز کیجائے ــــ

ہے کہ جب لوگ مسجد کو

رضا مباحة فقصروا بها و اختلفوا في
الطريق فاراد بعضهم ان يضيق الطريق
ويبني فيها، وابى الآخرون ذلك وقالوا:
لا بد للناس من طريق واسعة تفضي بها
يجعل عرضه سبعة اذرع وذلك لان
لا بد من مرور قطارين من الابل يمشي
العدل منها الى جانب وثانيهما الى الآخر
واذا جاءت ثلاثة من ههنا وثلاثة من
من هنالك فلا بد من فويق تسعهما و
الاكتاف الحرج ومقدار ذلك سبعة اذرع
وقال صلى الله عليه وسلم من زوج في
ارض قوم بغير اذنهم فليس له من
الزرع شئ وله نفقة ۔

اقول جعل بمنزلة اجير عمل
له عملا نافعا، والله اعلم۔

الجہاد

اعلم ان [illegible] هو الشرع الذي يؤمر به بالجهاد وذلك
لان تكليف الله عباده بما امر و نهى مثل
كمثل رجل من عبيده فامر رجلا من
خاصته ان يسقيهم دواء، فلو انه قهرهم
على شربه الدواء واوجره في افواههم
اذا كانوا حقا لمن الرحمة ان تقتضي ان
يبين لهم فوائد الدواء ليشربوه على رغبة
منه وان يخلط معه العسل لتقاعد الهمم عن
الرغبة الطبيعية والاعراض عنه، فمن الناس
من يغلب عليهم الشهوات الدنية والاخلاق
السبعية ويصادون عن الاستيفاء في حب

آباد کرنا چاہتے ہیں اور شہر بسانا چاہتے ہیں اور راستہ کے بارے میں ان کا اختلاف ہوتا ہے پس بعض یہ چاہتے کہ راستہ کو تنگ کریں اور اس میں اپنے مکانات بنائیں اور بعض اس بات سے مانع ہوتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ لوگوں کے لئے کشادہ راستہ کا ہونا ضروری ہے تو ایسے موقع پر یہ فیصلہ ہوا کہ راستہ کا عرض سات گز کا ہونا چاہئے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اونٹ کی دو قطاروں کا گذرنا ضروری ہے اس طور سے کہ ایک ایک جانب سے گذر سکے اور دوسری دوسری جانب سے گذر سکے پس جب ایک قطار اس طرف سے آجائے اور دوسری قطار اس طرف سے آجائے تو ایسی صورت میں ان کے واسطے ضرور اتنا راستہ ہونا چاہئے کہ وہ برابر سے گذر سکیں ورنہ دقت پیش آئے گی اور اس کی مقدار سات گز ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی کی زمین میں بلا اس کی اجازت کے کھیتی کر لگا تو اس کو اس کھیتی میں سے کچھ نہیں ملے گا اور اس کو کام کی اجرت دے گی"

میں کہتا ہوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ضرر لاحق کرنے والے کے کرنا کہ مالک رہن کے لئے، اس نے صحیح بخش کام کیا، واللہ اعلم

جہاد کا بیان

واضح ہو کہ تمام شریعتوں میں سب سے زیادہ تمام اور کامل وہ شریعت ہے جس میں جہاد کا حکم پایا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کا اوامر و نواہی کے ساتھ مکلف کرنا ایسا ہے کہ جیسے کسی شخص کے غلام مریض ہو جائیں تب وہ اپنے کسی خاص آدمی کو اس بات کا حکم دے کہ وہ ان کو کڑوی دوا پلا دے پس اگر وہ شخص دوا پلانے میں ان پر سختی کرے اور زبردستی کر ان کے منہ میں ڈالے تو ایسا کرنا درست ہوگا مگر رحمت کا مقتضی ہے کہ ان کے سامنے دوا کے فوائد بیان کر دے تاکہ خوشی کے ساتھ اس دوا کو پئیں اور نیز اس دوا میں شہد بھی شامل کر دے تاکہ رغبت طبعیہ کے ساتھ رغبت طبعیہ بھی ہاتھ آئے کیونکہ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان پر شہوات دنیہ اور اخلاق سبعیہ غالب ہوتے ہیں اور وہ حب [illegible]

الرياسات ويلصق بقلوبهم رسوما اباؤهم
فلا يسمعون تلك الفوائد ولا يدخنون
لما يأمر به النبي صلى الله عليه وسلم و
لا يتأملون في حسنة ليست الرحمة في
حق اولئك ان يقتهروا على اثبات الحجة عليهم
بل الرحمة في حقهم ان يقهروا ليدخل
الايمان عليهم على رغم انفهم بمنزلة ايجاد
الدواء المر ولا قهر الا بقتل من لهم منهم نكاية
شديدة وتمنع قوي، او تفريق منعتهم وسلب
اموالهم حتى يصيروا لا يقدرون على شيء.
فعند ذلك يدخل اتباعهم وذراريهم في الايمان
برغبة وطوع، ولذلك كتب رسول الله صلى
الله عليه وسلم الى قيصر "كان عليك اثم
الاريسيين" وربما كان اسرهم وقهرهم يؤدي الى
ايمانهم الى هذا اشار النبي صلى الله عليه وسلم حيث
قال: عجب الله من قوم يدخلون الجنة في السلاسل
وايضا فالرحمة التامة المنبسطة الى
البشر ان يهديهم الله الى الاحسن وان يكف ظلمهم
عن الظلم وان يصلح ارتفاقهم وتدابير
منازلهم وسياسة مدنهم، فالمدن الفاسقة
التي يغلب عليها نفوس سبعية ويكون
لهم تمنع شديد بما هو بمنزلة
الاكلة في بدن الانسان لا
يصح الانسان الا بقطعه، والذي
يتوجه الى اصلاح مزاجه واقامة
طبيعته لا بد له من القطع، والشر
القليل اذا كان يفضي الى الخير الكثير
واجب وذلك كقتال قريش
ومن حولهم من العرب حتى اذا

ہوتے ہیں اور ان کے دلوں میں ان کے آباء کے رسوم از حد پیوست
ہوتے ہیں پس وہ ان فوائد کو نہیں سنتے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم
پر یقین نہیں کرتے اور اس کی خوبی میں غور نہیں کرتے تو ان
کے حق میں یہ رحمت نہیں ہے کہ ان پر اثبات حجت میں ہی اکتفا
کیا جائے بلکہ ان کے حق میں رحمت یہی ہے کہ ان پر جبر کیا جائے
تاکہ خواہ مخواہ ان کے دلوں میں ایمان اس طرح سے داخل کیا
جائے جس طرح زبردستی سے تلخ دوا پلائی جاتی ہے اور یہ جبر اس
سختی بغیر ایسے ممکن نہیں کہ جو مقابلہ میں قوت شدیدہ اور
سامان قوی رکھتا ہے اس کو قتل کیا جائے یا ان کی قوت
و شوکت کو توڑ دیا جائے، اور ان کے مال و اسباب کو ضبط
کر لیا جائے یہاں تک کہ وہ بالکل بے بس ہو جائیں پس اس وقت
ان کے پیرو اور ان کی اولاد خوشی اور رغبت سے اسلام کو قبول
کر سکتی ہے اور اسی وجہ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم
کو لکھا تھا "تجھ پر تمام رعایا کا وبال ہوگا" اور بسا اوقات
[illegible] کر قید کرنا اور ان کو مغلوب کرنا ان کے ایمان لانیکا
سبب ہو جاتا ہے اور اسی طرف نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے
اس قول میں اشارہ فرمایا ہے "اللہ تعالیٰ کو وہ لوگ اچھے لگتے
ہیں کہ جو زنجیروں سے بندھے ہوئے جنت میں داخل ہوں
گے" اور نیز بشر پر رحمت تامہ کاملہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انکو
نیکی کی طرف رہنمائی کرے اور ان کو ظالموں کے ظلم سے چھڑائے
اور ان کے کاروبار اور تدبیر منزل اور سیاست مدینہ کی
اصلاح کرے پس ان کے فاسد شہر جن پر نفوس سبعیہ کا غلبہ
اور ان کو نہایت درجہ کی قوت حاصل ہے وہ بمنزلہ مرض
لاحق کے ہے جو جسم انسان میں ہوتا ہے جس کو قطع کئے بغیر انسان
کا بدن درست نہیں رہ سکتا اور جو شخص اسکے مزاج کی اصلاح
اور اس کی طبیعت کے قائم کرنے کی طرف متوجہ ہوگا تو اس کے
لئے اسکو قطع کرنا ضروری ہوگا اور جب تھوڑی سی برائی سے
خیر کثیر حاصل ہو تو اس برائی کا کرنا ضروری ہے اور تم کو معلوم ہے
قریش اور ان کے اطراف کے لوگوں کی حالت پر غور کرنا چاہئے

سنہ ایک روایت میں یہ مضمون آیا ہے ۱۲

قد خص الله عن الاحسان و ظلمهم على
الضعفاء و كانت بينهم مقاتلات شديدة
وكان بعضهم يأسر بعضا، وما كان اكثرهم
متأملين في الحجة ناظرين في الدليل
فجاهدهم النبي صلى الله عليه وسلم فقتل
شدهم بطشا و حدهم نفسا حتى ظهر
امر الله وانقاد الى نصارى بعد ذلك
من اهل الاحسان واستقامت امورهم
فلو لم يكن في الشريعة جهاد اولئك لم
يحصل اللطف في حقهم، وايضا فان الله
تعالى غضب على العرب والعجم وقضى
بزوال دولتهم وكبت مكرهم فنفث في
روع رسول الله صلى الله عليه وسلم و
بواسطته في قلوب اصحابه رضي الله عنهم
ان يقاتلوا في سبيل الله ليحصل الامر
المطلوب فصاروا في ذلك بمنزلة ملائكة
تسعى في اتمام ما امر الله تعالى غير ان
تسعى من غير ان يعقد فيهم قاعدة كلية و
المسلمون يقاتلون لاجل قاعدة كلية
علمهم الله تعالى، وكان عملهم ذلك اعظم
الاعمال وصار القتل لا يسند اليهم اما
يسند الى الامر كما يسند قتل العاصي الى
الاصبع دون السيف، وهو قوله تعالى
فلم تقتلوهم ولكن الله قتلهم، والى هذا
السر اشار النبي صلى الله عليه وسلم حيث
قال مقت عربهم وعجمهم الحديث، وقال
عليه السلام لا كسرى ولا قيصر لبعض
الملك بين بدين الجاهلية؛

وفضائل الجهاد راجعة الى اصول،

کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ نیکی سے دور تھے اور
ناتوانوں پر نہایت ظلم کرتے تھے، اور ان کے مابین شدید
مقاتلے ہوتے تھے اور ان میں سے بعض بعض کو قید کر لیا کرتے
تھے اور ان میں سے اکثر ایسے تھے جو حجت میں تامل اور دلیل میں
نظر نہیں کرتے تھے پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے جہاد
کیا اور ان کے سرکشوں کو قتل کیا حتیٰ کہ امر الٰہی ظاہر ہو گیا اور لوگ آپ کے فرمانبردار ہو گئے
اور بعد ازاں وہ نیک سیرت لوگ بن گئے اور ان کے نظام کار
درست ہو گئے پس اگر شریعت میں ان لوگوں پر جہاد
توبہ رحمت ان کے حق میں حاصل نہ ہوتی اور نیز اللہ تعالیٰ
عجم سے ناخوش ہوا اور اس نے ان کی سلطنت
کرنے کا حکم فرمایا پس
میں اور آپ کے واسطے سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے قلوب میں
یہ القاء فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑیں تاکہ امر مطلوب
حاصل ہو پس وہ اس بات میں بمنزلہ ملائکہ کے ہیں جو امر الٰہی
کے پورا کرنے میں سعی کرتے ہیں مگر فرق اتنا ہے کہ ملائکہ بغیر
کسی قاعدۂ کلیہ مقرر کیے سعی کرتے ہیں اور مسلمان
کلیہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو تعلیم فرمایا
ہیں اور ان کا یہ عمل تمام اعمال سے بڑھکر ہے اور لڑائی
ان کی طرف منسوب نہیں ہوتی بلکہ قائم کرنے والے کی طرف
منسوب ہوتی ہے جس طرح مجرم کے قتل کرنے کی نسبت
کی طرف ہوتی ہے نہ جلاد کی طرف،
چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پس تم نے ان کو قتل نہیں
کیا ولکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا اور
کی طرف فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس
آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ
الحدیث، اور آپ نے فرمایا
یعنی وہ لوگ جو جاہلیت کا دین رکھتے ہیں،
اور جہاد کے فضائل کا مرجع چند اصول کی طرف ہے

منها انه مع ذلك يفوت الحق و لها فكان السعي في اقتناصه سببا لشمول اللعنة بخلاف السعي في ابطاله سببا لشمول الرحمة و النقاعد عنه في مثل هذا الزمان تقريبا لخير كثير و منها ان الجهاد عمل شاق يحتاج الى تعب و نكال و مال و مهجة و تؤثر الاوطان فلا يقدم عليه الا من خلص نيته لله و اثر الاخرة على الدنيا و صح اعتماده على الله و منها ان نفقت مثل هذه العلة في القلب لا يكون الا بتشتيت الهمة و تفريق الخاطر بهذا الكمال ابعدهم عن شركة البهيمية و اطرقهم الى رسوخ الدين في قلب فيكون معرضا للسلامة صدره، هذا كله ان كان الجهاد فرض عين، و هو ما سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الرجل يقاتل شجاعة و يقاتل حمية فاي ذلك في سبيل الله ؟ فقال من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله ، و منها ان الجزاء يتحقق بصورة العمل يوم القيامة وهو قوله صلى الله عليه وسلم لا يكلم احد في سبيل الله و الله اعلم بمن يكلم في سبيله الا جاء يوم القيامة و جرحه يثعب دما اللون لون الدم و الريح ريح المسك ، و منها ان الجهاد لما كان امرا مرهبا عند الله تعالى و هو لا يتم فيه ادة الا باشياء من النفقات و ربا ط الخيل و الرمي و نحوها وجب ان تتعدى الفرضية عن هذه الاشياء من جهة اقتضائه الى التعلم ، و منها ان الجهاد تكميل لملة و تنويه لسورة

[illegible] جہاد میں [illegible] اور اس کے اسلام کے ساتھ [illegible] ہے پس اس کے تمام کرنے میں سعی کرنا شمول رحمت کا سبب ہے [illegible] ان کے ابطال میں سعی کرنا شمول لعنت کا سبب ہے [illegible] ہے جیسے زمانہ میں جہاد ترک کر کے بیٹھ رہنا بہت کثیر کا فوت کرنا ہے اور اندازا نظر یہ ہے کہ جہاد ایک شاق عمل ہے جس میں محنت مشقت ہے اور جان و مال صرف کرنا پڑتا ہے اور وطن اور مقاصد کو ترک کرنا پڑتا ہے پس ایسے سخت عمل میں وہی پیش قدمی کرتا ہے جس نے اپنے دین کو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے فرض کیا اور دنیا کے مقابلہ میں آخرت کو اختیار کیا اور اللہ تعالیٰ پر ٹھیک ٹھیک بھروسہ کیا ۔ اور ان [illegible] ہے کہ اس جہاد کا [illegible] لازم ہوتا اسی وقت ہو سکتا ہے کہ اس شخص کو ملائکہ کے ساتھ مشابہت حاصل ہو اور اس کمال سے خوب بہرہ یاب ہو اور شرور سے اس کو بعد ہو اور اس کے دل میں راسخ دین کا نور پیدا ہو پس وہ جہاد اسکی سلامتی قلب کا ذریعہ ہوتا ہے اور یہ سب کچھ اس وقت ہے کہ جہاد ان شرائط کے ساتھ ہو جو اوپر مذکور ہوئیں جس کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ "کوئی شخص بہادری دکھانے کے لئے لڑتا ہے اور کوئی شخص حمیت کی وجہ سے مقاتلہ کرتا ہے پس ان میں سے کونسا اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتال کرنا ہوتا ہے ؟ تو آپ نے فرمایا جو شخص اس لئے لڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بول بالا ہو پس وہ شخص اللہ کی راہ میں قتال کرتا ہوا ہے ۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ قیامت کے روز جزاء عمل کی صورت میں ظاہر ہوگی جیسا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخمی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں زخمی ہوتا ہے تو قیامت کے روز وہ اس حالت میں آئیگا کہ خون اسکے زخم سے جاری ہوگا جس کا رنگ خون کا سا ہوگا اور اسکی بو مشک کی بو ہوگی اور از انجملہ یہ ہے کہ جہاد چونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت پسندیدہ امر ہے وہ عادتاً بہت خرچ کرنے اور گھوڑوں کے جمع کرنے اور تیر اندازی وغیرہ سیکھنے کے پیدا نہیں ہوتا اسلئے ضروری ہوا کہ [illegible] کو بھی [illegible] مندرجہ ذیل گروہ سے [illegible] ہوتا ہے اور از انجملہ

[illegible] سے سنت کی [illegible] ہوتا ہے

وتجسم فی النفوس کالامر اللازم، فاذا حفظت هذه الاصول انکشف لک حقیقة الاحادیث الواردة فی فضائل الجهاد، قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان فی الجنة مائة درجة اعدها الله للمجاهدین الحدیث:

اقول سره ان ارتفاع المکان فی دار الجزاء تمثال لارتفاع المکانة عند الله، وذلك بان تکسب النفس سعادة تهیأ من تطلع للخیرات وغیرة لذلك، وبان یکون سببا لاشتهار شعائر الله ودینه وسائر ما یرضی الله باشتهاره، وبذلك کانت الاعمال التی هی مظنة هاتین الخصلتین جزاؤها الدرجات فی الجنة، فورد فی نالی القرآن انه یقال له اقرأ وارتق ورتل کما کنت ترتل فی الدنیا فان منزلتك عند آخر آیة تقرأ بها، وورد فی المجاهد ان سبب رفع الدرجات فان حسن تبلیغ ارتفاع الدین فیجازی بمثل ما تضمنه عمله، ثم ان ارتفاع المکانة تختلف بوجوه کثیرة فکل وجه یتمثل درجة فی الجنة وانما کان کل درجة کما بین السماء والارض لانه غایة ما تمکن فی علوم البشر من البعد الفوقانی فیتمثل فی دار الجزاء کما تمکن فی علومهم، قال صلی الله علیه وسلم مثل المجاهد فی سبیل الله کمثل القائم الصائم،

اقول سره ان الصائم القانت انما فضل علی غیره بانه عمل عملا شاقا لمرضاة الله، وانه صار بمنزلة الملائکة و منشبهها بهم، والمجاهد اذا کان همه علی

اور اس کو لوگوں میں نمایاں مرتبہ کے قرار دینا ہے پس جب تم ان لفظوں کو یاد کر چکے تو ان احادیث کی حقیقت جو فضائل جہاد میں وارد ہیں تم کو معلوم ہو جائے گی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جنت کے سو درجے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے لئے تیار کیا ہے" الحدیث"

میں کہتا ہوں اس میں راز یہ ہے کہ دار الجزاء میں مکان کا بلند ہونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلندی مرتبہ کی صورت مثالیہ ہے اس واسطے کہ جبر و فطرت پر اطلاع یا بی وغیرہ امور سے نفس کو سعادت حاصل ہوتی ہے اور غیرت اس کی یہ وجہ ہے کہ جہاد شعائر الٰہی اور اس کے دین کی شہرت کا اور تمام ان چیزوں کا جن کی شہرت سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے سبب ہے اور انہی نیز وہ اعمال جو ان دونوں صفتوں کا مظنہ ہیں ان کی جزا جنت میں درجات کا حاصل ہوتا ہے، حدیث پڑھنے والے کے حق میں وارد ہوا ہے کہ اس سے یہ کہا جائے گا قرآن پڑھتا جا اور چڑھتا جا جس طرح تو دنیا میں پڑھا کرتا تھا اور جہاد کے بارے میں وارد ہوا ہے کہ وہ درجات کے بلند ہونے کا سبب ہے کیونکہ اس کو عمل میں لانے سے دین میں بلندی حاصل ہوتی ہے پس اس کی جزا بھی عمل کے موافق ہوتی پھر درجہ کا بلند ہونا چند وجوہ سے ہوتا ہے پس جنت میں ہر درجہ کی شکل میں ظاہر ہوگی اور ہر درجہ میں آسمان اور زمین کے برابر فرق ہے کیونکہ علوم بشری میں انتہا درجہ کا بُعد فوقانی ہے وہ منزل جو کہ [illegible] فرمایا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا ایسا ہے جیسے شب بیداری کرنے والا روزہ دار،

میں کہتا ہوں اس میں راز یہ ہے کہ شب بیدار روزہ دار کو جو فضیلت ہے اس وجہ سے ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے بڑا شاق عمل کیا، وہ بعض بمنزلہ ملائکہ کے اور ان کے مشابہ ہو گیا اور مجاہد جبکہ شرع کے موافق

ما امر الشرع به يشبهه في كل ذلك غير ان الاجتهاد في النطاعات يسلم بفضله الناس وهذا لا يفهمه الا الخاصة فتشهد به لينكشف الحال ثم مست الحاجة الى الترغيب في مقدمات الجهاد التي لولاها لم توجد في العادة الا بها كالرباط والرمي ونحوهما ان الله تعالى اذا امر بشيء ورضي به وعلم انه لا يتم الا بتلك المقدمات كان من موجبه الامر بها والرضا عنها، وقد في الرباط انه خير من الدنيا وما فيها، وانه خير من صيام شهر وقيامه وان مات جرى عليه عمله الذي كان عمله جاريا عليه ورزقه وامن الفتان ؛

اقول انما صرح بكونه خيرا من الدنيا وما فيها فلان مرتبة في السعادة وكل نعيم من نعيم الدنيا لا محالة زائل واما كونه خيرا من صيام شهر وقيامه فلانه عمل شاق يأتي على بهيمية الله وفي سبيل الله كما يعلم ذلك الصيام والقيام وسر اجراء عمله ان الجزاء بعضه مبني على بعض لمنزلة بناء بقوم الجدار على الاساس وقوم السقف على الجدار وذلك لان الاولين من المهاجرين والانصار كانوا سبب دخول قريش وسائر حوالهم في الاسلام، ثم فتح الله على يدي هؤلاء العراق والشام ثم فتح الله على ايدي هؤلاء الفرس والروم ثم فتح الله على الذي هؤلاء الهند والترك والسودان وانتفع الناس بفتوحات على الجهاد

کرتا ہے تو وہ رات میں تب بیدار صائم کے ساتھ متشابہ ہو جاتا ہے
میں شناعت ہے کہ اور عبادات میں کوشش کرنے کی فضیلت کو سب
لوگ تسلیم کرتے ہیں اور اس کو خاص لوگ ہی سمجھتے ہیں اس واسطے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کوشش بیدار صائم کے ساتھ تشبیہ
دی تاکہ اس کا حال منکشف ہو جائے پھر اس کی ضرورت پڑی
کہ ان مقدمات جہاد کی ترغیب دلائی جائے جس کے بغیر عادتاً جہاد
ہو نہیں سکتا جیسے گھوڑوں کا تیار کرنا اور تیر چلانا وغیرہ کیونکہ
اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کا حکم دیتا ہے اور اس کو پسند کرتا ہے اور جانتا
ہے کہ وہ شی ان مقدمات کے سر انجام میں ہو سکتی تو امر یا متضمن ہے کہ ان مقدمات کا
بھی حکم دے اور انکو پسند کرے، گھوڑوں کی تیاری کے باب میں وارد ہے کہ وہ پس
وما فیہا سے بہتر ہے اور نیز وہ ایک ماہ کا روزے اور اسکے قیام سے بھی بہتر ہے اور
اور اگر وہ مرجائے تو جو عمل کرتے ہوئے وہ مرا ہے کا وہ عمل اس پر بدستور جاری رہیگا
اور اس پر اس کا رزق جاری رہیگا اور منکر نکیر سے امن میں رہے گا۔

میں کہتا ہوں دنیا و مافیہا سے بہتر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جہاد کا
ثمرہ ایسا ہے جو آخرت میں باقی رہنے والا ہے اور دنیا کی جس قدر
نعمتیں ہیں وہ سب کی سب زائل ہونیوالی ہیں اور ایک مہینے کے
روزے اور شب بیداری سے بہتر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک
ایسا شاق عمل ہے جو قوت بہیمیت پر نہایت گراں ہوتا ہے اور
وہ عمل صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کی راہ میں ہوتا ہے جیسا
کہ روزہ رکھنا اور شب بیداری کا عمل شاق گذرتا ہے۔ اور جہاد کے عمل کا بدستور
جاری رہنے میں یہ راز ہے کہ جہاد کا بعض جز بعض جز پر اس طرح
مبنی ہے جس طرح عمارت ہوتی ہے کہ اس کی دیوار بنیاد پر قائم ہوتی
ہے اور چھت دیوار پر قائم ہوتی ہے، اس واسطے کہ مہاجرین اور
انصار میں سے اولین قریش اور ان کے آس پاس والوں کے
اسلام میں داخل ہونے کا سبب بنے پھر اللہ تعالیٰ نے قریش کے
ہاتھ پر عراق اور شام کو فتح کیا پھر ان کے ہاتھ پر فارس اور
روم کو پھر فارس اور روم کے ہاتھ پر ہند اور ترکستان
اور سوڈان کو فتح کیا۔ پس وہ نفع جو جہاد پر مرتب
ہوتا ہے وقتاً فوقتاً زیادہ ہوتا رہتا ہے

یترائیں حیث تحیینا وھا بمنزلۃ الاوقاف والرباطات والصدقات الجاریۃ، واما لامن من الفتان یجئ المنکر والنکیر فان المھلکۃ منھما ھی من لم یطمئن قلبہ بدین محمد صلے اللہ علیہ وسلم ولم ینھض لنصرتہ، اما المرابط علی شرطہ فھو جامع الھمۃ علی تصدیقہ وناھض العزیمۃ علی تمشیۃ امر اللہ، قال صلے اللہ علیہ وسلم من جھز غازیا فی سبیل اللہ فقد غزا ومن خلف غازیا فی اھلہ فقد غزا، وقال صلے اللہ علیہ وسلم افضل الصدقۃ ظل فسطاط فی سبیل اللہ ونحو ذلک ۔

اقول السر فی ذلک انہ عمل نافع للمسلمین یترتب علیہ نصرتھم وھو المعنی فی الغزو والصدقۃ، وقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا یکلم احد فی سبیل اللہ واللہ اعلم بمن یکلم فی سبیلہ الا جاء یوم القیامۃ جرحہ یثعب دما اللون لون الدم والریح ریح المسک۔

اقول العمل یلتصق بالنفس کالبدن صورتہ وھیئتہ ما ھو معنی المصور عند بالنسبۃ الی العمل والجزاء ھو مثل النعمۃ والراحۃ بصورۃ الحور ھناک، فاذا مات الشھید یوم القیامۃ ظھر علیہ عملہ وتمثل بہ بصورۃ ما فی العمل، وقال علیہ السلام فی قولہ تعالی ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون انما

اور اس کا حال اوقاف اور سرائیں اور صدقات جاریہ کا سا ہوتا ہے، اور فتان یعنی منکر نکیر سے مامون ہونے کی وجہ یہ ہے کہ منکر نکیر سے اسی شخص کو ہلاکت پہنچتی ہے جس کا قلب دین محمدی پر مطمئن نہیں ہے اللہ نہ وہ آپ کے دین کی مدد کے لئے کھڑا ہوا ہے، اور جو شخص جہاد کے شرائط کے ساتھ پہرہ دینے کا التزام کرتا ہے تو وہ شخص دل سے دین کی تصدیق کرتا ہے اور لوگوں کے بھیجنے میں کوشش کرتا ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو سامان دیا تو اس نے جہاد کے برابر ثواب حاصل کیا اور جس نے مجاہد کے پیچھے اس کے گھر و خرگہ کی تو اس نے بھی جہاد کیا"۔

اور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بہتر صدقہ اللہ کی راہ میں سایہ کے لئے خیمہ دینا ہے دمثل ذالک،

میں کہتا ہوں اس میں راز یہ ہے کہ یہ عمل مسلمانوں کے نفع کا ہے جس کو ان کو پہنچتی ہے اور جہاد یا صدقہ میں مسلمانوں کو نفع پہنچانا ہی مراد ہوتا ہے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اللہ کی راہ میں زخمی ہوتا ہے اور اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ اسکی راہ میں کون زخمی ہوا ہے وہ شخص قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون بہتا ہوگا جس کا رنگ خون کا سا ہوگا اور اس کی خوشبو مشک کی سی ہوگی"۔

میں کہتا ہوں عمل اپنی ہیئت اور صورت کے ساتھ نفس کے ساتھ متصل ہوتا ہے اور اس میں کہ اعتبار سے باقی کے جس میں بدلا ہوجاتے ہیں اور یہ بدلہ کا بھی نعمت اور راحت کا جس کی مثال صورت ہوں مشکل ہوئے پر ہے پس جب شہید مرے تو اس کا عمل اس پر ظاہر ہوگا اور عمل کی صورت کے ساتھ اس پر انعام کیا جائے گا، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ مت سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق حاصل کرتے رہتے ہیں

الآية اورواحلم فی جوف طیر خضر لها قنادیل معلقة بالعرش تسرح فی الجنة حیث شاءت ثم تاوی الی تلك القنادیل ؛

اقول الذی یقتل فی سبیل الله یجتمع فیه خصلتان احداهما انه تفنی نفسه وقوة کاملة من قوی نفسه التی کانت منغمسة فی حب الدنیا وانما هو بمنزلة رجل مشغول بامر معاشه تمام قوته بحلاف المیت لمرض ابتلی به مرض شدید تغیر مزاجه و تشتت کثیرا مما کان فیه، والثانیة انه تمثلت الروحة الالهیة المستوجهة فی نظام العالم الممتلئ منها حظیرة القدس و الملائکة المقربون فحازت نفسه رهی مستقلة من السعی فی اقامة دین الله فتح بینه و بین حظیرة القدس فسیح واسع و نزل من هنالك الانس و النعمة و الراحة و تنفست الیه حظیرة القدس تنفسا مثلیا یمتثل الجزاء حسبما عنده و ترکبت من اجتماع هاتین الخصلتین امور عجیبة، منها انه تمثل نفسه معلقة بالعرش بنحو ما و ذلك لدخوله فی حصلة العرش و طموحه همته الی ما هنالك و منها ان تمثل له بدن طیر اخضر فکونه طیرا لانه من الملائکة بمنزلة الطیر من دواب الارض فی تناول احکام الجنس، و انما لزم کونه اخضر بحسب منظره، و منها انه ستمثل نعمته و راحته بصورة الرزق کما کان یتمثل النعمة

الآیۃ اور واحلم فی جوف طیر خضر لہا قنادیل معلقۃ بالعرش تسرح فی الجنۃ حیث شاءت ثم تاوی الی تلك القنادیل ؛

میں کہتا ہوں جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارا جاتا ہے دو باتیں جمع ہوتی ہیں ایک یہ کہ اس کی روح کامل اور قوی رہتی ہے اور اس کے وہ علوم محفوظ رہتے ہیں جن کی دنیا میں مستغرق رہتی ہے اور ان میں کسی قسم کی کمی نہیں آتی اس شخص کا حال ایسا ہوتا ہے جیسے کوئی شخص اپنے معاش کام میں مشغول ہو اور سو جائے بخلاف اس میت کے جو امراض میں مبتلا رہا جس سے اس کا مزاج بدل گیا اور بہت باتوں کو بھول گیا، دوسرے یہ کہ ان کو نسبت الٰہی جو نظام عالم طرف متوجہ ہوتی ہے اور جس سے حظیرۃ القدس اور ملائکہ مقربین قلوب پُر ہیں اس شخص کو نسبت حاصل ہو جاتی ہے پس جب اس شخص کی روح نکلتی ہے اور وہ دنیا میں کے قائم کرنے سعی اور کوشش سے پُر ہوتی ہے تو ایک نہایت وسیع اس شخص میں اور حظیرۃ القدس میں کھل جاتا ہے اور انس اور راحت اور رزق اس پر نازل ہوتی رہتی ہے القدس کو اس کی طرف بڑی توجہ شانی ہوتی ہے اور اس کے مؤانس اس کی حرا تمثل ہو جاتی ہے پس ان دونوں خصلتوں اجتماع سے عجیب عجیب امور پیدا ہوتے ہیں،

ازاں جملہ یہ ہے کہ اس کا نفس کسی وجہ سے عرش میں ہو کر متمثل ہوتا ہے کیونکہ وہ شخص حاملین عرش میں داخل ہے اور اس کی ہمت اسی طرف متوجہ رہتی ہے،

اور ازاں جملہ یہ ہے کہ اس کا جسم سبز پرندہ کی صورت بن ہو جاتا ہے پس اس کا پرندہ ہونا اس وجہ سے ہے کہ اس ملائکہ کے ساتھ وہ نسبت ہے جو احیاناً حکام جنس کے میں پرندوں کو زمین پر چلنے والوں کے ساتھ ہے اور سبز ہونا ہر سبزی دیکھنے میں خوشنما معلوم ہوتی ہے، اور ازانجملہ ہے کہ اور راحت رزق کی صورت میں متمثل ہوتی ہے جس طرح دنیا

في الدنيا بالفواكه والشوء لحم مست
الحاجة الى تمييز ما يصلح تهذيب النفس
مما لا يقبله وهو مشبه به فان
مسرع الى بعض باسلام الحي والمدينة
بالعلم وبتكميل النفوس فيل الرجل
قاتل ليذكر والرجل يقاتل ليذكر والرجل
قاتل ليرى مكانه فمن يقاتل في سبيل الله
ان صلى الله عليه وسلم من قاتل لتكون
كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله
اقول وذلك لما ذكرنا من ان
اعمال اجساد وان النيات ارواحها
فما الاعمال بالنيات ولا عبرة بالجسد
بالروح وبما تقيد امة فائدة العمل
ان لم يقترن بها واذا كان فوته لما فع
ساري دون تفريط منه وهو قوله
صلى الله عليه وسلم ان بالمدينة قوما
سرتم مسيرا ولا قطعتم واديا الا
نوا معكم حبسهم العذر وان كان من
شريط وان النية لم تتم حتى يترتب
يها الاجر قال صلى الله عليه وسلم
بركة في نواصي الخيل وقال صلى الله
يه وسلم الخيل معقود في نواصيها
خير يوم القيامة الاجر والغنيمة
اعلم ان النبي صلى الله عليه وسلم
ث بالخلافة العامة وغلبة دينه
سائر الاديان لا يتحقق الا بالجهاد
عدة والة وقد تركوا الجهاد واتبعوا
ناب البقر احاط بهم الذل وغلب عليهم
سلوا [illegible] صلى الله عليه

بیوہ عاد اور ثمود ہوئے گوشت کی صورت میں ظاہر ہوں گے
پھر اس بات کی حکمت ہے ہر ایک کو جو چیز تہذیب نفس کا فائدہ دیتی
ہے اس کو غیر مفید شے سے الگ کر دیا جائے اور وہ اس کے ساتھ
مشابہ ہے کیونکہ شروع کے اندر دو چیزیں ہیں ایک تو قوم و شہر
اور مذہب کا نظام اور دوسرے نفوس کی تکمیل کسی شخص نے
نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا بعض آدمی غنیمت کی خاطر اور
بعض آدمی ذخیرہ کی خاطر اور بعض شہرت کی خاطر لڑتا
ہے سو ان میں سے کون شخص لڑتا ہے آپ نے
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے
لڑتا ہے پس وہ اس کی راہ میں لڑتا ہے ؟

میں کہتا ہوں اس کا سبب وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے
کہ اعمال اجساد ہیں اور ان کی روح نیت ہے اور اعمال کا مدار
نیت پر ہے اور جسم کا بغیر روح کے کچھ اعتبار نہیں ہوتا اور بسا
اوقات ضرر بین کی عمل کا فائدہ دیتی ہے اگر وہ اس کے
ساتھ عمل کا اتصال نہ ہو جس کو اس عمل کا فوت ہونا ان کی
کوتاہی سے نہ بلکہ کسی آسمانی عارضہ کے سبب ہو۔ چنانچہ نبی صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مدینہ میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ تم کسی جگہ پر
نہ چلے اور تم نے کوئی وادی قطع نہیں کی مگر وہ تمہارے ساتھ تھے
وہ وہ لوگ ہیں جن کو عذر نے روک دیا ہے" پس عذر کی وجہ سے اس
شخص کی کوتاہی سے فوت ہو جو اس کی نیت ہی ناتمام رہی اس
پر ضرر ہے ہوتا ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "برکت گھوڑوں
کی پیشانی میں ہے" اور آپ نے فرمایا "گھوڑے کی پیشانی میں
بھلائی بدھی ہوئی ہے قیامت تک" اور حدیث ہے

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خلافت
عامہ کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اور آپ کے دین کا دیگر ادیان
پر غلبہ جہاد اور اس کا سامان تیار کئے بغیر ممکن نہیں ہے پس جب
لوگ جہاد ترک کر کے بیلوں کی دموں کے پیچھے ہو لیں گے تو ان
پر ذلت محیط ہو جائے گی اور دیگر ادیان مذہب کا ان پر غلبہ
ہو جائے گا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وسلم من احتبس فرسا فی سبیل اللہ ایمانا باللہ وتصدیقا بوعدہ کان شبعہ وریہ وبولہ فی میزانہ یوم القیامۃ ؛

اقول ذلک لانہ یتعانی فی علفہ وشرابہ وفی سرقینہ وبولہ، فصار عملہ ذلک متصورا بصورۃ ما تعانی بہ فیظہر یوم القیامۃ کل ذلک بصورۃ تامۃ وھیئۃ. قال صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ یدخل بالسہم الواحد ثلاثۃ نفر الجنۃ صانعہ یحتسب فی صنعتہ الرمی بہ وممدہ وقال علیہ السلام من رمی بسہم فی سبیل اللہ فھو لہ عدل محرر ؛

اقول لما علم اللہ تعالی ان کثیرا من الکفار لا یقدر الا بہذہ الاشیاء انتقل رضا الحق بانواع الکفر والظلم الی ھذہ قال اللہ تعالی لیس علی الاعمی حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض حرج، وقال اللہ تعالی لیس علی الضعفاء ولا علی المرضی ولا علی الذین لا یجدون ما ینفقون حرج، وقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لرجل الک ابوان؟ قال نعم، قال ففیھما فجاھد ؛

اقول لما کان اتباعھم بأجسامھم فی الجہاد یفسد ارتفاقاتھم وجب ان لا یقوم بہ الا البعض، وانما تعین غیر المعلول بھذہ العلل لان علی اصحابہا حرجا ولیس فیھم غنیۃ معتد بہا للاسلام بل ربما یخاف البعض من ضررھم، قال اللہ تعالی الآن خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفا ؛

اقول اعلاء کلمۃ اللہ لا یتحقق الا بان یوطنوا انفسھم بالثبات والجدۃ وبصحۃ

"جس شخص نے اللہ تعالیٰ پر یقین رکھکر اور اس کے وعدہ
پکا کرکے اللہ کی راہ میں گھوڑا باندھا تو اس کا سیر کرنا اور
پانی پلانا اور اس کی لید اور پیشاب کی تکلیف برداشت کرنا
کے روز اسکے میزان عمل میں تلے گا ؛

میں کہتا ہوں اس کا سبب یہ ہے کہ وہ جنس اسکو عارہ
میں اور اس کو پانی پلاتے ہیں اور اسکی لید اور اسکا پیشاب
کرے پر تکلیف برداشت کرتا ہے پس اس کا یہ عمل اس چیز کی
میں متمثل ہوگا جس کی اس نے تکلیف گوارا کی ہے پھر قیامت
دور پر بہت چیزیں اسی صورت پر متمثل ہوں گی ظاہر ہے
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ
شخصوں کو جنت میں داخل کرے گا ایک اس کا بنانے والا
نے ثواب کی نیت سے اس کو بنایا ہے، دوسرا اس کو چلانے
تیسرا اس کو اٹھا کر دینے والا" اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
شخص اللہ کی راہ میں ایک تیر پھینکے گا تو وہ غلام کے آزاد کرنے
برابر ہوگا ؛

میں کہتا ہوں چونکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ کفار کا
ہونا بغیر ان چیزوں کے پورا نہیں ہو سکتا اس واسطے اللہ
کی رضا مندی کا دار مدار ظلم کے دور کرنے میں ان چیزوں کے
بھی متحمل ہوئی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "نہ تو نابینا پر کچھ
ہے اور نہ لنگڑے پر کچھ حرج ہے اور نہ بیمار پر" اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا
ضعیفوں پر کچھ گناہ ہے اور نہ بیماروں پر اور نہ ان پر جن کو
حرج موجود نہیں کہ شریک جہاد نہ ہوں، اور نبی صلے اللہ
نے ایک شخص سے فرمایا "کیا تیرے ماں باپ ہیں؟ اس نے
ہاں، تو آپ نے فرمایا پس ان میں جہاد کر"

میں کہتا ہوں چونکہ سب لوگوں کا جہاد میں شریک
ان کے کاروبار اور تدابیر معیشت کے فساد کا سبب ہوتا ہے
ضروری ہوا کہ سب لوگ جہاد پر نہ جائیں بلکہ بعض لوگ اس کو کا
اور وہ بعض وہ لوگ ہیں جن میں یہ علتیں نہیں پائی جاتیں
جن میں یہ علتیں پائی جاتی ہیں ان پر جہاد کرنے میں دقت

اور سلم کو اس جہاد کرنے سے قابل اعتبار نفع ہو مگر بعض اوقات اس کے نقصان کا اندیشہ ہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

مسناق القتال ولو جرت العادة بان يفروا اعشروا على مشقة لم يتحقق المقصود بل بما افضى الى الخذلان ؛

وايضا فالفرار جبن وضعف وهو موا الاخلاق، ثم لا بد من بيان حد يتحقق الفرق بين الواجب وغيره ولا تتحقق بجدة والشجاعة الا اذا كان اسباب الهزيمة اكثر من اسباب الغلبة نقلس او لا بعشرة امثال لان الكفر يومئذ كان اكثر ولم يكن مسلمون الا اقل شيء فلو رخص لهم لقوا ولم يتحقق الجهاد اصلا ثم خفف الى مثلين لانه لا تتحقق النجدة والثبات فيما دون ذلك، ثم لما وجب الجهاد لاعلاء كلمة الله وجب ما لا يكون الاعلاء الا به، ولذلك كان من الثغور وعوض المقاتلة ونصب الامراء على كل ناحية وثغروا جيا على الامام سنة متوارثة، وقد سن رسول الله صلى الله عليه وسلم وخلفاؤه رضي الله عنهم في هذا الباب سننا، وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا امر اميرا على جيش او على سرية اوصاه في خاصته بتقوى الله ومن معه من المسلمين خيرا، ثم قال اغزوا باسم الله في سبيل الله قاتلوا من كفر بالله اغزوا ولا تغلوا الحديث نما نهى عن الغلول لما فيه من كسر قلوب المسلمين واختلاف كلمتهم واختيارهم ونهيه [illegible] يقضي ذلك الى ما ذكرنا، وسن العدد لئلا يقع الفرار من عدد هم وقد متهم ولو ارتفع ذهب عظم الفتوح وانقهارها وهي الذمة، وعن

کرنے کو چھوڑ دیں، اور اگر یہ دستور جاری ہوتا کہ اگر مشقت معلوم ہو تو بھاگ جائیں تو مقصد حاصل نہ ہوتا بلکہ بعض اوقات ذلت تک نوبت پہنچتی،

اور نیز بھاگنا بزدلی اور کمزوری کی علامت ہے اور یہ بدترین اخلاق میں سے ہے، پھر ضروری ہوا کہ اس کی کوئی حد بیان کیجائے جس سے واجب اور غیر واجب میں فرق ہو جائے اور دلیری اور شجاعت اسی وقت پائی جاتی ہے جب شکست کے اسباب غلبہ کے اسباب سے زیادہ ہوں پس اول دس مثل سے اس کا اندازہ کیا گیا کیونکہ اس وقت کفر اسلام سے زیادہ تھا اور مسلمان بہت ہی کم تھے پس اگر ان کو بھاگنے کی اجازت دیجاتی تو جہاد کبھی نہ پایا جاتا پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر دو مثل تخفیف کی کیونکہ دلیری اور ثبات اس سے کم میں نہیں پایا جاتا، پھر چونکہ جہاد اعلاء کلمۃ اللہ کے واسطے واجب ہوا ہے سو واسطے وہ چیز بھی واجب ہوئی جس کے بغیر اعلاء کلمۃ اللہ نہ ہو سکے اور اسی وجہ سے سرحدوں کا بند کرنا اور جنگ کے لئے تیار رہنا، اور تمام اطراف و نواحی پر افسروں کا مقرر کرنا ضروری ہوا اور ایک متوارث دستور قرار پایا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء رضی اللہ عنہم نے اس بات میں بہت سے طریقے مقرر فرمائے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کو کسی بڑے یا چھوٹے لشکر کا امیر مقرر کرتے تھے تو خاص اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی اور اس کے ساتھی مسلمانوں کو بھلائی کرنے کی نصیحت فرماتے تھے اور فرماتے تھے اللہ کی راہ میں اللہ تعالیٰ کے نام سے جہاد کرو اور جو اللہ کا انکار کرے اس سے قتال کرو اور جہاد کرو اور خیانت نہ کرو الحدیث

خیانت سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس لئے منع فرمایا کہ خیانت کرنے سے مسلمانوں کی دل شکنی ہوگی اور ان میں اختلاف پیدا ہو جائیگا اور وہ قتال کو چھوڑ کر ٹوٹے میں لگ جائیں گے اور ایسی باتوں سے بسا اوقات شکست ہو جاتی ہے، اور عہد شکنی سے اس لئے منع فرمایا کہ امن و امان ان کے عہد اور ذمہ سے مرتفع نہ ہو اور اگر امن جاتا رہے تو بڑی اور اقریب فتح یعنی ذمہ کے ہاتھ

المثلة لانه تغيير خلق الله، وعن قتل الوصفاء
لان فيه تضييق على المسلمين وانما يقدر على
توقي حصائد رقيقا لهم واتبع سائر
في الاسلام :
وايضا فانه لا يمكن عدوا ولا ينصرنه
والدعوة الى ثلاث خصال مترتبة
الاول الاسلام مع الهجرة والجهاد وحينئذ
لهم للمجاهدين من الحق في الفيء والغنائم
من غير الاسلام من غير هجرة ولا جهاد
في المصير [illegible] فيه
في [illegible] ذلك لان الفيء انما يصار
ان لا يصرف لهم والعادة جارية بانه لا
يصرف من المال المصروف الى المتوطنين في
بلادهم غير المجاهدين فلا اختلف فيه
وبين قول عمر رضي الله عنه فلان عنت
وبيان ذلك ما روي : هو بسهم وحيز بسهمين فقد
في سبيله يعني اذا قوي الكفار المسلمين
[illegible] لتغير نيتهم بعض سقط
انما لكان لكونه من
بعزية عن بلادهم
صاغروت، فيه لاوى تحصل المصلحتان
من قيام [illegible] فهم التظالم من بينهم
[illegible] باب جهاد
[illegible] حاجة من لنا دهم غنيمة ما
ورحاه [illegible] هذيب اوه شانه زوال شوكة
الكفار وظهور شوكة المسلمين وفي بعض
النسخ صلى الله عليه وآله وسلم لزيادة فضل
وشيب على الامام ان يقاتل من يخاف ظهوره

فرمایا کیونکہ اس میں اللہ کی مخلوق [illegible] کے قتل سے بھی منع کیا کیونکہ اس میں مسلمانوں پر تنگی ہے کیونکہ اگر وہ غلام رہا تو وہ ان کا خدمتگار و مددگار رہتا،

مدد نیز چونکہ پتہ چلتا ہے کہ وہ دشمن کو ضرر پہنچا سکتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کو مسلمان کرنے اور غلام بنانے کا حکم دیا ہے ان میں تین باتیں ہیں کہ اسلام لا کر ہجرت اور جہاد کرے اور اس وقت اس شخص کے لئے غنیمت اور جزیہ کے مال میں سے مجاہدین کے برابر حصہ ہے دوسرے یہ کہ بغیر ہجرت اور جہاد کے اسلام لائے تو اس صورت کے جب کہ لشکر عام اور جنگ عام ہو اور اس وقت غنیمت اور خراج میں اس شخص کا حصہ نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بیت المال عمومی امور میں صرف ہوتا ہے اور عادت اس بات کا حکم کرتی ہے کہ بیت المال میں اس قدر گنجائش نہیں ہوتی کہ مجاہدین کے علاوہ جو شہروں کے رہنے والوں کا خرچ بھی برداشت کر جائے اس میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول میں جو مخالف ہے کہ اگر میں زندہ رہا تو ہر اس چرواہے کا بھی حق ہے کسی سرحد پر رہتا ہو اور اس کی پیشانی پر اس غنیمت کے وقت پسینہ نہ آیا ہو غنیمت کے مال میں سے حصہ ملنا جیسا کہ بادشاہوں کے خزانے فتح ہو جائیں گے اور کثرت سے خراج آئے گا تو مقاتلین و غیر ہم کے حصہ کے بعد اس کے لئے بھی باقی رہ جائے گا، تبصرہ یہ کہ وہ لوگ جن کا ذکر ہوا اور جب کسی شخص کو جزیہ دائمی پر پہنچنے میں جلدیں حاصل ہوں تو ایک تو ملک کا انتظام اور دوسرا ان کی حفاظت کرنا اور دوسرے تہذیب نفس کہ وہ دوزخ سے نجات حاصل کریں اور احکام الٰہی کی پیروی میں کوشش کریں، اور دوسری بات میں ضرر دوزخ سے نجات پانا ہی بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے درجات حاصل ہوں، اور پہلی بات میں کفار کی شوکت کا زائل ہونا اور

سوكة المسلمين وقطع ايدى الكفار عنهم
يجتهد ويتأمل فى ذلك فيفعل ما ادى اليه
اجتهاده مما عرف هو او نظيره من النبى
صلى الله عليه وسلم وخلفائه رضى الله عنهم
لان الامام انما جعل لمصالح ولا تتم الا
بذلك والاصل فى هذا الباب سير النبى
صلى الله عليه وسلم ؛

ونحن نذكر جامع احاديث الباب
فنقول يجب ان يشحن ثغور المسلمين
بجيش يكفون من يليهم ويؤمر عليهم
رجلا شجاعا ذا راى ناصحا للمسلمين فان
احتاج الى حفر خندق اوبناء حصن فعل
كما فعله رسول الله صلى الله عليه وسلم
يوم الخندق واذا بعث سرية امر عليهم
افضلهم وانفعهم للمسلمين وارضاهم فى نفسه
وجماعة المسلمين خير كما كان رسول
الله صلى الله عليه وسلم اذا اراد الخروج
لغزو ورى بغيره اذا اراد الخروج
لغزو عرض جيشه ويعاهد خيل الوجيه
فلا يقبل من دون خمس عشرة سنة كما
كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعل ذلك
ولا يأخذ الا من هو الذى ينفع المسلمين
ولا مرحف وهو الذى يحدث بقوة الكفار
والاصل فيه قول الله تعالى كره الله انبعاثهم
فثبطهم وفيه اشعار بان على الامام
اخراج فاسدهما ارادوا الخروج
لغزو صلى الله عليه وسلم انا لا نستعين
بمشرك الا عند ضرورة وقد قال لا
امرأة شابة بخاف عليها ويؤذن بطائفة
فى نفسها لان صيانة المسلمين كان

کہ مسلمانوں کی شوکت ظاہر ہونے کے اور کفار کے زیر کرنے کے اسباب
میں غور کرے اور ان میں کوشش اور تامل کرے پس جو اس کے
اجتہاد میں آئے اس پر عمل کرے بشرطیکہ وہ یا اس کی نظیر رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یا آپ کے خلفاء سے ثابت ہو اسواسطے
کہ امام مصلحتوں کے قائم کرنے کے لئے مقرر کیا گیا ہے اور یہ مصلحتیں
اس کے تمام نہیں ہوتیں، اور اصل اس باب میں رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے،

اور ہم اس باب کی حدیث کا خلاصہ بیان کرتے ہیں پس
ہم کہتے ہیں کہ امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ مسلمانوں کی سرحدوں کو اس
قدر فوج سے جو ان کے آس پاس کے دشمنوں کیلئے کافی ہو سکے محفوظ
رکھے اور ان لشکروں کا سپہ سالار ایسے شخص کو مقرر کرے جو رائے والا ہو
رائے اور مسلمانوں کا خیر خواہ ہو اور اگر خندق کے کھودنے یا قلعہ
کے بنانے کی ضرورت پڑے تو وہ اس کو کرے جیسا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم خندق میں کیا تھا اور جب کسی لشکر
کو بھیجے تو ایسے شخص کو سپہ سالار بنائے جو سب سے افضل ہو
اور مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ نفع رساں ہو اور لشکر
کے حق میں اور مسلمانوں کی جماعت کے حق میں بھلائی کرنے والا ہو
نصیحت کرے جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے
جب جہاد کے لئے جانے کا ارادہ کرے تو اپنے لشکر کا جائزہ لے
سوار و پیادوں کو دیکھے پس پندرہ سال سے کم عمر والے کو نوج میں
نہ لے جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا اور نہ اس شخص
کو نوج میں لے جو محنت مزدوری کرتا ہو یعنی اس شخص کو جو اوروں کو بھی جہاد سے
روکے اور نہ اس شخص کو فوج میں لے جو مرجف ہو یعنی وہ جو کفار
کی قوت و شوکت بیان کرکے لشکر اسلام میں رعب و خوف پیدا کرے
اور اس لئے کہ اللہ کا یہ قول ہے اللہ تعالیٰ نے ان کا اٹھنا ناپسند کیا
پس انکو بیٹھے ہی رہنے دیا اور ان سے کہہ جا گیا کہ جہاں بیٹھے
بیٹھے رہو تم بھی انکے ساتھ بیٹھے رہو اگر وہ تم میں شامل ہو کر نکلتے
تو تمہارے حق میں شرارت کرتے اور نہ مشرک کو فوج میں
لے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم بلا شبہ کسی مشرک کی مدد نہیں چاہتے

لعزوبام سلمة و نسوة من الانصار
يسقين الماء محمد او بن الجراح ويعبي الجيش
ميمنة و ميسرة ويجعل لكل قوم راية
و لكل طائفة اميرا و عريفا كما فعل
رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الفتح
لانه اكثر ارهابا و قرب ضبطا و يعين
لهم شعارا يتكلمون به في البيات لئلا
يقتل بعضهم بعضا كما كان رسول
الله صلى الله عليه وسلم يفعل ويخرج
يوم الخميس او الاثنين فانهما يوما ن
يعرض فيهما الاعمال، وقد ذكرنا من
قبل، و يكلفهم من السير ما يطيقه
الضعيف الاعند الضرورة و يتخير لهم
من المنازل اصلحها و اوفرها ماء او
ينصب الحرس و الطلائع اذا خاف العدو
ويخفي من امره ما استطاع و يوري الا
من ذوي الرأي والنصيحة ؛

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
لا تقطع الايدي في الغزو، و سره ما بلغه
عمر رضي الله عنه ان لا تلحقه حمية
الشيطان فيلحق بالكفار، ولانه كثيرا
ما يفضي الى اختلاف بين الناس وذلك
يخل بمصلحتهم و يقاتل اهل الكتاب
والمجوس حتى يسلموا او يعطوا الجزية
عن يد وهم صاغرون، ولا يقتل ليلا
ولا امرأة ولا شيخا فانيا الا عند ضرورة
كالبيات، ولا يقطع الشجر ولا يحرق
ولا يعقر الدواب الا لتعذر المصلحة
في ذلك كالبويرة قرية بني النضير ولا يخيس بالعهد و

ام سلیم اور انصار کی چند عورتوں کے ساتھ جہاد کیا کرتے تھے جو لوگوں
کو پانی پلاتی تھیں، اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں، اور امام کو چاہئے
کہ لشکر کے دو حصہ میمنہ اور میسرہ مقرر کرے اور ہر گروہ کا ایک
جھنڈا اور ہر طائفہ کے لئے ایک سردار اور لڑانے والا مقرر کرے
جیسا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن کیا تھا کیونکہ
اس میں دشمنوں پر بھی زیادہ خوف ہوتا ہے اور فوج میں
بھی قابو رہتا ہے، اور نیز ان کے لئے شناخت مقرر کرے
کہ شب خون کرتے وقت باہم اس کو بولا کریں تاکہ آپس
میں ایک دوسرے کو قتل نہ کر دے جیسا کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے اور جمعرات یا پیر کے روز جہاد کے
لئے کوچ کرے کیونکہ یہ دونوں ایسے دن ہیں جن میں اعمال پیش کئے
جاتے ہیں اور ہم اسکو پہلے بیان کر چکے ہیں اور ان کو اس قدر راستہ
چلائے کہ کمزور لوگ بھی اس کی طاقت رکھتے ہوں بلکہ ضرورت کے وقت
کے علاوہ ان کے لئے ایسی جگہ تجویز کرے جو سبزہ میں عمدہ ہو اور
وہاں پانی کی کثرت ہو، اور جب دشمن کا خوف ہو تو پہرہ دار مقرر
کرے اور بلند جگہ پر کچھ لوگوں کو مقرر کرے جو دشمن کو دور سے
دیکھتے رہیں اور جس قدر ہو سکے اپنے حالات پوشیدہ رکھے مگر
صاحب رائے اور خیر خواہ سے پوشیدہ نہ رکھے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جہاد میں ہاتھ نہ کاٹے
جائیں" یعنی حد میں اور اس میں وہی راز ہے جو حضرت عمرؓ نے بیان
فرمایا ہے کہ اس شخص کو غیرت شیطانی نہ لاحق ہو جائے پس
وہ کفار کے ساتھ جا ملے، اور نیز اس سے لوگوں میں بسا اوقات
اختلاف پیدا ہو جاتا ہے اور اس سے لوگوں کی مصلحت میں خلل
پڑ جاتا ہے، اور امام اہل کتاب اور مجوس سے مقاتلہ کرے یہاں تک
کہ وہ اسلام لے آئیں یا عاجز بنکر جزیہ دینا قبول کریں اور
کسی بچہ کو یا عورت کو یا بہت بوڑھے آدمی کو قتل نہ کرے مگر
ضرورت کے وقت جیسا کہ شب خون میں، اور نہ درخت کاٹے اور نہ
ان کو جلائے اور نہ مویشیوں کو ہلاک کرے، ہاں جبکہ اس میں مصلحت
ہو تو کچھ مضائقہ نہیں جیسا کہ بنی نضیر کے گاؤں بویرہ میں کیا گیا، اور

يحبس البرد لانه سبب انقطاع المراسلة
بينهم، ويخدع فان الحرب خدعة، ويهجم
عليهم غارين ويرميهم بالمنجنيق ان عمّهم
ويضيق عليهم ثبت عن رسول الله صلى
الله عليه وسلم كل ذلك، ولان القتال لا
يتحقق الا به كما لا حاجة الى شرحه، ويجوز
المبارزة باذن الامام لمن وثق بنفسه
كما فعل علي وحمزة رضي الله عنهما، و
للمسلمين ان ينصرفوا فيما يجدونه هنا
من العلف والطعام من غير ان يخمس
لانه لو لم يرخص فيه لضاق الحال فاذا
اسروا اسراء خيرا الامام بين اربع خصال
القتل والفداء والمن والارقاق بفعل من
ذلك الاحظ وللامام ان يعلمهم الامان اولا
حاذهم الاصل فيه قوله تعالى وان احد من
المشركين استجارك فاجره وذلك لان
دخولهم في الاسلام لا يتحقق الا بمخالطة
المسلمين ومعرفة حجتهم وسماع دعوتهم
وبضا فكتيرا ما تقع الحاجة الى ورود
تجارهم واشباههم، ويصالحهم بمال يعطيهم
مال فان المسلمين ربما يضعفون عن قتالهم
الكفار فيحتاجون الى الصلح وربما يحتاجون
الى المال يتقوون به، او الى ان يتمنوا من
شر قوم فيجاهدوا الآخرين، قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم لا تفين احدكم يجيء يوم
القيامة على رقبته بعير له رغاء يقول يا
رسول الله اغثني فاقول لا املك لك شيئا
قد بلغتك وتحو ذلك قوله صلى الله عليه
وسلم على رقبته فرس له حمحمة وذكر

نقض عہد کرے اور نہ سفر کو فسخ کرے کیونکہ اس سے باہمی خط
وکتابت منقطع ہوجاتی ہے، اور لڑائی میں دھوکا دیا کرے کیونکہ
لڑائی دونوں گھات کا نام ہے اور غفلت کی حالت میں ان پر
چھاپہ مارے اور ان پر گولہ باری کرے اور ان کا محاصرہ کرے اور
ان کو تنگ کرے، یہ سب باتیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اور
اس لئے کہ قتال ان امور کے بغیر نہیں ہوتا جس کی شرح کی ضرورت
نہیں، اور جس شخص کو اپنے نفس پر بھروسہ ہو اس کو امام کی اجازت
سے لڑنا جائز ہے جیسا کہ حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ
عنہما نے کیا، اور مسلمانوں کو جارہ اور اناج جو مخالفین سے حاصل
ہو بلا خمس نکالے تصرف کرنا جائز ہے اس لئے کہ اگر اس کی
اجازت نہ دیجائے تو لوگوں کو دقت ہو اور جب محاصرین قید ہوکر
آئیں، تو امام کو چار باتوں میں سے جو اسب کا آخر ہے چاہے قتل
کرے چاہے فدیہ لے چاہے احسان رکھکر چھوڑ دے اور چاہے غلام
بنالے ان میں سے جو زیادہ نافع ہو عمل میں لائے اور امام کیلئے
جائز ہے کہ ان سب کو یا ان میں سے بعض کو امن دیدے اور اسکی
دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ اگر مشرکین میں سے کوئی پناہ مانگے
تو اس کو پناہ دے، اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ان کا اسلام میں داخل
ہونا مسلمانوں کے ساتھ میل جول کرنے اور ان کے دلائل کو سننے
اور انکی صداقت کو معلوم کرنے کے بغیر ممکن نہیں ہے، اور نیز بسا اوقات
تجار وغیرہ کی آمد ورفت کی ضرورت ہوتی ہے اور امام کو اختیار ہے
کہ مال لیکر یا بغیر مال لئے ان سے صلح کرے کیونکہ بسا اوقات
مسلمانوں کو کفار سے مقاتلہ کی طاقت نہیں ہوتی پس ان کو صلح کی
ضرورت پڑتی ہے اور بسا اوقات مسلمانوں کو مال کی ضرورت ہوتی ہے
اس کے ذریعہ وہ دوسرے قوم پر غلبہ حاصل کرسکیں یا ایک قوم کے شر سے بچکر دوسری
قوم سے قتال کی ضرورت پڑتی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
قیامت کے دن تم میں سے کسی کو ایسا نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر اونٹ
ہو اور وہ چلا رہا ہو اور شخص کہتا ہو یا رسول اللہ میری مدد
کیجئے تو میں اس سے کہوں گا مجھے تیرے لئے کسی بات کا اختیار نہیں ہے میں
تجھ کو احکام سنا چکا تھا اور اسی کے مثل ہے صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ

حوالہ کر اس کی گردن پر گھوڑا ہنہنا تا ہوا اور چلاتا ہوا

لها يجوز لكس لها صباحه وهي قوله تعالى فحق
قول الاصل في ذلك ان ما حصل فتقه
بصورة ما وقعت فيه، وما حصل فتقه
والتأذي به، واما صورته فحقوبته باشاعة
فاحشته على رؤوس الناس، قال صلى الله
عليه وسلم اذا وجدتم الرجل قد غل
فاحرقوا متاعه كله، فاريوه وعمل به الوس
وعمر رضي الله عنهما ؛

اقول مادة الزجر وكيف الناس ان
يفعلوا مثل ذلك ؛

واعلم ان الاموال الماخوذة من الكفار
على قسمين ما حصل منهم بايجاف الخيل
والركاب واحد، ال عباء القتال وهو يعني
وما حصل منهم بغير قتال كالجزية والخراج
والعشور المأخوذة من تجار اهل الحرب وما يؤلوا
صلحا، وهو ما يحلفه فزعا والغنيمة تخمس
ويصرف الخمس الى ما ذكر الله تعالى في
كتابه حيث قال واعلموا انما غنمتم من
شيء فان لله خمسه وللرسول ولذي القربى
واليتامى والمساكين وابن السبيل فيوضع
سهم رسول الله صلى الله عليه وسلم بعده
في مصالح المسلمين الاهم فالاهم، وسهم
ذي القربى في حياته وهو المنسوب للخمس
منهم واغنى واذكى والا فتى، وعلى
يخير الامام في تعيين المقاد بدر كان عمر
رضي الله عنه يرتب في فرض ... صلى
الله عليه وسلم من بني ... بعده
من بين منهم والناكح ... سهم
اليتامى لصغير فقير لا ... وسهم

ہوا ہو کوئی شخص کر دے ... وہ بیت ہو اور اس کی
... ہو کر حرکت ... ہوں

میں کہتا ہوں اس میں اصل یہ ہے کہ جس چیز میں وقع ہو
اسی کی صورت میں وہ متمثل ہو گیا اور اس کا اتلاف اس لیے ہو گیا کہ
اس سے طالب اور ... ان چیزوں کی تو فر اس لیے ہوں
... ہو جائے کے ... سے ظاہر ہو جو ہو جائے ہو
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی شخص کو پاؤ کہ اس نے مال غنیمت
میں خیانت کی تو اس کا سب سامان جلا دو اور اس کو مارو۔ حضرت
ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے اس پر عمل کیا ہے

... ثابت ہوں اس میں ... خائن کو سزا دینے کا اور لوگوں
کو ایسے فعل سے باز رکھنے کا ہے

واضح ہو کہ جو مال کفار سے لئے جاتے ہیں اس کی دو قسمیں ہیں
ایک وہ مال ہے جو گھوڑوں اور اونٹوں کے دوڑانے اور قتال کی
مشقت برداشت کرنے سے حاصل ہوتا ہے ایسے مال کو غنیمت کہتے
ہیں اور دوسرا وہ مال ہے جو بغیر قتال کے کفار سے حاصل ہوتا ہے جیسے
... خراج اور عشور جو ان کے تجار سے لئے جاتے ہیں اور وہ مال
جو صلح میں کفار دیتے ہیں، یا جو ... ہو کر اس کو چھوڑ دیتے ہیں
یہ غنیمت کے پانچ حصے کئے جائیں گے اور پانچوں حصوں میں موضع
ہیں جو کہ کیا جائے گا جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا
ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ... اور جان لو جو چیز تم کفار سے لوٹ کر لاؤ
اس میں سے پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کا اور اسکے رسول کا اور رشتہ داروں
... کا اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور مسافروں کا ہے، یعنی
... صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ... کے
... ہیں ... ترتیب خرچ کرنا چاہیے ... اور ... بہت کا حصہ
... ہیں ان کے فقراء ... ہر ... ہوتے
... ہیں اور ... کے معنی کا ہیں ...
... ہے ... حضرت عمر رضی اللہ عنہ ... مسلمانوں کے
مال سے ... دیتے تھے اور ان میں سے ... مقرر ... ہوتے
... ہو جاتے ... اعانت کیا کرتے تھے اور یتیموں کا حصہ

یتیم بچے ہوئے ... بچوں کو جن کا باپ نہ ہو

الغزاة والمساكين لهم يعوض كل واحد
لى ، امام يجتهد فى الفرس والتفضيل
بلاهه ويفعل ما أدى اليه اجتهاده لقسم
ربعة اخماسه فى الذين غنموه لمن حضر
اولا فى حال الجيش ممن كان تقدم او تخلف
بمصلحة المسلمين تفعل له ، وذلك باحد
ثلاث ، ان يكون الامام دخل دار الحرب
فبعث سرية تغير على قرية مثلا فيجعل
لها الربع بعد الخمس او الثلث بعد الخمس
فاذا قدمت به السرية رفع خمسه ثم
اعطى السرية ربعه او ثلثه وجعل
الباقى فى المغانم ، وثانيها ان يجعل الامام
جعلا لمن يعمل عملا فيه غناء عن المسلمين
مثلا ان يقول من دلنى على هذا الحصن فله كذا
من جاء بأسير فله كذا من قتل قتيلا
فله سلبه فان شرط من مال المسلمين
اعطى منه وان شرط من خمس الخمس
اربعة اخماسه
بعض
اعطى رسول الله صلى الله عليه
ابن الاكوع فى غزوة ذى قرد
واحمل حيث فهم منه نفع عظيم للمسلمين
ولا صح عندى ان السبب
القاتل يخص الامام قبل القسمة
بعده ويرفع ما يستحق
سواء بين
ويصلح شان الغزاة والعسكر
واهل الائمة الذين
حصل

... جاہدین اور مساکین کا حصہ ان سب پر ان
... امام ... کے بارے میں اور ان کو مقدم کرنے میں
اجتہاد کرے اور اجتہاد سے جو اس کو معلوم ہوا اس پر عمل کرے اور
غنیمت کے مال حقوق میں سے باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم کرے
امام سے پہلے لشکر کے حال میں غور کرے جس کو زیادہ
دینا مسلمانوں کی مصلحت کے موافق ہو تو اس کو زیادہ دے اور
اس کی تین صورتوں میں سے ایک یہ ہے کہ امام دار الحرب میں داخل ہو کر
مثلاً ایک چھوٹی سی جماعت کو کسی گاؤں پر دھاوا کرنے کے لئے
روانہ کرے پس اس کے بعد خمس یا تہائی ان کے لئے مقرر کر دے
پس یہ جماعت وہاں سے جو کچھ لوٹ کر لائے اس میں سے خمس نکالنے
باقی کا ربع یا ثلث اس جماعت کو دیدے اور اس کے بعد جو مال
رہے وہ غنیمت میں شامل کر دے ، دوسری صورت یہ ہے کہ امام کسی
شخص کے لئے کسی ایسے کام پر جس میں مسلمانوں کا نفع ہو کوئی
انعام مقرر کرنے مثلاً امام کہدے کہ جو شخص اس قلعہ پر
چڑھے گا اس کو اتنا ملے گا یا جو کسی کو قید کر کے لائیگا تو اس
کو اتنا دیا جائیگا یا جو کسی کو مار ڈالیگا اس کا اسباب اس کو
دیا جائیگا

... اگر امام کو یہ معلوم ہو کہ مال غنیمت میں سے کچھ

من الغنيمة كان مال مسلم ظفر به العدو
رد عليه بلا شئ، ثم يقسم الباقي على من
حضر الوقعة للفارس ثلاثة اسهم وللراجل
سهم ؛

وعندي انه ان رأى الامام ان يزيد
لركبان الابل او للرماة شيئا او يفضل الغزاة
على البراذين شيئ دون السهم فله
ذلك بعد ان يشاور اهل الرأي ويكون
امرا لا يختلف عليه الجيش وبه جرى سهم في
سير النبي صلى الله عليه وسلم واصحابه
رضي الله عنهم في الباب، ومن بعثه لامير
لمصلحة الجيش كالطليعة
الجاسوس لهم ان لم يحضر الوقعة كما كان
لعثمان يوم بدر، واما الفئ فمصرفه ما
بين الله تعالى حيث قال ما افاء الله على
رسوله من اهل القرى فلله وللرسول
الذي نفرق به بين الحق والباطل وكذلك ابن
السبيل في قوله تعالى رؤوف رحيم
ولما قرأها عمر رضي الله عنه قال هذه
استوعبت المسلمين، فيصرفه الى الاهم
فالاهم وينظر في ذلك الى مصالح
المسلمين لا مصلحته الخاصة به، واختلاف
السلف في كيفية قسمة الفئ وكان
النبي صلى الله عليه وسلم اذا اتاه الفئ
قسمه يومه فاعطى الاهل حظين وعزب
الاعزب حظا، وكان ابو بكر رضي الله عنه
يقسم للحر والعبد يتوخى كفاية الحاجة
ووضع عمر رضي الله عنه الديوان على
السوابق والحاجات، فالرجل وقدمه

کسی مسلمان کا ہے جس کو کفار چھین کر لے گئے تھے تو بغیر کچھ لئے وہ
مال اس مسلمان کو واپس کر دے پھر باقی مال کو ان لوگوں میں جو
لڑائی میں شریک تھے اس طرح تقسیم کرے کہ سوار کو تین حصے یعنی
کو ایک حصہ۔

اور میرے نزدیک یہ درست ہے کہ اگر امام مصلحت سمجھے کہ
سواروں کو یا تیر اندازوں کو کچھ زیادہ حصہ دے یا گھوڑے کے
سوار کو خچر کے سوار سے کسی قدر مال جو حصہ سے کم ہو زیادہ دے تو
وہ ایسا کر سکتا ہے بعد اس کے کہ اس نے اہل الرائے سے اس
بارے میں مشورہ لیا ہو اور وہ ایسا امر ہو جس کی وجہ سے کوئی شخص لشکر میں
بدا اختلاف نہ کرے۔ اور اسی قول سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے
اصحاب کی سیرت جو اس باب میں اختلاف ہے اس میں تطبیق ہو سکتی ہے
اور جس شخص کو امام لشکر کی مصلحت سے روانہ کرے جیسے طلیعہ
یا جاسوس تو امام اسکو بھی حصے دے اگرچہ وہ لڑائی میں موجود نہ تھا جیسے
کہ عثمان بدر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو غنیمت میں حصہ
اور مال فئ کا مصرف وہ مصالح ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت
میں بیان فرمایا ہے۔ اللہ اور رسول پھر کوئی آیت والوں اور یتیموں اور محتاجوں
اور مسافروں کیلئے ہے۔ پھر فرمایا "رؤف الرحیم" اور حضرت عمر رضی
اللہ عنہ نے جب یہ آیت پڑھی تو کہا اس نے تمام مسلمانوں کا احاطہ
کر لیا ہے پس امام جہاں زیادہ ضرورت دیکھے اس کو صرف کرے
اور اس میں مسلمانوں کی عام مصلحتوں کی طرف غور کرے نہ کہ کسی
خاص مصلحت کی طرف۔

اور فئ کی تقسیم کے کیفیت میں احادیث مختلف
ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جس روز مال
آتا اس کو تقسیم کر دیتے پس سفر
شدہ کو حضر میں شادی شدہ کو ایک حصہ دیتے
تھے۔ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حر اور غلام میں
حاجت تقسیم کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دفتر مقرر کیا
جس میں سابقین اور حاجت مند زیادہ رعایت کی جاتی تھی

۴ پس آدمی کی قدامت اسلام
۱۲ ملا جاتے ہیں

والرجل وبلاؤه، والوجل وعيالهما، والرجل وحاجته، والاصل فى كل ما كان مثل هذا من الاختلاف ان يحمل على انه انما فعل ذلك على الاجتهاد فتوخى كل المصلحة بحسب ما راى فى وقته والاراضى التى غلب عليها المسلمون للامام فيها الخياران شاء قسمها فى الغانمين وان شاء اقرها على العزة كما فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم بخيبر قسم نصفها ووقف نصفها، ووقف عمر رضى الله عنه ارض السواد، وان شاء اسكنها اياهم وضرب عليهم الخراج كما فعل النبى صلى الله عليه وسلم بمعاذ رضى الله عنه ان ياخذ من كل حالم دينارا او عدله من المعافر، ووضع عمر رضى الله عنه على اموال نامية واراض بعينها وعلى المتوسط اربعة وعشرين، وعلى المقل المعتمل اثنى عشر:

ومن هنا يعلم ان قد سلم مفوض الى الامام يفعل ما يرى من المصلحة ولذلك اختلفت سيرهم، وكذلك الحكم عندى فى مقادير الخراج وجميع ما اختلفت فيه سير النبى صلى الله عليه وسلم وخلفاء رضى الله عنهم، وانما اباح الله لنا الغنيمة والفئ لما بينه النبى صلى الله عليه وسلم حيث قال لم تحل الغنائم لاحد من قبلنا ذلك بان الله راى ضعفنا وعجزنا فاحلها لنا، وقال صلى الله عليه وسلم ان الله فضل امتى على الامم واحل لنا

اور اس کی محصبت اور عیال داری اور اس کی ضرورت کا لحاظ کیا جائے، اور ایسے اختلافات میں اصل یہ ہے کہ یہ اس بات پر محمول ہیں کہ ہر ایک نے اپنے اجتہاد کے موافق کیا اور اپنے وقت میں جیسی مصلحت سمجھی اس پر عمل کیا اور جن اراضی پر مسلمانوں کا غلبہ ہوگیا ان میں امام کو اختیار ہے چاہے مجاہدین میں تقسیم کردے اور چاہے ان اراضی کو غازیوں پر وقف کردے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں کیا تھا کہ نصف زمین کو تقسیم کردیا تھا اور نصف کو وقف کر دیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق کی زمین سواد کو وقف کیا تھا اور [illegible] بنا کر کفار کو وہاں رہنے دے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا تھا کہ ہر بالغ سے ایک دینار یا اس کے برابر کپڑا لیا کریں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مالداروں پر اڑتالیس درہم اور متوسط لوگوں پر چوبیس درہم اور غریب جو مزدوری کرتا ہو بارہ درہم مقرر کئے تھے۔

اور یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس امر میں اندازہ امام کی رائے پر موقوف ہے جیسی مصلحت دیکھے عمل میں لائے اور اسی لئے اس امر میں ان کے عمل مختلف پائے گئے ہیں، اور میرے نزدیک یہی حکم مقادیر خراج اور ان سب امور میں ہے جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء رضی اللہ عنہم کی عادت مختلف پائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے غنیمت اور فئ کو اسی وجہ سے مباح کیا ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ "ہم سے پیشتر کسی کے لئے غنیمت حلال نہ تھی اس واسطے کہ رب اللہ تعالیٰ نے ہمارے ابتدائی ضعف اور عجز کو دیکھا تو ان کو ہمارے لئے حلال کر دیا۔"

اور آپ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے میری امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی اور ہمارے لئے غنائم کو حلال کر دیا

اور قسم اول میں ہم اس کی تر[illegible] ہیں اب ہم اس [illegible]
کرتے اور مصارف میں اصل یہ ہے کہ اصول مقاصد کے [illegible]
[illegible] ان لوگوں کا [illegible] جس پر قائم نہیں [illegible]
[illegible] کی وجہ سے [illegible] ہوگئے [illegible]
[illegible] سے بعد ہو گئے [illegible]

اور ان [illegible] شہر کی سرحدوں کو محفوظ کرنے اور [illegible]
اور کھونٹیوں [illegible] خرچ درست کرنے کے [illegible]
[illegible] مجاہدین کا سامان [illegible]
[illegible] مقرر کرنے [illegible]
اور ان [illegible] خطیب، [illegible] اور ائمہ اور مدرسین مقرر کرکے
دین کی حفاظت کرنا ہے

اور ان [illegible] جیسے [illegible] کا کھودنا اور
[illegible] تعمیر کرنا وغیرہ

دوسرے یہ کہ ہر قسم کے ہیں ایک تودہ تہہ ہیں جس پر
اسلام رہتے ہیں جیسے [illegible] اور وہاں [illegible]
میں ایسا سلاح کی کمی ہے اور دوسرے [illegible]
کفر کفار میں [illegible] کی طاقت سے [illegible] کے مسلمانوں نے ان
[illegible] کو فتح کرلیا ہے دوسرے [illegible]
کی اور [illegible] کے جمع کرنے اور [illegible]
کرنے کی [illegible] ہوتی ہے اور پہلی قسم کے [illegible]
کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور شرع یہ ہے کہ مسلمانوں میں
[illegible] ان شہروں پر [illegible] حصے تقسیم کیے
جائے پس زکوٰۃ و عشر کا مصرف وہ مقرر کیا گیا جس میں وہ سب
یا نسبت محتاجوں کی کفایت زیادہ ہو اور غنیمت اور فی کا
[illegible] مائیا جس میں لشکر اسلام کی تنخواہ اور
[illegible] کی حفاظت اور شہر کا انتظام زیادہ تر ہے اس وجہ
سے [illegible] اور فی میں سے یتیم مسکین اور فقیر کا حصہ
بہ نسبت ان کے صدقات کے حصہ کے کم مقرر کیا
گیا اور مجاہدین کا حصہ بہ نسبت صدقات

نكرة منهما اكثر من سهم سهم منها ثم الغنيمة انما تحصل بمعاناة واجتياب حبل ومركب فلا تطيب نفوسهم الا بان يعطوا منها، والنوامیس الكلية المضروبة على كافة الناس لابد فيها من نظر الى حال عامة الناس ومن ضبط الرغبة الطبيعية الى رغبة العقلية ولا يخفى ان لا بد ان يكون هناك ما يجذب ويدفع فلذلك كان اربعة اخماسها للغانمين والفئ انما يحصل بالرهب دون مباشرة القتال فلا يجب ان يصرف على كل الناس مخصوصين وكان حقه ان يصرف فيما هو اهم فالاهم والاصل في الخمس انه كان المرباع عادة مسخرة في جاهليتهم لرئيس القوم وعصبته فتمكن ذلك في نفوسهم وما كادوا يحيدون في اقتسامهم حرجا منه، وفيه قال القائل. شعر

وان لنا المرباع من كل غارة
نكون بنجد او بارض التهائم

فشرع الله تعالى الخمس لحوائج الدين والملة نحوا مما كان عندهم كما نزل الآيات على الانبياء عليهم السلام نحوا مما كان شائعا فانا فيهم، وكان سهم الرئيس القوم وعصبته تنفيها لهم ولانهم مشغولون بامر العامة فيحتاجون الى نفقات كثيرة فجعل الله الخمس لرسول الله صلى الله عليه وسلم لانه عليه السلام مشغول بامور الناس فلا ينصرف وجهه لاحد، فوجب ان تكون نفقته من

کے حصہ کے عبث اور فی میں سے ہے یا وہ سفر کیا یا پھر ہوئے
محنت اور مشقت برداشت کی ہے اور خطرے اور
نقصان کے حاصل نہیں ہوتی اس واسطے ان کے دل غنیمت کے
خوش نہیں ہو سکتے کہ بعض سے ان کو نہ دیا جائے، اور شریعت
کلیہ میں جو سب لوگوں کے مقرر کی گئی ہیں بات ضرور ہے کہ عامہ لوگ
کے حال پر نظر کیجائے اور رغبت عقلیہ کے ساتھ رغبت طبعیہ کا بھی
لحاظ کیا جائے اور اس کی رغبت طبعی جس میں ہو کہ کوئی اس کو
عوض کچھ مال سے پس اسی وجہ سے مال غنیمت کے پانچ حصے کئے
سے چار حصے غازیوں کے لیے مقرر ہوئے اور فی اور جنگ کے
فرق اور اس سے حاصل ہوتی ہے اس واسطے ان لوگوں پر اس کا
کہ جن پر کہ مقدم کیا جائے، اور جس پر
میں جو سب سے حصہ لینے کا تھا کی
تھی اور یہ اس سے پہلے دلوں میں کوئی تھی
اور اس کے بیان میں ایک شاعر کہتا ہے

پس اللہ تعالیٰ نے شہر اور دین کی ضروریات کے لیے
اور اس کے بیان میں ایک شاعر کہتا ہے
پس اللہ تعالیٰ نے شہر اور دین کی ضروریات کے لیے
اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام پر ان کی عادت شائع تھی
کے موافق جو کہ آپ کو نازل فرمایا اور وہ جو کہ خمس قوم
ستی تھی اللہ تعالیٰ نے رہا کیا اور اس کو
وسلم کیونکہ

المسلمون، ولان النصرة حصلت بدعوة النبي صلى الله عليه وسلم والرعب الذي اعطاه الله اياه، فكان كحاضر الوقعة، وفي القربى لانهم اكثر الناس حمية للاسلام حيث اجمع فيهم الحمية الدينية الى الحمية النسبية فانه لا خزلهم الا مجهود بن محمد صلى الله عليه وسلم، ولان في ذلك نوعا من اهل بيت النبي صلى الله عليه وسلم وذلك مصلحة راجعة الى الملة، واذا كان للاغنياء والقوة يكون توفيرهم تقويتها للملة، فيجب ان يكون توفير ذوي القربى كذلك بالاولى، وللمحتاجين وضيطهم بالمساكين والفقراء واليتامى، وقد ثبت ان النبي صلى الله عليه وسلم اعطى المؤلفة قلوبهم وغيرهم من الخمس:

وعلى هذا فتخصيص هذه الخمسة بالذكر للاهتمام بشانها والتوكيد لان يتحقق الخمس ويلقى غلبا فهم دولة فهما بباب الحتاجين فيسد باب الظن السيئ بالنسبة الى النبي صلى الله عليه وسلم وقرابته وما شرع عن الانفال والارضاخ لان سهمان كثيرا ما يقدم على مهلكة الا لشيء لا يطمع فيه ويرغب فيه وحق للناس لا بد من رعايته، وانما جعل للفارس ثلاثة اسهم وللراجل سهم لان غناء الفارس من المسلمين اعطاه ومؤنته اكثر ان رايت حال الجيوش لم تشكك ان الفارس لا يطيب قلبه ولا تكفي مؤنته حملت له كرتة دون تلاثة اضعاف

اور یہ فتح ہی صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا اور آپ کے رعب کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا حاصل ہوئی تھی یہ حال اس لشکر جیسا ہوا جیسے کہ کوئی لشکر جنگ میں موجود ہے اور وہ اس سے کچھ دور ہے اور آپکی قرابت کے لئے بھی ہے کیونکہ سب لوگوں سے زیادہ اس میں حمیت دینی کے ساتھ حمیت نسبی کی ہے اس واسطے کہ ان میں محمد بن عبداللہ صلے اللہ علیہ وسلم موجود ہے کیونکہ ان کا ساتھ تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کے ساتھ ہونے میں ہے، اور نیز اس میں صلے اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی تعظیم پائی جاتی ہے اور یہ ایسی مصلحت ہے جو دین سے متعلق ہے اور جس کی طرف علماء اور تمام اہل تفسیر محدثین کی تعظیم ہے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اقارب کی تعظیم میں بدرجہ اولیٰ دین کی تعظیم ہے اور وہ پانچواں حصہ محتاجوں کے لیے بھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے محتاجوں کا ضبط مساکین اور فقراء اور یتامیٰ کے ساتھ فرمایا اور یہ بھی ثابت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پانچویں حصہ میں سے مؤلفۃ القلوب وغیرہم کو بھی دیا ہے، اس تقدیر پر ان پانچ مصارف کا خاص طور پر قرآن کے اندر ذکر کرنا ان کے اہتمام شان کی وجہ سے اور ان باتوں کی تاکید کرنے کے لئے ہے کہ حق اول کو پیچھے دوسرے درجے والے لوگ محتاجوں کی برباد نہ کر دے لیا کریں اور تاکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اقارب کی نسبت بدگمانی کا باب بند ہو جائے اور انعامات اور بخشش اس واسطے مقرر کی گئی کہ بسا اوقات انسان بغیر طمع کے ہلاکت کی جگہ میں اپنے آپ کو نہیں ڈالتا ہے اور یہ ایسی خصلت اور لوگوں میں طبعی ہے جس کی رعایت ضروری ہے، اور گھوڑے سوار کے لئے تین حصے اور پیدل کے لئے ایک حصہ اس لئے مقرر کیا گیا کہ سوار مسلمانوں کی طرف سے بہت کام آتا ہے اور اس کو زیادہ مشقت جھیلنی پڑتی ہے اور اگر تم لشکروں کا حال دیکھو تو تم کو اس بات میں کچھ شک نہ ہوگا کہ اگر سوار کو پیدل کے حصے سے کچھ زیادہ نہ دیا جائے اور کچھ کمی کر دی جائے تو اس کا دل خوش نہ ہوگا اور اس کے

لہ وہ لوگ جن کو دین میں رسوخ ہے ان کی تالیف قلب اس لئے کی جاتی ہے کہ دین پر قائم اور مستحکم ہو جائیں ۱۲

الرحيل لايختلف فيه طوائف العرب والعجم على مختلف احوالهم وعاداتهم، قال صلى الله عليه وسلم لئن عشت ان شاء الله لاخرجن اليهود والنصارى من جزيرة العرب واصحى باخراج المشركين منها۔

اقول عرف النبي صلى الله عليه وسلم ان الزمان دول وسجال فربما ضعف الاسلام وانتشر منه فان كان العدو في مثل هذا الوقت في بيضة الاسلام يشتد به الخوف ذلك الى هتك حرمات الله از قطعها فمن اخذ بحظهم من حوزة دار العلم ودخل بيت الله وايقظ الخائطة مع الكسار نفوسهم على الناس ودينهم وتغيير نفوسهم وطبائعهم من المخالطة الى وقتنا امر بتقية الحوزة منهم وايصاد مكشف عليه صلى الله عليه وسلم ما يكون في آخر الزمان فقال ان الفتن اذا رؤي المدينة الخبث ولا يتم ذلك الا بان يكون هناك من اهل سائر الاوطان ما

من ابواب المعيشة

اعلم ان جميع سكان الاقاليم اصطلحوا تفقوا على مراعاة آداب في مطعمهم ومشربهم وملبسهم وقيامهم وقعودهم وغير ذلك من البهيئات والاحوال وكان ذلك كالامر المفطور عليه الانسان عند سلامة مزاجه وظهور مقتضيات نوعه عند اجتماع افراده منه، وتراءى بعضها لبعض وكانت لهم مذاهب في ذلك كل منهم من بسيها على قواعد الحكمة الطبيعية

مشقت کے اعتبار سے وہ تاکافی ہوگا تمام عرب عجم ما دیہ و خانہ بدوش احوال وعادات کے اس بات پر متفق ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں نے زندگی پائی تو جزیرہ عرب سے یہود و نصاریٰ کو نکال دوں گا اور مشرکین کو وہاں سے نکال دینے کی وصیت کرتا ہوں۔ میں کہتا ہوں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ زمانہ کا حال یکساں نہیں رہتا بس یک وقت ایسا آئیگا کہ اسلام میں ضعف آجائیگا اور اس کی جمعیت منتشر ہو جائیگی پس اسے وقت میں دشمن کا اسلام کے مرکز میں اور ان کے گھر میں اگر قیام رہا تو وہ حرمات الٰہی کی ہتک اور دین کی قطع کا باعث ہوگا اس واسطے آپ نے دار العلم حوزہ اور محل بیت اللہ سے نکالنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جو شخص مخالطت سے دین کی خرابی و نفس پر ہونا یا دیکھے اور ہیئت ملکوں میں اختلاط عام ہو رہی ہو اس واسطے حرم میں تقیہ کرے یعنی ان سے پاک کرنے کا حکم فرمایا اور نیز اخیر زمانہ میں جو امور ظاہر ہونے والے تھے آپ پر وہ ظاہر ہو گیا چنانچہ آپ نے فرمایا دین مدینہ کی طرف سمٹ کر آئے گا الحدیث، اور یہ بات بغیر اس کے پوری نہیں ہو سکتی کہ مدینہ میں دیگر مذاہب کا کوئی آدمی نہ رہے۔

واللہ اعلم۔

معیشت سے متعلق چند ابواب

واضح ہو کہ تمام اقالیم صالحہ کے باشندے اپنے کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے میں [illegible] قوال میں آداب کے ملحوظ رکھنے میں متفق ہیں اور یہ ایک [illegible] کے وقت مناسب مزاج اور صحیح سلامت رہنے کے وقت تمام افراد ایک دوسرے سے ملکر رکھنے کے واسطے ہے گویا انسان کی فطرت میں داخل ہے اور ان آداب کے ملحوظ رکھنے میں اولوں کے طریقے مختلف ہیں پس ان میں سے بعض نے ایسے جو حکمت طبیعیہ کے قواعد کے موافق ان آداب کو اختیار کیا ہے پس تمام احوال و افعال میں ان آداب کو اختیار کرتے ہیں کہ سب اور تمام کے اعتبار سے اس میں نفع کو امید ہوتی ہے اور اللہ

تصریح بحکمۃ الطب والخواص ومنھم من
یسویھا علی قوانین الاحسان حسما تقطب
صبہ ومنھم من یرید محاکاۃ ملوکہم
وحکمائھم وھا نھم ومنھم من یسویھا
علی غیر ذالک وکان فی بعض ذلک منافع
یجب التنبید علیھا والامر بالاحتیاط و
فی البعض الآخر مضار یجب ان یحترز عنھا
ویتنبہ علیھا والبعض خرفقل
من التنبیہ یجب ان یحترز عن
ویخبر فیہ
عنھا، ھذا البعض التی یعرض الحی صلی
ناقہ
صوت، ومنھا ان لا یشتغل بھذا الشغل
نفسہ وکرانہ ویکون صفاء القلب فیجب
ان یحترز عما یکدرہ ھا: منھا ذکار تورع النفس
عن الاقدام علیہ بان یکون فیھا ما یذکر المنعم
لحقیقی ویصرف العبد الی جانب القدس
ومنھا ان بعض الاعمال والنھیات قد تمتزج
امتزاج المشیاطین من حیث انھم لو قتلوا
تمام احد او بدلمۃ لیسو بعضھا
لیھ یتلمس الانسان بعد القفو
مقدمہ، نظرا الی لونہا، الخسیسۃ فی نفوسھم
فیجب ان یتصرعنھا کراھۃ ان یخترمیہ
حسبما تحکم بہ المصلحۃ کالمشی فی نعل
واحدۃ او کالاکل بالشمال او بعضھا
سوء للشیاطین مقربۃ من السلاح کالتمر
کالثوم والبصل والبیت والخروج منہ

تصریح بحکمۃ الطب والخواص ومنھم من
یسویھا علی قوانین الاحسان حسما تقطب
صبہ ومنھم من یرید محاکاۃ ملوکہم
وحکمائھم وھا نھم ومنھم من یسویھا
علی غیر ذالک وکان فی بعض ذلک منافع
یجب التنبید علیھا والامر بالاحتیاط و
فی البعض الآخر مضار یجب ان یحترز عنھا
ویتنبہ علیھا والبعض خرفقل
من التنبیہ یجب ان یحترز عن
ویخبر فیہ
عنھا، ھذا البعض التی یعرض الحی صلی
ناقہ
صوت، ومنھا ان لا یشتغل بھذا الشغل
نفسہ وکرانہ ویکون صفاء القلب فیجب
ان یحترز عما یکدرہ ھا: منھا ذکار تورع النفس
عن الاقدام علیہ بان یکون فیھا ما یذکر المنعم
لحقیقی ویصرف العبد الی جانب القدس
ومنھا ان بعض الاعمال والنھیات قد تمتزج
امتزاج المشیاطین من حیث انھم لو قتلوا
تمام احد او بدلمۃ لیسو بعضھا
لیھ یتلمس الانسان بعد القفو
مقدمہ، نظرا الی لونہا، الخسیسۃ فی نفوسھم
فیجب ان یتصرعنھا کراھۃ ان یخترمیہ
حسبما تحکم بہ المصلحۃ کالمشی فی نعل
واحدۃ او کالاکل بالشمال او بعضھا
سوء للشیاطین مقربۃ من السلاح کالتمر
کالثوم والبصل والبیت والخروج منہ

ويجب ان يجعل على رأس هذا الاختراع
هيأت يتعلق بهذا الذي يحكم التجربة
كالسوم على سطح غير خشن وترك
عند السوم، وهو يوله
فان
لهذا الاختراع
لبا
الى
يجب ان
كالبيرو القسي و لبا
المصنوعة
و
ان
ثم

الأطعمة والأشربة

اعلم انه لما كانت سعادة الانسان
في الاخلاق الاربعة التي ذكرها
في صدوره
وطول
اسباب
منوطة

اور ان میں سے ایک وہ امور ہیں جو نفس کے اندر

والنجد من الملائكة ويخلق هناك اخلاطا الصالحة من حيث يشعرون ومن حيث لا يشعرون، فتلقت النفوس اللاحقة بالملأ الاعلى النازلة بالموانع الهيمية من حظيرة القدس بهذه تلك الامور كلها تلقى الطبيعة كراهية لمرارة السم واوجب لطف الله ورحمته والناس ان يكلفهم برءوس تلك الامور، والذى هو مضبط منها وأثرها جلى غير خاف فهم، ولما كان اقوى اسباب تغير البدن والاخلاق المأكول وجب ان يكون رءوسها من هذا الباب. فمن اشد ذلك اثرا تناول الحيوان الذى مسخ قوم بصورته، وذلك ان الله تعالى اذا لعن الانسان وغضب عليه اوشك غضبه ولعنه ان يبدو وجود مزاج هو من سلامة الانسان على طرف شاسع وصقع بعيد حتى يخرج من الصورة النوعية بالكلية فذلك احد وجوه التعذيب فى بدن الانسان ويكون خروج مزاجه عند ذلك الى مشابهة حيوان خبيث يتنفر منه الطبع السليم فيقال فى مثل ذلك مسخ الله قردة وخنازير فكان فى حظيرة القدس علم متمثل ان بين هذا النوع من الحيوان وبين كون الانسان مغضوبا عليه بعيدا من الرحمة مناسبة مخفية وان بينه وبين الطبع السليم الباقى على فطرته بونا بائنا فلاجرم ان تناول هذا الحيوان وجعله جزء بدنه اشد من تخامر النجاسة والاقذار المهيجة .....

اور ملائکہ سے تکدر ہونے کا سبب ہوتے ہیں اور مختلف فاسدہ کے اخلاط صالحہ پیدا کرتے ہیں جن کو وہ شعور سے اور جن سے وہ بے شعور ہیں پس وہ نفوس ملاء اعلیٰ سے ملحق ہیں اور انوار ہیمیہ سے جو حظیرۃ القدس میں ہیں ملے ہوئے ہیں پس ان امور کی کراہت کا ادراک کرتے ہیں جس طرح کہ خبیث اور کسیل چیز کی کراہت کا ادراک کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا لطف اور اس کی رحمت اور لوگوں کے ذمہ جو کچھ ہے اس کا مقتضی یہ ہے کہ ان امور کے اصول سے لوگوں کو تکلیف کیا جائے جو ان میں سے منضبط ہیں اور جن کا اثر ظاہر ہے جو مخفی نہیں ہے اور چونکہ بدن کے تغیر و اخلاق کے تغیر کے اسباب میں سے زیادہ تر قوی سبب غذا ہے اس واسطے ضروری ہوا کہ اصول غذا کے کھانے سے ہوں پس ان میں سب سے زیادہ مؤثر ایسے جانور کا کھانا ہے جس کی صورت میں کوئی قوم مسخ کی گئی ہے اس واسطے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی انسان پر لعنت کرتا ہے اور اس سے ناراض ہوتا ہے تو اس کے غضب اور لعنت سے قریب ہے کہ اس انسان میں ایسا مزاج پیدا ہو جائے جو سلامت مزاج انسانی سے بہت دور اور بعید ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ شخص انسان کی صورت نوعیہ سے بالکل خارج ہو جاتا ہے پس یہ بدن انسان کو عذاب دینے کی صورتوں میں سے ایک صورت ہے اللہ تعالیٰ وقت میں اس کا مزاج انسانی صورت سے نکل کر کسی خبیث جانور کے مشابہ ہو جاتا ہے جس سے طبیعت سلیمہ نفرت کرتی ہے پس ایسے حیوان میں جس کے لئے یہ کہا جاتا ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے بندر اور سور کی صورت میں مسخ کر دیا اور حظیرۃ القدس میں یہ علم متمثل ہوتا ہے کہ حیوان کی اس نوع میں اور ان لوگوں میں جو مغضوب علیہ اور بعید از رحمت ہو جانے میں مناسبت مخفیہ ہے اور اس میں اور اس طبیعت سلیمہ میں جو اپنی فطرت پر باقی ہے نہایت درجہ بعد ہے پس ضروری ہے حاذق کو کھانا اور اس کو اپنے جسم کا جز بنانا نجاستوں کے سامنے آلودہ ہونے سے اور غضب الٰہی کو بھڑکانے والے افعال سے زیادہ برا ہے ۔

لغضب ولذلك لم يزل فراخة خطيرة
لقدس، ولو شئت لعددت من الانبياء،
عليهم الصلاة والسلام يحرمون الحمر
وبيا مردن بالتتبع منه الى ان ينزل
عيسى عليه السلام فيقتلها، ويشبه ان
لخنزير كان يأكل قوم فطفقت الشرائع
بالنهي عنه وبحجر مرعاه ما يكون،
و عقوبة والغارة لم تكن تؤكل فط
فكيف ذلك عن الناكل، وهو
قوله صلى الله عليه وآله وسلم في الضب
ان الله غضب على سبط من بني اسرائيل
فمسخهم دواب يدبون في الارض فلا
ادري لعل هذا منها، وقال الله تعالى
جعل منهم القردة والخنازير وعبد
الطاغوت، وقطع ما بين كراهية
امكث بارض وقع فيها الخنزير او
وكراهية هيأت لمضغه
مخامرة هذه الاشياء الخبيثة
مخامرة النجاسات والتلبس بها للبدن
قل تأثيرا من التلبس بالحيات استتبع
يقتضيها مزاج الشيطان وسلوه تناول
حيوان حبل على الاخلاق المضادة
المطلوبة من الانسان حتى صار
اليها مضروبا به المثل،
تناول
تكامل في هذا المعنى وظهر بينهما
تعادل العرب والعجم جميعا اشباه
من السباع المخلوقة على الخدش والجرح

اسی وجہ سے [illegible] حضرت [illegible] اور [illegible] کے لئے
رہنے کی تاکید کرتے [illegible] حضرت عیسیٰ علیہ السلام
نزول ہوگا اور وہ اس کو قتل ہی کرڈالیں گے اور [illegible] خنزیر
کوئی قوم کھاتی تھی پس شرائع نے اس سے منع کیا اور اس کی
کا شدت کے ساتھ حکم دیا گیا، اور بندر اور چوہا ایسے جانور ہیں
کہ کبھی ان کو کسی قوم نے نہیں کھایا اس واسطے ان [illegible]
تاکید شدید کی [illegible] اور نبی صلے اللہ [illegible]
[illegible] اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو کسی قبیلہ [illegible]
پس انکو ان جانوروں کی صورتوں میں مسخ کر دیا جو زمین پر چلتے ہیں
مجھے معلوم نہیں کہ گوہ [illegible] میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا
[illegible] اور سنہ [illegible] شیطان کی پرستش کی [illegible]
اور کسی کے متعلق [illegible] کہ [illegible] زمین میں [illegible]
[illegible] بیان [illegible] تاکید [illegible]
قوم کی [illegible] کرنا [illegible]
[illegible] اور [illegible]
[illegible] اور [illegible]
[illegible] اور

والصولة وقسوة القلب، ولذلك قال
عليه السلام في الذئب او يأكل احد
ومنها الحيوانات المجبولة على ايذاء
الناس والاختطاف منهم وانتهاز فرص
الاغارة عليهم وقبول الهام الشياطين
في ذلك كالغراب والحدياة والوزغ
والذئب والحية والعقرب ونحو ذلك
ومنها حيوانات جبلت على الصغار و
الهوان والتستر في الاخدود كالدودة
وخشاش الارض، ومنها حيوانات تتقوت
بالخبائث والجيفة ومخامر رها و
متناولها حتى امتلأت ابدانها بالنتن،
ومنها الحمار فانه يضرب به المثل
في الحمق والهوان وكان كثير من اهل
الطبائع السليمة من العرب يحرمونه
ويشبه الشياطين، وهو قول صلى الله
عليه وسلم اذا سمعتم نهيق الحمار
فتعوذوا بالله من الشيطان فانه رأى
شيطانا، وايضا فقد اتفق الاطباء ان
هذه الحيوانات كلها مخالفة لمزاج نوع
الانسان لا يسوغ تناولها طبا؛

واعلم ان ههنا امورا مبهمة تحتاج
الى ضبط لحدودها وتمييز المشكل، منها
ان المشركين كانوا يذبحون لطواغيتهم
يتقربون به اليها وهذا نوع من الاشراك
فاقتضت الحكمة الالهية ان ينهى عن
هذا الاشراك ثم يؤكد التحريم بالنهي عن
تناول ما ذبح لها ليكون ابعادا عن ذلك الفعل
وايضا فان فتح الذكاة في الحلق من

اسی وجہ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو نہ
کوئی کھاتا ہے مجبور ان کی عادت ہے یہ حیوانات میں جبلی جبلت
ہے آدمیوں کو ایذا دینا اور ان سے کسی چیز کا چھین لینا اور حملہ
کرنے کیلئے فرصت کا منتظر رہنا ہے اور اس میں الہام شیطانی کو
قبول کرنا ہے جیسے کوا اور چیل اور چھپکلی اور بچھو اور سانپ اور
کچھوا وغیرہ

اور ازاں جملہ وہ حیوانات ہیں جن کی جبلت میں رذالت
اور ذلت اور سوراخوں میں چھپنا ہے جیسے چوہا اور حشرات الارض،
اور ازاں جملہ وہ حیوانات ہیں جو نجاستوں اور ناپاکیوں پر
اپنی زندگی بسر کرتے ہیں اور اسی میں ملوث رہتے ہیں اور اسی کو
کھاتے ہیں یہانتک کہ ان کے جسم گندگی کے ساتھ بھرے رہتے ہیں،
اور ازاں جملہ گدھا ہے کہ جس کے ساتھ حماقت اور ذلت
میں مثال دی جاتی ہے، اور بہت سے عرب کے لوگ جنکی طبائع
سلیم تھیں اس کو حرام جانتے تھے اور شیاطین کے ساتھ اس کو
مشابہت دیتے تھے چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم
گدھے کا چیخنا سنو تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شیطان سے پناہ مانگو
کیونکہ اس نے شیطان کو دیکھا ہے،

اور نیز تمام اطبا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ سب جانور
سبب مزاج نوع انسان کے مخالف ہیں لہذا مکلف کے اعتبار سے بھی
ان کو نہیں کھانا چاہیئے،

واضح ہو کہ اس جگہ چند مبہم امور ہیں جنکی حدود کے ضبط کرنے
کی اور مشکل کے تمیز کرنے کی ضرورت ہے ازاں جملہ یہ ہے کہ مشرکین
اپنے معبودوں کی عبادت کے لئے ذبح کیا کرتے تھے تاکہ ان کی طرف
تقرب حاصل کریں اور یہ شرک کی ایک قسم ہے پس حکمت الٰہیہ کا مقتضی
ہوا کہ اس شرک سے منع کیا جائے پھر اس تحریم کی اس طرح
تاکید کیجائے کہ متناول کے لئے جو جانور ذبح کیا جائے اس کے کھانے سے
لوگوں کو منع کیا جائے تاکہ اس فعل سے رک جائیں، اور نیز
ذبح کرنے کی قباحت مذبوح میں ظاہر کی جاتی ہے جسکی وجہ
مفصل بیان کر چکے ہیں، پھر بتوں کے لئے ذبح، چونکہ ایک شرک

ساذکر فانی الصدقۃ لعوالمد لوح للطواغیت
م مرمهم ضبط بما اهل لغیر الله به، وبما
ذبح علی النصب. وبما فیه غیر المتدین
تحریم الذبح بغیر اسم الله وهم المسلمون
واهل الکتاب. وجر ذلك ان یوجب ذکر اسم
الله عند الذبح لانه لا یتحقق الفرقان بین
الحلال والحرام ما وی الرای الا عند ذلك
وایضا فان الحکمة الالهیة لما اباحت
بهیمة الانعام من الحیوانات التی هی مشترکة فی الحیاة و
جعل لهم الطول علیها اوجبت ان لا یخلو
عن هذه النعمة عند ازهاق ارواحها، و
ذلك ان یذکروا اسم الله علیها، وهو قول
تعالی لیذکروا اسم الله علی ما رزقهم من
بهیمة الانعام ؛

ومنها ان المیتة حرام فی جمیع الملل
والنحل، اما الملل فاتفقت علیها لما یلحق من
خبیثة النفوس من انها من الخبائث، واما
النحل فلما ادرکوا ان کثیرا منها یکون بمنزلة
السم من اجل انتشار اخلاط سمیة فی
المزاج الانسانی عند النزع، ثم لابد من
تمییز المیتة من غیرها فضبط بما قصد زهوقه
وجعله لاکل فجر ذلك الی تحریم المتردیة
والنطیحة وما اکل السبع فانها کلها خبائث
موذیة ؛

ومنها ان العرب والیهود کانوا یدیرون
ویخبرون وکان المجوس یخنقون ویبعجون
والذبح والنحر سنة الانبیاء علیهم السلام
توارثوها. وفیما مضی منها راحة
الذبیحة فانه قریب طریق لازهاق الروح

تھا اس واسطے ما اُہل لغیر اللہ بہ ... علی النصب
کے ساتھ اور اس ذبیحہ کے ساتھ جس کو ایسا شخص ذبح کرے جو
ان لوگوں کے دین میں نہیں ہے جو غیر اللہ کے نام کے ساتھ ذبح کرنے
کو حرام سمجھتے ہیں اس کو منضبط فرمایا اور وہ مسلمان اور اہل کتاب
ہیں۔ اور اس سے یہ بات لازم ہوئی کہ ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ
کے نام کا ذکر کرنا واجب ہو کیونکہ بظاہر حلال و حرام میں اس کی
تمیز نہیں ہوتی اور نیز جب حکمت الٰہیہ نے ان حیوانات کو جو
زندگی میں اپنے مالک کے برابر تھے اس کے لئے مباح کر دیا اور
ان حیوانات پر اس کو قدرت عطا فرمائی اس واسطے واجب
ہوا کہ ان کی روح نکالتے وقت اس نعمت سے غافل نہ ہونے
کی صورت یہ ہے کہ ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کریں
چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "تاکہ اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کریں
ان مویشیوں پر جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائے ہیں"

اور از آں جملہ یہ ہے کہ تمام مذاہب حقہ اور مذاہب باطلہ میں مردار
جانور حرام ہے پس مناسب ہوا کہ اس کے حرام ہونے پر اس وجہ
اتفاق ہے کہ ان مذاہب والوں کو خطیرۃ القدس سے یہ بات معلوم
ہوئی ہے کہ وہ چیز کہ ظاہر میں ... اور مذاہب باطلہ کے ماننے
والوں کا اس وجہ سے اتفاق ہے کہ انہوں نے یہ معلوم کر لیا کہ بعض
چیزوں میں زہر کا اثر ہوتا ہے کیونکہ بعض وقت ایسے خلاط سیئہ
میں پھیل جاتے ہیں جو انسان کے مزاج کے منافی ہیں، پھر مردار کو غیر
مردار سے جدا کرنا ضروری ہے پس اس کا انضباط اس طریقہ کے
ذریعہ ہوا کہ ذبح حلال ہو جس کی ... روح نکالنے کی غرض سے نکالی جائے
پس اس سے یہ بات مراد لی ہوگی کہ وہ جانور حرام ہے جو سینگ مارکر
مر جائے اور وہ جانور حرام ہے جس کو کسی درندہ نے پھاڑ کھایا ہو
کیونکہ یہ سب ناپاکی اور موذی چیزیں ہیں

اور از آں جملہ یہ ہے کہ عرب اور یہود ذبح اور نحر کیا کرتے تھے اور
مجوس گلا گھونٹتے اور پیٹ پھاڑ ڈالتے تھے، اور ذبح اور نحر انبیاء
علیہم السلام کی سنت ہے جو ابتدا سے چلی آرہی ہے، اور اس میں
سے ... منجملہ یہ ہے کہ اس میں روح کو بہت آرام پہنچتا ہے کیونکہ

* روح نکالنے کے آسان طریقہ یہی ہے،

الفيل وقد حرمه من العرب اذكاهم فطرة
واطيبهم نفسا واكل رسول الله صلى الله
عليه وسلم لحمار الوحشي وفي معناها الاوعال
والبقر لانها من السباع، والهر يعرى
الملك فيصيد الفار، ويحرم الكلب السلوقي لانهما
من السباع ويأكلان الجيف، والكلب شبيه
وحشي يحل منه ما يشبه بهيمة الانعام في
اسمها وصفتها كالظباء والبقر الوحشي و
النعامة، واكل النبي صلى الله عليه وسلم
لحم الحمار الوحشي دليل على ان الاولى
والاصل في الاشياء الاباحة
لبس مطلوبة
النص كلمة بالله
تاخير في اسنانه
نهى عنه نادره
لانه كان فيه وجبان جميعا كل واحد
كان في العذر لكن
وما هو من غير
المتوحشة
السباع لخروج طبيعتها من الاعتدال
والشكاسة اخلاقها
طبع يباح منه الحمام والعصفور
من الفساق
ما يأكل الجيف والنجاسات
لقوله تعالى
الدابة واكل الجراد في عهد النبي صلى الله
عليه وسلم لان العرب يستطيبون

اور عرب کے نزدیک جو لوگ فطرت کی درستگی کی وجہ سے گندہ چیزوں کو حرام سمجھتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کا گوشت کھایا ہے اور مرغابی اور سیخ پا کی مثل ہے ہوں کہ یہ بھی پاکیزہ چیزیں ہیں اور مرغ خانہ شتر کو بلکہ کہ یا مگ کہتا ہے اور کتا اور بلی حرام ہیں کیونکہ وہ بھی درندے ہیں، مردار کھاتے ہیں اور کتا شیطان ہے اور دوسری قسم وحشی جنگلی جانور ہیں جو درندے ہیں وہ حلال ہیں جو تمام اور وصف میں پالتو جانوروں سے مشابہ ہیں جیسے ہرن اور جنگلی گائے اور شتر مرغ اور کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گورخر کا گوشت ہدیہ میں بھیجا تو آپ نے اس میں سے کھایا اور اسی طرح گوشت اپنے اصحاب کو کھلایا تو آپ نے اس کا قول نہ فرمایا، ایک مرتبہ آپ نے دسترخوان پر گورخر کا گوشت کھایا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ [illegible] چیزوں کو ناپاکیزہ جانتے تھے اور ایک مرتبہ کسی نے گورخر کے گوشت کی ضیافت پر [illegible] سے ملک میں بھیجا اس راستے بھیجے اس سے کراہت معلوم ہوتی ہے اور ایک مرتبہ استعمال فرمایا کہ [illegible] صفدت فرمائی اور اپنے دسترخوان پر اس کے کھانے سے منع کیا اور [illegible] کہ ان میں کچھ تناقض نہیں ہے کیونکہ اس میں وجہ تعلیل جس سے ہر ایک حکم کے لئے [illegible] کی گئی ہیں ہر ایک کا [illegible] ہے

[illegible] کیونکہ [illegible] کی طبیعت [illegible] اور [illegible] کے دل [illegible] ہوتے ہیں [illegible] کرتے ہیں [illegible] ہے کیونکہ [illegible] ہے

كالسماء والعنبر وما يستخبثه العرب
كالسمك والجراد وما يستطيبه العرب
كالسمك والجراد ثم المحرم كالخنزير فيه
تعارض الدلائل والتعلق افضل. وسئل
صلى الله عليه وسلم عن السمن مائت فيه
الفارة فقال، القوها وما حولها وكلوه.
وفي رواية اذا وقعت الفارة في السمن
فان كان جامدا فالقوها وما حولها و
ان كان مائعا فلا تقربوه ؛

اقول الجيفة وما تأثر منها خبيث
في جميع الامم والملل فاذا تميز الخبيث
من غيره القي الخبيث واكل الطيب وان
لم يكن التمير حرم كله، ودل الحديث على
حرمة كل نجس ومتنجس، ونهى عليه السلام
عن اكل الجلالة والبانها ؛

اقول ذلك لانها لما شربت اعضاؤها
النجاسة وانتشرت في اجزائها كان حكمها
حكم النجاسة او حكم من يتعيش
بالنجاسة قال صلى الله عليه وسلم حلت لنا
ميتتان ودمان اما الميتتان الحوت والجراد
والدمان الكبد والطحال ؛

اقول الكبد والطحال عضوان من
اعضاء بدن البهيمة لكنهما يشبهان الدم
فازاح النبي صلى الله عليه وسلم الشبهة عنهما
فليس في الحوت والجراد دم مسفوح
فلذلك لم يشترط تبهما الذبح، وامر صلى
الله عليه وسلم بقتل الوزغ وسماه فاسقا
وقال كان ينفخ على ابراهيم عليه السلام
فمن قتله في اول ضربة كتب له كذا وكذا
في الثانية دون ذلك وفي الثالثة دون ذلك

تھے اس کا کھانا جائز کیا ہے جیسے مچھلی اور ٹڈی جس کو دونوں کے
سمجھتے ہیں اور حرام جانور کے نام کے ساتھ اس کا نام لیتے ہیں جیسے خنزیر
پس اس میں دلائل متعارض ہیں اور اس سے بچنا افضل ہے اور ایک قسم
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گھی کے متعلق جس میں چوہا گر گیا تھا سوال کیا
گیا تو آپ نے فرمایا، چوہے اور اس کے آس پاس کے گھی کو نکال ڈالو
اور باقی کو کھالو۔ اور ایک روایت میں ہے، گھی کے اندر جب چوہا مر جائے
تو اگر وہ گھی جما ہوا ہے تو چوہے اور اس کے آس پاس کے گھی کو نکال دو
اور اگر وہ گھی پگھلا ہوا ہے تو اس کو استعمال نہ کرو۔

میں کہتا ہوں مردار اور وہ چیز جس میں اس کا اثر پہنچ جائے۔ تمام
امتوں اور ملتوں میں ناپاک ہے۔ پس جب وہ ناپاک چیز پاک چیز سے
جدا ہو سکے تو ناپاک کو پھینک دیا جائے اور پاک کو کھا لیا جائے
اور اگر الگ نہ ہو سکے تو وہ سب حرام ہے اور حدیث سے ثابت ہوتا
ہے کہ ہر نجاست اور ہر وہ چیز جس میں نجاست پڑی ہو حرام ہے۔ اور
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس جانور کے کھانے اور اس کا دودھ پینے
سے منع فرمایا ہے جو نجاست کھاتا ہے۔

میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اس کے اعضاء میں نجاست
پیوست ہو گئی اور اس کے تمام اعضاء میں پھیل گئی تو اس کا حکم نجاست
کے حکم میں ہو گیا یا اس جانور کے حکم میں ہو گیا جو نجاست کھا کر زندگی
گذارتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہمارے لئے دو مردار اور
دو خون حلال کئے گئے ہیں لیکن دو مردار مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو
دو خون جگر اور تلی ہیں

میں کہتا ہوں جگر اور تلی بدن حیوان کے اعضاء میں سے دو عضو
ہیں لیکن وہ دونوں خون کے ساتھ شابہ ہیں پس ان کے اندر شبہ کو
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دور کر دیا اور مچھلی اور ٹڈی میں بہتا ہوا خون نہیں
ہے پس اس لئے اس میں ذبح کرنا مقرر نہ ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
گرگٹ کے مارنے کا حکم فرمایا اور اس کو فاسق کہا اور آپ نے فرمایا، وہ حضرت ابراہیم
علیہ السلام کی آگ پر پھونک مارتا تھا" اور آپ نے فرمایا، جو پہلے ہی ضربہ میں
گرگٹ کو مار دے تو اس کے لئے اتنا اتنا ثواب لکھا جائیگا اور جو دوسری ضربہ میں
اس کو مارے گا تو اس سے کم، اور جو تیسری ضربہ میں مارے گا تو اس کو اس سے بھی کم ثواب لکھا

الاول بعض الحيوان جبل بحيث يصدر
منه الفعال وهيأت شيطانية وهو اقرب
الحيوان شبها بالشيطان الغنم ولسوسة
وقد علم النبي صلى الله عليه وسلم ان
منه الوزغ ونبه على ذلك بانه كان ينفخ
على ابراهيم لا نفياده حسب الطبيعة
لوسوسة الشيطان وان لم ينفخ فخه في النار
شيئا وانما رغب في قتل الحنين،
احدهما ان فيه دفعا لاذى نوع الانسان
نمثل كمثل قطع اشجار السوء من البساتين
فخ ذلك مما فيه جمع مصالحهم والثاني ان
فيه كسر جند الشيطان ونقض ركوسه
وذلك محبوب عند الله وملائكته المقربين
وانما كان القتل في اول ضربة افضل من
قتل في ثانية لما فيه من الحذا تجرد
لسرعة الى الخير والله اعلم،

قال الله تعالى حرمت عليكم الميتة
والدم ولحم الخنزير وما اهل لغير الله
به والمنخنقة والموقوذة والمتردية والنطيحة
وما اكل السبع الا ما ذكيتم وما ذبح على
النصب وان تستقسموا بالازلام ذلكم
فسق ۞

اقول في الميتة والدم لانهما نجسان
والخنزير لانه حيوان مسخ بصورة قوم
وما اهل لغير الله به، وما ذبح على النصب
يعني الاصنام قطعا لدابر الشرك، ولان
قبح الفعل يسري في المفعول به، والمنخنقة
هي التي تخنق فتموت والموقوذة هي التي تقتل
من الاعلى الى الاسفل بالعصا حتى تموت

میں کہتا ہوں بعض حیوانوں کی جبلت ایسی ہوتی ہے جس سے شیطانی
افعال اور ہیئات صادر ہوتے ہیں اور وہ سب حیوانات سے
شیطان کے ساتھ مشابہت میں زیادہ قریب ہوتے ہیں اور اس
کے وسواسہ کو مانتے والے ہوتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس
بات کا علم تھا کہ گرگٹ بھی انہیں حیوانات میں سے ہے اور اس بات
پر آپ نے تنبیہ فرمائی کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ کو پھونک
رہا تھا کیونکہ باعتبار طبیعت کے وہ شیطانی وسوسہ کا تابع تھا اگرچہ
اس کا آگ پر پھونک مارنا کچھ مؤثر نہ تھا اور اس کو قتل کرنے میں آپ نے
دو وجہ سے رغبت دلائی ایک تو یہ کہ اس کے قتل کرنے میں لوگ سانپ
کی ایذا رسانی کو دفع کرنا ہے پس اس کی مثال ایسی ہے جیسے شہریوں نے
کسی درختوں کا قطع کرنا ہے اور کسی طرح کے ایسے امور میں اس شہر میں بہت
سے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کے قتل کرنے میں شیطانی لشکر کا توڑنا اور
اس کے وسوسہ کے مقام کو اجاڑ دینا ہے اور یہ بات اللہ تعالیٰ اور ملائکہ
مقربین کے نزدیک پسندیدہ ہے اور پہلی ضرب میں اس کا مارڈالنا
دوسری ضرب تک پڑا لینے سے افضل ہونے میں سے ہے کہ اس میں جلدی
اور کسی کو تکلیف دینے سے بچنا ہے واللہ اعلم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم پر حرام کیا گیا اور مردار کا
گوشت اور خنزیر کا گوشت اور جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے اور
جو جانور گلا گھٹ کر مرجائے اور جو چوٹ لگ کر مرجائے اور جو اونچی جگہ
سے گر کر مرجائے اور جو سینگ لگ کر مرجائے یہ سب وہ ہیں جن کو
درندے پھاڑ کر کھائیں مگر جسکو تم مرنے سے پہلے ذبح کرلو اور وہ جانور بھی حرام ہے جو تھان
پر ذبح کیا جائے اور یہ بھی کہ پانسوں سے قسمت معلوم کرو یہ سب گناہ کے کام ہیں

میں کہتا ہوں مردار اور خون اس لئے حرام ہوئے کہ وہ دونوں ناپاک
ہیں اور خنزیر اس لئے حرام ہوا کہ یہ ایسا جانور ہے کہ جس کی صورت پر
ایک قوم مسخ ہو چکی ہے اور جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا اور جو تھان، کنام پر ذبح
کئے جاتے ہیں، اس لئے حرام ہوئے تاکہ شرک کی جڑ کٹ جائے
اور اس لئے کہ فعل کی برائی مفعول بہ میں سرایت کر جاتی ہے اور منخنقہ
یعنی وہ جانور جس کو گلا گھوٹ کر [illegible] جو اوپر سے نیچے کی طرف گر کر مرا ہو اور جو

نكات لطحا بالقرون وها كل السبع فيقتلي
منه لانه ضيط السن بوجوه الطيب بما تقدم
ازهاق الروح باستعمال المحدد في حلقه لم
لبته فجرذلك الى تحريم جميع ما ذكيتموه الا الشياء ؛
وايضا فان الدم المسفوح ينتشر فيه
ويتخصص جميع الذين ذكيتموه اى ادركتموه حي
وفيه حياة مستقرة فذكيتموه فكان
ازهاقا في روحه بالذي يجوز ان تستقسموا
بالازلام اى تطلبوا علم ما قسم لكم
من الخير والشر بالتعرض لما نهى هو كان
اهل الجاهلية يجيلونها في حدوث فعل
والتاني لا تفعل والثالث غفل وان ذلك
ضرب على الله واعتماد على احتمال وتجهيل
رسول الله صلى الله عليه وسلم اذ تصديق
بهيمة وهي اكل المعبد من غير ؛

اقول وكان احدهم اذا هلبة يصيرون
انيها ثم يرمونها بالسهام وفي ذلك ايذاء
غير مضطر اليه وقد قال رسول
الله ذبح شكر لله الله قال صلى الله عليه
وسلم ان الله كتب الاحسان على كل شيء فاذا
قتلتم فاحسنوا القتلة واذا ذبحتم فاحسنوا
الذبحة وليحد احدكم شفرته وليرح ذبيحته ؛

اقول في هذا ارشاد الى اقرب طريق لازهاق
الروح واتباع لما ورد به الرخصة وهي خدمة
يرضى بها رب الدنيا والدين ويتوقف عليها
اكثر المصالح الدينية والدنيوية. وقال
صلى الله عليه وآله وسلم ما قطع من
بهيمة وهي حية فهي ميتة ؛

جو سینگ کھا کر جاتے اور وہ جانور جس کو دوسرے جانور نے کھا لیا ہو
اس میں سے کچھ باقی رہا ہو یہ سب چیزیں حرام ہیں مگر وہ جانور
کہ پاک مویشی کا جانور اس میں سے ہو گیا ہے جس کے حق
دھار دار چیز کا استعمال جان نکالنے کے قصد سے کیا جائے پس اس سے
یہ بات لازم ہوئی کہ یہ سب چیزیں حرام ہیں۔

اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ان سب میں بہت سا حصہ جان دار
کے اندر ہوتا ہے اور اس کا گوشت نہ پاک ہو جاتا ہے لہٰذا ذبح کرنے
یعنی ان چیزوں میں سے جو کو تم نے ذبح کر لیا ہے اور تم کو اس میں حیات باقی
ہو اور تم نے اس کو اس طرح ذبح کیا ہو کہ جان پوری طرح نکل گئی ہو تو وہ حلال ہے وان تستقسموا بالازلام یعنی تمہاری قسمت
تو جھگڑنا اور برائی ہے تیروں کے ذریعہ تم اس کو معلوم کرنا چاہو جس کا
ذکر جاہلیت میں اس طرح رواج تھا کہ ایک تیر پر افعل یعنی کر
دوسرے پر لا تفعل یعنی نہ کر اور تیسرے پر غفل یعنی عامل کھکر
ان کو پھیرتے تھے جس پر کام کرنے یا نہ کرنے کے کاغذ
مطابق نکلتا اور برائی سمجھتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ پر افترا تھا اور اپنے عمل پر
اعتماد کرنا ہے رکی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ جانور
کو باندھ کر مارنے کا نشانہ بنایا جائے یہاں تک کہ مر جائے اور ایسے جانور کا
گوشت کھانا حرام ہے۔

اقول کہ ہوا میں اڑنے والے جانوروں کو باندھ کر ان پر تیر اندازی کرنے
والے دنیا میں بہت ہیں جانوروں کو تکلیف دیتے ہیں اور نیز اس میں
تقرب الٰہی کا بھی فوت ہونا ہے اس کی حرمت کا شریعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم فرمایا ہے
پس جب تم قتل کرو تو اچھی طرح سے قتل کرو اور جب تم ذبح کرو تو اچھی طرح سے
ذبح کرو اور اپنی چھری کو تیز کر لیا کرو اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچاؤ۔

میں کہتا ہوں کہ ان تیروں سے جان نکالنے کے طریقے کو اختیار کرنے
میں وسعت رحمت کا تقاضا ہے۔ یہ وہ خصلت ہے جس سے پروردگار
عالم خوش ہوتا ہے اور جس پر اکثر مصالح مذہبی اور مدنیہ موقوف ہیں
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس زندہ جانور کا کوئی عضو کاٹ
لیا جائے تو وہ عضو مردار ہے۔

اقول کانوا یجبون اسنمۃ الابل ویقطعون الیات الغنم وفی ذلک تعذیب وھو مناقضۃ لما شرع اللہ من الذبح، فنھی عنہ، قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من قتل عصفورا فما فوقہ بغیر حقہ سأل اللہ عزوجل عن قتلہ، قیل یا رسول اللہ وما حقہ، قال ان یذبحہ فیاکلہ ولا یقطع رأسہ فیرمی بہ ؛

اقول ھھنا شبہات مشتبھات لابد من التمییز بینھما، احدھما الذبح للحاجۃ وانتباع داعیۃ اقامۃ مصلحۃ نوع الانسان والثانی السعی فی الارض بافساد نوع الحیوان وانتباع داعیۃ قسوۃ القلب ؛

واعلم انہ کان الاصطیاد دیدنا للعرب وسیرۃ ناشیۃ فیھم حتی کان ذلک احد امکاسبھم التی علیھا معاشھم فاباحہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبین ما فی اکثارہ بقولہ من اتبع الصید لھا، ولحکام الصید تنفی علی انہ محمول علی الذبح فی جمیع الشروط الا فیما یعسر الحفظ علیہ ویکون اکثر سعیھم ان اشترط باطلا فیشترط التسمیۃ علی ارسال الجارح والرمی ونحوھما ویشترط اھلیۃ الصائد ولا یشترط الذبح ولا الحلق واللبۃ وعلی تحقیق ذاتیات الاصطیاد کارسال الجارح المعلم تصید ولا کان ظفرا بالصید اتفق فان الاصطیاد ویکون الجارح لم یاکل منہ ولم یکن اکل قادرا حیا وذکی حل والا لا، وذلک تحقیقا لمعنی المعلم وتمییزا لہ مما اکل السبع، وسئل

میں کہتا ہوں اہل جاہلیت اونٹوں کے کوہان اور دنبوں کی چکتیاں کاٹ لیا کرتے تھے اور اس میں عذاب دینا تھا اور اس طریقہ کے خلاف تھا جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا تھا اس واسطے آپ نے اس سے منع فرمایا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص چڑیا یا اس سے بڑے جانور کو ناحق قتل کریگا تو اللہ عزوجل اس سے اس کے قتل کے متعلق باز پرس کریگا" آپ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ناحق سے قتل کرنا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس کو ذبح کرکے کھالے اور یہ نہ کرے کہ اس کا سر کاٹ کر سر پھینک دے"

میں کہتا ہوں اس جگہ دو چیزیں باہم مشابہ ہیں ان میں فرق کرنا ضروری ہے ایک تو یہ ہے کہ ذبح کرنا حاجت کی وجہ سے ہو اور اس داعیہ کا اتباع ہو جو مصلحت نوع انسان سے متعلق ہو اور دوسرا یہ ہے کہ زمین میں نوع حیوان کے ناسد کرنے میں سعی ہو اور سخت دلی کے داعیہ کا اتباع ہو،

واضح ہو کہ شکار کرنا عرب کی عادت اور ان کی عام خصلت تھی یہاں تک کہ وہ ان کے ان پیشوں میں سے ایک تھا جن پر ان کی زندگی اور معاش موقوف تھی پس اسکو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جائز قرار دیا اور اس کے ضمن میں جو برائی تھی اس کو اپنے اس قول کے ساتھ ظاہر کر دیا "جو شکار کے پیچھے پڑا وہ لہو میں پڑا" اور شکار کے احکام اس بات پر مبنی ہیں کہ وہ تمام شروط میں ذبح کرنے پر محمول ہو بجز اس شرط کے جسکی پابندی دشوار ہو اور اس شرط کے لگانے میں اکثر کوشش شکار کے بیکار جاتی ہو اسواسطے شکاری جانور چھوڑتے وقت یا تیر پھینکتے وقت اللہ کا نام لینا شرط کیا گیا اور شکار کا ذبح کا اہل ہونا بھی شرط کیا گیا، اور ذبح کرنا، حلق اور گردن کا کاٹنا شرط نہیں کیا گیا اور ایک اس بات پر مبنی ہیں کہ شکار کرنے کی ذاتیات اس میں پائی جائیں مثلاً کھائے ہوئے جانور کا بھیجنا شکار پر چھوڑنا اور گویہ ہوتے ہوئے تو اتفاق سے اس شکار کا دبالیا ہوگا اور شکار کرنا نہ ہوگا، اسی طرح شرط ہے کہ وہ شکاری جانور کچھ کھائے اور اگر اس نے کچھ کھا لیا ہو تو اگر وہ شکار زندہ رہا اور ذبح کر لیا گیا تب تو وہ حلال ہے ورنہ حرام ہے اور یہ اس لئے کہ کھائے ہوئے کے معنی پائے جائیں اور اس کو اور سدھائے ہوئے میں فرق ہو جائے،

رسول الله صلى الله عليه وسلم عن صيد
المعراض والذباب فاجاب بالتحريم على
هذه الاصول. قيل انا نارض قوما اهل
كتاب انا كل في انيتهم ونبارض صيدا
اصيد بقوسي وبكلبي الذي ليس بمعلم
وبكلبي المعلم فما يصلح لي؟ قال صلى الله
عليه وسلم اما ما ذكرت من انية اهل
الكتاب فان وجدتم غيرها فلا تاكلوا فيها
وان لم تجدوا فاغسلوها وكلوا فيها وما
صدت بقوسك فذكرت اسم الله فكل
ما صدت بكلبك المعلم فذكرت اسم الله فكل
وما صدت بكلبك غير المعلم وادركت
ذكاته فكل، قوله صلى الله عليه وسلم فان
وجدتم غيرها فلا تاكلوا فيها؛

اقول ذلك تحريا للمختار وراحة
للقلب من الوساوس، وقيل يا رسول
الله انا نرسل الكلاب المعلمة قال صلى الله
عليه وسلم اذا ارسلت كلبك فاذكر اسم
الله فان امسك عليك فادركته حيا وقتلته
وان ادركته قد قتل ولم ياكل منه فكل
فان كل فلا تاكل فانما امسك على نفسه
وان وجدت مع كلبك كلبا غيره وقد قتل
فلا تاكل فانك لا تدري ايهما قتله، قيل
يا رسول الله ارمي الصيد فاجد فيه من
الغد سهمي فان صلى الله عليه وسلم فانما
ان سهمك قتله ولم تر فيه اثر سبع فقتلك
وفي رواية واذا رميت سهمك فاذكر اسم
الله فان غاب عنك يوما فلم تجد فيه الا
اثر سهمك فكل ان شئت وان وجدته

۵۴

۱۱۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے شکار اور ذبائح کے احکام اور دریافت کئے گئے تو آپ نے ان تواعد سے مسائل کا استنباط کر کے جواب ارشاد فرمایا۔ کسی نے عرض کیا ہم اہل کتاب کے ملک میں رہتے ہیں کیا ہم ان کے برتنوں میں کھا لیا کریں؟ اور ہم شکار کی جگہ رہتے ہیں اپنی کمان اور کتے سکھلائے ہوئے کتے اور غیر سکھلائے ہوئے کتے سے شکار کرتے ہیں پس ان میں سے کون سی بات ہمارے لئے درست ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا اہل کتاب کے برتنوں کا جو تم نے ذکر کیا پس اگر تم کو ان کے سوا اور برتن میسر ہوں تو ان کے برتنوں میں نہ کھاؤ اور اگر تم کو اور برتن میسر نہ ہوں تو ان کے برتنوں کو دھو لو اور ان میں کھاؤ اور جس شکار کو تم نے کمان سے مارا ہے اور اللہ کا نام بھی لیا ہو تو اسے کھا لو اور سدھائے ہوئے کتے سے جو تم شکار کرو اور اس پر تم نے اللہ کا نام بھی لے لیا ہو تو اسکو کھا لیا کرو اور جو غیر سدھائے کتے سے شکار کرو اور اس شکار کو زندہ پاؤ تو اس کو ذبح کر کے کھاؤ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ اگر تم کو ان کے علاوہ اور برتن میسر نہ ہوں تو میں کہتا ہوں اس میں پسندیدہ بات کا قصد کرنا اور دل کو دوسری سے راحت دینا ہے، اور کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم سدھائے ہوئے کتے چھوڑا کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ جب تم اپنا کتا چھوڑو تو اللہ کا نام لے لیا کرو پس اگر اس نے تمہارے لئے شکار کو پکڑ رکھا ہو اور تم نے اس کو زندہ پایا ہو تو اس کو ذبح کر لو اور اگر تم نے اس کو مردہ پایا ہو اور اس میں سے اس نے کچھ نہیں کھایا تو تم اس کو کھا لیا کرو اور اگر اس نے کچھ کھا لیا ہو تو نہ کھاؤ کیونکہ اس نے وہ شکار اپنے لئے پکڑا تھا اور اگر تم اپنے کتے کے ساتھ کوئی اور کتا بھی دیکھو اور شکار مر چکا ہو تو اس کو مت کھاؤ کیونکہ تم کو معلوم نہیں کہ ان دونوں میں سے کس نے اس کو مارا ہے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں شکار کی طرف تیر پھینکتا ہوں اور دوسرے دن اس میں تیر کا نشان پاتا ہوں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم نے تیر کو پھینکتے وقت بسم اللہ کہا ہے اور اس میں تم نے درندہ کا کوئی اثر نہیں پایا تو تم کھا لو اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب تم نے تیر کو پھینکا تو اللہ کا نام لے لیا کرو پھر اگر ایک دن تک شکار تم کو نہ ملے اور دوسرے روز تیر کے

۱۲۔ تیر کے اندر کچھ نہ معلوم ہو تو اگر تم چاہو تو اس کو کھا لو اور اگر تم نہ

حریقا فی السماء فلا تاکل، قبل ان نرمی بالمعراض قال صلی اللہ علیہ وسلم کل ما خزق و ما اصاب بعرضہ فقتل فانہ وقیذ فلا تاکل، قیل یا رسول اللہ ان ھنا قوما حدیث عھد ھم بشرک یأتوننا بلحمان لا ندری یذکرون اسم اللہ علیھا ام لا قال صلی اللہ علیہ وسلم اذکر وا انتم اسم اللہ وکلوا

اقول اصل ان الحکم علی الظاھر، قیل ان لا قوا بعدو غدا ولیست معنا مدی افنذبح بالقصب؟ قال صلی اللہ علیہ وسلم ما انھر الدم وذکر اسم اللہ فکل لیس السن والظفر وسا حدثک عنہ اما السن فعظم واما الظفر فمدی الحبش وذکی قوما رجل منھم فجبذ فقال صلی اللہ علیہ وسلم ان لھذہ الابل اوابد کاوابد الوحش فاذا غلبکم منھا شئ فاصنعوا بہ ھکذا:

اقول لانہ صار وحشیا فکان حکمہ حکم الصید، وسئل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن شاۃ ردیت جاریۃ بحجر فکسرت رجلھا فامر باکلھا قیل ان من الطعام طعاما اخرج بہ، قال لا یختلجن فی صدرک شئ ضارعت فیہ بھیمۃ تعال یا رسول اللہ ننحر لنا ناقۃ ونذبح البقرۃ والشاۃ فنجد فی بطنھا الجنین، اندقیہ ام نأکلہ، قال صلی اللہ علیہ وسلم کلوہ ان شئتم فان ذکاتہ ذکاۃ امہ۔

شکار کو پانی میں ڈوبا ہوا دیکھو تو اس کو مت کھاؤ، کسی نے عرض کیا ہم بغیر بھالا اور پھر کا تیر پھینکتے ہیں؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "گر وہ زخمی ہو گیا ہے تو کھا لے اور اگر وہ جانور تیر کی چوڑائی سے چوٹ کھا کر مرا ہے تو نہ کھا کیونکہ وہ جانور موقوذہ ہے" کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ یہاں ایسے لوگ ہیں جنہوں نے ابھی شرک کو چھوڑا ہے وہ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں اور ہم کو نہیں معلوم کہ اس پر وہ اللہ کا نام ذبح کرتے ہیں کہ نہیں، تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم خود اللہ کا نام لیکر اس کو کھا لیا کرو"

میں کہتا ہوں اس کی اصل یہ ہے کہ حکم ظاہر پر ہوتا ہے اور کسی نے آپ سے عرض کیا کہ کل ہم دشمن سے مقابلہ کرنے والے ہیں اور ہمارے پاس چھری نہیں ہے کیا ہم بانس سے ذبح کر لیا کریں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو چیز خون کو بہا دے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے اس کو کھا لے مگر دانت اور ناخن نہ ہو اور ابھی میں تجھ کو اس کا حال بتلاتا ہوں پس دانت تو ایک ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھری ہے" اور ایک مرتبہ ایک اونٹ بھاگ چلا تھا تو ایک شخص نے اس کے تیر مارا جس سے وہ ٹھیر گیا تب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ان اونٹوں میں بھی وحشی جانوروں کی طرح آبیوں سے نفرت ہوتی ہے پس جب کوئی اونٹ تم کو مغلوب کر دے تو تم اس کے ساتھ ایسا ہی کرو"

میں کہتا ہوں کیونکہ وہ وحشی ہو گیا تو اس کا حکم مثل حکم شکار کے ہو گیا، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک بکری کے متعلق سوال کیا گیا جس کو ایک باندی نے دیکھا کہ اس پر موت کے آثار طاری ہو گئے ہیں تو اس نے ایک پتھر توڑ کر اس کی کنپٹی سے اس کو ذبح کیا پس آپ نے اسکے کھانے کا حکم دیا، کسی نے عرض کیا بعض کھانے ایسے ہیں جن کی بھلکڑ حرج معلوم ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا اگر دل میں کوئی ملحان پیدا کرے تو نے نصرانیت کی مشابہت کی ہے، کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم اونٹنی کو نحر کرتے ہیں اور گائے اور بکری کو ذبح کرتے ہیں پس ان کے پیٹوں میں ہم بچہ پاتے ہیں آیا ہم اس کو پھینک دیا کھا لیں؟ آپ نے فرمایا کھا لو کیونکہ اس کی ماں کا ذبح کرنا اس کا ذبح کرنا ہے"

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو تحفہ دے یا اس کو ہدیہ دے تو وہ اس کو قبول کرے"

آدابُ الطَّعام

واعلم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اوما یتأدبون فیہا فی الطعام، قال صلی اللہ علیہ وسلم برکۃ الطعام الوضوء قبلہ و الوضوء بعدہ، وقال صلی اللہ علیہ وسلم کیلوا طعامکم یبارک لکم، وقال علیہ السلام اذا اکل احدکم طعاما فلا یأکل من اعلی الصحفۃ ولکن لیأکل من اسفلہا فان البرکۃ تنزل من اعلاہا؛

اقول من البرکۃ ان تشبع النفس و تقر العین وینجمع الخاطر ولا یکون ہما الا عاکالذی یأکل ولا یشبع. تفصیل ذلک انہ ربما یکون رجلان عند کل منہما وزنۃ درھم احدھما یخشی العیلۃ ویطمع فی اموال الناس ولا یہتدی لصرف مالہ فیما ینفعہ فی دینہ فلہ نیاہ و لاخر متعفف یحسبہ الجاہل غنیا مقتصدا فی معیشتہ منجمعا فی نفسہ فالثانی یبورک لہ فی مالہ والاول لم یبارک لہ. ومن البرکۃ ان یصرف الشئ فی الحاجۃ ویکفی عن مثالہ تفصیلہ انہ ربما یکون رجلان یأکل کل واحد رطلا یصرف طبیعۃ احد ھما الی تغذیۃ البدن و یحدث فی معدۃ الاخر اثقۃ فلا ینفعہ ما اکل بل ربما صار ضارا، وربما یکون لکل منہما مال فیصرف احدھما فی مثل ضیعۃ کثیرۃ الریف ویہتدی لمن یدیر المعاش، والثانی یبذر تبذیر فلا یقع من حاجتہ فی شئ

کھانے کے آداب کا بیان

واضح ہو کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کھانے کے آداب سکھائے ہیں جن کی کھانے میں رعایت کرنا امت پر لازم ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کھانے کی برکت یہ ہے کہ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھوئے" اور نبی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اپنے طعام کرنا پاک کرو تمہارے لئے برکت دیجائے گی" اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے جب کوئی کھانا کھائے تو رکابی کے اوپر سے کھانا نہ کھائے بلکہ اس کے نیچے سے کھائے کیونکہ برکت اس کے اوپر سے نازل ہوتی ہے" میں کہتا ہوں جملہ برکت کے یہ ہے کہ نفس سیر ہو جائے اور آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں اور دل کو تسلی حاصل ہو اور وہ زیادہ خواہش نہ ہو جیسے کوئی کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ کبھی دو شخص ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کے پاس سو سو درہم ہوتے ہیں ان میں سے ایک تنگدستی سے ڈرتا ہے اور لوگوں کے مال میں طمع کرتا ہے اور اپنے مال کو کسی ایسے کام میں صرف کرنا نہیں جانتا جس سے اس کو دنیا یا دین کا نفع حاصل ہو، اور دوسرا ایک محتاط آدمی ہے اور جاہل آدمی اس کو غنی سمجھتا ہے اور وہ میانہ روی سے زندگی بسر کرتا ہے اور اسکا دل مطمئن رہتا ہے پس دوسرا شخص ایسا ہے جس کے مال میں برکت دی گئی اور پہلے کے مال میں برکت نہ دی گئی، اور مجموعہ کہنے کا یہ ہے کہ شئی کو ضرورت میں صرف کرے اور اس کی امثال سے کفایت کرے اس کی تفصیل یہ ہے کہ کبھی دو شخص ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک ایک رطل کھانا کھاتا ہے ایک کی طبیعت تو اس کو غذا بدن بناتی ہے اور دوسرے کے معدہ میں ثقل پیدا کرتی ہے پس جو کچھ اس نے کھایا وہ نفع نہیں دیتا بلکہ بسا اوقات ضرر پہنچاتا ہے، اور کبھی دو شخصوں کے پاس مال ہوتا ہے پس ان میں سے ایک شخص اس مال کو ایسے اسباب میں صرف کرتا ہے جس سے بڑا نفع ہوتا ہے اور امور معاش میں ہر بات کا لحاظ رکھتا ہے اور دوسرا شخص اپنے مال کو بے فائدہ صرف کرتا ہے پس اس کی حاجت میں وہ مال کام نہیں آتا

وان لهيأت النفس وعقائدها مدخلا
في ظهور البركة، وهو قوله صلى الله عليه
وسلم فمن اخذه باشراف نفس لم يبارك
له فيه وكان كالذي يأكل ولا يشبع، و
لذلك تزلق رجل الماشي على الجدث في
الجرودون الارض فاذا اقبل على شئ بالهمة
واراد به ان يقع كفاية عن حاجته
وجمع همته في ذلك كان سببا قريبا
حينئذ وانجح خاطره وتعفف نفسه
وربما يسري ذلك الى الطبيعة فتصرفت
فيما لا بد منه واذا غسل يديه قبل
الطعام ونزع النعلين والطعام في المجلس
واخذ كاعتداده به وذكر اسم الله فينبت
عليه البركة واذا كان الطعام وعرف
مقدارا واقتصر في ظرفه وصرفه في
عينه كان ادنى ان يكفيه، قل مما لا يكفي
الآخرين، وانه يجعل الطعام بهيئة منكرة
تعافها الانفس ولا تعتد به لاجلها كان
ادنى ان لا يكفي اكثر مما يكفي الآخرين كيف
ولا اظن ان احدا يخفى عليه ان الانسان
ربما يأكل الرغيف كهيئة المتنكر، ويأكل
وهو يمشي ويجد شبعه اذا قعد ولا
يرى نفسه قد اعتدت ولا تشبع به
نفسه وان امتلأت المعدة، وربما
ياخذ مقدار الرطل جزافا فيكون الزائد
يستوي وجوده وعدمه ولا يقع من
الحاجة في عين ويجد الطعام بصحن
قد ظهر فيه النقصان،
وبالجملة لوجود البركة وعدمها

اور ہیئات نفسانیہ اور عقائد نفسانیہ کو بھی برکت کے ظاہر ہونے
میں دخل ہے چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس مال کی
حرص نفسانی کے ساتھ لیگا تو اس میں اس کو برکت نہ دیجائیگی اور
وہ ایسا ہوگا جیسے کوئی کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور اسی لئے جو شخص
کسی لکڑی وغیرہ پر چلتا ہے، اس کا قدم پھسل جاتا ہے اور جو زمین پر چلتا
ہے وہ نہیں پھسلتا پس جب کوئی شخص کسی چیز کا قصد کرتا ہے اور اس
کے ساتھ اس بات کا ارادہ کرتا ہے کہ وہ اس کی ضرورت کو کافی ہو
جائے اور اپنے نفس کو اس پر مطمئن کر لیتا ہے تو وہ اس کے سرور
اور اطمینان خاطر اور قناعت کا سبب ہو جاتا ہے اور کبھی یہ چیز
کی طرف طبیعت کو پھیر دیتا ہے اور وہ چیز اس کو ضروری کاموں میں
صرف کرتی ہے پس جب کوئی شخص کھانے سے پہلے ہاتھ دھوتا ہے
اور جوتا اتار دیتا ہے اور اطمینان سے کھانے کے لئے بیٹھتا ہے
اور بسم اللہ کی عادت ڈالتا ہے اور اللہ کا نام لیتا ہے تو اس پر برکت
نازل ہوتی ہے اور جب کوئی شخص اندازہ کر لیتا ہے اور اس کی
مقدار کو مقدم کر لیتا ہے اور اس کو ظرف میں میانہ روی سے
خرچ کرتا ہے اور اس کو کچھ خرچ کرتا ہے تو اس کو کم از کم اس
مقدار کافی ہو سکتا ہے جو دوسروں کے لئے کافی نہیں ہو سکتا
اور جب کوئی شخص [illegible] کو دیکھتا ہے تو اس میں کمی معلوم ہوتی ہے،
اور اس کے سبب [illegible] چیز ہوتا ہے اس کو کم از کم جو
دوسروں کے لئے کافی ہو سکتا
[illegible]
[illegible]
[illegible]

اسباب طبیعیۃ یمد فی ضمنھا ملک کریم او شیطان رجیم وینفخ فی صکھا روح ملکی او شیطانی واللہ اعلم،

اما غسل الید قبل الطعام لنفیہ ازالۃ الوسخ اما غسلہ بعد کانفیہ انہ لا یخمر وکراھیۃ ان یفسد علیہ شیطانہ او یجد وسخا او تلذفہ ھامۃ، وھو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من بات وفی یدہ غمر فلم یغسلہ فاصابہ شیء فلا یلومن الا نفسہ، وقال صلی اللہ علیہ وسلم اذا اکل احدکم فلیاکل بیمینہ واذا شرب فلیشرب بیمینہ، وقال صلی اللہ علیہ وسلم لا یاکل احدکم بشمالہ ولا یشرب بشمالہ فان الشیطان یاکل بشمالہ ویشرب بشمالہ، وقال صلی اللہ علیہ وسلم ان الشیطان یستحل الطعام ان لا یذکر اسم اللہ علیہ وقال صلی اللہ علیہ وسلم اذا اکل احدکم فنسی ان یذکر اسم اللہ علی طعامہ فلیقل بسم اللہ اولہ واخرہ وقال فیمن فعل ذلک ما زال الشیطان یاکل معہ فلما ذکر اسم اللہ استقاء ما فی بطنہ، وقال علیہ السلام ان الشیطان یحضر احدکم عند کل شیء من شانہ حتی یحضرہ عند طعامہ فاذا سقطت من احدکم اللقمۃ فلیمط ما کان بھا من اذی ثم لیاکلھا ولا یدعھا للشیطان،

اقول من العلم الذی اعطاہ اللہ نبیہ حال الملائکۃ والشیاطین وانتشارھم فی الارض یتلقی ھؤلاء من الملا الاعلی الھامات خیر قمر حونہ الی بنی آدم

اسباب طبعی ہیں جن کے ضمن میں کوئی فرشتہ نیکی یا شیطان برائی مدد کرتا رہتا ہے اور وہ اسباب کی شکل میں روح ملکی یا شیطانی پھونک دیجاتی ہے، واللہ اعلم،

کھانے سے پیشتر ہاتھ دھونے کا سبب یہ ہے کہ اس سے میل دور ہو جاتا ہے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونے سے کھانے کی بو دور ہو جاتی ہے اور اس بات کا اندیشہ دور ہو جاتا ہے کہ ہاتھوں سے اس کے کپڑے خراب ہوں یا کوئی درندہ اس کے ہاتھ کو چاٹ لے یا کوئی زہریلا جانور کاٹ لے، چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص کھانا کھا کر ہاتھ نہ دھوئے اور سو جائے اور پھر اس کو کوئی تکلیف پہنچے تو اس کو چاہئے کہ اپنی ہی ذات کو ملامت کرے" نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے جب کوئی کھائے تو داہنے ہاتھ سے کھائے اور جب پئے تو داہنے ہاتھ سے پئے" اور آپؐ نے فرمایا "تم میں سے کوئی شخص نہ بائیں ہاتھ سے کھائے اور نہ بائیں ہاتھ سے پئے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے" اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کھانے پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لینے سے شیطان اس کو حلال کر لیتا ہے" اور آپؐ نے فرمایا "جب کوئی شخص کھانا کھاتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینا بھول جائے تو اس کو یہ کہنا چاہئے "بسم اللہ اولہ واٰخرہ" اور جس شخص نے ایسا کیا تھا اس کے بارے میں آپ نے فرمایا "شیطان برابر اس کے ساتھ کھاتا رہا" پس جب اس نے اللہ کا نام لیا تو جو کچھ اس کے پیٹ میں تھا قے کر دیا" اور آپ نے فرمایا "تم میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کے تمام کاموں میں شیطان ساتھ رہتا ہے یہاں تک کہ جب کوئی کھانا کھاتا ہے تو اس کے پاس آموجود ہوتا ہے پس جب تمہارے ہاتھ سے کوئی لقمہ گر جائے تو چاہئے کہ اس کی مٹی دور کر کے کھا جائے اور شیطان کے لئے نہ چھوڑے"

میں کہتا ہوں منجملہ اس علم کے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو عطا فرمایا ملائکہ اور شیاطین کا حال اور اللہ کے زمین میں پھیلنے کا علم بھی ہے یہ فرشتے ملاء اعلیٰ سے عمدہ الہامات حاصل کر لیتے ہیں پھر اس کو بنی آدم کے قلوب میں ڈالا کرتے ہیں

ويتجسس، من مزاج الشياطين امراض فاسدة
تميل الى افساد انتظامات الفضلة وتعصيه
حكما لوقار وما تقتضيه الطبيعة السليمة
فيفعلون ذلك فيوحونه الى اوليائهم
من الانس، فمن حال الشياطين انهم اذا
تمثلوا فى المنام او اليقظة تمثلوا بهيأت
منكرة تتنفر منها الطبائع السليمة كالاكل
بالشمال، وكصورة الاجذم ونحو ذلك
ومنها انه قد تنطبع فى نفوسهم هيأت
وبنه تتجسس فى بنى آدم من البهيمية كالجوع
والشبق، فاذا حدثت فيهم اذن تعالى
لاختلاط بتلك الحاجات تتلقفها ومحاكاة
ما يفعله الانس عندها ويتخيلون فى
ذلك قضاء تلك الشهوة يقضون بذلك
اوطارهم فيصير الولد الذى حصل من
جماع اشترك فيه الشياطين وقضوا
عنده اوطارهم قليل البركة ما ئلا الى
الشيطنة والطعام الذى باشروه وقضوا
به وطرهم قليل البركة لا ينفع الناس
بل ربما يضرهم، وذكر اسم الله و
التحوّذ بالله مضاد بالطبع لهم ولذلك
ينخنسون عند ذكر الله وتعوذ به ؛

وقد اتفق لنا انه زارنا ذات يوم
رجل من اصحابنا فقربنا اليه شيئا فبدء
ياكل، اذ سقطت كسرة من يده فدقت
فى الارض فجعل يلتقطها وجعلت تتباعد
عنه حتى تعجب الحاضرون لبعض العجب
وكابد هو فى تتبعها بعض المجهد ثم
انه اخذها فاكلها فلما كان بعد ايام

اور شیاطین کے مزاج سے فاسد رایں پیدا ہوتی ہیں جو عمدہ نظام
کے بگاڑنے کی طرف اور علم و وقار کی مخالفت اور اس چیز کی مخالفت
کی طرف متوجہ کرتی ہیں جو طبیعت سلیم کا مقتضی ہے پس شیاطین اس
کو حاصل کرتے ہیں اور بنی آدم میں سے اپنے دوستوں کے دلوں
میں ان کو ڈالتے ہیں، پس منجملہ شیاطین کے حالات کے یہ بھی ہے کہ
خواب یا بیداری میں جب وہ کھانا کھاتے ہیں تو ایسی بری ہیئت
میں ظاہر ہوتے ہیں جس سے طبیعت سلیم نفرت کرتی ہے مثلاً بائیں
ہاتھ سے کھانا اور جیسے کٹے کی صورت میں ظاہر ہونا وغیرہ،

اور منجملہ ان حالات کے یہ ہے کہ ان کے نفوس میں صفات ذمیمہ
منقش ہوتی ہیں جو بنی آدم کے دل میں بہیمیت کی وجہ سے ہوتی ہیں جیسے
بھوک اور جماع کی خواہش، پس جب یہ صفات ان کے اندر پیدا
ہوتی ہیں تو وہ بنی آدم کی حاجات کے ساتھ اختلاط اور تلبس کرتے
ہیں اور اس وقت میں انسان جو کچھ کرتا ہے اسکی وہ نقل کرتے ہیں اور
انسان کی قضائے شہوت کے وقت میں وہ خیال کرتے ہیں کہ انہوں نے
اپنی شہوت پوری کر لی ہے پس جو اولاد ایسے جماع سے پیدا ہوتی ہے
جس میں شیاطین کی شرکت ہوتی ہے اور شیاطین نے اس وقت میں
قضائے شہوت بھی کی ہے وہ قلیل البرکت ہوتی ہے اور شیطنت کی
طرف مائل ہوتی ہے اور اس طرح وہ کھانا جس میں شیاطین نے شرکت
کی ہے اور اس کے ساتھ اپنی حاجت پوری کی ہے قلیل البرکت ہوتا
ہے جس سے لوگوں کو نفع حاصل نہیں ہوتا بلکہ بسا اوقات وہ کھانا
لوگوں کو نقصان پہنچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر کرنا اور اللہ کی
پناہ مانگنا شیطان کی مخالفت کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ جو شخص اللہ کو یاد کرتا
اور اس کی پناہ مانگتا شیاطین اس سے ہٹ جاتے ہیں،

اور ہمیں ایک مرتبہ یہ اتفاق ہوا کہ ہمارے ملاقاتی کیلئے ہمارا ایک
دوست آیا اور کچھ کھانا ہم نے اس کے سامنے پیش کیا پس اس اثناء
میں کہ وہ کھا رہا تھا ایک ٹکڑا اسکے ہاتھ سے گر پڑا اور زمین میں لڑھکنے
لگا پس وہ شخص اس کو پکڑنے کیلئے چلا اور وہ ٹکڑا اس سے دور ہوتا جاتا
تھا یہاں تک کہ حاضرین کو کسی قدر تعجب ہوا اور وہ شخص اس کے اٹھانے
میں کسی قدر کوشش کرتا لیکن اس نے اس کو پکڑ لیا اور کھا لیا پھر چند

تخبط الشيطان انسانا وتكلم على لسانه
فكان فيما تكلم انى مررت بفلان وهو
يأكل فلما تجشأ قال له الطعام فلم يطعمنى
منه شيئا فخطفته من بين يديه فنازعنى حتى
اخذه منى، وربما يأكل اهل بيتنا اصول
الجزر اذا قلعوها فوجدت وانا خلفهم
فاخذه واكلته فاصابه وجع فى صدره
وبعدته ثم تخبطه الشيطان فاخبره
من لسانه انه كان اخذ ذلك المتجشأ
وقد كرر اسماعنا شيئا كثيرا من هذا
حتى علمنا ان هذه الاحاديث ليست
من باب ارادة الجواز وانما اريد بها
حقيقتها والله اعلم ۔

قال صلى الله عليه وسلم اذا وقع
الذباب فى اناء احدكم فليغمسه كله
ثم ليطرحه فان فى احد جناحيه شفاء
وفى الاخر داء وفى رواية وانه يتقى بجناحه
الذى فيه الداء فاعلم ان الله تعالى خلق
الطبيعة فى الحيوان من بق لهذه فوسما
وجعلت المراد مؤذية لقلة لا يصح
تعريضه الذين من اجل ذلك فى
طبعه وكذلك سائر الحيوان عن اكل
اذناب الدواب فلذلك باب كثيرا ما
يتناول الانسان فاسدا لا تصح
[illegible]

روز کے بعد ایک شخص پر شیطان مسلط ہو گیا، اور وہ اس کی زبان
سے کلام کرنے لگا کلام کے دوران میں اس نے یہ بھی بیان کیا کہ فلاں
شخص پر سے گذر ہوا اور وہ کھانا کھا رہا تھا پس جب کہ وہ کھانا کھا چکا آیا
مگر اس نے مجھ کو کچھ نہیں کھلایا پلایا میں نے اس کے ہاتھ سے اچک لیا
تو اس لئے مجھ سے اس نے منازعت کی حتی کہ مجھ سے چھین لیا
اور ایک مرتبہ ہمارے گھر کے آدمی گاجر کھا رہے تھے کہ اچانک گاجر
کا ٹکڑا گر کر پڑ گئے لگا پس ایک شخص اس پر جھپٹ پڑا اور اسکو اٹھا
کھا گیا پس اس کے سینہ اور معدہ میں درد شروع ہو گیا پھر اس
شیطان مسلط ہو کر اس کی زبان سے بیان کرنے لگا کہ اس نے وہ
لڑکے ہوا گاجر کا ٹکڑا اٹھا لیا تھا، اور اس قسم کی بہت سی باتیں
ہمارے کان میں پڑی ہیں جن سے ہم کو یقین کامل ہو گیا کہ
ان احادیث کے معنی مجازی مراد نہیں بلکہ ان کے حقیقی معنی مراد
ہیں، واللہ اعلم ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے کسی کے برتن
میں مکھی گر پڑے تو تمام مکھی کو ڈبو کر پھر اس کو نکال دے کیونکہ اس کے
ایک پر میں شفا اور دوسرے میں بیماری ہے" اور ایک روایت
میں یہ آیا ہے کہ وہ مکھی پہلے آپ کرا اس پر کے ذریعہ بچاتی ہے جس
میں بیماری ہے"

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے حیوان کے ہر نوع طبیعت کو پیدا کیا
ہے جو ہر بدن کے لئے لبسا اوقات وہ طبیعت سوا موذیہ کو
پہچاننے اور اس سے بچنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اعضاء بدن سے اطراف
بدن کی فرشتہ بھیجنے کی یہی وجہ ہے کہ عبد نے جانوروں کی
کھانے سے منع کیا ہے، اور مکھی اکثر وہ نجاست غلیظہ میں کھاتی ہے
یا جو بدن ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتیں اور اس کی طبیعت
[illegible] کہ اس کے عنصر [illegible] دفع
[illegible] پھر یہ عنصر [illegible] مادہ سمیہ ہوتا ہے مکھی کے
[illegible] اور شکموں میں کشمکش کے وقت اس کے اعضاء
میں سے یہی عضو مقدم ترین ہوتا ہے،
اور اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ ہے کہ جس چیز میں

يجعل في شئ مما لا يحتمل فيه مادة تزيد في طب
تحفظ به بنية الحيوان، وذكر ما هذا
مبحث من لطيف الكلام. وبالجملة
لسم الدابة في بعض الأرضة وعدم
تحول بعض الأغذية محسوس معلوم و
تحرك العضو الذي تنتفع الدودة الذي
معلوم كذلك. فطبيعة يضعف فيها ما يقاوم
مثل هذه المواد المؤذية معلوم فما الذي
يستبعد من هذا مبحث. وما أكل رسول
الله صلى الله عليه وسلم على خوان قط
سكرجة ولا خبز له مرقق ولا أكل شاة
سميطا بعينه قط ولا أكل متكئا قط ولا أكل
خبزا كانوا يأكلون لتمعه غير منخول.

اعلم أن نبينا صلى الله عليه وسلم
بعث في العرب وكانوا يعتادون
ولم يكونوا يكلفون بترك المحرم الأخذ
بما أحسن وأدق ولا يتعمقون في الدنيا
ولا يعرفون عن ذلك شيئا فلذلك أحسن
لأصحاب الحمة من الناس سيرة فيها
في كل نقير وقطمير فقد علم وأن
المؤمن يأكل في معى واحد والكافر
يأكل في سبعة

قول معاذ أن الكافر كافر بطنه
والمؤمن همه الآخرة وأن أحرى بالمؤمن
أن يتقلل أطلعه من تلك الدناءة من
خصال الإيمان وشعبه. لأن خصلة
خصال الكفر

رکھا ہے اس میں مادہ ریا یہ بھی رکھا ہے تاکہ اس کی وجہ سے
حیوان کا جو کھو رہا ہے اور اگر ہم اس طبی بحث کو بیان کریں
تو کلام طویل ہو جائے گا۔

اور حاصل کلام یہ ہے کہ کھی کے کاٹنے کا زہر بعض زمانوں
میں اور بعض غذا کھانے کے وقت محسوس اور معلوم ہوتا ہے اور
جس مخلوق میں مادہ لذاعہ کرتا ہے اس کا حرکت کرنا معلوم ہوتا
ہے اور بعض جسم کے اندر جو مواد سوزیہ کی مدافعت کی طاقت
ہوتی ہے وہ بھی معلوم ہے تو اب کونسی چیز ہے جو اس بحث سے
مستبعد ہے۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی دسترخوان پر
کھانا نہیں کھایا اور نہ باریک چپاتی آپ کے لئے پکائی
گئی اور نہ کبھی آپ نے سالم بکری بھنی ہوئی دیکھی اور نہ آپ نے
تکیہ لگا کر کھانا کھایا اور نہ آپ نے چھلنی کو دیکھا آپ بغیر چھنے ہوئے کھا
لیا کرتے تھے۔

واضح ہو کہ جس صلے اللہ علیہ وسلم عرب میں مبعوث ہوئے
وہاں کی عادت اور مزاج یہ تھا کہ وہ لوگ تکلفات میں پڑتے تھے اور نہ ہی عادات کا پابند ہونا چاہتے
تھے اس لئے مناسب تھا کہ دنیا میں تعمق نہ کریں
کیونکہ (۰۰۰) باکرنا اور اصحاب فقہ و مذہب کا
حال اور ان کا طریقہ ہے کہ وہ ہر قدم کی سہولت کی تلاش
کرتا ہے

(۰۰۰) نے صحیح فرمایا ہے کہ مومن ایک آنت میں اور کافر
سات آنتوں میں کھاتا ہے"

میں کہتا ہوں اس کے معنی یہ ہیں کہ کافر کا قصد پیٹ بھرنا
ہے اور مومن کا مقصد اس کی آخرت ہے اور مومن کو چاہئے
کہ کھانے میں کوتاہی کرے اور مومن کو کم کھانا ایمان کی خصلتوں
میں سے ایک خصلت ہے اور کھانے میں زیادتی کرنا کفر
کی خصلتوں میں سے ایک خصلت ہے

منها انه لا يحسن المضغ عند جمع تسرتين وانه ادنى ان تؤذيه احدى الغرائين لنقصان ضبطهما بخلاف النواة لوحدتها ومنها ان ذلك هيئة من هيآت الشره والحرص، ومنها انه استقذار عن اصحابه ومظنة ان يكرهها اصحابه ويزول هذا المعنى باذن قال صلى الله عليه وسلم لا يجوع اهل بيت عندهم التمر، وقال صلى الله عليه وسلم بيت لا تمر فيه جياع اهله. وقال صلى الله عليه وسلم نعم الادام الخل ؛

اقول من تدبر هذا المنزل ان يدخر في بيته شيئا تأنق بجلبه ورخصا في السوق كالتمر في المدينة والصوف البز ونحوها في بلادنا فان رجع عما يشتهيه فبها والا كان الذي عنده كفاية لهم وستراً فان لم يفعلوا فذلك كانوا على شرف الجوع وكذلك حال الادم قال صلى الله عليه وسلم من اكل ثوما او بصلا فليعتزلنا او ليعتزل مسجدنا وليقعد في بيته فجيء بقدر فيها خضرات من بقول فوجد لها ريحا فقال للذي كان فيها ما قال قربها الى بعض اصحابه كل فاني اناجي من لا تناجي ؛

اقول الملائكة تحب من الناس النظافة والطيب وكل شيء يجب خلق التنظيف تتنفر من اضداد ذلك وفرق بشر صلى الله عليه وسلم بين ما كان هو شريعة المحسنين متصلة فيها انوار الملكية وبين غيرهم قال صلى الله عليه وسلم ان الله يرضى عن العبد ان يأكل الاكلة فيحمده عليها او يشرب الشربة فيحمده عليها في مرة واحدة، وقد روى من حمد عبد ربه في فعل وقد ادى استقذ منه

دعوت ہیں اور آں جملہ یہ ہے کہ دو چھوارے اچھی طرح سے کھائے جا سکتے ہیں اس بات کا احتمال ہے کہ دو گٹھلیوں کے تابع میں نہ آئے گی وہ اس کو تکلیف دینے والی کھانے میں ایک گٹھلی کے، اور آں جملہ یہ ہے کہ یہ ہیئت حرص اور ہوس کی ہے اور اس میں یہ ہے کہ اس میں اپنے دوستوں پر اپنے آپ کو ترجیح دینا ہے اور اس بات کا غالب احتمال ہے کہ اس کے دوست اس کو برا سمجھیں اجازت لینے کے بعد کوئی مضائقہ نہیں ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جن کے پاس چھوارے ہوں گے ان کے گھر والے بھوکے نہ رہیں گے"، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس گھر میں چھوارے نہیں اس گھر کے لوگ بھوکے رہیں گے" نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سرکہ عمدہ سالن ہے"؛

میں کہتا ہوں بنیاد اصول خانہ داری کی یہ ہے کہ کوئی چیز جلد اور جس کو وہ بازار میں اور آسان پائے اپنے گھر میں جمع کرے جیسے مدینہ میں چھوارے اور ہمارے ملک کے بازاروں میں گاجر وغیرہ پس اگر خواہش کے موافق کھانا مل جائے تو بہتر ہے ورنہ جو چیز اس کے پاس ہے اسی سے حاجت روائی ہو جائے گی اور ستر ہو جائیگا پس اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو بھوک کا خوف رہیگا اور یہی حال سالن کا ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص لہسن یا پیاز کھائے تو وہ ہم سے الگ رہے" اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کے آئی جس میں ایسی ترکاریاں پکی ہوئی تھیں جن میں بو آتی تھی تو آپ نے صحابی سے فرمایا کہ "تو کھانے کے پیش کر میں اس سے بات کرتا ہوں جس سے تو نہیں کرتا"۔

میں کہتا ہوں فرشتوں کو بنی آدم سے پاکیزگی اور خوشبو اور وہ چیز جو پاکیزگی کی عادت پیدا کرے پسند ہے اور ان کے اضداد سے نفرت کرتے ہیں، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مابین مسلمین کی شریعت کے جن میں ملکیت کے انوار چمکتے ہیں اور مابین ان کے اور غیر کے فرق کر دیا ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ اس بندہ سے خوش ہوتا ہے کہ جب وہ کھانے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور جب گھونٹ پیئے اس پر اللہ کا شکر بجا لائے"، اسکا راز سابقاً گذر چکا ہے، اور حمد کے پسند کی

* طریقے وارد ہوئے ہیں ان میں سے جس کو عمل میں لایا اس نے سنت کو

لحمد لله حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه غير مكفي ولا مودع ولا مستغنى عنه ربنا، ومنها الحمد لله الذي اطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمين، ومنها الحمد لله الذي اطعمه وسقاه وسوغه وجعل له مخرجا، ولما كانت الضيافة بابا من ابواب السماحة وسبب لجمع شمل المدينة والملة مؤد يا الى تودد الناس وان لا ينفطر ابناء السبيل وجب ان تعد من الزكاة ويرغب فيها ويحث عليها قال صلى الله عليه وسلم من كان يؤمن بالله واليوم الاخر فليكرم ضيفه، فثبت الحاجة الى تقدير مدة الضيافة لئلا يحرج الضعيف او يعد الكليل منها كثيرا فقد الاكرام جملة وهو الجائزة وجعل آخر الضيافة ثلاثة ايام ثم يحتسب للصدقة

السُّكرات

واعلم ان ازالة العقل متنا ول المسكر يحكم العقل بقبحه لما فيه من ترك ما للنفس في وساطة البهيمية والتمعد من الملكية في الغاية وتغيير لخلق الله حيث افسد عقله الذي خص الله به نوع الانسان ومن به عليهم وافساد المصلحة المنزلية والمدينة واضاعة المال والتعرض لبهيات منكرة يجعله صفا الصبيان، وقد جمع الله تعالى كل هذه المعاني تصريحا او تلويحا في هذه الاية انما يريد الشيطان ان يوقع بينكم العداوة والبغضاء في الخمر والميسر الاية وبذلك تفوق على المدل والنحل على تحريم الخمر بين لامر كما

کر دیا، اذان جمعہ یہ ہے۔ الحمد لله حمدا كثيرا مباركا فيه غير مكفي ولا مودع ولا مستغنى عنه ربنا، اور اذان جمعہ یہ ہے۔ الحمد لله الذي اطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمين اور اذان عید یہ ہے۔ الحمد لله الذي اطعمه وسقاه وسوغه وجعل له مخرجا،

اور چونکہ ضیافت سخاوت کے ابواب میں سے ایک باب ہے اور شہر اور ملت کے امور کے تفاق کا باعث ہے اور وہ لوگوں کی محبت پیدا کرتی ہے اور مسافروں کو اس سے فائدہ پہنچتا ہے تو اس کو زکوٰۃ کے باب میں شمار کرنا، اور اس میں رغبت دلانا اور لوگوں کو اس پر آمادہ کرنا ضروری ہوا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے پھر اس بات کی حاجت ہوئی کہ مہمانوازی کی مدت مقرر کیجائے تاکہ مہمان اہل خانہ کو تنگی میں نہ ڈالے یا تھوڑی سی ضیافت سبب نہ کہی جائے سو اسطے اس کے اکرام کی مدت ایک دن رات مقرر کی گئی اور وہ تحفہ اور صلہ ہے اور ضیافت کی انتہائی مدت

مُسکرات کا بیان

واضح ہو کہ شراب اور جیسی کہ عقل کا زائل کرنا عقل کے نزدیک بری ہے اس لئے کہ اس میں نفس کو ورطہ بہیمیت میں ڈالنا جانور کی طبیعت سے نہایت درجہ بعید ہو جانا ہے اور خلق الٰہی کو بدلنا ہے اس لئے کہ اس شخص نے اپنی اس عقل کو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نوع انسان کو مخصوص کیا ہے اور اس کے ساتھ انپر احسان کیا ہے کھو دیا اور اس میں مصلحت منزلیہ اور مدینہ کا فاسد کرنا اور مال کا ضائع کرنا اور بیہودہ بکواس کا پیدا کرنا ہے اور اوپر طاری کرنا ہے جس سے وہ بمنزلہ طفل بن جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ان سب باتوں کو صراحتہً و اشارۃً اس آیت میں جمع کر دیا ہے۔ انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر الآیۃ اور اسی وجہ سے کہ تمام اہل مذاہب اور اہل عقل کا اس کے قبیح ہونے پر اتفاق ہے، اور بعض نصرانیت سے رکھنے والے جو

يظنه من لا يعرفه لان من اباحه حسبه باطلا
في الحكمة العملية مبنية من تنويعة
الطبيعة فان هذا الظن من باب اشتباه
الحكمة الطبية بالحكمة العملية وكثيرا
ما يقع بينهما
تجاذب ونشأ كثير من الناس
فيه من اسباب لفظية اذا
الوجب حفظها في الطب وربما اوجبت
الحكمة العملية اذا كان فيه صلاح المدينة
او دفع عارتشديد وكالحد يوجبه
الطب عند التوقان ويخوف فتأذى من
تركه وربما حرمته الحكمة العملية اذا
كان فيه عار او منابذة سنة راشدة وقد
اهمل الرأي من كل امة وكل قرن بل شهود
في ترجيح المصلحة على الطب وربما من
الاشهور فاوالايقيد به هيلا او يهجم
بحسبه فسقا ما حتى من
اختلاف يهمني ذلك وقد علمت
ذلك حيث قال فيهما اثمهما كبير ومنافع
واثمهما اكبر من نفعهما وحرمت الخمر
اذ لم يبلغ حد السكر ولم يرتب
عليه المفاسد او سببت فيه
الرأي والسرقة بقرينة الحمدية
التي هي الغاية في سعة الرحمة وسد
الذرائع وقطع احتمال التحريف والتبديل
ان قليل الخمر يدعو الى
عن المفاسد من غير
اعمر ويجر فيها
كان و

گمان کرتے ہیں کہ جس حکم سے وہ ایک طرف ہیں
کیونکہ اس میں طبیعت کو تقویت ہوتی ہے
ہے کیونکہ
گمان کرتا ہے کہ حکمت طبیہ کی حکم
ہے اور حق یہ ہے کہ
ان دونوں میں
ہے کیونکہ
بسا اوقات یہ تمثال
مرتب ہوتا ہے کیونکہ اس میں
ملائم ہوتی ہے اور اسی
ترک کرنے سے ضرر کے
ہے اور بسا اوقات
کے خلاف ہونے کی وجہ سے
ہے اور
ہے اور
ہیں اور ان کا گناہ ان کے منافع سے زیادہ بڑا ہے
یہ کہ نشہ کی حد تک نہ پہنچے
ساست
کرنے سے
یا کہ تھوڑی شراب زیادہ شراب کا
سے منع کیا جائے کچھ مؤثر نہیں ہے اور اس
کا حال کافی شاہد ہے اور نیز

الرخصة في بعضها لم تنتظر السنة
الثانية اصلا فانزل التحريم الى نوعها
قليلها وكثيرها ؛

وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم
لعن الله الخمر وشاربها وساقيها وبائعها
ومبتاعها وعاصرها ومعتصرها وحاملها
والمحمولة اليه ؛

اقول لما تصيفت المصلحة في تحريم
شئ واخمالي ونزل القضاء بالملك وجب
ان ينهى عن كل ما يتوسل اليه وبروجه في
الناس ويحصل عليه فان ذلك من تمام
المصلحة ومن دواعي الشر ؛ وقد اسند ان
عن النبي صلى الله عليه وسلم رضي الله
عنهم احاديث كثيرة من طرق لا تحصى
بعبارات مختلفة ، فان الخمر من ثلاثة
اشجر تمن النخلة والعنبة ، واحاديث صلى
الله عليه وسلم من سأل من التمر ... وغيره ما
وغيره ما فقال كل شراب اسكر ... ع اور غیرہ کی دلیل
حرام ، وقال عليه الصلاة والسلام كل ... ہر نشہ آور حرام ہے" وہ کی صلے
مسكر خمر وكل مسكر حرام وما ... اور ہر نشہ آور
فطبله حرام وما اسكر ... کا بھی
منه حرام وقال ... اس کا
قرن تحريم خمر وهي ... کیا ہے کہ
والتمر ، والحنطة والشعير ... شراب کی
خمر ما خامر العقل ... تھی
خمر حين حرمت وما بقي ... ہوش کر دے
والبسر وغالبة خمرنا ... ان لوگوں کا قول ہے کہ جب
كبروا وقالوا نفضيه ... ہوا

کھس جانے تو سیاست میں کا نظام بالکل نہیں ہو سکتا اس
واسطے مطلق شراب کے ساتھ حرمت متعلق ہوئی خواہ وہ
تھوڑی ہو یا بہت،

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے شراب
پر اور اس کے پینے والے پر اور اس کے پلانے والے پر اور اس کے
بیچنے والے پر اور اس کے خریدنے والے پر اور اس کے نچوڑنے
والے پر اور جس کے لئے نچوڑی جائے اس پر اور اس کے اٹھانے
والے پر ... جس کے پاس لا کر اٹھائی جائے اس پر لعنت کی ہے

میں کہتا ہوں کہ جب ایک چیز کے حرام کرنے میں اور اس کی
ممانعت میں مصلحت قرار پا گئی اور اس کے بارے میں حکم الٰہی نازل
ہو گیا ... ضروری ہوا کہ ان تمام چیزوں سے منع کیا جائے جن سے
اس کی طرف لوگوں کی رغبت ہو اور اس کی رغبت پائی جائے
کیونکہ یہ چیزیں مصلحت کے خلاف اور شرع کے مخالف ہیں، اور
نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے بہت سی احادیث ہے
شمار ... مختلف عبارتوں سے منقول ہیں چنانچہ نبی صلے

الی ان تصفیہ قوانین التشریع فانہ لا یعتد
بخصوصیۃ العنب، والمؤثر فی التحریم
کون مزیلا للعقل بل ھو قلیلہ الی کثیرہ
فیجب ان القول ولا یکون لاحد الیوم ان
یذھب الی تحلیل ما اتخذ من غیر العنب
واستعمل قل من حد الاسکار، نعم کان
ناس من الصحابۃ والتابعین لم یبلغھم
حدیث فی اول الامر فکانوا معذورین
ولما استفاض الحدیث وظھر الامر لا
کرابۃ النھار وصح حدیث لبشر بن ناس
من اتق احدھم یسمونھا بغیر اسمھا تحریق
عذرہ اعاذنا اللہ تعالی والمسلمین من ذلک
وسئل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن
الخمر تتخذ خلا؟ قال لا قبل ان صنعھا
للدواء، فقال انہ لیس بدواء ولکنہ داء
اقول لما کان الناس موطنین بالخمر
وکانوا یتحیلون لھا حیلا لم تنفع المصلحۃ
الا بالنھی عنھا علی کل حال لئلا یبقی حد
لاحد ولا حیلۃ، ونھی صلے اللہ علیہ وسلم
عن خلیط التمر والبسر، وعن خلیط
الزبیب والتمر، وعن خلیط الزھو والرطب
اقول السر فی ذلک ان الاسکار یسرع
الیہ بسبب الخلط قبل ان یتغیر طعمہ
فیظن الشارب انہ لیس بمسکر ویکون
مسکرا، وکان صلے اللہ علیہ وسلم ینفس
فی الشراب ثلاثا ویقول انہ ھنی و
مری و ابرا ما ھو؟

قول ذلک لان المعدۃ اذا وصل
الیھا الماء قلیلا قلیلا صرفتہ الطبیعۃ

تو اس میں شک کا کوئی حصہ نہیں ہے کہ خلط شراب ہو یا کچھ اور ہو کیونکہ انگور کی
شراب کے خاص ہونے کے کوئی معنی نہیں اور نہ اس کی حرمت کا
سبب اس کا عقل کو زائل کرنے والا ہونا ہے جس کا تھوڑا بہت
کی طرف مائل ہونا ہے اس واسطے مطلق شراب کی حرمت کا قائل
ہونا ضروری ہوا اس زمانہ میں کسی شخص کو یہ جائز نہیں کہ جو شراب
انگور کے نہ بنائی جائے یا جو حد سکر سے کم استعمال کی جائے اس کے حلال
ہونے کا قائل ہو لیکن صحابہ و تابعین میں سے کچھ لوگ ایسے تھے جن کو
شروع شروع میں یہ حدیث نہیں پہنچی تھی اس واسطے وہ معذور
تھے اور جب یہ حدیث سب میں مشہور ہو گئی اور آفتاب نیم روز
کے مانند یہ بات ظاہر ہو گئی، اور یہ حدیث بھی ثابت ہو گئی
کہ عنقریب اس کے کچھ لوگ شراب پیا کریں گے اور شراب کے
علاوہ اور کچھ اس کا نام رکھیں گے تو اب کچھ عذر باقی نہیں رہا
اللہ تعالیٰ ہم کو اور مسلمانوں کو اس سے بچائے، اور کسی شخص
نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے شراب سے سرکہ بنانے کے متعلق
دریافت کیا تو آپ نے اس کو منع فرمایا۔ اور کسی نے عرض کی
کہ میں اس کو دوا کے لئے بناتا ہوں تو آپ نے فرمایا وہ دوا
نہیں ہے بلکہ بیماری ہے"

میں کہتا ہوں چونکہ لوگ شراب کے بڑے حریص تھے اور اس
کے پینے کے لئے حیلے کیا کرتے تھے اس واسطے مصلحت اس کے بغیر
تمام نہ ہوتی تھی کہ ہر حال میں اس سے منع کیا جائے تاکہ کسی کو
عذر اور عذر ماننے کی گنجائش نہ رہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تر اور خشک
چھواروں کے ملانے سے اور منقی اور چھواروں کے ملانے سے اور
سرخی چھوارے اور ترشی لئے چھواروں کے ملانے سے منع فرمایا
میں کہتا ہوں اس میں راز یہ ہے کہ مزہ بدلنے سے پیشتر ملانے کی
سے ان چیزوں میں جلدی نشہ پیدا ہو جاتا ہے پس پینے والا تو یہ سمجھتا
ہے کہ نشہ آور نہیں ہے حالانکہ اس میں نشہ ہوتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
اس قسم میں پیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس سے خوب سیراب ہو
ہے اور خوب تکلیف کو کھینچتا ہے اور طبیعت کو خوب موافق ہو جاتا ہے"
میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ جب معدہ کی طرف تھوڑا

تھوڑا پانی پہنچتا ہے تو طبیعت جہاں اس کو ضرور کھینچتی ہے

فی ما یعصرها اذا هجم علیها الماء الکثیر تحیرت فی تصاریفه والمبرودة اذا ألقی علی معدته الماء ما بثته البرودة لضعف قوته من سراعة الهضم الکثیر بخلاف ما اذا تلذذ بالمبرودة اذا ألقی علی معدته الماء وزعته حصلت بینهما المدافعة ولم تتم البرودة، واذا لقی شیئا فشیئا وتبعت المزاحمة اولا ثم انجحت البرودة، نهی صلی اللہ علیہ وسلم عن الشراب من فی السقاء وعن اقتناء الاسلحة ؛

اقول وذلک لانه اذا شق فم القربة تشرب منه فان الماء یندفق وینصب فی حلقه دفعة وهو یورث السکباء ویضر بالمعدة ولا یتمیز فی دفق الماء وانصبابه بقدر ما یمضوها ؛

ویحکی ان انسانا شرب من فی السقاء فدخلت حیة فی جوفه، ونهی صلی اللہ علیہ وسلم ان یشرب الرجل قائما وروی انه صلی اللہ علیہ وسلم شرب قائما ؛

اقول هذا النهی نهی ارشاد ونهی تادیب فان الشرب قاعدا من الهیئات الفاضلة والتوب لجموم النفس والری وان تحدرت الطبیعة الماء فی معلیه اما الفضل فللبهائم کالحیوان، وقال علیه السلام الایمن نالاعس ؛

اقول اراد بذلک ندب امته الی التیامن فانه کانت السنة تقدیم الافضل فالافضل ولکن الفضل مصلحا بدیهی ویدرک بادنی تامل فنبههم من کثب علی ما فیه صلاحهم وارشدهم صلی اللہ علیہ وسلم ان یتحسسوا ؛

بچی طرح صرف کرتی ہے، اور جب بہت سا پانی معدہ میں اکدم آپڑتا ہے تو اس کے صرف کرنے میں طبیعت حیران ہو جاتی ہے، اور سردی مزاج والے آدمی کے معدہ میں جب تھوڑا تھوڑا پانی پہنچتا ہے تو وہ پانی کی مدافعت سے اس کی قوت ضعیف ہو جاتی ہے اور اس کو زیادہ سردی تاثیر حاصل ہو جاتی ہے بخلاف اس صورت کے کہ جب معدہ پر پانی پہنچے، اور گرم مزاج والے آدمی کے معدہ میں جب دفعتاً پانی پہنچتا ہے تو ان دونوں میں مدافعت واقع ہوتی ہے اور پورے طور پر برودت حاصل نہیں ہوتی اور جب بتدریج پانی معدہ میں پڑتا ہے تو شروع میں مزاحمت ہوتی ہے پھر برودت غالب آجاتی ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پانی کے برتن کو منہ لگا کر پانی پینے سے اور مشک کے دہانے سے پانی پینے سے منع فرمایا ہے،

میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ جب مشکیزہ کا دہانہ الٹ کر کوئی شخص پانی پیتا ہے تو پانی اس منہ سے اچھل کر دفعتاً اس کے حلق میں پہنچ جاتا ہے اور اس سے جگر پر ورم پیدا ہو جاتا ہے اور معدہ کو مضر پہنچتا ہے اور پانی کو ایک مرتبہ میں گرنے سے اسکو ٹھنڈے وغیرہ کا پتہ نہیں چلتا اور معقول ہے کہ ایک شخص نے مشکیزہ کے دہانہ سے پانی پیا تو پانی کے ساتھ ایک سانپ اس کے پیٹ میں چلا گیا، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پیا،

میں کہتا ہوں یہ نہی ارشاد و ادب کے طور پر ہے کیونکہ بیٹھ کر پینا ایک عمدہ صفت ہے اور اس سے سیری اور دل کو سیری خوب حاصل ہوتی ہے اور طبیعت اس پانی کو اچھے محل میں بھی طرح صرف کر سکتی ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا کھڑے ہو کر پینا بیان جواز کیلئے تھا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ بائیں طرف کا نہ کھاؤ کیونکہ شیطان اس طرف کھاتا ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بائیں طرف کا لحاظ نہ کیا کیونکہ اگر دستر خوان پر کسی شخص کو مقدم کیا جائے تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص کی خصوصیت کو عام لوگ نہیں مانتے اور ایسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جس شخص کو مقدم کیا جائے وہ اس کے دل میں ملال ہو جاتا ہے اور

ینفع فیہ۔

اتوں ذمۃ لئلا یقع فی الماء فی حمۃ
او الفلۃ مالکہ فیحدث ھیئۃ صورہ
قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الفاء اللہم
فلیستنثر۔ حمد واذا نحتم فتحمدن
صورۃ ؛

اللباس الزینۃ والاوانی ونحوھا

اعلم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نظر
الی عادات الجم ونعمتا تھون الانسان
بلذات الدنیا فحرمہ ربہا واصولہ و
کرہ ما دون ذلک لانہ علمات ذلک مفض
الی نسیان الدار الاخرۃ مستلزم للاکثار
من طلب الدنیا، فمن تلک الرد من لباس
الفاخرۃ ون ذلک کبر صورہ واعظم فخرھا
والبحث عنہ من وجوہ، منھا الاسبال فی
القمص والسراویلات فانہ لا یقصد
بذلک الستر والتجمل الذین ھما
المقصودان فی لباس، وانما یقصد بہ
التکبر والخیلاء ونحو ذلک، والتجمل
الجمیل الذی یستوی الناس
صلی اللہ علیہ وسلم لینظر اللہ یوم
القیامۃ الی من جر ازارہ بطرا، وقال صلی
اللہ علیہ وسلم ازرۃ المؤمن الی انصاف
ساقیہ لا جناح علیہ فیما بینہ و
بین الکعبین وما اسفل من ذلک ففی
النار وقال صلی اللہ علیہ وسلم من
لبس الحریر فی الدنیا لم یلبسہ فی الاخرۃ

لباس اور زینت اور ظروف وغیرہ کا بیان

واضح ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عجم کی عادات کی طرف اور
دنیاوی لذات پر مشتمل ہونے میں ان کے تکلفات کی طرف نظر
فرما کر جس چیز کو حرام فرمایا اور جس سے روکا جائے گا مکروہ فرمایا یہ
آپ کو معلوم تھا کہ یہ چیزیں دار آخرت کو بھلا دینے والی اور طلب
دنیا کی کثرت کی طرف لے جانے والی ہیں۔ پس ان میں لباس
کے لباس فاخرہ سے کبر کی بو کا سب سے زیادہ اہتمام ہوتا ہے
اس کی بیان کرتے ہیں اور یہ بھی کئی طرح پر ہوتا ہے
کی گئی ہے۔ ازار کو پنڈلیوں اور ٹخنوں سے نیچا لٹکانا ہے کیونکہ اس
سے ستر اور زینت میں کچھ بھلائی نہیں ہوتی۔ اصل میں ان کو مطلوب
نہیں ہوتے بلکہ فخر اور اپنی دولت مندی وغیرہ دکھانا مقصود ہوتا ہے
اور ریشم بھی اسی مقصد کے لیے ہوتا ہے۔ اس کے بارے میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن
نظر رحمت نہ فرمائے گا جو اپنے ایک تہبند کو زمین پر کھینچتا چلے۔ نیز
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مومن کی ازار نصف پنڈلی تک
ہوتی ہے نصف پنڈلی سے لیکر ٹخنوں تک اچھا کرنے میں کچھ
گناہ نہیں اور جو ٹخنوں سے نیچی ہے وہ آگ میں
ہے"۔

[illegible] حدیث میں ہے کہ ریشم اور ہر قسم کے کپڑے میں
[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے دنیا میں ریشمی کپڑا
[illegible] وہ آخرت میں نہ پہنے گا"۔

ارة مثل ما ذکرنا فی الخمر، ونهی صلی اللہ علیہ
وسلم عن لبس الحریر والدیباج وعن
لبس القسی والمیاثر والارجوان، ورخص
فی موضع اصبعین وثلاث لانہ لیس من
باب اللباس وربما تقع الحاجة الی ذلک،
ورخص للزبیر وعبد الرحمٰن بن عوف فی
لبس الحریر لحکة بهما لانه لم یقصد حینئذ
به الارتداء وانما قصد الاستشفاء، ومنها
الثوب المصبوغ بلون مطیب یحصل به
التفجر والمراآة، فنهی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم عن المعصفر والمزعفر، وقال
ان هذه من ثیاب اهل النار، وقال
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الطیب الرجال
ریح لا لون له وطیب النساء لون لا ریح له
ولا اختلاف بین قوله صلی اللہ علیہ وسلم
ان البذاذة من الایمان، وقال علیہ السلام
من لبس ثوب شهرة فی الدنیا البسه اللہ
ثوب مذلة یوم القیامة. وقال صلی اللہ
علیہ وسلم من ترک لبس ثوب جمال
تواضعا کساه اللہ حلة الکرامة، وبین
قوله صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یحب
ان یری اثر نعمته علی عبده ورای رجلا
شعثا فقال ما کان یجد هذا ما یسکن به
راسه، ورای رجلا علیه ثیاب وسخة فقال
ما کان یجد هذا ما یغسل به ثوبه،
قال صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتاک اللہ
مالا فلیر نعمة اللہ وکرامته علیک لان
هنالک شیئین مختلفین فی الحقیقة قد
یشتبهان بادی الرای احدهما مطلوب

اور اس میں حکمت وہی ہے جو ہم شراب کے بارے میں بیان کر چکے
ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم اور دیبا کے پہننے اور قسی اور
میاثر اور ارجوان کے پہننے سے منع فرمایا ہے اور بقدر دو انگشت
یا تین کے اجازت دی ہے کیونکہ اتنی مقدار لباس میں داخل نہیں
اور اکثر اتنی مقدار کی طرف ضرورت پڑتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو کھجلی کے باعث
ریشم کے پہننے کی اجازت فرمائی کیونکہ اس وقت میں اس کا
ترفع مقصود نہیں تھا بلکہ شفا حاصل کرنا مقصود تھا،

اور ان میں عمدہ کپڑا ہے جو کسی ایسے رنگ سے رنگا ہو جس
سے تفاخر اور زینت حاصل ہوتی ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے کسم اور زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے سے نہی فرمائی
اور آپ نے فرمایا "یہ دوزخیوں کے کپڑے ہیں" اور نیز آپ نے فرمایا "خبردار
ہو جاؤ مردوں کی خوشبودہ عطر ہے جس میں رنگ نہ ہو اور عورتوں
کی خوشبودہ رنگ ہے جس میں خوشبو نہ ہو" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے اس قول میں کہ سادگی ایمان کی خصلت ہے" اور آپ کے اس
قول میں "جس نے شہرت کے لئے دنیا میں کپڑا پہنا قیامت کے
روز اللہ تعالیٰ اس کو ذلت کا کپڑا پہنائیگا" اور آپ کے اس قول
میں "جس نے تواضع کی خاطر زینت کا لباس ترک کیا تو اللہ تعالیٰ
قیامت کے روز اس کو عزت کا جوڑا پہنائیگا" اور آپ کی اس
حدیث میں کوئی مخالفت نہیں ہے کہ "اللہ تعالیٰ کو یہ بات
پسند ہے کہ وہ بندہ سے اپنی نعمت کا اثر دیکھے" اور نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے ایک شخص کو پراگندہ سر دیکھا اور فرمایا "اسکو اتنی
چیز نہیں ملتی جس سے بالوں کو درست کرلے" اور ایک شخص کو
میلے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا "اس کو ایسی چیز نہیں ملتی
جس سے اپنے کپڑے کو دھولے" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
"جب اللہ تعالیٰ تجھ کو مال دے تو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور
کرامت کا اثر تجھ پر ظاہر ہو" ان حادیث میں اختلاف نہ ہونے کی وجہ
یہ ہے کہ اس مقام پر دو امر ہیں جو حقیقت میں مختلف ہیں اور بظاہر ایک
دوسرے کے مشابہ ہیں ان میں سے ایک شارع کو مطلوب ہے

والآخر مذموم، فالمطلوب تركه شيء، و
يختلف باختلاف طبقات الناس، فالذي
هو في الملوك شيء ربما يكون اتمه ان في حق
غيرهم من عادات اليد والملابس
بالبها لهم واختيار النظافة ومحاسن
العادات، والمذموم الاعتناء في التنعم
والمباهاة والتفاخر بالثياب وكسر قلوب
الفقراء ونحو ذلك، وفي الفاظ الحديث
اشارات الى هذه المعاني كما لا يخفى على
المتأمل، ومناط الاجر دفع النفس عن
اتباع داعية التعظم والفخر، وكان صلى
الله عليه وسلم اذا استجد ثوبا سماه باسمه
عمامة او قميصا او رداء ثم يقول، اللهم
لك الحمد كما كسوتنيه اسالك خيره و
خير ما صنع له، واعوذ بك من شره وشر
ما صنع له، وفي مرسلة مكحول قبل، ومن
تلك الوجوه دفع الخيلاء المترتبة، وههنا
اصلان احدهما ان الذهب هو الذي
يفاخر به العجم ويقضي جريان الرسم بالتحلي
به الى الاكمام ومن طلب الدنيا دون الفضة
ولذلك شدد النبي صلى الله عليه وسلم
في الذهب دون ولكن عليكم بالفضة
فالعبوا بها، والثاني ان النساء احوج الى
تزيين ليرغب فيهن ازواجهن، ولذلك
جرت عادة العرب والعجم جميعا بان
يكون نزههن اكثر من نزههم فوجب ان
يرخص لهن اكثر مما يرخص لهم، ولذلك
قال صلى الله عليه وسلم حين اباح الذهب و
الحرير لاناث امتي وحرم على ذكورها

اور دوسرا مذموم ہے پس مطلوب تو جس کا ترک کرنا ہے اور مرکز
درجات مختلف ہونے کی وجہ سے اس میں بھی اختلاف ہوتا ہے پس
جو بادشاہوں کے حق میں شمار ہوتا ہے وہ ممکن
فقراء کے حق میں اسراف میں داخل ہوتی ہے اور پس
شارع کو ان لوگوں کی عادات کا ترک کرنا مقصود ہے جو
بہائم میں شمار ہوتے ہیں اور پاکیزگی اور پسندیدہ اخلاق کا اختیار
کرنا مطلوب ہے اور مذموم تکلفات میں تفنن کرنا اور دکھاوے کے
کپڑے پہننا اور کپڑوں کے ذریعہ باہم فخر کرنا اور دکھاوے کے لیے کپڑے
پہننا اور کپڑوں کے ذریعہ باہم فخر کرنا اور فقراء کی دل شکنی کرنا
وغیرہ امور ہیں، اور الفاظ حدیث میں ان معانی کی طرف اشارات
بھی ہیں جیسا کہ مخفی پر پوشیدہ نہیں ہے اور اجر کا مدار اس پر ہے
اور نفس کے تباہ کن تعظم اور فخر سے نفس کے باز رکھنے پر ہے، اور نبی صلے اللہ
علیہ وسلم جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تھے تو اس کا نام عمامہ یا کرتا یا
چادر لیتے تھے پھر یہ فرماتے تھے اللھم لک الحمد کما کسوتنیہ اسالک
خیرہ وخیر ما صنع لہ واعوذ بک من شرہ وشر ما صنع لہ، اور
کی وجہ پہلے بیان ہو چکی ہے اور بخلاف صورت کے اعلیٰ قسم کا ریشم ہے
اور یہاں دو اصل ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ سونا ایسی چیز ہے جس
پر عجمی لوگ فخر کرتے ہیں اور سونے کے پہننے کے دستور کے جاری
ہونے میں دنیا کی طلب زیادہ ہوتی ہے بخلاف چاندی کے
اسی وجہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سونے کی بابت
تشدد فرمایا اور فرمایا مگر تم چاندی کو اختیار کرو پس اس
سے کھیلا کرو،

دوسری اصل یہ ہے کہ عورتوں کو زینت کی زیادہ ضرورت
ہوتی ہے تاکہ ان کے شوہروں کو ان سے رغبت ہو یہی وجہ
ہے کہ تمام عرب اور عجم کی یہ عادت جاری ہے کہ بہ نسبت
مردوں کے عورتوں کی پوشاک زیادہ ہوتی ہے اسی واسطے
ضرورت ہوا کہ عورتوں کو مردوں سے زیادہ زینت کی اجازت
دی جائے اسی لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حریر
اور ریشم میری امت کی عورتوں پر حلال اور مردوں پر حرام کیا گیا

وقال صلى الله عليه وسلم في خاتم ذهب في يد رجل يعمد احدكم الى جمرة من نار فيجعلها في يده، ورخص عليه السلام في خاتم الفضة لاسيما الذي سلطان، قال لانتمه مثقالا، ونهى صلى الله عليه وسلم النساء عن غير المقطع من الذهب وهو ما كان قطعة واحدة كبيرة، قال صلى الله عليه وسلم من احب ان يحلق حبيبه حلقة من نار فيحلقه حلقة من ذهب، وذكر على هذا الاسلوب الطوق والسوار، وكنا احاط [illegible] بقلادة من ذهب وخرص من ذهب [illegible] سلسلة من ذهب، بين المعنى في هذا الحكم حيث قال اما انك لن تدع شيئا تخلي ذهبا لتصلحه الا اذبته به، وكان لام سلمة رضي الله عنها، وضاح من ذهب، واظاهر انها كانت مقطعة، وقال صلى الله عليه وسلم حل الذهب للاناث صنعت الحل في الجملة؛

هذا ما يوجبه مفهوم هذه الاحاديث ولم اجد لها معارضا، ومذهب الفقهاء في ذلك معلوم مشهور والله اعلم بحقيقة الحال؛

ومنها التزين بالشعور فان الناس كانوا مختلفين في امره، فالمجوس كانوا يقصون اللحى ويوفرون الشوارب، وكانت سنة الانبياء عليهم السلام خلاف ذلك فقال صلى الله عليه وسلم خالفوا المشركين وفروا اللحى واحفوا الشوارب وكان الناس يحبون التنعم [illegible]

اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی کی مذمت جو ایک شخص کے ہاتھ میں تھی یہ فرمایا "تم میں سے کوئی شخص آگ سے انگارہ کا قصد کرتا ہے اور اس کو اپنے ہاتھ میں رکھ لیتا ہے"، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی کی مردوں کو اجازت فرمائی ہے خاصکر صاحب حکومت کے لئے، اور فرمایا کہ ایک مثقال کے برابر اس کو پورا مت کرو، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو غیر مقطع سونے سے منع فرمایا، اور غیر مقطع وہ ہے جو سونے کا ایک بڑا سا ٹکڑا ہو، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو کوئی اپنے دوست کو آگ کا حلقہ پہنانا چاہے تو وہ اس کو سونے کا حلقہ [illegible] اور اسی طریق پر مہسلی اور کنگن کو [illegible] اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے [illegible] حکم کیا

ہو جاؤ تم میں سے جو عورت نمائش کے لئے [illegible] اس کو اسی کے ساتھ عذاب دیا جائے گا"، حضرت ام سلمہ کے پاس سونے کا ہار تھا اور ظاہر ہے کہ وہ مقطع کے قبیل سے تھا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ "عورتوں کے لئے سونا حلال ہے" تو اس کے یہی معنی ہیں کہ فی الجملہ حلال ہے،

یہ جو کچھ ہم نے ذکر کیا ان احادیث کا مفہوم ہے اور مجھ کو ان احادیث کا کوئی تعارض نہیں ملا، اور فقہاء کا جو اس میں مذہب ہے وہ معلوم و مشہور ہے اور اللہ تعالیٰ حقیقت حال سے خوب واقف ہے،

اور از آں جملہ بالوں کی زینت ہے اس کے اندر لوگوں کے مختلف طریقے تھے پس مجوس تو اپنی ڈاڑھی منڈاتے اور مونچھوں کو بڑھاتے تھے لیکن انبیاء علیہم السلام کا طریقہ اس کے خلاف تھا، اس لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مشرکین کی مخالفت کرو ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کتراؤ"

الهيئة المهذة ويكرهون التجمل والتزين، وناس يتعمقون في التجمل ويجعلون ذلك اصل وجوه الفخر وغمط الناس، فكان حال مذهبهم جميعا ورد طريقهم احد المقاصد الشرعية، فان مبنى الشرائع على التوسط [illegible] بين المصلحتين [illegible] صلى الله عليه وسلم الفطرة خمس الختان، الاستحداد ونقص الشارب وتقليم الاظفار ونتف الابط، ثم مست الحاجة الى توقيت ذلك ليمكن الانكار على من خالف السنة ولئلا يصل المتورع الى الحلق والنتف كل يوم، والعتهان الى تركه سنة فوقت في قص الشارب وتقليم الاظفار ونتف الابط وحلق العانة ان لا يترك اكثر من اربعين ليلة، وقال صلى الله عليه وسلم ان اليهود والنصارى لا يصبغون وكان اهل الكتاب يسدلون، والمشركون يفرقون فسدل النبي صلى الله عليه وسلم [illegible] فرق بعض الناس ان السدل ان يرخي [illegible] وفي هيئة بدعة والفرق ان يجعل [illegible] صغيرة في [illegible] صلى الله عليه وسلم عن القزع،

اقول السر فيه انه من هيئات الشياطين وهو نوع من المثلة تعافها الانفس ارباب القلوب السوية باعتيادها، وقال صلى الله عليه وسلم من كان له شعر فليكرمه، ونهى عن الترجيل الا غبا يريد التوسط بين الافراط والتفريط، وقال صلى الله عليه

اور بری صورت بنانے کو پسند کرتے تھے اور ریت کو مکروہ جانتے تھے اور بعض لوگ ایسے تھے جو زیبائش پر بڑا فخر کرتے تھے اور اس کو بڑی فخر کی بات سمجھتے تھے اور دوسرے لوگوں کو ذلیل سمجھتے تھے پس ان سب طریقوں کا مٹانا مقاصد شرعیہ میں سے ایک مقصد تھا کیونکہ شرائع کا مبنی افراط اور تفریط کے مابین حالت پر اور ان دونوں مصلحتوں میں [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم فطرت کی باتوں میں سے ہیں [illegible] مونچھیں کترنا، ناخنوں کا کاٹنا اور بغلوں کے بال اکھاڑنا، پھر ہر ایک کا وقت مقرر کرنے کی ضرورت پڑی تاکہ مخالف سنت پر اعتراض ہو سکے اور تاکہ بڑا پرہیزگار ہر ہفتہ بال مونڈنے میں اور اکھیڑنے میں نہ پڑ جائے اور سست آدمی سال سال بھر تک خبر نہ لے اس سبب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھوں کے کترانے میں اور ناخنوں کے تراشنے میں اور بغل کے بال کے اکھیڑنے میں اور زیر ناف بال لینے میں یہ مدت مقرر فرمائی کہ چالیس روز سے زیادہ دیر نہ کی جائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود و نصاریٰ ڈاڑھی کو نہیں رنگتے تم ان کے خلاف کرو اور اہل کتاب سر کے بالوں کو سدل کرتے تھے اور مشرکین مانگ نکالا کرتے تھے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اول سدل کیا پھر مانگ نکالی پس سدل کے معنی پیشانی کے بالوں کا منہ پر چھوڑے رکھنے اور یہ ایک پریشان صورت ہے اور فرق بالوں کی دو چوٹیاں بنا کر پیچھے پہنچا دینے کو کہتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کے بعض حصہ کو مونڈنے اور بعض حصہ کے بال رکھنے سے منع فرمایا ہے،

میں کہتا ہوں اس میں راز یہ ہے کہ یہ ہیئت شیطانی ہے اور ایک قسم کا مثلہ ہے جس کو تمام نفوس سوائے ان نفوس کے جو اس کے عادی ہو کر مادون ہو گئے ہیں برا جانتے ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کسی کے بال ہوں تو وہ ان کی عزت کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے تیسرے روز کے کنگھی کرنے سے منع فرمایا ہے جس سے آپ کی مراد افراط و تفریط میں میانہ روی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

وسلم لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغيرات خلق اللہ، ولعن صلی اللہ علیہ وسلم المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال ؛

اقول الاصل فی ذلک ان اللہ تعالے خلق کل نوع وصنف مقتضیا لظهور احکام فی ابدانه کالرجال تلتحی وکالنساء یضعفن الی نوع من الطرب والخفة، فاقتضاؤها للاحکام لمعنی فی ابدانها هو بعینه کراهة اضدادها، ولذلک کان لعرض لقاء کل نوع وصنف علی ما تقتضیه فطرته وکان لتغییر الخلق سببا للعن، ولذلک کره النبی صلی اللہ علیه وسلم انزاء الحمیر علی الخیل، فمن الزینة ما یکون کالتقویة لفعل الطبیعة والمعاونة لها والمشابهة ایاها کالکحل والترجل وهو المحبوب، ومنها ما یکون کالمباین لفعلها کاختیار الانسان هیئة الدواب وما یکون صنفا فی ابدانها ما لا تقتضیه الطبیعة وهو المکروه، وهذا داخل الانسان وفطرته [illegible] ومنها صناعة التصاویر فی الثیاب والجدران والامتعة التی نهی عنها النبی صلی اللہ علیه وسلم، ومدار النهی علی شیئان احدهما انها احد وجوه الارتفاق والزینة فانهم کانوا یتفاخرون بها ویبذلون اموالا خطیرة فیها فکانت کالحریر، وهذا معنی موجود فی صورة الشجر وغیرها، والثانی انها مرآة بالعرض واتخاذها کتحریر

کودنے والیوں، گدوانے والیوں اور منہ کے بال اکھڑوانے والیوں اور حسن کے لئے دانت باریک کرنے والیوں پر جو اللہ کی پیدائش کو بدلنے میں اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر جو عورتوں کے ساتھ مشابہت کرنے میں اور ان عورتوں پر جو مردوں کے ساتھ مشابہت کرتی ہیں لعنت کی ہے۔

[illegible] ہر نوع اور صنف کو اپنی فطرت پر باقی رہنا پسند ہوا، اور پیدائش الٰہی کا بدلنا لعنت کا باعث ہوا اور اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خچروں کے پیدا ہونے کے لئے گدھے کو گھوڑی پر دوڑنے سے منع فرمایا ہے، مگر بعض زینت ایسی ہوتی ہے جس سے طبیعت کے فعل کی تقویت اور اس کی مدد اور اس کی پیروی ہوتی ہے جیسے سرمہ لگانا اور کنگھی کرنا اور یہ زینت پسندیدہ چیز ہے اور بعض قسم کی زینت فعل طبیعت کے منافی ہوتی ہے جیسے انسان کو حیوانات کی ہیئت بنانا اور بعض قسم کی زینت ایسی ہوتی ہے جس میں طبیعت کے خلاف بے تکلف کسی چیز کا پیدا کرنا ہوتا ہے اور ایسی زینت بھی غیر پسندیدہ ہے، جب انسان اپنی فطرت کے ساتھ اس پر غور کریگا تو ضرور اس کو معلوم کر لیگا

اور ازاں جملہ کپڑوں اور دیواروں اور برتنوں میں تصاویر بنانا ہے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے اور اس ممانعت کا مدار دو چیزوں پر ہے ایک یہ ہے کہ اس میں زینت اور زینت کی صورت پائی جاتی ہے اس واسطے کہ لوگ ان تصاویر سے فخر کیا کرتے تھے اور بہت سا مال اس میں صرف کرتے تھے پس وہ بھی مثل حریر کے شمار کی گئیں اور یہی علت درخت وغیرہ کی تصاویر میں پائی جاتی ہے، دوسری چیز یہ ہے کہ تصاویر میں مشغول ہونا اور ان کا بنانا اور

الرسم بالرعبة فيها يفهم بابه عبارة الاصنام
وبيوته ومرهاديذكرها لاهلها، وما فشت
عبادة الاصنام في اكثر الطوائف الا من
هذه، وهذا المعنى يختص بصورة الحيوان
ولذلك امر بقطع راس التمثيل لتصير كهيئة
الشجر، وخفف فساد صناعة صورة الاشجار،
قال صلى الله عليه وسلم ان البيت الذي فيه
الصورة لا تدخله الملائكة، وقال صلى الله
عليه وسلم كل مصور في النار يجعل له
بكل صورة صورها نفسا فيعذب به
في جهنم، قال صلى الله عليه وسلم من
صور صورة عذب وكلف ان ينفخ فيها
وليس بنافخ،

اقول لما كانت تصاوير فيها معنى
الاصنام، وقد تحقق في الملأ الاعلى داعية
غضب ولعن على الاصنام وعبدتها وجب
ان يتنفر منها الملائكة، واذا حشر الناس
يوم القيامة باعمالهم تمثل عمل المصور
بالنفوس التي تصورها في نفسه وارادت
محاكاتها في عملها لانها اقرب ما هنالك
وظهر تقدمه على المحاكاة، وسعيه
ان يبلغ فيها غاية المدى في صورة
التكليف بان ينفخ فيها الروح وليس
بنافخ، ومنها الاشتغال بالمسليات
وهي ما يسلي النفس عن هم الاخرة ودنياه
ويضيع الاوقات كالشعارف والشطرنج
واللعب بالحمام واللعب بنحو ريش بهيمة
ونحوها فان الانسان اذا اشتغل
بهذه الشيء الباطل طعاما وشرابا

اور وہ فن رغبت کرنے کا دستور جاری ہوتا ہے جو کہ اس
بت پرستی کا دروازہ کھلتا ہے اور اس میں بتوں کی عظمت پیدا ہوتی
ہے اور بت پرستوں کے لئے یاد دہانی ہوتی ہے، اور اکثر امتوں میں
جو بت پرستی پھیلی ہے تو اسی وجہ سے پھیلی ہے اور یہ بات صرف حیوانات
کی تصاویر میں پائی جاتی ہے اسی واسطے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے
تصاویر کے سر کاٹنے کا حکم فرمایا ہے تاکہ وہ بمنزلہ درخت کے ہوجائیں
اور درختوں کی تصویر بنانے میں اس قدر فساد نہیں ہے، نبی صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس گھر میں تصویر ہوتی ہے اس میں رحمت
داخل نہیں ہوتے، اور فرمایا ہے "ہر مصور دوزخ میں ہے ہر تصویر
کے عوض میں جو اس نے بنائی ہے ایک شخص مقرر کیا جائیگا جو اس کو
جہنم میں عذاب دیگا، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے
کوئی تصویر بنائی اس کو عذاب دیا جائیگا اور اس سے کہا جائیگا کہ اس
میں جان ڈال اور وہ اس میں جان نہ ڈال سکیگا"

میں کہتا ہوں چونکہ تصاویر کے اندر بتوں کے معنی پائے
جاتے ہیں اور ملاء اعلیٰ میں بتوں اور بت پرستوں پر لعنت اور غضب
کا اقتضاء پایا جاتا ہے اسواسطے ضروری ہوا کہ ملائکہ کو ان سے
نفرت ہو اور قیامت کے روز سب لوگ اپنے اپنے اعمال کے
ساتھ اٹھائے جائیں گے تو اس روز مصور کا عمل ان نفوس کے
متمثل ہوجائیگا جن کا اس نے تصویر بناتے وقت تصور کیا تھا اور
ان کی عمل بنانی چاہی تھی اس واسطے کہ انہیں نفوس کی صورت
میں ظاہر ہونا نہایت مناسب ہے اور اس مصور نے ان حیوانات
کی نفل بنانے پر جو اقدام کیا ہے اور اس میں نہایت درجہ کی
کوشش کرنا اس تکلیف کی صورت میں ظاہر ہوگا کہ اس کو جان
ڈالنے کا حکم دیا جائے اور وہ ڈال نہ سکے گا،

اور ان میں سے ہر غم دور کرنے والی چیزوں میں مشغول رہنا
ہے جو نفس کو دین و دنیا کے غم سے بے فکر کریں اور اوقات
ضائع کریں مثلاً چوسر اور شطرنج اور کبوتر بازی اور جانوروں
کا لڑانا وغیرہ کیونکہ انسان جب ان چیزوں میں مشغول
ہوتا ہے تو کھانے پینے اور ان چیزوں کا سوداسلف میں

وحاجته، وربما كان حائنا ولا يقوم للعمل فان جرى الرسم بالاشتغال بها صار الناس كلا على المدينة ولم يتوجهوا الى اصلاح نفوسهم؛

واعلم ان الغناء والدف فى الوليمة ونحوها عادة العرب والعجم وديدنهم وذلك لما يقتضيه الحال من الفرح والسرور فليس ذلك من المسليات انما هي من المسليات ما كان فى زمانه صلى الله عليه وسلم فى الحجاز وفى القرى حاضرة لا ما كان الاشتغال به زائدا على الفرح والسرور المطلوبين كالمزمار قال صلى الله عليه وسلم من لعب بالنرد شير فقد عصى الله ورسوله، وقال صلى الله عليه وسلم من لعب بالنرد شير فكأنما صبغ يده فى لحم خنزير ودمه، وقال صلى الله عليه وسلم ليكونن من امتى اقوام يستحلون الحر والحرير والخمور والمعازف وقال صلى الله عليه وسلم اعلنوا النكاح واظهروا عليه بالدف فالملاهى نوعان محرم وهى الآلات المطربة كالمزامير ومباح وهو الدف والغناء فى الوليمة ونحوها من حادث سرور، واما الحداء وهو فى الاصل ما يقصد به تحريك الابل لكن المراد هنا ما يعم التشبيب مما تستلذ به الركبان ولا يليق بهو مباح وانه من اسباب سعادة دون المسليات، واما لعب بارادة الحرب كالمسابقة وتاديب الخيل والتلعب بالرمح فليس

بے خبر ہو جاتا ہے اور بسا اوقات پیسہ یا خانہ ردکے رہتا ہے اور اس کے لئے نہیں اٹھتا ہے اگر ان چیزوں میں مشغول ہونا دستور عام ہو جائے تو تمام لوگ شہر پر متوجہ ہو جائیں اور اپنی اصلاح کی طرف متوجہ نہ ہوں،

واضح ہو کہ دلبر وغیرہ کے اندیہ گانا، اور دف بجانا تمام عرب وعجم کی عادت اور ان کا دستور ہے اس واسطے کہ یہ سرور اور خوشی کے حال کا مقتضی ہے پس وہ ان چیزوں میں سے نہیں ہے جو دین و دنیا کو خراب کرنے والی ہیں ان بے غم کرنے والی چیزوں میں فرق اس طرح پر کیا گیا ہے کہ وہ چیزیں جن کا مشغول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حجاز اور آباد شہروں میں اس فرحت اور سرور سے زیادہ نہ سمجھا جاتا تھا جو وہ چیز مطلوب ہے تو وہ چیز ممنوع اور عبادت قیمت کو خراب کرنے والی ہیں مثلاً مزامیر ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے شطرنج کا کھیل کھیلا، اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور آپ نے فرمایا "جس نے چوسر کا کھیل کھیلا گویا اس نے اپنا ہاتھ خنزیر کے گوشت اور خون میں رنگ لیا" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میری امت میں سے ضرور کچھ لوگ ہوں گے جو زنا اور ریشم اور شراب اور طبل کی چیزوں کو حلال سمجھیں گے" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نکاح کا اعلان کرو اور اس پر دف بجاؤ" پس لہو ولعب کی دو قسمیں ہیں ایک حرام اور یہ وہ کھیل کی چیزیں ہیں جو سرور حاصل کرنے کے لئے استعمال کیجاتی ہیں مثلاً مزامیر اور ایک مباح اور وہ ولیمہ وغیرہ میں دف اور غنا ہے جس سے سرور پیدا ہوتا ہے اور حدی اصل میں وہ چیز ہے جس سے اونٹ کو تیز چلانا مقصود ہوتا ہے مگر یہاں مطلق خوش الحانی و گھنٹا بڑھانے کے ساتھ اس پر کا بڑھانا مراد ہے اور وہ مباح ہے کیونکہ وہ حلال اور کراہت پیدا کرنے والی چیز ہے اور ایسی چیز نہیں ہے جس سے دنیا و آخرت [illegible] ہو جائے

[illegible] صواری اور نیزہ بازی، پس یہ درحقیقت

من اللعب لا لحقيقة لما فيه من مقصود شرعي وقد لعبت الحبشة بالحراب والدرق بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم مسجده وقال صلى الله عليه وسلم لرجل يتبع حمامة شيطان يتبع شيطانة، ونهى عليه السلام عن التحريش بين البهائم، ومنها اقتناء كلب وكثير من الدواب والفرش لا يقصد بذلك كفاية الحاجة بل مراآة الناس والفخر عليهم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم فراش للرجل وفراش لامرأته والثالث للضيف والرابع للشيطان، وقال صلى الله عليه وسلم يكون ابل للشياطين وبيوت للشياطين، قال ابوهريرة رضي الله عنه اما ابل الشياطين فقد رأيتها يخرج احدكم بخيارات سمانها قد اسمنها ولا يعلو بعيرا منها ويمر باخيه قد انقطع به فلا يحمله، وكان اهل الجاهلية مولعين باقتناء الكلاب جمع كلب وهو حيوان ملعون تتأذى منه الملائكة فان له مناسبة بالشياطين كما قلنا في الوزغ، فحرم النبي صلى الله عليه وسلم اقتناءها وقال من اتخذ كلبا الا كلب ماشية او صيد ونقص من اجره كل يوم قيراط وفي رواية قيراطان، وفي حكم الكلاب القردة والخنازير۔

اقول اسر في انتقاص اجره ان يصد لبهيمة ويقهر الملكية، والقيراط مخرج مخرج المثل يريد به اجزاء القليل وكذلك نعرف بين قوله صلى الله عليه وسلم

کھیل میں داخل نہیں ہیں کیونکہ ان سے مقصود شرعی حاصل ہوتا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو آپ کی مسجد میں حبشیوں نے برچھا کھیلا ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے متعلق جو ایک کبوتری کے پیچھے پیچھے جاتا تھا فرمایا "شیطان شیطانہ کے پیچھے جاتا ہے" اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو لڑانے سے منع فرمائی ہے

اور ان سب جملہ بلا ضرورت صرف دکھانے اور فخر کرنے کے لئے بہت سے جانور اور سامان کا جمع کرنا ہے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ایک بستر مرد کے لئے اور ایک اس کی بیوی کے لئے اور ایک مہمان کے لئے کافی ہے اور چوتھا بستر شیطان کیلئے ہے"، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جہاں سے اونٹ اور بہت سے گھر شیطان کے لئے ہوتے ہیں"، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شیطان کے لئے اونٹ تو میں نے دیکھے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص عمدہ عمدہ اونٹوں کو فربہ کرکے اپنے ساتھ لیکر نکلتا ہے ان میں سے کسی پر سوار نہیں ہوتا اور نہ کسی مسلمان بھائی کو جو راستہ میں تھکا ماندہ ملتا ہے اس کو سوار کرتا ہے"

اور اہل جاہلیت کو کتے پالنے کا بڑا شوق تھا اور کتا ایک ملعون جانور ہے جس سے ملائکہ کو نفرت ہے کیونکہ اس کو شیاطین سے مناسبت ہے جیسا کہ ہم نے گرگٹ کے بارے میں بیان کیا ہے اس واسطے ہی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو پالنے سے منع فرمایا اور یہ فرمایا "جو شخص کتا رکھے بجز اس کے کہ جو مویشی یا شکار یا کھیتی کے لئے ہو تو ہر روز اس کے اجر میں سے ایک قیراط کم ہوتا رہتا ہے" اور ایک روایت میں دو قیراط آیا ہے، اور بندر اور سور پالنے کا حکم بھی کتے کے حکم کے مانند ہے،

میں کہتا ہوں اجر کے کم ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اس فعل سے قوت بہیمیہ زندہ ہوتی ہے اور ملکیت مغلوب ہوتی ہے، اور قیراط کی مقدار کو بطور تمثیل کے ذکر کیا ہے اور اس سے جزاء قلیل مراد ہے اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو قیراط اور ایک قیراط کے ساتھ

تباطان وقولہ تباراط مناقضۃ، و منہا استعمال اوانی الذہب والفضۃ، قال صلے اللہ علیہ وسلم الذی یشرب فی اناء الفضۃ، انما یجرجر فی بطنہ نار جہنم، وقال صلی اللہ علیہ وسلم لا تشربوا فی انیۃ الذہب والفضۃ ولا تأکلوا فی صحافہا فانہا لہم فی الدنیا ولکم فی الاخرۃ، وقد ذکرنا من قبل ما ینکشف بہ سرہ، قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خمروا الانیۃ واوکوا الاسقیۃ واجیفوا الابواب واکتفوا صبیانکم عند المساء فان للجن انتشارا وخطفۃ واطفئوا المصابیح عند الرقاد فان الفویسقۃ ربما اجترت الفتیلۃ فاحرقت اہل بیت وفی روایۃ فان الشیطان لا یحل سقاء اولا یفتح بابا ولا یکشف اناء، وفی روایۃ فان فی السنۃ لیلۃ ینزل فیہا وباء لا یمر بانا ء لیس علیہ غطاء او سقاء لیس علیہ وکاء الا نزل فیہ من ذلک الوباء، اقول اما انتشار الجن عند المساء فلکونہم ظلمانیین فی اصل فطرتہم فیحصل لہم عند انتشار الظلمۃ بہجۃ وسرور فینتشرون واما ان الشیطان لا یحل وکاء فلان اکثر شرورہم علی ما ادرکنا فی ضمن الافعال الطبیعیۃ کما ان الہوام اذا دخل فی البیت دخل بحنی معہ واذا تدہدہ الجعرور امد فی تدہدہہ تدہدہ اکثر مما تقتضیہ العادۃ ونحو ذلک واما ان فی السنۃ لیلۃ ینزل فیہا الوباء فمعناہ انہ یجیء بعد زمان طویل وقت یفسد فیہ الہواء وقد شاہدنا ذلک مرۃ احسست بہواء خبیث اصابنی صداع فی سماتہ ارصالی ثم رأیت کثیرا من الناس قد مرضوا

بیان کرنے میں کوئی منافات نہ ہوئی، اور اناء مبد سونے چاندی کے ظروف کا استعمال ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چاندی کے برتن سے پیتا ہے بلاشبہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونے اور چاندی کے برتن میں مت پیو اور اس کی رکابیوں میں مت کھاؤ کیونکہ کفار کے لئے وہ دنیا میں ہیں، اور تمہارے لئے وہ آخرت میں ہیں اور پہلے جو ہم بیان کر چکے ہیں اس سے، جس کی وہ بالکل ظاہر ہو سکتی ہے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شام کے وقت برتنوں کو ڈھانک دیا کرو، اور مشکیزوں کے دہانے باندھ دیا کرو اور دروازوں کو بند کر دیا کرو اور اپنے بچوں کو گھر سے نہ نکلنے دو کیونکہ شیطان پھیل جاتے ہیں، جب چاہتے چھرتے ہیں اور سوتے وقت چراغوں کو گل کر دیا کرو اسواسطے کہ بسا اوقات چوہیا بتی کو کھینچ لیجاتا ہے اور گھر والوں کو جلا دیتا ہے، اور ایک روایت میں آیا ہے کیونکہ شیطان نہ مشکیزہ کھول سکتا ہے اور نہ دروازہ کو کھولتا ہے اور نہ برتن کو کھولتا ہے، اور ایک روایت میں آیا ہے کیونکہ سال بھر میں ایک رات ایسی ہوتی ہے جسمیں وبا نازل ہوتی ہے پھر اس وبا کا جس کسی ایسے برتن پر گذر ہوتا ہے جس پر سرپوش نہیں ہے یا مشکیزہ پر سے گذرتا ہے جو سربند نہیں ہے تو اسمیں اس وبا میں سے کچھ نازل ہوتا ہے میں کہتا ہوں شام کے وقت جنوں کا پھیلنا اسوجہ سے ہے کہ وہ اصل فطرت کے اعتبار سے ظلمانی ہیں پس تاریکی کے پھیلنے سے انکو خوشی اور سرور حاصل ہوتا ہے اور وہ جہان میں پھیل جاتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ شیطان بند چیز کو نہیں کھولتا تو اس کا سبب یہ ہے کہ شیاطین کا اکثر اثر جو ہم کو معلوم ہوا ہے افعال طبعیہ کے ضمن میں ہوتا ہے جس طرح کہ ہوا جب کسی گھر میں داخل ہوتی ہے تو اس کے ساتھ جن بھی داخل ہو جاتا ہے، اور جب کوئی پتھر لڑھکا دیا جائے اور اس کے لڑھکانے میں کچھ زیادتی کیجائے تو وہ مقتضائے عادت سے زیادہ لڑھک جاتا ہے وغیرہ ذالک، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ سال بھر میں ایک رات ایسی ہوتی ہے جس میں بلا نازل ہوتی ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ زمانہ طویل کے بعد ایسا وقت آتا ہے جس میں ہوا بگڑ جاتی ہے، میں نے ایک مرتبہ یہ کیفیت محسوس کی ہے کہ مجھے کچھ خرابی معلوم ہوئی سر میں درد پیدا ہو گیا پھر میں نے دیکھا کہ اسی رات میں بہت سے لوگ بیمار ہوئے اور ان میں امراض کے [illegible]

الحدث ومعرفة في تلك البيئة، ومنها استعدادها
في البنيان وتزويق البيوت وزخرفتها فكانوا
يتكلفون في ذلك غاية التكلف ويبذلون
موادا كثيرة فعالج النبي صلى الله عليه و
سلم بالتخويف الشديد، فقال ما انفق
المؤمن من نفقة الا اجر فيها الا نفقته في
هذا التراب، وقال صلى الله عليه وسلم ان
كل بناء وبال على صاحبه الا ما لا الا ما لا،
يعني لا مال الا ما اتخذ منه، وقال صلى الله عليه و
سلم ليس لي او ليس لنبي ان يدخل بيتا
مزوقا، وقال صلى الله عليه وسلم ان
الله لم يأمرنا ان نكسو الحجارة والطين،
وكان الناس قبل النبي صلى الله عليه وسلم
يتمسكون في امر فهم وعلاجهم بالعرافة
والرقى، وفي تقدمة المعرفة بالفال والطيرة
والخط وهو الرمل والكهانة والنجوم والتعبير
بالرؤيا، وكان في بعض ذلك ما لا ينبغي
لمسلم عند النبي صلى الله عليه وسلم اباحة
الباقي، ولطب حقيقة المتمسك بطبابة
الدينية الحيوانية او الانسانية ومعرفة
[illegible] لا له لا نقصا
[illegible]
[illegible] تصحيحا لما ليس فيه شائبة
[illegible]
[illegible]
[illegible]

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من المعالجات التجربۃ التی کانت عند العرب، واما امر فی تحقیقہا التمسک بکلمات لہا تحقق فی المثال واثر، والقواعد الشرعیۃ لا تدفعہا ما لم یکن فیہا شرک لا سیما اذا کان من القرآن والسنۃ وما یشبہہما من التضرعات الی اللہ، والعین حق وحقیقتہا تاثیر امام نفس العائن فی صدمۃ تحصل من المعین بالمعین، وکذا نظرۃ الجن وکل حدیث ورد فیہ نہی عن الرقی والتمائم والتولۃ فمحمول علی ما فیہ شرک او انہماک فی التسبب بحیث یخفی من البارئ جل شانہ، واما الفال والطیرۃ فحقیقتہما ان الامر اذا قضی بہ فی الملا الاعلی ربما تلون بلونہ وقارن جبلت علی نظیرہ الانحکام من فمہا الخ طرحت منہا الالفاظ التی یتفوہ بہا من غیر قصد معتد بہ وحتی انشاح الخوض لمخفیۃ التی یقصد لہا بالذات. ومنہا الوقائع الجویۃ فان اسبابہا فی الاکثر من الطبیعۃ ضعیفۃ وانما تخلص بصورۃ دون صورۃ باسباب فلکیۃ او انعقادہا فی الملا الاعلی وکان العرب یستدلون بہا علی ما یاتی وکان فیہ تخمین واثارۃ وسوسۃ بل ربما کانت مظنۃ للکفر باللہ وان لم تطمح المہمۃ الی الحق نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الطیرۃ، وقال خیرہا الفال یعنی کلمۃ صالحۃ یتکلم بہا انسان صالح فانہا ابعد من تلک الہیئۃ، ونفی العدوی لا بمعنی نفی سببہ لکن العرب ینظرونہا سببا مستقلا ینسون لتلک

اصل وجہ کے تیر بہدف ہوتا، اور منتر کی حقیقت ایسے کلمات کا استعمال کرنا ہے جن کا عالم مثال میں تحقق اور اثر ہے اور جبتک ان میں کلمہ شرک نہیں ہے قواعد شرعیہ ان کو رد نہیں کرتی خصوصاً جبکہ وہ کلمات قرآن وحدیث کے ہوں جن میں اللہ کی طرف تضرع کے معنی پائے جاتے ہوں، اور نظر بد کی اور اسکی حقیقت دیکھنے والے کے نفس کا صدمہ پہنچانے کی تاثیر اور وہ صدمہ ہے جو دیکھنے والے کی تاثیر نفس سے پہنچتا ہے اور ایسا ہی جنات کی نظر کا حال ہے اور جو حدیث میں منتر اور تعویذ اور ٹوٹکے سے ممانعت آئی ہے تو وہ ان صورتوں کے ساتھ متعلق ہے جن میں شرک یا اسباب میں اس قدر منہمک ہونا پایا جاتا ہو جو باری تعالیٰ سے غافل کردے اور فال، اور شگون کی حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی امر عالم ملا میں قرار پا چکتا ہے تو کبھی اوقات وہ واقعات حوادث حسب کے اعتبار سے ہر ایک کا عکس سرعت کے ساتھ قبول کر لیتے ہیں اور ان کا رنگ پکڑ لیتے ہیں پس ان اوقات میں سے ایک کو دوسرے کی عبارت سمجھا جاتا ہے ان دونوں کے الفاظ ہیں جو بلا قصد معتد بہ کے زبان سے نکل جاتے ہیں اور وہ ان خیالات خفیہ کے، مشابہ ہیں جن کی ان ہی ذات قصد کیا جاتا ہے اور ایک ان میں سے وہ واقعات ہیں جو زمین و آسمان کے درمیان فضا میں ظاہر ہوتے ہیں، بات یہ ہے کہ یہ ان کے اسباب طبیعت کے اعتبار سے اکثر ضعیف ہوتے ہیں اور ان کا کسی صورت کے ساتھ خاص ہونا اور کسی کے ساتھ نہ ہونا کسی سبب فلکی یا عالم ملا میں کسی امر کے قرار پانے سے ہوتا ہے اور عرب کے لوگ ان باتوں سے آئندہ ہونے والی چیز پر استدلال کیا کرتے تھے اور اس بات میں تخمین اور وہم کا دخل ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات کفر کا مظنہ اور اس بات کا احتمال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ نہ رہے، اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بالکل منع فرما دیا اور فرمایا ان میں بہتر فال ہے اچھا کوئی کلمہ جو نیک آدمی کے منہ سے نکلے کیونکہ وہ ان قباحتوں سے بعید ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کی تردید کی اور وہ یہ کہ لوگ کہتے تھے کہ بیماری خود بخود متعدی ہوتی ہے اور فرمایا۔ تب کہ اس کی کیا اصل ہے کہ پہلے کو بیماری تھی اور دوسرا بالکل بھلا چنگا تھا

۱؎ مستقل جب خیال کرتے تھے اور توکل و تامل بھول جاتے

واسباب والحق ان مسببیۃ هذه الاسباب انما
تتقرر اذا لم ینعقد قضاء اللہ علی خلافہ لانہ
اذا انعقد اتمہ اللہ من غیر ان ینخرم النظام
والتعبیر عن هذه النکتۃ بلسان الشرع
انها اسباب عادیۃ لا عقلیۃ والهامۃ تفتح
باب الشرک غالبا، وکذلک الغول فنهوا
عن الاشتغال بهذه الامور لان هذه
لیست حقیقۃ البتۃ کیف والاحادیث
متظاهرۃ علی ثبوت الجن وتردده فی العالم
وعلی ثبوت اصل العدوی وعلی ثبوت اصل
التشؤم فی المرأۃ والفرس والدار فلا جرم
ان المراد نفیها من حیث جواز الاشتغال
بها ومن حیث انه لا یجوز المخاصمۃ فی ذلک
فلا یسمع خصومۃ من ادعی علی احد انه
قتل ابله او مرضها بدخال الابل المریضۃ
علیها ونحو ذلک کیف وانت خبیر بان النبی
صلی اللہ علیه وسلم نهی عن الکهانۃ وهی
الاخبار عن الجن اشد نهی وبری ممن اتی
کاهنا، ثم لما سئل عن حال الکهان اخبر
ان الملائکۃ تنزل فی الغمام فتذکر الامر
قد قضی فی السماء فتسترق الشیاطین السمع
فتسمعه فتوحیه الی الکهان فیکذبون
معها مائۃ کذبۃ یعنی ان الامر اذا تقرر
فی الملا الاعلی ترشح منه رشحات علی الملائکۃ
السافلۃ التی استعدت للالهام فربما اخذ
منهم بعض ازکیاء الجن، ثم تتلقی الکهان
منهم بحسب مناسبات جبلیۃ وکسبیۃ
فلا تشکن ان النهی لیس معللا بعدم
فی الخارج بل علی کونها مظنۃ للخطا والشرک

اور جن بات یہ ہے کہ ان اسباب کی سببیت اسی وقت تک رہتی ہے جبتک
اللہ تعالیٰ کا حکم ان کے خلاف ثابت نہیں ہوتا کیونکہ حکم الٰہی ثابت
ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو پورا کر دیتا ہے بغیر اس کے کہ نظام
میں فرق آئے، اور شرع کی زبان میں اس نکتہ کو اس طرح بیان
کر سکتے ہیں کہ یہ چیزیں اسباب عادیہ ہیں اسباب عقلیہ نہیں ہیں،
اور ہامۃ سے غالباً شرک کا دروازہ کھلتا ہے اور اسی طرح غول سے
اسواسطے ان امور کے اندر مشغول ہونے سے ان کو منع کیا گیا نہ
اسواسطے کہ حقیقت میں ان کی کوئی اصل نہیں ہے اور کیسے ہو سکتا
ہے حالانکہ بہت سی احادیث سے جنات اور ان کا عالم میں منتشر رہنا
ثابت ہے اور متعدی کا پایا جانا ثابت ہے اور بہت سی احادیث سے عورت
اور گھوڑے اور مکان میں نحوست کا پایا جانا ثابت ہے پس لامحالہ انکی
نفی اس معنی کر کے ہوگی کہ انمیں مشغول رہنا منع ہے اور اس میں نفی
نہیں ہو سکتی پس کسی کا یہ دعویٰ مسموع نہ ہوگا کہ اس نے اپنا بیمار اونٹ
دوسرے اونٹ کے پاس کر کے اسکو بیمار کر دیا یا مار ڈالا وعلیٰ ہذا القیاس،
اور یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ تم جانتے ہو کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم
نے کہانت یعنی جنات سے خبر دریافت کر کے بتلانے سے سخت منع کیا ہے
اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کاہن کے پاس جانے والے سے اپنی برأت
کی ہے اور جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کاہنوں کا حال دریافت کیا گیا
تو آپ نے فرمایا کہ فرشتے آسمانوں کے کناروں پر آتے ہیں اور وہ امر
میں جو کچھ قرار پا چکا ہے اس کا ذکر کرتے ہیں پس شیاطین مخفی طور پر
وہاں سننے کیلئے جا پہنچتے ہیں اور کچھ سن لیتے ہیں اور کاہنوں کے آ کر
کہدیتے ہیں اور کاہن اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا دیتے ہیں یعنی ملاء اعلیٰ
میں جب کوئی امر قرار پا چکتا ہے تو ملائکہ سافلہ پر جو الہام کی قابلیت
رکھتے ہیں اس کا القاء ہوتا ہے پھر بعض جنات جو ذکی ہوتے ہیں ملائکہ
سے اسکو معلوم کر لیتے ہیں پھر کسی مناسبت جبلیہ یا کسبیہ کے کاہن جنات سے
حاصل کر لیتے ہیں پس تم اس بات میں ہرگز شک نہ کرنا کہ نہی کا مدار
اس بات پر نہیں ہے کہ ان کا خارج میں کوئی وجود نہیں ہے بلکہ اس
واسطے ان سے نہی کی گئی ہے کہ ان سب میں خطاء اور شرک
اور فساد کا گمان غالب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

سہ رمانہ جاہلیت کے اوہام کے سوا جن ایک ہوا تو ہے جو تیز دوڑ سکتا ہے ۱۲

والفساد كما قال عز من قائل قل فيهما اثم كبير ومنافع للناس واثمهما اكبر من نفعهما
اما الانواء والنجوم فلا يبعد ان يكون لها حقيقة ما فان الشرع انما اتى بالنهي عن الاشتغال به لا نفي الحقيقة البتة وانما توارث السلف الصالح ترك الاشتغال به وذم المشتغلين وعدم القبول بتلك التاثيرات لا القول بالعدم اصلا، وان منها ما يلحق ببديهيات الاولية كاختلاف الفصول باختلاف احوال الشمس والقمر ونحو ذلك، ومنها ما يدل عليه الحدس والتجربة والرصد كمثل ما تدل هذه على حرارة الزنجبيل وبرودة الكافور، ولا يبعد ان يكون تاثيرها على وجهين، وجه يشبه الطبائع فكما ان لكل نوع طبائع مختصة به من الحرو البرد واليبوسة والرطوبة بها يتمسك في دفع الامراض فكذلك للافلاك والكواكب طبائع وخواص كحر الشمس ورطوبة القمر فاذا جاءت تلك الكوكب في محله ظهرت قوته في الارض الا تعلم ان المرأة انما اختصت بعادات النساء واخلاقهن لشيء يرجع الى طبيعتها وان خفي اوراكها، والرجل انما اختص بالجراءة والجهورية ونحوهما لمعنى في مزاجه فلا تنكر ان يكون لحول قوى الزهرة والمريخ في الارض اثر كاثر هذه الطبائع الخفية ؛

وثانيهما وجه يشبه قوة روحانية متركبة مع الطبيعة وذلك مثل قوة نفسانية في الجنين من قبل امه وابيه

"آپ فرما دیجئے کہ ان دونوں میں گناہ عظیم ہے اور لوگوں کے لئے منافع ہیں اور ان کا گناہ ان کے نفع سے زیادہ بڑا ہے" لیکن ستاروں کا طلوع وغروب اور نجوم تو یہ بات بعید نہیں ہے کہ ان کی کچھ حقیقت ہو کیونکہ ان کے اندر مشغول رہنے سے منع فرمایا ہے نہ یہ کہ بالکل حقیقت کی نفی کی ہے، اور سلف صالح سے ان چیزوں میں مشغول نہ ہونا اور مشغول رکھنے والوں کی برائی اور ان کی تاثیرات کا قبول نہ کرنا ثابت ہے نہ یہ کہ انہوں نے اس کی بالکل نفی کی ہے، اور ان میں سے بعض چیزیں ایسی ہیں جو بدیہیات اولی کے درجہ کو پہنچ چکی ہیں مثلاً سورج اور چاند کے حالات مختلف ہونے سے فصلوں کا بدلنا وغیرذالک، اور بعض ایسی باتیں ہیں جو فکر اور تجربہ اور رصد سے ثابت ہوتی ہیں جس طرح تجربہ وغیرہ سے مثلاً سونٹھ کی حرارت اور کافور کی برودت ثابت ہوتی ہے اور ممکن ہے کہ ان کی تاثیر دو طریقے سے ہو ایک طریقہ تو طبائع کے قریب قریب پس جس طرح ہر نوع کے لئے طبائع ہوتی ہیں جو اسی نوع کے ساتھ خاص ہوتی ہیں جیسے حرارت اور برودت اور رطوبت اور یبوست جن سے امراض کے دفع کرنے کا کام لیا جاتا ہے اسی طرح، فلاک اور کواکب کے لئے طبائع اور خواص ہیں جیسے آفتاب کے لئے حرارت اور چاند کے لئے رطوبت پس جب وہ ستارہ اپنے محل میں گذرتا ہے تو اس کی قوت زمین میں ظاہر ہوتی ہے دیکھو عورت جو عورتوں کی عادات اور ان کے اخلاق کے ساتھ خاص ہے تو ان کا منشاء اس کی طبیعت ہے اگرچہ اس کا ادراک ظاہر میں نہ ہو سکے، اور مرد جو جرأت اور آواز کے بھاری ہونے کے ساتھ مخصوص ہے تو اس کا منشاء بھی اس کے مزاج کی کیفیت ہے پس تم اس بات سے انکار نہ کرو کہ جس طرح ان طبائع خفیہ کا اثر ہوتا ہے اسیطرح زہرہ اور مریخ کے قوی زمین میں حلول کرکے اپنا اثر ظاہر کرتے ہیں

اور دوسرا طریقہ قوت روحانیہ اور طبیعت کے باہم ترکیب کے قریب قریب ہے اور اس کی مثال ایسی ہے کہ جس طرح جنین کے اندر ماں اور باپ کی طرف سے قوت نفسانیہ حاصل ہوتی

والمواليد بالنسبة الى السموٰت والارضين كالجنين بالنسبة الى ابيه وامه فتلك القوة تفيض العالم لفيضان صورة حيوانية ثم انسانية. والحلول تلك القوى وبحسب الاتصالات الفلكية الواء وكل نوع خواص فامن قوم فى هذا العلم فحصل لهم علم النجوم يتعرفون به الوقائع الاتية غير ان القضاء اذا انعقد على خلاف جعل قوة الكوكب متصورة بصورة اخرى قريبة من تلك الصورة واتم الله قضاءه من غير ان يخرم نظام الكوكب فى خواصه ويعبر عن هذه النكتة بان الكواكب خواصها يجرى عادة الله لا بالملزوم العقلى وتشبه بالامارات والعلامات. ولكن الناس جميعا توغلوا فى هذا العلم فتوغلا شديدا حتى صار مظنة لكفرهم الله وعدم الايمان فحسبى ان لا يقول صاحب توغل هذا العلم، مطرنا بفضل الله ورحمته من صميم قلبه بل يقول مطرنا بنوء كذا او كذا فيكون ذلك صارفا عن تحقيقه بالايمان الذى هو الاصل فى النجاة. واما علم النجوم فانه لا يعرف الا ان الله جل جلاله على حسب حكمته عم احد ولم يعلم فمن ذلك وجب فى الملة ان يخص ذكر ما ونهى عن تعلمه يجرهم بان من اقتبس علما من النجوم اقتبس شعبة من السحر زاد ما زاد، ومثل ذلك مثل التوراة والانجيل شدد النبى صلى الله عليه وسلم على من اراد ان ينظر فيهما لكونهما محرفين ومظنة لعدم

اور عام حدث کو آسمان و زمین سے وہ مسبت ہے جو جنین کو ماں باپ سے ہوتی ہے پس یہ قوت عالم کو صورت حیوانیہ بعد از ان صورت انسانیہ کے فائض ہونے کے لئے آمادہ کرتی ہے، اور اتصالات فلکیہ کے مقدار سے ان قوی کا حلول کئی اقسام کا ہوتا ہے اور ہر قسم کے خواص مختلف ہوتے ہیں پس کچھ لوگوں نے اس علم کے مدون کیا تو ان کو ستاروں کا علم حاصل ہو گیا جس کے ذریعہ سے آنے والے واقعات کا ان کو علم ہونے لگا مگر جب قضاء الٰہی اس کے خلاف مقرر ہو جاتی ہے تو ستاروں کی قوت کو ایک دوسری صورت میں ظاہر کر دیتی ہے جو اس صورت سے قریب ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے حکم کو پورا کرتا ہے بغیر اس کے کہ کواکب کے خواص کے انتظام میں کوئی فرق آئے، اور اس نکتہ کو اس طرح سے بیان کیا جاتا ہے کہ ستاروں کے خواص عادت الٰہی جاری ہونے کی وجہ سے ہیں لزوم عقلی کی وجہ سے نہیں ہیں اور یہ خواص بمنزلہ امارات اور علامات کے ہیں لیکن کثیر لوگ نہایت انہماک کے ساتھ اس علم میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ اس میں اللہ سے انکار اور عدم ایمان کا احتمال ہو گیا پس جو شخص اس علم میں مشغول ہو رہا ہے وہ خلوص دل سے یہ بات نہیں کہہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہم پر یہ بارش ہوئی ہے بلکہ وہ یہی کہے گا کہ فلاں فلاں تارے کی وجہ سے ہم پر یہ بارش ہوئی ہے پس یہ اصل ایمان سے جو نجات میں اصل اور بنیاد ہے، خالی ہوتا ہے اور علم نجوم سے واقف نہ ہونے میں کچھ حرج نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے موافق عالم کا انتظام کرتا ہے خواہ کوئی اس سے واقف ہو یا نہ ہو اس واسطے شریعت کے اندر ضروری ہوا کہ اس کا علم نہیں تو نابود کر دیا جائے اور اس کے سیکھنے سے ممانعت کر دی جائے اور یہ بات ظاہر کر دی جائے کہ جس نے علم نجوم میں سے کچھ حاصل کیا اس نے جادو کا ایک شعبہ حاصل کیا جس قدر زیادہ سیکھے گا اسی قدر وبال زیادہ ہوگا" اور اس کا حال توریت اور انجیل کا سا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر نہایت سختی کی ہے جو ان میں غور کرنے کا قصد کرے کیونکہ ان دونوں کتابوں میں تحریف ہو گئی ہے اور ان کے پڑھنے

الانقياد للقرآن العظيم ولذلك نهوا عنه؛
هذا ما ادى اليه رأينا وتفحصنا فان
ثبت من السنة ما يدل على خلاف ذلك
فالامر على ما فى السنة، واما الرؤيا فهى
على خمسة اقسام بشرى من الله وتمثل
نورانى للحمائد والمرذائل المندرجة فى
النفس على وجه ملكى وتخويف من الشيطان
وحديث نفس من قبل العادة التى اعتادها
النفس فى اليقظة تحفظها المتخيلة ويظهر
فى الحس المشترك ما اختزن فيها وخيالات
طبيعية لغلبة الاخلاط وتنبه النفس ما ذا
فى البدن اما البشرى من الله فحقيقتها ان
للنفس لناطقة اذا انتهزت فرصة عن
هواشى البدن باسباب خفية لا يكاد
يتفطن بها الا بعد تأمل وان استعدت
لان يفيض عليها من منبع الخير والجود
كمالا علميا فاض عليه شئ على حسب
استعداده ومدد العلوم المخزونة
عنده، وهذه الرؤيا تعليما لهى كالمعراج
لمنامى الذى رأى النبى صلى الله عليه وسلم
فيه ربه فى احسن صورة فقام بين
يديه وكالمعراج المنامى الذى انكشف
فيه عليه صلى الله عليه وسلم حقيقة السموات
بعد انتهم فى الحياة الدنيا كما روى
جابر بن سمرة رضى الله عنه وكعدد ما سيكون
من الوقائع الآتية فى الدنيا. اما الرؤيا
ملكية فحقيقتها ان فى الانسان ملكات
حسنة وملكات قبيحة ولكن لا يعود
حسنها وقبيحها راسخة فى الصورة

احتمال ہے کہ انسان قرآن عظیم کا پابند نہ رہے اس واسطے اس سے لوگوں کو ممانعت کر دی گئی،

۔ جو کچھ بیان کیا گیا ہے ہماری رائے اور ہمارے تفحص کا نتیجہ ہے پس اگر سنت سے اس کے خلاف ثابت ہو تو جو سنت سے ثابت ہے وہی صحیح ہے لیکن خواب سو، ں کی پانچ قسمیں ہیں ایک اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوش خبری اور ایک، ن عمدہ اور برے اخلاق کے انوار کا متمثل ہونا جو ملکی طریقہ پر نفس میں مندرج ہوتے ہیں، اور ایک تخویف شیطانی، اور ایک تخیلات نفسانی جن کا حالت بیداری میں نفس عادی ہوتا ہے قوت متخیلہ ان خیالات کو محفوظ رکھتی ہے اور وہ خیالات حس مشترک میں ظاہر ہوتے ہیں، اور ایک خیالات طبعیہ جو غلبہ اخلاط اور بدن کے اندر جس کو ان اخلاط سے تکلیف پہنچتی ہے نفس کے متنبہ ہونے سے پیدا ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہونا اس کی حقیقت یہ ہے کہ نفس ناطقہ کو حجابات بدنی سے بوجہ اسباب خفیہ کہ جن کا نفس بدون تامل معلوم نہیں کر سکتا جب فرصت حاصل ہوتی ہے اور اس میں اس بات کی قابلیت ہوتی ہے کہ فیض ہو وجود سے اس پر کمال علمی فیضان ہو تب اس کی استعداد کے موافق علوم مخزونہ فیض ہوتے ہیں اور یہ خواب جیسا کہ ہے اس طرح کی صحیح حدیث میں آیا ہے کہ خواب دیکھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح پر کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے رو برو ہونا بیان کیا ہے اور اچھی صورت میں ظاہر ہونا اور نماز میں کھڑا ہونا اور رکوع اور سجود کرنا اور معراج منامی کہ جس میں آپ پر حقیقت سموات کی منکشف ہوئی بعد اس کے کہ آپ دنیا کی زندگی میں تھے جیسا کہ عباس و جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ اور کعدد ما سیکون من الوقائع الآتیۃ فی الدنیا کی روایت کیا ہے اور رہا خواب سو اس کی حقیقت یہ ہے کہ انسان میں ملکات حسنہ اور ملکات قبیحہ ہیں لیکن ان کا اثر ان کی حسن و قبح کا راسخ ہو کر صورت میں

الملكية فمن تجرد اليها تظهر له حسناته وسياته في صورة مثالية فصاحب هذا يرى الله تعالى، واصله الانقياد للباري و يرى الرسول صلى الله عليه وسلم، واصله الانقياد للرسول المركوز في صدره، ويرى الانوار واصلها الطاعات المكتسبة في صدره وجوارحه تظهر في صورة الانوار والطيبات كالعسل والسمن واللبن، فمن رأى الله او الرسول او الملائكة في صورة قبيحة او في صورة الغضب فليعرف ان في اعتقاده خللا وضعفا وان نفسه لم تتكمل، وكذلك الانوار التي حصلت بسبب الطهارة تظهر في صورة الشمس والقمر، واما التخويف من الشيطان فوحشة وخوف من الحيوانات الملعونة كالقرد والفيل والكلاب والسودان من الناس فاذا رأى ذلك فليتعوذ بالله و ليتفل ثلاثا عن يساره وليتحول عن جنبه الذي كان عليه، واما البشرى فلها تعبير والعمدة فيه معرفة الخيال اي شيء مظنة لاي معنى فقد ينتقل الذهن من المسمى الى الاسم كرؤية النبي صلى الله عليه وآله وسلم انه كان في دار عقبة بن رافع فاتي برطب ابن طاب، فقال عليه الصلاة والسلام فاولت ان الرفعة لنا في الدنيا والعاقبة في الآخرة وان ديننا قد طاب، وقد ينتقل الذهن من الوصف الى جوهر مناسب[1] يلابسه كالسيف للقتال، وقد ينتقل الذهن من الوصف الى جوهر مناسب

پس جو ان کی طرف مجرد ہوتا ہے اس کو اپنی نیکیاں اور برائیاں صورت مثالیہ میں ظاہر ہوتی ہیں، پس جس کو یہ بات حاصل ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھ لیتا ہے اور اس کی وجہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے اور وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی دیکھتا ہے اور اس کی وجہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری ہے جو اس کے سینہ میں مرکوز ہوتی ہے اور وہ انوار کو بھی دیکھتا ہے اور اس کی اصل وہ عبادات مکتسبہ ہیں جو اس کے سینہ اور اعضاء میں ہیں وہ عبادات انوار کی صورت میں اور پاکیزہ چیزوں کی صورت میں مثل شہد اور گھی اور دودھ کے ظاہر ہوتی ہیں پس جو شخص اللہ تعالیٰ کو یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یا ملائکہ کو بری صورت میں یا غصہ کی حالت میں دیکھے تو اس کو سمجھ لینا چاہئے کہ اسکا اعتقاد ناقص اور ضعیف ہے، اور اس کا نفس کامل نہیں ہوا، اور اسی طرح وہ انوار جو طہارت کے سبب سے حاصل ہوتے ہیں سورج اور چاند کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں اور جو خواب تخویف شیطانی ہوتا ہے وہ اس شخص کا ملعون حیوانات سے ڈرنا اور خوف کھانا ہوتا ہے جیسے بندر اور ہاتھی اور کتا اور سیاہ رنگ آدمیوں کا خواب میں دیکھنا پس جو خواب میں ایسی چیزیں دیکھے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے یعنی، عوذ باللہ پڑھے اور اپنے بائیں جانب تین دفعہ تھوک دے اور جس کروٹ سے وہ سو رہا ہو اس کو بدل دے، اور جو خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت کے قبیل سے ہوتا ہے تو اس کی تعبیر ہوتی ہے اور تعبیر کے اندر بہتر طریقہ خیالات کا معلوم کرنا ہے کہ کون سی چیز کس چیز کا مظنہ ہوتی ہے پس کبھی ذہن مسمیٰ سے اسم کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جیسے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ آپ عقبہ بن رافع کے گھر میں ہیں اور ابن طاب کے ماخ کے چھوارے آپ کے پاس لائے گئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا پس میں نے اس خواب کی تعبیر لی ہے کہ دنیا میں ہمارے لئے رفعت یعنی سربلندی ہوگی اور آخرت میں عاقبت سے ہوں گے اور ہمارا دین پاکیزہ ہو گیا۔ اور کبھی ذہن ایک چیز سے اس کے پاس والی چیز کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جیسے کوئی شخص خواب میں تلوار کو دیکھے تو اس کی تعبیر قتال ہوگی اور کبھی

[1] ایک وصف سے اسکے مناسب جوہر کی طرف منتقل ہو جاتا ہے

کمن غلب علیہ حب المال واٰثرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صورۃ صرۃ من ذھب، وکمن غلب علیہ حب الجملۃ فلا یتمالک ان یری الا فی صورۃ شدۃ الرحل، وکمن غلب علیہ الشھوۃ یری الثمرۃ فاکھۃ طیبۃ، وکمن غلب علیہ حب الملک یری الثمرۃ تاجا وھو من الثمرۃ، وما سائر انواع الرؤیا فلا تعبیر لھا۔

آدابُ المحبۃ

اعلم انہ مما اوجبت سلامۃ الفطر ووقوع الحاجات فی اشخاص الانسان والارتفاقات بھا اٰداب یوجد بھا فیما بینھم اکثرھا امور اجتمعت علیھا طوائف العرب والعجم علی صور ما وان اختلفوا فی بعض الصور، وبعض الشیع فی بعض الاٰداب۔ وتمییز اصلھا من القاصر منھا۔ فمن المصالح ما یبعث نبینا صلی اللہ علیہ وسلم علی تعلمھا والمحبۃ التی یدعی بھا الی اللہ تعالیٰ بعضھا ثابت من یتحاجون الی اظھار التنسیس فیما بینھم وبالناس بعضھم بعضا، [illegible] ولولاھا لم تثمر الصحبۃ فائدۃ اظھار [illegible] ومن الامور العادیۃ لا یستحب الا ما ندب الیہ القرآن، ولذلک جرت سنۃ السلف [illegible] بتحیۃ حسبما ادی الیہ [illegible]

آدابِ صحبت کا بیان

واضح ہو کہ مجتمع ان امور کے جن کو فطرتِ سلیمہ اور اشخاص انسان میں پائی جانے والی حاجات کا وقوع اور ارتفاقات واجب کرتے ہیں ایک آداب ہیں جن کو بنی آدم باہم عمل میں لاتے ہیں، اور ان میں سے اکثر آداب تو ایسے ہیں جن کی صورت پر عرب اور عجم کے مختلف گروہ متفق ہیں اگرچہ بعض صورتوں میں [illegible] شیع کے اندر ان کا اختلاف ہے۔ اور بعض آداب میں بعض کا بعض سے بڑھ جانا۔ اور ان آداب میں سے بھلے کو برے سے تمیز کرنا ان مصلحتوں سے ایک مصلحت ہے جن کو پورا کرنے کیلئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ہیں

[illegible] بعض کو بعض کے لئے عمل میں لاتے کریں کیونکہ لوگوں کو اس بات کی ضرورت ہوا کرتی ہے کہ باہم ایک کا اکرام کریں اور ایک دوسرے پر لطف و مہربانی کرے اور جھوٹ [illegible] جو ان پر مہربانی سے پیش آئے اور آپس میں [illegible] اور محبت کا نہ پایا جانا کہ اگر یہ ہو تو باہمی صحبت کا کوئی [illegible] نہ ہو اور نہ کوئی مقصد حاصل ہو اور نہ اظہار خوشی سے [illegible] کوئی ایسا مقرر نہ کیا جائے تو وہ ایک نمدونی چیز رہے جو بغیر قرائن سے متنبہ ہونے کے معلوم نہیں ہوتی اسی لئے ہر گروہ کے سلف کا طریقہ ان کی رائے کے موافق آپس میں سلام کے [illegible] کے مذہب کا شعار ہو گیا [illegible] ہو گیا کہ فلاں شخص ان میں سے [illegible] کرتے تھے انعم اللہ

اللہ بلد عبادا نصر اللہ بلد صباحا، وکان المجوس یقولون هزار سال نوروز وکان قانون الشرع یقتضی ان یذهب ذلک الی ما جرت به سنة الانبیاء علیهم السلام وتلقوها عن الملائکة، وکان من قبیل الدعاء والذکر دون الاطمئنان بالحیاة الدنیا کتمنی طول الحیاة وزیادة الثروة دون الافراط فی التعظیم حتی یتاخم الشرک کالسجدة ولثم الارض وذلک هو السلام فقد قال النبی صلی اللہ علیه وسلم لما خلق اللہ آدم قال اذهب فسلم علی اولئک النفر وهم نفر من الملائکة جلوس فاستمع ما یحیونک به فانها تحیتک وتحیة ذریتک فذهب فقال السلام علیکم فقالوا السلام علیک ورحمة اللہ، قال فزادوه ورحمة اللہ، قوله فسلم علی وبذلک یحصل ان علموهم حسبما یؤدی الیه اجتهاد کل فاصاب الحق فقال السلام علیک وقولهم فانها تحیتک یعنی حقا من حیث ان ذلک مترشح من خلیرة القدس وقال اللہ تعالی ان قصة جنة سندخلونها طیبتم فادخلوها خالدین، قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لا تدخلون الجنة حتی تؤمنوا ولا تؤمنوا حتی تحابوا افلا ادلکم علی شئی اذا فعلتموه تحاببتم افشوا السلام بینکم۔

اقول بین النبی صلی اللہ علیه

فائدة السلام وسبب مشروعیته

التحابب فی الناس خصلة یرضاها اللہ

بلد عبادا نصر اللہ بلد صباحا، اور مجوس یہ کہتے تھے کہ ہزار سال نوروز ہے قانون شرعی یہ تقاضا کرتا ہے کہ اس کو انبیاء علیہم السلام کی سنت سے اور فرشتوں سے اخذ کیا جائے جو انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور فرشتوں سے ماخوذ ہے دعا اور ذکر کے قبیل سے ہو کہ دنیا کی زندگی پر مطمئن ہونے کے قبیل سے ہو جیسے لمبی زندگی اور زیادتی دولت کی آرزو کرنا، اور نہ اس میں حد سے زیادہ تعظیم ہو یہاں تک کہ آدمی کو شرک کے قریب کر دے جیسے سجدہ کرنا اور زمین چومنا اور وہ سلام ہے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے جب آدم کو پیدا کیا تو یہ فرمایا تو ان کے پاس جا اور ان کو سلام کر اور وہ ملائکہ کا گروہ بیٹھا ہوا تھا تو اس چیز کو سن جس کے ساتھ وہ تیرا تحیہ کرتے ہیں پس وہ تیرے لئے اور تیری اولاد کے لئے تحیہ ہے پس آدم علیہ السلام گئے اور انہوں نے کہا السلام علیکم پس فرشتوں نے کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتوں نے اللہ کا لفظ زیادہ کیا" اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ تو ان پر سلام کر اس کے معنی ہیں واللہ علم (کہ جس طرح انہوں نے کہا ویسا ہی تو سلام کر پس وہ درست ہوں اور انہوں نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ وہ تیرا تحیہ ہے۔ حتمی وجوبا کیونکہ اس میں علوم کر دیا کہ اس کا خطیرۃ القدس سے القاء ہوا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ جنت کے بیان میں فرماتا ہے تمہارے اوپر سلام ہو تم خوش ہو تم اور میرے لئے جنت میں داخل ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جب تک ایمان نہ لاؤ جنت میں داخل نہ ہو گے اور ایمان تم کامل نہ ہو گے یہاں تک کہ محبت کرنے والے نہ ہو گے کیا میں تم کو ایسی چیز پر دلالت کروں کہ جب تم اس کو کرو تو آپس میں محبت کرنے لگو آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔

میں کہتا ہوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ... شروع ہونے کا سبب اور ... لوگوں کے ... جو اللہ تعالیٰ ... محبت کرنا اس خصلت ... جو اللہ تعالیٰ ... سنت

وتشاء السلام ان صالحه لا تشاء والمحبة
وكذلك المصافحة وتقبيل اليد ونحو ذلك
قال صلى الله عليه وسلم ليسلم الصغير
على الكبير والمار على القاعد والقليل على
الكثير، وقال صلى الله عليه وسلم ليسلم
الراكب على الماشي ؛

اقول كان الناس في طوائف الناس ان
يحيي الداخل صاحب البيت والصغير
الكبير تبقاه النبي صلى الله عليه وسلم
وسمع على ذلك فمر به على الصبيان
على غلمان فسلم عليهم وقوله لا
تحقرن من المعروف شيئا ولو ان
تفرغ من دلوك في اناء المستسقي
منه وان تلقى اخاك بوجه طلق
بسمة تجعل وظيفة الكبار التوقير
ووظيفة الصغار توقير الكبار وهو قول
صلى الله عليه وسلم من لم يرحم صغيرنا
ويوقر كبيرنا فليس منا والمناسب
وظيفة الراكب اسلام على الماشي لانه
هيب عندهم ويظهر في نفسه فالله
له التواضع، قال صلى الله عليه وسلم
تبدؤا اليهود والنصارى بالسلام واذا
لقيتم احدهم في طريق فاضطروه الى
ضيقه ؛

اقول سر ان الحكمة في مشروعية
بعث النبي صلى الله عليه وسلم بالتحية
بالسلام الاسلامية وجعلها من اعلام دين
عظيمها لا يتحقق الاباء يلون لهم طون
في من سواهم وقال صلى الله عليه وسلم

اور سلام کا پھیلانا مسلمان پیدا کرنے کے لئے عمدہ ذریعہ ہے اور
اسی طرح مصافحہ اور ہاتھ چومنا وغیرہ ہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا "چھوٹا بڑے کو سلام کرے اور چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام
کرے اور تھوڑے لوگ بہت سے لوگوں کو سلام کریں" اور نبی
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سوار کو چاہئے کہ پیادہ چلنے والے کو
سلام کرے"

میں کہتا ہوں لوگوں میں یہ عام دستور تھا کہ باہر سے آنیوالا
گھر والوں کو سلام کرتا تھا اور ادنیٰ درجہ کا اعلیٰ درجہ والے کو سلام
کرتا تھا پس اس کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بدستور باقی رکھا
اور یہ آخر کیا کہ آپ لڑکوں کے پاس سے گذرے تو انکو سلام
کیا اور عورتوں کے پاس سے گذرے تو ان کو سلام کیا پھر کوئی
نیکی کا شخص کو بزرگی سمجھنا جس سے بڑا اعزاز شرف ہے
نیکی حاصل ہوتا ہے اور اس میں ایک طرح کی خود پسندی
ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ دستور مقرر کیا کہ بڑے لوگ تواضع
کریں اور چھوٹے بڑوں کی تعظیم کیا کریں چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا جو شخص چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی توقیر
کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے؛

پیادہ پا کو سوار کے سلام کرنے کا طریقہ اس لئے
مقرر کیا کہ سوار لوگوں کے نزدیک باہیبت اور اپنی ذات
کے لحاظ سے باعظمت ہوتا ہے تو سوار کے واسطے اس کے
تواضع کا حکم فرمایا،

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم یہود و نصاریٰ کو اولاً
سلام نہ کرو اور جب ان میں سے کوئی تم کو راستہ میں ملجائے
تو کنارے کی طرف چلنے پر مجبور کردو"

میں کہتا ہوں اس میں راز یہ ہے کہ مسلمانوں کے
جن کے لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے میں ایک مصلحت یہ
ہے کہ ملت اسلامیہ کی عظمت ہو اور تمام ملل سے اس کا اعلیٰ اور
اعظم ہونا ظاہر ہو کیونکہ یہود و نصاریٰ کو تمام ملت والوں پر
فضیلت ہوا اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

فيسن قال السلام عليكم عشرو فيسن زاد ورحمة الله عشرون و فيسن زاد وبركاته ثلاثون وايضا و مغفرته اربعون، وقال هكذا اكرين الفضائل ؛

اقول بسر الفصل : ما هو انه تتم بتشريع الله له السلام هو التلطف والتالف والمودة والى عباد الله ورحمة الله وبركاته، وقوله صلى الله عليه وسلم يجزئ عن الجماعة اذا مروا ان يسلم احدهم ويجزئ عن الجلوس ان يرد احدهم

قال وقوله لان الجماعة وحدة في المعنى تسليم واحد منهم يقع الاجتزاء ويؤيد اعضاءهم بعضا، قال اقول اذا سلم واحد منهم فقد حصل الجلوس ان بدأ الرجل ان يجلس فليجلس فاذا قام فليسلم فليست الاولى باحق من الاخرى

اقول سلام الوداع زيادة فوائد منها التعليم بان نظام المتاركة انما يتم الحاجة على نية العود لمثل تلك الصحبة، ومنها ان يتدارك المسلم ان كان يقصر في حقوق ونحو ذلك، ومنها ان لا يكون وداعها كالمسلك، والله اعلم

بقلان ومعاشه قوله وتحوها [illegible]

[illegible]

[illegible]

[

باب ا
المسلمين و تواده و تلا طفهر و
اساعة ذكر الله فيما بليهر من جارب لعالم
واما بقاءه فاختلفت فيه الاحاديث فقال
صلى الله عليه وسلم من سره ان يمثل له
الرجال قياما فليتبوأ مقعده من
قال صلى الله عليه وسلم الفتن سوى
الا يحيم يخاف بعضها بعضا كما
الله عليه وسلم في صاحب
سيد كبر وكانت فاطمة
اذا دخلت على النبي صلى الله عليه وسلم
قام اليها فاخذ بيدها فقبلها واجلسها
في مجلسه وكان اذا دخل عليها النبي صلى الله عليه وسلم
قبلها ورحبت به وقامت اليه
فاجلسته في مجلسها

انى لاحبك حبا شديدا فيها

ان کے درمیان محبت اور مہربانی پایا جانا ان کے درمیان اللہ تعالیٰ
کے ذکر کو جاری کرنے کی خصلت ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی خوشی ہوتا
ہے اور تعظیم کے لئے کھڑے ہونے میں احادیث مختلف ہیں، پس
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو یہ بات پسند ہو کہ اس کے
لئے کوئی لوگ کھڑے ہوں تو وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے" اور آپ نے
فرمایا کھڑے ہو کر جس طرح ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے
کھڑے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے
میں فرمایا تم اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ" اور حضرت فاطمہ
رضی اللہ عنہا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتی تھیں تو آپ
ان کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ
دیتے تھے اور ان کو اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے، جب نبی صلی اللہ
علیہ وسلم آپ کے پاس آتے تھے تو فاطمہ بھی کھڑی ہو جاتی تھیں
آپ کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیتی تھیں اور اپنی جگہ پر بٹھاتی تھیں

میں تمہیں اللہ کے لئے دوست رکھتا ہوں، احادیث میں بعینہٖ کوئی
لفظ نہیں ملتا، کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کی وجہ سے وہ سلف
صالحین اپنے آقا کے سامنے خدمتگاری کے لئے کھڑے ہونے کو
ناپسند کرتے تھے اور اس کے واسطے جھک جانے کو
اچھا نہیں سمجھتے تھے اور اس کا سبب یہ ہے کہ جھکنا رکوع کی طرح

الصلاة وكان [illegible] قال
الله تعالى يا ايها الذين [illegible]
غير بيوتكم حتى تستانسوا وتسلموا على
اهلها. وقال الله تعالى يا ايها الذين امنوا
ليستاذنكم الذين [illegible]
لم يبلغوا الحلم منكم [illegible]
قول كيف الاستيذان [illegible]
تستأنسوا اى تستأذنوا. قوله

اقرأ [illegible] لا يستأذن [illegible]
[illegible]
[illegible]
[

المشیاب، وانما خص اللہ تعالیٰ ذلک الوقتان
المثلان لانہ وقت ولوج الصبیان المساجد
بخلاف نصف اللیل مثلا، وقال صلی اللہ
علیہ وسلم رسول الرجل الی الرجل اذنہ
وذلک لانہ عرق یاخذ لما ارسل الیہ،
وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا
اتی باب قوم لم یستقبل الباب من تلقاء
وجھہ لکن من رکنہ الایمن او الایسر
ویقول السلام علیکم السلام علیکم
وذلک لان الدور لم یکن علیہا یومئذ
ستور، ومنہا اداب الجلوس والنوم و
السفر ونحوھا، قال صلی اللہ علیہ وسلم
لا یقیم الرجل الرجل من مجلسہ ثم
یجلس فیہ ولکن یقول تفسحوا او توسعوا
اقول وذلک لانہ یجد من کبر و
اعجاب بنفسہ ویجد بالامر وھوان
ضغینۃ، وقال صلی اللہ علیہ وسلم
قام من مجلسہ ثم رجع الیہ فھو احق بہ
اقول من سبق الی مجلس ایحول
من مسجد او رباط او نحوھما فان تمام
حقہ بہ فلا یہیج حتی یستغنی عنہ
کالصلوات، وقد مر فی ابواب الصلوٰۃ
علیہ وسلم لا یحل لرجل ان یفرق
بین اثنین الا باذنھما،
اقول وذلک لان [illegible]
لمسارۃ ومناجاۃ یکون [illegible]
تنصب علیہما من [illegible]
الجلوس بینھما، بحانہ لھما، قال صلی
اللہ علیہ وسلم لا یتلقین [illegible]

نے اس تعین وقت کی وجہ یہ کہی کہ [illegible]
کے آنے کے اوقات ہیں بخلاف نصف شب کے شلاً اور نبی صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کے پاس [illegible]
دینا اس کا اذن ہے اس وجہ سے کہ جب اس نے اپنا آدمی بھیج دیا
تو اس کے آنے کی خبر ہوگئی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی
کے دروازے پر تشریف لاتے تھے تو دروازہ کے سامنے سے نہیں
آتے تھے بلکہ داہنی یا بائیں طرف سے آتے تھے پس آپ فرماتے
تھے السلام علیکم السلام علیکم اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت
لوگوں کے گھروں کے دروازوں پر پردے نہ تھے،
اور آداب مجلس یعنی اٹھنے اور سونے اور سفر وغیرہ کرنے کے آداب
ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص کسی کو اس کی
جگہ سے اٹھا کر آپ نہ بیٹھے بلکہ یہ کہے کہ [illegible] ہو کر اور وسعت
سے بیٹھو،
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

یضع احدی رجلیہ علی الاخری ، وروی ان
اللہ علیہ وسلم نہی ان یصلی الرجل مستلقیا واضعا
احدی قدمیہ علی الاخری ؛

اقول کان القوم یأتزرون واللہ اعلم اذا رفع احدی رجلیہ علی الاخری لا یأمن
ان تنکشف عورتہ فان کان لابس سراویل
او یامن انکشاف عورتہ فلا یأمن بذلک
وقال صلی اللہ علیہ وسلم لمضطجع علی
بطنہ ان ھذہ ضجعۃ یبغضھا اللہ ؛

اقول وذلک لانہا من ارذلات المنکرۃ
القبیحۃ ، وقال صلی اللہ علیہ وسلم من
بات علی ظھر بیت لیس علیہ حجاب فقد
برئت منہ الذمۃ ؛

اقول وذلک انہ تعرض لا ھلاک
نفسہ ولفحص نفسہ الی التہلکۃ ، وقال
اللہ تعالی ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ
وقال صلی اللہ علیہ وسلم ملعون علی
لسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم من تعرض
وسط الحلقۃ قیل المراد منہ اما جواز ان
یقیم نفسہ مقام السخریۃ لیکون ضحکۃ
وھو عمل من اعمال الشیطان ویحتمل
ان یکون المعنی ان یدیر بعض طائفہ ویقبل
علی ناحیۃ فیبقی مستورا فی نفسہ من
ذلک کراھیۃ ، وسئل عن الوحدان یبیت
فی الطریق ، فقال صلی اللہ علیہ وسلم
المنساء وستأخرن ما لہن لیس لکن ان
تحققن الطریق علیکن بحافات الطریق
فکانت المرأۃ تلصق بالجدار وکان صلی
اللہ علیہ وسلم ان یعنی

ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھے اور لوگوں سے کہتے تھے
صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے اور ایک پاؤں کو دوسرے
پاؤں پر رکھے ہوئے دیکھا ہے ،

میں کہتا ہوں اس وقت میں لوگ تہبند باندھا کرتے تھے اور
تہبند باندھنے والا جب ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھے
تو اس بات سے محفوظ نہیں رہتا ہے کہ اس کا ستر کھل جائے پس اگر
ہو تو ستر کھل جانے سے امن ہوتا ہے اس وقت لیٹنے میں کچھ حرج
نہیں ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے لئے جو پیٹ
ہوا تھا فرمایا یہ لیٹنا ایسا لیٹنا ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے ،

میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک شنگرف اور قبیح ہیئت
ہے ، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص گھر کی چھت پر سوئے
جس کی سڈیر نہ ہو تو اس سے ذمہ داری اٹھ گئی ،

میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اس نے
اپنی جان کو ہلاک کرنے کا سامان کیا اور اپنے نفس کو ہلاکت
میں ڈالا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو
اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حلقہ کے بیچ میں بیٹھے
اس پر صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان پر لعنت ہے بعض نے کہا اس سے
مراد وہ مسخرہ ہے جو بیٹھ آپ کو مسخرہ پن کے لئے پیش کرتا ہے
تاکہ لوگ اس سے ہنسی مذاق کریں اور یہ شیطان کا کام
ہے اور اس معنی کا بھی احتمال ہے کہ ایک گروہ کی جانب
پشت اور ایک کی طرف منہ کر کے بیٹھے اس سے
دوسرا گروہ محروم رہتا ہے ،

ایک مرتبہ سفر میں عورتیں راستہ میں ہو گئیں
تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے فرمایا پیچھے
ہٹو تم کو راستہ کے بیچ میں ہونا چاہیئے

اسرائیل،
اقول وذلك خوفا من ان يمس الرجل مرأة ليست بمحرم او ينظر اليها، قال صلى الله عليه وسلم اذا عطس احدكم فليقل الحمد لله وليقل اخوه او صاحبه يرحمك الله فاذا قال له يرحمك الله فليقل يهديكم الله ويصلح بالكم وفي رواية وان لم يحمد الله فلا تشمتوه، وقال صلى الله عليه وسلم شمت اخاك ثلاثا فما زاد فهو زكام،
اقول انما شرع الحمد عند العطسة لان العطسة يخرج بها من الدماغ ورطوبات رديئة لا يخرج الغليظة من المداخل وترتاح بها الدماغ وتصفو حواسه وقد سنة ادم عليه السلام وهو مشروع لكونه تابعا لسنن الانبياء عليهم السلام جامع الحزبية على ملتهم اولذلك وجب التشميت وكان من حقوق الاسلام، وانما سن جواب التشميت لانه من مقابلة الاحسان بالاحسان، وقال صلى الله عليه وسلم اذا تثاءب احدكم فليرده ما استطاع فان احدكم اذا تثاءب ضحك منه الشيطان،
اقول وذلك لان التثاؤب ناشئ من كسل الطبيعة وغلبة الملال والشيطان يجد في ضمن ذلك فرصة وفتح الفم وصوته ربما يضحك منه الشيطان لانه من سيئات المنكرة، قال صلى الله عليه وسلم اذا تثاءب احدكم فليمسك بيده على فمه فان الشيطان يدخل،
اقول الشيطان يهجم بابا او بقية

میں کہتا ہوں اس میں اندیشہ ہے کہ مرد غیر محرم عورت کو لگ جائے یا اس کی طرف دیکھے،
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی چھینکے تو الحمد للہ کہے اور اس کا بھائی (یا ساتھی) یرحمک اللہ کہے پھر وہ جواب میں یہدیکم اللہ ویصلح بالکم کہے اور ایک روایت میں آیا ہے اور اگر وہ الحمد للہ نہ کہے تو اس کو جواب مت دو، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی کی چھینک کا جواب تین بار دو پس اگر زیادہ چھینک آئے تو وہ زکام ہے"
میں کہتا ہوں چھینکنے کے بعد الحمد للہ کہنا دو وجہ سے مشروع ہوا ایک تو وہ دلیل شفا ہے اور دماغ سے اخرجہ غلیظ نکلتے ہیں، دوسرے وہ آدم علیہ السلام کی سنت ہے اور حمد کہنے سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ تمام انبیاء علیہم السلام کی سنن کا جامع ہے اور ان کی ملت پر مضبوطی سے قائم ہے اسی واسطے جواب دینا واجب ہوا، وہ حقوق اسلام میں شمار کیا گیا، جواب دینے والے کو چھینکنے والا اس لئے مسنون ہوا کہ وہ احسان کے بدلہ میں احسان کرتا ہے،
اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمائی شیطان کی طرف سے ہے پس تم میں سے جب کوئی جمائی لے تو جہاں تک ہو سکے اس کو روکے کیونکہ تم میں سے جب کوئی جمائی لیتا ہے تو اس سے شیطان ہنستا ہے"
میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ جمائی طبیعت کی سستی اور غلبہ ملال سے پیدا ہوتی ہے اور اس کے ضمن میں شیطان کو فرصت مل جاتی ہے اور جب منہ کھولکر فراخ آہ کرتا ہے تو اس سے شیطان ہنستا ہے اس واسطے کہ وہ ایک بری ہیئت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے جب کوئی جمائی لے تو چاہئے کہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لے اس واسطے کہ شیطان داخل ہوتا ہے"
میں کہتا ہوں یہ ممانعت تنزیہی کے لئے ہے

وجهه وقد رأينا ذلك
وسلم ليعلمنا من
علم ما سأل
اقول: مراد عليه السلام
التهاون والاقتحام في
ضرورة اما بعث لزبير رضي الله
وحده طليعة فلم كانت ضرورة. قال
صلى الله عليه
ونقة فيها كتيبة
وسلم الخوض
اقول الصوت المحدث الشديد
الشيطان
خصيه انزاجهم
سفر اذا سافرتم
لا بل حقها من الا
نة فاسمعوني
صوت بالليل
درق الدواب وصوتها
اقول هذا كله ظاهر. قال
كر چکے تو اپنے گھر والوں کی
هل:

[illegible]

[illegible] نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے
[illegible] حرت کی رائے کے نزدیک بدترین ناموں کا وہ
[illegible] ہو اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے
[illegible] فرمایا "حکم اللہ تعالیٰ ہی ہے
[illegible]

اقول انما نهى عن ذلك لانه افراط [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کنیت سے اسواسطے
فی تعظیم یتأخم الشرك، قال صلی اللہ [illegible] کی تعظیم ہے جو شرک کے قریب کرتی
علیہ وسلم لا تسمین غلامك یسارا و [illegible] اپنے لڑکے کا نام نہ یسار رکھو اور
لا رباحا و لا نجیحا و لا افلح فانك تقول [illegible] اور نہ افلح اسواسطے کہ جب تو پوچھیگا کہ اس جگہ
اثم هو فیقال لا [illegible] یسار ہے اور وہ نہیں ہے تو کہا جائیگا نہیں" اور جابر رضی اللہ عنہ
رضی [illegible] نے اپنے بیٹے کو اس بات سے ممانعت کرنا تھا
[illegible] کہ وہ افلح اور یسار اور نافع اور اس قسم کے نام رکھے
[illegible] کو ایسا کہنے سے سکوت
[illegible] کی وفات ہوگئی اور اس سے منع نہیں کیا،
[illegible] ان ناموں کے مکروہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان
[illegible]
[illegible] صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا
[illegible] کہ آپ نے
[illegible] کے طور پر
[illegible] کہ نہیں کی جاتی
[illegible]
[illegible] قول کو ذکر کیا ہے
[illegible] ہوں کہ یہ وجہ
[illegible]
[illegible]

بلفظكم :

اقول لو كان احد اسمى باسم النبى صلى الله عليه وسلم لكان مطمئنا ان تسمه الاحكام ويل لمن فى نسبتها وفعلها ، فاذا قيل قال ابو القاسم فلن ان الذى سمى هو النبى صلى الله عليه وآله وسلم دون من كان المراد غيره ، وايضا ربما سمى الرجل باسمه ويذم بلقبه فى العادة فمن كان مسمى باسم النبى كان فى ذلك هيئة منكرة ثم هذا المعنى اكثر تحققا فى لكنية منه فى العلم لوجهين احدهما ان الناس كانوا ممنوعين عن ذكره وعن تسمية انفسهم وابنائهم به فمن ان ينادوا النبى صلى الله عليه وسلم باسمه وكان المسلمون ينادون يا رسول الله صلى الله عليه وسلم واهل الكتاب يقولون يا ابا القاسم وثانيهما ان العرب كانوا يتصدون لرسول الله صلى الله عليه وسلم بالتحقير ، واما الكنى فكانوا يتصدون بها احدا الامرين كان لحكمة او لجهل ، وانما كنى النبى صلى الله عليه وسلم بابى القاسم لانه قاسم فكان بكنيته غيره بها كالتسوية معه ، وانما رخص النبى صلى الله عليه وسلم لعلى ان يسمى ولده باسمه بعده ويكنيه بكنيته لارتفاع الالتباس بالبعد لبعد زمان القرن ، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يقولن احدكم قبحت وامتى كلكم عبيد الله وكل نساءكم اماء الله ولكن ليقل غلامى وجاريتى وفتاى

میں کہتا ہوں اگر کسی کا نام نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا نام رکھ دیا جاتا تو اس بات کا احتمال تھا کہ احکام میں شبہ واقع ہوتا اور ان احکام کی نسبت کرنے میں اور ان کے بیان کرنے میں خلل واقع ہوتا ، اور جب کہا جاتا کہ ابو القاسم نے یہ کہا تو اس بات کا گمان ہوتا کہ حکم دینے والے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ ابو القاسم مراد کوئی اور ہوتا ہے اور بسا اوقات آدمی کا نام کمال ہوتا ہے اور برائی عیب دار ہونے کے ساتھ ساتھ بیان کیا جاتا ہے پس اگر کسی نے نام پر نام ہو تو اس میں ایک ہیئت منکرہ پائی جاتی ہے کنیت میں یہ بات علم کے کنیت میں زیادہ پائی جاتی ہے دو وجہ سے ، ایک تو یہ ہے کہ لوگوں کو شرعاً اس بات سے منع کیا گیا تھا اور عادتاً اس سے باز رہتے تھے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا نام لیکر پکاریں ، اور مسلمان یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہکر پکارتے تھے اور ذمی لوگ یا ابو القاسم کہتے تھے ،

دوسرا وجہ یہ ہے کہ عرب لوگ نام لینے میں یا غیر [illegible] کنیت ابو القاسم اس سے تعظیم اور توقیر کا قصد [illegible] وسلم کی کنیت ابو القاسم اس لئے [illegible] کہ آپ نے کہا تھا [illegible] ہوگیا تھا ،

رسول [illegible] کوئی میرا بندہ یا میری باندی نہ کہے تم [illegible] اس بلکہ یہ کہے میرا غلام اور میری لونڈی اور میرا [illegible]

فتعالی ولا یقل العبد ربی ولکن لیقل سیدی
اقول التطاول فی الکلام والازدراء
بالناس منشؤہ الاعجاب والتکبر وفیہ کسر
قلوب الناس، وایضا فلما ورد فی الکتب
الالٰہیۃ عن المصیبۃ التی ھی الحق الخالص
بالعبد یہ والریبۃ کاذبا اطلاق فیہ ما یشعر
بسوء ادب، قال صلی اللہ علیہ وسلم لا
تقولوا الکرم ولکن قولوا الحنث والحصلۃ ولا تقولوا
یا خیبۃ الدھر فان اللہ ھو الدھر وفی روایۃ
تعالی یؤذینی ابن آدم یسب الدھر وانا الدھر بیدی
الامر اقلب اللیل والنھار

اقول لما نھی اللہ تعالی عن الخمر وذکر
امرھا اقتضی ذلک ان یمنع من کل ما یدنو
امرھا ویخیل حسنھا الیھم والعنب
مادۃ الخمر واصلھا، وکان من العرب کثیر
ما یسمونھا بنت کرم ویروجونھا بذلک
وکان ھل الجاھلیۃ یسمون
الدھر وھذا نوع من
رما یزیل
راجع الی اللہ، وان
صلی اللہ علیہ وسلم یقول
نفسی ولکن لیقل

اقول لخبث کثیر
الکتب الالٰہیۃ
اسم یرۃ
الذی

اور میری لڑکی اور غلام، یہ نہ کہے میرا رب بلکہ یہ کہے میرا سردار
[illegible] اور لوگوں کو حقیر سمجھنا
اس کا سبب خود پسندی اور تکبر ہے اور لوگوں کی دل شکنی کا باعث ہے
اور چونکہ اس سے [illegible] مخلوق کے اندر بدگمانی
[illegible] اور بہت کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے اس
[illegible] کرنا بے ادبی ہے، نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا "انگور کو گرم نہ کہو بلکہ عنب اور حبلہ کہو اور یہ مت کہو
[illegible] کیونکہ زمانہ اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا
ہے کہ ابن آدم زمانہ کو برا کہہ کر مجھ کو ایذا دیتا ہے [illegible] میں ہی زمانہ
ہوں، میرے ہی قبضہ میں سارا امر ہے میں ہی رات اور دن کو بدلتا
ہوں

میں کہتا ہوں جب اللہ تعالیٰ نے شراب سے ممانعت فرمائی
[illegible] اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ ہر اس چیز سے منع کیا جائے جو شراب کی
طرف [illegible] جس کی محبت کا خیال پیدا
ہو اس سے ممانعت فرمائی جائے، اور انگور شراب کا مادہ اور اس کی
[illegible] کو بہت کرم کہتے ہیں
[illegible] کرنا
[illegible] کرتے تھے
[illegible] کرنا
[illegible] کوئی شخص
[illegible] افسوس
[illegible] الہیہ میں لفظ خباثت کا استعمال اکثر
[illegible] پر ہوا ہے اس واسطے یہ کلمہ بمنزلہ
[illegible] اور لوگوں کے گمان کرنے کے
[illegible] نے فرمایا کہ "آدمی کی برائی
[illegible]
[illegible] سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد
[illegible] کرنا مراد ہے

صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
وشاء فلان [illegible]
فلان؟

اقول التسویۃ فی الذکر تدخل التسویۃ فی المنزلۃ فکان الطلاق مثل هذه اللفظۃ سواء دب

واعلم ان التنطع والتشدق والتقعر فی الکلام والاکثار من الشغب والمراء حتی الوقت بالمماراۃ ونحوها الحدیث المستبابان ما تشاتما عن الدین والدنیا وما یقرب به التفکر والمراۃ فکان حالهم کحال عاد ان العجم ذکرهما النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبین ما فی ذلک من الآفات [illegible]
فیہ معنی [illegible]
قالہا [illegible]
والی شعب [illegible]
شعبتان [illegible]

اقول بتاویل [illegible]
التطاول فی الکلام [illegible]
ومباہاۃ [illegible]
القیامۃ حامسۃ [illegible]
الی وابعدکم [illegible]
المتشدقون المتفیہقون [illegible]
والمراد [illegible]
فی القول [illegible]
اللہ علیہ [illegible]
قبیحا [illegible]
بعیدا [illegible]

[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] اور اللہ تعالیٰ نے
[illegible] اللہ تعالیٰ نے چاہا ہو
فلاں نے چاہا؟"

[illegible] کہنا [illegible] ذکر میں برابری کرنا رتبہ کے اندر برابری کا
[illegible] طے [illegible] خاوند کا بولنا ہے اور یہ ہے
[illegible] حق بولنا اور چرب زبانی کرنا اور
طعن کرنا [illegible] میں زیادتی کرنا اور تعمق کہا جاتا ہے
[illegible] باتیں ان امور میں سے ہیں جو دین میں
[illegible] جن سے ہم تفاخر اور نمائش کیا جاتا ہے
[illegible] اسی سے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم
نے [illegible] فرمایا اور ان کے نقصانات بیان فرمائے
[illegible] جس کی اجازت نہیں
[illegible]

[illegible]
[illegible] وسلم

رجل يؤيدك ما نا فحت عن الله ورسوله
وقال عليه السلام ان المؤمن يجاهد
بسيفه ولسانه والذي نفسي بيده لكأنما
تومرونهم نضح النبل ؛

وقد ذكرنا في الاحسان من اصول
آفات اللسان ما يتضح به احاديث حفظ
اللسان كقوله صلى الله عليه وسلم
من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليقل
خيرا او ليسكت، وقوله عليه السلام
والسلام [illegible]
[illegible]
ما يتقوى به [illegible]
[illegible]
[illegible]
[

الله عليه وسلم لا اظن فلانا و فلانا يعرفان من امرنا شيئا و التعريف [illegible] الا حرج، و انا لو ادلكم على ما يجب [illegible] المقصود لا يمكن الا به، و هذا [illegible] عليه وسلم ليس، لكن ادل [illegible] الناس فيمن حيرا او يقول [illegible]

وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهٖ مِنَ الْيَمِيْنِ
اَحْكَامُ النَّذْرِ وَاَقْسَامُهٗ

والجملة في ذلك انها من [illegible] وهاد [illegible] من الامور التي تستعمل فيها [illegible] فوجبها اليمين عليه، وليس [illegible] من اصول الدين ولا الايمان، ولكن [illegible] وجب الانسان على نفسه وذكر اسم الله عليه، وجب ان لا يفعل ذلك [illegible] عليه اسم الله، وان الله قال فيمن حلف بالله عليه وسلم لا تحلف، وان [illegible] القدر شيئا، انه يستخرج [illegible] عن يمينه، يعني ان الانسان اذا [illegible] عليه انفاق شيء فاذا انفقه [illegible] المهلكت كان كان لم يحلف [illegible] من شيء يستخرج به ما التزمه لله [illegible] مما يؤكل عز وجل [illegible] على اربعة اضرب، [illegible] اليمين على مستقبل ممكن [illegible] قلبه، وفيها قوله آجاي ولكن يؤاخذكم بما عقدتم الايمان، و لغو اليمين قول

کو منسوب کرے یا کوئی اچھی بات کہدے۔

نذروں اور قسموں کا بیان

اس بارے میں مختصر بات یہ ہے کہ خدا نے مقرر کرنا اور قسمیں کھا [illegible] کسی فرد اور قوم کو تکلیف پہونچے کہ اپنے موقعہ پر کام استعمال نہ کر [illegible] ہوں اسواسطے ان سے بحث کرنا فضول ہوا۔ نذر یہ کرنا اور قسم کھانا نیکی کے اصول میں سے نہیں ہیں لیکن جب انسان نے اپنے اوپر کوئی چیز واجب کرلی اور اللہ کا نام اس پر لیکر کسی چیز کی قسم کھالی تو یہ قسم کی ہوئی کہ اللہ کے معاملہ میں اور اس چیز میں جس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہے [illegible] کا ہونا ذکیات اسی وجہ سے ہے صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں نہ مانو [illegible] کرو کیونکہ [illegible] کوئی امر مقدور نہیں ہو سکتا۔ ان کے سوا [illegible] جاتی ہے یعنی انسان جب کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے تو اس وقت اس کو کسی قدر خروج کرنا آسان ہو جاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ اس کو اس مصیبت سے نجات دیدیتا ہے تو [illegible] ہو جاتا ہے کہ جس سائل کو مصیبت ہی میں نہ ڈالی تھی اسواسطے [illegible] کہ جس شخص کو اس نے پیدا کر کے مرنا مقدر کر دیا تھا اسکو نکالے جس سے [illegible] اسکے قصد کی تاکہ اور سنت کی صداقت پائی جائے، علف کی حالت قسمیں [illegible] ہیں ایک میں معقدہ اور وہ اس قسم کا نام ہے جو کسی آئندہ آنیوالی [illegible] کے متعلق فیصلہ کرلیا [illegible] کی جائے اور دل میں اسکے متعلق فیصلہ کرلیا [illegible] کو نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ تم سے ان قسموں کا [illegible] نہیں کیا جو تم نے منعقد کی ہوں گی، دوسرے یمین لغو

الرجل لا واللہ و بلی واللہ من غیر قصد ، و ان یحلف علی شئ یظنہ کما حلف فتبین بخلافہ ، وفیھا قولہ تعالی لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ، والیمین الغموس وھی التی یحلفھا کاذبا عامدا لیقتطع بھا مال امرئ مسلم وھی من الکبائر ، والیمین علی مستحیل عقلا کصوم امس و الجمع بین الضدین او عادۃ کاحیاء المیت وقلب الاعیان ، واختلف فی غیر ھذین ھل لیس فیھما نص ھل فیھما کفارۃ ؟ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم لا تحلفوا بآبائکم من کان حالفا فلیحلف باللہ او لیصمت ، وقال صلی اللہ علیہ و سلم من حلف بغیر اللہ فقد اشرک ؛

اقول الحلف باسم شئ لا یتحقق حتی یعتقد فیہ عظمۃ و فی اسمہ برکۃ . والتفریط فی جنبہ والعصیان ماذکر اسمہ علیہ ، ولھذا قال صلی اللہ علیہ وسلم من حلف فقال فی حلفہ باللات والعزی فلیقل لا الہ الا اللہ ، ومن قال لصاحبہ تعال اقامرک فلیتصدق ؛

اقول اللسان ترجمان القلب مقدمتا ولا یتحقق تھذیب القلب حتی یؤاخذ بحفظ اللسان ، وقال صلی اللہ علیہ وسلم اذا حلفت علی یمین فرأیت غیرھا خیرا منھا فکفر عن یمینک وات الذی ھو خیر ، وقال علیہ الصلاۃ والسلام لان یلقی احدکم یمینہ فی اھلہ اثم لہ عند اللہ

جیسے لوگ بلا قصد کہہ دیا کرتے ہیں لا واللہ بلی واللہ ، یا ایسی شئ پر قسم کھائے جس کے ہونے کا گمان ہو اور بعد میں اس کے خلاف ثابت ہو اس کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اللہ تعالیٰ لغو قسموں میں تمہارا مواخذہ نہیں کرتا" تیسرے یمین غموس ، اور وہ یہ ہے کہ قصداً جھوٹی قسم اس لئے کھائی جائے کہ اس سے کسی مسلمان کا مال ناحق لے لیا جائے اور یہ قسم کبائر میں سے ہے ، چوتھے کسی ایسی چیز پر قسم کھانا جو عقلاً محال ہے جیسے کوئی اس طرح قسم کھائے کہ گذشتہ کل کا روزہ رکھوں گا یا ضدین کا جمع کرنا یا وہ عادۃً محال ہے جیسے مردہ کو زندہ کرنا یا اشیاء کی حقیقت بدلنا اور ان دونوں قسموں میں جن میں نص وارد نہیں ہے یہ اختلاف ہے کہ ان میں کفارہ ہے یا نہیں ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے باپ دادا کی قسم نہ کھایا کرو پس جس کو قسم ہی کھانا ہے تو وہ اللہ کی قسم کھائے ورنہ خاموش رہے" اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے اللہ کے سوا دوسرے کی قسم کھائی تحقیق اس نے شرک کیا"

میں کہتا ہوں کسی کے نام کی قسم اس وقت کھائی جاتی ہے کہ اس میں عظمت اور اس کے نام میں برکت کا اعتقاد ہو اور اسکے حق میں کوتاہی کرنا اور جس امر کے لئے اس کا نام ذکر کیا گیا ہے اس کا ترک کرنا گناہ سمجھا جائے ، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص قسم کھائے اور قسم میں لات اور عزیٰ کہے تو اسکو چاہیے کہ اس کے بعد لا الہ الا اللہ کہے اور جو اپنے دوست سے کہے آؤ قمار بازی کریں تو اس کو چاہیے کہ صدقہ کرے"

میں کہتا ہوں زبان دل کا ترجمان اور اس کا مقدمہ ہے اور جبتک حفظ لسان کا التزام نہ کیا جائے دل کی صفائی حاصل نہیں ہو سکتی ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تو کسی امر پر قسم کھائے پھر اس کے بعد اس کے خلاف میں بہتری معلوم ہو تو قسم کا کفارہ دیکر اس بہتر شئ کو عمل میں لا" نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اپنے اہل و عیال میں قسم کھانے کی وجہ سے اصرار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے

من ان یعطی کفارتہ التی افترض اللہ علیہ۔

اقول کثیرا ما یحلف الانسان علی شئ فیضیق علی نفسہ و علی الناس ولیست تلک من المصلحۃ، وانہ ثم یعدی الکفارۃ منہیۃ لما یجدہ المکلف فی نفسہ، وقال صلے اللہ علیہ وسلم یہینک علی ما یصدقک علیہ صاحبک:

اقول قد یحتال لاقتطاع مال امرئ مسلم بان یتأول فی الیمین فیقول مثلا واللہ لیس فی یدی من مالک شئ یرید لیس فی یدی شئ وان کان فی تصرفی وقبضتی وغلۃ محلہ، ما سمع وقال صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم من حلف فقال ان شاء اللہ لم یحنث۔

اقول حدیث لم یحقق عقد القلب ولا جزم النیۃ وہو المعتبر فی الکفارۃ، قال اللہ تعالی لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یؤاخذکم بما عقدتم الایمان فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین من اوسط ما تطعمون اہلیکم او کسوتہم او تحریر رقبۃ فمن لم یجد فصیام ثلاثۃ ایام ذلک کفارۃ ایمانکم اذا حلفتم واحفظوا ایمانکم

اقول قد یحلف ویحنث من غیر ان یعقد علی قلبہ ولا یجزم علی نیتہ ولا یقصد الحنث لیتخلص من الیمین او لیتوصل الی مقصود فیقول قول صلے اللہ علیہ وسلم الا اری غیرہا خیرا منہا الا کفرت عن یمینی وفعلت الذی ہو خیر، وقولہ صلے اللہ علیہ وسلم انی واللہ لا احلف علی یمین فاری غیرہا خیرا منہا الا اتیت الذی ہو خیر وتحللتہا، وقولہ صلے اللہ علیہ وسلم من حلف علی یمین فرأی خیرا منہا فلیأت الذی ہو خیر ولیکفر عن یمینہ، وقولہ صلے اللہ علیہ وسلم لعبد الرحمن بن سمرۃ لا تسأل الامارۃ فانک ان اعطیتہا عن مسألۃ وکلت الیہا وان اعطیتہا من غیر مسألۃ اعنت علیہا وقولہ صلے اللہ علیہ وسلم لعبد الرحمن بن سمرۃ اذا حلفت علی یمین فرأیت غیرہا خیرا منہا فکفر عن یمینک وائت الذی ہو خیر او ہو خیر وفعلہا

بہ نسبت اس کی ادائیگی کفارہ کے جو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہے زیادہ گناہ ہے۔

میں کہتا ہوں بسا اوقات انسان ایسی چیز پر قسم کھالیتا ہے جس کی وجہ سے خود بھی دقت میں پڑ جاتا ہے اور لوگوں کو بھی دقت میں ڈال دیتا ہے اور یہ بات مصلحت کے خلاف ہے اور کفارہ اس واسطے مقرر کیا گیا ہے کہ مکلف کے دل میں جو کچھ کدورت ہو جائے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا قسم جب میں تیرا مقابل ہی اس کو تسلیم کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں بعض آدمی مسلمان کا مال مارنے کے لئے کسی حیلہ کرتا ہے اس طور پر کہ وہ قسم میں تاویل کرتا ہے مثلاً وہ اس طرح قسم کھاتا ہے کہ واللہ میرے ہاتھ میں تیرے مال کا کوئی حصہ نہیں ہے اور اس سے یہ مراد لیتا ہے کہ میرے ہاتھ میں کوئی چیز نہیں ہے کہ وہ میرے تصرف اور قبضہ میں ہو اور یہ بڑے ظلم کی بات ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قسم کھائے اور ان شاء اللہ کہدے تو وہ حانث نہیں ہوتا۔

میں کہتا ہوں اس وقت دل کا قطعی قصد اور ارادہ کی پختگی نہیں پائی گئی اور کفارہ ادا کرنے میں یہی امر سبب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ تم کو قسموں میں لغو سے مواخذہ نہیں کرتا ہے لیکن جن قسموں کا تم نے مصمم قصد کر لیا ہے ان کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو اوسط درجہ کا کھانا کھلایا جائے جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو یا ان کو کپڑا پہنایا جائے یا ایک غلام آزاد کیا جائے اور جس کو اس کی قدرت نہ ہو وہ تین روزے رکھے یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ

میں کہتا ہوں کفارہ واجب ہونے کا راز پہلے بیان ہو چکا ہے اس مقام کو دیکھ لو، قسم کی چند قسمیں ہیں ایک قسم ہے اس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اس کا کفارہ جبکہ ادا کیا جائے تم کفارہ ادا کرنے سے پہلے ہی عمل نیک کر لو، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قسم کھائے اور پھر دیکھے کہ دوسری چیز بہتر ہے اس کے مقابلہ میں جس پر اس نے قسم کھائی ہے تو اس کو چاہیئے کہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دے اور وہ کام کرے جو بہتر ہے اس کے بعد

تیسرے قسم کا حلف ہے جو اس طرح کی ہو کہ یا وہ اس پر ثابت ہے کسی امر کے ادا کرنے کے لئے مانی گئی ہو

فیہ قصۃ ابی اسرائیل نذر ان یقوم ولا
یقعد ولا یستظل ولا یتکلم و یصوم، فقال
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مروہ فلیتکلم
ولیستظل ولیقعد ولیتم صومہ، وقصۃ
من نذر ان ینحر ابلا ببوانۃ لیس بہا
وثن ولا عید لاھل الجاھلیۃ قال وفی
نذر لا یملک، ونذر المعصیۃ، وفیہ قول صلی
اللہ علیہ وسلم من نذر نذرا فی معصیۃ
فکفارتہ کفارۃ الیمین، ونذر مستحیل
وفیہ قولہ صلے اللہ علیہ وسلم من نذر
نذرا لا یطیقہ فکفارتہ کفارۃ یمین،
والاصل فی ھذا الباب ان الکفارۃ شرعت
متھیۃ لاثم مزیلۃ بمحاذاۃ فی صدد من
نذر طاعۃ فلیفعل ومن نذر غیر ذلک و
حنث فی نذرہ حرجا وجبت الکفارۃ واللہ

من ابواب شتّی

قد فرغنا والحمد للہ رب العالمین عما
وردنا ایرادہ فی ھذا الکتاب وشرطنا
علی انفسنا، ولا استوعب المذکور جمیع
ما ھو مکنون فی صدور من اسرار الشریعۃ
فلیس کل وقت یسمح القلب بمضمونات
السرائر وینفد اللسان بمکنونات الضمائر
ولا کل حدیث ینشی للعامۃ ولا کل شئی
یحسن ذکرہ بغیر نھید، وقد مانہ، ولا
استوعب ما جمع اللہ فی صدورنا جمعہا
انزل علی قلب النبی صلی اللہ علیہ وسلم و
کیف یکون لمور الوحی، مدن القرآن
مع رجل من امتہ فیھا ذلک، ولا استوعب

اس کی بہت، بواسرائیل کا قصہ ہے انہوں نے نذر مانی تھی کہ میں
کھڑا رہوں گا اور بیٹھوں گا نہیں اور نہ سایہ میں آؤں گا اور نہ بات
کروں گا اور روزہ رکھوں گا پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا "اس سے کہو کہ بات کرے اور سایہ میں آئے اور بیٹھے اور
اپنا روزہ پورا کرے" اور اسی امر میں اس شخص کا قصہ بھی مستند ہے
جس نے نذر کی تھی کہ وہ مقام بوانہ میں جہاں نہ کوئی بت تھا اور
نہ اہل جاہلیت کا کوئی میلہ ہوتا تھا ایک اونٹ ذبح کرے گا، آپ نے
فرمایا "اپنی نذر پوری کرے"۔ چوتھے نذر معصیت ہے اس کے بارے
میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "جو شخص کسی گناہ میں نذر مانے گا
تو اس کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے"۔ پانچویں نذر محال ہے
اس کی بابت نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص ایسی چیز کی نذر
مانے جس کو وہ ادا نہ کر سکے تو اس کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے"
نذر کے باب میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ کفارہ گناہ سے روکنے کے لئے
اور پہلے سینہ میں بوجھ تھا۔ ہی ہے اس کے دور کرنے کے لئے مقرر
ہوا ہے اس واسطے جو شخص کسی طاعت کی نذر مانے تو اس کو پورا کرے
اور جو شخص طاعت کے سوا کسی معصیت کی نذر مانے اور اپنے دل میں حرج
پائے تو کفارہ واجب ہے، واللہ اعلم۔

خاتمۃ الکتاب

جن امور کے بیان کرنے کا ہم نے اس کتاب کے شروع میں ارادہ کیا تھا
اور جس کا التزام کیا تھا اس کو ہم فارغ ہو چکے اور لیکن جو اسرار شریعت
ہمارے سینہ میں مخفی تھے وہ سب اس میں نہ آسکے اسواسطے کہ ہر وقت
نہ تو دل ان اسرار کے ظاہر کرنے میں جو قابل بخل ہیں فیاضی کرتا ہے
اور نہ دل کے مضامین کے ظاہر کرنے میں زبان یاری کرتی ہے اور نہ
ہر بات عوام پر ظاہر کرنے کے قابل ہوتی ہے اور نہ ہر بات کا بیان
کرنا بدون تمہید قدمات مناسب ہوتا ہے اور یہ بات بھی نہیں ہے کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر جو کچھ نازل کیا گیا ہو ہمارے دل کے
ظرف احاطہ کر سکیں، وہ ذات جس پر وحی اور قرآن نازل ہوتا تھا اس کی
اپنی امت کے ایک شخص سے کیا نسبت ہو سکتی ہے [illegible]

[illegible]

ما جمع الله فی صدر نبی صلی الله علیه وسلم جمیع ما عند الله تعالی من الحکم والمصالح الموعیة فی احکامه تعالی، وقد اوضح من ذلک الخضر علیه السلام حیث قال ما نقص علمی وعلمک الا کما نقص هذا العصفور من البحر فمن هذا الوجه ینبغی ان یعرف عظامة امر المصالح الموعیة فی الاحکام الشرعیة وانها لا منتهی لها، وان جمیع ما یذکر فیها خیر وان حقرها ولا کان بحقیقة شانها ولکن ما لا یدرک کله لا یترک کله، ونحن الان نستقصی شیئا من السیر والفتن وما یتعلق بها ان شاء الله تعالی وبه نستعین وعلیه التوکل والمتین وایاه المرجع والمآب۔

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نبینا محمد صلی الله علیه وسلم ابن عبد الله بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصی، نشأ من افضل العرب نسبا واقواهم شجاعة وانجدهم سخاوة واعمقهم لسانا واذکاهم جنانا، وکذلک الانبیاء علیهم السلام لا تبعث الا فی نسب قومها فان الناس معادن کمعادن الذهب والفضة، وجودة الاخلاق یرثها الرجل عن اباۂ ولا یستحق النبوة الا اکاملون فی الاخلاق وقد اراد الله ان یبعثهم لیظهر الحق ویقیم بهم الامة العوجاء ویجعلهم ائمة، والاقرب لذلک اهل النسب الرفیع واللطف مرعی فی امر الله، وهو قول تعالی الله اعلم حیث یجعل رسالته ونشاء

جن علوم کو اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دل میں جمع کیا تھا وہ ان تمام حکمتوں اور مصلحتوں کو محیط ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے احکام میں ملحوظ ہیں اور اس بات کو خضر علیہ السلام نے یہ کہکر خوب واضح کر دیا کہ میرے اور تیرے (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کو اللہ تعالیٰ کے علم سے ایسی نسبت ہے جیسے اس سمندر کے ساتھ اس نمی کو جو چڑیا کی چونچ میں ہے پس ان مرتبوں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ان مصلحتوں کا پایہ کتنا بلند ہے جن کا احکام شرعیہ میں لحاظ رکھا گیا ہے یقیناً ان کی کوئی نہایت نہیں ہے اور جس قدر ان کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے اس سے ان مصلحتوں کا پورا حق ادا نہیں ہو سکتا اور نہ ان کی پوری حقیقت کہنے کا فی ہو سکتا ہے لیکن جو شے تمام کی تمام حاصل نہ ہو سکے وہ سب کی سب ترک بھی نہ کر دینے اب ہم کسیقدر سیرت اور فتنوں اور مناقب کو مختصر احصار کے بیان کرتے ہیں انکا بالاستیعاب بیان کرنا ہم کو مقصود نہیں و اللہ الموفق والمعین وایاہ المرجع والمآب۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات اور خصائل کا بیان

ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب یہ ہے: محمد بن عبد اللہ ابن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی، آپ جس قبیلہ میں پیدا ہوئے جو نسب میں سب سے افضل اور شجاعت میں سب سے قوی اور سخاوت میں سب سے زیادہ فیاض اور زبان میں سب سے زیادہ خوش بیان اور فہم میں دانشمند تھا اور اسیطرح انبیاء علیہم السلام اپنی قوم میں سے منتخب ہوتے ہیں کیونکہ لوگ سونے اور چاندی کی کانوں کی مثل ہوتے ہیں اور ان میں سے وہی لوگ منتخب ہوتے ہیں جو اپنے آباء و اجداد کی طرف سے عطا کیے ہوئے اور نبوت کے وہی لوگ مستحق ہوتے ہیں جو اخلاق میں کامل ہوتے ہیں اور انبیاء کی بعثت سے اللہ کی حکمت یہ ہوتی ہے کہ حق ظاہر ہو جائے، اور انکے سبب ٹیڑھی قومیں راستی پر آجائے اور اللہ تعالیٰ انکو لوگوں کا امام بنا تا ہے اور اس منصب کیلئے زیادہ مناسب وہی ہوتے ہیں جو اعلیٰ نسب رکھتے ہوں، اور اللہ کے حکم میں لطف ملحوظ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جہاں رسالت کو رکھتا ہے

معتدلا فی الخلق والخلق، وکان ربعة لیس
بالطویل ولا بالقصیر ولا الجعد القطط
ولا السبط کان جعد الرجلا ولم یکن بالمطهم
ولا بالمکلثم، وکان فی وجهه تدویر فخم
الراس واللحیة شثن الکفین والقدمین
مشرب احمر ة ضخم الکراد بس قوی البطش
والباءة، اصدق الناس لهجة واینهم
عریکة، من رآه بدیهة هابه، ومن خالطه
معرفة احبه، اشد الناس تواضعا مع
کبر النفس واس فقرهم باهل بیته وخدمه
خدمه انس رضی الله عنه عشر سنین
فما قال له اف ولا لم صنعت ولا الا صنعت
وان کانت الامة من اماء اهل المدینة
لتاخذ بید ه فتنطلق به حیث شاءت
وکان یکون فی مهنة اهله ولم یکن
فاحشا ولا لعانا ولا سبابا، وکان یخصف
نعله ویخیط ثوبه ویحلب شاته مع کونه
ذا عزیمة نافذة، قلیل القیل لا یغلبه
امر ولا تفوته المصلحة وکان اجود الناس
واصبرهم علی الاذی وکثرهم حلما بالنا
لا یصل الی احد منه شر لا من ردیه ولا
من لسانه الا ان یجاهد فی سبیل الله
وکان الزهد باصلاح تدبیر المنزل رعایة
الاصحاب سیاسة المدینة بحیث لا یتصور
قوته یعرف لکل شئ قدره وکان دائم البشر
الی الملکوت مستهترا بذکر الله یحسن ذلک
من تلقاه لسانه وجمیع حالاته مؤیدا
من الغیب مبارکا، یستجاب دعاؤه وتفتح
علیه العلوم من خزینة الاقدس ویظهر

اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم بحسب اندام سیرت میں متعدل تھے میانہ قد
تھے نہ زیادہ طویل اور نہ کوتاہ سر کے بال نہ بالکل پیچیدہ تھے اور نہ
بالکل سیدھے بلکہ بیچ میں تھے اور نہ آپ بہت موٹے تھے اور نہ
آپ کا چہرہ بالکل گول تھا بلکہ چہرہ میں کسی قدر گولائی تھی، سر بڑا
ریش مبارک دراز ہاتھ اور پاؤں پر گوشت رنگ سفید سرخی مائل
اعضاء میں بڑی زور اور باہ میں قوی بہ نسبت لوگوں سے زیادہ
پسینہ صداقت اور طبیعت نہایت نرم تھی جو شخص دفعۃً آپ کو دیکھتا تھا
اس کو ہیبت ہوتی تھی اور جب جان کر آپ سے ملتا جلتا تھا تو آپ
پر فدا ہو جاتا یا وجود بزرگی کے نہایت خاکسار اپنے گھر والوں اور
خادموں پر نہایت نرم دل تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے
دس سال تک آپ کی خدمت کی لیکن آپ نے بھی ان کو اُف تک
نہ کہا اور نہ کبھی یہ کہا کہ یہ کام تم نے کیوں کیا یا کیوں نہیں
کیا، مدینہ کی کوئی باندی آتی اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر جہاں
چاہتی پھراتی، اپنے اہل کی خدمت خود کر دیا کرتے تھے آپ
کی زبان میں نہ فحش تھا نہ لعنت کرنا اور نہ گالی دینا اپنا جوتا
خود سی لیا کرتے تھے، دو بنا کپڑا خود سی لیا کرتے، بکری کا دودھ خود دوہ
لیا کرتے، اس کے باوجود آپ بڑے اولوالعزم تھے کوئی شے
آپ کو مغلوب نہ کر سکتی تھی اور کوئی مصلحت آپ سے
فوت نہ ہوتی تھی لوگوں میں آپ سب سے زیادہ سخی،
تکلف برداشت کرنے میں سب سے زیادہ ثابت قدم
اور لوگوں پر نہایت رحم کرنے والے تھے سوائے جہاد فی سبیل
اللہ کے کسی کو آپ کی ذات سے برائی نہیں پہنچتی تھی نہ ہاتھ
سے اور نہ زبان سے، تدبیر منزل کی اصلاح کا اور
اصحاب کی رعایت کا اور مدینہ کی سیاست کا بڑا
اہتمام کرنے والے تھے اس طرح سے کہ آپ سے
زیادہ ہر شے کی قدر پہچاننے والا خیال میں نہیں
آسکتا، عالم ملکوت کی طرف آپ ہمیشہ
متوجہ رہتے اور ذکر الٰہی کے فریفتہ تھے آپ کے
کلام اور تمام حالات سے ذکر الٰہی کے آثار محسوس ہوتے تھے

منه المعجزات من خبره باستجابة الدعوات
والكنائن خبر المستقبل وظهور البركة
فيما يتبرك به، وكذلك الانبياء صلوات
الله عليهم يبعثون على هذه الاوصاف التي
يتنافسون فيها فنظرة نظرهم الله عليه
ذكره ابراهيم عليه السلام في دعائه و
بشر بقيامة امره وبشر به موسى و
عيسى عليهما السلام وبه نوّه الانبياء
صلوات الله عليهم وآياته مما كان
نور خرج معه وضاء الارض لمبعثه
بوجوده وتلد مباركة ظهر ربيعه شرقا
وغربا هتفت الحسن والخبر الكهان
والمنجمون لوجوده وامر ولادته
ابواقعات بتوبة الكسار شرفات كسرى
على شرفه واحاطت به دلائل النبوة كما
اخبر هرقل قيصر الروم وما ادانا شاء
البركات عند مولده وارضاعه ظهرت
الملائكة فتلفت عن قلبه فملأته
ايمانا وحكمة وذلك بين عالم الغيب
والشهادة فذلك له يكن شق عن
القلب غلاكا وقد تقفى منه اثر المخيط
وكذلك كل ما سلكه نبينا من
والشهادة ؛

ولما خرج به ابو طالب الى بصرى
فرآه، لراهب شهد بنبوته لآيات رآها
فيه، ولما تنسب ظهرت مناسبة الملائكة
بالهتف به واحتمل له وبعد الله خديجة
بوغبة خديجة رضي الله عنها فيما بيّنه لها
به وكان من ميامنه يسار قريشة و

كذلك عن احبه الله يدبر له في عباده، و
لما بنى الكعبة فيمن بجر انهم، انى اراه على
عاتقه كعادة العرب فانكشفت عورته
فاسقط مغشيا عليه، و نبي عن كشف
عورته في غشيته و ذلك شعبة من
النبوة و نوع من لموحذه في النفس،
ثم حبب اليه الخلاء فكان يخلو بجر و
الليالي ذوات العدد، ثم يأتي اهله ثم يتزود
لمثلها حتى فجأه الحق عن الدنيا و تبرده الى
الفطرة التي فطر الله عليها، و كانت
اول ما بدئ به الرؤيا الصالحة في
الجبري رؤيا الاصباح مثل فلق
وهذه شعبة من شعب النبوة ثم نزل
الحق عليه و هو بحراء فجاءه بغتة فقال
تشوشت البهيمية من سنخها الخلقي
الملكية فذهبت به خديجة الى ورقة
فقال هو الناموس الذي نزل على موسى
ثم فتر الوحي و ذلك لان الانسان يحب
جهتين جهة البشرية و جهة الملكية
فيكون عند المبدوء من الظلمات الى النور
مزاجه [illegible]
الله، و كان [illegible]
لسوء [illegible] و فقا في الحرم
تصل بجزيرة [illegible] و خرجت [illegible]
سره الى الملكوت ثم بالنفوس الصافية
للسبوحة و كلما [illegible]
ملكي صبابة [illegible]
نفوس العامة تتلقى [illegible]
بعض الامر تيل [illegible]

اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے دوست رکھتا ہے اسی طرح اس نے کعبہ کو اپنا مدیہ کر دیا ہے اور جب دوسرے لوگوں کے ساتھ آپ نے کعبہ میں شرکت کی تو آپ نے عرب کے دستور کے موافق اپنے ازار کو دوش مبارک پر ڈال لیا پس اس سے آپ بے ستر ہو گئے اور بے ستر ہوتے ہی آپ بیہوش ہو کر گر پڑے اور اسی غشی کی حالت میں ستر کھولنے سے ممانعت ہوئی اور یہ نبوت کا ایک شعبہ اور مواخذہ فی النفس کی ایک قسم ہے اس کے بعد آپ خلوت کو پسند فرمانے لگے پس آپ غار حرا میں چند راتیں بسر کرنے پھر گھر تشریف لا کر اتنے ہی روز کی غذا ہمراہ لیتے اور تشریف لیجاتے کیونکہ دنیا سے آپ کی توجہ ہٹ گئی تھی اور اس عادت کی بنا پڑ گئی تھی جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو مزاکیا ہے شروع شروع میں آپ جو بچے خواب کھائی دیتے تھے ان میں کوئی حواب نہیں ہوتے تھے مگر وہ صبح کے وقت کی طرح ظاہر ہو جاتا تھا اور یہ بھی نبوت کے اقسام میں سے ایک قسم تھی اس کے بعد جبکہ آپ غار حرا میں تھے حضرت جبرئیل اور وحی کا نزول شروع ہوا پس آپ کی طبیعت میں انسانیت پیدا ہوئی جیسا کہ طبیعت کا دستور ہے کہ ملکیت کے غلبہ کے وقت بہت حیران و پریشان ہوتی ہے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور یہ واقعہ بیان کیا انہوں نے کہا یہ وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ پر نازل ہوا تھا اس کے بعد [illegible] منقطع ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ انسان میں دو مختلف جہتیں جمع ہوتی ہیں ایک جہت بہیمی دوسری جہت ملکی جب تاریکیوں کو نور کی جانب رجوع ہوتا ہے تو مختلف [illegible] پورا ہو جاتا ہے [illegible] کہتے تھے وہی [illegible] اس کی ادا [illegible] بھی ملک [illegible] کی طرف ملتفت ہے [illegible] سے ملک [illegible] کا اقتضا ہوتا [illegible] علم

الوحی، فقال احیانا یاتینی مثل صلصلة الجرس وهو اشده علی فیفصم عنی وقد وعیت ما قال، واحیانا یتمثل لی الملك رجلا فاعی ما یقول:

اقول اما الصلصلة فحقیقتها ان الحواس اذا صادمها تاثیر قوی تشوشت فتشویش قوة البصر ان یری الوانا الحمرة والصفرة والخضرة ونحو ذلك وتشویش قوة السمع ان یسمع اصواتا مبهمة کالطنین والصلصلة والهمهمة فاذا تم الاثر حصل العلم، واما التمثل فهو فی موطن یجمع بعض احکام المثال والشهادة، ولذلك کان یری الملك بعضهم دون بعض. ثم امر بالدعوة فاستعلن بها اخفاء، فاسست خدیجة وابو بکر الصدیق وبلال رضی الله عنهم، ثم قیل له فاصدع بما تؤمر وقیل وانذر عشیرتك الاقربین فجهر بالدعوة وابطال وجوه الشرك فنصب علیه الناس واذوه بالسنتهم وایدیهم کقصة القاء سلی جزور والخنق وهو مباح فی کل ذلك یبشر المؤمنین بالنصر ویدل الکافرین، والالتزام کما ان الله تعالی سیهزم الجمع ویولون الدبر وقال الله تعالی جند ما هنالك مهزوم من الاحزاب ثم ترداد وفی التحدیث بما سمعوا نحو الیل، واسلم بین رمی وانهزم من بقی ثم ولی اسطیب فزوه فاذا هو بجوزة فقیل لحمة فوجد وسعة فقیل ادم فقیل وانت سنة رضی الله عنها فلما

سطرح ہوتا ہے، آپؐ نے (۱) کبھی تو مجھ سے یا میرے بدن کے مانند آواز آتی ہوا اور سکی مجھ پر زیادہ گرانی ہوتی ہے پس وہ آواز مجھ سے جدا ہوتی ہے اور میں اسکی بات کو محفوظ کر لیتا ہوں اور کبھی مجھ کو فرشتہ آدمی کی شکل میں نظر آتا ہے پس جو کچھ وہ کہتا جاتا ہے اسکو میں یاد کرتا جاتا ہوں

میں کہتا ہوں اس آواز کی یہ حقیقت ہے کہ جب قوی تاثیر حواس کرانی ہو تو حواس میں پریشانی اور تشویش پیدا ہو جاتی ہو پس قوت بینائی میں تشویش سطرح پیدا ہوتی ہو کہ مختلف رنگ کی چیزیں سرخ زرد سبز وغیرہ نظر آتی ہیں اور شنوائی میں اس طرح اسکا ظہور ہوتا ہو کہ مبہم آوازیں جیسے بھنبھناہٹ جھنکار اور گھوں گھوں کی آوازیں سنائی دیتی ہیں پس جب اثر ختم ہو جاتے ہیں تو علم حاصل ہو جاتا ہو، اور فرشتہ کا آدمی کی صورت میں نظر آنا ایسے محل میں ہوتا ہے جہاں عالم مثال اور عالم شہادت دونوں کے بعض احکام یکجا جمع ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ فرشتوں کو بعض لوگ دیکھتے تھے اور بعض نہیں دیکھتے تھے اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ لوگوں کو دین کی طرف بلائیں اس نے آپ اس میں مستعد ہوئے اور آپ کا یہ اثر ہوا کہ حضرت خدیجہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم اور بلال اور ان کے علاوہ صحابہ رضی اللہ عنہم مشرف باسلام ہوئے۔ پھر جب صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا جو حکم تم کو دیا جاتا ہو اس کی علانیہ تعمیل کرو آپ کو حکم ہوا کہ اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈراؤ پس آپ علانیہ دعوت اسلام کی اور شرک کی رسموں کو باطل کرنا شروع کر دیا اس وجہ سے لوگوں کو آپ سے تعصب ہو گیا اور زبان اور ہاتھ سے تکالیف دینے لگے چنانچہ ایک شخص نے آپ کی پیٹھ پر اونٹ کی اوجھڑی اور انتڑیاں ڈالدیں اور ٹھکانہ آپ کا گلا گھونٹا مگر آپ ان سب مصیبتوں کے ہدایت اسلام کی برابر کرتے رہے، تو کفار کی بشارت سنائی اور کافروں کو شکست کا خوف دلایا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو عنقریب یہ جماعت شکست کھائیگی اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے اور اسی طرح فرماتا ہو یہاں کی لوگ جماعتوں سے مل جائیں گے اسکے بعد انکا تعصب اور بھی زیادہ ہو گیا پھر انہوں نے آپ میں کہا کہ مسلمانوں کو دوسری ہاتھ اور ایسی مطلب کی جانکے ہمدرد ہیں خوب تکلیف پہنچائی جائیں اس وقت مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی ہدایت ہوئی اور ان کو وسعت کر دی گئی

(۱) کبھی تو وحی کی آواز گھنٹی کی آواز کی طرح ہوتی تھی اور یہ آواز حضرت کو بہت سخت معلوم ہوتی تھی

عمه وتفرقت كلمة بني هاشم فوجد لذلك
وكان قد نفث في صدره ان علو كلمته في
الهجرة نفثا اجماليا فتلقاه بروية
وفكره فذهب وهلة الى الطائف والى
هجر والى اليمامة والى كل مذهب فاستجل
وذهب الى الطائف فلقي عنادا واستدبدا
ثم الى بني كنانة فلم يرمنهم ما يسره فعاد
الى مكة بعهد زمعة ونزل وما ارسلنا
من قبلك من رسول ولا نبي الا اذا
تمنى القى الشيطان في امنيته ، قال
منيته ان يتمنى انجاز الوعد فيما يتفكره
من قبل نفسه والقاء الشيطان ان
يكون خلاف ما اراد الله ونسخه كشف
حقيقة الحال وازالته من قلبه ؛
واسري به الى المسجد الاقصى ، ثم
الى سدرة المنتهى ، والى ما شاء الله ، وكل
ذلك بجسده صلى الله عليه وسلم في اليقظة
ولكن ذلك في مومن هو برزخ بين المثال
والشهادة جامع لاحكامهما تظهر على
الجسد احكام الروح وتمثل الروح والمعاني
الروحية جسادا ولذلك بان لكل واقعة
من تلك الوقائع تعبير ، وقد ظهر لخزقيل
وموسى وغيرهما عليهم السلام نحو من
تلك الوقائع وكذلك لانبياء الامة
ليكون علوم درجاتهم عند الله كما لهم
في الرؤيا والله اعلم ، اما شق الصدر
ملؤه ايمانا فحقيقة غلبة انوار الملكية
وانصباغ لهيئة بصبغة وخضوعها لما
يفيض عليها من [illegible]

اور بنو ہاشم کی طاقت منتشر ہو گئی تو اس کی وجہ سے آپ بے چین ہو گئے
اور اجمالی طور پر آپ کے دل میں یہ القاء ہوا تھا کہ ہجرت سے
آپ کی شان بلند ہو گی اس واسطے آپ نے اپنے خیال و فکر سے
ہجرت کا قصد فرمایا پس آپ کا خیال کبھی طائف کی طرف کبھی ہجر
کیطرف کبھی یمامہ کیطرف الغرض ہر طرف توجہ و میلان ہوا پس
آپ عجلت کر کے طائف کیطرف تشریف لے گئے وہاں آپ نے سخت
کالیف اٹھائیں اس کے بعد بنو کنانہ کیجانب تشریف لے گئے لیکن
وہاں بھی کوئی خوشی کی بات نہ دیکھی تب زمعہ کے عہد میں پھر مکہ واپس
آئے اور آیت نازل ہوئی اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں
بھیجا مگر اس کا یہ حال تھا کہ جب وہ کوئی آرزو کرتا تھا تو شیطان
اس کی آرزو میں وسوسہ ڈال دیتا تھا، آپ کی آرزو یہ تھی
کہ جن امور کو اپنے نفس میں غور کرتے تھے ان کے موافق وعدوں
کے پورا ہونے کی خواہش رکھتے تھے اور شیطان کا وسوسہ ڈالنا
یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے خلاف ہو اور اس کا نسخ یہ ہے کہ حقیقت
حال کا انکشاف ہو اور آپ کے دل سے اس خیال کا زالہ ہو اور آپ
رات میں مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی گئی پھر وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک
اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کی مرضی تھی آپ تشریف لے گئے اور یہ سب
باتیں جسم کے ساتھ حالت بیداری میں ہوئیں لیکن یہ واقعہ ایک ایسے
مقام میں ہوا جو عالم مثال اور عالم شہادت کے درمیان برزخ
کی طرح ہے جس میں دونوں کے احکام جمع تھے پس جسم پر روح کے
احکام ظاہر ہوئے اور روح اور روحانی امور اجسام کی صورت
میں بن گئے اسی لئے ان واقعات میں سے ہر واقعہ کی ایک تعبیر ہے
حضرت حزقیل اور حضرت موسیٰ وغیرہ انبیاء علیہم السلام کو بھی اسی قسم کے
واقعات ظاہر ہوئے تھے اور ان انبیاء امت کو بھی ایسے امور پیش آئے ہیں تاکہ
اللہ کے نزدیک ان کے درجات کی حالت ایسی ہو جیسی طرح انکی حالت
خواب میں ہوتی ہے واللہ اعلم ، رہا شق صدر
[illegible]

امار کوبہ علی البیاق لحقیقۃ ... سواء کلہم
النطقیۃ علی ... ن حیوان
... ات ... ن ... کیا ... ی ... ت کیا
قصۃ ... نخلۃ علی ... ہیمن ... سلفت منہم
واما ... ا ... ی ... ی ... ی

من الطبيعة، و ما ارتهن في اصلها فوجد
مثبتة في الملكوت حتى ان الشهادة وحياة
سواء فلذلك تعين هنالك بعض الامور
نافعة في الشهادة كالنيل والغوايات،
مال الثواب التي غشيتها قتاليات الرهبة
د بيرات رحمانية تلمعت في الشهادة
تها استعدت لها و ما البيت المعمور
قيقته التجلي الالهي الذي يتوجه
ه سجدات البشر و نضرعاتها يتمثل
ا على حد و ما عندهم من الكعبة و
ت المقدس، ثم اتى باناء من لبن و
ء من خمر و خيرا الاناءين، فنظر
يت للفطرة و لو اخذت لغوت
يت امتك، فكان في خواص امته
ه و سلم رجح معرفته و منهاجه
ت لهم اختيارهم بفطرة الخير
ي رهط لذات الدنيا، و امر جبريل
ر بينهما ان ينجوز لانها حسبوا
تار ثواب، ثم اوضح الله مراده من
ان الحرج من نوع ان النعمة
ة و تمثل هذا المعنى مستندا الى
م عليه السلام فانه اكثر الانبياء
ا ... و معرفة ليست ...
آخر ... نبي صلى الله عليه وسلم
فيهن احياء العرب فتوفوا الله
ا ... بعد الحقبة الا ...
انه ... دخل الاسلام كل ...
... اوضح الله على محمد ...
فوائد الهجرة ان امة النبي صلى

... اور صدرۃ المنتہیٰ کی جڑوں میں سے نہریں
... ملکوت سے تمام سعادت کی جانب
... رہتی ہے ... اسی وجہ
... جنگ میں ... ہوئے ہیں
... سل، ... وہ انوار جو سدرۃ المنتہیٰ کی ... ہوئے ہیں
... رحمانی ... جو عالم ... میں ... کی
... ہیں ... ہوتی ... المعمور کی
... حقیقت ... تجلی الٰہی کا نام ہے ... کی طرف ... کے سجدے
... ہوتی ہیں ... جو گھر کی شکل میں متشکل
... ہوتے ... آدم کے زمانے کے ... کعبہ اور بیت المقدس
... صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پیالہ
... شراب کا حاضر کیا گیا ... آپ نے
... حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا
... اگر ... شراب ... فرماتے
... تو ... صلی اللہ علیہ وسلم اپنی
... آپ کا دودھ کو پسند
... شراب کا
... ہجرت ... کی

بهما وازداد غيظ قريش فسكروا به ليقتلوه
او يثلموه او يخرجوه فظهرت ايات لكونه
محبوبا مباركا مقضيا له بالغلبة فلما دخل
هو وابو بكر الصديق رضي الله عنه الغار
لف ابو بكر رضي الله عنه فبرك عليه النبي
صلى الله عليه وسلم فشقي من ساعته او
لما وقف الكفار على رأس الغار اعمى الله ابصارهم
وصرف عنه انكارهم وبصائرهم فكما سراقة
ابن مالك دعا عليه فارتطمت فرسه الى
بطنها في جلد من الارض بان انخسفت
الارض بتقريب من الله تتكفل بانرد عنهما
و بامروا بخيمة ام معبد فرت له شاة
لم يكن من شياه الدر، فلما قدما المدينة
جاءه عبد الله بن سلام فسأل عن ثلاث
لا يعلمهن الا نبي . فما اول اشراط الساعة
وما اول طعام اهل الجنة، وما ينزع الولد
الى ابيه او الى امه قال صلى الله عليه وسلم
اما اول اشراط الساعة فنار تحشر الناس
من المشرق الى المغرب . واما اول طعام
يأكله اهل الجنة فزيادة كبد حوت ، و
اما سبق ماء الرجل ماء المرأة نزع الولد ،
واذا سبق ماء المرأة نزعت فقال عبد الله
اشهد انك رسول الله ثم قال يا نبي
الله ان اليهود قوم بهت وان علموا بي
قبل ان تسألهم بهتوني عندك فجاءت اليهود
وانكروا ما قال فقالوا فينا رجل عالم
ابن عالمنا وحبرنا وابن حبرنا وسيدنا
وابن سيدنا فوقعوا فيه وقالوا ما شاء
الله ان يقولوا فقال رسول الله ارأيتم
ان اسلم عبد الله اتشهدون انه رسول الله
فقالوا حاشا لعبد الله ان يسلم فخرج
اليهم عبد الله فقال يا معشر اليهود
اتقوا الله فوالذي لا اله الا هو انكم
لتعلمون انه رسول الله وانه جاء بالحق
فقالوا كذبت فأخرجهم رسول الله صلى
الله عليه وسلم من المسجد فقال عبد الله
اشهد انك رسول الله وانك جئت بالحق
وقد علمت اليهود انني سيدهم وابن سيدهم
واعلمهم وابن اعلمهم فدعاهم رسول الله
صلى الله عليه وسلم فسألهم عن عبد الله
فقالوا خيرنا وابن خيرنا وافضلنا وابن
افضلنا فوقعوا فيه وقالوا ما شاء الله
ان يقولوا فقال رسول الله صلى الله عليه
وسلم ارأيتم ان اسلم عبد الله اتشهدون
انه رسول الله فقالوا حاشا لعبد الله ان
يسلم فخرج اليهم عبد الله فقال يا معشر
اليهود اتقوا الله فوالذي لا اله الا هو
انكم لتعلمون انه رسول الله وانه جاء
بالحق فقالوا كذبت فأخرجهم رسول الله
صلى

السفير عبد الله، وحرضهم على الجماعة، و
الجمعة والصوم وامر بالزكاة وعلمهم
حدودها وجهز بدعوة الخلق الى الاسلام
ومن عهم في الهجرة من اوطانهم لانها يومئذ
دار الكفر ولا يستطيعون اقامة الاسلام
هنالك وشد المسلمين بعضهم ببعض بالمؤاخاة
وايجاب الصلة والنفاق والتوارث بتلك
المؤاخاة لتتفق كلمتهم فيتأتى بها دفع
من اعدائهم، وكان القوم الفوا تناصر
بالقبائل، ثم لما رأى الله فيهم اجتماعا و
نجدة اوحى الى نبيه ان يجاهد ويقعد لهم
كل مرصد، ولما وقعت واقعة بدر لم
يكونوا على ماء ما مطر الله مطرا واستمار
الناس هل يختار العير ام النفير؟ فبورك
في رأيهم حسب رأيه فاجمعوا على النفير بعد
ما لم يكن يكون ذلك، ولما رأى صلى الله عليه
وسلم كثرة العدو تضرع الى الله تبشر بالفتح
واوحى اليه مصارع القوم، فقال هذا
مصرع فلان وهذا مصرع فلان ينضح يده
ههنا وههنا فما ماط احدهم عن موضع
يد رسول الله صلى الله عليه وسلم ظهرت
الملائكة يومئذ بحيث يراها الناس فثبت
قلوب الموحدين وترعب قلوب المشركين
فكان ذلك فتحا عظيما اغناهم الله به و
اشبعهم وقطع دابر الشرك فاهلك
افلاذ كبد قريش، وله الحمد فرقانا، و
كان ميلهم بلا اقتداء مخالفا لما احبه الله
من قطعهم برا الشرك فعوتبوا ثم عفي عنهم
ثم هاجر الله تقريبا لاجلاء اليهود فانه لم

اور اس الفاء فیہ کا محل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے اگرم سفیر اور
واسطہ عبداللہ ہو گئے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو
جماعت اور جمعہ اور روزہ کی ترغیب دلائی اور زکوٰۃ کا حکم دیا اور
انکو زکوٰۃ کے حدود کی تعلیم فرمائی اور لوگوں کو علانیہ اسلام کی دعوت
دینی شروع کی اور ان کو اپنے اپنے وطن سے ہجرت کرنے کی ترغیب دی
اس لیے کہ اسوقت انکے وطن دار الکفر تھے اور وہاں رہ کر اسلام کو قائم نہیں رکھ
سکتے تھے اور باہم مواخاۃ کے ذریعہ اور صلہ رحمی اور مصارف میں ایک دوسرے کی
امداد اور اس مواخاۃ کی وجہ سے ورثہ پانیکو لازمی قرار دیکر تمام مسلمانوں کو
مستحکم اور مضبوط کر دیا تاکہ ان میں وحدت پیدا ہو جائے اور وہ مجموعی
طاقت سے جہاد کر سکیں اور اپنے دشمنوں کو روک سکیں، اور اسوقت
خاندان آپس میں ایک دوسرے سے مدد لیا کرتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے
مسلمانوں میں اتحاد اور قوت دیکھی تو اپنے نبی کو وحی کی کہ کفار سے جہاد
کریں اور ان کیلئے ہر ناکہ پر بیٹھیں اور جب واقعہ بدر پیش آیا تو مسلمانوں کے
پاس پانی نہ تھا پس اللہ تعالیٰ نے وہاں خوب بارش برسائی نبی
صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے مشورہ کیا کہ ابو سفیان کے قافلہ کا قصد
کرتے ہو یا لشکر کے مقابلہ کا پس آپ کی رائے کے موافق صحابہ کی رائے میں
بھی برکت عطا ہوئی تب سب نے جنگ کرنے پر اتفاق کیا بعد اس کے کہ وہ
اس پر متفق نہ تھے اور جب آپ نے دشمن کی کثرت کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ
کے حضور میں نہایت عاجزی کی اسوقت آپکو فتح کی بشارت دی گئی اور
وحی کے ذریعہ ان مواقع کی اطلاع دی کہ جہاں کفار قتل ہو کر گریں گے پس
آپ نے فرمایا یہاں فلاں کی لاش ہوگی اور یہاں فلاں کی لاش ہوگی
آپ اپنا ہاتھ رکھکر بتلاتے جاتے تھے کہ یہاں فلاں ہوگا اور یہاں
فلاں ہوگا پس ان میں سے کوئی اس جگہ سے نہ ہٹا جہاں آپنے اپنے ہاتھ
سے تعین کر دی تھی، اور وہ فرشتے لوگوں کی آنکھوں کے سامنے نظر آتے تھے
تاکہ موحدین کے قلوب مطمئن ہوں اور مشرکین کے قلوب لرز جائیں
اس لڑائی میں مسلمانوں کو فتح ہوئی جس کے سبب اللہ تعالیٰ
نے انکو غنی بنا دیا اور شرک کی طاقت کو ختم کر دیا اور قریش کے
جگر گوشوں کو ہلاک کر دیا اسی وجہ سے اس جنگ کا نام فرقان ہے اور منجملہ
انکے پاس سے فدیہ لیکر کفار کے قیدیوں کو چھوڑ دینے کی طرف میلان کیا

م گمر یہ اللہ تعالیٰ کی اس مرضی کے خلاف تھا کہ شرک کی ہلاکت جائے اس لیے وہ مورد عتاب ہوئے پھر اس کو معاف کر دیا گیا اس کے بعد اللہ

يكن نصفرون الله ما تعدنه وهم محاربون
فكان منهم نقض العهد ما على بن المصطف
وبنى تينقاع وقتل كعب
الله في قلوبهم الرعب
وعدهم المصطفى
صوا لهم على بنيه
وكان النور
فبعث الله عبد الله
له قتلوا
فقال رسول الله
رجلك فمه
حدثت
المسلمين يوم
كثيرة فجعل العاقبة
فلم يجعل
صلى الله
على الشعب
احمالا
فلما
جعلوا
المخصلين
اكثر
هبار
يراتوا
في بئر
يد عوعبد
استحيان
كل امرء
القرآن

بدر اور احد کی شکست کا بدلہ لینے کا ارادہ کیا۔ یہ اور عبرت پیدا کی اس شکست کا یہی سبب تھا کہ
وسلم نے چند مسلمانوں کو ایک درّہ پر مقرر کیا تھا
وہاں سے ہٹ گئے اور اللہ تعالیٰ نے اجانک
شکست دی کافروں کی اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی
تھی اور درّہ کی
جنگ کرنے

ربنا فوق [illegible] ثم تسمع بعد ۔

ولما احاطت الجيوش بالثعلب و بحصنه الحصين ظهر له رحمة الله بالحرص وجود كثيرة ريد الله كيد هم في نحورهم و يجعل بأسهم بينهم شديدا ، و بورك في طعام جرير رضي الله عنه فكفى صاع من شعير و بهمة نحو ثلثي رجل ، و انكشفت تصور كسرى و قيصر لما قدحه الحجر و نصر بمحمد و هبت ريح شديدة [illegible] ليلة مظلمة و لقي ابو سفيان في [illegible] و نزلوا رحاصر قريظة فنزلوا على حكم سعد رضي الله عنه فامر بقتل مقاتلهم [illegible] ذرية بعضهم على حساب الخلق و كلم [illegible] صلى الله عليه وسلم و غيبه [illegible] فوافق رضي الله عنه [illegible] حمية كان لبيد مصدقة و ينسب [illegible] ن حلائل الاعداء ثم [illegible] نكحها الله تعالى نبيه صلى الله عليه وسلم [illegible] يوم يوضع يوم [illegible] ثقل يا رسول الله [illegible] لعمان في سنته [illegible] فاء فضرب له و حتى تأتيها كاسما [illegible] بمطر و حتى [illegible] والظعن فقال [illegible] والبيداء الا [illegible] الى فاحبها [illegible] عرجت [illegible] بكبد [illegible] ام سليم [illegible] حولها [illegible] غزوة بني [illegible] تعلق ظنونهم [illegible] والملائكة [illegible]

جب عرب کے [illegible] کا نام بلند کیا اور مدینہ طیبہ کے چاروں طرف خوف کی [illegible] قوت سے طریقوں سے مسلمانوں [illegible] ظہور ہوا اللہ تعالیٰ نے کفار کی تدبیروں کو رد کر دیا اور مسلمانوں کو کسی طرح کی مضرت نہیں پہنچی ۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے [illegible] برکت دی گئی کہ اب صاع جو اور ایک بکری کا چوتھائی [illegible] بڑا آدمی [illegible] کھا کر سیر ہو جاتا ۔ خندق میں [illegible] وقت آپ کو کسریٰ اور [illegible] کے محلات نظر آئے اور ان کی فتح ہونے کی آپ کو بشارت دی گئی اور [illegible] کیا مارا ہوا [illegible] کا پتہ لگایا [illegible] حضرت سعد [illegible] اسعد کے [illegible] آئے [illegible] حضرت سعد [illegible] سے بڑا [illegible] فیصل کیا جائے اور [illegible] کر دیا [illegible] حق سے [illegible] حضرت [illegible] رجعت کی اور [illegible] مصلحت تھی کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ [illegible] سوائے [illegible] کے [illegible] اور اللہ تعالیٰ [illegible] کے [illegible] ایک [illegible] جمعہ کے روز [illegible] ہے کہ [illegible] یا رسول [illegible] کے لئے [illegible] آپ نے [illegible] ہوئے [illegible] کا ارادہ ہوئے [illegible] جس طرف آپ [illegible] حضرت [illegible] ارک [illegible] جبرئیل [illegible]

اتهمت عائشة فی تلك الغزوة فشهرت
رحمة الله بتبريتها واقامة الحد علی من
اشاع الفاحشة عليها. ولما انكسفت
الشمس تضرع الی الله فانه اية من ايات
الله يترشح عندها خوف فی قلوب المصطفين
وری فی ذلك الجنة والنار بينه وبين
جدار القبلة وهو من ظهور حكم المثال
فی مكاك خاص واراه الله فی رؤياه ما
يقع بعد افتتح من دخولهم مكة محلقين
ومقصرين لا يخافون فرغبوا فی العمرة
ولما بان وقتها، وكان ذلك تقريبا من
الله للصلح الذی هو سبب فتوح كثيرة
وهم لا يشعرون، نظير ذلك ما قالته
عائشة رضی الله عنها فی معارضة ابی بكر
وعمر رضی الله عنهما عند موت النبی
صلے الله عليه وسلم ان فی كل قول وئدة
فرد الله اسا فقين بقول عمر رضی الله
عنه وبين الحق بقول ابی بكر رضی الله
عنه فان الامر الی ان اجتمع رای هؤلاء
وهؤلاء ان يصطلحوا وان كره الفئتان
وظهرت هنالك ايات عطشوا ولم يكن
عندهم ماء الا فی ركوة فوضع عليه
السلام يده فيها فجعل الماء يفور من بين
اصابعه وتوضوا ماء الحديبية فلم يبركوا
فيها قطرة فبرك عليها فسقوا واستقوا، و
وقعت بيعة الرضوان معونة لاخلاص
المخلصين، ثم فتح الله عليه خيبر فاء
منه علی النبی صلے الله عليه وسلم ومسلمين
ما يتفوون به علی الجهاد وكان عند اء

اس جنگ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی اور
اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان کی برأت ظاہر فرمائی اور جس نے اس تہمت
کو آپ کی جانب سے پھیلایا تھا اس پر حد قائم کی گئی اور جب سورج گرہن
ہوا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں نہایت عجز اور انکساری کی اس لئے
کہ وہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک ایسی نشانی ہے کہ اس کے پائے جانے کے
وقت ہر گزیدہ لوگوں کے دلوں میں خوف طاری ہوا کرتا ہے اسی نماز میں آپ
نے اپنے اور دیوار قبلہ کے مابین جنت اور دوزخ کا مشاہدہ کیا اور یہ مشاہدہ
مکان خاص میں عام مثال کے احکام کا ظہور ہے اور اللہ تعالیٰ نے خواب
میں آپ کو مطلع کیا کہ بلا خوف و ہراس فتح کے ساتھ حلق اور قصر کرکے
میں داخل ہوں گے اس واسطے لوگوں نے عمرہ کا قصد کیا حالانکہ عمرہ کا
وقت نہیں آیا تھا اور اس میں اللہ تعالیٰ کو کفار سے صلح کرانا منظور
تھی جو بڑی بڑی فتوحات کا سبب تھی اور لوگ اس سے بالکل بے خبر تھے
اس کی نظیر حضرت عائشہ صدیقہ کا وہ قول ہے جو انہوں نے حضرت
ابوبکر اور حضرت عمر کے اس معارضہ میں کہا جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے
فوت ہونے کے وقت واقع ہوا کہ ہر ایک کے قول میں ایک فائدہ ہے وہ یہ
کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کے قول سے منافقین کی تردید کی اور حضرت
ابوبکر کے قول سے حق کو ظاہر کر دیا اور معاملہ یہ آن پڑا کہ دونوں
فریق باہم صلاح کریں گو اس صلح سے دونوں ناخوش تھے اور اس
موقع پر بہت سے معجزات ظاہر ہوئے لوگ پیاسے تھے اور پاس صرف
ایک برتن میں موجود تھا پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا
دست مبارک رکھ دیا میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں میں سے
پانی ابلنے لگا، اور حدیبیہ کا تمام پانی صحابہ نے کھینچ لیا تھا یہاں تک
کہ انہوں نے اس میں پانی کا ایک قطرہ بھی نہ چھوڑا تب نبی
صلے اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا کی جس سے اس کنوئیں
میں اس قدر پانی ہو گیا کہ تمام لوگ سیراب ہو گئے اور انہوں
نے اپنے جانوروں کو پانی پلایا اور مخلصین کے اخلاص کی جانچ
کیلئے بیعت رضوان واقع ہوئی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے خیبر
کو فتح کر دیا وہاں سے اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو
عطا کیا جس کو وہ جہاد کی طاقت بڑھانے اور انتظام خدمت

نظام الخلافة فصار عند المسلمين ثابتة
الله في الارض وظهور آيات
في مقامه صلى الله عليه وسلم فنيابة
اصابت سلمة ابن الاكوع فخرجت
بفتيات فما اشتكى هذا
بقضي حاجته تلمير شيبة بسفوه
دعا شجرتين فانضمتا كانهما
حتى اذا فرد هما في موضعهما
اراد الحارث ان يسطو برسول الله
عليه وسلم اخترط سيفه فقال
بلاء ثم نفث النفث ورد
انذر الاسير ان لقي اجبر
انطار رسولهم فخرج
ذهب ان يغير على سرح
سار عند ذاك سار كسرى
عليه فمزق الله كل ممزق
الله عليه وسلم
الى مؤتة فانكشف عنها
عليها السلام قبل ان
الله تقريبا بحيث
حياء العرب فنقضت قريش عهدها
تعاهدوا واراد حاطب ان
الله ذلك رسوله وصدقه
الكافرون
حيث لم يحسبوا
الكفار يوم حنين وكانت
استقام رسول الله
هل بينه الله
بعرف

اس لیے آپ نے اس پر بددعا کی پس
پیش کرنا

انسانا الا عدا عینیہ تو ... نولوا مدبرین
ثم لقی اللہ سکینتہ علی المسلمین واجتمعوا
واختلفوا حتی کان نصح ... وقال لرجل
یدعی الاسلام وقاتل اشد القتال ھو
من اھل النار فکاد بعض الناس یرتاب
ثم ظھر انہ قتل نفسہ۔

وسحر النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فدعا اللہ ان یکشف علیہ جلیۃ الحال
فجاءہ فیما یراہ رجلان واخبراہ عن
السحر والمساحرہ واتاہ فی البئر حیث
فقال یا رسول اللہ اعدل فانکشف علیہ
حال وحال قومہ فقال صلی اللہ علیہ
وسلم یقاتلون خیر فرقۃ من الناس
یتھم رجل اسود احد عضدیہ مثل
... فکان کما قال صلی اللہ علیہ
ووجد الوصف کما قال، ودعا لام ابی
ھریرۃ ان تمنت فی یوم ما۔

وقال علیہ السلام لم یبسط احد
منکم ثوبہ حتی اقضی مقالتی ھذہ ثم
... فبسط ابو ھریرۃ نسا سمع
منہا شیئا، وضرب علیہ السلام بیدہ
فی صدر جریر وقال اللھم ثبتہ فما
سقط عن فرسہ بعد، وکان رشید
فی الخیل دارہ رجل من ذی ... لہ
... ، وکان علیہ السلام
یخطب ... فجعل
... فی

جس کی دونوں آنکھیں جاتی رہتی ہوں اس وجہ سے وہ کفار پیٹھ پھیر کر بھاگ پڑے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں پر سکینت اور اطمینان پیدا کیا اور سب مجتمع ہو کر سخت حملہ کیا جس سے فتح حاصل ہوگئی۔ اور ایک شخص کے متعلق جو بظاہر مسلمان اور جہاد میں دل کھول کر حصہ لیتا تھا یہ گمان کیا جانے لگا کہ وہ دوزخی ہے پھر بعد میں ظاہر ہوا کہ اس نے خود کشی کر لی ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کر دیا گیا تھا آپ نے دعا فرمائی کہ اصل حال آپ پر منکشف ہو جائے تو خواب میں آپ کو دو شخص دکھلائی دیئے اور ان میں سے ایک نے دوسرے سے حال دریافت کیا اور دوسرے نے اس کو جواب دیا۔ پھر پہلے نے آکر کہا یا رسول اللہ انصاف سے فیصلہ فرمائیے پس آپ پر اس کی قوم کا حال منکشف ہو گیا۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں سے بہتر فرقہ سے جنگ کریں گے ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک شخص ایسا ہوگا جس کا ایک بازو عورت کے پستان جیسا ہوگا۔ حضرت علیؓ نے ان سے جنگ کی اور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اس مجمع کے ایک آدمی کو پایا جائے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہؓ کی دعا فرمائی میں وہ کسی روز مسلمان نہ ہوئے۔ ایک روز آپ نے یہ فرمایا کہ جو شخص اپنی اس بات کو پورا کرے کہ میں اس وقت تک جو کوئی شخص بیٹھ گیا ہو بیٹھا رہے گا جب تک کہ میں اپنی بات پوری نہ کر لوں اس کے بعد اس نے سنا ہے وہ کبھی نہیں بھولا چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا پس وہ ہر سنی ہوئی بات کو یاد رکھتے تھے۔ اور حضرت جریرؓ کے سینہ پر آپ نے ہاتھ مار کر فرمایا اے اللہ اس کو قائم رکھ پس اس دن سے لے کر پھر کبھی وہ گھوڑے سے نہ گرے حالانکہ اس سے پہلے وہ گھوڑے پر جم نہیں سکتے تھے۔ ایک شخص دیر سے پہنچا تھا آپ کے بعد دعا کی پس زمین سے کھجور کے ایک درخت کا نکل آنا ذکر کیا گیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ایک درخت کے پاس خطبہ دیا کرتے تھے پھر جب آپ کے لئے منبر بنا دیا گیا تو اس درخت سے گریہ و زاری کی آواز سنی گئی۔ اور اس نے یتیم ہو جانے کی وجہ سے رونا شروع کر دیا تھا کہ آپ نے اس کو اپنے سینہ سے لگا لیا تب وہ ... ہو گیا

فرسکم هذا بحرا فکان بعد ذلک لایجار
خراحکم الله دینه و تواردت الوفود
تواترت الفتوح و بعث العمال علی
القبائل و نصب القضاة فی البلاد و
تمت الخلافة فبعث فی وجهه صلی الله
علیه وسلم ان یخرج الی تبوک لتظهر
شوکته علی الروم فینقاد له اهل تلک
النواحی، وکانت تلک غزوة فی وقت
الحر والعسرة فجعلها الله تمییزا بین
المؤمنین حقا والمنافقین، ومر علیه
السلام علی حدیقة لامرأة فی وادی القری
فرخصها وخرصها، فبصرها به رضی الله عنهم
فکان کما قال علیه السلام، ولما وصل
الی وادی حجر نهاهم عن میاهه تنفیرا
عن محل اللعن، ونهاهم لیلة ان یخرج
احد فخرج رجل فالقته ریح بجبل طیئ،
فعل لرسول الله صلی الله علیه وسلم بعلیو فقال
بعض المنافقین لو کان نبیا لعلم این
بعیره فنباه الله بقول المنافق وبمکان
بعیره، وتخلف ناس من المخلصین زلة
منهم ثم ضاقت علیهم الارض بما رحبت
فتاب الله علیهم، والتی ملک ایلة فی
البحر خالد من حیث لم یحتسب فلما
دخل الاسلام ودخل الناس فی دین الله
افواجا اوحی الله الی نبیه ان ینبذ عهد
من معاهد من المشرکین، ونزلت سورة
براءة. وارادة المباهلة من نصاری نجران
فعجزوا واختاروا الجزیة، ثم خرج الی
تبوک وحضر معه نحو من مائة الف واربعة

تمہارے گھوڑے کو رفتار میں کچھ کو دخل ہوگا اس کے سوا کوئی
گھوڑا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا،

ان امور کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو خوب مستحکم کر دیا اور
ہر طرف سے لوگ [illegible] شروع ہوگئے اور وفود [illegible]
لگیں، تمام قبائل عرب میں عمال بھیج [illegible] فرمائے اور خلافت مکمل حالت میں ہوگئی اس کے بعد آپ کے دل
میں القاء ہوا کہ مقام تبوک کی طرف نکلیں تاکہ رومیوں پر آپ کی
شوکت ظاہر ہو اور وہاں کے لوگ آپ کے مطیع ہو جائیں اور یہ جنگ
نہایت گرمی اور تنگی کے زمانہ میں واقع ہوئی تھی پس اس کو اللہ
نے خالص مومنین اور منافقین کے درمیان امتیاز کر دینے والا بنایا
تھا، پس جب اللہ علیہ وسلم وادی قریٰ میں ایک عورت کے باغ
کے پاس سے گذرے تو اس کے پھلوں کا تخمینہ آپ نے بھی کیا اور
صحابہ نے بھی کیا لیکن جیسے آپ نے فرمایا تھا وہ اس کے موافق
برآمد ہوا، جب آپ دیار حجر کے قریب پہنچے تو لوگوں کو اس
کے پانیوں سے ممانعت فرما دی تاکہ لعنت کے مقام سے لوگوں
کو عبرت رہے، ایک مرتبہ رات کے وقت باہر نکلنے سے آپ نے
منع فرمایا اتفاقاً ایک شخص باہر نکل گیا تو اس کو ہوا نے طی کی پہاڑی
میں پھینک دیا، ایک مرتبہ آپ کا اونٹ گم ہوگیا تو بعض منافقین
کہنے لگے کہ اگر نبی ہوتے تو ان کو اپنے اونٹ کا پتہ معلوم ہو جاتا تب
اللہ تعالیٰ نے اونٹ کے مقام اور منافق کے قول سے مطلع فرمایا
اور بعض مخلصین کو غلطی لگی اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد
میں شریک نہیں ہوئے اس کے بعد ان پر زمین باوجود کشادگی کے
تنگ ہوگئی پھر اللہ تعالیٰ نے انکا قصور معاف کر دیا اور جو ملک
ایلہ کا بادشاہ حضرت خالد بن ولید کے زیر حراست ہوگیا جس وقت
اسلام قوی ہوگیا اور گروہ کے گروہ دین میں داخل ہونے لگے تو اللہ
تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ مشرکین سے جو معاہدے ہیں
ان میں سے ہر عہد کو تمام کر دیں اور [illegible] نجران
نجران کو [illegible] آپ نے صاحبہ کر لیا یا مکمل [illegible]
ہو کر جزیہ قبول کر لیا اس کے بعد آپ [illegible]

ہو گئے آپ کی معیت میں قریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار [illegible]

النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصدق جبرائیل
لیکون ذلک کالفۃ لکتلدینہ، ولما مرض
المتلبثین والروم والعجم حتی تم
امر اللہ ووفی وعدہ صلی اللہ علیہ وعلی
آلہ واصحابہ وسلم۔

الفتن

اعلم ان الفتن علی اقسام فتنۃ
الرجل فی نفسہ بان یقسو قلبہ فلا
یجد حلاوۃ الطاعۃ ولا لذۃ المناجاۃ
وانما الانسان ثلاثۃ شعب، قلب ھو

والحدس ونحوھما والنظریۃ من البرھان
ونحوھما، وطبع ھو مبدأ

فتنوں کا بیان

فتنے ہر قسم کے ہیں ان میں سے ایک فتنہ تو خود آدمی کے نفس کا فتنہ ہے جو اس کے دل کے سخت ہو جانے میں ہوتا ہے اس کو عبادت میں حلاوت معلوم ہو اور نہ مناجات میں کوئی لذت محسوس ہو، اور انسان کے تین شعبے ہیں ایک تو دل ہے جو انسان کے تمام حواس کا مبدا ہے جیسے غضب، حرأت، حیا، محبت، خوف، انقباض و انبساط وغیرہ سے متعلق ہیں جو کہ سب حواس مبنی ہوتے ہیں جیسے بدیہی احکام جو مجربات اور حدس سے حاصل ہوتے ہیں اور جیسے نظری احکام جو دلیل اور قیاسات وغیرہ سے حاصل ہوتے ہیں یہ تمام امور خواہش کا مبدا ہے جو بدن کی قوت کیفیہ ضروری کی وجہ سے ضروری ہوتے ہیں وہ خواہش جو کھانے پینے خواب اور جماع وغیرہ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے،
پس جب قلب پر یہی خصلتیں غالب ہو جاتی ہیں

خصال ... كان فيهما ... تحوقتين لهما نحو ... طبيعة ... هما كان ... قبل ... والمتنظة ... وهما ... قلبا انسانيا فيكون حوته ومحبته وما بينهما ما بين ... حصلها، وهما قوى ... نوره كان روحا فيكون بسط بلا قبض والفة بلا قلى ... كانت حوله انفاسا وكانت حواشي الملكة كالدين له دون الاسوس الملكة ... بسبق. وهما عليه خصال ... بالميه على الحق صابر جريئة ... تحاديث ... تشبل ... بعض الذ واعي الطبيعة فيحدث نفسه بالجهاد ... كان له ... كان بدا جرح ... وقت ... يكون احادث النفس ... لمظامات ... والحقة ... وهما غلبت عليه خصال السلكية في جملة كان عقلا من فعل ... لا ترف قة او ... بديهة ... نظرا، وهما قوى نوره وصفاؤه كان ... من فعل، قبول علوم ... الغيب رؤيا او فراسة وكشفا وهتف ... ونحو ذلك ... الى المجردات ...

اور جب عقل پر شیطانی وسوسوں کا غلبہ ہوتا ہے تو نفس کے اندر ایسے خیالات پیدا ہوتے ہیں جو عقیدہ اور ... ہیں اور سچے اعتقادات ... نعالی کی ... کرتے ہیں، اور جب نفس پر ملکی خصلتوں ... کی زیادتی غلبہ ہوتا ہے تو وہ ایسی عقل ہوتی ہے ... کرنا ضروری ہے جیسے وہ علوم جو تدابیر نافعہ سے متعلق ہیں ... ہیں اور جب اس کا نور ... ترقی کر جاتی ہے تو سچے سرکتے ہیں تب نفس ان علوم کو قبول ... ہے جن کا ... غیب سے ہوتا ہے خواہ ان کا ادراک بذریعہ خواب کے ہو یا فراست یا کشف یا ... غیرہ کے ذریعے ہو، اور جب عقل کا ... موقوف ہوتا ہے

من الزمان والمكان كان خفيا، وهما احد لطمع الى الخصال البهيمة كان نساء وة بالسوء، ومهما كان متردد ابين البهيمة والملكية وكان الامر بينهما لاولو با كان نفسا لوّامة، ومهما تقيدت بالشرع ولم تنزع عليه ولم تتجسس لا فيما يوافق انت نفسا مطمئنة

هذا ما عندى معرفة لطائف الانسان والله اعلم، وفتنة الرجل فى اهله وهى فساد تدبير المنزل والبيه الاشارة فى قوله صلى الله عليه وسلم ان ابليس يضع عرشه على الماء ثم يبعث احدهم فيقول ما تركته حتى فرقت بينه وبين امرأته فيدنيه منه، و يقول نعم انت، وفتنة تموج كموج البحر وهى فساد تدبير المدينة وطمع الناس فى الخلافة من غير حق، وهو قوله صلى الله عليه وسلم ان الشيطان قد يئس ان يعبده المصلون فى جزيرة العرب ولكن فى التحريش بينهم، وفتنة ملية وهو ان يموت الحواريون من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم ويستند الامر الى غير اهله فينتعش رهبانهم وجهالهم رؤساء يدين يعرفون ولا ينهون عن منكر فيصير الزمان زمان الجاهلية، وهو قوله صلى الله عليه وسلم ما من نبى الا كان له حواريون الحديث، وفتنة مستطيرة وهى تغير

جو مکان اور زمان سے بری ہوتے ہیں تو اس کو حی کہتے ہیں، اور جب طمع سے بہیمی خصائل کی طرف اتر آتی ہے تو وہ نفس امارہ بالسوء ہو جاتا ہے، اور جب طبیعت بہیمیت اور ملکیت میں متردد ہوتی ہے اور اس کا میلان کسی اس جانب ہوتا ہے اور کبھی اس جانب ہوتا ہے تو اس کو نفس لوامہ کہتے ہیں، اور جب نفس شرع کا پابند ہوتا ہے اور کبھی اس کی مخالفت نہیں کرتا، اور اسی کے موافق خواہش کرتا ہے تو اس کو نفس مطمئنہ کہتے ہیں،

لطائف انسان کی معرفت میں جو کچھ میرے علم میں تھا میں نے بیان کر دیا واللہ اعلم،

اور ایک نسائی فتنہ ہوتا ہے جس کا تعلق امر کے بل سے ہوتا ہے اور وہ انتظامات خانہ داری کا بگڑ جانا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں اسی طرف اشارہ ہے کہ ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے، پھر آپ نے فرمایا کہ ایک شیطان اس کے پاس آکر کہتا ہے کہ میں نے فلاں شخص کو نہیں چھوڑا یہاں تک کہ اس میں اور اس کی بیوی میں جدائی کرا دی تب ابلیس اس کو اپنے پاس بلا کر کہتا ہے تو بہت ہی اچھا ہے، اور ایک فتنہ ہے جو سمندر کی موج کی طرح موجزن ہوتا ہے اور وہ ملکی انتظامات کا برباد ہوتا ہے اور بغیر استحقاق کے ہر ایک کا خلافت کی طمع کرنا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان اس بات سے ناامید ہو گیا ہے کہ جزیرۃ العرب میں نماز پڑھنے والے اس کی پرستش کریں لیکن باہمی فساد سے ناامید نہیں ہوئے، اور ایک وہ فتنہ ہے جو مذہب سے متعلق ہے اور وہ اس طرح سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حواری اصحاب نیا سر اٹھا جائیں اور نااہل لوگ مذہب کے سرپرست بن جائیں پس ان کے درویش اور علماء دین میں تکلفات پیدا کریں اور ان کے بادشاہ اور جاہل دین میں سستی ظاہر کریں کہ نہ بھلائی کا حکم دیں اور نہ برائی سے منع کریں، اور زمانہ زمانہ جاہلیت کے مانند ہو جائے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں الحدیث،

اور ایک عام فتنہ ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ لوگ

الناس من الانسانية ومقتضاها نفارهم وازهدهم الى الانسلاخ من مقتضيات الطبع رأسا دون اصلاحها والقسمة بالمجردات والتحنث اليهم بوجه من الوجوه ونحو ذلك. وعامة شره الى البهيمية الى نصب ديكون ناس بين الفريقين لا الى هؤلاء ولا الى هؤلاء، وفتنة الوقائع الجوية المستمرة بالاهلاك العام كالطوفان العظيم من الوباء والخسف والنار المستمرة في الافطار ونحو ذلك، وفتن بين النبي صلى الله عليه وسلم كثيرة فمن ذلك ان تتبعن سنن من كان قبلكم شبرا بشبر وذراعا بذراع حتى لو دخلوا جحر ضب تبعتموهم، وقال عليه السلام يذهب الصالحون الاول فالاول ويبقى حفالة كحفالة الشعير لا يباليهم الله بالة ؛

اقول علم النبي صلى الله عليه وسلم انه اذا بعد العهد من النبي والقرن الحواريون من اصحابه وسد امرا الى غير اهله لابد ان تجري الرسوم حسب الدواعي النفسانية بعد السلطنية وتعمهم جميعا الا من شاء الله منهم، وقال صلى الله عليه وآله وسلم ان هذا الامر بدا نبوة ورحمة ثم يكون خلافة ورحمة ثم ملكا عضوضا ثم كائن جبرية وعتوا وفسادا في الارض يستحلون الحرير والفروج والخمور ويرزقون على ذلك وينصرون حتى يلقوا

انسانیت اور اس کے مقتضا سے بالکل ہٹ جائیں سب سے زیادہ اور اعلیٰ درجہ کے زاہد مقتضیات طبیعت کو بالکل ترک کر دیں ان کی اصلاح کی برائے نہ کریں مجردات کے ساتھ مشابہت اور کسی نہ کسی طرح سے ان سے محبت پیدا کر لیں وغیر ذالک، اور ان کے عوام طبعی بہیمیت میں جذب ہو جائیں اور لوگ دونوں کی درمیانی حالت میں ہوں کہ نہ اس طرف ہوں اور نہ اس طرف ہوں،

اور ایک فتنہ وہ ہے جو وقائع جو سے متعلق ہے جن میں عام ہلاکت کی تخویف ہوتی ہے جیسے بڑے بڑے طوفانات کا ظاہر ہونا، وبا کا پھیلنا، زمین کا دھنس جانا اور اطراف عالم میں آگ کا پھیل جانا وغیر ذالک،

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اکثر فتنوں کی تشریح بیان فرمائی ہے آپ نے فرمایا تم پہلے لوگوں کے طریقوں کے قدم بقدم پیروی کرو گے یہاں تک کہ اگر کوئی سوسمار کے سوراخ میں داخل ہوا ہوگا تو تم بھی اس کی پیروی کرو گے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نیک لوگ درجہ بدرجہ فنا ہوتے جائیں گے اور پیچھے قدر لوگ باقی رہ جائیں گے جیسے جو کی بھوسی اللہ تعالیٰ کو ان کی کچھ بھی پرواہ نہ ہوگی،

میں کہتا ہوں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا تھا کہ جب نبی کا زمانہ دور ہو جائے گا اور آپ کے صحابہ میں حواری کے درجہ کے لوگ بھی ختم ہو جائیں گے اور نااہل لوگ مسند علم پر بٹھا دیئے جائیں گے تو ضرور ان میں وہ رسوم جاری ہوں گی جو نفسانی اور شیطانی تحریکات سے پیدا ہوتی ہیں اور وہ رسوم سب کو محیط ہو جائیں گی الا ماشاء اللہ،

اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی ابتداء نبوت اور رحمت سے ہوئی ہے اس کے بعد خلافت اور رحمت کا زمانہ آئے گا پھر اس کے بعد حکومت غالب ہو گی اس کے بعد ظلم سرکشی اور زمین پر فساد ہوگا بیشمار شر مگاہوں اور شراب کو لوگ حلال سمجھ لیں گے اس حالت پر ان کو رزق ملے گا اور ان کی مدد کی جائے گی یہاں تک کہ وہ

انا ها اقول والنفوة قد قصت بوفاة
النبي صلى الله عليه وسلم، الا فان
التي [illegible] بعد ان خشيت ان
اخذها ان نهارا ما لزم ان قبله
وسلم الحسن رضي الله عنه، وسلك
بعضهم، شاجرت [illegible] امية
ومروانهم على ان ستقر [illegible]
والجبرية والعتو خلافة بني العباس
فانهم عهدوها على رسوم كسرى وقيصر
وقال صلى الله عليه وآله وسلم تعرض
الفتن على القلوب كالحصير عود عود
فاي قلب اشربها نكت فيه نكتة
سوداء واي قلب انكرها نكت فيه
نكتة بيضاء حتى تصير على قلبين
[illegible] فلن تضره فتنة
ما دامت السموات والارض والاخر
اسود مربادا كالكوز مجخيا لا يعرف
معروفا ولا ينكر منكرا الا ما اشرب
من هواه:

اقول انها اجنس النفسانية و
الشيطانية سعت في قلوب [illegible]
الفاسدة ان تتمرن [illegible]
وخوة حتى [illegible] هذا
من [illegible] فشاء [illegible]
وتوهم [illegible]
وقال صلى الله عليه وآله وسلم ان الامانة
نزلت في جذر قلوب الناس ثم علموا من
القرآن ثم علموا من السنة، وحدث

اللہ سے ملیں"

میں کہتا ہوں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے [illegible]

[illegible]

اور دوسرا سیاہ گرد آلود جیسے ٹیڑھا کوزہ وہ نہ نیکی کی
شناخت رکھتا ہے [illegible]

[illegible]

[illegible] واسطے ان فتنوں کو وہی شخص پڑھ سکے گا جس
[illegible] ان سموں کی [illegible]
[illegible] اور دل میں
بھر جاتی ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امانت لوگوں
کے دلوں میں نازل ہوتی ہے پھر قرآن و حدیث کے ذریعے
لوگ اس کا علم حاصل کرتے ہیں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے امانت
[illegible]

النومة فتقبض الامانة من قلبه فيظل
اثرها مثل اثر الوكت ثم ينام النومة فتقبض
الامانة فيبقى اثرها مثل اثر المجل كجمر
دحرجته على رجلك فنفط فتراه منتبرا
اقول لما اراد الله ظهور ملة الاسلام
اختار قوما وفقهم للانقياد والاذعان
وجمع الهمة على موافقة حكم الله حتى كانت
الاحكام المفصلة في الكتاب والسنة
تقبيلا لذلك الاذعان الاجمالي، فبهذا
تخرج من جهل ودهر على غفلة منها وذهل
شيئا فشيئا فيرى الانسان اطرفه يكل
واعقله وليس في قلبه مقدار شئ من
الامانة الا بالنسبة الى دين الله وراجعة
الى معاملات الناس، وقال حذيفة رضي
الله عنه قلت يا رسول الله يكون بعد
هذا الخير شر كما كان قبله شر؟ قال
نعم، قلت فما العصمة؟ قال السيف،
قلت وهل بعد السيف بقية؟ قال نعم
يكون امارة على اقذاء وهدنة على دخن
قلت ما ذاه قال ثم يفشو دعاة الضلال
فان كان لله في الارض خليفة ضرب ظهرك
واخذ مالك فاطعه والا فمت وانت
عاض على جذل شجرة،

اقول الفتنة التي يكون العصمة
فيها السيف ارتداد اعراب في ايام ابي
بكر رضي الله عنه، واما امارة على اقذاء
فالمشاجرات التي وقعت في ايام عثمان
وعلي رضي الله عنهما، وهدنة على دخن
فالصلح الذي وقع بين معاوية والحسن

پس اسکے دل سے امانت قبض کر لیجاتی ہے اور اس کا اثر مثل داغ
کے رہ جاتا ہے پھر وہ سو جاتا ہے تو امانت قبض کر لیجاتی ہے پس
اس کا اثر مثل آبلہ کے رہ جاتا ہے جیسے تو اپنے پاؤں پر انگارہ
رکھے اور اس سے آبلہ پڑ جائے اور تو اسکو ابھرا ہوا دیکھے"
میں کہتا ہوں جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ ملت اسلام کا
غلبہ ہو تو ایک قوم کو اس نے پسند کیا اور ان کو فرمانبرداری اور اذعان
کا عادی بنایا اور حکم الٰہی کے موافق انکی ہمت اس قصد کو جمع کیا پھر اس
اذعان اجمالی کی تفصیل کتاب سنت میں مفصل احکام کے ذریعہ ہو گئی
اسکے بعد یہ اذعان لوگوں کے دلوں سے رفتہ رفتہ غفلت اور نسیان میں نکلتا
ہے پس آدمی بڑا عالی ظرف اور عقل مند دکھائی دیتا ہے مگر اس کے
دل میں امانت کا ایک ادنیٰ حصہ بھی نہیں ہوتا نہ تو دین الٰہی کے اعتبار
سے اور نہ لوگوں کے باہمی معاملات کے اعتبار سے۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے
ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اس خیر یعنی اسلام کے بعد شر
یعنی کفر پھیل جائیگا جس طرح اسلام سے پہلے کفر پھیلا ہوا تھا آپؐ نے
فرمایا ہاں میں نے عرض کیا اس سے نجات کی کیا صورت ہے آپؐ نے
فرمایا تلوار نجات دے گی، میں نے عرض کیا کہ کیا بعد تلوار کے بھی
کچھ شر باقی رہیگا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں زبردستی اور ناخوشی کی
حکومت ہوگی اور مکر و فساد سے صلح ہوگی، میں نے عرض
کیا پھر کیا ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا اس کے بعد گمراہی کی
طرف بلانے والے لوگ پیدا ہونگے پس اگر دنیا میں
اللہ کا کوئی ایسا خلیفہ بھی موجود ہو جو تیری پشت پر مارکر تیرا مال چھین لے تو اس کی اطاعت کیجیو ورنہ تو کسی درخت
کے جڑ کے نیچے افسوس و غم کی حالت میں مر جائیو۔
میں کہتا ہوں وہ فتنہ جس سے بچنا تلوار کے ذریعہ ہوگا
ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اہل عرب کا مرتد ہونا تھا
اور زبردستی کی حکومت سے مراد وہ جھگڑے ہیں جو حضرت عثمان
اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں پیش آئے
اور مکر و فریب کی وہ صلح جو امیر معاویہ اور حضرت
حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے درمیان واقع ہوئی

ابن علی رضی اللہ عنہما، ودعاۃ الضلال
یزید بالشام ومختار بالعراق ونحو ذلك
حتی استقر الامر علی عبد الملك، وذكر
صلی اللہ علیہ وسلم فتنة الاحلاس،
قیل وما فتنة السراء ودخنها من تحت
قدمی رجل من اهل بیتی یزعم انه
منی ولیس منی انما اولیائی المتقون،
ثم یصطلح الناس علی رجل کورك علی
ضلع، ثم فتنة الدهیماء لاتدع احدا من
هذه الامة الا لطمته لطمة، فاذا قیل
انقضت تمادت ؛

اقول یشبه واللہ اعلم ان تکون
فتنة الاحلاس قتال اهل الشام عبد
اللہ ابن الزبیر بعد هربه من المدینة،
وفتنة السراء اما تغلب المختار واتباعه
فی القتل والنهب بین خواص اهل البیت
فقوله علیه السلام یزعم انه منی معد
من حزب اهل البیت وناصریهم، ثم
اصطلحوا علی مروان واولاده، او خروج
ابی مسلم الخراسانی لبنی العباس یزعم
انه منهم فی خلافة اهل البیت، ثم اصطلحوا
علی السفاح، والفتنة الدهیماء تغلب
الجکیزیة علی المسلمین وغیرهم بلاد
الاسلام، وبین النبی صلی اللہ علیه و
سلم اشراط الساعة وهی توجد الی انواع
والفتن التی تعود کموج البحر
فان السلف من القوف. وانما یجی الخصاص
من حیث یجی الهلاك، وشرح هذا یطول

اور گزرا ہی کیطرف بلا نے والے ملک شام میں یزید اور عراق میں
مختار وغیرہ یہانتک کہ عبد الملک کی حکومت قائم ہوئی، نبی صلے اللہ
علیہ وسلم نے فتنہ احلاس کا ذکر فرمایا کسی نے عرض کیا کہ فتنہ احلاس
کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا یہ وہ فتنہ ہے جس میں لوٹ مار اور لڑائی ہوگی
آپ نے فرمایا اسکے بعد فتنہ سراء ہوگا اس کا ظہور ایسے شخص کے
پیچھے سے ہوگا جو میرے اہل بیت سے ہوگا وہ گمان کریگا کہ وہ مجھ
میں سے ہے حالانکہ وہ مجھ میں سے نہیں ہوگا بلکہ میرے دوست تو لوگ
اس کے بعد تمام لوگ ایک ایسے شخص پر صلح کرینگے جو کبڑے کی حالت
پر ہوگا، اس کے بعد فتنہ دہیماء ہوگا اس فتنہ کا کوئی شخص
اس کے طمانچہ سے نہ بچے گا جب لوگ کہیں گے کہ وہ ختم ہو گیا
وہ اور زیادہ طویل ہو جائے گا،

میں کہتا ہوں ہو سکتا ہے کہ فتنہ احلاس سے مراد اشتعال
وہ ہو جس میں اہل شام نے عبد اللہ بن زبیر سے جنگ کی تھی جبکہ وہ
مدینہ سے بھاگ کر مکہ میں آگئے تھے، اور فتنہ سراء سے مراد مختار
کا غلبہ اور قتل و غارت گری میں زیادتی کرنا ہے جو وہ اہل بیت
کے قصاص کے بہانہ سے کرتا تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ
وہ یہ گمان کریگا کہ وہ مجھ سے ہے" اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اہل بیت
کے گروہ اور انصار میں سے ہوگا اس کے بعد مروان اور اولاد مروان
پر صلح ہو گئی تھی، یا اس فتنہ سے مراد ابو مسلم خراسانی کا عباسیوں کے
مقابلہ کے لئے خروج کرنا ہے کیونکہ وہ بھی یہ گمان کرتا تھا کہ میں اہل بیت
کے لئے خلافت چاہتا ہوں، اس کے بعد لوگوں نے سفاح کی خلافت
پر صلح کر لی، اور فتنہ دہیماء سے چنگیز خانیوں کا مسلمانوں پر حملہ
کرنا اور ممالک اسلام میں غارت گری کرنا مراد ہے اور نبی صلی
اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی علامات میں سے فرمائی ہیں ان علامات
کا ظہور ان مختلف فتنوں پر ہوتی ہے جنکا بیان اور ان کی اقسام
اور کمی بیشی گذر چکی کیونکہ ہلاکت [illegible]
ہے اور نقصان [illegible] جہاں سے ہلاکت آتی ہو [illegible]

سه احلاس حلس کی جمع بمعنی ٹاٹ، یعنی اس زمانہ میں گھر میں
ٹاٹ کی طرح پڑا رہنا بہتر ہے ۱۲

قال صلے اللہ علیہ وسلم ان من اشراط الساعۃ ان یرفع العلم ویکثر الجہل ویکثر الزنا ویکثر شرب الخمر ویقل الرجال ویکثر النساء حتی یکون لخمسین امراۃ القیم لواحد. والحشر فی لسان الشریعۃ مقول علی معنیین حشر الناس الی الشام. وھو واقعۃ قبل القیامۃ حین ینقل الناس علی وجہ الارض یحشر بعضھم بتقریبات وبعضھم بنار تسوقھم وحشر ھو البعث بعد الموت وقد ذکرنا من قبل اسرار المعاد واللہ اعلم ؛

الفتن العظیمۃ التی اخبر بھا النبی صلے اللہ علیہ وسلم اربع الاولی فتنۃ امارۃ علی اقذاء وذلک صادق بمشاجرات الصحابۃ بعد مقتل عثمان رضی اللہ عنہ الی ان استقرت خلافۃ معاویۃ وھی التی اشیر الیھا بقولہ ھدنۃ علی دخن وھو الذی یعرف امرہ وینکر لانہ کان علی سیرۃ الملوک لا علی سیرۃ الخلفاء قبلہ، الثانیۃ فتنۃ الاحلاس وفتنۃ الدعاۃ الی ابواب جھنم، وذلک صادق باختلاف الناس وخروج طالبین الخلافۃ بعد موت معاویۃ الی ان استقرت خلافۃ عبد الملک، والثالثۃ فتنۃ السراء والجبریۃ والعتر، وذلک صادق بخروج بنی العباس علی بنی امیۃ الی ان استقرت خلافۃ العباسیۃ ومھدوھا علی رسم الاکاسرۃ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قیامت کی علامت میں سے ہے کہ علم اٹھ جائیگا جہالت بڑھ جائیگی زنا اور شراب نوشی کی کثرت ہوگی مرد کم ہو جائیں گے اور عورتیں زیادہ ہو جائیں گی یہاں تک کہ پچاس عورتوں کا انتظام ایک شخص کے سپرد ہوگا"

شریعت کی زبان میں حشر کے دو معنی ہیں ایک لوگوں کا ملک شام میں جمع ہونا اور یہ واقعہ قیامت سے پیشتر ہوگا جب زمین پر لوگوں کی قلت ہو جائے گی بعض لوگ تقریبات کی وجہ سے وہاں جمع ہو جائیں گے اور بعض کو آگ گھیر کر وہاں لے آئے گی، اور دوسرے معنی حشر کے ہیں مرنے کے بعد زندہ ہونا اور ہم اس سے قبل معاد کے اسرار بیان کر چکے ہیں واللہ اعلم ؛

وہ بڑے فتنے جن کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے چار ہیں اور فتنہ زبردستی کی حکومت کا قائم ہونا ہے اور یہ فتنہ صحابہ کے درمیان ان شورشوں پر صادق آتا ہے جو حضرت عثمان کی شہادت کے بعد خلافت معاویہ کے استحکام تک وقوع میں آئیں اور نبی کی طرف نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول میں اشارہ کیا ہے کہ "ایک صلح فریب سے ہوگی" اور معاویہ وہ شخص ہیں جن کے کام کو بھلا بھی کہا جاتا ہے اور برا بھی کیونکہ ان کی حکومت بادشاہوں کے طرز پر تھی نہ کہ ان خلفاء کے طرز پر جو ان سے پہلے گذرے ہیں، دوسرا فتنہ احلاس اور جہنم کے دروازوں کی طرف بلانے والوں کا فتنہ ہے اور یہ فتنہ اس زمانہ پر صادق ہے کہ معاویہ کے انتقال کے بعد لوگوں میں اختلاف ہوا اور خلافت کی آرزو میں انہوں نے آپس میں جنگ کی یہاں تک کہ عبد الملک کی حکومت جم گئی، تیسرا فتنہ سراء ہے جو زبردستی اور سرکشی کا زمانہ ہے اور وہ اس چڑھائی پر صادق آتا ہے جو عباسیوں نے بنی امیہ پر کی یہاں تک کہ خلافت عباسیہ قائم ہوگئی انہوں نے خلافت کو شاہان عجم کے رسوم پر قائم کیا

واحذوا بحجزية وعتو [illegible] بعة وسدة تسعة جميع الناس، فاذا قيل انقضت تمادت حتى يجمع الناس ان قسطا هنالك ودلائل صادق بخروج الاتراك الجنكيزية وانها خلافة بني العباس ومزقتهم على يجلها الفتن، والاحاديث الواردة في الفتن اكثرها مرت من قبل، وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم تذود س سي الاسلام بخمس وثلاثين او ست وثلاثين فان يهلكوا فسبيل من هلك، وان يقم لهم دينهم يقم لهم سبعين عاما قلت امما بقي او مما مضى؟ قال مما مضى فسمعني فوله تذود س سي الاسلام اي يقوم، صو الاسلام باقامة [illegible] دو الجهاد في هذه الامة وذلك على رأس ابتداء وقت جهاد دار [illegible] صحوة ان مقتل عثمان [illegible] والشك في خمسة وثلاثين وخمسة لان الله تعالى وحي اليه مجملا، وقوله فان يهلكوا فبان لصعوبة لا مرد ان لا يصير الى حالة لو نظر فيها الناظر لينذه في هذه الامة وبطلان امورهم قوله سبعين عاما امتدادها من البعثة وتمامها موت معاوية رضي الله عنه، بعد ان فتنة دعاة لضلالة، قوله سبعين عاما معناه تحولين لا مرد له يكون تحت بطن الباطن فيه، وانه لا يكون بعد

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے وہ فتنہ ہے جو سب کو طاعیے مارے گا یہاں تک کہ لوگ حصوں میں تقسیم ہو جائیں گے اور وہ فتنہ چنگیز خانی لشکر کے اس حملہ پر صادق ہے جو انہوں نے عباسیوں کی خلافت پر کیا اور اس کو بالکل مٹا دیا، اور جو احادیث فتنوں کے باب میں وارد ہیں ان میں سے اکثر پہلے بیان ہو چکی ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی چکی کی گردش پینتیس یا چھتیس برس تک رہے گی پس اگر لوگ ہلاک ہوئے تو ان کی ہلاکی ایسی ہوگی جیسے اگلوں کی ہوئی اور اگر ان کا دین قائم رہا تو ستر برس قائم رہے گا، راوی کہتا ہے میں نے کہا یہ مدت آئندہ سے ہے یا گذشتہ سالوں کو ملا کر، آپ نے فرمایا ان گذشتہ کو ملا کر پس یہی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے معنی ہیں کہ اسلام کی چکی گردش کرتی رہے گی" یہ ہیں کہ اسلام حدود اور جہاد قائم رہنے کی حالت میں اس امت میں اتنی مدت تک رہے گا سو یہ حالت ابتدا وقت جہاد اور اوائل ہجرت سے لیکر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت تک قائم رہی، اور پینتیس اور چھتیس کے عدد میں شبہ کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے آپ کو اس کے متعلق اجمالی وحی کی تھی، اور آپ کا یہ قول کہ "اگر سب ہلاک ہو جائیں" اس کے معنی یہ ہیں کہ مصائب اور دشواریاں پیش آئیں گی اور حالت یہ ہو جائے گی کہ دیکھنے والا اگر غور مطالعہ کرے گا تو اس کو شک ہوگا کہ قریب ہے کہ تمام امت تباہ ہو جائے اور ان کے تمام امور برباد ہو جائیں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا قول ستر برس کی مدت آپ کی لعنت اور اس کی تہمت سر معاویہؓ کی موت ہے اور ان کے بعد کا [illegible] والوں کا فتنہ قائم ہوگا [illegible] ستر برس تک اس کے معنی یہ ہیں کہ تو خرابی ہوگا اور دین پست ہو جائے گا اور اس مدت کے بعد

هذه استقامة الامر، والله اعلم۔

وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم بقاتلكم قوم صغار الاعين يعني الترك تسوقونهم ثلاث مرات الحديث معناه ان العرب يجاهدونهم ويغلبونهم فيصير ذلك سببا لاحقاد وضغائن حتى يؤول الامر الى ان يذبوا العرب من بلادهم ثم لا يقتصرون على ذلك بل يدخلون بلاد العرب، وهذا هو المراد من قوله حتى تلحقوهم بجزيرة العرب، اما في السياقة الاولى فينجو من العرب من هرب من قتالهم بان يفر من بين ايديهم، وذلك صادق بقتال الجنكيزية فهلك العباسية الذين كانوا ببغداد ونجا العباسية الذين فروا الى مصر، واما في السياقة الثانية ذلك صادق بوطء تيمور ديار الشام اهلاك امر العباسية، واما في الثالثة فيصطلمون وذلك صادق بغلبة العثمانية على جميع الحمل، والله اعلم

دین کی استقامت نہیں رہے گی، واللہ اعلم۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم سے ایسی قوم جنگ کرے گی جس کی آنکھیں چھوٹی ہوں گی" اس قوم سے مراد ترک ہیں "وہ تم کو تین بار ہٹائیں گے" الحدیث، اس کے معنی یہ ہیں کہ عرب ترکوں سے جہاد کریں گے اور ان پر غالب آجائیں گے جس سے باہم کینہ اور عداوت پیدا ہوگی، انجام کار یہ ہوگا کہ وہ عربوں کو اپنے ملک سے باہر کر دیں گے اور اسی پر اکتفا نہیں کریں گے بلکہ بلاد عرب میں داخل ہو جائیں گے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کہ "تم ان کو جزیرہ عرب میں پاؤ گے" یہی مراد ہے، پس ان کے پہلے حملہ میں وہ عرب نجات پائیں گے جو ان سے قتال نہیں کریں گے اور ان کے سامنے سے بھاگ جائیں گے چنانچہ یہ بات مقاتلہ چنگیز خانی پر صادق ہوئی کہ عباسیوں میں سے جو لوگ بغداد میں تھے ہلاک ہو گئے اور جو مصر کی طرف بھاگ گئے تھے وہ بچ گئے اور دوسرے حملہ میں بعض بچ جائیں گے اور بعض ہلاک ہو جائیں گے اور یہ بات تیمور کے حملہ پر صادق ہے جس نے ملک شام کو برباد کیا اور عباسیوں کو تہ و بالا کر دیا، اور تیسرے حملہ میں وہ سب کو برباد کر دیں گے، یہ بات حکومت عثمانیہ پر صادق ہے جو تمام امور سلطنت پر غالب آگئے، واللہ اعلم۔

المناقب

مَنَاقِبْ کا بَیَانْ

الاصل في مناقب الصحابة رضي الله عنهم امور، منها ان يطلع النبي صلى الله عليه وسلم على هيئة نفسانية تعد الانسان لدخول الجنان كما اطلع على ابي بكر رضي الله عنه انه ليس فيه خيلاء وانه ممن اكمل الخصال التي

صحابہ رضی اللہ عنہم کے مناقب چند امور پر مبنی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کسی کی اس نفسانی ہیئت اور حالت پر مطلع ہو جائیں جس کی وجہ سے آدمی جنت میں داخل ہونے کے قابل ہو جاتا ہے جیسے آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حال سے واقف ہو گئے کہ ان میں تکبر نہیں ہے، اور انہوں نے ان خصائل و اوصاف کو مکمل کر لیا ہے جو

تكون ابواب الجنة تسعا لها فقال رجو ان تكون منهم يعني الذين يدعون من الابواب جميعا ؛

وقال صلى الله عليه وسلم لعمر رضي الله عنه ما لقيك الشيطان سالكا فجا قط الا سلك فجا غير فجك ؛

وقال صلى الله عليه وسلم ان يك من امتي احد من المحدثين فانه عمر، ومنها ان يرى في المنام او يقف في روعه ما يدل على رسوخ قدمه في الدين كما رأى بلالا رضي الله عنه يتقدمه في الجنة، ورأى قصر لعمر رضي الله عنه في الجنة ورأى قميص بقميص سابغ وانه صلى الله عليه وسلم اعطا سؤرة من اللبن فعبر بالدين والعلم ومنها حب النبي صلى الله عليه وسلم اياهم وتوقيرهم ومواساتهم معهم وسوابقهم في الاسلام، فذلك كله ظاهر انه لم يكن الا لامتلاء القلب من الايمان، واعلم ان فضل بعض القرون على بعض لا يمكن ان يكون من جهة كل فضيلة، وهو قوله صلى الله عليه وسلم مثل امتي مثل المطر لا يدرى اوله خير ام آخره، وقوله صلى الله عليه وآله وسلم انتم اصحابي واخواني الذين يأتون بعد وذلك ان الاعتبارات متعارضة والوجوه متجاذبة ولا يمكن ان يكون تفضيل كل احد من القرن الفا منا [illegible] احد من القرن

جنت کے دروازوں کی صورت میں ظاہر ہوں گے پس آپ نے فرمایا "میں امید کرتا ہوں کہ تو ان لوگوں میں سے ہے" یعنی ان لوگوں میں سے جو جنت کے تمام دروازوں سے بلائے جائیں گے،

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا "تم کو کبھی راستہ میں چلتا ہوا شیطان نہیں ملا مگر وہ تمہارا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ پر ہو لیتا ہے"

اور نیز نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میری امت میں اگر کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہے"

اور ازاں جملہ یہ ہے کہ خواب میں آپ کو معلوم ہو جائے یا آپ کے دل میں ایسی بات کا القاء ہو جائے جو کسی شخص کے راسخ فی الدین ہونے پر دلالت کرے جیسے آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ جنت میں وہ آپ سے آگے آگے چلتے ہیں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے جنت میں ایک محل دیکھا اور انکو لمبی چوڑی قمیص پہنے ہوئے دیکھا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنا پس خوردہ دودھ عطا کیا پس آپ نے اس کی تعبیر دین اور علم کے ساتھ فرمائی، ازاں جملہ یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان سے محبت کریں، ان کی توقیر کریں اور ان کے ساتھ سلوک اور ہمدردی کریں اور ان کا اسلام میں پیش قدمی کرنا پایا جاتا ہو پس ان سب امور سے ظاہر ہے کہ یہ سب باتیں ان میں اسی لئے پائی گئیں کہ ان کے دل نور ایمانی سے پُر تھے،

واضح ہو کہ ایک زمانہ کی دوسرے زمانہ پر فضیلت اور فوقیت ہر جہت اور ہر اعتبار سے ممکن نہیں ہے چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری امت کی مثال بارش کی سی ہے نہیں معلوم کہ اس کا اول اچھا ہے یا اخیر نیز آپ نے فرمایا تم میرے اصحاب ہو اور میرے بھائی وہ ہیں جو میرے بعد آئیں گے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اعتبارات مختلف ہوتے ہیں اور فضیلت کی جہتیں ہر زمانہ میں مختلف ہیں، اور یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ عمدہ زمانہ کے ہر شخص کو کم رتبہ زمانہ کے ہر شخص پر فضیلت ہو۔

ہ وہ شخص جس کو غیب کا انکشاف ہوتا ہے۔

السفهول كيف ومن القرون الفاضلة
نفاقا من هو منافق او فاسق، ومنها
الحجاج ويزيد بن معاوية ومختار
علمة من قريش الذين يهلكون الناس
وغيرهم ممن بلغ النبي صلى الله عليه
وسلم سوء حالهم، ولكن الحق ان
جمهور القرن الاول افضل من جمهور
القرن الثاني ونحو ذلك، والفضلة انما
ثبت بالنقل والتواتر ولا تواتر
الا بان يعظم الذين شاهدوا المواقع
وحي وعرفوا تاويله وشاهدوا سيرة
نبي صلى الله عليه وسلم ولم يخلطوا
بها تعمقا ولا تهاونا ولا املة
جرت وقد اجمع من يعتد به
من الامة على ان افضل الامة ابو بكر
الصديق، ثم عمر رضي الله عنهما
ذلك لان امر النبوة له جناحان
في العلم عن الله تعالى وبثه في
الناس، اما التلقي عن الله فلا يشرك
النبي صلى الله عليه وسلم في ذلك
احد، واما بثه فانما تحقق بسياسة
التاليف ونحو ذلك، ولا شك ان
الشيخين رضي الله عنهما اكثر الامة
مساعدة الامور في زمان النبي صلى الله
عليه وسلم وبعده، والله اعلم۔

ولم يكن هذا آخر ما اردنا ايراده في
كتاب حجة الله البالغة، والحمد لله تعالى
اولا وآخرا وظاهرا وباطنا وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد وآله واصحابه
اجمعين۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ جو قرون بالاتفاق عمدہ تھے ان زمانوں
میں ایسے لوگ بھی ہوئے جو منافق یا فاسق تھے انہیں میں سے حجاج
اور یزید بن معاویہ اور مختار اور قریش کے وہ نوجوان تھے جو
لوگوں کو ہلاک کرتے تھے اور ان کے علاوہ اور بھی تھے جن کی بدعملی
کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا لیکن یہ بالکل یقینی امر ہے کہ
قرنِ اول کے جمہور قرنِ ثانی کے جمہور سے افضل تھے، اور اسی طرح
سے افضلیت درجہ بدرجہ ہے اور مذہب کا ثبوت نقل اور توارث
سے ہوتا ہے اور توارث اس کے بغیر ممکن نہیں ہے کہ ان لوگوں
کی تعظیم کیجائے جنہوں نے مواقع وحی کو دیکھا اور اس کی تاویل کو
پہچانا، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مشاہدہ کیا اور اس
کے ساتھ تعمق اور سستی کو مخلوط نہیں کیا اور نہ اس میں کسی دوسرے
مذہب کی آمیزش کی اور امت میں جو قابل اعتماد لوگ ہیں ان کا
اس پر اتفاق ہے کہ تمام امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر
صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں اس
لئے کہ امر نبوت کے دو بازو ہیں پہلا علم کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے
حاصل کرنا اور دوسرا اس کو لوگوں میں پھیلانا پس پہلے امر میں
اللہ کی جانب سے علم حاصل کرنے میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا
کوئی بھی شریک نہیں ہے لیکن دوسرا امر یعنی اس کا پھیلانا تو
وہ انتظام وتالیف قلوب وغیرہ امور کے بغیر پایا نہیں جاتا اور
اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ان امور میں نبی صلے اللہ علیہ
وسلم کے زمانہ میں اور آپ کے بعد شیخین رضی اللہ عنہما تمام
امت سے زاید ہیں واللہ اعلم۔

ہم نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں جس قدر بیان کرنے
کا تعہد کیا تھا یہ اس کا آخر ہے والحمد للہ تعالیٰ اولاً وآخراً
وظاہراً وباطناً وصلے اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ
اجمعین۔

حرفِ آخر

از مترجم

فقیر حقیر ابو محمد عبد الحق بن محمد امیر یہ کہتا ہے کہ الحمد للہ آج بیسویں ربیع الثانی ۱۳۰۲ھ کو اس کتاب کے ترجمہ سے فراغت اور اس ذریعہ عقبیٰ کو تمام کر کے سعادت پائی، قلم برداشتہ باوجود مشاغلِ قویہ و موانعِ ظاہریہ و معنویہ کے ترجمہ کیا ہے، تصنع اور تکلف کو راہ نہ دیا ہے تقدیم و تاخیرِ عبارت اصل کو خیال نہ کر کے اہل مطلب کی توضیح پر نظر رکھی ہے، میری لیاقت تو معلوم، مگر محض فضلِ باری فیضِ روح القدس جاری ہے، اہل بصیرت جو کہیں میری خطا یا غلطی پر اطلاع پاویں بحکم الدین النصیحۃ اصلاح فرماویں اور جو اس سے فیض اٹھاویں،

مترجم اور حضرت مصنف کو دعاءِ خیر سے یاد فرماویں،

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۔

ہر قسم کی درسی غیر درسی مذہبی کتب سستی اور عمدہ ملنے کا پتہ
کتب خانہ رحیمیہ دیوبند (یوپی)
ہمیشہ یاد رکھئے